

غدير

قرآن، حدیث اور ادب میں

۹/۸/۷

علیہ السلام

تالیف: حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفی
ترجمہ و تلخیص: ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گو پال پوری

ایمنی، عبدالحسین، ۱۴۸۱-۱۴۴۹

[الغدير في الكتاب والنزه والادب - اردو - ترجمہ مختص]

غدير: قرآن، حدیث اور ادب میں مولف عبدالحسین الامینی النجفی

ترجمہ و تلمیخ: سید علی اختر رضوی شعور گو پال پوری۔ ۱۳۳۱ق = ۲۰۱۰م = ۱۳۸۹

9-1-47c

ISBN: 978-600-92030-6-2 (جلد ۸-۹)

فہرست نویسی براساس اطلاعات غیبا

کتاب نامہ: بصورت زیر نویس

۱۔ غدیر خم۔ ۲۔ علی بن ابی طالب (ع) امام اول، ۳۳ قبل از ہجرت، ۴۰ ق، اثبات خلافت۔ ۳۔ غدیر خم۔ شعر۔ مجموعہ حا۔ ۴۔ شعر مذہبی عربی۔

مجموع حا الف رضوی شعور علی اختر مترجم ب عنوان ج. عنوان: الفہرست و کتاب و السنۃ و الادب. اردو. تخصیص

296/201

٢٠٣٦٢ غ ٨ الف ٥٣/٢٢٢٣ BP

شناسنامه کتاب

کتاب کا نام: **غذیر: قرآن، حدیث اور ادب میں (جلد ۷-۸-۹)**

تالیف: حضرت علامہ عبدالحسین الایمنی النجفیؒ

ترجمہ و تلخیص: ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری

ناشر: گلستان زہرا پبلی کیشنز، لاہور

ناشر ہمارا: قرآن و معمرت فاؤنڈیشن (علمی مرکز، مدرسہ حجتیہ، قم المقدسہ)

پیشکش: مکتبہ مینار شمعور گوپال پور (سیوان بہار)

اشاعت: ۱۳ رجب ۱۴۳۳ھ، ۴ جون ۲۰۱۲ء طبع اول

تعداد: ۵۰۰ جلد

قیمت: =/۵۰۰ روپے

ملفوظ کا پتہ:

پاکستان: گلستان زہرا پہلی کیشنرز، لاہور۔ ۵۴۰۰۰

ایران: ﴿تم﴾ دفتر قرآن و معارف قزوین، مدرسه مجتبیٰ خیابان حجت پارک ۷، داخل ۳۱۷، چهارراه شهید، قم، المقدسہ۔

ہندوستان: ۱۔ (بیک پور) جمن پور، سیوان، بہار، پن کوڈ، 8841286

۲۔ (میں نے) (قلمبرج کی لکیشن، ۵۸ نشان پاڑہ روڈ، مسافر خانہ چغتائی (مقابلہ اجرامی) ڈومری میں ۹۰۰۰۰۰۔

.....جملہ حقوق قرآن و سنت فاؤنڈیشن کیلئے محفوظ ہیں.....



روزی زیاد بن محمد قال :

دخلت على ابي عبد الله فقلت :

للمسلمين عيد غير يوم الجمعة والفطر والاضحى

قال : نعم ، اليوم الذى نصب فيه رسول الله امير المؤمنين

زياد بن محمد کا بیان ہے کہ میں نے امام صادق کی خدمت میں پہنچ

کر عرض کیا مسلمانوں کے پاس عید فطر، عید قربان اور عید جمعہ کے



علاوہ بھی کوئی عید ہے؟

امام نے فرمایا: ہاں! جس دن رسول خدا ﷺ نے امیر المؤمنین کو

(خلیفہ اور ولی) منصوب فرمایا۔

(مصباح التجدد ص ۷۳۶)

فہرست مطالب

عند لیبان غدیر (نویں صدی ہجری)

۱۳.....	ابن عرب دوس حلّی
۱۷.....	شاعر کا تعارف
۱۹.....	ابن داغر حلّی
۲۰.....	شاعر کا تعارف
۲۲.....	حافظ بری حلّی
۲۲.....	شاعر کا تعارف
۲۶.....	نقیس تالیفات
۲۷.....	لطیف نغمے
۳۰.....	برتری کے لاف و گزاف
۳۳.....	ابوبکر کے بارے میں غلو
۳۴.....	منقولہ فضائل
۳۹.....	فضائل نفسانی
۵۳.....	حالت بعد اسلام
۵۴.....	کلام

- ۵۸..... خلیفہ کی سنت کے بارے میں پیشرفت
- ۶۳..... دانشور کی انتہائی کوشش
- ۶۶..... ۱۔ دادی کے بارے میں خلیفہ کی رائے
- ۶۷..... ۲۔ دادی ثانی کے متعلق خلیفہ کی رائے
- ۷۱..... ۳۔ قطع سارق کے متعلق خلیفہ کی رائے
- ۷۲..... ۴۔ دادا کے بارے میں خلیفہ کی رائے
- ۷۳..... ۵۔ بہتر کے ہوتے ہوئے، کمتر کو حکمران بنانے کے متعلق خلیفہ کی رائے
- ۷۸..... جمہور کے نزدیک خلافت
- ۸۲..... امامت کیسے قائم ہوتی ہے...؟
- ۸۴..... خلافت کے متعلق خلیفہ کا کافی کی رائے
- ۸۶..... خلافت اہل سنت کی نظر میں
- ۹۰..... ۶۔ قضا و قدر کے معاملے میں خلیفہ کی رائے
- ۹۳..... ۷۔ سنت بن جانے کے ذریعہ بانی چھوڑ دی
- ۹۳..... ۸۔ ارتداد بنی سلیم
- ۹۵..... ۹۔ خلیفہ نے فحشاء کو جلا ڈالا
- ۹۶..... ۱۰۔ واقعہ مالک کے بارے میں خلیفہ کی رائے
- ۱۰۰..... واقعہ مالک کا تجزیہ
- ۱۰۴..... ۱۱۔ ثلث کا چکر
- ۱۱۲..... ۱۲۔ یہودی کا سوال ابو بکر سے
- ۱۱۲..... ۱۳۔ عیسائی کا وفد اور ان کا سوالات
- ۱۱۸..... ۱۔ خلیفہ کے مظاہر علم

۱۱۸.....	پہلا مظاہرہ
۱۱۹.....	دوسرا مظاہرہ
۱۲۰.....	تیسرا مظاہرہ
۱۲۲.....	چوتھا مظاہرہ
۱۳۰.....	۲۔ خلیفہ کی شجاعت
۱۳۷.....	عریش سے احتجاج
۱۴۰.....	افیونی عقیدت
۱۴۳.....	۳۔ خلیفہ کا ثبات عقیدہ
۱۴۵.....	۴۔ عبادت میں دالہانہ پن
۱۴۸.....	۵۔ خلیفہ کے اخلاقی مظاہرے
۱۵۳.....	بارگاہ صدیقہ میں ابوبکر کی معذرت
۱۵۴.....	ایک بکو اس
۱۵۶.....	غلو کی باتیں، داعی کہانیاں
۱۵۶.....	۱۔ سورج کی رہٹ
۱۵۸.....	۲۔ ریش ابوبکر سے توسل
۱۶۱.....	۳۔ ابوبکر اور جبریل کی گواہی
۱۶۱.....	۴۔ رسول کی انگشتی کا نقش
۱۶۲.....	۵۔ بہشت ابوبکر کی وسعت
۱۶۳.....	۶۔ خدا ابوبکر سے حیا کرتا ہے
۱۶۳.....	۷۔ کرامت دفن ابوبکر
۱۶۵.....	۸۔ جبریل کی خاکساری

- ۹۔ کرامت ابو بکر کا ایک واقعہ ۱۶۶
- ۱۰۔ ابو بکر واقف کار پوڑھے اور رسولِ امجدی جو ان ۱۷۰
- اہلِ مدینہ کی دو بیعت ۱۷۲
- واقعہ ہجرت ۱۷۲
- ۱۱۔ ابو بکر عمر میں رسول سے بڑے تھے ۱۷۲
- ۱۲۔ اسلام ابو بکر قبلِ ولادت علی ۱۷۳
- ۱۳۔ ابو بکر سب سے زیادہ عمر کے صحابی ۱۷۶
- ۱۴۔ ابو بکر ترازو کے پلے میں ۱۷۷
- ۱۵۔ سورج کا تو سل ابو بکر سے ۱۷۸
- ۱۶۔ جناتِ کتیا کی ڈیوٹی ۱۷۹
- ۱۷۔ دوستوں کو تحفہ ابو بکر ۱۸۰
- ۱۸۔ ابو بکر قابِ قوسین میں ۱۸۲
- ۱۹۔ دین اور اس کے آنکھ کان ۱۸۳
- ۲۰۔ خدا کے نزدیک ابو بکر کی قدر و منزلت ۱۸۴
- ۲۱۔ رسول کی شیخین سے تائید ۱۸۶
- ۲۲۔ ذریتِ آدم کے پانچ پیکر ۱۸۷
- ۲۳۔ ابو بکر تمام اہل آسمان و زمین سے بہتر ۱۸۸
- ۲۴۔ رسولِ خدا اور ابو بکر کا ثواب ۱۸۸
- ۲۵۔ ابو بکر کی محبت اور شکر یہ تمام امت پر واجب ہے ۱۸۹
- ۲۶۔ ابو بکر ترازو کے پلے میں ۱۸۹
- ۲۷۔ مہاجرین میں صرف ابو بکر کے باپ مسلمان تھے ۱۹۰

۱۹۱.....	ابوبکر کے والدین کا اسلام
۱۹۲.....	۱۔ پہلی قسم
۱۹۳.....	۲۔ دوسری قسم
۱۹۶.....	والدۃ ابوبکر کا اسلام
۱۹۸.....	ابوبکر کے والدین قرآن میں
۲۰۲.....	یا وہ کوئی کام مقصد
۲۱۳.....	۱۔ حضرت ابوطالب کی گفتار
۲۱۳.....	۲۔ کردار صالح اور قول مشکور
۲۱۵.....	۳۔ ولادت علیٰ اور ابوطالب
۲۱۶.....	۴۔ ابوطالب اور پیغمبر کی ابتدائی دعوت
۲۱۷.....	۵۔ رسول کی گمشدگی اور ابوطالب
۲۱۸.....	۶۔ ابوطالب ابتدائے دعوت میں
۲۲۱.....	۷۔ ارشاد ابوطالب: بھائی سے وابستہ رہو
۲۲۲.....	۸۔ چچیرے بھائی کے پہلو میں کھڑے ہو جاؤ
۲۲۲.....	۹۔ ابوطالب کی رسولؐ سے دسوزی
۲۲۲.....	۱۰۔ ابوطالب اور ابن زبیری
۲۲۳.....	۱۱۔ ابوطالب اور قریش
۲۲۳.....	۱۲۔ سردار مکہ اور صحیفہ قریش
۲۲۷.....	۱۳۔ مرتے وقت ابوطالب کی وصیت
۲۲۸.....	ابوطالب کے متعلق ان کی ذریت کے خیالات، بزبان اہل سنت
۲۳۵.....	پاکیزہ اقوال

- ۲۳۷..... سیدہ بطحاء کے متعلق اہل سنت کے مختصر فقرے
- ۲۳۸..... وابستگان اہل بیت کے نظریات
- ۲۳۹..... چالیس احادیث

عند لیبان غدیر

(نویس صدی ہجری)

۱۔ ابن عربین حلّی ۲۔ ابن داغر حلّی

۳۔ حافظ برسی حلّی



ابن عربندس حلی

صانع و بدائع سے بھرپور (۱۲۶) شعروں کے اس قصیدے کا مطلع ہے:

اضحی حمیس کفصن بان فی حلی قمر اذا ما مر فی قلبی حلا

غدر سے متعلق تین شعر ہیں اور ایک شعر میں کسراصنام کی طرف اشارہ ہے، اشعار یہ ہیں:

ثم السلام من السلام علی الذی نسبت له فی خم رايات الولا

تالی کتاب اللہ اکرم من تلا واجل من للمصطفی الہادی تلا

وبخم واخاه النبی محمد حقاً وذلک فی الکتاب تنزلا

”پھر سلامتی سے بھرپور سلام اس ذات پر جس کے لئے غدریخ کے میدان میں پرچم ولایت نصب

کیا گیا، وہ ردیف کتاب خدا ہے اور تلاوت سے برتر و کرم ہے، کیوں کہ ہدایت کرنے والے مصطفیٰ نے

اس کی تلاوت کی اور غدریخ میں رسول خدا محمدؐ نے اس سے برادری کا رشتہ واقعی استوار کیا، اور یہ اس لئے

کہ قرآن میں اس کی بابت آیت نازل ہوئی ہے۔“

کسراصنام سے متعلق شعر یہ ہے:

وصعود غارب احمد فضل له دون القرابة والصحابۃ افضلا

”اگر قرابت و محبت کو نظر انداز کر دیا جائے تب بھی ان کا شانہ احمدؐ پر بلند ہونا بجائے خود عظیم ترین



فضیلت ہے۔“

شاعر نے قصیدے میں جن مناقب کی طرف اشارہ کیا ہے ان میں سے بعض کی تفصیل گزشتہ

جلدوں میں پیش کی گئی اور بقیہ کی تفصیل آگے بیان ہوگی۔ یہاں صرف منقبت کسراصنام کی تحقیق پیش کی جاتی ہے:

”وصعود غارب احمد فضل له“

حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ رسول خداؐ میرے ساتھ اصنام کعبہ توڑنے تشریف لے گئے، مجھ سے فرمایا: بیٹھ جاؤ! میں کعبہ کے گوشے میں بیٹھ گیا، اس کے بعد رسول خداؐ میرے کاندھوں پر بلند ہوئے پھر فرمایا: اٹھو اور مجھے ان بتوں کے قریب پہنچاؤ! جب میں اٹھا تو رسول خداؐ نے ملاحظہ فرمایا کہ میرے اندر کمزوری ہے، فرمایا: بیٹھ جاؤ، تو میں بیٹھ گیا اور انھیں کاندھ سے اتار دیا، پھر رسول خداؐ میرے لئے بیٹھے میں اس پر سوار ہوا اور جب اٹھے تو ایسا لگا کہ میں آسمان کے کناروں کو چھو سکتا ہوں، اور رسول خداؐ نے سہارا دیا تو میں نے سب سے بڑے بت تو ایسا لگا کہ جو قریش کا بت تھا، اس بت کو لوہے کی کیلوں سے دیوار میں جڑ دیا گیا تھا، رسول خداؐ نے فرمایا: اسے ہلاؤ، میں نے ہلانا شروع کیا تو فرمایا: ہاں، ہاں، ہاں۔ پھر فرمایا: اسے توڑ دو تو میں نے توڑ دیا اور اتر آیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: پھیک دو اس کو چنانچہ میں نے پھینکا تو شیشے کی طرح چکنا چور ہو گیا اور پھر اتر آیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ پھر بام کعبہ سے کود پڑا۔

جابر سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول خداؐ کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے، کعبہ میں ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے، رسول خداؐ نے فرمایا: سب کو گرا دو، ایک طویل بت جس کا نام ہبل تھا اسے آپ نے علیؑ سے فرمایا: اس کو گرانے کے لئے میرے کاندھ پر سوار ہو جاؤ یا میں تمہارے کاندھ پر سوار ہوں؟ عرض کی: آپ ہی سوار ہو جائیے، جب سوار ہوئے تو علیؑ رسالت کا بوجھ برداشت نہ کر سکے، رسول خداؐ نے تبسم فرمایا، علیؑ نے عرض کی اب میں آپ کے کاندھ پر سوار ہو جاؤں، جب میں کاندھ پر سوار ہوا تو اس خدا کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ کیا اور مخلوقات کو پیدا کیا، اگر میں چاہتا تو آسمان کو اپنی مٹھی میں لے لیتا، پھر میں نے ہبل کو بام کعبہ سے گرا دیا، اس وقت خداؐ نے آیت نازل کی:

﴿قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾

ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول خدا نے علیؑ سے فرمایا: اٹھو! بام کعبہ پر جو بت ہے اسے توڑا جائے، جب وہاں پہنچے تو رسولؐ نے آپ سے فرمایا: میرے کاندھے پر سوار ہو جاؤ تاکہ تمہیں اٹھاؤں، علیؑ نے اپنا کپڑا انھیں دیدیا اور رسول خداؐ انھیں اپنے کاندھے پر اٹھائے ہوئے کعبہ میں پہنچے، علیؑ نے بت کو پکڑا جو تانے کا تھا اور بام کعبہ سے زمین پر دے مارا۔

اس واقعہ کو مندرجہ ذیل ائمہ حدیث و تاریخ نے نقل کیا ہے بغیر کسی سندی تنقید کے:

اسباط بن محمد قرشی (۱) حافظ ابو بکر صفانی (۲) حافظ ابن ابی شیبہ (۳) امام احمد ابن حنبل (۴) ابو علی مازنی (۵) ابو بکر بزار (۶) حافظ نسائی (۷) ابو یعلیٰ (۸) طبری (۹) طبرانی (۱۰) حاکم نیشاپوری (۱۱) ابو بکر شیرازی (۱۲) ابو محمد عاصمی (۱۳) ابونعیم (۱۴) بیہقی (۱۵) خطیب بغدادی (۱۶)

۱۔ مسند احمد (ج ۱ ص ۱۳۶ حدیث ۶۳۵)

۲۔ جامع الاحادیث (ج ۶ ص ۲۷۲ حدیث ۷۹۲۷)

۳۔ المصنف (ج ۸ ص ۵۳۳ حدیث ۹)

۴۔ مسند احمد ج ۱ ص ۸۲ (ج ۱ ص ۱۳۶ حدیث ۶۳۵)

۵۔ سنن نسائی (ج ۵ ص ۱۴۲ حدیث ۸۵۰۷)

۶۔ تاریخ المودۃ (ج ۱ ص ۱۳۸ باب ۴۸)

۷۔ خصائص نسائی ص ۳۱ (ص ۱۳۳ حدیث ۱۲۲)

۸۔ منہاجی یعلیٰ (ج ۱ ص ۲۵۱ حدیث ۲۹۲)

۹۔ جامع الاحادیث (ج ۱ ص ۲۷۲ حدیث ۷۹۲۷)

۱۰۔ تاریخ الخلفاء (ج ۲ ص ۸۷-۸۶)

۱۱۔ المسند رک علی النعمین (ج ۲ ص ۳۹۸ حدیث ۳۲۸۷)

۱۲۔ فی نزول القرآن

۱۳۔ زین الفتی شرح سورۃ حل اقی

۱۴۔ ان سے خطیب نے نقل کیا ہے

۱۵۔ مناقب خوارزمی (ص ۱۲۳ حدیث ۱۳۹)

۱۶۔ تاریخ بغداد (ج ۱ ص ۳۰۲)

ابن مخازلی (۱) ابو عبد اللہ فراوی (۲) خوارزمی (۳) ابن جوزی (۴) ابو الخیر حاکمی (۵) ابن نجار (۶)
ابن طلحہ شافعی (۷) ابو المظفر ابن جوزی (۸) گنجی شافعی (۹) حافظ صالحانی (۱۰) محبت الدین طبری (۱۱)
ابن نقیب (۱۲) حموی (۱۳) حافظ ذہبی (۱۴) حافظ زرنندی (۱۵) سیوطی (۱۶) قسطلانی (۱۷) قاضی
بکری (۱۸) نور الدین حلبي (۱۹) زرقانی (۲۰) سید احمد زینی دحلان (۲۱) آلوسی (۲۲) خواجہ کلان

۱۔ مناقب ابن مخازلی (ص ۲۰۲)

۲۔ کفایۃ الطالب (ص ۲۵۷ باب ۶۲)

۳۔ مناقب خوارزمی ص ۳۷ (ص ۱۲۴-۱۲۳ حدیث ۱۳۹)

۴۔ صفۃ الصلوۃ، ج ۱ ص ۱۱۹ (ج ۱ ص ۳۱۰ نمبر ۵)

۵۔ الاربعین فی فضائل علی (ص ۱۲۷ باب ۴۰ حدیث ۶۳)

۶۔ کفایۃ الطالب (ص ۲۵۷ باب ۶۲)

۸۔ تذکرۃ الخواص (ص ۲۷)

۷۔ مطالب السؤل ص ۱۲

۹۔ کفایۃ الطالب ص ۱۲۸ (ص ۲۵۸-۲۵۷ باب ۶۲)

۱۰۔ تاریخ الخمیس (ج ۲ ص ۸۶)

۱۱۔ ریاض النکرة ج ۲ ص ۲۰۰ (ج ۳ ص ۱۵۰)

۱۲۔ البحر مواہب لدنیۃ، ج ۱ ص ۲۰۴ (ج ۱ ص ۵۸۶)

۱۳۔ فرائد السمیعین (ج ۱ ص ۲۳۹ حدیث ۱۹۳)

۱۴۔ تلخیص المسد رک (ج ۲ ص ۳۹۸ حدیث ۳۲۸)

۱۵۔ نظم درر السمعین (ص ۱۲۵)

۱۶۔ کنز العمال ج ۶ ص ۴۰۷ (ج ۱۳ ص ۷۱۱ حدیث ۳۶۵۱۶) الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۲۶۴ (ج ۱ ص ۳۲۸)

۱۷۔ المواہب اللدیۃ ج ۱ ص ۲۰۴ (ج ۱ ص ۵۸۶)

۱۸۔ تاریخ الخمیس ج ۲ ص ۹۵ (ج ۲ ص ۸۶)

۱۹۔ السیرۃ الخلیفۃ ج ۳ ص ۹۷ (ج ۳ ص ۸۶)

۲۰۔ شرح المواہب، ج ۲ ص ۳۳۶

۲۱۔ السیرۃ النبویۃ مطبوعہ ہاشمیہ سیرۃ حلبیہ ج ۲ ص ۲۹۳ (ج ۲ ص ۱۰۲)

۲۲۔ شرح العیۃ، ص ۷۵

قدوزی (۱) ابو بکر ابن محمد خنی (۲) سید محمود قرانغولی۔

شاعر کا تعارف

شیخ صالح ابن عبد الوہاب ابن عربس علی، ابن عربس کے نام سے مشہور تھے، معروف شیعہ عالم تھے، فقہ و اصول میں ان کی گرانقدر تالیفات ہیں، مدح اہل بیت میں ان کے قصائد و مرثیٰ دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ولایت میں فنا تھے اور دشمنان اہلبیت سے شدید نفرت رکھتے تھے۔ ان کے بعض اشعار منتخب طریخی (منتخب طریخی ج ۲ ص ۲۵۴) و طلیعہ سہادی میں پائے جاتے ہیں، صاحب طلیعہ نے ان کے حالات بھی لکھے ہیں اور علم و فضل، تقویٰ و ریاضت کے ساتھ جملہ متداول علوم میں رسوخ کی نشاندہی کی ہے، اس کی تائید فاضل یعقوبی کی بابلیات دیکھنے سے ہوتی ہے (البابلیات ج ۱ ص ۱۴۳ نمبر ۷۷)، انھوں نے بڑی ستائش کی ہے، صاحب طلیعہ کے مطابق شیخ صالح کا انتقال تقریباً ۸۴۰ھ میں حلہ کے نیچا مقام پر ہوا، وہیں دفن ہوئے، ان کا مقبرہ آج بھی زیارت گاہ ہے۔

ابن عربس نے اکثر اشعار شیخ علاء الدین شفعی کی روش پہ بطور تفسیر کہے ہیں، ان شعروں سے ان کی زبردست قدرت کلام اور متانت کا اندازہ ہوتا ہے ان کو ادب عربی ادب پر کامل دسترس حاصل تھی، شیخ صالح کا قصیدہ راسبہ ارباب علم میں کافی مشہور ہے لوگ کہتے ہیں کہ اگر کسی بزم میں پڑھا جائے تو امام زمانہ کی زیارت ہوگی، ایک سو تین شعروں پر مشتمل قصیدے کا مطلع ہے: (۴)

طوبایا نظامی فی الزمان لها نشر يعطرها من طیب ذکر اکم نشر
امام حسین کا ایک مرثیہ بڑا ہی عرفان انگیز اور سبکی سے کہا ہے، جس کا مطلع ہے:

۱۔ ینایح المودۃ ص ۱۹۳ (ج ۱ ص ۱۳۸ باب ۲۸)

۲۔ قرۃ العین السمرۃ، ج ۱ ص ۱۸۵

۳۔ جوہرۃ الکلام ص ۵۵-۵۹

۴۔ منتخب طریخی، ج ۲ ص ۱۹۸ (ج ۲ ص ۷۵)

مات العذول علی الحبیب مسہدا فاقام عذری فی الغرام ومسہدا
 منتخب طریکی (۱) میں ایک مرثیہ ۵۶ شعروں پر مشتمل ہے جس میں شیخ صالح کہتے ہیں:
 نوحوا یا شیعۃ المولی ابا حسن علی الحسین غریب الدار والوطن

ابن داغر حلی

ابن داغر حلی کا غدیر سے متعلق چالیس شعروں پر مشتمل قصیدہ ہے جس میں پانچ اشعار کا ترجمہ بیان کیا جا رہا ہے:

”اور ہوا یوں کہ روز غدیر آپ کی ولایت کا اعلان حجۃ الوداع کے سال ہوا اور یہ سب کچھ سب کے سامنے ہوا اور یوم غدیر کی برکات اور فضائل شمار سے باہر ہیں،
 بظاہر لوگوں نے وصیت احمد کو قبول کیا لیکن اپنے دلوں میں آل محمد کی طرف سے سے کینہ چھپائے ہوئے تھے، یہاں تک کہ جب رسول خدا کا انتقال ہو گیا تو اپنے دلی کینے ظاہر کر دیئے اور ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ دیئے۔

انھوں نے پروردگار کی طرف سے حاصل شدہ خلافت اور ولایت کو ملنے نہیں دیا، آنکھیں اندھی ہو گئی تھیں اور راہ راست قطعاً گم تھی۔“

ایک قصیدہ اور بھی ہے جس میں ۱۹۲ اشعار ہیں، جس میں غدیر سے متعلق تین شعر ہیں:
 ”اب وہ گئے رسول خدا تو آپ کے ساتھ ان کے اصحاب اور پاس بیٹھنے والی قوم نے خیانت کی، آپ کی وصیت کو جو علی کے بارے میں تھی یوں تردید کی جیسے رسول خدا کا ارشاد جھٹلانے کے قابل تھا، اور حیدر کی ولایت تمام مراعات کو بھلا بیٹھے جو غدیر خم میں ہوئی تھی کہ یہ سائے کی طرح میرے ساتھ رہنے والے وزیر ہیں“
 ۳۵ شعروں کا ایک مرثیہ ہے جو دلوں کو برملا دیتا ہے، مطلع ہے:

بابی الامام المستضام بکربلا یدعوو لیس لما یقول معجیب

شاعر کا تعارف

شیخ مفاس ابن داغر حلی، خاصان خدا کی محبت سے سرشار، مفاس کے تذکرے اکثر سوانح نگاروں نے کئے ہیں، خاص طور سے متاخرین میں علامہ شیخ علی آل کاشف الغطاء نے حصون مدیہ میں یا

علامہ سادوی نے طلیحہ میں اور خطیب یعقوبی نے بابلیات میں (۱)

شیخ طریحی نے منتخب میں (۲) ان کے اشعار بھی نقل کئے ہیں اور کچھ ادیب اصفہانی نے تحفہ ناصریہ میں کئے ہیں۔ ان کے اشعار اکثر تذکرہ نگاروں کی کتاب میں ہیں، جنہیں جمع کر کے علامہ سادوی نے دیوان کی شکل میں شائع کیا ہے۔

مفاس نے مدح اہل بیت میں بہت زیادہ شعر کہے، وہ حب آل محمد میں پوری طرح ڈوبے ہوئے تھے، لیکن دنیا نے ان کو بھلا دیا، انہیں پر کیا منحصر ہے اکثر مدح اہل بیت فراموشی کا شکار ہوئے ہیں۔ مفاس حلد کے مضافات میں واقع ایک عربی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے، وہ خود حلد تحصیل علم کے لئے جاتے پھر تو وہ شاعر و خطیب ہو گئے اور نویں صدی کے متوسط شعراء میں ان کی طوطی بولنے لگی، ان کے پندرہ قصائد کی فہرست ہم نے تذکروں سے فراہم کی ہے، ان کا مطلع اور اشعار کی تعداد یوں ہے:

محبت اللیالی فی مساعیہ متعب	یساق الیہ حتفہ و هو یداب	۹۳ / اشعار
تذکر ما احصى الكتاب فتا	وحاذر من مس العذاب عقابا	۹۲ / اشعار
اصبحت للتقوى بجھلک تدعى	دعواک باطله اذا لم تقلع	۸۱ / اشعار
هل حين عظمه المشيب وقتنا	اتراه يضيع فى الهداية مصنعا	۹۰ / اشعار
اتطلب دنيا بعد شيب قذال	وتذکر اياماً مضت وليالى	(۳) ۹۲ / اشعار
فصلت صروف الحادثات مفاصلی	واصاب سهم الثابتات مقاتلی	۷۷ / اشعار (۴)

۱۔ البابلیات (ج ۱ ص ۱۳۲ نمبر ۳۳) ۲۔ منتخب طریحی (ج ۲ ص ۲۸۴، ۲۹۲، ۳۰۰، ۳۲۳)

۳۔ ان میں سے کچھ قصیدے منتخب طریحی، ج ۲ ص ۲۵۸، ج ۲ ص ۳۰۸ پر موجود ہیں۔

۴۔ منتخب طریحی، ج ۲ ص ۳۶۱، ج ۲ ص ۲۸۴

لغيرك يا دنيا نيت عنانی وذاك لامر عن غناك عنانی. ۹۹/ اشعار (۱)
 لبنی الهادی مناخی فی غدوی ورواحی. ۱۰۵/ اشعار
 هجر الغمض وسادی وکوی الحزن فوادی. ۲۲/ اشعار
 ليتنی كنت فدائاً للحسين وهو بالطف قطع الودجين. ۱۰۶/ اشعار
 بکیت وما لریعان الشباب ولا لدوس منزله خراب. ۸۰/ اشعار
 صحبتک لا انی بودک مغرم فیینی فغیری فی هواک المتیم. ۸۸/ اشعار
 رحل الشباب وانه لکريم فراغة عند النفوس عظیم. ۸۱/ اشعار
 ازال الشباب الغض عنک مزیل فهل انت للبيض الحسان خلیل. ۷۵/ اشعار

ایک مدح نبی میں ان کا ایک قصیدہ ہے جس میں ۲۲/ اشعار ہیں، جس کا مطلع یہ ہے:

عرج علی المصطفیٰ یا سائق النجب عرج علی خیر مبعوث وخیر نبی

حافظ برسی حلی

”وہ سورج ہیں یا صبح، مرقد کا نور چمک رہا ہے، وہ مشک ہیں یا وحی کی خوشبو عطر بار ہیں، وہ بخشش کا سمندر ہے یا گلستان جس میں ہدایت کی ہریالیاں ہیں، وہ آدم ہیں یا نوح ہیں یا خدائے ممکن کا راز ہے، یہ داؤد ہیں یا ان کے بعد سلیمان! یا ہارون ہیں یا عصا والے موسیٰ یا عیسیٰ مسیح، یہ احمد مصطفیٰ ہیں یا ان کے وحی علیٰ ابن ابی طالب ہیں، ہاشم و ذبیح کے پروردہ، مجد و شرف کے محیط آسمان پر درخشاں چودھویں کا چاند ہیں یا لوگوں کے لئے آسمان جمال پر دمکتا سورج حبیب خدا کے محبوب ہیں بلکہ ان کے راز کا راز اور مخلوقات کے لئے پیکر امر کی روح، ان کے متعلق غدیر کے دن نص آئی اور ستائش ہوئی خدا کی طرف سے کتاب مبین میں وضاحت کے ساتھ، وہ ایسے امام ہیں کہ اگر آدمی ان کی محبت لے کر قیامت کے دن حاضر ہوگا تو پہلہ بھاری ہو جائے گا، ان کے شیعہ ستاروں کی مانند درخشاں ہیں، دنیا میں نمایاں ہیں، جب وہ بولتے ہیں تو حق بات بولتے ہیں، ان کے دہن میں فصیح اور نورانی بات ہیں بھیکتی ہے، وہ جب حولاں ہوتے ہیں یا ٹھہر جاتے ہیں دشمن کے سامنے تو پچھاڑ کے رکھ دیتے ہیں، تم پر سلام خدا کا، اے پرچم ہدایت! صبح و شام تم پر بہترین سلام۔“

ایک قصیدے کا غدیری شعریوں ہے:

غدیر خم کے مولیٰ ہیں جن کی لوگوں نے بیعت کی اور ان کے سامنے گردنیں جھکیں حالانکہ وہ لمبی گردنیں تھیں۔

شاعر کا تعارف

حافظ شیخ رضی الدین رجب بن محمد بن رجب برسی حلی۔

عارف و دانائے علماء و فقہاء میں شمار ہوتے ہیں، جنہیں علوم متداولہ میں کامل تصرف تھا، فن حدیث میں تو انہیں بھرپور ملکہ حاصل تھا، ادب و شعر میں برتری حاصل تھی اور بہترین اشعار کہتے تھے۔ علم الحروف کے اسرار و فوائد پر بڑا عبور تھا، اسی لئے ان کی تالیفات میں تحقیق و دقت نظر کا عنصر زیادہ نظر آتا تھا، عرفان و حروف میں ان کی مخصوص ڈگری تھی، اسی طرح ائمہ معصومین کے متعلق ان کا نظریہ عام لوگوں سے مختلف تھا، لہذا لوگوں نے ان کی طرف غلو و انتہا پسندی کی نسبت دے دی ہے، سچی بات تو یہ ہے کہ حافظ برسی نے ائمہ معصومین کے متعلق جو کچھ بھی کہا ہے وہ غلو سے بہت پست ہے، درجہ بنوت سے ادنیٰ ہے، خود حضرت علیؑ کا ارشاد ہے کہ ہمارے بارے میں غلو سے پرہیز کرو، تم ہمیں خدا کا معمولی بندہ کہو، لیکن ہماری فضیلت میں جو چاہے کہو (۱) امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ ہمارے متعلق یہ کہو کہ ہم بارگاہ خدا میں سجدہ ریز ہیں، پھر جو چاہو کہو۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ ہمیں مخلوق قرار دو پھر جو چاہو کہو تب بھی ہماری فضیلتوں تک نہ پہنچ سکو گے۔ (۲)

آل محمدؑ کی برتری و سرفرازی کو ہم کیا سمجھ سکتے ہیں، خداوند عالم نے انہیں جو سر بلندی عطا کی ہے اور ملکات فاضلہ، پاکدلی، قدامت روحانی، اخلاق کریمانہ، مکارم و محاور کی جن عظیم چوٹیوں پر ان لوگوں کو فائز کیا ہے ان تک ہماری فکری رسائی ممکن نہیں ہے، ہماری عقلیں تھک جائیں گی، دانش و بینش تھک کے چور ہو جائیں گے اور ارباب عقل پر انداز ہو جائیں گے، آنکھیں نا کام، عظیم لوگ خستہ کام، دانشور در ماندہ، خطباء و شعراء ان حضرات کی شان والا شان کے ایک گوشے کو بیان کرنے کے سلسلے میں گونگے نظر آتے ہیں، عقل و فہم کی رسائی کیسے ہو سکتی ہے جبرئیل شعور کے بال و پر چل جائیں گے۔ (۳)

اسی وجہ سے اکثر محقق علماء نے ائمہ معصومین کے متعلق معرفت و اسرار کے ایسے گوشے بیان کئے ہیں جسے دوسرے برداشت کرنے سے قاصر ہیں، علماء قم کی حالت یہ تھی کہ جو عالم بھی ان اسرار کی جانب روایت کرتا اس پر غلو کا الزام تھوپ دیا جاتا تھا۔ حد ہو گئی کہ ایک صاحب کہتے ہیں کہ غلو کا اولین قدم یہ

ہے کہ رسول خداؐ نے نئی نسیان کا عقیدہ رکھا جائے، پھر بعد کے محققین نے ان حقائق کو پہچاننے کے بعد ان بے وقعت اقوال کو نظر انداز کیا، اسی مصیبت کا شکار حافظ برسی بھی ہوئے، یہ دونوں گروہ برابر ایک دوسرے سے برسرِ پیکار رہے حالانکہ صلح و آشتی بہتر ہے۔

عرفانی مسائل میں لوگوں کے نفوس جہتوں اور اقتداروں کے مطابق مختلف ہوتے ہیں، بعض کو پیچیدہ اسرار گراں معلوم ہوتے ہیں، بعض کو یہ ڈگر مساوی نظر آتی ہے اور اس میں اپنی توجہات مرکوز کر دیتے ہیں۔ میں دونوں کی مساعی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں، کیوں کہ میں سمجھتا ہوں کہ ان کی نیت مستحسن تھی، انھوں نے راہ سلوک میں خوشروئی کا مظاہرہ کیا، انسان کو کوشش کرنی چاہئے ضروری نہیں ہے کہ وہ کامیاب بھی ہو جائے۔

آگاہ ہو جاؤ ”لوگوں کی حالت سونے چاندی کے معدن کی سی ہے (متفقہ حدیث)“ ائمہ معصومینؑ سے متواتر احادیث مروی ہیں کہ بلاشبہ ہمارا امر (حدیث) سخت اور دشوار گزار ہے، اس کو وہی تحمل کر سکتا ہے جو نبی مرسل ہو، فرشتہ مقرب ہو یا ایسا مومن ہو جس کے قلب کا خدا نے امتحان کر لیا ہو (۱) اسی لئے علماء دین اور ارباب معرفت پر تنقید اچھی بات نہیں ہے، جو شخص بلند مرتبہ پر فائز نہیں ہو سکا اس کی مذمت نہیں کرنی چاہئے کیوں کہ خدا نے کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی ہے، حضرت علیؑ کا ارشاد ہے کہ اگر میں اپنی نشست میں وہ کچھ بیان کروں جسے میرے کانوں نے ابوالقاسمؑ کی زبان مبارک سے سنا ہے تو تم لوگ مجھ سے علحدہ ہو جاؤ گے اور کہو گے کہ علیؑ بہت بڑا جھوٹا ہے۔ (۲) امام زین العابدینؑ کا ارشاد ہے: اگر ابوذرؓ وہ کچھ جان لیتے جو قلب سلمان میں تھا تو قتل کر دیتے اس کے باوجود رسول خداؐ نے دونوں کے درمیان برادری قائم کی، اس بنیاد پر تم دوسروں کے متعلق کیا گمان کرتے ہو (۳) اور ہر ایک کے لئے خدا نے بہترین وعدہ کیا ہے اور خدا نے بیٹھے رہنے والوں کے مقابل مجاہدوں کو فضیلت اور اجر عظیم کرامت فرمایا ہے۔

۱۔ بصائر الدرجات ص ۶۶ (ص ۲۰)؛ اصول کافی ص ۲۱۶ (ج ۱ ص ۴۰۱)

۲۔ شعرائی کی مخ المریض ص ۱۳

۳۔ بصائر الدرجات ص ۷۷ (ص ۲۵)؛ اصول کافی ص ۲۱۶ (ج ۱ ص ۴۰۱)

حضرت سید سجاد کے ہی اشعار ہیں:

”میں اپنے علمی جواہرات چھپاتا ہوں تاکہ نادان لوگ حق دیکھ کر پھر نہ جائیں، اس سلسلے میں مجھ سے پہلے حضرت علی، امام حسین اور امام حسن بھی یہی طریقہ اپنائے ہوئے تھے، اکثر ایسے علمی جواہرات ہیں کہ اگر ان کو ظاہر کر دوں تو لوگ مجھے بت پرست کہنے لگیں، مسلمان میرا خون جائز سمجھنے لگیں، اس طرح بدترین کام ان کی نظر میں اچھا معلوم ہونے لگے (۱)“

سید امین نے اعیان الشیعہ (۲) میں حالات بری کے ذیل میں جو کچھ لکھا ہے وہ اسی زمرے میں آتا ہے، وہ علم الحروف والاعداد پر اعتماد کر کے بھڑک اٹھے ہیں، بغیر دلیل و حجت کے تنقید کر دی ہے اگرچہ اس معاملے میں صاحب اعیان الشیعہ کے ہم خیال ہیں لیکن حافظ بری اور ابن شہر آشوب وغیرہ جیسوں کا جواب سینوں نے دیا ہے، جسے ہم برا سمجھتے ہیں ان کی نظر میں اچھا ہے۔

چنانچہ عبیدی مالکی عمدة التحقیق (۳) میں لکھتے ہیں:

بعض حروف شناسوں نے کہا ہے کہ ابوبکر کا خانوادہ رہتی دنیا تک عزت و ناموس سے سرفراز رہے گا اور یہ حقیقت قول خداوندی ”ومن ذریعتی“ سے معلوم ہوتی ہے، کیوں؟ جمل کبیر“ اس کے اعداد ۱۴۱۰ ہوتے ہیں اور گمان یہ ہے کہ اس کے بعد دنیا ختم ہو جائے گی، چنانچہ کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ جب تک دنیا باقی ہے وہ خاندان عزت و سرفرازی سے سرفراز رہے گا اور اس مدت کو محقق مصطفیٰ لطف اللہ ایک دوسری آیت ”لا یلبثون خلافاً الا قليلاً“ سے نکالا ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر اس آیت کے مکررات حروف حذف کر دئے جائیں تو ”ل ای ب ث و ن خ ف ک ق“ باقی رہ جائے اور یہ گیارہ حروف ہیں اور ان کے عدد (حجاب جعل کبیر) ۱۳۹۹ ہوتے ہیں، اس کے بعد عدد حروف جو گیارہ ہیں وہ بھی جوڑ دئے جائیں تو ۱۴۱۰ ہو جائیں، اس طرح یہ عدد ”فسی ذریعتی“ کے عدد

۱۔ تفسیر آلوسی ج ۶ ص ۱۹۰

۲۔ اعیان الشیعہ ج ۳۱ ص ۲۰۵-۱۹۳ (ج ۶ ص ۱۹۰)

۳۔ عمدة التحقیق ص ۱۵۵ (ص ۲۶۲)

سے مطابقت کر لے گی۔ شیخ یوسف فیثی کے بیان کے مطابق محمد بکری کہتے ہیں کہ کوئی ہمارے عقب میں ہمارے ساتھ مصلے پر بیٹھ کر عیسیٰ بن مریمؑ کے ساتھ نماز پڑھ گا اور یہ چیز متذکرہ استنباط کی صحت کو مضبوط کرتی ہے.... الخ۔

پتہ نہیں کیوں سید امین نے اعیان الشیعہ میں حافظ برسی کے لئے لکھ دیا ہے کہ ان کی طبیعت غیر سنجیدہ تھی اور ان کی تالیفات میں انتشار و پراکندگی ہے، اس درجہ غلو ہے کہ کسی کو سمجھ میں نہیں آتا، اگر علامہ امین کی بات صحیح تھی تو وہ کوئی ثبوت بھی پیش کرتے، صرف دعویٰ تو قابل قبول نہیں ہوتا، میں نے برسی کے اکثر کلام کا مطالعہ کیا کہیں انتشار کا شائبہ نہیں پایا، انھیں تو حدیث کی روشنی میں؟ کو حسن ظن پر محمول کرنا چاہئے، اگر کوئی سقم تھا بھی تو اس کی حسین تاویل پیش کرتے جب کہ سقم ہے ہی نہیں، ہم آگے ان کا کچھ کلام پیش کریں گے جس میں مدح اہلبیتؑ اور سوگواری کے شاندار نمونے ہوں گے۔ انھوں نے جو کچھ بھی کہا ہے وہ فریقین کے یہاں مسلمہ ہے نہ کہیں سقم ہے نہ غلو، برسی کے اشعار نفیس ترین اور مقبول ترین معیار پر پورے اترتے ہیں۔

اور اب رہی بات نماز اور زیارت کے اختراع کی جبکہ علامہ امین نے کہا ہے کہ انھوں نے بنام ائمہ نماز و زیارت اختراع کی ہے، اس میں مضائقہ کیا ہے، اندیشے کی بات تو جب ہوتی جب ان نمازوں اور زیارتوں میں لوگوں کو یہ دھوکہ ہوتا کہ یہ ائمہ سے ماثور ہیں، جب خود برسی نے اس کی نشاندہی کر دی ہے ”بقول صاحب ریاض“ تو کوئی شرعی نقصان باقی نہیں رہ جاتا کیوں کہ اس کی تشریح حیثیت ختم ہو جاتی ہے، برسی سے پہلے کے علماء نے بھی یہ کام کیا ہے آج تک کسی نے اس پر تنقید نہیں کی ہے۔

علامہ امین کا یہ کہنا ہے کہ برسی کی کتابیں غیر مفید ہیں بلکہ بعض تو؟ حقیقت سے نقصان رساں ہیں ہم اس پر کیا تبصرہ کریں، خدا ہمیں اور علامہ امین کو تسامحات سے محفوظ رکھے کیوں کہ وہ جذبات میں بہہ کر ایسا تبصرہ کر بیٹھے ہیں۔

نفیس تالیفات

۱۔ مشارق انوار الیقین فی حقائق اسرار امیر المومنین

- ۲۔ مشارق الامان ولباب الايمان
- ۳۔ رسالہ فی الصلوٰۃ علی النبی وآلہ المعصومین علیہم السلام
- ۴۔ رسالہ فی زیارت امیر المومنین
- ۵۔ رسالہ لمعہ
- ۶۔ الدر الثمین
- ۷۔ اسرار النبی و قاطعۃ والاعۃ المعصومین
- ۸۔ لوامع انوار التجید
- ۹۔ تفسیر سورۃ اخلاص
- ۱۰۔ رسالہ فی التوحید والصلوٰۃ علی النبی وآلہ علیہم السلام
- ۱۱۔ کتاب مولد النبی
- ۱۲۔ فضائل امیر المومنین (یہ مشارق کے علاوہ ہے)
- ۱۳۔ کتاب الالفین فی وصف سادۃ الکونین

لطیف نغمے

حافظ برسی نے اپنے لطیف اشعار میں زیادہ تر بلکہ تمام کے تمام میں رسول و آل رسول کی مدح کی ہے، وہ اپنے اشعار میں اپنا تخلص حافظ لگاتے تھے۔
مدح رسول میں ان کے اشعار ہیں:

اضاء بک الافق المشرق ودان منطلق المنطق
افق مشرق آپ ہی کی وجہ سے درخشاں ہے اور آپ ہی کی گفتار کے صدقے میں لوگ بولنے کے
قابل ہوئے ہیں۔

آپ اس وقت تھے جب آدم کا وجود نہ تھا کیوں کہ آپ کائنات میں سب سے پہلے خلق ہوئے

ہیں۔ اس شعر میں اشارہ ہے حدیث رسول کی طرف:

كنت اول الناس فى الخلق و آخرهم فى البعث ”میں سب سے پہلے خلق ہوا اور سب نبیوں کے بعد مبعوث ہوا“۔ (۱)

اور حدیث معراج میں ہے کہ

”انک عبدی ورسولی وجعلتک اول النبین خلقاً و آخرهم بعثاً“

”بے شک تم میرے بندے اور رسول ہو، میں نے تمہیں تمام انبیاء میں سب سے پہلے خلق کیا اور سب سے آخر میں مبعوث کیا“۔ (۲)

خود رسول خدا کا ارشاد ہے: ”اول ما خلق الله نوری“ خدا نے سب سے پہلے میرے نور کو خلق فرمایا“۔ (۳) متواتر طریقے سے صحیح حدیث رسول ہے: میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم آب و گل کے درمیان تھے یا روح و جسد کے درمیان تھے یا جبکہ خلق اور نفخ روح کے درمیان تھے۔ حافظ برسی کا شعر ہے:

ولولاک لم تخلق الکائنات ولا بان غرب ولا مشرق

”اگر آپ نہ ہوتے تو کائنات خلق نہ ہوتی، اور نہ ہی مشرق و مغرب ظہور پذیر ہوتے۔“

اس شعر میں جس حدیث کی طرف اشارہ ہے اسے مستدرک حاکم، بیہقی، طبرانی، بیہقی، قسطلانی، غرامی، بلقینی، زرقانی وغیرہ نے ابن عباس سے نقل کیا ہے۔ (۴)

۱۔ طبقات ابن سعد (ج ۱ ص ۱۳۹)؛ تفسیر جامع البیان ج ۲ ص ۷۹ (مجلد ۱۱ ج ۲ ص ۱۲۵)؛ دلائل النبوة ابن قیم ج ۱ ص ۶۱ (ج ۱ ص ۴۴ حدیث ۳)؛ البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۳۰۷ (ج ۲ ص ۳۷۶)؛ غزالی کی المقفون الصغیر مطبوع بر حاشیہ الانسان الکامل“ ج ۲ ص ۷۹۷؛ المختصر الکبریٰ ج ۲ ص ۳۲ (ج ۱ ص ۷۷)؛ شرح مواہب زرقانی ج ۳ ص ۱۶۴

۲۔ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۷۱

۳۔ السیرۃ الخلیفہ ج ۱ ص ۱۵۹ (ج ۱ ص ۱۴۷)

۴۔ المسند رک علیٰ یحییٰ ج ۲ ص ۱۱۵ (ج ۲ ص ۱۷۱ حدیث ۳۲۲۷-۳۲۲۸)۔ شفاء القمام (ص ۱۶۲)؛ شرح مواہب زرقانی (ج ۱ ص ۴۴)

خدا نے عیسیٰ پر وحی فرمائی: اے عیسیٰ! محمدؐ پر ایمان لاؤ اور اپنی امت کے ان لوگوں کو حکم دو جو محمدؐ کا زمانہ پائیں کہ وہ محمدؐ پر ایمان لائیں کیوں کہ اگر محمدؐ نہ ہوتے تو میں آدم کو خلق نہ کرتا اور اگر محمدؐ نہ ہوتے تو جنت و جہنم کو پیدا نہ کرتا۔

عمر ابن خطاب سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: جب آدم سے گناہ سرزد ہوا تو انھوں نے دعا کی: پروردگار میں تم سے بواسطہ محمدؐ سوال کرتا ہوں کہ مجھے بخش دے۔ خدا نے پوچھا: اے آدم تم نے محمدؐ کو کیسے پہچانا؟ جب کہ میں نے انھیں ابھی خلق نہیں کیا ہے؟ آدم نے عرض کی: خدایا! جب تو نے مجھے خلق کیا اور میرے بدن میں روح پھونکی تو میں نے اپنا سر بلند کیا میں نے عرش کے قوائم پر لکھا ہوا دیکھا ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ میں نے اس سے سمجھ لیا کہ تو اپنے محبوب ترین بندے ہی کو اپنے سے واسطہ کیا ہے۔ خدا نے کہا: آدم! تو نے توحیح کہا، یہ میرا محبوب ترین بندہ ہے، اس کے واسطے سے دعا کرو میں تمہیں بخش دوں گا، اگر محمدؐ نہ ہوتے تو تمہیں خلق نہ کرتا۔

فمیک مفتاح کل الوجود ومیک بالمنتھی یغلق
تجلت یا خاتم المرسلین بشاو من الفضل لا یلحق
فانت لنا اول اخر وباطن ظاہرک الاسبق
ان اشعار میں رسول خداؐ کے اسماء کی طرف اشارہ ہے۔ الفاتح، الخاتم، الاول، الآخر، الظاہر،

الباطن۔ (۱)

حافظ برسی نے مدح علیؑ میں نفیس ترین اشعار کہے ہیں، چھوٹی بحر میں دس شعر ہیں:

ایہا اللائم دعنی.....

”اے ملامت گر! مجھے اپنی حالت پر چھوڑ دے، میرے والہانہ پن کو دیکھ، جب بھی میں مدح علیؑ میں زیادتی کرتا ہوں تو لوگ کہتے ہیں کہ غلو کر رہا ہے، جب کہ میں نے یقین کا مشاہدہ کر لیا ہے تو اب مجھے کسی بات کی پروا نہیں، اے ملامت گر! کب تک مجھ سے جھگڑتا رہے گا، اے وہ! جو میرے دلدادہ

ہونے پر مذمت کرتا ہے، تجھے جو راہ تہ نجات کا سمجھ میں آتا ہے اسے اختیار کر لے اور مجھے میری گمراہی پر چھوڑ دے، وحی مصطفیٰ کی محبت ہی میرا عین کمال ہے، وہی میرا آخرت کا سرمایہ ہے، قیامت میں وہی میری پناہ ہے، اسی کی محبت کی وجہ سے میرا دین کامل ہوتا ہے اور اسی پر میری باتوں کی تان ٹوٹی ہے۔

حافظ برسی کے حالات زندگی اہل الآئل، ریاض العلماء، ریاض الجنۃ، روضات الجنات، تنمیم اہل، الکئی والالقب، اعیان الشیعہ، الطلیعہ اور بابلیات میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ (۱)

تلاش وتفحص کے باوجود بھی مجھے حافظ برسی کی تاریخ ولادت و وفات دستیاب نہ ہو سکی، لیکن ان بعض تالیفات سے پتہ چلتا ہے کہ مہدی منتظر کی تاریخ ولادت اور اس تالیف کی تاریخ کے درمیان ۵۱۸ گزرے جو حساب کرنے سے ۷۷۳ سال ہوتے ہیں، امام مہدی منتظر کا سن ولادت ۲۵۵ھ ہے اس طرح ۸۱۳ کا عدد ہوتا ہے شاید ۸۱۳ھ ہی کے آس پاس ان کی تاریخ وفات ہو، واللہ اعلم۔

برتری کے لاف و گزاف

چونکہ اکثر شعرائے ہند پر غلو پسندی کا الزام لگایا گیا ہے، مثلاً حافظ برسی ہی کو لے لیجئے، ان جیسے شعراء پر بعض مؤلفین ابن تیمیہ، ابن کثیر، قسیمی، موسیٰ جار اللہ نے تنقید و اعتراض اور دشنام طرازی کی ہے، اس لئے قارئین کرام کے سامنے اس اہم موضوع پر گفدارشات پیش کرنا ضروری ہیں تاکہ فریب فکر و نظر کا اندیشہ نہ رہے، اس لئے ہم کہتے ہیں کہ ائمہ لغت جوہری، فیومی اور راغب وغیرہ کے مطابق غلو کہتے ہیں حد سے تجاوز کو۔ (۲)

اسی لئے کہا جاتا: غلا السعری غلو غلاء ”نرخ حد سے تجاوز کر گیا، بہت زیادہ بڑھ گیا۔“ غلا الرجل غلواً ”اس شخص نے حد سے تجاوز کرنے کی حد کر دی۔“ غلابا لجارية لحمها

۱۔ اہل الآئل (ج ۲ ص ۱۷۷ نمبر ۳۲۹)؛ ریاض العلماء (ج ۲ ص ۳۰۴)۔ روضات الجنات (ج ۳ ص ۳۳۷ نمبر ۳۰۲)؛ الکئی

والالقب (ج ۲ ص ۱۶۶)؛ اعیان الشیعہ (ج ۶ ص ۳۶۸-۳۶۵)؛ البابلیات (ج ۱ ص ۱۱۸ نمبر ۳۱)

۲۔ صحاح اللغۃ (ج ۶ ص ۲۳۸)؛ المصباح المنیر (ج ۲ ص ۴۵۴)؛ المفردات (ص ۳۶۴)

وعظمها ”لوٹڈی کا گوشت اور اس کی ہڈی حد سے بڑھ گئی یعنی بہت تیزی سے جوانی کی حدود میں داخل ہو گئی، اپنے ہم عمروں سے آگے بڑھ گئی۔ لا تغالوا فی النساء فانما هن سقیا اللہ ”عورتوں کے بارے میں غلو نہ کرو کیوں کہ وہ خدا کی طرف سے تنقش کا پیالہ ہیں۔ (۱) حضرت عمر کہتے ہیں: لا تغالوا فی مہور النساء ”عورتوں کی مہر کے بارے میں غلو نہ کرو، حد سے نہ بڑھو۔“ (۲)

غلو بہر حال بری بات ہے جہاں بھی ہو جیسے بھی ہو، اور جس معاملے میں بھی ہو، خاص طور سے دین کے معاملے میں تو بہت ہی بری چیز ہے، قرآن میں ہے کہ اے اہل کتاب! اپنے دین کے معاملے میں غلو نہ کرو۔ اس کا مطلب مفسرین کے مطابق یہ ہے کہ یہودیوں نے عیسیٰ کے بارے میں غلو کیا تو مریمؑ پر تہمت لگادی اور عیسائیوں نے غلو کیا تو انھیں رب بنا لیا۔ (۳) اس طرح افراط و تفریط دونوں ہی برا ہے، ان دونوں کا درمیانی راستہ ہی اچھا ہے۔

مولائے کائنات کا ارشاد ہے کہ بے شک دین افراط و تفریط کا درمیانی راستہ ہے لہذا تم پر لازم ہے درمیانی راستے پر گامزن رہو، جس سے تفریط کا شکار وابستہ ہو جائے اور غلو کرنے والا آ کر نکل جائے۔ (۴) لیکن ہاں! دین کے معاملے میں اس حد کا معین ہونا ضروری ہے جہاں سے انسان آگے نہ برھے تاکہ اس پر جھوٹے غلو کا الزام لگ جائے یا نادانی میں غزوہ یا داجبی حقوق میں کوتاہی کی بات کہی جائے۔ کچھ لوگ تو ایسے بھی ہیں جو ہر وہ بات جو انھیں ناپسند ہو اس پر غلو کا الزام لگا دیتے ہیں، اسی قسم کا اکثر اعتراض شیعوں پر کیا جاتا ہے جب وہ فضائل اہلبیت سے متعلق اپنے اعتقاد کی بات کرتے ہیں یا اس کی روایت کرتے ہیں، حالانکہ ان روایات سے صحاح و مسانید بھری پڑی ہیں، اکثر علماء نے اپنی تالیفات میں ان کو نقل بھی کیا ہے پھر بھی وہ سخت براہم ہیں کہ کیوں ائمہ کے متعلق یہ ایسا عقیدہ رکھتے ہیں، جبکہ

۱۔ البیان والتبین ج ۲ ص ۲۱۸ (ج ۲ ص ۲۰۸-۱۹)

۲۔ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۶۷؛ ارشاد الساری ج ۸ ص ۵۷۷ (ج ۱ ص ۳۹۲)؛ حاشیہ سند بن ماجہ ج ۱ ص ۵۸۳۔

کنز العمال ج ۸ ص ۲۹۸ (ج ۱ ص ۵۳۸ حدیث ۳۵۷۹۹)۔ کشف الخفا ج ۱ ص ۲۶۹، (ج ۲ ص ۱۱۸)

۳۔ تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۲۱۸ (ج ۶ ص ۱۶۳، ۱۶۴)

۴۔ ربيع الارز حشری، ج ۲ ص ۶۳

اہلبیت کی شان والا شان کے بیان سے قرآن بھرا پڑا ہے، احادیث گواہی دے رہی ہیں، اور اعتبار صحیح بھی اس کی تائید کی ہے، واقعات اس کی گواہی دے رہے ہیں، لیکن اکثر ایسے ہیں جو اندھے اور بہرے ہیں یا ان کی سمجھ و قیاس یا وہ اس حقیقت کو فلسفیانہ حیثیت سے یا تاریخی معیار پر دیکھنے سے قاصر ہیں، انھیں خواہش نفسانی اور جہالت نے سرگشتہ کر دیا ہے اور گمراہی میں پڑے ہیں، اس لئے جب ائمہ کے علم غیب کی بات کی جاتی ہے یا دلوں کی حالت جاننے کی بات کی جاتی ہے تو غلو کا الزام لگا دیتے ہیں، مردوں سے بات، پرندوں اور جانوروں کی بولی پہچاننا، دعا کر کے مردوں کو زندہ کرنا، مبروص مجذوم کے حق میں استجابت دعا سبھی پر غلو کا الزام لگ جاتا ہے۔ آل محمد کے سامنے خضوع و خشوع، ان کے روضوں پر دعا و نماز، ان کے مصائب میں سوگوازی وغیرہ ایسی باتیں ہیں جنہیں صحت مند شرعی سندوں کی بنیاد پر شیعہ حضرات انجام دیتے ہیں، لیکن ابن حزم، ابن جوزی، ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن کثیر ان کے ہمنوا ان کی تشریحی حیثیت کو ماننے نہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ائمہ سے جو معجزات رونما ہوئے ہیں وہ طبعی بنیاد پر ہوئے ہیں بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ خدا نے ان ائمہ کو اصلاح امت کے لئے بھیجا ہے اس لئے وہ بطور ثبوت ان محال عادی امور کا مظاہرہ کرتے تھے، خدا نے انھیں عالم طبعی کے مافوق صلاحیت عطا کی تھی، خدا پر یہ لطف واجب تھا تا کہ اسے دیکھ کر لوگوں کی توجہ ان کی طرف بڑھے اور وہ انھیں امام مانیں۔

اب ذرا یہ تماشہ بھی دیکھئے کہ جو لوگ شیعوں پر غلو کا الزام لگاتے ہیں، انھیں کافر، مشرک کہتے ہیں وہی اپنے اولیاء کے لئے اس سے کہیں زیادہ محال عادی امور کو ثابت کرتے ہیں، انھیں اپنی کتابوں میں بغیر کسی تنقید کے آنکھ بند کر کے نقل کرتے ہیں، نہ اسے صحیح کی فکر ہوتی ہے اور نہ سند پر بحث کرتے ہیں، یہ سارے تماشے اس لئے ہوتے ہیں کہ ان اولیاء سے ان کو اندھی عقیدت ہے اس لئے ان کے کرامات کے قائل ہیں، سچ ہے کسی چیز کی محبت اندھا بہرہ بنا دیتی ہے۔ یہ روش صدر اسلام سے آج تک چلی آرہی ہے، کسی نے آج تک ان مؤلفین پر کبھی انگلی نہیں اٹھائی، نہ ان پر غلو کا الزام لگایا، اس میدان میں ایسے ایسے دیکھنے کو ملتے ہیں جنہیں عقل سلیم قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہے، شرعی اور غیر شرعی ہونے کی تو بات ہی دور ہے۔

ابوبکر کے بارے میں غلو

کسی بھی صحابی کا کچا چٹھا معلوم کرنے میں کوئی خاص وقت نہیں لگتا ہے، اگرچہ تاریخ میں بہت زیادہ غلط ملط ہے، پانی ہاتھوں نے اپنے رنگ میں ڈھالا ہے، صحیح کو مشتبہ بنانے کی بھرپور سعی کی ہے، گمراہ ہاتھوں نے تحریف کے بہت زیادہ کھلواڑ کئے ہیں، جھوٹ اور تصنع کے جال بنے گئے ہیں، تاریخی مواد میں اپنی رائے ٹھونکنے کی ذلیل حرکت کی گئی ہے، گروہی، قومی، شعوبی شکل میں کھوکھلے نعروں کے ذریعہ حقائق کو مسخ کرنے کی سعی کی گئی ہے، پھر بھی سوجھ بوجھ والا اتفاق غلط میں سے صحیح کو اور مخلوط میں سے خالص کو چھانٹ کر حقائق کے درس فراہم کر کے سلف کی شخصیت کو پہچان ہی لیتا ہے۔

اس سلسلے میں ضروری ہے کہ شخصیتوں کی جانچ پڑتال میں چاہے وہ صحابی ہوں یا خلیفہ حقیقت پسندانہ نظر ڈالیں، عقیدت یا بدباطنی کی نظر نہیں۔ اس طرح پرکھنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ خلفاء راشدین میں اگرچہ دستوری اصحاب کے ذریعہ غلیفہ بنے لیکن بازار اعتبار اور میزان عدل میں ان کی ذرا بھی قدر و قیمت باقی نہیں رہ جاتی، نہ ان کی عظمت متعین ہوتی ہے (تمہارا پروردگار ہی جسے چاہتا ہے منتخب کرتا ہے، لوگوں کے ہاتھ میں منتخب کرنا نہیں ہے، کسی مومن یا مومنہ کو یہ اختیار نہیں ہے کہ جب خدا و رسول کوئی فیصلہ کر لیں تو اس میں چوں و چرا کریں اور قبل و بعد خدا ہی کا فیصلہ نافذ ہے وہی لوگوں کے عمل کا سرپرست ہے اور انھوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی اور وہ ہر معاملے کی قرار گاہ ہے) رسول اعظم کے یار غار، سفر ہجرت کے رفیق؟ حالانکہ ان کی فحش ترین حرکتیں ہمیں اس سے باز رکھتی ہیں، ان کا نفسیاتی تحلیل و تجزیہ ہماری نظر میں انھیں بڑا پست و حقیر کر دیتا ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ رسول کے جانشین بننے کی داستان چھیڑیں، خلافت کیسے انجام پائی، کیسے ہوئی، کیسے قیام پذیر ہوئی، کیا

اس میں لوگوں کو آزادی حاصل تھی، کیا وصیت رسولؐ کی پیروی کی گئی یا خواہشات نفسانی نے جبری حکومت ہتھیالی اور الٹ پلٹ کا تماشا ہوا، ہم ان ساری باتوں کو چھیڑنا نہیں چاہتے، وہ تو دنیا نے سفید کے کرتوت سن ہی لئے کہ کس طرح بھانت بھانت کے لوگ جمع ہوئے، شور مچا اور مہاجرین و انصار میں مقابلہ آرائی ہوئی، اب ہم کیا کہیں تاریخ خود ہی ہمیں سبق سکھاتی ہے کہ اس میں کا ہر فرد اس دن طلوے مانڈنے کے چکر میں تھا، ڈھیر ساری پایاں تھیں، چیخ و پکار میں فکری بالیدگی کا کہیں پتہ نہ تھا، دلوں میں قتل کے اندیشے کلبلا رہے تھے کہ کہیں مختلف گروہوں میں ٹکراؤ نہ ہو جائے، ایسے میں آنکھوں نے تماشا دیکھا کہ ایک صاحب شمشیر برہنہ کئے لوگوں کو قتل کی دھمکی دے رہے تھے خبردار! میں ہرگز موت رسولؐ کی بات نہ سنوں، کسی نے بھی کہا تو میں تلوار سے اس کا سراڑا دوں گا یا یہ کہا کہ رسولؐ خدا مر گئے تو میں اس کا سراڑا دوں گا، رسولؐ خدا تو آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ (۱)

امت کے درمیان ابھی اور تو تو میں میں ہو ہی رہی تھی کہ دو بزرگ کھڑے ہو گئے نہ کوئی رائے نہ کوئی مشورہ، معاملہ رات کے اندھیروں میں ریگنے لگا، ایک صاحب دوسرے سے کہتے ہیں: ہاتھ بڑھائیے میں آپ کی بیعت کروں۔ دوسرے صاحب کہتے ہیں کہ نہیں، بلکہ آپ۔ بڑی دیر تک آپ آپ کی تکرار ہوئی۔ (۲)

انھیں دونوں کے ساتھ مدینہ کا گورکن ابو عبیدہ جراح تھا، وہ لوگوں کو ان دونوں کی طرف دعوت دے رہا تھا (۳) اور مقدس جانشین، ہدایت کرنے والی عزت اور تمام بنی ہاشم رسولؐ خدا پر نوحہ کناں تھی،

۱۔ تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۹۸ (ج ۳ ص ۲۰۱)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۲۸ (ج ۲ ص ۴۰۰ خطبہ ۲۶) البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۳۲ (ج ۵ ص ۲۶۳)؛ تاریخ ابی القداء ج ۱ ص ۱۵۶۔ المواہب اللدیہ (ج ۴ ص ۵۳۶) ابن شہزادہ کی روشنی المناظر، مطبوع بر حاشیہ الاکمل ج ۷ ص ۱۶۳ (ج ۱ ص ۱۸۸)۔ شرح المواہب زرکانی ج ۸ ص ۲۸۰ زینی دحلان کی السیرۃ النبویہ، مطبوع بر حاشیہ سیرۃ حلبیہ ج ۳ ص ۳۷۲-۳۷۱ (ج ۲ ص ۳۰۶) احیاء العلوم (ج ۴ ص ۳۳۳)

۲۔ تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۹۹ (ج ۳ ص ۲۰۳)؛ السیرۃ الخلیفہ ج ۳ ص ۳۸ (ج ۳ ص ۳۵۸)؛ الصواعق المحرقة ص ۷۷ (۱۲)

۳۔ تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۹۹ (ج ۳ ص ۲۰۳)

جنازہ رسولؐ ان کے سامنے ہے، رسولؐ کے خاندان پر تمام دروازے بند ہیں۔ (۱) اصحاب رسولؐ نے انہیں اور ان کے خاندان کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے۔ (۲) رسولؐ کی لاش تین دن تک پڑی رہی دفن نہ ہو سکی (۳) یا سوموار سے بدھ کی رات تک، (۴) رسولؐ کی لاش کو صرف گھروالوں نے دفن کیا، جنازہ میں صرف قریبی رشتہ دار ہی تھے، (۵) آپ کو رات میں یا پچھلے پہر دفن کیا گیا (۶) اور قوم کو معلوم ہی نہ ہو سکا جب تک آدمی رات گزر گئی (۷) اور دفن میں ابوبکر و عمر شریک نہیں تھے۔ (۸)

پھر دیکھنے کو ملتا ہے کہ عمر، ابوبکر کے گرد واری فدا ہو رہے ہیں اور ان کے منہ سے جھاگ نکل رہی ہے، (۹) اسی درمیان عظیم بدری صحابی حباب بن منذر کی گونج سنائی دیتی ہے، وہ تلوار کھینچے ابوبکر سے کہہ رہے ہیں: خدا کی قسم! اگر کسی نے بھی میری تردید کی تو تلوار سے اس کی ناک کاٹ دوں گا۔ پھر وہ بجز خوانی کرتے ہیں تو ان سے کہا جاتا ہے کہ تب تو خدا تمہیں قتل کرے گا۔ اور وہ جواب دیتے ہیں:

۱۔ سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۳۶ (ج ۲ ص ۳۰۷)؛ ریاض المعرفۃ ج ۱ ص ۱۶۳ (ج ۱ ص ۲۰۳)

۲۔ طبقات ابن سعد ص ۸۲۱ طبع لیدن قسم ثانی ص ۷۶۔ (ج ۲ ص ۳۰۱)

۳۔ البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۷۱ (ج ۵ ص ۲۹۲) تاریخ ابی اللہ ج ۱ ص ۱۵۲

۴۔ طبقات ابن سعد طبع لیدن ج ۲ ص ۵۸۷ (ج ۲ ص ۲۵۷، ۲۵۸) سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۳۲، ۳۳۳

(ج ۲ ص ۳۱۴)؛ مسند احمد ج ۶ ص ۲۷۲ (ج ۶ ص ۲۹۰ حدیث ۲۵۸۱۷) سنن ابن ماجہ

ج ۱ ص ۳۹۹ (ج ۱ ص ۵۲۱ حدیث ۱۶۲۸) سیرۃ ابن سید الناس ج ۲ ص ۳۴۰ (ج ۲ ص ۳۳۲)؛ تاریخ ابی اللہ

ج ۱ ص ۱۵۲؛ البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۷۱ (ج ۵ ص ۲۹۱) السیرۃ الخلیفہ ج ۲ ص ۳۹۴ (ج ۲ ص ۳۶۵)؛ شرح

المواہب زرقانی ج ۸ ص ۲۸؛ سیرۃ زینی دحلان مطبوعہ حاشیہ سیرۃ حلبیہ ج ۳ ص ۳۸۰ (ج ۲ ص ۳۰۸)

۵۔ طبقات ابن سعد ص ۸۲۱ طبع لیدن قسم ثانی ص ۷۸۔ (ج ۲ ص ۳۰۲)

۶۔ سنن ابن ماجہ ج ۳ ص ۳۹۹ (ج ۳ ص ۵۲۱ حدیث ۱۶۲۸)؛ مسند احمد ج ۶ ص ۲۷۲ (ج ۶ ص ۲۹۰ حدیث ۲۵۸۱۷)

۷۔ طبقات ابن سعد ص ۸۲۱ طبع لیدن قسم ثانی ص ۷۸ (ج ۲ ص ۳۰۲)؛ مسند احمد ج ۶ ص ۲۷۲ (ج ۶ ص ۲۹۰ حدیث ۲۵۸۱۷)؛

سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۳۲ (ج ۲ ص ۳۱۴)؛ البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۷۰ (ج ۵ ص ۲۹۱)

۸۔ ابن ابی شیبہ فی المصنف (ج ۱ ص ۵۶۸ حدیث ۱۸۸۹۲)؛ کنز العمال ج ۳ ص ۱۴۰ (ج ۵ ص ۶۵۲ حدیث ۱۴۱۳۹)

۹۔ طبقات ابن سعد ص ۷۸، طبع لیدن ج ۲ ص ۲۷۲ (ج ۲ ص ۲۶۷)؛ شرح ابن ابی اللہ ج ۱ ص ۱۳۳ (ج ۲ ص

بلکہ خدا تمہیں قتل کرے گا۔ (۱) پھر انہیں پکڑ کر اتار مارا جاتا ہے کہ انکے منہ میں دھول بھر جاتی ہے۔ (۲) ایک تیسرے صاحب بیعت ابو بکر کی مخالفت میں چلاتے ہیں: خدا کی قسم! میں ترکش کے سارے تیر صرف کر دوں گا، میرے ہاتھ میں تلوار ہے، اپنے گھر والو اور ہمنواؤں کے ساتھ تم سے لڑوں گا۔ (۳) چوتھے صاحب اس بیعت میں جنگ کی بھٹی بھڑکتے دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں: میں ایسا گرد و غبار دیکھ رہا ہوں جو صرف خون ہی سے بیٹھے گا۔ (۴) پھر نظر آتا ہے کہ رئیس خزرج سعد بن عبادہ کو بری طرح ذلیل کیا جا رہا ہے، لوگ ان پر ٹوٹ پڑے ہیں اور، چلا رہے ہیں غصہ میں: سعد کو قتل کر دو، خدا اسے قتل کرے، یہ منافق ہے، فتنہ اٹھا رہا ہے اور ایک شخص ان کے سر پر کھڑا کہہ رہا ہے: میں تمہیں قتل کر دوں گا، ہڈیاں پسلیاں توڑ کے رکھ دوں گا یا آنکھیں نکال لوں گا۔ (۵)

پھر دیکھنے میں آتا ہے کہ قیس بن سعد نے عمر کی ڈاڑھی پکڑ کر کہا: خدا کی قسم! اگر ایک بال بھی ان کا بیکا ہوا تو تمہارے منہ میں ایک دانت بھی باقی نہ رہے گا یا ایک بال بھی بیکا ہوا تو چتھرے اڑا کر رکھ

۱۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۳ (ج ۶ ص ۲۵۰۶ حدیث ۶۳۳۲)؛ مسند احمد ج ۱ ص ۵۶ (ج ۱ ص ۹۰ ج ۳ ص ۳۹۳)؛ البیان والتبيين ج ۳ ص ۱۸۱ (ج ۳ ص ۱۹۸)؛ سيرة ابن هشام ج ۳ ص ۳۳۹ (ج ۳ ص ۳۱۰)؛ المعجم الكبير ج ۲ ص ۲۲۸ (ج ۳ ص ۸۶)؛ الامامة والسياسة ج ۱ ص ۹ (ج ۱ ص ۱۵)؛ تاريخ طبري ج ۳ ص ۲۰۹، ۲۱۰ (ج ۳ ص ۲۲۳، ۲۲۰)؛ تاريخ کامل ج ۲ ص ۱۳۷، ۱۳۶ (ج ۲ ص ۱۱۲)؛ رياض الصغرى ج ۱ ص ۱۶۲، ۱۶۳ (ج ۱ ص ۲۰۲، ۲۰۳)؛ البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۳۶ (ج ۵ ص ۲۶۷)، ج ۷ ص ۱۴۲ (ج ۷ ص ۱۶۰)؛ ملة الصغرى ج ۱ ص ۹۷ (ج ۱ ص ۲۵۶ نمبر ۲)؛ تيسير الوصول ج ۲ ص ۳۵ (ج ۲ ص ۵۴ نمبر ۴)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۲۸ (ج ۲ ص ۳۸ خطبہ ۲۶)؛ ج ۲ ص ۴ (ج ۶ ص ۹ خطبہ ۶۶)؛ السيرة الخليفة ج ۳ ص ۳۸۷ (ج ۳ ص ۳۵۸)؛ محمد رضا کی ابو بکر صدیق ج ۲ ص ۲۵۸

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۱۶ (ج ۶ ص ۳۰ خطبہ ۶۶)

۳۔ الامامة والسياسة ج ۱ ص ۱۱ (ج ۱ ص ۱۷)؛ تاريخ طبري ج ۳ ص ۲۱۰ (ج ۳ ص ۲۲۲)؛ تاريخ کامل ج ۲ ص ۱۳۷ (ج ۲ ص ۱۴)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۲۸ (ج ۲ ص ۳۹ خطبہ ۲۶)؛ السيرة الخليفة ج ۳ ص ۳۸۷ (ج ۳ ص ۳۵۹)؛ تاريخ کامل ج ۲ ص ۱۳۵ (ج ۲ ص ۱۱۱ حوادث ۱۱ھ)

۵۔ مسند احمد ج ۱ ص ۵۶ (ج ۱ ص ۹۰ حدیث ۳۹۳۳)؛ المعجم الكبير ج ۲ ص ۲۲۹ (ج ۳ ص ۸۶)؛ تاريخ طبري ج ۳ ص ۲۱۰ (ج ۳ ص ۲۲۲ حوادث ۱۱ھ)؛ سيرة ابن هشام ج ۳ ص ۳۳۹ (ج ۳ ص ۳۱۰)؛ رياض الصغرى ج ۱ ص ۱۶۲، ۱۶۳ (ج ۱ ص ۲۰۲، ۲۰۳)؛ السيرة الخليفة ج ۳ ص ۳۸۷ (ج ۳ ص ۳۵۹)

(۱)۔ دوں گا۔

پھر زبیر تلوار بھاگتے ہوئے چلاتے ہیں: جب تک علیؑ کی بیعت نہ کی جائے گی تلوار نیام میں نہ کروں گا۔ عمر یہ سن کر دھاڑتے ہیں: اس کتے کو چکڑو۔ پھر ان کی تلوار ہاتھ سے لے لی جاتی ہے اور پتھر سے مار کر زخمی کر دیا جاتا ہے۔ (۲) پھر رسولؐ کے عظیم صحابی کے سینے کو رونداجا رہا ہے، جناب بن منذر کی آنکھ زخمی کی جاتی ہے، پھر یہ لوگ خانہ نبوت اور پناہ امت کا رخ کرتے ہیں، بیت شرف، بیت فاطمہؑ علی پر جا کر انہیں ڈرایا دھمکایا جا رہا ہے، (۳) ابوبکر نے وہاں عمر کو بھیج کر تاکید کی ہے کہ اگر وہ بیعت سے انکار کریں تو ان سے جنگ کرو، عمر آگ لے ہوئے جاتے ہیں اور فاطمہؑ فریاد کرتی ہیں: خطاب کے بیٹے! کیا تو میرا گھر جلانے آیا ہے؟ عمر کہتے ہیں: ہاں! ورنہ تم لوگ بھی وہی بات مان لو جسے تمام امت نے مان لیا ہے۔ (۴) پھر نظر آتا ہے کہ یہ سیاسی پارٹی ترجمان وحی بیت فاطمہؑ کا رخ کرتی ہے۔ (۵) ان کا لیڈر بلند آواز سے آگ لکڑی کے ساتھ کہتا ہے: خدا کی قسم! تمہارا گھر ضرور جلا دوں گا ورنہ بیعت کرنے کے لئے گھر سے نکلو، گھر میں جو بھی ہے سب کو جلا دوں گا۔ اس شخص سے کہا جاتا ہے: اس میں رسولؐ خدا کی پارہ بگھر ہے۔ جواب ملتا ہے: ہوگی۔ (۶)

ابن شحنہ کے مطابق: عمر خانہ علیؑ پر آئے تاکہ جو بھی اس میں ہے اسے جلا ڈالیں۔ فاطمہؑ سے عمر

۱۔ تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۱۰ (ج ۳ ص ۲۲۲ حوادث ۱۱ھ): السيرة الخلفية ج ۳ ص ۳۸۷ (ج ۳ ص ۳۵۹)

۲۔ الامامة والسياسة ج ۱ ص ۱۱ (ج ۱ ص ۱۸): تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۹۹ (ج ۳ ص ۲۰۳): ربيعة الصخرة ج ۱ ص ۱۶۷ (ج ۱ ص ۲۰۷): شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۵۸ (ج ۱ ص ۱۳۲) (ج ۱ ص ۱۷۲ خطبہ ۳، ج ۲ ص ۵۶ خطبہ ۲۶): ج ۲ ص ۱۹۵ (ج ۲ ص ۱۱، خطبہ ۶۶)

۳۔ تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۱۰ (ج ۳ ص ۲۲۳ حوادث ۱۱ھ): شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۵۸ (ج ۱ ص ۱۷۲ خطبہ ۳)

۴۔ العقد الفرید ج ۲ ص ۲۵۰ (ج ۲ ص ۸۷): تاریخ ابوالفداء ج ۱ ص ۱۵۶: اعلام النساء ج ۳ ص ۱۲۰ (ج ۳ ص ۱۱۳)

۵۔ الاموال لابن عبیدس ۱۳۱ (ص ۱۷۲ احدیۃ ۳۵۳): الامامة والسياسة ج ۱ ص ۱۸ (ج ۱ ص ۱۹): تاریخ طبری ج ۳ ص ۵۲ (ج ۳ ص ۲۲۲): مروج الذهب ج ۱ ص ۴۱۲ (ج ۲ ص ۱۳۷): العقد الفرید ج ۲ ص ۲۵۲ (ج ۲ ص ۹۳): تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۰۵

(ج ۲ ص ۳۱۷)

۶۔ تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۹۸ (ج ۳ ص ۲۰۲ حوادث ۱۱ھ): الامامة والسياسة ج ۱ ص ۱۳ (ج ۱ ص ۱۹): شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص

۱۳۴، ج ۲ ص ۱۹ (ج ۲ ص ۵۶ خطبہ ۲۶، ج ۲ ص ۲۸ خطبہ ۶۶): اعلام النساء ج ۳ ص ۱۲۰ (ج ۳ ص ۱۱۳)

نے کہا: اس بات کو مان لو جسے ساری قوم مان چکی ہے۔ (۱) پھر ان روح فرسا مصائب کے بعد رسول خداؐ کی پارہ جگر دردناک صدائے فریاد کے ساتھ روتی ہوئی بلند آواز سے چلاتی ہیں: ہائے بابا، اے رسول خدا! آپ کے بعد میں نے خطاب اور ایقانہ کے بیٹے کے ہاتھوں کیا کیا نہ دیکھا۔ (۲)

پھر اسی خاتون کو دیکھا جاتا ہے کہ ہاشمی عورتوں کے ساتھ فریاد کر رہی ہے: اے ابو بکر! کتنی جلدی تم نے اہل بیت رسول کو تاخت و تاراج کر دیا، خدا کی قسم! اب میں مرتے دم تک عمر سے بات نہ کروں گی۔ (۳)

اور اس کے بعد پیکر تقدس وعظمت امیر المومنین کو کشاں کشاں بیعت کے لئے لے جایا جا رہا ہے جیسے سرکش اونٹ کو کھینچا جاتا ہے۔ (۴) لوگوں کی بھیڑ تماشا دیکھ رہی ہے، علیؑ سے کہا جا رہا ہے: بیعت کر لو۔ علیؑ کہتے ہیں: اگر میں نے بیعت نہ کی تو؟ جواب ملتا ہے: جب تو اس خدا کی قسم! جس کے سوا کوئی خدا نہیں، شہماری گردن اڑا دوں گا۔ علیؑ کہتے ہیں: کیا تم بندہ خدا اور رسول خداؐ کے بھائی کو قتل کر دو گے۔ (۵) مصطفیٰ کا شریک کار، علی بن ابی طالبؑ قبر رسول کی طرف رخ کر کے دردناک چیخ کے ساتھ روتے ہوئے فریاد کرتا ہے: ﴿يَا اَبْنِ اُمِّ اِنْ الْقَوْمَ اسْتَظْفَعُونِي وَكَادُوا يَقْتُلُونِي﴾ اے میرے چچا کے بیٹے! مجھے قوم نے اس قدر توڑ دیا کہ اب قتل کرنے پر آمادہ ہیں۔ (۶) پھر اسی دن جب

۱۔ روضۃ المناظر مطبوعہ راحیہ کامل ج ۷ ص ۱۶۴ (ج ۱ ص ۱۸۹ حوادث ۱۱ھ)

۲۔ الامت والسیاسة ج ۱ ص ۱۳ (ج ۱ ص ۲۰)؛ اعلام النساء ج ۳ ص ۱۲۰۶ (ج ۳ ص ۱۱۵)؛ عبد الفتاح کی الامام علی ج ۱ ص ۲۲۵ جلد ۱ ص ۱۹۱

۳۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۳۳ ج ۲ ص ۱۹ (ج ۲ ص ۵۷ خطبہ ۲۶: ج ۶ ص ۳۹ خطبہ ۶۶)

۴۔ العهد القرید ج ۲ ص ۲۸۵ (ج ۳ ص ۱۳۷)؛ مع الأئمة ج ۱ ص ۲۲۸ (ج ۳ ص ۴۷۳)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۳۰۷ ج ۱ ص ۱۵۴ ص ۹

۵۔ الامت والسیاسة ج ۱ ص ۱۳ (ج ۱ ص ۲۰)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۱۹۰۸ (ج ۶ ص ۳۹ خطبہ ۶۶)؛ اعلام النساء ج ۳ ص ۱۲۰۶ (ج ۳ ص ۱۱۵)

۶۔ الامت والسیاسة ج ۱ ص ۱۳ (ج ۱ ص ۲۰)

علی کو بیعت کے لئے گھسیٹا جا رہا تھا، ابوعبیدہ جراح، حضرت علی کو سمجھاتے ہیں: بھیا! تم ابھی بچے ہو اور یہ لوگ قوم کے بزرگ ہیں، تمہارے پاس ان کے جیسا تجربہ بھی نہیں، نہ ان کے جیسے معاملات کی سوجھ بوجھ ہے، میری نظر میں خلافت کے لئے مضبوط ترین آدمی ابوبکر ہی ہے، وہ یہ بوجھ برداشت کر لیں گے، تم ابوبکر کی بیعت کر لو، اس طرح اگر تم جیتے رہے اور خلافت آگے بڑھی تو تم کو بھی خلیفہ بنالیا جائے گا، تم بلند اخلاق والے ہو، اس کے حقدار بھی ہو، تمہاری بڑی فضیلتیں ہیں، دینداری ہے، دانش و فہم ہے، اسلامی سبقت ہے، بلند نسب ہو، رسول خدا کے داماد ہو۔ (۱)

اسی اثنا میں گوخجی گرجتی انصار کی آواز بلند ہوئی: ہم صرف علی ہی کی بیعت کریں گے۔ انہیں میں ایک بدری صحابی چلائے: ایک امیر ہم میں سے ایک امیر تم میں سے۔ عمران سے کہتے ہیں: اگر تم یہی چاہتے ہو تو تمہاری موت ہو جائے۔ (۲)

اور ابوبکر نے انصار سے کہا: ہم امیر ہیں اور تم وزیر ہو، یہ خلافت ہمارے تمہارے درمیان آدمی آدمی رہے گی جیسے خرے کو دو حصوں میں بانٹ دیا جائے۔ (۳)

سطح بن اثنا قبر رسول پر کھڑی نوحہ پڑھ رہی ہیں: یا رسول اللہ!

قد کان بعدک انباء ہنبنة لو کنت شاهد ہا لم تکثر الخطب
انا فقد ناک فقد الارض وابلہا واختل قومک فاشہلہم ولا تغب (۴)

- ۱۔ الامامة والسياسة ج ۱ ص ۱۳ (ج ۱ ص ۱۸): شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۵ (ج ۶ ص ۱۲ خطبہ ۶۶)
- ۲۔ صحیح بخاری، مناقب ابوبکر، باب رجم الخلیج ج ۱ ص ۳۵ (ج ۳ ص ۱۳۳۱ ح ۳۶۷۷، ج ۶ ص ۶۰۶، ج ۲۵ ص ۶۴۴۲): طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۵۵ (ج ۲ ص ۲۶۹) ج ۳ ص ۱۲۹ (ج ۳ ص ۱۸۲): البیان والتبيين ج ۳ ص ۱۸۱ (ج ۳ ص ۱۹۸): سيرة ابن هشام ج ۲ ص ۳۳۹ (ج ۲ ص ۳۱۰) تنہید باقرانی ص ۱۹۷: تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۰۶، ۲۰۹ (ج ۳ ص ۲۰۶، ۲۰۹): مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۷ (ج ۳ ص ۷۰) ریاض الصغرة ج ۱ ص ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴ (ج ۲ ص ۲۰۵-۲۰۱): البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۱۴۶ (ج ۵ ص ۲۶۷) تیسیر الوصول ج ۲ ص ۳۵، ۳۱ (ج ۲ ص ۵۴، ۵۰) ح ۴۳ (ج ۲ ص ۳۵۶)
- ۳۔ صحیح بخاری، در مناقب ابوبکر (ج ۳ ص ۱۳۳۱ ح ۳۶۷۷): البیان والتبيين ج ۳ ص ۱۸۱ (ج ۳ ص ۱۹۹): میون الاخبار، ابن قتیبہ ج ۲ ص ۲۳۳ (جلد ۱ ج ۵ ص ۲۳۳، ۲۳۲)
- ۴۔ طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۸۵۳ (ج ۲ ص ۳۳۲): شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۷۱ (ج ۶ ص ۲۳ خطبہ ۶۶) ج ۱۳۲ (ج ۲ ص ۵۰ خطبہ ۲۶)

یہ تمام ہنگامہ عام لوگوں کو ڈرانے دھمکانے کے لئے تھی، اصلاح امت کا ذرا بھی خیال نہ تھا، نہ کوئی سمجھتا تھا کہ یہ معاملہ بحسن و خوبی انجام پائے گا، ساری قوم پر نشہ چھایا ہوا تھا۔

اس خلافت کے متعلق کیا کہا جائے جسے ابو بکر و عمر جاہلیت کا ہنگامی حادثہ کہیں، جس کی برائیوں سے خدا نے محفوظ رکھا ہے۔ (۱) عمر کہتے ہیں: اب جو بھی ایسی حرکت دہرائے اسے قتل کر دو۔ (۲) سفید کی بیعت کے بعد کہتے ہیں کہ جو شخص مسلمانوں سے مشورہ کئے بغیر بیعت کر لے وہ بیعت صحیح نہیں، اسے قتل کر دو۔ (۳)

ابن عباس سے کہتے ہیں: علی! اس امر خلافت کے لئے مجھ سے اور ابو بکر سے زیادہ اولیٰ ہیں۔ (۴) پھر کہتے ہیں: خدا کی قسم! ہم نے یہ سب کچھ دشمنی میں نہیں کیا، ہم نے دیکھا کہ ابھی وہ بچے ہیں، میرے خیال میں عرب اور قریش ان پر ایکانہ کرتے۔ ابن عباس جواب میں کہتے ہیں: رسول خدا نے تو انہیں بچہ نہیں سمجھا کیا تم اور ابو بکر انہیں بچہ سمجھتے ہو۔ (۵)

عمر ابن عباس سے کہتے ہیں: ابن عباس! میرے خیال میں تمہارے صاحب مظلوم ہیں۔ ابن عباس جواب دیتے ہیں: خدا نے انہیں بچہ نہیں سمجھا جب اس نے سورہ براءۃ کی تبلیغ کا حکم بھیجا۔ (۶)

- ۱۔ التہمید باقلائی ص ۱۹۶: شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۱۹ (ج ۶ ص ۴۷ خطبہ ۶۶): صحیح بخاری باب رجم النبی ج ۱ ص ۴۴ (ج ۵ ص ۲۵۰ ج ۶ ص ۲۴۴): مسند احمد ج ۵ ص ۵۵ (ج ۱ ص ۹۰ ج ۲ ص ۳۹۳): تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۰۰ (ج ۳ ص ۲۰۵ حوادث ۱۱۰): انساب بلاذری ج ۵ ص ۱۵: تاریخ کامل ج ۲ ص ۱۳۵ (ج ۲ ص ۱۱۱ حوادث ۱۱۰): البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۳۶ (ج ۵ ص ۲۶۶ حوادث ۱۱۰)
- ۲۔ التہمید باقلائی ص ۱۹۶: شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۲۳، ۱۲۴ (ج ۲ ص ۲۶ خطبہ ۲۶): الصواعق المحرقة، ابن حجر ص ۲۱ (ص ۳۶)
- ۳۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۴ (ج ۵ ص ۲۵۰ ج ۶ ص ۲۴۴): مسند احمد ج ۱ ص ۵۶ (ج ۱ ص ۹۱ ج ۲ ص ۳۹۳): سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۳۳۸ (ج ۳ ص ۳۰۹): النہایہ ابن اثیر ج ۳ ص ۱۷۵ (ج ۳ ص ۳۵۶): تیسیر الوصول ج ۲ ص ۴۵ (ج ۲ ص ۵۴ ج ۴): شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۲۸ (ج ۲ ص ۳۰ خطبہ ۲۶): تاریخ ابن کثیر ج ۵ ص ۲۳۶ (ج ۵ ص ۲۶۷ حوادث ۱۱۰)
- ۴۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۳۲ (ج ۲ ص ۵۷ خطبہ ۲۶): ج ۲ ص ۲۰ (ج ۶ ص ۵۰ خطبہ ۶۶): البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۳۶ (ج ۵ ص ۲۶۷ حوادث ۱۱۰)
- ۵۔ کنز العمال ج ۶ ص ۳۹۱ (ج ۱۳ ص ۱۰۹ ج ۳ ص ۳۶۳۵)
- ۶۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۱۸ (ج ۶ ص ۴۵ خطبہ ۶۶)

حضرت علیؑ کا مطالبہ: میں بندہ خدا ہوں اور برادر رسول ہوں، میں اس امر کا زیادہ حقدار ہوں، میں تمہاری بیعت نہ کروں گا، تمہیں چاہئے کہ میری بیعت کرو۔ عمر دھاڑتے ہیں: جب تک بیعت نہ کرو گے، تمہیں چھوڑا نہ جائے گا۔ علیؑ فرماتے ہیں: اے عمر! تھن سے دودھ نکال لوکل فائدہ اٹھاؤ گے۔ (۱)

حضرت علیؑ تقریر فرماتے ہیں: اے گروہ مہاجرین! خدا کو پہچانو، محمدؐ کی حکومت کو ان کے گھر سے عرب میں نہ گھماؤ، اہل بیت کے حق کو عام لوگوں میں نہ پھراؤ، بخدا! اے گروہ مہاجرین! ہم ہی تمام لوگوں سے زیادہ اس کے حقدار ہیں، کیونکہ ہم اہل بیت ہیں، تم لوگوں کے مقابلے میں ہمارا ہی حق ہے، کتاب خدا کی تلاوت کرنے والا، رسوم خداوندی کا عالم، امور رعیت سے آگاہ اور ان سے حادثوں کو دفع کرنے والا، ان میں برابر سے تقسیم کرنے والا، خدا کی قسم! ہم ہی ہیں، دیکھو تم خواہش کی پیروی نہ کرو ورنہ راہ خدا سے بھٹک جاؤ گے اور حق سے بہت دور جا پڑو گے۔ (۲)

حضرت علیؑ وفات رسولؐ کے بعد لوگوں کو خلافت کے معاملے میں جھگڑتے دیکھ کر فرماتے ہیں: خدا کی قسم! میں نے سوچا بھی نہ تھا، نہ دل میں خیال آیا تھا کہ عرب اس خلافت کو ہٹا کر محمدؐ کے بعد ان کے اہلیت سے کہیں اور لے جائیں گے، مجھ سے خلافت چھینے کی، تصور بھی نہ کیا جاسکتا تھا، مجھے سب سے زیادہ اس بات پر اذیت و حیرت ہوئی کہ لوگوں نے ابوبکر کو چن لیا، میں نے اپنا ہاتھ روک لیا اور دیکھا کہ میں ہی سب سے زیادہ لوگوں کے مقابل رسولؐ کی جگہ بیٹھنے کا حقدار ہوں۔ (۳)

پھر اس کے بعد حضرت علیؑ رسولؐ خدا کی بیٹی فاطمہؑ کو خنجر پر بیٹھا کرات کے وقت انصار کی بزم میں گئے اور ان سے مدد طلب کی۔

وہ کہتے ہیں: اے رسولؐ کی بیٹی! اب تو ابوبکرؓ کی بیعت کر لی گئی، اگر آپ کے شوہر ابوبکرؓ سے پہلے ہمارے پاس آ جاتے تو ہم ان سے روگرداں نہ ہوتے۔ حضرت علیؑ نے ان سے کہا: کیا میں رسولؐ کی لاش

۱۔ الامامة والسياسة ج ۱ ص ۱۲ (ج ۱ ص ۱۸): شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۵ (ج ۶ ص ۱۱ خطبہ ۶۶)

۲۔ الامامة والسياسة ج ۱ ص ۱۲ (ج ۱ ص ۱۹): شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۵ (ج ۶ ص ۱۲ خطبہ ۶۶)

۳۔ الامامة والسياسة ج ۱ ص ۱۲۰ (ج ۱ ص ۱۳۳)

گھر میں چھوڑ دیتا اور حکومت کے لئے جھگڑا کرتا۔ فاطمہؓ نے فرمایا: ابوالحسنؑ نے جو کچھ کیا وہ مناسب تھا، جو کچھ ان لوگوں نے کیا وہ اللہ سمجھے گا۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: خدا کی قسم! ابوقحافہ کے بیٹے نے زبردستی میرا ہن خلافت پہن لیا، حالانکہ وہ جانتا تھا کہ میرا خلافت میں وہی مقام ہے جو چکی میں قطب کا ہوتا ہے۔

یہ خطبہ شقعیہ کے نام سے موسوم ہے، اس کے صحت و اثبات پر فریقین کے جلیل القدر علماء نے بہترین داد و سخن دی ہے، ان کے بیان کے مطابق بلاشبہ یہ کلام امیر المومنین ہی ہے، کسی جاہل کا یہ قول سننے کے قابل نہیں کہ یہ کلام شریف رضی کا ہے، صدر اول اسلام سے آج تک لوگ اس کی روایت کرتے چلے آ رہے ہیں، جب کہ سید رضی اس وقت پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔

جن علماء نے اس کی روایت کی ہے ان کے نام یہ ہیں:

حافظ یحییٰ حمانی؛ ابو جعفر دھیل خراسانی؛ ابو جعفر بن برقی؛ ابو علی جہانی؛ علی بن فرات؛ ابو القاسم بلخی؛ ابو احمد جلودی؛ ابن قبة؛ حافظ طبرانی؛ ابو جعفر بابویہ قمی؛ حسن بن عبد اللہ عسکری؛ ابو عبد اللہ مفید؛ قاضی عبد الباقی معزلی؛ حافظ بن مردویہ؛ وزیر ابوسعید آبی؛ شریف مرتضیٰ؛ شیخ طوسی؛ ابو الفضل میدانی؛ ابو محمد عبد اللہ بن احمد؛ قطب الدین راوندی؛ ابو منصور طبرسی؛ ابو الخیر مصدق بن شیبہ صلیغی نحوی؛ ابن اثیر جزیری؛ سبط بن جوزی؛ ابن ابی المہدی معزلی؛ ابن میثم بحرانی؛ ابو الفضل جمال الدین بن منظور افریقی؛ محمد الدین فیروز آبادی۔

عصر حاضر کے شاعر نیل ”محمد حافظ ابراہیم“ کو کیا کہا جائے جو دبی چنگاری کر دیتے ہوئے یا بھولے سرے پاپ کو دہراتے ہوئے (جو کسی حال میں بھی بھلایا نہیں جاسکتا) گزرے لوگوں کی ثنا خوانی کرتا ہے، قصیدہ عمر یہ میں لہک لہک کے گنگنا تا ہے:

”اور بات یوں ہوئی کہ عمر نے علیؑ سے کہا، دونوں ہی بڑے شریف و عظیم تھے، سننے والا بھی اور کہنے والا بھی: میں تمہارا گھر جلا دوں گا کہ اس میں کوئی باقی نہ رہ جائے گا، اگر تم نے بیعت نہ کی، چاہے اس میں رسول خدا کی پارہ جگر ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ بات سوائے عمر کے اور دوسرا کوئی نکال بھی نہیں

سکتا تھا، وہ بہادرانِ عدنان کے پیشوا اور مددگار تھے۔“

افسوس کی بات تو یہ ہے کہ مصر والوں نے ۱۹۱۸ء میں ایک بزمِ سبائی اور متذکرہ قصیدہ کو پڑھا پھر اسے روزناموں اور ماہناموں میں شائع کیا، اس کے بعد احمد امین، احمد زین، ابراہیم ایبیری، علی جارم، علی امین، خلیل مطران اور مصطفیٰ دمیاطی جیسے دانشوروں نے ان اشعار پر مشتمل دیوان مرتب کر کے شائع کیا، جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے کے لئے اس قصیدہ کی بار بار اشاعت ہوئی اور اس پر شرحیں اور حواشی کے انبار لگائے۔ دمیاطی اس کے دوسرے شعر کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ رسولِ خدا کی پاؤں جگر کا گھر میں ہونا بھی علی کو عمر سے پہچانہ سکا۔

پھر آگے شرح کرتے ہیں اور ابن جریر طبری کی روایت نقل کرتے ہیں کہ زیاد بن کلیب کا بیان ہے کہ عمر حضرت علیؓ کے گھر پر آئے، اس میں طلحہ، زبیر اور دوسرے مہاجرین تھے، عمر نے کہا: بخدا! میں تم سب کو جلا دوں گا ورنہ گھر سے باہر نکل کر بیعت کرو۔ یہ سن کر زبیر تلوار بھاںجتے نکلے تو ان سے تلوار گر گئی، لوگوں نے جھپٹ کر ان کو دپوچ لیا اور تلوار چھین لی۔ اس روایت میں زیاد ابو محضر کوئی ہے تو وہ موثق ہے۔

لوگوں نے اس قصیدہ پر ایسا شور مچایا ہے کہ جیسے اس نے علم کا خزانہ امت کے حوالے کر دیا یا جدید رائے صالح عطا کی ہے۔ یا پھر حضرت عمرؓ کی کوئی بڑی فضیلت بیان کر دی ہے، جس سے امت اور جناب رسولِ خداؐ خوش ہو جائیں گے..... پھر تو رسولِ خداؐ کو مبارک باد ہو کہ ان کی صدیقہ پارہ جگر کی حرمت کا ذرا بھی پاس دلچاظ نہ کیا گیا، پاکیزہ گھر میں رہنے والے جلنے سے نہ بچ سکے، ہاں! انتخاب کی کیا شان ہے، اس بیعت کو مبارک جو اس طرح ڈرانے دھمکانے سے پوری ہوئی اور حادثوں کی چھاؤں میں پوری ہوئی..... ہم ان باتوں کو چھیڑنا نہیں چاہتے، ہمارا مقصد تو یہ ہے کہ خلیفہ اولؓ کی قبل اسلام اور بعد اسلام نفسیاتی حالت کو پیش کریں، جو عام لوگوں سے ذرا بھی مختلف نہیں، انہیں تو خلیفہ منتخب ہونے سے بزرگی مل گئی۔

یہاں دو باتیں موضوع بحث ہوں گی: مقتولہ فضائل اور ان کے فضائلِ نفسانی۔

منقولہ فضائل:

کیا واقعی ابوبکر کے بارے میں رسول اعظمؐ سے فضائل کی حدیثیں مروی ہیں؟ کیا لوگوں نے جو تعریف کے پل باندھے ہیں وہ روایات صحیح ہیں؟! ہم یہاں تجزیہ کر کے حقیقت واضح کریں گے، اس سلسلے میں انہیں ائمہ حدیث کی باتیں نقل کریں گے جو صحیح و سقیم کا اچھا معیار رکھتے ہیں اور معتبر ہیں۔

فیروز آبادی خاتمہ سفر السعاده (۱) میں فضائل ابوبکر کے سلسلے میں ابواب کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں کہ ان میں ایک روایت بھی صحیح نہیں، علمائے حدیث کے یہاں ثابت نہیں۔ (۲)

پھر آگے کہتے ہیں:

فضائل ابوبکر صدیق میں سبھی حدیثیں جعلی ہیں، مشہور ترین حدیث ہے کہ خدا لوگوں پر عمومی جلوہ دکھاتا ہے اور ابوبکر پر خصوصی جلوہ دکھاتا ہے۔ ایک دوسری حدیث ہے: خدا نے جو کچھ میرے سینے میں اتر دیا وہ سب کا سب ابوبکر کے سینے میں اتر دیا۔ تیسری حدیث ہے: جب رسولؐ پر جنت کا اشتیاق زور مارتا تو ابوبکر کی ڈاڑھی چومتے تھے۔ چوتھی حدیث ہے: میں اور ابوبکر گھوڑ دوڑ کے دو گھوڑے ہیں یعنی دونوں برابر ہیں۔ پانچویں حدیث ہے: خدا نے جب ارواح کو منتخب کیا تو خاص طور سے روح ابوبکر کو چنا۔ اس قسم کی اور بھی مہمل اور جھوٹی احادیث ہیں جنہیں معمولی عقل والا بھی نہ مانے گا۔

عجلونی کشف الخفاء میں لکھتے ہیں کہ ابوبکر کے فضائل میں مروی تمام احادیث جھوٹی اور جعلی ہیں۔ (۳) سیوطی نے المتآلی المصنوعہ میں لکھا ہے کہ فضائل ابوبکر میں تیس احادیث متاخرین علماء نے نقل کی ہیں، سبھی سند کے اعتبار سے جعلی ہیں۔ (۴)

پھر ان کے جذبات پر سخت دھچکا لگا کہ تمام حدیثیں جعلی ہیں۔ اسی لئے ایک حدیث لکھی کہ رسول

۱۔ سفر السعاده (ج ۲ ص ۲۰۷)

۲۔ سفر السعاده (ج ۲ ص ۲۱۱)

۳۔ کشف الخفاء ج ۲ ص ۲۲۴-۲۱۹

۴۔ المتآلی المصنوعہ ج ۲ ص ۳۰۲-۲۸۶

خدا کا ارشاد ہے: جب مجھے آسمان پر لے جایا گیا تو جہاں میں گیا، میں نے وہاں لکھا ہوا دیکھا: محمد رسول اللہ و ابوبکر الصديق من خلقي ”محمد خدا کے رسول ہیں اور ابوبکر صدیق میرے جانشین ہیں“۔

آگے لکھتے ہیں کہ یہ حدیث جعلی ہے، کیونکہ اس حد میں عبد اللہ بن ابراہیم غفاری (۱) ہے جو بہت زیادہ جھوٹی حدیثیں گڑھتا تھا، اس کے شیخ عبدالرحمن بن زید کو سبھی ضعیف کہتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے حسن ہونے کے متعلق میں نے استخارہ کیا کیونکہ شواہد زیادہ ہونے کی وجہ سے جعلی اور ضعیف نہیں ہو سکتی۔ پھر انہوں نے شواہد کا تذکرہ کیا جو صحیح نہ تھے، سبھی وضاع و کذاب تھے یا جن کے ضعیف ہونے پر سب کا اتفاق تھا یا گمنام تھے۔ سوال یہ ہے کہ کیا استخارہ شر کو خیر، سقیم کو صحیح اور منکر کو معروف بنادے گا!!!!

جن لوگوں نے اس جھوٹی حدیث کے راویوں کو ضعیف اور گڑھنے والا کہا ان کا بیان بھی من لیجئے:

- ۱۔ خطیب بغدادی کے طریق کا بیان پانچویں جلد میں بیان ہو چکا ہے۔
- ۲۔ طریق بزار میں عبد اللہ بن ابراہیم غفاری وضاع ہے۔ (۲)
- ۳۔ طریق بن شاہین بھی خطیب بغدادی کی طرح ذہبی و ابن حجر وغیرہ نے باطل کہا ہے۔ (۳)
- ۴۔ طریق دارقطنی میں بقول سیوطی محمد بن فضل گمنام ہے۔ (۴)
- ۵۔ طریق دیلمی میں عبد المعمر کذاب و وضاع ہے، جس نے دو سو جھوٹی حدیثیں گڑھی ہیں (۵)

۱۔ میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۶۰۹ نمبر ۷۸۰): لسان المیزان ج ۵ ص ۲۲۵ (ج ۵ ص ۲۶۵ نمبر ۷۶۰): اللآلی المصنوعہ (ج ۱ ص ۲۹۶): تہذیب الحدیث ج ۵ ص ۱۳۸ (ج ۵ ص ۱۲۱): کتاب البحر و زمین (ج ۲ ص ۳۷)
 ۲۔ تہذیب الحدیث ج ۶ ص ۱۷۸ (ج ۶ ص ۱۶۱): اللآلی المصنوعہ ج ۳ ص ۲۹۶
 ۳۔ میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۶۰۹ نمبر ۷۸۰): تہذیب الحدیث ج ۵ ص ۱۲۱
 ۴۔ اللآلی المصنوعہ ج ۱ ص ۲۹۷: کتاب البحر و زمین (ج ۱ ص ۳۵۶)
 ۵۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۵۶ (ج ۲ ص ۲۶۸ نمبر ۵۴۷) لسان المیزان ج ۳ ص ۷۵ (ج ۳ ص ۸۸ نمبر ۵۳۲۶): الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث (ج ۱ ص ۱۵۸)

اور عبد الرحمن بن زید پر سب کا اتفاق ہے کہ وہ ضعیف ہے۔

۶۔ طریق حنفی میں حسن بصری کی روایت ہے کہ رسول خداؐ نے ساق عرش پر لکھا دیکھا: لا الہ الا اللہ و وحدہ لا شریک لہ محمد رسول اللہ و زیورہ ابو بکر الصدیق و عمر الفاروق ”خدا ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے دو وزیر ہیں، ابو بکر صدیق اور عمر فاروق“۔

دارقطنی کہتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے، ثابت نہیں۔ (۱) ابو ہریرہ اور نصر بن حریش ضعیف ہیں، پھر یہ کہ حسن بصری نے رسول کا زمانہ کہاں پایا کہ وہ رسول خداؐ سے روایت کریں۔
۷۔ طریق ابن عساکر میں حارث بن زیاد ہے جس کے لئے ذہبی کہتے ہیں کہ ضعیف اور مجہول ہے۔ (۲) ابن عساکر کا ایک دوسرا طریق بھی ہے جس میں محمد بن عبد حدیث گڑھتا ہے (۳) اور عصام بن یوسف کو ابن سعد نے ضعیف کہا ہے۔ (۴)

قول فیروز آبادی کی تائید لغت جلد پنجم کے مطالعہ سے بھی ہو سکتی ہے جس میں فضائل ابو بکر کے سو گوشے بیان کر کے حفاظ و محدثین کے حوالے پیش کر چکا ہوں، اس طرح ۳۵ موضوع روایات منقبت جو خلافت کے بارے میں ہیں، ان کی بھی نشاندہی مندرجہ ذیل حفاظ نے کی ہے:

ابن عدی، طبرانی، ابن حبان، نسائی، حاکم، دارقطنی، عقیلی، ابن مدینی، ابو عمر، جوزقانی، محبت طبری، خطیب بغدادی، ابن جوزی، ابوزرعہ، ابن عساکر، فیروز آبادی، اسحاق حنظلی، ابن کثیر، ابن قیم، ذہبی، ابن تیمیہ، ابن ابی الحدید، ابن حجر عسقلانی، حافظ مقدسی، سیوطی، صفانی، ملا علی قاری، عجلونی، ابن درویش حوت۔

۱۔ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۲۸۶

۲۔ میزان الاعتدال (ج ۱ ص ۳۳۳ نمبر ۱۶۱۸)؛ لسان المیزان ج ۲ ص ۱۳۹ (ج ۲ ص ۱۹۰ نمبر ۲۱۸)

۳۔ تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۸۸؛ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۹۶ (ج ۳ ص ۶۳۳ نمبر ۷۹۰۰)؛ لسان المیزان ج ۵ ص ۲۷۲ (ج ۵ ص ۳۰۷ نمبر ۷۷۱۶)؛ ملک فی المصنوع ج ۳ ص ۱۲۱، ۱۲۲ (ج ۱ ص ۲۳۴)

۴۔ اشاعت (ج ۸ ص ۵۲۱)؛ اکمال فی ضعفاء الرجال (ج ۵ ص ۳۷۱ نمبر ۱۵۳۳)؛ لسان المیزان ج ۳ ص ۱۶۸ (ج ۳ ص ۱۹۴ نمبر ۵۶۱۹)

فضائل کی ان روایات کے موضوع اور جعلی ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ صحاح ستہ اور سنن و مسانید قدیم میں کہیں ان کا تذکرہ نہیں، اگر ان کے نزدیک بھی روایت صحیح ہوتی تو ہرگز کوئی انہیں چھوڑتا نہیں۔

خود خلیفہ کو اگر ان روایات کے متعلق صحت کا ذرا بھی شبہ ہوتا تو ابو عبیدہ جیسے گورکن کو اپنے سے زیادہ حقدار خلافت نہ سمجھتے، پھر یہ کہ جس دن ہر شخص اپنی اپنی برتری جتا کر خلافت کا اپنے کو حقدار بتا رہا تھا وہاں بھی ان روایات کو بطور ثبوت پیش نہیں کیا گیا، صرف اتنا ہی کہا جاسکتا ہے کہ رسول خدا کے یار غار، صحابی رسول اور سب سے من ہیں، حالانکہ ان کے باپ ان سے بھی زیادہ من تھے۔ مریدوں نے جو ہا تک لگائی ہے وہ صرف یہ کہ سب سے پہلے اسلام لائے اور سب سے پہلے نماز پڑھنی۔ ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ ابوبکر نے کہا: کیا میں خلافت کے لئے سب سے اولی نہیں ہوں، کیا میں سب سے پہلے اسلام نہیں لایا، کیا میں ایسا نہیں ہوں، کیا میں ویسا نہیں ہوں..... (۱)

ابونصرہ سے بھی یہی مروی ہے کہ انہوں نے رسول کے ساتھ اپنی رفاقت کے تذکرے کئے۔ (۲) لیکن راویوں نے جن باتوں کو ایسا دیا کہہ کے حذف کیا ہے، ممکن ہے بلکہ واقعی کبھی بھی نہیں صرف دوسروں کو دھوکہ دینے کے لئے ابہام پیدا کیا گیا ہے۔

اگر تاریخ دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ اول مسلم اور اول نمازی حضرت علی ہیں۔ ہم نے تیسری جلد میں اس پر تفصیل سے بحث کی ہے، صحیح بات یہ ہے کہ ابوبکر پچاس آدمیوں کے بعد اسلام لائے۔ (۳) اگر صحابائے کبار۔ ان کی ایک بھی منقبت جانتے تو بیعت لینے میں دھونس دھمکی کی ضرورت نہ پڑتی، سقیفہ کے دن حضرت عمر نہ دھاڑتے، ابوبکر کی ان تین فضیلتوں کے مقابلے میں کون آتا: وہ یار غار ہیں، پہلے

۱۔ سنن ترمذی (ج ۵ ص ۵۷۱ نمبر ۳۶۶۷)؛ الا حسان فی تقریب صحیح ابن حبان (ج ۱ ص ۱۵۹ حدیث ۶۸۶۳)؛ معرفۃ الصحابہ بابی نعیم (ج ۱ ص ۱۵۹)؛ کنز العمال ج ۳ ص ۱۲۵ (ج ۵ ص ۵۸۵ ح ۱۳۰۴۱)؛ اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۰۹ (ج ۳ ص ۳۱۳ نمبر ۳۰۶۳)؛ البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۷ (ج ۳ ص ۳۷)

۲۔ طبقات ابن سعد طبع لیدن ج ۳ ص ۱۲۹ (ج ۳ ص ۱۸۲)؛ کنز العمال ج ۳ ص ۱۲۶ (ج ۵ ص ۵۹۰ ح ۱۳۰۵۱)

۳۔ تاریخ طبری (ج ۲ ص ۳۱۶)

مسلمان ہیں اور سب سے مسن ہیں۔ (۱)

برخلاف اس کے سلمان فارسی نے کہا کہ تم نے زیادہ مسن ہونے کا خیال کیا اور اہل بیت کو چھوڑ دیا۔ (۲) عثمان بن عفان نے کہا: ابوبکر صدیق خلافت کے زیادہ حقدار تھے، صدیق، یار غار اور صحابی رسول تھے۔ (۳) مغیرہ بن شعبہ نے ابوبکر و عمر سے کہا: چلو عباس کو ہم خیال بنا لو تو علیؑ کا استدلال کچھ کمزور ہو جائے گا۔ یہ لوگ عباس کے پاس جا کر کہنے لگے: ہم چاہتے ہیں کہ تمہیں اپنا شریک اقتدار بنالیں کیوں کہ آپ رسولؐ کے چچا ہیں.... (۴) پھر دیکھئے کہ بیعت چار پانچ آدمیوں نے کی: عمر، ابوعبیدہ، اسید، بشیر، سالم مولیٰ حذیفہ۔

اور مخالفین بیعت کی تفصیل دیکھئے: علی، حسن، حسین، عباس اور تمام بنی ہاشم، سعد بن عبادہ اور ان کے صاحبزادے اور پورا خاندان، حباب بن منذر اور ان کے بھو، طلحہ، زبیر، سلمان، عمار، مقداد، خالد بن سعد، سعد بن ابی وقاص، عتبہ بن ابولہب، براء بن عاذب، ابی بن کعب، ابوسفیان اور دوسرے بہت سے لوگ۔ (۵)

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ عام طور سے مہاجرین اور بزرگ انصار اس بات میں ذرا بھی شک نہیں رکھتے تھے کہ رسول خداؐ کے بعد خلافت کے حقدار علیؑ ہیں۔ (۶) عتبہ بن ابولہب کے تو اس موقع پر کہے

- ۱۔ میرۃ النہام ج ۳ ص ۳۳۰ (ج ۳ ص ۳۱۱): الریاض النضرۃ ج ۱ ص ۱۶۲، ۱۶۶ (ج ۲ ص ۲۰۳، ۲۰۶): تاریخ ابن کثیر ج ۵ ص ۲۳۸، ۲۴۷ (ج ۵ ص ۲۶۸، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹): شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۱۶ (ج ۶ ص ۳۸ خطبہ ۶۶):
- ۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۳۱: ج ۲ ص ۱۷ (ج ۲ ص ۲۹ خطبہ ۲۶: ج ۶ ص ۳۳ خطبہ ۶۶)
- ۳۔ کنز العمال ج ۳ ص ۱۴۰ (ج ۵ ص ۶۵۳ نمبر ۱۳۱۴۲)
- ۴۔ الامامۃ والایمان ج ۱ ص ۱۵ (ج ۱ ص ۲۱): تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۰۳، ۱۰۴ (ج ۲ ص ۱۲۳-۱۲۵): شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۳۲ (ج ۲ ص ۵۲ خطبہ ۲۶)
- ۵۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۰۳ (ج ۲ ص ۱۲۳): الریاض النضرۃ ج ۱ ص ۱۶۷ (ج ۲ ص ۲۰۷): تاریخ ابوالقاسم ج ۱ ص ۱۵۶: روحہ المناظر، حاشیہ اکافل ج ۷ ص ۱۶۳: شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۳۳ (ج ۲ ص ۵۶ خطبہ ۲۶)
- ۶۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۸ (ج ۶ ص ۲۱ خطبہ ۶۶)

گئے پانچ اشعار (۱) جن میں سبقت ایمان، علم، تدفین رسولؐ کی روشنی میں بیعت ابوبکر کو فتنہ کہا گیا ہے۔ اسی طرح قصی کے بھی اشعار ہیں۔ (۲)

فضائل نفسانی:

اب ذرا اخلاقی حالت کا بھی تجزیہ ہو جائے، ہم چاہتے ہیں کہ خلیفہ کی علمی و نفسیاتی حالت کو پرکھا جائے تاکہ معلوم ہو سکے کہ ان میں کوئی فضیلت تھی یا نہیں، اگر کوئی فضیلت ہو اور اسے نہ مانا جائے تو یہ ان پر ستم ہوگا اور اگر نہ ہو اور مانا جائے تو یہ غلو ہوگا۔

اس سلسلے میں قبل اسلام کا تجزیہ کرنا مناسب نہیں کیونکہ اسلام نے جاہلی عہد کے تمام گناہ دھوئے دیے ہیں، اس لئے عکرمہ کی اس روایت پر کوئی دھیان نہیں دینا چاہئے، جس میں انہوں نے کہا کہ ابوبکر قمار (جوا) حرام ہونے سے قبل ابی بن خلف اور دوسرے مشرکین کے ساتھ قمار سے شوق فرماتے تھے۔ (۳) بھلا صحن نے احکام القرآن (۴) میں لکھا ہے کہ اہل علم کے یہاں کوئی اختلاف نہیں کہ قمار حرام ہے اور آپس میں شرط لگانا بھی قمار ہی ہے۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ شرط لگانا جوا ہے اور اہل جاہلیت اپنے مال اور بیوی کی شرط لگایا کرتے تھے۔ پہلے یہ مباح تھا پھر حرام کر دیا گیا۔ خود ابوبکر بھی مشرکین کے ساتھ شرط لگایا کرتے تھے، جب آیہ مبارکہ ﴿الْم غَلِبَتِ الرُّوم﴾ نازل ہوئی تو انہوں نے شرط لگانا چھوڑ دی۔

اسی طرح ابوبکر اسکانی (۵) کی بات پر بھی کوئی توجہ نہ دینی چاہئے کہ ابوبکر قبل اسلام مشہور رئیس

۱۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۰۳ (ج ۲ ص ۱۲۳)؛ رسائل جاحظ ص ۲۲؛ اسد الغابہ ج ۲ ص ۴۰ (ج ۲ ص ۱۲۴ نمبر ۸۳۷) تاریخ ابو

القداد ج ۱ ص ۱۶۳؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۵۹ (ج ۱ ص ۲۳۲، خطبہ ۲۲۸)

۲۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۰۵ (ج ۲ ص ۱۲۶)

۳۔ کنف الغم، شعرانی ج ۲ ص ۱۵۴

۴۔ احکام القرآن ج ۱ ص ۲۸۸ (ج ۱ ص ۳۲۹)

۵۔ رسائل جاحظ ص ۳۴ (ص ۱۴۳، الرسائل السیاسة)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۶۴ (ج ۱ ص ۲۳۹، خطبہ ۲۲۸)

تھے، ان کے پاس مکہ والے جمع ہوتے اور نفوس اور افسانوں کی بزم آراستہ ہوتی، شراب کے دور چلتے۔
 فاکہی بھی کتاب مکہ میں لکھتے ہیں کہ ابوقموص کا بیان ہے کہ ابوبکر زمانہ جاہلیت میں شراب پیتے تھے، اسی
 حالت میں مقتولین بدر کا نوحہ پڑھنے لگے جو مشرک تھے:

نحیسی ام بکسر بالسلام وھل لی بعد قومک من سلام

جب رسول خدا کو معلوم ہوا تو غصے میں انہیں ڈھونڈتے ہوئے آئے، عمر نے آتا ہوا دیکھ لیا، جب
 رسول خدا کے سرخ انگارہ چہرے پر نظر پڑی تو کہا: میں غضب رسول خدا سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں، خدا
 کی قسم! اب کبھی اسے ہاتھ نہ لگاؤں گا۔ پھر سب سے پہلے حضرت ابوبکر ہی نے اپنے اوپر شراب حرام
 کی۔

حکیم ترمذی نے نوادر الاصول (۱) میں اس روایت کو لکھ کر تبصرہ کیا ہے مگر اسے دل قبول نہیں کرتا
 گویا حکیم اس روایت کو عام لوگوں سے سنتے تھے لیکن عقیدت کی وجہ سے اس کو ماننے پر آمادہ نہیں تھے۔
 ابن حجر نے بھی اسبابہ (۲) میں لکھ کر تبصرہ کیا ہے کہ نبطویہ نے اس پر تنقید کی ہے کہ شراب حرام ہونے
 سے قبل ابوبکر نے شراب پی تھی اور مشرکین کے مقتولین بدر کا نوحہ پڑھا تھا۔

حدیث ابوقموص تفسیر طبری (۳) میں سند کے ساتھ یوں ہے:

ابوقموص کا بیان ہے کہ زید بن علی نے کہا کہ شراب کے بارے میں تین بار آیت نازل ہوئی، پہلی
 ہے: ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنْفَعَةٌ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا
 أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا﴾ ”لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو کہہ دیجئے کہ
 ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور بہت سے فائدے بھی ہیں لیکن ان کا گناہ فائدے سے کہیں زیادہ
 ہے۔“ (۴)

۱۔ نوادر الاصول ص ۶۶ (ج ۱ ص ۱۱۵۷ ص ۴۴)

۲۔ الاصابہ ج ۳ ص ۲۲

۳۔ تفسیر طبری ج ۲ ص ۲۰۳ (مجلد ۲ ج ۲ ص ۳۶۲)

۴۔ بقرہ ۲۱۹

لوگ اس کے بعد بھی پیتے رہے، یہاں تک کہ دو آدمیوں نے پی کر نماز پڑھی اور اس طرح قرأت کر رہے تھے جو کچھ میں نہ آرہی تھی، اس وقت آیت نازل ہوئی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ﴾ (ایمان والو! خبردار نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جانا جب تک یہ ہوش نہ آجائے کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔) (۱) پھر بھی اکثر لوگ پیتے رہے، وہ کہتے تھے کہ ہم نماز کے وقت نہیں پییں گے۔ ابوالقموص کے گمان کے مطابق ایک شخص نے اس کے بعد بھی شراب پی اور مشرکین کے مقتولین بدر کا نوحہ پڑھنے گا:

تحییٰ بالسلامۃ ام عمرو وھل لک بعد رھطک من سلام
جب رسول خدا کو معلوم ہوا تو غصے میں یوں آرہے تھے کہ آپ کی ردا زمین پہ خط دے رہی تھی، جب اس شخص نے رسول خدا کو غصے میں آتا دیکھا تو چلانے لگا: میں خدا کی پناہ طلب کرتا ہوں، خدا و رسول کے غضب سے، اب کبھی شراب نہ پیوں گا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجَسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ.....﴾ (۲) اے ایمان لانے والو! بے شک شراب، جو اور پانے گندگی ہیں کیا تم اب بھی باز نہ آؤ گے۔“ (۲) اس وقت عمر نے کہا: ہم باز آئے، ہم باز آئے۔

اور بزار نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ اس دن ہم ہی ساتھی تھے، ایک شخص ابوبکر نامی آیا اور اس نے پی کر ”احیی ام بکر بالسلام“ گنگنانے لگا، اسی وقت ایک مسلمان نے آکر ڈانٹا کہ یہ کیا کر رہے ہو، خدا نے شراب حرام ہونے کی آیت نازل کر دی ہے۔ (۳) ابن حجر فتح الباری (۴) میں اور یعنی عمدة القاری (۵) میں لکھتے ہیں کہ اس میں ابوبکر بھی تھے لیکن دل نہیں مانتا حالانکہ اس کی سند بالکل پاک و صاف ہے۔

تبعہ علامہ سامی:

ذرا ابن حجر کی اندھی عقیدت ملاحظہ فرمائیے، خلیفہ کی محبت میں صحیح روایت کو ماننے پر بھی آمادہ نہیں۔

اس دن شراب پینے والے گیارہ افراد تھے۔ (۱)

۱۔ ابو بکر بن قافہ: ان کی عمر (۵۸) سال تھی۔

۲۔ عمر بن خطاب: ان کی عمر اس وقت (۴۵) سال تھی۔

۳۔ ابو عبیدہ جراح: یہ (۴۸) سال کے تھے۔

۴۔ ابو طلحہ زید بن بھل: جن کے گھر میں بزم شراب جمی تھی، ان کی عمر (۴۳) سال تھی۔

۵۔ سمیل بن بیضاء: اس واقعہ کے بعد بہت بوڑھے ہو کر مرے۔

۶۔ ابی بن کعب:

۷۔ ابو جاندہ ساک بن خرشہ:

۸۔ ابویوب انصاری:

۹۔ ابو بکر بن شغوب:

۱۰۔ انس بن مالک: جو ساقی تھے، ان کی عمر اٹھارہ سال کی تھی۔

سنن بیہقی میں انس کا بیان ہے کہ میں ساقی تھا اور سب سے کسن تھا۔ (۲) اس میں ابن حجر

گیارہویں آدمی کو پئی گئے ہیں، وہ معاذ بن جبل تھے (۳)، ان کی عمر ۲۳ سال کی تھی۔ (۴)

متذکرہ تمام افراد حرمت خمر کی دونوں آیتیں نازل ہونے کے بعد بھی پیتے رہے اور تاویل میں کرتے

۲۔ سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۹۰

۱۔ فتح الباری ج ۱ ص ۳۰

۳۔ تفسیر جامع البیان ج ۷ ص ۲۴ (مجلد ۵ ج ۷ ص ۳۷)؛ مجمع الزوائد ج ۵ ص ۵۲؛ عمدۃ القاری ج ۸ ص ۵۸۹ (ج ۲ ص ۱۶۸)؛

در منثور ج ۲ ص ۳۲۱ (ج ۳ ص ۱۷۲)؛ شرح صحیح مسلم نووی مطبوعہ حاشیہ ارشاد الساری ج ۸ ص ۲۳۲ (ج ۱۳ ص ۱۵۰)

۴۔ صفۃ الصفوة (ج ۱ ص ۵۰۲ نمبر ۵)

رہے، جب سورہ مائدہ کی آیت میں ﴿فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ﴾ نازل ہوئی اور لوگوں نے رسول خداؐ کا غصہ دیکھا تو سمجھ گئے کہ تیسری آیت میں سخت دھمکی ہے تو عمرؓ نے کہا: ہم باز آئے۔ (۱) علامہ آلوسی بھی لکھتے ہیں کہ دونوں آیات شراب نازل ہونے کے بعد بھی کبار صحابہ شراب پیتے رہے۔ (۲) جن لوگوں نے حرمت شراب نازل ہونے کی تاریخ کا تذکرہ چھیڑ کر ابہام پیدا کرنا چاہا ہے، وہ مہمل ہے۔

حالت بعد اسلام

ابوبکر کے یہاں اسلام لانے کے بعد بھی نہ کہیں علمی رسوخ کا نشان ملتا ہے، نہ جہاد میں پیش رفت کا، نہ اخلاقی برتری کا، نہ ہی عبادت میں والہانہ پن کا، نہ بنیادی امور میں استحکام کا۔ ان کا علم تفسیر و حدیث میں رسوخ معلوم کرنا ہو تو کتابیں کھنگال ڈالنے نہ کوئی قول ملتا ہے، نہ کسی سوال کا جواب۔ ہاں! اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی اپنے دوست عمرؓ کی طرح (سورہ بئس میں) ”اب“ کے معنی نہیں جانتے تھے، جب کہ عام دیہاتی اس کا مفہوم جانتا تھا، بازاری لوگ بھی جانتے ہیں اور عام طور سے یہ لفظ بولتے رہے ہیں، اس سے زیادہ حیرت ہوتی ہے کہ بعض لوگ صفائی دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ تفسیر قرآنی کے متعلق احتیاط کا مظاہرہ کرتے تھے، لیکن قرآن جاننے والے جانتے ہیں کہ مغاوی قرآن، یقین مراد، بیان مجمل اور تاویل تشابہ میں احتیاط کا مظاہرہ کرنا چاہئے، ان معاملوں میں خود شریعت میں منع کیا گیا ہے لیکن عام بول چال میں آنے والے الفاظ کے احتیاط کا کوئی محل و موقع نہیں، ہر شخص اپنی شرشت و طبیعت سے سمجھ لیتا ہے۔

-
- ۱۔ سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۱۲۸ (ج ۳ ص ۳۲۵ ح ۳۶۷۰)؛ مسند احمد ج ۱ ص ۵۳ (ج ۱ ص ۸۶ ح ۳۸۰۶)؛ سنن نسائی ج ۸ ص ۲۸۷ (ج ۳ ص ۲۰۲ ح ۵۰۳۹)؛ تفسیر جامع البیان ج ۷ ص ۲۲؛ سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۸۵؛ احکام القرآن ج ۲ ص ۲۳۵ (ج ۱ ص ۳۲۳)؛ مستدرک حاکم ج ۲ ص ۲۷۸ (ج ۲ ص ۳۰۵ ح ۳۱۰۱) (ذہبی نے مستدرک کے ساتھ جیسے والی تفسیر مستدرک میں اس کی محنت کا اعتراف کیا ہے)؛ تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۲۰۰ (ج ۵ ص ۱۳۰)؛ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۵۵، ۵۰۰، ج ۲ ص ۹۲؛ تفسیر الوصول ج ۱ ص ۱۲۳ (ج ۱ ص ۱۲۸ ح ۱۱)؛ تفسیر خازن ج ۱ ص ۵۱۳ (ج ۱ ص ۲۹۱)؛ تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۵۸ (ج ۱ ص ۸۱) فتح الباری ج ۸ ص ۲۲۵ (ج ۸ ص ۲۷۹)؛ درمنثور ج ۱ ص ۲۵۲ (ج ۱ ص ۶۰۵)
 - ۲۔ تفسیر آلوسی ج ۲ ص ۱۱۵، ج ۷ ص ۱۷

اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ شخص اپنی قوم کی زبان سے بھی نا آشنا تھا تو کیا اس شخص نے آیت قرآنی پر بھی نظر نہ ڈالی جس میں خدا ”فاکھہ و اب“ روشن طریقہ سے فرماتا ہے:

﴿مَتَاعَالِكُمْ وَلَا نِعَامُكُمْ﴾ ”یہ تمہاری اور تمہارے جانوروں کی بہرہ مندی کے لئے“۔ گویا خدا نے یہاں مقام امتنان میں فرمایا ہے کہ ”فاکھہ“ انسانوں کے لئے اور ”اب“ جانوروں کے لئے ”فاکھہ“ کا مطلب پھل اور ”اب“ کا مطلب گھاس، گیاد وغیرہ ہے۔

ابوالقاسم بغوی ابن ابی ملیکہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو بکر سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ کون سی زمین مجھے پناہ دے گی اور کون سا آسمان مجھ پر سایہ کرے گا جب کہ میں قرآن کے متعلق مراد خداوندی کے خلاف بات کروں۔

ایسی ہی روایت ابو عبیدہ جمہی سے کرتے ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ میں کہاں جاؤں، میں کیا کروں.... (۱)

کلالہ:

خلیفہ کو اپنے دوست عمر کی طرح ”کلالہ“ کا مطلب معلوم نہیں تھا، سورہ نساء کی آخری آیت:

﴿يَسْتَفْتُونَكَ قُلْ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنَّ أَمْثَلُ هَلَكٍ لِّنَسْلِكَ لَئِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهِ وَلَةٌ لَّأَخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مِمَّا تَرَكَ....﴾ ”لوگ تم سے فتویٰ طلب کرتے ہیں، کہہ دو کہ خدا تمہیں کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے، اگر کوئی شخص مر جائے اور اس کے کوئی فرزند نہ ہو اور صرف لڑکی ہو تو اسے ترکہ نصف دیا جائے۔“

۱۔ جامع احکام القرآن، قرطبی ج ۱ ص ۲۹ (ج ۱ ص ۲۷، ج ۱۹ ص ۱۳۵)؛ مقدمہ فی اصول التفسیر، ابن تیمیہ ص ۳۰ (ص ۴۷)؛
الکشاف ج ۳ ص ۲۵۳ (ج ۴ ص ۷۰۲)؛ درمنثور ج ۶ ص ۳۱۷ (ج ۸ ص ۴۲۱)؛ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۶۰، ۶۱؛ اعلام الموقعین ص ۲۹
(ج ۱ ص ۵۲)؛ تفسیر خازن ج ۳ ص ۳۷۲ (ج ۴ ص ۳۵۴)؛ تفسیر ابی السعود (ج ۹ ص ۱۱۲)؛ فتح الباری ج ۱ ص ۲۳۰ (ج ۱ ص ۱۳۳)
(۲۷)؛ تفسیر کلبی ج ۳ ص ۱۸۰

ائمہ حدیث نے صحیح سندوں اور معتبر رجال کے ساتھ قسحی سے روایت کی ہے کہ ابوبکر سے ”کلالہ“ کا مطلب پوچھا گیا۔ فرمایا: میں اپنی رائے سے بتا رہا ہوں، اگر صحیح ہو تو خدا کی طرف سے اور اگر غلط ہو تو وہ میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے اور خدا اور رسول اس سے بری ہیں، میرے خیال میں ”کلالہ“ اسے کہتے ہیں جو باپ اور بیٹے کے علاوہ ہو۔ جب عمر خلیفہ ہوئے اور ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں خدا سے شرم کرتا ہوں کہ جس بات کو ابوبکر نے بتایا ہے اس کی تردید کروں۔ (۱)

تبصرہ علامہ امینی:

یہ حضرت عمر کی دوسری رائے ہے، پہلی رائے یہ تھی کہ ”کلالہ“ اسے کہتے ہیں جس کے یہاں کوئی بیٹا نہ ہو، پہلے دونوں کی رائے یکساں تھی، پھر دونوں ہی متذکرہ رائے کی طرف پلٹ آئے۔ (۲) پھر ان دونوں میں اختلاف ہو گیا۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ عمر کی آخری گھڑیوں میں ان کے پاس میں موجود تھا، عمر نے کہا کہ مجھے ابوبکر سے ”کلالہ“ کے بارے میں اختلاف تھا، اب صحیح وہی ہے جو میں نے کہا۔ (۳) ابن عباس نے پوچھا: کیا کہا تھا؟ کہا: ”کلالہ“ اسے کہتے ہیں جس کا کوئی بیٹا نہ ہو۔

کبھی تو انھیں ابوبکر سے شرم آتی ہے اور کبھی کہتے ہیں کہ مجھ پر ایسا بھی زمانہ گزرا ہے کہ میں ”کلالہ“ کا مطلب نہیں جانتا تھا، ”کلالہ“ اسے کہتے ہیں جس کا کوئی بیٹا نہ ہو۔

پتہ نہیں یہ احتیاط جسے خلیفہ اول نے معنی ”اب“ کے سلسلے میں سختی سے لازم کر لی تھی، اس میں کہاں بھاگ گئی، ان پر کس آسمان نے سایہ کیا، کس زمین نے اٹھایا، وہ کہاں گئے اور انہوں نے کیا کیا، جب کہ دین خدا میں ایسی رائے ٹھوک دی جس میں صحیح و غلط کا پتہ نہیں تھا، اس کے بارے میں جانتے ہی نہ تھے کہ یہ خدا کی طرف سے ہے کہ ان کی طرف سے یا شیطان کی طرف سے ہے، ان پر آیہ گرما کیسے نغشی رہ گئی؟! اگر ”کلالہ“ کا مطلب معلوم نہیں تھا تو حکم قرآن کے مطابق ”اہل ذکر“ سے پوچھ لیتے، اہل

۲۔ تفسیر ابن کثیر (ج ۱ ص ۵۹۵)

۱۔ تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۷۷ (ج ۵ ص ۵۱)

۳۔ مستدرک حاکم ج ۲ ص ۳۰۴ (ج ۲ ص ۳۳۲ ج ۳ ص ۳۱۸، تلخیص مستدرک کا بھی یہی حوالہ ہے)، سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۲۵؛ تفسیر

ذکر تو بہر حال انہیں بتائی دیتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دینی احکام تو قیعی نہیں ہیں بلکہ بخرے پر منحصر ہیں، پھر تو ہر شخص فتویٰ دیتے ہوئے کہہ سکتا ہے کہ اگر صحیح ہو تو خدا کی طرف سے اور اگر غلط ہو تو میری اور شیطان کی طرف سے۔ (۱)

جی ہاں! ایسے ہی فتوؤں نے خدا اور رسولؐ سے جسارت کا ماحول پیدا کیا ہے، اہل سنت کے نزدیک اجتہاد کا یہی مطلب ہے، وہ قرآن و سنت سے تفصیلی اولہ کے ذریعہ استنباط کو اجتہاد نہیں کہتے، اسی بنا پر ہم دیکھتے ہیں کہ قاتل امیر المومنین ”عبدالرحمن بن ملجم“ مجتہد ہے (۲)، عظیم صحابی عمار یاسر کا قاتل ابو الغاویہ (۳) معاویہ (۴)، نابغہ کا جنا عمرو (۵)، خالد بن ولید (۶)، طلحہ و زبیر (۷) اور یزید بن معاویہ (۸) یہ سبھی دین خدا کے مجتہد ہیں، انہوں نے پاپ کے ڈھیر لگا دیئے ہیں لیکن مجتہد ہیں، وہ غلطی پر تھے لیکن ایک اجر پائیں گے۔ ابن حجر اصابہ (۹) میں کہتے ہیں کہ گمان یہ ہے کہ صحابہ نے آپس میں جو جنگ و قتال کی انہوں نے تاویلی غلطی کی، خطائے اجتہادی کے مرتکب ہوئے، اگر مجتہد خطا کر جائے تو ایک اجر پاتا ہے، صحابہ تو بدرجہ اولیٰ ایک اجر کے مستحق ہوں گے۔

واہ! اس دین کا کیا کہنا، مبارک ہو امت محمد کو مجتہدین کی اس لمبی قطار، شام کی گہار، قومی باغی، کم ظرفوں کی پارٹیاں اور آزاد کردہ چھوکرے، سبھی خطائے اجتہادی سے سرفراز ہو گئے۔

۱۔ سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۲۳ ۲۔ الحلی ج ۱ ص ۴۸۲

۳۔ الفصل، ابن خزم ج ۳ ص ۱۶۱

۴۔ الفصل، ابن خزم ج ۳ ص ۸۹؛ البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۲۷۹ (ج ۷ ص ۳۱۰، حوادث ۳۷۲ھ)

۵۔ البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۲۸۳ (ج ۷ ص ۳۱۲، حوادث ۳۷۲ھ)

۶۔ البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۲۲۳ (ج ۶ ص ۳۵۵، حوادث ۱۱ھ)؛ روضۃ المناظر، ابن شہر مطبوع بر حاشیہ کامل ج ۷ ص ۱۶۷ (ج ۱ ص ۱۹۰، ۱۹۲، حوادث ۱۱ھ)؛

۷۔ التہذیب، باقلائی ص ۲۳۲

۸۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۳ (ج ۸ ص ۲۳۵، حوادث ۶۳ھ)

۹۔ الاصابہ ج ۳ ص ۱۵۱

کیا کہنا ان لوگوں کا جو اجتہاد کا جامہ، فساد کی کیڑوں کو پہناتے ہیں، جنہوں نے ناموس اسلام کی دھجیاں اڑا دیں، تقدیس رسالت کا تیا پانچہ کیا، قرآن و سنت کو تاراج کیا اور باغی طاغی گروہ کے ساتھ ہو گئے، جن کی بنیاد ہی شرفساد اور آل محمدؐ سے عناد تھی، بزبان رسول اعظمؐ (۱) طلیق بن طلیق اور عیین بن عیین کے جھنڈے تلے تھے۔ سچ کہا تھا رسول خداؐ نے، دین کی آفت تین سے ہے: بدکار فقیہ، ظالم امام اور جاہل مجتہد۔ (۲) اسی اجتہاد نے مجرموں کے حوصلے بڑھائے، خوب وزشت، حق و باطل اور خبیث و پاک کا فرق مٹایا۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے خلیفہ اول ہی نے تاویل و اجتہاد کا دروازہ کھولا، انہوں نے پاپیوں کی تقدیس و تائید کی، خالد بن ولید کے لرزہ خیز پاپ کا ایسا عذر تراشا کہ توبہ بھلی۔

یہ خلیفہ کی تفسیری واقفیت کا نمونہ تھا، ان سے قلت روایت کے باوجود علامہ سیوطی اتقان (۳) میں لکھتے ہیں: تفسیر کے سلسلے میں دس صحابہ مشہور ہیں: خلفائے اربعہ، ابن مسعود، ابن عباس، ابی بن کعب زید بن ثابت، ابو موسیٰ اشعری، ابن زبیر، خلفاء میں صرف حضرت علیؑ سے ہی زیادہ روایات منقول ہیں بقیہ تینوں خلفاء کے نمونے کم ہیں، اس کا سبب یہ تھا کہ ان تینوں کی جلد وفات ہو گئی، حضرت ابوبکرؓ کی تو اور بھی روایات کم ہیں، صرف دس ہی روایات تفسیر منقول ہیں لیکن حضرت علیؑ سے بہت زیادہ روایات منقول ہیں۔ معمر، وہب بن عبد اللہ سے اور وہ ابو طفیل سے روایت کرتے ہیں کہ میں موجود تھا جب علیؑ نے دعویٰ کیا: ”مسلمونی فواللہ لا تسالون عن شی الا اخبرتکم و مسلمونی عن کتاب اللہ فواللہ ما من آیۃ الا و انا اعلم ابلیل نزلت ام بنہار ام فی سہل ام فی جبل“ ”مجھ سے پوچھ لو، خدا کی قسم! تم جس چیز کے بارے میں سوال کرو گے میں تمہیں اس سے باخبر کروں گا اور اسے سمجھاؤں گا، مجھ سے کتاب خدا کے بارے میں سوال کرو، خدا کی قسم! میں ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ رات میں نازل ہوئی یا دن میں، صحرا میں نازل ہوئی یا پہاڑ پر۔“

۱۔ تاریخ طبری ج ۱۱ ص ۳۵۶ (ج ۱ ص ۵۸ حوادث ۲۸۳ھ)؛ تاریخ بغداد ج ۳ ص ۳۳۳ (نمبر ۱۳۵۱)؛ تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۲۸۶

(ج ۱ ص ۱۸۳)؛ تفسیر نیشاپوری مطبوعہ راحیہ تفسیر طبری ج ۱ ص ۵۵

۲۔ کنز العمال ج ۵ ص ۲۱۲ (ج ۱ ص ۱۸۳ ج ۱ ص ۲۸۹۵۴)

۳۔ الاتقان فی علوم القرآن ج ۲ ص ۳۲۸ (ج ۲ ص ۲۰۲)

خلیفہ ابونعیم (۱) میں ابن مسعود سے مروی ہے کہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے، ہر حرف کا ظاہر و باطن ہے اور حضرت علیؑ کے پاس تمام ظاہر و باطن کا علم ہے۔

حضرت علیؑ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ خدا کی قسم! میں ہر آیت کے متعلق چانتا ہوں کہ کس بارے میں نازل ہوئی، کہاں نازل ہوئی، میرے پروردگار نے مجھے عقل سے بھر پور قلب اور سوالات سے بھر پور زبان عطا کی ہے۔ (۲)

علامہ ابنی فرماتے ہیں کہ سیوطی کی دھاندلی تو دیکھئے، کوئی ان سے پوچھے جس صحابی سے صرف دس احادیث تفسیر مروی ہیں وہ مفسرین میں کیسے شمار کر لیا گیا؟! ہائے رے خوش فہمی؟!!

خلیفہ کی سنت کے بارے میں پیش رفت

اس سلسلے میں مسند احمد بن حنبل (۳) میں اسی حدیثیں مروی ہیں۔ مکررات کو چھانٹ لیجئے تو ساٹھ رہ جاتی ہیں۔ مجموعی طور سے مسند میں ساڑھے سات لاکھ احادیث میں منتخب کر کے مسند مکمل کی، خود انہیں دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں۔ (۴) ابن کثیر نے تلاش بسیار کے بعد ابو بکر سے مروی ۷۲ احادیث جمع کیں اور اس کا نام مسند صدیق رکھا۔ (۵) پھر اس کے بعد سیوطی نے بڑی ماتحتاچی کی تو اپنی تمام محدثانہ صلاحیتوں کے باوجود ابو بکر کی ایک سو چار حدیثیں ہی فراہم کر سکے۔ انہیں تاریخ الخلفاء میں درج کیا ہے۔ (۶) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان سے ۱۴۲ احادیثیں مروی ہیں۔ امام بخاری نے گیارہ اور مسلم نے ایک ہجرت نقل کی ہے۔ (۷) ان احادیث میں ہی کچھ تو صرف اقوال ہیں؛ مثلاً یہ کہ امام حسنؑ کو یہ کہہ کے

۱۔ حلیۃ الاولیاء (ج ۱ ص ۶۵)

۲۔ حلیۃ الاولیاء (ج ۱ ص ۶۸-۶۷)

۳۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۱۴۲، ۲، (ج ۱، ص ۲۵۵-۵۵۶ حدیث ۸۲-۱)۔

۴۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۱۷۱، (ج ۲، ص ۳۳۱، نمبر ۳۳۸)۔

۵۔ تاریخ الخلفاء، ص ۶۲، (۸۶)۔

۶۔ تاریخ الخلفاء، ص ۶۳، ۵۹، (۸۸-۸۱)۔

۷۔ صدیقی کی شرح ریاض الصالحین، ج ۲، ص ۲۳۔

لوری سناتے تھے: ”میرے باپ قربان، تم رسولؐ سے مشابہ ہو گئی سے مشابہ نہیں ہو۔“ یا ان کا قول ہے کہ رسولؐ نے جنگی معاملے میں مشورہ کیا۔ یہ قول بھی ہے کہ رسول خداؐ نے ابوجہل کو ایک اونٹ تحفہ میں بھیجا۔

کچھ حدیثیں ایسی ہیں جو قرآن و سنت اور عقل و منطق سے قطعی میل نہیں کھاتیں؛ مثلاً ان کی چار حدیثیں ہیں:

- ۱۔ لو لم ابعث فيكم لبعث عمر ”اگر میں مبعوث نہ ہوتا تو تم میں عمر مبعوث ہوتے۔“
 - ۲۔ ما طلعت الشمس على رجل خير من عمر ”سورج نے عمر سے بہتر آدمی پر اپنی شعاع نہیں ڈالی۔“
 - ۳۔ ان الميت لينضح عليه الحميم بكماء الحى ”زندہ کے گریہ سے مردے پر جہنم کا گرم پانی ٹپکتا ہے۔“
 - ۴۔ انما حر جهنم على امتي مثل حمام ”میری امت پر جہنم کی آگ حمام کی گرمی کی طرح ہوگی۔“
- پہلی حدیث کو لیجئے! یہ کئی طریقوں سے ابن عدی سے مروی ہے۔ (۱) اس کی سند میں زکریا بن یحییٰ ہے جو بہت بڑا جھوٹا تھا۔ (۲) بشر بن بکر ہے (۳) جو گنہگار تھا۔ ابوبکر بن عبد اللہ غسانی بے وقعت ہے۔ (۴) دوسرے طریق میں مصعب بن سعید ابوخیثمہ مصیصی ہے (۵) جو حدیثیں الٹ پلٹ کرتا ہے۔

۱۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۳، ص ۲۱۶، نمبر ۷۱۳)

۲۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۳۵۱، (ج ۲، ص ۷۷، نمبر ۲۸۹۲)؛ مجمع الزوائد، ج ۱، ص ۱۳۱؛ المکالی المصنوعہ

ج ۲، ص ۲۱۱ (ج ۲ ص ۱)

۳۔ لسان المیزان، ج ۲، ص ۲۰، (ج ۲، ص ۲۶۱، نمبر ۱۵۹۱)۔

۴۔ العلل و معارف الرجال، (ج ۲، ص ۳۹، نمبر ۱۳۸۴) تہذیب التہذیب، ج ۱۲، ص ۹، (ج ۱۲، ص ۳۳۲)۔ البحر و

التعذیل (ج ۲، ص ۳۰۵، نمبر ۱۵۹) کتاب الضعفاء و الخو د کین (ص ۲۶۲، نمبر ۶۹۹) طبقات ابن سعد (ج ۷، ص ۳۶۷)

۵۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۲، ص ۳۶۲، نمبر ۱۸۳۶) الثقات (ج ۹، ص ۱۷۵) میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۷۳،

(ج ۲، ص ۱۱۹، نمبر ۸۵۶۱)؛ لسان المیزان ج ۱، ص ۴۴، (ج ۶، ص ۵۱۱، نمبر ۸۳۰۴)۔

عبداللہ بن واقد ہے (۱) جو متروک الحدیث، ضعیف و ذلیل ہے، حدیث میں تدلیس کرتا ہے۔
 شرح بن عاھان ہے (۲) جو مہمل احادیث کے ڈھیر لگاتا ہے۔ تیسرے طریق میں ابو العباس زوزنی
 نے کتاب شجرۃ العقل میں نقل کیا ہے، اس کے پہلے راوی عبداللہ بن واقد کی اوقات تو معلوم ہی ہو گئی۔
 دوسرے راوی راشد محضی ضعیف ہیں۔ (۳) چوتھا طریق دیلمی سے ہے، ابو ہریرہ کے الفاظ ہیں:

”لو لم ابعث فیکم لبعث عمر اید اللہ عمر بملکین یوفقانه و یسدانہ فاذا
 اخطا صرہا حتی یكونا صواباً“ اگر میں مبعوث نہ ہوتا تو عمر تمہارے درمیان مبعوث ہوتے۔
 خدا نے دو فرشتوں کے ذریعہ عمر کو توفیق و مراد سے بہرہ مند کیا ہے۔ جب وہ غلطی کرتے ہیں تو یہ دونوں
 فرشتے انہیں ٹھیک اور درست کرتے ہیں۔“

اس کی سند میں اسحاق بن نجیح ملطی بہت بڑا جھوٹا ہے۔ ابن معین، ابن مریم، علی بن مدینی، عمر بن
 علی اور جوز قانی سب نے بہت بڑا خبیث اور پکا جھوٹا کہا ہے۔ بخاری، نسائی، ابن عدی، ابن بجان،
 ابن جریر وغیرہ اس کو جعلی حدیثیں گڑھنے والا کہتے ہیں۔ ابن جوزی کہتے ہیں کہ سب نے اتفاق کیا ہے
 کہ یہ حدیثیں گڑھتا ہے۔ (۴) جب یہ حیثیت معلوم ہو گئی تو اب سننے کہ دیلمی نے متذکرہ طریقے سے

۱۔ کتاب الضعفاء والمتردین، (ص ۱۵۰، نمبر ۳۵۴) العلل ومعرفۃ الرجال، (ج ۲، ص ۵۵، نمبر ۱۵۳۳) تاریخ الکبیر،
 (ج ۲، ص ۲۱۹، نمبر ۱۱۳۳) کتاب البحر و معین، (ج ۲، ص ۲۹، تہذیب المعجم، ج ۶، ص ۶۶، (ج ۶، ص ۶۰)؛ میزان
 الاعتدال، (ج ۲، ص ۸۴، (ج ۲، ص ۵۱۷، نمبر ۳۶۷۲)؛ لسان المیزان، (ج ۳، ص ۳۷۲)۔

۲۔ الکامل فی ضعیفاء الرجال، (ج ۶، ص ۶۶، نمبر ۱۹۵۳) کتاب البحر و معین، (ج ۲، ص ۲۸) اللالی المصنوعہ، (ج ۱،
 ص ۳۰۲) میزان الاعتدال، (ج ۳، ص ۱۸۲، (ج ۲، ص ۱۱۷، نمبر ۸۵۳۹)؛ الموضوعات (ج ۱، ص ۳۲۰)۔

۳۔ تاریخ الکبیر، (ج ۳، ص ۲۹۲، نمبر ۹۹۴) کشف الخفاء، (ج ۲، ص ۱۶۳)۔

۴۔ العلل ومعرفۃ الرجال، (ج ۲، ص ۳۰، (۱۳۵۳)؛ معرفۃ الرجال، (ج ۱، ص ۵۱، نمبر ۷۷)؛ تاریخ الکبیر، (ج ۱،
 ص ۳۰، نمبر ۱۲۹۳) کتاب الضعفاء والمتردین، (ص ۵۳، نمبر ۵۰۰) الکامل فی ضعیفاء الرجال، (ج ۱، ص ۳۳۲،
 نمبر ۱۵۵) کتاب البحر و معین (ج ۱، ص ۱۳۳) تاریخ بغداد، (ج ۶، ص ۳۲۲) میزان الاعتدال، (ج ۱، ص ۹۴، (ج ۱،
 ص ۲۰، نمبر ۷۹۵) تذکرۃ الموضوعات، (ص ۸۴، (۵۹) تہذیب المعجم، (ج ۱، ص ۲۵۳، (ج ۱، ص ۲۲۱) اللالی
 المصنوعہ، (ج ۱، ص ۵۵، ۱۰۳، ۱۷۵، (ج ۱، ص ۳۹، ۱۰۶، ۱۹۹) خلاصۃ المعجم، (ج ۱، ص ۷۷، نمبر ۳۳۲)۔

حدیث نقل کر کے کہا ہے کہ راشد بن سعد نے مقدم سے ابوبکر کے لئے بھی یہی حدیث نقل کی ہے۔ علامہ امینی فرماتے ہیں کہ اس جھوٹ اور جعل کے اعلان کے بعد بھی عقیدت کی وجہ سے اس کو تسلیم کر لیا گیا۔ خدا ہی حساب کرنے والا ہے۔

دوسری حدیث کو مستدرک (۱) حاکم میں عبد اللہ بن داؤد واسطی، عبد الرحمن بن انخی، محمد بن منکدر سے اور جابر بن عبد اللہ انصاری سے نقل کیا ہے کہ ایک دن عمر خطاب نے ابوبکر کو آواز دی: اے بعد رسول لوگوں میں سب سے بہتر! تو ابوبکر نے کہا: اگر تم ایسا کہتے ہو تو میں نے رسولؐ سے سنا ہے کہ عمر سے بہتر آدمی پر سورج نے اپنی شعاع نہیں ڈالی۔ ذہبی نے تخلص میں کہا ہے کہ عبد اللہ ضعیف ہیں۔ عبد الرحمن پر اعتراض کیا جاتا ہے، اور یہ حدیث بنائے گئی ہے۔ (۲) علامہ امینی فرماتے ہیں کہ عبد اللہ پر بخاری (۳) کو بھی اعتراض ہے۔ ابوحاتم (۴) اسے قوی نہیں سمجھتے، مہمل حدیثیں بیان کرتا ہے۔ نسائی (۵) اسے ضعیف کہتے ہیں۔ ابن حبان (۶) بہت زیادہ منکر الحدیث سمجھتے ہیں۔ دارقطنی (۷) ضعیف کہتے ہیں۔ رہ گیا عبد الرحمن (۸) تو وہ بھی گناہ ہے۔

مزہ یہ ہے کہ علامہ حریفیش نے روض الفائق (۹) میں اسی جعلی انداز میں امیر المؤمنینؓ اور ابوبکر کی فضیلت میں یہ حدیث لکھ ماری ہے۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ابوبکر اور علیؓ ایک دن حجرہ رسولؐ کی طرف جا رہے تھے تو علیؓ نے ابوبکر سے کہا: آگے بڑھیے کیونکہ آپ ہی سب سے پہلے جنت کا

۱۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۹۰، (ج ۳، ص ۹۶، حدیث ۳۵۰۸، تخلص مستدرک کا بھی یہی حوالہ ہے)۔

۲۔ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۱۲۳، (ج ۲، ص ۶۰۲، نمبر ۵۰۲۳) سنن ترمذی، (ج ۵، ص ۵۷، حدیث ۳۶۸۴)۔

۳۔ تاریخ الکبیر، (ج ۳، ص ۸۲۳، نمبر ۲۲۶)۔

۴۔ البحر والحدیث، (ج ۵، ص ۵۸، نمبر ۲۲۲)۔

۵۔ کتاب الفضلاء والحق وکین، (ص ۱۵۱، نمبر ۳۵۵)۔

۶۔ کتاب البحر وکین، (ج ۲، ص ۳۳)۔

۷۔ تہذیب العذیب، ج ۵، ص ۲۰۰، (ج ۵، ص ۱۷۶)۔

۸۔ لسان المیزان، ج ۳، ص ۳۳۸، (ج ۳، ص ۵۳۳، نمبر ۵۱۰۶)۔

۹۔ الروض الفائق، ص ۳۸۸۔

دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔ تو ابو بکر نے کہا: اے علیؓ! آپ ہی آگے بڑھیے۔ علیؓ نے کہا: میں اس شخص کے آگے کیسے جاسکتا ہوں، جس کے متعلق رسولؐ نے کہا ہو کہ میرے بعد کسی شخص پر سورج نے طلوع و غروب نہیں کیا جو ابو بکر سے افضل ہو۔

یہ سن کر ابو بکر نے کہا کہ میں کیسے آگے بڑھ سکتا ہوں، جس کے حق میں رسولؐ نے فرمایا ہو: ”میں نے خیر النساء کو خیر الرجال کے حوالہ کیا ہے۔“

اس میں علیؓ کی زبان سے ابو بکر کے چھ مناقب بیان ہوئے ہیں، اسی طرح علیؓ کی منقبت میں ابو بکر کی زبان سے حدیث بیان ہوئی۔ اسے سیوطی نے نقل نہیں کیا ہے حالانکہ فضائل ابو بکر میں احادیث کی کتنی بڑھانا، ان کا مطمح نظر تھا، ظاہر ہے کہ اس حدیث کو نہ لکھنے کی وجہ یہی ہے کہ اس کا جھوٹ ہونا بہت واضح ہے۔

ہاں! ہر حدیث گڑھنے والے کا اپنا مخصوص ذوق ہوتا ہے، اور مخصوص سلیقہ! تیسری حدیث کا مہمل پن واضح ہے، یہی حدیث عمر سے بھی مروی ہے، جسے ہم نے جلد ششم میں لکھ کر تبصرہ کیا ہے۔

”ان السمیت یعذب ببکاء الحی“ کا انکار عائشہؓ نے کیا اور کہا کہ یہ قرآن کے مخالف ہے، عدل الہی کے خلاف اور عقل سلیم ماننے پر آمادہ نہیں۔

چوتھی حدیث گڑھی ہوئی تو ہے ہی۔ اس میں خدا کی عظمت و جلالت کو گنہگاروں کی نظر میں سبک کرنے کی سعی کی گئی۔ تاکہ پاپیوں کو منتقم و جبار کی بارگاہ میں جسور بنایا جاسکے، اگر آپ خدا کی بھڑکائی آگ پر غور فرمائیں گے جو سینوں میں اتر جائے گی، جس کے ابد صحن آدمی اور پتھر ہوں گے اور جس سے لوگوں کے چہروں اور پیشانیوں کو داغا جائے گا۔ اور پھر آپ دیکھیں گے کہ خدا نے جہاد سے گرمی کا بہانہ کر کے روگرداں ہونے والوں کو کہا ہے کہ کہہ دو جہنم کی آگ اس سے کہیں زیادہ ہی گرم ہے تو آپ فیصلہ کریں گے کہ اس وضعی حدیث میں امت مرحومہ کو گناہ پر اکسایا جا رہا ہے۔ ذرا دیکھئے تورات کے سنائے میں حضرت امیر المؤمنینؓ اسی جہنم کی تصور سے لرزہ بر اندام ہیں، اپنی ریش اقدس پکڑ کر گریہ فرما رہے

ہیں: ”اے پروردگار! پھر دنیا سے کہتے ہیں کہ میرے سوا کسی اور کو دھوکہ دینا (۱) پھر جہنم کی بھڑکتی آگ سے حمام کی گرمی کا کیا تقابل؟ کیا اسے عقل قبول کر سکتی ہے؟

دانشور کی انتہائی کوشش

ارباب تحقیق نے بڑی تلاش و جستجو کے بعد خلیفہ کی محدثانہ حیثیت پر بھی چند حدیثیں پیدا کی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ۱۰۴ حدیثیں یا ۱۴۲ حدیثیں سمندر میں ایک قطرے کے برابر بھی نہیں۔ نہ اس سے دعائم اسلام استوار ہوتے ہیں۔ ادھر دیکھئے! ابو ہریرہ، انس بن مالک، عبد اللہ بن عمر، ابن عباس، عبد اللہ بن عمرو بن عاص، ابن مسعود... وغیرہ سے تو لاکھوں حدیثیں روایت کی گئی ہیں۔ صرف ابو ہریرہ سے مروی احادیث کو قتی بن مغلہ نے اپنی سند میں جمع کیا ہے، ان کی تعداد پانچ ہزار تین سو ہے۔ (۲)

یہ احمد بن فرات ہیں، جن سے پندرہ (۱۵) لاکھ حدیثیں لکھی گئی ہیں اور ان میں سے تین لاکھ کا انتخاب تفسیر و احکام کے باب میں ہے۔ (۳)

یہ حرمہ بن یحییٰ ہیں، جنہوں نے صرف ابن وہب کے طریق سے ایک لاکھ حدیث روایت کی ہیں۔ (۴) ابو بکر باغندی کو (۵) تین لاکھ احادیث، روح بن عبادہ کو ایک لاکھ احادیث (۶)، حافظ مسلم (۷)

۱۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۸۵؛ الاستیعاب، ج ۲، ص ۴۶۲؛ نمبر ۱۸۵۵؛ ریاض الصغریٰ، ج ۲، ص ۲۱۲، (ج ۳، ص ۱۶۴)
 زحر الاداب قیروانی، ج ۱، ص ۳۸، (ج ۱، ص ۸۷)؛ تذکرۃ الخواص، ص ۲۷، (ص ۱۱۹) مطالب السؤل، ص ۳۳؛
 اتحاف شبراوی، ص ۷، (ص ۲۵)

۲۔ الاصابۃ، ج ۲، ص ۲۰۵ (۱۱۹۰)۔

۳۔ خلاصۃ التجذیب، ص ۹، (ج ۱، ص ۲۷۳، نمبر ۱۰۴)۔

۴۔ خلاصۃ التجذیب، ص ۶۳، (ج ۱، ص ۲۰۳، نمبر ۱۲۸)۔

۵۔ تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۲۱۰۔

۶۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۳۳۲، (ج ۲، ص ۵۹۹، نمبر ۲۸۰)۔

۷۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۵۱، (ج ۲، ص ۵۸۹، نمبر ۶۱۳)۔

کو تین لاکھ، ابو محمد عبدان نے ایک لاکھ، ابن ابی باری کو تین لاکھ (۱)، حافظ ابو زرہ (۲) کو ایک لاکھ، ابن عقدہ (۳) کو تین لاکھ، ابن منصور شیرازی (۴) کو تین لاکھ، ابو داؤد جستانی (۵) کو پانچ لاکھ، امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے عبد اللہ (۶) کو اپنے باپ سے ایک لاکھ، ثعلب بغدادی (۷) کو ایک لاکھ، ابو داؤد (۸) کو ایک لاکھ، بجابی (۹) کو چار لاکھ احادیث مع متن و سند کے یاد تھیں۔

احمد بن حنبل کو ساڑھے سات لاکھ (۱۰) احادیث، حافظ خلی (۱۱) کو پچاس ہزار احادیث، یحییٰ عیسیٰ (۱۲) کو صرف سفیان سے چار ہزار فقط تفسیری احادیث یاد تھیں، حافظ بن ابی عاصم (۱۳) کا کتب خانہ جل گیا تو محض حافظ سے پچاس ہزار حدیثیں یاد تھیں، حافظ ابو قلابہ (۱۴) کو ساٹھ ہزار حدیثیں یاد تھیں، ابو العباس (۱۵) سراج نے مالک کے لئے ساٹھ ہزار حدیثیں لکھیں، ابن راہویہ (۱۶) نے اپنے

۱۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۷، ص ۲۸۸ (ج ۲، ص ۵۴، نمبر ۱۳۶۸)۔

۲۔ شذرات الذہب، ج ۲، ص ۳۱۶ (ج ۴، ص ۱۵۲)۔

۳۔ البدایہ والنہایہ، ج ۱۱، ص ۳۷ (ج ۱۱، ص ۴۴) تہذیب العذیب، ج ۷، ص ۳۳ (ج ۷، ص ۳۰)۔

۴۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۳، ص ۵۶ (ج ۳، ص ۸۳۰، نمبر ۸۳۰)۔

۵۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۳، ص ۲۲ (ج ۳، ص ۹۱۶، نمبر ۸۷۵)۔

۶۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۱۵۳ (ج ۲، ص ۵۹۳، نمبر ۶۱۵)۔

۷۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۲۱۴ (ج ۲، ص ۶۶۵، نمبر ۶۸۵)۔

۸۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۲۱۴ (ج ۲، ص ۶۶۶، نمبر ۶۸۶)۔

۹۔ شذرات الذہب، ج ۲، ص ۱۱۲ (ج ۳، ص ۲۵)۔

۱۰۔ البدایہ والنہایہ، ج ۱۱، ص ۲۶۱ (ج ۱۱، ص ۲۹۶)۔

۱۱۔ مسند احمد آخر جلد اول، مطبوعہ دار صادر بیروت۔

۱۲۔ البدایہ والنہایہ، ج ۱۱، ص ۲۱۷ (ج ۱۱، ص ۲۴۵، حوادث ۳۳۵)۔

۱۳۔ تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۱۲۲۔

۱۴۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۱۹۴ (ج ۲، ص ۶۴۱، نمبر ۶۶۳)۔

۱۵۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۱۳۳ (ج ۲، ص ۵۸۰، نمبر ۶۰۴)۔

۱۶۔ تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۲۵۱۔

حافظ سے ستر ہزار حدیثوں کو املا کرایا، حافظ اسحاق (۱) ستر ہزار، تنوخی (۲) پچاس ہزار، محمد بن عیسیٰ (۳) چالیس ہزار، ابن شاپین (۴) تیس ہزار اور حافظ یزید بن ہارون (۵) نے ۲۴ ہزار حدیثیں سند کے ساتھ یاد کیں۔

اب ذرا اسلام کی جامعیت اور اس کی آئینی سرشاری کو دیکھئے اور پھر ملاحظہ کیجئے کہ ایسے وسیع الذیل دین کے عظیم پیغمبر کی احادیث ان کا جانشین صرف ۱۴۲ عدد یاد رکھتا ہے۔ کیا کسی مسلمان کے لئے یہ احادیث کافی ہو سکتی ہیں؟ یا کسی دانشور کو اپنی تحقیق کے سلسلے میں یہ عدد کچھ معاون ہو سکتا ہے؟

پھر یہ کہ جب خلیفہ کے سامنے کوئی مسئلہ آتا تھا تو چلاتے تھے کہ کون آسمان مجھ پر سایہ فگن ہوگا؟... یا کہتے کہ میں اپنی رائے سے کہہ رہا ہوں اگر غلط ہو تو شیطان کی طرف سے سمجھنا یا کبھی کہتے کہ خدا کی قسم میں تم سے بہتر نہیں ہوں (۶) یا کہتے کہ میں تمہارا حکمران بن گیا ہوں لیکن تم سے بہتر نہیں ہوں (۷)۔ کیا ایسا خلیفہ قرآن و امت کی کوئی مدد کر سکتا ہے؟ کیا ایسا شخص نبی کا قرار ہو سکتا ہے، جس نے کہا ہے کہ خدا

۱۔ تاریخ بغداد، ج ۶، ص ۳۵۲۔ ۲۔ تاریخ بغداد، ج ۶، ص ۳۶۸۔

۳۔ تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۳۹۶۔ ۴۔ تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۲۶۸۔

۵۔ شذرات الذب، ج ۲، ص ۱۶۶ (ج ۳، ص ۳۳۳، حوادث ۲۰۶ھ)۔

۶۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۱۵۱ (ج ۳، ص ۲۱۲) الامامة والسياسة، ج ۱، ص ۱۶۱ (ج ۱، ص ۲۲۲) تاریخ طبری، ج ۳، ص ۲۱۰ (ج ۳، ص ۲۲۳، حوادث ۱۱ھ) صفۃ الصوفی، ج ۱، ص ۹۹ (ج ۱، ص ۲۶۱، نمبر ۲) شرح نوح البلاغ، ج ۳، ص ۸، ج ۳، ص ۱۶ (ج ۶، ص ۲۰، خطبہ ۶۶، ج ۱، ص ۱۵۶، کتاب ۶۳) کنز العمال، ج ۳، ص ۱۲۶ (ج ۵، ص ۵۸۹، حدیث ۱۳۰۵)۔

۷۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۱۳۹ (ج ۳، ص ۱۸۳) المکنی، ابن درید، ص ۲۷، (ص ۱۵) عیون الاخبار الرضا، ج ۲، ص ۲۳۲؛ (مجلد ۱، ج ۵، ص ۲۳۲) تاریخ طبری ج ۳، ص ۲۰۳ (ج ۳، ص ۲۱۰، حوادث ۱۱ھ) سیرہ ابن ہشام ج ۲، ص ۳۳۰ (ج ۲، ص ۳۱۱) تہذیب الکامل، ج ۱، ص ۶؛ العقد الفرید، ج ۲، ص ۱۵۸ (ج ۳، ص ۲۳۸) انجاز القرآن باقلانی، ص ۱۱۵ (ص ۲۰۹) ریاض النضر، ج ۱، ص ۱۶۷ (ج ۲، ص ۲۰۷، ۲۱۹، ۲۱۸) البدایہ والنہایہ، ج ۵، ص ۲۴۷ (ج ۵، ص ۲۶۹) شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۱۳۴ (ج ۲، ص ۵۶، خطبہ ۲۶) تاریخ الخلفاء، ص ۴۷، ۴۸ (ص ۶۷ و ۶۸) السیرۃ الحلبیہ، ج ۳، ص ۳۸۸ (ج ۳، ص ۳۵۹) صفۃ الصوفی، ج ۱، ص ۹۸ (ج ۱، ص ۲۶۰، نمبر ۲)۔

نے جو حکم بھی میرے پاس بھیجا، میں نے تم تک پہنچا دیا، جس چیز سے بھی خدا نے منع کیا، میں نے تمہیں منع کر دیا (۱)۔ خلیفہ جی تو رائے اور قیاس کا دروازہ کھول رہے ہیں جسے رسولؐ نے بند کر دیا تھا۔ میمون کے مطابق اصحاب سے مشورہ کرتے، جو سب کی رائے ہوتی وہی فیصلہ کر دیتے۔ یہ ہے خلیفہ کی حالت اور شان اور یہ ہے ان کا مبلغ علم۔ !!!

ابوبکر کے کچھ اور بھی فیصلے نقل کئے جاتے ہیں، جو اگرچہ کم ہیں لیکن ان کا مبلغ علمی پہچاننے کے لئے کافی ہیں:

۱۔ دادی کے بارے میں خلیفہ کی رائے:

”قیصہ بن دویب سے مروی ہے کہ ایک مرنے والے کی دادی ابوبکر کے پاس آئی اور اپنی میراث کے متعلق ان سے پوچھا۔ ابوبکر نے کہا: نہ تو قرآن میں تمہارا کوئی حق متعین کیا گیا ہے نہ سنت رسولؐ میں۔ جاؤ! اور لوگوں سے اپنی میراث کے بارے میں پوچھو۔ تو اس عورت کو مغیرہ بن شعبہ نے بتایا کہ رسول خداؐ کے پاس ایک دادی آئی تھی، تو آپ نے اسے چھٹا حصہ دیا تھا۔ ابوبکر نے مغیرہ سے پوچھا: کیا کوئی اور بھی تمہاری تائید کرے گا؟ یہ سن کر محمد بن مسلمہ نے مغیرہ کی تائید کی تو ابوبکر نے اسے چھٹا حصہ دیا۔“ (۲)

خلیفہ کو ذرا دیکھئے کہ روزمرہ کے مسائل میں بھی جاہل ہیں اور مغیرہ (۳) جیسا زنا کار اور قوم کا سب سے بڑا جھوٹا، سنت رسولؐ کو بدلنے والا اور کھلواڑ کرنے والا، ان کی رہنمائی کرتا ہے۔ یہ مغیرہ وہی ہے، جس نے عید قربان کی نماز ایک روز پہلے پڑھا دی، اس خوف سے کہ چالیس سال پورے نہ

۱۔ ابی عمر کی کتاب العلم، (ص ۳۲۸، حدیث ۲۰۶۷) مختصر کتاب العلم، (ص ۲۲۲، حدیث ۳۸۴، حدیث ۲۳۹)۔

۲۔ الموطا، ج ۱، ص ۳۳۵ (ج ۲، ص ۵۱۳، حدیث ۴) سنن دارمی، ج ۲، ص ۳۵۹، سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۱۷۱ (ج ۲، ص ۱۲۱، حدیث ۲۸۹۳) سنن ابن ماجہ، ج ۳، ص ۱۶۳ (ج ۲، ص ۹۰۹، حدیث ۲۷۲۳) مسند احمد، ج ۴، ص ۲۲۳ (ج ۵، ص ۲۶۵، حدیث ۱۷۵۱۹) سنن بیہقی، ج ۶، ص ۲۳۳: بدلیۃ المجتہد، ج ۲، ص ۳۷۷: مصابیح السنۃ، ج ۲، ص ۲۲ (ج ۲، ص ۳۹۱، حدیث ۲۷۷۳)۔

۳۔ شرح نچ البلاغ، ج ۳، ص ۱۶۳ (ج ۱۲، ص ۲۳۱، خطبہ ۲۲۳)۔

ہو جائیں (۱) وہ جب بھی منبر پر چڑھتا تھا، تو امیر المؤمنینؓ پر سب و شتم کیا کرتا تھا۔ (۲)

۲۔ دادی نانی کے متعلق خلیفہ کی رائے:

قاسم بن محمد سے مروی ہے کہ ابوبکر کے پاس دادی نانی میراث طلب کرنے آئیں، انہوں نے نانی کو چھٹا حصہ دینا چاہا تو ایک انصاری نے کہا: آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ آپ اسے نظر انداز کر رہے ہیں کہ اگر یہ دونوں مرجائیں تو پورے کا وارث یہی ہوتا۔ یہ سن کر ابوبکر نے چھٹا حصہ دونوں کو دے دیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ سہل یا سہیل نے کہا کہ آپ اسے میراث دے رہے ہیں کہ اگر یہ مرجاتی تو مرنے والا بھی اس کا وارث نہ ہوتا۔ یہ سن کر ابوبکر نے دونوں کو چھٹا حصہ دے دیا۔ (۳)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ نانی دادی کی میراث کے متعلق خلیفہ کی جہالت انتہائی حیرت ناک ہے۔ وہ ایک انصاری کی تنقید پر طرح جلدی اپنی رائے بدلنے پر آمادہ ہو گئے، تنقید پر تو عمل کا تقاضہ تھا کہ ایک نانی کو میراث سے محروم کر دیا جاتا لیکن خلیفہ نے دونوں کو بانٹ دیا۔ اسی کو فقہاء نے اپنے فتوے کی بنیاد بنالی۔ اس حکم کا اصل مرجع مغیرہ کی روایت ہے کہ صرف دادی کو دیا جائے۔ عبرت کا مقام ہے۔ اب رہ گئی انصاری کی رائے کہ صرف دادی کو دیا جائے، وہ بھی قرآن و سنت کے مخالف ہے۔ یہ حکم دراصل اس شعر کی بنیاد پر بنایا گیا ہے:

”بنونا بنو ابنائنا و بناتنا بنوہن ابناء الرجال الاباعد“

”ہمارے بیٹے اصل میں ہمارے بیٹوں کے بیٹے ہیں اور بیٹی کے بیٹے دوسروں کے بیٹے ہیں۔“

۱۔ الآغانی، ج ۱۳، ص ۱۴۲ (ج ۱۶، ص ۹۶)۔

۲۔ رسائل الجاحظ، ص ۹۲، (ص ۳۳۵) الاذکیاء، ص ۹۸، (ص ۱۶۸)۔

۳۔ موطا مالک، ج ۱، ص ۳۳۵ (ج ۲، ص ۵۱۳، حدیث ۵) سنن بیہقی، ج ۶، ص ۲۳۵؛ بدایۃ المجتہد، ج ۲، ص ۳۳۳ (ج ۲، ص ۳۳۸) الاستیعاب، ج ۲، ص ۳۰۰ (ج ۲، ص ۸۳۶، نمبر ۱۳۲۳) الاصابۃ، ج ۲، ص ۳۰۲؛ کنز العمال، ج ۶، ص ۶۹ (ج ۱۱، ص ۲۲، حدیث ۳۰۳۶۶) سنن سعید بن منصور (ج ۱، ص ۵۵، حدیث ۸۱، ۸۲) المصنف عبد الرزاق (ج ۱۰، ص ۲۷۵، نمبر ۱۹۰۸۳) سنن دارقطنی (ج ۴، ص ۹۰ سے ۹۱، حدیث ۷۲، ۷۳)۔

تفسیر ابن کثیر (۱) میں ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے بیٹوں کو عطا کرے یا وقف کرے تو اس سے بہرہ مند صرف اس کے پوتے اور پر پوتے ہی ہوں گے (نواسے پر نواسے نہیں ہوں گے)۔ جو لوگ اس کے قائل ہیں، ان کی بنیاد یہی متذکرہ شعر ہے۔

بغدادی خزائنہ الادب (۲) میں کہتے ہیں کہ معلوم نہیں یہ شعر کس نے کہا ہے؟ حالانکہ یہ شعر گرامر کی کتابوں میں بہت مشہور ہے۔ شرح کرمانی (۳) میں ہے کہ یہ شعر فردق بن غالب کا ہے۔

خدا کی شان، اس سیاسی رائے میں کس قدر وزن پیدا ہو گیا کہ گنہام شاعر کے قول کی بنیاد پر حکم خدا اور حکم رسولؐ کے خلاف گستاخانہ عقیدہ قائم کر لیا گیا کہ نواسے بیٹے نہیں ہوتے۔ حالانکہ قرآن میں آیہ مباہلہ موجود ہے، جو حسن و حسین کے فرزندان رسولؐ ہونے پر نص صریح ہے۔ علاوہ اس کے خدا نے نوح علیہ السلام کے فرزندوں میں عیسیٰؑ کو شمار کیا ہے، جبکہ عیسیٰؑ اپنی ماں کی وجہ سے نوح علیہ السلام کی فرزندی میں آتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَى وَهَارُونَ وَكَذَلِكَ

نَجَّيْنَا الْمُخْسِينَ ۝ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَى وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِنَ الصَّالِحِينَ﴾

تفسیر رازی (۴) میں ہے کہ آیہ مباہلہ حسین کے فرزند رسولؐ ہونے کا ثبوت ہے۔ کیونکہ ”ابنائنا“ کی جگہ پر رسولؐ خدا حسین ہی کو مباہلے میں لے گئے تھے۔ پھر اس کی تائید سورہ انعام کی اس آیت سے ہوتی ہے:

﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَيَحْيَىٰ وَعِيسَى وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِنَ

الصَّالِحِينَ﴾

حضرت عیسیٰؑ نواسے تھے، پوتے نہیں تھے۔

۱۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۱۵۵۔

۲۔ خزائنہ الادب، ج ۱، ص ۳۰۰۔

۳۔ تفسیر کبیر، ج ۲، ص ۳۸۸ (ج ۸، ص ۸۱)۔

۴۔ جامع الشواہد، ص ۹۱ (ج ۱، ص ۳۱)۔

تفسیر قرطبی (۱) میں بھی ہے کہ آیہ مبہلہ سے نواسوں کے فرزند ہونے کا ثبوت ملتا ہے اور عیسیٰ (۲) کو نواسہ ہونے کے باوجود ابراہیم علیہ السلام کا فرزند کہا گیا ہے۔ اسی طرح اولاد فاطمہ بھی ذریت رسول ہوئے۔ اسی لئے بعض دانشوروں کا نظریہ ہے کہ پوتے فرزند کہے جائیں گے۔ ابوحنیفہ اور شافعی کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے فرزندوں کے لئے کوئی چیز وقف کرے تو اس کا فائدہ صرف پوتے اٹھائیں گے، نواسے نہیں۔ وہ لوگ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ﴾ حالانکہ فرزند کی جس طرح پوتوں پر صادق آتی ہے، اسی طرح نواسوں پر صادق آتی ہے۔ تفسیر ابن کثیر (۳) میں ہے کہ:

”ابو حرب بن اسود کہتے ہیں کہ حجاج بن یوسف ثقفی نے یحییٰ بن یسر سے پوچھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اس بات کے قائل ہو کہ حسن و حسین فرزند ان رسول ہیں اور یہ قرآن سے ثابت ہے۔ حالانکہ میں نے پورا قرآن پڑھ ڈالا، کہیں بھی مجھے نہ ملا۔ یحییٰ نے کہا کہ کیا آپ نے سورہ انعام کی آیت پڑھی ہے؟“

﴿وَمَنْ ذُرِّيَّتَهُ دَاوُدَ وَ سُلَيْمَانَ ... وَيَحْيَىٰ وَعِيسَى﴾

حجاج نے کہا: ہاں! پڑھی ہے۔

یحییٰ نے کہا: کیا عیسیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند نہیں ہیں؟ حضرت عیسیٰ کے تو باپ نہیں تھے۔

حجاج نے کہا: ہاں! تم نے سچ کہا۔“

ابن ابی حاتم اس روایت کی بنیاد پر کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی ذریت کے لئے کوئی وصیت کرے یا وقف کرے تو اس سے پوتوں کی طرح نواسے بھی بہرہ مند ہوں گے۔ نواسوں کے فرزند ہونے کا ثبوت قرآن میں تو ہے ہی؛ قول رسول سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ قول رسول ہے:

۱۔ تفسیر قرطبی، ج ۴، ص ۱۰۴ (ج ۴، ص ۶۷)۔

۲۔ تفسیر قرطبی، ج ۴، ص ۳۱ (ج ۴، ص ۲۲ و ۲۳)۔

۳۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۱۵۵۔

”مجھے جبریل نے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسینؑ قتل کیا جائے گا۔ (۱)“

یہ بھی ارشاد ہے:

”میرا یہ فرزند سرزمین عراق پر قتل کیا جائے گا۔ (۲)“

امام حسینؑ کے لئے فرمایا: ”میرا یہ فرزند سردار ہے۔“ (۳) حضرت علیؑ کے لئے فرمایا: ”یہ میرے دونوں فرزندوں کے باپ اور میرے بھائی ہیں۔ (۴)“... بے شمار اقوال رسولؐ ہیں۔
امام حسنؑ فرماتے ہیں:

”انا ابن النبی انا ابن البشیر۔“ (۵)

امام حسنؑ نے ابو بکر سے کہا:

”میرے باپ کی جگہ سے اتر آ!“ وہ رسولؐ کی جگہ بیٹھا ہوا تھا۔ (۶) وصیت کی کہ مجھے میرے باپ کے پہلو میں دفن کرنا۔ (۷)

امام حسینؑ نے عمر کو منبر پر دیکھ کر فرمایا: میرے باپ کی جگہ سے اتر آ! (۸)

۱۔ طبقات ابن سعد، قسم شرح حال امام حسینؑ، غیر مطبوعہ، حدیث ۲۶۸؛ مستدرک علیٰ التحسین، ج ۳، ص ۱۷۷ (ج ۳، ص ۱۹۴، حدیث ۳۸۱۸) اعلام النبوة، مادودی، ص ۸۳ (ص ۱۳۷) ذخائر العقبیٰ، ص ۱۳۸؛ الصواعق المحرقة، ص ۱۱۵ (ص ۱۹۲)۔

۲۔ دلائل النبوة، ابی نعیم، ج ۳، ص ۲۰۲ (ج ۲، ص ۷۱۰، حدیث ۳۹۳) ذخائر العقبیٰ، ص ۱۳۶۔

۳۔ المسند رک علیٰ التحسین، ج ۳، ص ۱۷۵ (ج ۳، ص ۱۹۱، حدیث ۳۸۰۹) اعلام النبوة، مادودی، ص ۸۳ (ص ۱۳۷) تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۱۵۵۔

۴۔ ذخائر العقبیٰ، ص ۲۶۔

۵۔ المسند رک علیٰ التحسین، ج ۳، ص ۱۷۲ (ج ۳، ص ۱۸۸، حدیث ۳۸۰۲) شرح فتح البلاء، ج ۴، ص ۱۱۱ (ج ۱، ص ۳۰، کتاب ۳۱) الاتحاف، ص ۵ (ص ۳۸)۔

۶۔ ریاض الصغرة، ج ۱، ص ۱۳۹ (ج ۱، ص ۱۷۵) شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۱۷۱ (ج ۶، ص ۳۲، خطبہ ۶۶) الصواعق المحرقة، ص ۱۰۸ (ص ۱۷۷)۔

۷۔ الاتحاف، ص ۱۱ (ص ۳۸)۔

۸۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۴، ص ۳۲۱ (ج ۱، ص ۱۷۵، نمبر ۱۵۶۶، مختصر ابن عساکر، ج ۷، ص ۱۷۷)۔

ابن عباس کا قول ہے: یہ دونوں (حسن و حسین علیہما السلام) فرزند ان رسول ہیں۔ (۱)
اسی طرح زہیر قین، فرزدق، ابو عاصم، ابراہیم بن علی، ابوتمام طلائی، دعیل خزاعی، حمانی، تنوخی،
ناشی، صوری، مہیار دیلمی، ابن جابر اور شبراوی امام حسن و حسین کے فرزند رسول ہونے کا اقرار کرتے
ہیں۔ (۲) پھر خلیفہ کے لئے کیا گنجائش ہے کہ وہ ایک انصاری کی بات پر اپنی رائے بدل دیں؟ یا فقہاء کو
کیا حق پہنچتا ہے کہ ایک گناہم شعر پر بھروسہ کر کے قرآن و سنت کی خلاف ورزی کریں۔

۳۔ قطع سارق کے متعلق خلیفہ کی رائے:

صفیہ بنت ابی عبید سے مروی ہے کہ ”ابوبکر کے زمانے میں ایک ایسے شخص نے چوری کی جس کا
ایک ہاتھ اور ایک پیر کٹا ہوا تھا۔ ابوبکر نے ارادہ کیا کہ ایک پیر کاٹ دیا جائے اور ہاتھ رہنے دیا جائے
تاکہ اپنی ضروریات پوری کر سکے اور طہارت کر سکے۔ عمر نے مخالفت کرتے ہوئے کہا: نہیں خدا کی قسم!
اس کا دوسرا ہاتھ بھی کاٹ دینا چاہئے۔ یہ سن کر ابوبکر نے دوسرا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔“ (۳)
اور قاسم بن محمد سے مروی ہے کہ ابوبکر نے اس چور کے پیر کاٹنے کا حکم دیا تھا۔ عمر نے کہا کہ سنت
کے مطابق اس کا ہاتھ کاٹنا چاہئے۔ (۴)
تعب ہے کہ خلیفہ کو چور کی سزا تک نہیں معلوم۔ جبکہ معاشرتی امن عامہ کے سلسلے میں یہ چیز انتہائی
ضروری ہے۔ پھر یہ ہے کہ جن صاحب نے اس وقت مشورہ دیا تھا خود اپنے زمانے میں بھول گئے
تھے۔ (۵)

۱۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۴، ص ۲۱۲، ۲۱۳ (ج ۱۳، ص ۲۳۹، نمبر ۱۳۸۳) (ج ۱۴، ص ۱۷۹، نمبر ۱۵۶۶)
۲۔ جمرۃ خلب العرب، ج ۲، ص ۳۰ (ج ۲، ص ۳۸، نمبر ۳۳۳) زیر الآداب، قیروانی، ج ۱، ص ۸۰ (ج ۱، ص ۱۲۷)
ص ۸۱ (ج ۱، ص ۱۲۹) دیوان صوری، ج ۱، ص ۳۰۹: دیوان میار دیلمی، ج ۲، ص ۱۸۳ (ج ۳، ص ۵۰) الاتحاف بحب
الاشراف، ص ۱۰۷۔

۳۔ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۲۷۳ و ۲۷۴۔

۴۔ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۲۷۳ و ۲۷۴۔

۵۔ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۲۷۳؛ کنز العمال، ج ۳، ص ۱۱۸ (ج ۵، ص ۵۵۳، حدیث ۱۳۹۲۸)۔

۴۔ دادا کے بارے میں خلیفہ کی رائے:

ابن عباس، عثمان، ابوسعید اور ابن زبیر کہتے ہیں کہ ابو بکر دادا کو باپ کی جگہ پر قرار دیتے ہیں (۱) یعنی دادا کے ہوتے ہوئے بھائی کو میراث نہیں دیتے تھے، جس طرح باپ کے ہوتے ہوئے بھائی بہن کو نہیں دیا جاتا۔

تبرہ علامہ امینی:

خلیفہ کی یہ رائے قرآن و سنت کے مطابق نہیں تھی نہ کسی صحابی رسولؐ نے اس پر عمل کیا۔ ان کی زندگی میں کسی صحابی نے دادا کی میراث کے سلسلے میں ان کی ہمنوائی نہیں کی۔ جس سے ان کے نظریہ کی تائید ہوتی اور کہا جاسکتا کہ کسی صحابی نے زمانہ ابو بکر میں ان کے نظریہ کی مخالفت نہیں کی۔ (۲) سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے بھائی کے ہوتے دادا کو میراث دے دی۔ اس وقت علیؓ اور زیدؓ نے کہا: ایسا آپ کو نہیں کرنا چاہئے۔ اس کی تفصیل ہم جلد ششم میں پیش کر چکے ہیں (۳)۔ سب سے پہلے میراث کے معاملے میں عمر ہی نے مخالفت کی۔ مزہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ، عمرؓ، عثمانؓ، ابن عمرؓ، زیدؓ اور مسعودؓ کے برخلاف بھائی کو میراث دیتے تھے (۴)۔ یہی قول مالک، اوزاعی، ابو یوسف اور شافعی وغیرہ کا ہے۔ (۵)

خلیفہ اول کی تائید میں اہل سنت نے جو بات بتائی ہے، اس میں قرآن کی دو آیتیں ہیں۔ کہتے



- ۱۔ صحیح بخاری، باب میراث الحد (ج ۶، ص ۲۳۷) سنن داری، ج ۲، ص ۳۵۲؛ احکام القرآن ج ۱، ص ۹۴ (ج ۱، ص ۸۲) سنن بیہقی، ج ۶، ص ۲۳۶؛ تاریخ الخلفاء، ج ۱، ص ۶۵ (ص ۹۰)
- ۲۔ صحیح بخاری، باب میراث الحد (ج ۶، ص ۲۳۷) تفسیر قرطبی، ج ۵، ص ۶۸ (ج ۵، ص ۳۶)
- ۳۔ سنن داری، ج ۲، ص ۳۵۴؛ سنن اکبری، ج ۶، ص ۲۳۷؛ مستدرک علیٰ الصحیحین، ج ۴، ص ۳۴۰ (ج ۴، ص ۳۷۷) حدیث (۷۹۸۳) مصنف عبدالرزاق (ج ۱، ص ۱۰۰) حدیث (۲۶۳) مجمع الاوسط، (ج ۵، ص ۱۳۵) حدیث (۳۹۱۴) مجمع الزوائد، ج ۴، ص ۲۲۷؛ کنز العمال، ج ۶، ص ۱۵۱ (ج ۱۱، ص ۵۷۷) حدیث (۳۰۶۱۱) شرح نہج البلاغہ، ج ۱، ص ۶۱۱ (ج ۱، ص ۱۸۱، خطبہ ۳)

- ۴۔ صحیح بخاری (ج ۶، ص ۲۳۷) سنن داری، ج ۲، ص ۳۵۴؛ بدایہ المجتہد، ج ۲، ص ۲۴۰ (ج ۲، ص ۲۳۳)
- ۵۔ احکام القرآن ج ۱، ص ۹۴ (ج ۱، ص ۸۲) تفسیر قرطبی، ج ۵، ص ۶۸ (ج ۵، ص ۳۶)

ہیں کہ دادا کا اطلاق باپ پر ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے کہ ﴿مِلَّةَ اٰبِیْکُمْ اِبْرٰہِیْمَ﴾ ”تمہارے باپ ابراہیم کی امت۔“ یا قرآن میں ہے کہ ﴿یٰہٰ اٰدَمُ!﴾ ”اے آدم کے بیٹو!“۔ ان آیتوں میں دادا کو حقیقی باپ کہا گیا ہے۔ حالانکہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان آیات سے باپ اور دادا ایک حکم میں نہیں آسکتے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ دادی پر ماں اطلاق حقیقی طور سے ہوتا ہے؟ اے ”ام علیا“ کہا جاتا ہے۔ (۱) لیکن دونوں ایک حکم میں نہیں ہیں۔ ماں کو قرآن و سنت کی روشنی میں ایک تہائی دیا جاتا ہے اور دادی کو چھٹا حصہ۔

اگر خلیفہ جی کی اس رائے میں ذرا بھی وزن ہوتا تو صحابہ اس کی تائید کرتے یا عمل کرتے۔ لیکن کسی صحابہ نے عمل نہیں کیا۔ عمر، حضرت علیؓ اور زید نے مخالفت بھی کی داری (۲) نے روایت کی ہے کہ حسن بصری کہتے تھے: دادا کے متعلق بات ختم ہو چکی ہے۔ ابوبکر دادا کو باپ قرار دیتے تھے لیکن اب لوگوں کو اختیار ہے، یعنی وہ خلیفہ کی سنت کو چھوڑ کر سنت رسولؐ پر عمل کر سکتے ہیں۔

۵۔ بہتر کے ہوتے ہوئے، کمتر کو حکمران بنانے کے متعلق خلیفہ کی رائے

حلبی سیرت نبویہ (۳) میں لکھتے ہیں کہ ابوبکر کی رائے میں بہتر کے ہوتے ہوئے کمتر کو حکمران بنانا جائز تھا اور یہ اہل سنت کے نزدیک صحیح ہے کیونکہ دینی مصلحتوں کے سلسلے میں یہ چیز زیادہ وقیع ثابت ہوئی ہے۔ وہ کمتر شخص معاملات کے انتظام و انصرام اور ریعتی خبر گیری کے سلسلے میں زیادہ بہتر ثابت ہوا ہے۔ اصل میں حلبی نے ابوبکر، عمر اور ابوعبیدہ کی ذاتی برتری کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ حضرت ابوبکر کا قول ہے: ان میں سے (عمر اور ابوعبیدہ) جس کا جی چاہے اسکی بیعت کر لو۔

ابوبکر کے قول ”میں تم پر حکمران تو بن گیا ہوں، لیکن تم سے بہتر نہیں ہوں۔“ اس کی صفائی میں

۱۔ تفسیر قرطبی، ج ۵، ص ۶۸، (ج ۵، ص ۶۶)

۲۔ سنن داری، ج ۲، ص ۳۵۳۔

۳۔ السیرۃ الحلبیۃ، ج ۳، ص ۳۸۶، ج ۳، ص ۳۵۸۔

باقلائی اپنی کتاب تمہید (۱) میں لکھتے ہیں کہ ممکن ہے وہ سمجھتے ہوں کہ امت کا خیال زیادہ صحیح ہو، کیونکہ اہل سنت دلیل دیتے ہیں کہ مفسول کی امامت بعض حالات میں جائز ہے، فاضل اور بہتر کو روک دیا جائے گا۔ اسی لئے ابو بکر نے انصار سے کہا کہ میں نے عمر اور ابو عبیدہ کو پسند کیا ہے، ان میں سے جس کی چاہے بیعت کرلو۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ ابو عبیدہ ان سے افضل نہیں ہیں، عثمان و علی بھی ان سے افضل ہیں۔ لیکن چونکہ ابو بکر نے دیکھا کہ ان پر سب کا اجماع ہے اور فتنہ دب رہا ہے، اس لئے خلافت قبول کر لی۔

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ خلافت کے بارے میں ہم شیعوں کی رائے ہے کہ نبوت کی طرح امامت بھی الہی منصب ہے۔ فرق یہ ہے کہ رسول مشرع اور وحی الہی سے مخصوص ہوتا ہے اور خلیفہ کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ شریعت کی تبلیغ و بیان کے فرائض انجام دیتا ہے، مجمل کی تفصیل کرتا ہے، الہی باتوں کی تفسیر کرتا ہے، کلمات کو مصداق کے مطابق بیان کرتا ہے، جس طرح نبی تنزیل قرآن کے لئے جنگ کرتا ہے، خلیفہ تاویل قرآن کے لئے جنگ کرتا ہے۔ (۲) اس کے علاوہ جو باتیں نبی موقع نہ ہونے یا لوگوں کے آمادہ نہ ہونے کی وجہ سے ظاہر و واضح نہیں کرتا، اسے خلیفہ ظاہر و واضح کرتا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی باتیں ہیں، یہ تمام باتیں لطف الہی ہیں جو خدا کی طرف سے بندوں پر قرب طاعت و بعد معصیت کے سلسلے میں لازم ہیں۔ اسی لئے انہیں خلق کے بندگی کا مطالبہ کیا اور جو کچھ نہیں جانتے تھے انہیں بتایا۔ انہیں جانوروں کی طرح نہیں چھوڑ دیا کہ وہ کھائیں اور اپنی آرزوؤں میں مست رہیں بلکہ انہیں اپنی معرفت کے لئے خلق کیا ہے تاکہ اس راستے وہ خوشنودی خدا حاصل کر سکیں اور انبیاء اور کتابوں کو بھیج کر اور وحی نازل کر کے یہ راہ آسان بنائی۔ چونکہ نبی کی زندگی رہتی دنیا تک نہیں ہوتی تھی، اور نہ وہ ہمیشہ زندہ رہنے

۱۔ التہمید، ص ۱۹۵۔

۲۔ اس کی طرح پیغمبر اسلام ﷺ نے یوں اشارہ کیا ہے: ”جب آپ نے اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ تمہارے درمیان وہ ہے جو تاویل قرآن پر اسی طرح جنگ کرے گا، جس طرح میں تنزیل قرآن پر جنگ کر رہا ہوں، تو ابو بکر نے پوچھا تھا کہ وہ میں ہوں یا رسول اللہ ﷺ آپ نے جواب دیا: نہیں! عمر نے پوچھا: میں ہوں؟ حضرت نے جواب دیا: نہیں! اس سے مراد وہ ہے جو جو تیاں ناک رہا ہے۔ اس وقت حضرت نے علیؑ کو اپنی جو تیاں ناکنے کے لئے دی تھیں۔“ ملاحظہ فرمائیے! المسد رک علیؑ الحسین (ج ۳، ص ۱۳۲، حدیث ۳۶۲۱) مجمع الزوائد (ج ۹، ص ۱۳۳) مزید تفصیل آگے بیان ہوگی۔

والے تھے۔ لیکن ان کی شریعت زیادہ عرصے باقی رہنے والی ہوتی تھی، اسی طرح خاتم النبیینؐ کی شریعت رہتی دنیا تک باقی رہنے والی ہے۔

اس لئے رسولؐ کے انتقال کے بعد جن کی تکمیل نہیں ہو سکی ہے یا جن شرعی احکام کی تبلیغ نہیں ہو سکی ہے یا جن احکام کی تبلیغ کے سلسلے میں مصلحت تاخیر کا مطالبہ کرتی ہے، ان باتوں کے سلسلے میں امت کو یوں ہی چھوڑ دینا نامعقول ہے۔ خدا پر لازم ہے کہ اپنی شریعت کی تکمیل و تبلیغ کا بندوبست کرے۔ ملحدوں کے شبہات ختم کرنے، جہالت کا قلع قمع کرنے، دشمنان دین کو تلوار سے ختم کرنے اور امت کو زبان دہاتھ کی کچی سے باز رکھنے کا بندوبست کرے۔ ظاہر ہے کہ یہ بات عنایت پروردگار سے بعید ہے کہ امت کو بے مہار چھوڑ دے گا، ان کے خیر و سعادت کا انتظام خدا پر لازم ہے۔ اس نے کچھ ایسی ذوات مقدسہ کو منتخب فرمایا جو بار رسالت کو جانشین کی حیثیت سے اٹھا سکیں۔ ان کی خلافت و جانشینی کا زبان رسولؐ سے اعلان کر دیا تاکہ امت بے مہار نہ رہ جائے۔ کیا آپؐ نے عبد اللہ بن عمر کو نہیں دیکھا جو اپنے باپ سے کہتے ہیں کہ لوگ چرچا کر رہے ہیں کہ آپؐ کسی کو اپنا جانشین نہیں بنانا چاہتے۔ اگر کوئی چرچا کرے جو پایوں کے ریوڑ کو بغیر نگہبان کے چھوڑ کر چلا جائے تو آپؐ اس ریوڑ کے زبان کا الزام عائد کریں گے۔ حالانکہ آدمیوں کا معاملہ جانور سے زیادہ اہم ہے۔ اگر آپؐ خدا سے ملاقات کریں گے تو کیا جواب دیں گے؟ (۱) عائشہؓ نے بھی ابن عمرؓ سے یہی کہا: بیٹا! میرا اسلام عمر کو پہونچا دینا اور ان سے کہنا کہ امت کو بغیر چرچا ہے کہ نہ چھوڑیں، کسی کو جانشین ضرور نامزد کر دیں کیونکہ مجھے ان کے بعد فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ (۲) عبد اللہ بن عمرؓ کا اپنے باپ سے ایسا ہی ایک اور مفہوم نقل کیا گیا ہے۔ (۳) اور یہ معاویہ بن ابی سفیان اسی مسلمہ حکم عقلی کے تحت استدلال کر کے یزید کی بیعت لے رہے ہیں اور وہ کہتے ہیں: مجھے

۱۔ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۱۳۹؛ صحیح مسلم (ج ۲، ص ۱۰۲)، حدیث ۱۲، کتاب الامارہ (ابن جوزی کی سیرۃ عمر، ص ۱۹۰) (ص ۱۹۵) ریاض الصغرة، ج ۲، ص ۷۲، (ج ۲، ص ۳۵۳) حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۲۴؛ فتح الباری، ج ۱۳، ص ۱۷۵ (ج ۱۳، ص ۲۰۶)

۲۔ الامامة والسياسة، ج ۱، ص ۲۲ (ج ۱، ص ۲۸)

۳۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۲۳۹ (ج ۳، ص ۳۳۳)

ڈرے کہ امت محمد کو اپنے بعد یوں چھوڑ جاؤں جیسے بغیر چرواہے کے ریوڑ۔ (۱)

سوال یہ ہے کہ یہی مسلمہ دلیل عقلی رسول اعظم کے سلسلے میں بھی استدلال کیوں نہیں کی جاتی کہ آپ نے امت کو بغیر کسی جانشین کے نہیں چھوڑا ہوگا! مجھے نہیں معلوم... اور یہ بھی جائز نہیں کہ جانشین رسول کے انتخاب کا معاملہ امت کے حوالہ یا ارباب حل و عقد کے حوالے کر دیا جائے، کیونکہ عقل سلیم کا فیصلہ ہے کہ جانشین رسول کو بالکل رسول کی طرح عصمت اور روحانی تقدس سے آراستہ ہونا چاہئے تاکہ وہ خواہشات نفسانی سے دور رہے۔ اس کے پاس ایسا علم ہونا چاہئے کہ احکام خداوندی سے بھٹکنے کا اندیشہ نہ رہے۔ اس صورت حال میں غیب کی باتوں سے ناواقف امت اگر کسی کو منتخب کرے تو اس سے محض غلطی ہی کا امکان ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ نے ہزاروں ہزار میں سے ستر کو منتخب فرمایا اور جب وہ میقات میں پہنچے تو یہی خدا رسیدہ افراد نامعقول بات کہنے لگے کہ ہم خدا کو ظاہر بظاہر دیکھنا چاہتے ہیں۔ پھر بھلا بازاری اور مادہ پرست لوگ کسی کو منتخب کریں گے تو وہ ان سے بہتر کیسے ہو جائے گا؟ ظاہر ہے کہ وہ بھی انہیں کی طرح ہوگا، جو انہیں تباہی کے گھاٹ لگا دے گا، خود نادانستہ طور پر گناہ میں مبتلا ہوگا، سوال کا صحیح جواب نہ دے گا۔ جو منہ میں آئے گا کہے گا۔ نتیجہ میں وہ امت معاویہ اور یزید جیسے لوگوں کی بیعت پر مجبور ہو جائے گی۔ اسی وجہ سے خدائے مہربان نے انتخاب خلیفہ کا اختیار بندوں کو نہیں بخشا ہے کیونکہ انہیں ظلم و جہول پیدا کیا ہے۔ ”آگاہ ہو جاؤ! خدا ہی جانتا ہے، جسے پیدا کیا ہے اور وہ لطیف و خبیر ہے اور تمہارا پروردگار جسے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور منتخب کرتا ہے۔ بندوں کے ہاتھ میں اختیار نہیں دیا ہے۔ کسی مومن یا مومنہ کے لئے مناسب نہیں کہ جب خدا کسی بات کا فیصلہ کر لے تو وہ معاملات میں خود مختار ہو جائیں اور جس نے خدا اور رسول کی نافرمانی کی، وہ واضح گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔“

خود رسول نے بھی ابتدائی زمانے ہی سے اس کا اعلان کر دیا تھا۔ جب قبائل کو دین کی دعوت دی تو بنی عامر کے قبیلے نے دعوت قبول کی۔ اس میں سے ایک شخص بولا: کیا ہماری اتباع کے بعد جب دین استوار ہو جائے گا، مخالفین ختم ہو جائیں گے تو آپ کے بعد اس میں ہمارا بھی حق ہوگا؟ رسول خدا نے

فرمایا: یہ امر خدا ہے، وہ جسے چاہے گا متعین فرمادے گا۔ (۱)

لوگوں کو انتخاب کا اختیار کیسے دیا جاسکتا ہے جبکہ ان کے اغراض و مقاصد جدا عادی و میلانات الگ الگ اور خواہشات متفرق ہیں۔ انتخاب کے سلسلے میں ان اختلافات و افتراقات کے نظارہ دیکھنے میں آئیں گے، گروہ بندیاں اور شخصیت پرستیاں ابھر کر سامنے آئیں گی۔ یہ چیز انسانیت کے اول ایام سے منظر عام پر آچکی ہیں۔

یہ انتخاب اول روز ہی سے کا شکار رہا، حرماتوں کا زیان، حقوق کی پامالی اور حقائق کا تیا پانچ ہوتا رہا۔ نتیجہ میں جن کا کوئی اخلاق نہیں تھا اور جن کی کوئی حیثیت نہیں تھی، وہ بھی حقدار خلافت بن گئے۔ دلال، گورکن، آزاد کردہ، شرابی و جواری کبھی خلافت کی لائن میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ بندگان خدا کو غلام بنایا، مال خدا کو قیمت سمجھا اور کتاب خدا کے ساتھ دعا کر کے دین خدا کو بدل دیا۔

ان تمام باتوں کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ خلیفہ کو تمام امت سے افضل ہونا چاہئے، کیونکہ اگر اس کے عہد میں لوگ اس کی فضیلتوں کے ہم پایہ ہوں گے یا بہتر ہوں گے تو ترجیح بلا مرجع لازم آئے گی اور؟ ماری جانے لگے گی یعنی یہ کہ اگر امام فضیلت میں کم ہوا تو ممکن ہے کہ دانش و بصیرت کے رخنہ سے عظیم فتنہ پیدا ہو جائے۔ زیادہ عالم کو کم عالم کا محتاج ہونا پڑے۔

اس لئے جانشین رسول کو رسول کے مثل ہونا چاہئے تاکہ لوگ اس سے استفادہ کریں اور وہ دین کی استواری کے لئے کوشاں ہو، لوگوں کی اصلاح کرے، بیہودگیوں کا قلع قمع کرے۔ اس بنیاد پر خلیفہ کا افضل ہونا ضروری ہے۔

”تم کہہ دو کہ کیا عالم و جاہل برابر ہیں؟ تم کہہ دو کیا اندھا اور بینا برابر ہو سکتا ہے؟ کیا تاریکی و روشنی یکساں ہے؟ کیا وہ شخص جو حق کی ہدایت کرتا ہے، اس کی پیروی مناسب ہے یا اس کی جو بغیر راہ

۱۔ سیرۃ ابن ہشام، ج ۲، ص ۳۲ (ج ۲، ص ۶۶) اروض الاف، ج ۱، ص ۲۶۲ (ج ۲، ص ۳۹، ۳۸) بیچہ الحافل، ج ۱، ص ۱۳۸؛ السیرۃ الخلیفۃ، ج ۲، ص ۳؛ سیرۃ زینی و حلان، ج ۱، ص ۳۰۲ (ج ۱، ص ۱۳۷) مطبوع بر حاشیہ سیرۃ خلیفہ؛ حیاة محمد، ص ۱۵۲ (ص ۲۰۱، ۲۰۲)؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کیسے فیصلے کرتے ہو؟“

جمہور کے نزدیک خلافت

اہل سنت کے نزدیک ہمارے متذکرہ نقطہ نظر سے الگ، خلافت ایک دوسری ہی چیز ہے۔ ان کے خیال میں خلیفہ ایک نگہبان کی حیثیت سے ہوتا ہے، جو چور کے ہاتھ کاٹتا ہے، قاتل سے قصاص لیتا ہے، سرحدی حفاظت اور امن عامہ کا ذمہ دار ہوتا ہے، اس کا بدکرداری سے پاک ہونا ضروری نہیں، اس کی فاحش حرکات پر انگلی نہیں اٹھائی جاسکتی، نہ جہالت پر عیب لگایا جاسکتا ہے، اسے شریفانہ اخلاق سے آراستہ ہونا بھی ضروری نہیں۔

باقلائی تمہید (۱) میں کہتے ہیں:

باب: ”ایسے امام سے گفتگو جس سے بیان باندھنا لازم ہوتا ہے“۔ اگر کوئی کہے کہ بتاؤ تمہارے نزدیک اس امام کی صفت کیا ہے جس سے بیان باندھا جاتا ہے؟ تو جواب دیا جائے گا کہ اس میں مندرجہ ذیل صفات ہونے چاہئے:

”وہ قریشی ہو، اسے اس قدر علم ہو کہ مسلمان کے درمیان فیصلہ کر سکے، جنگی امور میں بصیرت رکھتا ہو، فوجی انتظام کر سکے، سرحدی تحفظ اور ملکی وقوی حفاظت کر سکے، ظالم سے انتقام اور مظلوم سے بدلہ لے سکے اور اسی سے متعلق دوسری مصالح۔“

اور یہ کہ وہ اقامتِ حدود کے سلسلے میں نرمی یا جانبداری کا مظاہرہ نہ کرے، سزا دینے میں بے تاب نہ ہو، وہ علم و دانش جیسے صفات میں برتری رکھتا ہو؛ لیکن کوئی عارضی مرحلہ درپیش ہو تو بہتر کے بجائے کمتر کو ترجیح دے دے اور ضروری نہیں کہ وہ معصوم بھی ہو، نہ غیب کا علم رکھتا ہو اور نہ قوم میں سب سے بڑا بہادر ہو، نہ صرف بنی ہاشم سے تعلق رکھتا ہو۔

آگے لکھتے ہیں: اگر کہا جائے کہ کیا اس کے علم کی قوم کو احتیاج ہونی چاہئے تو ہم کہیں گے نہیں کیونکہ وہ اور اس کے علاوہ دوسرے مسلمان علم شریعت کے معاملے میں برابر ہیں۔ اگر کہا جائے کہ پھر

امام کیوں بنایا جائے؟ تو جواب دیا جائے گا کہ میرے متذکرہ بیان کی روشنی میں فوجی انتظام، سرحدی حفاظت، ظالم سے انتقام اور مظلوم کی داد رسی، اقامہ حدود، مال غنیمت کی تقسیم وغیرہ کے لئے اگر یہ فرائض انجام نہیں دیتا تو قوم کو چاہئے کہ اسے راہ راست پر لائیں اور واجبی مواخذہ کریں۔

آگے لکھتے ہیں کہ جمہور اور اصحاب حدیث کا فیصلہ ہے کہ امام اپنی بدکرداری و ظلم کی وجہ سے معزول نہیں ہوتا۔ ہر چند وہ مال غضب کرے، لوگوں کی جان سے کھیلے، حقوق ضائع کرے، حدود معطل کرے۔ ان متذکرہ غلطیوں پر بھی اس کے خلاف بغاوت نہیں کی جاسکتی، بلکہ اسے سمجھانا بچھانا چاہئے، ڈرانا چاہئے، اس سلسلے میں رسول خدا اور صحابائے کرام سے بہت سی حدیثیں مروی ہیں کہ ہر حال میں امام کی اطاعت واجب ہے، چاہے وہ ظلم و ستم کرے، چاہے لوگوں کی غارت گری کرے۔ حدیث رسولؐ ہے: امام کی بات سنو اور اطاعت کرو، چاہے وہ بندہ اجدرع ہی ہو، بندہ حبشی ہو اور ہر نیک و بد کار کے پیچھے نماز پڑھو۔ یہ بھی روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: امام کی اطاعت کرو چاہے وہ تمہارا مال چھین لے، تمہاری پیٹھ توڑ دے اور قیام نماز کے سلسلے میں اس کی اطاعت کرو۔ اس مفہوم کی بہت سی حدیثیں مروی ہیں۔

اور پھر آگے لکھتے ہیں: اور یہ بھی لازم نہیں کہ اگر دوسرا افضل شخص دستیاب ہو جائے تو اس مفضول امام کو معزول کر دیا جائے اور فاضل کو امام بنا دیا جائے۔ اگر شروع بیعت میں فاضل موجود ہو تو مفضول کے بجائے فاضل کو بنایا جائے گا۔ کیونکہ دینی معاملے میں فضیلت کی زیادتی اثر انداز نہیں ہوتی، نہ اسے معزول کیا جائے گا۔ چنانچہ ہمارے اصحاب متفق ہیں کہ بدکرداری کی وجہ سے امام کو معزول نہیں کیا جائے گا۔ (۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ باقلانی کی تائید میں بہت سی روایات ہیں کہ اگر امام بدکردار اور بے ایمان ہو لیکن ہر حال میں اس کی اطاعت لازم ہے۔

ایک حدیث حذیفہ سے ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ میرے بعد ایسے خلفاء ہوں گے، جو میری ہدایت کی طرف ہدایت نہ کریں گے۔ نہ میری سنت کے مطابق عمل کریں گے۔ وہ آدمی کے پیکر میں

شیطانِ دل رکھتے ہوں گے۔ (۱)

دوسری حدیث عوف سے ہے کہ جس میں نیک و بد اماموں کی تعریف ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:؟ (۲)

تیسری حدیث سلمہ بن یزید سے ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: غاصب اماموں کی ہر حال میں اطاعت کرو، ان کا گناہ ان کے سر اور تمہارا گناہ تمہارے سر۔ (۳)

چوتھی حدیث مقدم سے ہے کہ اس میں بھی یہی مفہوم بیان کیا گیا ہے۔ (۴)

پانچویں روایت عمر کا قول ہے: اے ابوامیہ! شاید تم میرے بعد زندہ رہو، تو ہر حال میں امام کی اطاعت کرتے رہو، چاہے وہ غلام حبشی ہی ہو، اگر وہ مارے تو صبر کرو اور اگر کوئی حکم دے تو ثابت قدم رہو، تمہیں محروم رکھے تو صبر کرو، ظلم کرے تو صبر کرو۔ اگر تمہارے دین کو نقصان پہنچائے تو تب بھی کہو کہ میں دل و جان سے آپ کی اطاعت کرتا ہوں، میری جان آپ کے حوالے ہے، دین نہیں۔ (۵)

انہیں احادیث کی بنیاد پر محدثین نے ابواب قائم کر کے والیان امر کی ہر حال میں اطاعت کی نشان دہی کی ہے۔ فقہاء نے فتوے دیئے ہیں کہ ان کے خلاف بغاوت حرام ہے۔ متکلمین کہتے ہیں کہ ان کے فسق و ظلم کے باوجود انہیں معزول نہیں کیا جائے گا، چاہے حقوق معطل ہوں، صرف وعظ و توقیف سے کام لیا جائے گا۔ (۶)

علامہ امینی فرماتے ہیں: پھر عائشہ و طلحہ و زبیر اور ان کے جڑ گے جنہوں نے امیر المومنین کے خلاف بغاوت کی، آخر کیا عذر رہ جاتا ہے؟ مان لیا کہ علیؑ نے قاتلان عثمان کو پناہ دی اور معاذ اللہ حدود معطل

۱۔ صحیح مسلم، ج ۲، ص ۱۱۹ (ج ۲، ص ۱۲۳، حدیث ۵۲، کتاب الامارہ) سنن بیہقی، ج ۸، ص ۱۵۷۔

۲۔ صحیح مسلم، ج ۲، ص ۱۲۳ (ج ۲، ص ۱۴۹، حدیث ۶۶، کتاب الامارہ) سنن بیہقی، ج ۸، ص ۱۵۹۔

۳۔ صحیح مسلم، ج ۲، ص ۱۱۹ (ج ۲، ص ۱۲۳، حدیث ۳۹) اسد الغابۃ (ج ۵، ص ۳۹۳، نمبر ۵۵۵) سنن بیہقی، ج ۸، ص ۱۵۸۔

۴۔ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۱۵۹۔ ۵۔ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۱۵۹۔

۶۔ نووی کی شرح صحیح مسلم مطبوع بر حاشیہ ارشاد الساری، ج ۸، ص ۳۶ (ج ۱۲، ص ۲۲۹)۔

کئے۔ کیا اس؟ امت نے ان احادیث پر عمل کیا؟ میں نہیں جانتا۔

تفتازانی شرح مقاصد (۱) میں لکھتے ہیں کہ امام کا ہاشمی ہونا یا برائیوں سے پاک ہونا یا افضل ہونا ضروری نہیں ہے۔ آگے لکھتے ہیں کہ اگر امام مر جائے اور کسی ایسے کو جانشین بنا دیا جائے جس میں بیعت کے علاوہ شرائط اختلاف و قہر و غلبہ پایا جائے تو بیعت منعقد ہو جائے گی۔ اسی طرح گروہ بدکار اور جاہل ہو تو علی الاظہر خلیفہ مان لیا جائے گا۔ اسی طرح امام کی اطاعت واجب ہے، جب تک کہ وہ حکم شریعت کے خلاف عمل نہ کرے، چاہے وہ عادل ہو یا ظالم ہو۔

قاضی ابجی مواقف (۲) میں لکھتے ہیں کہ امامت کا اہل وہ شخص ہے جو اصول و فروع میں مجتہد ہو تاکہ امور دین قائم ہو سکیں، حکومت کے معاملے میں صاحب رائے ہو، بہادر ہو تاکہ مملکت کی حفاظت کر سکے۔ ابھی کہا گیا ہے کہ ان صفات کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اگر ان صفات کا آدمی نہ ملے تو شرائط عبث ہوں گے یا طاقت سے زیادہ تکلیف ہوگی۔ اس کی وجہ سے مفاسد پیدا ہوں گے، ہاں اسے عادل ہونا چاہئے تاکہ ظلم نہ کرے، مصالح میں تصرفات کے لئے عقلمند ہو، بالغ ہو، مرد ہو کیونکہ عورتیں دین و عقل کی ناقص ہوتی ہیں، آزاد ہو کسی آقا کی خدمت نہ کرتا ہو، حقارت کی وجہ سے گناہ میں مبتلا نہ ہو۔ یہ صفات اجماعی طور سے شرائط امامت ہیں۔

کچھ اور بھی شرائط بیان کی گئی ہیں، جن کی اہل سنت مخالفت کرتے ہیں، وہ قریشی ہو، ہاشمی ہو، (یہ شیعوں کی شرط ہے) تمام مسائل دین کا عالم ہو، (یہ بھی شیعوں کی شرط ہے) اس کے ہاتھ سے معجزات کا ظہور ہوتا ہو، (یہ غالیوں کی شرط ہے)۔

آخر تین شرطوں کو ہم نہیں مانتے کیونکہ ابوبکر میں یہ شرطیں نہیں پائی جاتی تھیں۔ شیعوں اور اسماعیلیوں نے امام کی شرط عصمت بھی بیان کی ہے، یہ بھی باطل ہے کیونکہ متفقہ طور پر سبھی کہتے ہیں کہ ابوبکر میں عصمت نہیں پائی جاتی تھی۔

۱۔ شرح المقاصد، ج ۲، ص ۲۷۱، ۲۷۲ (ج ۵، ص ۲۳۳)

۲۔ المواقف (ص ۳۹۸)

مطالع الانظار، ص ۴۷۰ (۱) میں ابوالثناء کہتے ہیں کہ صفات امام نو ہیں: ”اصول وفروع میں مجتہد، صاحب رائے اور تدبیر، شجاع وقوی القلب جو جنگ سے بھاگے نہیں، سزا دینے میں بزدلی نہ دکھائے نہ تہور ہو کہ لوگوں کو مہالک میں جھونک دے، عادل ہو کہ لوگوں کی جان و مال کا زیان نہ ہو، عقلمند ہو، بالغ ہو، مرد ہو، آزاد ہو، قریشی ہو۔ اس میں عصمت کا ہونا ضروری نہیں ہے جیسا کہ شیعوں اور اسماعیلیوں کا عقیدہ ہے کیونکہ ابوبکر میں عصمت نہیں تھی۔

امامت کیسے قائم ہوتی ہے...؟

قاضی عضدالمواقف (۲) میں لکھتے ہیں کہ امامت نص رسول سے ثابت ہوتی ہے یا سابق امام کی واضح تصریح سے، یا ارباب حل وعقد کی بیعت سے، برخلاف شیعوں کے۔ وہ اس کے قائل نہیں لیکن ابوبکر کے معاملے میں ارباب حل وعقد کی بیعت سے ثبوت فراہم ہوتا ہے اور جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ امامت بندوں کی اختیاری چیز ہے تو اب سمجھ لینا چاہئے کہ اس کے لئے اجماع شرط نہیں۔ کیونکہ اجماع کے لئے عقلی و روایتی دلیل نہیں ہے بلکہ ایک یا دو آدمی ہی کسی کی بیعت کر لیں تو کافی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ابوبکر کی بیعت صرف عمر نے کی اور عثمان کی بیعت صرف عبدالرحمن نے کی۔ یہاں تو مدینے والوں کا ہی اجماع نہیں تھا، تمام امت کا اجماع تو دور رہا۔ میری اس بات پر تمام اہل سنت کا اتفاق ہے۔ اس کی تائید شریف جرجانی، حسن چلبی، مسعود شیروانی وغیرہ نے کی ہے۔ (۳)

ماوردی احکام السلطانیہ (۴) میں لکھتے ہیں کہ انعقاد امامت کے سلسلے میں علماء کے نظریات مختلف ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ جمہور اہل حل وعقد تمام شہروں کے لوگوں کی رائے معلوم کر لیں، اس طرح اس کی امامت اجماعی طور سے مان لی جائے۔ یہ نظریہ خلافت ابوبکر کی تردید کرتا ہے کیونکہ تمام لوگوں کی

۱۔ مطالع الانظار، ص ۴۷۰۔ ۲۔ المواقف (ص ۳۹۹)

۳۔ شرح المواقف، ج ۳، ص ۲۶۷، ۲۶۸ (ج ۸، ص ۳۵۲)

۴۔ الاحکام السلطانیہ، ص ۴۰، (ج ۲، ص ۷۶)

رائے کا خیال نہیں کیا گیا ہے۔

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ کم از کم پانچ لوگوں کے اجماع سے امامت طے پا جاتی ہے کہ چار آدمی کسی ایک سے راضی ہو جائیں۔ ان کے دو استدلال ہیں:

۱۔ بیعت ابوبکر پانچ آدمیوں سے طے پائی پھر باقی لوگوں نے انہیں کی پیروی کی۔ عمر، ابوعبیدہ، اسید، بشر و سالم۔

۲۔ حضرت عمر نے چھ آدمیوں کی شوریٰ بنائی کہ پانچ کسی ایک پر متفق ہو جائیں۔

یہ نظریہ اکثر فقہاء کا ہے اور کوفے والے کہتے ہیں کہ تین میں سے دو کسی ایک پر متفق ہو جائیں تو امامت قائم ہو جاتی ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ایک سے بھی قائم ہو جاتی ہے، چنانچہ عباس نے علی سے کہا ہاتھ بڑھاؤ کہ بیعت کروں پھر کوئی مخالفت نہ کرے گا۔ چونکہ یہ حکم ہے اور حکم نافذ ہوتا ہے۔

جوینی (۱) کہتے ہیں کہ سمجھ لو کہ امامت میں اجماع شرط نہیں ہے، بلکہ اگر اجماع نہ بھی ہو تو امامت قائم ہو جاتی ہے۔ دلیل یہ ہے کہ جیسے ہی ابوبکر کی بیعت ہوئی، وہ مسلمانوں پر احکام نافذ کرنے لگے۔ دوسری جگہ بات پھیلنے کا ذرا بھی خیال نہ کیا اور نہ سستی دکھائی کہ کہیں صحابہ کو معلوم ہو جائے اور وہ انکار کی آواز بلند کر دیں۔ جب یہ ثابت ہے تو عدد کے بجائے کسی ایک شخص سے جو صاحب حل و عقد ہو، امامت قائم ہو جاتی ہے۔

ابن عربی مالکی (۲) بھی کہتے ہیں کہ امامت کے سلسلے میں تمام لوگوں کی رضامندی ضروری نہیں ہے، بلکہ دو اور ایک کی رضا سے بھی منعقد ہو جاتی ہے۔

قرطبی (۳) کہتے ہیں کہ اگر ایک صاحب حل و عقد بھی بیعت کر لے تو امامت ثابت ہو جاتی ہے۔ لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر باب حل و عقد کی جماعت سے امام بنتا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ عمر نے ابوبکر کی بیعت کی اور کسی ایک نے بھی مخالفت نہ کی۔

۱۔ الارشاد، ص ۲۲۲ (ص ۳۵۷)

۳۔ تفسیر قرطبی، ج ۱، ص ۲۳۰ (ج ۱، ص ۱۸۶)

۲۔ شرح صحیح ترمذی، ج ۱۱، ص ۲۲۹۔

امام ابوالمعالی بھی کہتے ہیں کہ ایک شخص کی؟ سے بھی امامت قائم ہو جاتی ہے۔ اس بیعت کا خلع قطعی جائز نہیں۔ جب تک کوئی بدعت یا تغیر امر نہ دیکھا جائے اور یہ مجمع علیہ بات ہے۔
علامہ امینی فرماتے ہیں:

ابن عمر، اسامہ، سعد بن ابی وقاص، ابو موسیٰ اشعری، ابو مسعود انصاری، حسان، مغیرہ، محمد بن مسلم اور دوسرے وہ لوگ جو عثمان کی طرف سے گورز تھے، ان لوگوں نے حضرت علیؓ کی بیعت سے روگردانی کی۔ جبکہ تمام امت نے حضرت علیؓ کی خلافت پر اجماع کر لیا تھا۔ آخر یہ لوگ کیا عذر پیش کریں گے؟ آخر وہ لوگ جنہوں نے حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ کرنے میں تاخیر کی اور اطاعت سے ہاتھ کھینچا، وہ لوگ کیا عذر پیش کریں گے؟ حالانکہ یہ معروف صحابہ تھے۔ صرف علیؓ سے الگ ہونے کی بنا پر ان کا نام معزولہ پڑا۔ (۱)

خلافت کے متعلق خلیفہ ثانی کی رائے:

عبدالرحمن ابن ابزی سے مروی ہے کہ عمر نے کہا: خلافت کا حق بدریوں کا ہے، جب تک ایک بھی بدری زندہ رہے، پھر احد والوں کا ہے، پھر اس طرح غزوات رسول اللہ ﷺ میں شریک افراد کا حق ہے؛ ... اس خلافت میں طلحہ، ابن طلحہ یا فتح مکہ کے موقع پر اسلام لانے والوں کا کوئی حق نہیں، (۲) یہ خلافت کبھی اصلاح پذیر نہ ہوگی اگر آزاد کردہ لوگوں کے؟ ہو جائیں یہ بھی کہا کہ میں خلافت کو سالم اور ابو عبیدہ کے حوالے کرتا، اگر وہ زندہ ہوتے تو کبھی شوریٰ قائم نہ کرتا (۳)

۱۔ المسد رک علی النخسین، ج ۳، ص ۱۱۵، (ج ۳، ص ۱۲۴، حدیث ۲۵۹۶) تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۵۵، (ج ۴، ص ۳۳۱، حوادث ۳۵) تاریخ کامل، ج ۳، ص ۸۰، (ج ۲، ص ۳۰۳، حوادث ۳۵) تاریخ ابی الفداء، ج ۱، ص ۱۱۵، ۱۷۱۔

۲۔ طبقات ابن سعد ج ۳، ص ۲۴۸ (ج ۳، ص ۳۳۲)

۳۔ طبقات ابن سعد ج ۳، ص ۲۴۸ (ج ۳، ص ۳۳۲) التمهید باقلائی، ص ۲۰۴، استیعاب ج ۲، ص ۵۶۱ (القسم الثانی، ص ۵۶۸ نمبر ۸۸۱) طرح المقریب ج ۱، ص ۴۹، اسد الغابہ ج ۲، ص ۲۴۶ (ج ۲، ص ۳۰۸ نمبر ۱۸۹۲)

جب وہ زخمی ہو گئے تو کہا: اگر علیؑ کے حوالے اس خلافت کو کر دیا جائے تو وہ لوگوں کو سیدھی راہ پر چلائیں گے۔ ابن عمرؓ نے پوچھا: پھر انہیں کے حوالے کیوں نہیں کر دیتے؟! جواب دیا کہ مجھے یہ بات پسند نہیں کہ اس کی خلافت کا بوجھ زندہ حالت میں اٹھاؤں اور مرنے کے بعد بھی۔ (۱) ایک بار کہا کہ اگر عثمان کو حکمران بنا دوں تو وہ بنی امیہ کو لوگوں کی گردنوں پر مسلط کر دیگا، بخدا! اگر ایسا کروں تو وہ ایسا کرے گا اور اگر ایسا کرے گا تو لوگ اس کی گردن اڑا دیں گے۔ پوچھا گیا: اور علیؑ؟ جواب دیا: وہ بزدل ہیں۔ (ہائے رے ناعاقبت اندیشی شاید وہ بدر، احد و حنین اور خیبر کی داستانیں بھول گئے تھے۔) پوچھا: طلحہ؟ جواب دیا: وہ خود پسند ہے۔ پوچھا گیا: زبیر؟ کہا: وہ یہاں نہیں ہے۔ پوچھا گیا: سعد؟ کہا: وہ بہادر اور مضبوط ہے۔ پوچھا: ابن عوف؟ جواب دیا: اس میں تنگ نظری ہے اور خلافت اسی کا حق ہے جو بغیر فضول خرچی کے عطا کرے اور بغیر مفلسی کے پیسہ بچائے۔ (۲)

عمرؓ کی ان باتوں میں جس طرح عقل و منطق کا تیا بانچہ کیا گیا ہے، ہم انہیں باوقار طور پر نظر انداز کر کے گذرے جاتے ہیں۔ ابن عباسؓ سے عمرؓ نے پوچھا: سمجھ میں نہیں آتا، امت محمدؐ کے ساتھ کیا کروں؟ یہ بات زخمی ہونے سے قبل کی ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا: بلاوجہ آپ فکر مند ہیں، آپ تو بہتر جانتے ہیں کہ کسے خلیفہ بنانا چاہئے؟ عمرؓ نے کہا: کیا تمہارے ساتھی کو، یعنی علیؑ کو؟ ابن عباسؓ نے کہا: ہاں! ان میں رسولؐ کی قربت ہے، ان کے داماد ہیں، سب سے پہلے اسلام لائے، محاذ جنگ پر ڈٹے رہے۔ عمرؓ نے کہا: ان میں مہمل اور مزاج ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا: طلحہ کے متعلق کیا خیال ہے؟ عمرؓ نے کہا: اس میں اکثر فاور خود پسندی ہے۔

ابن عباسؓ نے کہا: عبدالرحمن بن عوف؟ کہا: وہ نیک ہے تو لیکن کمزور ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا: سعد؟ کہا: وہ شیر پنجہ ہے اور جنگجو ہے، معاملہ بنانہ سکے گا اگر اس کے حوالے کیا گیا۔ ابن عباسؓ نے کہا: زبیر؟ کہا: لالچی اور تنگ نظر ہے، خلافت کا معاملہ ایسے کو مناسب ہے، جو توانا ہو لیکن سخت گیر نہ ہو، بغیر

۱۔ الانساب بلاذری ج ۵، ص ۱۶، الاستیعاب ج ۲، ص ۳۱۹ (القسم الثلث، ص ۱۱۵۴ نمبر ۸۷۸)

۲۔ قاضی ابویوسف کی آثار (ص ۲۱۷ حدیث ۹۶۰)

کمزوری کے مہربانی کا مظاہرہ کرے، فضول خرچ نہ ہو لیکن نجی ہو۔ ابن عباس نے کہا: عثمان کے متعلق کیا خیال ہے؟ بولے کہ اگر اسے بنا دیا جائے تو وہی بنی امیہ کو امت کی گردن پر مسلط کر دے گا اور اگر اس نے ایسا کیا تو لوگ اسے قتل کر دیں گے (۱)۔ بلاذری نے (ص ۷۷ پر) اضافہ کیا ہے کہ طلحہ کے متعلق کہا کہ اس کی آنکھیں آسمان پر ہیں، لیکن تہی گاہ پانی پر ہے۔

خلافت، اہل سنت کی نظر میں

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ خلافت اسلامیہ کے لئے اہل سنت کا یہ نقطہ نظر تھا، وہ خلافت و امامت کو صرف فوجی تدبیر، سرحدی حفاظت، ظالم سے بدلہ، مظلوم کی دادرسی، اقامہ حدود اور مال غنیمت کی تقسیم تک محدود سمجھتے ہیں، ان کے نزدیک علمی مہارت کچھ نہیں، شریعت کے علم کے سلسلے میں خلیفہ اور امت کا علم برابر کا درجہ رکھتا ہے، وہ صرف لوگوں کے جھگڑوں کا فیصلہ کر سکے، اور جس طرح خلفاء نے فیصلے کئے وہ آپ نے دیکھ ہی لیا۔ اہل سنت کا امام و خلیفہ بدکرداری اور ظلم کی وجہ سے معزول نہیں کیا جاسکتا، امت پر واجب ہے کہ ہر نیک و بد کردار کی اطاعت کرے، کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ اس کی مخالفت کرے اور کسی معاملے میں نزاع کرے۔

اس بنیاد پر خلفاء نے قرآن و سنت کے خلاف فیصلے کئے اور کسی کو دم مارنے کی جرأت نہ ہوئی، وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر بھی عمل نہ کر سکے کیونکہ سیاسی ہاتھ وسیع ہونے کا ڈر تھا۔ حدیث میں ہے کہ میرے بعد ناخجار باتیں دیکھنے کو ملیں گی، اب اگر کوئی امت میں تفرقہ ڈالنے کی سعی کرے تو اسے قتل کر دینا، کوئی بھی ہو۔ (۲)

اسی بنیاد پر معاویہ نے کوفہ والوں سے؟ پر تبرا کرنے کے عہد کے ساتھ لوگوں سے بیعت لی، (۳)

۱۔ انساب بلاذری ج ۵، ص ۱۶

۲۔ صحیح مسلم ج ۲، ص ۱۲۱ (ج ۳، ص ۱۷۷ حدیث ۵۹) سنن ابی داؤد ج ۲، ص ۲۸۳ (ج ۳، ص ۲۳۲ حدیث ۶۲۷۲)

۳۔ البیان والتبین ج ۲، ص ۸۵ (ج ۲، ص ۷۲)

اسی بنیاد پر عبداللہ بن عمر نے یزید جیسے فاسق و فاجر و شرابی کی بیعت کی۔ نافع کا بیان ہے کہ جب مدینہ والوں نے یزید کی بیعت کا قلاوہ گردن سے اتار اتوا بن عمر نے اپنا مال و خاندان ایک جگہ جمع کیا اور کہا: میں نے اس شخص کی بیعت خدا و رسول کی بیعت کے بنیاد پر کی تھی، میں نے رسول سے سنا ہے کہ قیامت کے دن غداروں کے لئے پرچم نصب کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں غدار کا علم ہے اور شرک کے بعد سب سے بڑی غداری یہ ہے کہ کسی انسان کی خدا و رسول کے عہد پر بیعت کی جائے پھر بیعت توڑ دی جائے۔ دیکھو تم میں سے کوئی بھی یزید کی بیعت نہ توڑنا، تم میں سے کوئی بھی اس کی بیعت سے ہاتھ نہ کھینچنا ورنہ میرے اور اس کے درمیان تلوار چل جائے گی۔ (۱)

اسی بنیاد پر حمید بن عبدالرحمن کا بیان ہے کہ میں سیر انصاری کے پاس گیا، جب یزید کی بیعت کی دھوم مچی تھی۔ انہوں نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ یزید امت محمدؐ کے حق میں اچھا نہیں اور میں کہتا ہوں کہ ایسا ہی ہے لیکن خدا نے امت محمدؐ کو جس بات پر مجتمع کر دیا ہے وہ مجھے زیادہ پسند ہے۔ اس بات سے کہ امت میں افتراق پیدا ہو۔ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جماعت میں صرف اچھائی ہی پر اجماع ہے۔ (۲)

اسی بنیاد پر عائشہ نے اسود بن یزید کے سوال میں کہ ایک ظلیق اصحاب رسولؐ سے خلافت کے معاملے میں جھگڑا کر رہا ہے، کیا یہ تعجب کی بات نہیں؟ عائشہ نے کہا: اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ وہ خدا کا سلطان ہے، چاہے نیک ہو یا بد کردار ہو، فرعون مصر والوں پر چار سو سال حکومت کرتا رہا۔ (۳)

اسی بنیاد پر مروان بن حکم سے پوچھا گیا کہ تم علی کو منبر پر گالیاں کیوں دیتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ یہ حکومت صرف اسی بنیاد پر قائم رہ سکتی ہے۔ (۴)

۱۔ صحیح بخاری ج ۱، ص ۱۶۶ (ج ۶ ص ۲۶۰۳ حدیث ۶۶۹۳) سنن بیہقی ج ۸، ص ۱۵۹، ۱۶۰، مسند احمد ج ۲، ص ۹۶ (ج ۲ ص ۲۲۸)

حدیث ۵۶۷۶

۲۔ الاستیعاب ج ۲، ص ۶۳۵ (القسم الرابع ج ۱۵۸۳ نمبر ۲۸۱۲) اسد الغابہ ج ۵، ص ۱۲۶ (ج ۵، ص ۵۲۰ نمبر ۵۶۳۳)

۳۔ درمنثور ج ۶، ص ۱۹ (ج ۷، ص ۳۸۳)

۴۔ الصواعق المحرقة ج ۳، ص ۵۵

اسی بنیاد پر عبدالرحمن بن خالد کو معاویہ نے قتل کرایا۔ اس کا جواز اس طرح پیدا کیا کہ جب اس نے بیعت یزید کا ارادہ کیا تو شام والوں کے سامنے خطبہ پڑھا اور ان سے کہا: شامیو! میری عمر زیادہ ہوگئی ہے، میں بوڑھا ہو گیا ہوں، موت قریب ہے، میں چاہتا ہوں کہ تمہارے انتظامی معاملات کے لئے کسی کو حاکم بنادوں۔ میں بھی ایک انسان ہی ہوں، تم بھی رائے دو۔ سب نے بیک زبان ہو کر کہا: ہم عبد الرحمن بن خالد کی خلافت پر راضی ہیں۔ چنانچہ یزید بن کر معاویہ نے ایک طبیب یہودی کو حکم دیا اور اس نے عبد الرحمن کو زہر دے دیا۔ عبد الرحمن کا پیٹ کٹ کٹ کر گر گیا اور وہ مر گیا۔ جب اس کا بھائی مہاجر چپکے سے شام میں آیا تو چند لوگوں کے ساتھ طبیب پر ہجوم کر کے مار ڈالا۔

استیعاب اور اخبار مدینہ میں یہ واقعہ موجود ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ قصہ بہت مشہور ہے۔ (۱) اسی بنیاد پر شمر ذی الجوشن قاتل امام حسینؑ کو بہانہ ملا۔ ابو اسحاق لکھتے ہیں کہ میرے ساتھ شمر نماز پڑھ رہا تھا، پھر اس نے دعا مانگی: خدایا! تو شریف ہے اور شرافت کو پسند کرتا ہے۔ تو جانتا ہے کہ میں بھی شریف ہوں، لہذا مجھے بخش دے۔ میں نے اس سے پوچھا: خدا تجھے کیسے بخشے گا؟ تو نے تو فرزند رسول کو قتل کیا ہے؟ جواب دیا: تم پروائے ہو! یہ کام ہم کیسے نہ کرتے؟ ہمارے امراء نے ہمیں حکم دیا تھا۔ ہم ان کی مخالفت نہ کر سکے۔ اگر مخالفت کرتے تو بدترین انسان ہوتے۔ (۲)

اسی بنیاد پر ابو بکر طائی کو مصیبت جھیلنا پڑی، سلیمان بن ربوہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ کچھ بزرگوں کے ساتھ جامع دمشق میں تھے، ہمارے ساتھ ابو بکر طائی بھی تھے، ہم لوگ فضائل علیؑ بیان کرنے لگے، ہم پر تقریباً سو آدمی ٹوٹ پڑے اور لگے مار پیٹ کرنے۔

ابو بکر نے کہا: بزرگو! ذرا میری بات سنو، آج ہم نے فضائل علیؑ بیان کئے، ہل فضائل معاویہ بیان کروں گا۔ اس وقت چند اشعار سن لو۔ سب نے کہا: سناؤ! انہوں نے یہ اشعار سنائے، حب علی علیہ السلام

۱۔ الاستیعاب ج ۲، ص ۳۰۸ (القسم الثانی ص ۸۲۹ نمبر ۱۳۰۲) اسد الغابہ ج ۳، ص ۲۸۹ (ج ۳، ص ۳۳۰ نمبر ۳۲۸)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۶، ص ۳۳۸ (ج ۲۳، ص ۱۸۹ نمبر ۲۷۲) مختصر تاریخ ابن عساکر، ج ۱۰، ص ۳۳۲ (میزان الاعتدال ج ۱، ص ۳۳۹) (ج ۲، ص ۲۸۰ نمبر ۳۷۲)

کلمہ ضرب، محبت علی علیہ السلام کا نتیجہ صرف مار کھانا ہے، جس سے کلیجہ دہل جاتا ہے، میرا مذہب تو ہدایت کے امام یزید کی محبت ہے، اسی دین پر ہم جیتے ہیں، اگر اس کے علاوہ کوئی شخص کوئی دوسری بات کہہ رہا ہے تو وہ بڑا بے وقوف ہے۔ اگر لوگوں کی خواہشوں کے آگے پیرا انداز نہ ہوا جائے تو جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ (۱)

اسی بنیاد پر آل محمد علیہم السلام کا خون بہایا گیا، ان کی ہنگ حرمت ہوئی، ان کے شیعوں کو آگ و خون کے انگاروں پر سے گزرتا پڑا، اہل بیت علیہم السلام پر منبروں سے سب دشتم کیا گیا، خلفائے بنی امیہ نے برسوں تک یہ رسم جاری رکھی۔ جب معاویہ نے سعد بن ابی وقاص کو لعن ابوتراب کا حکم دیا تو وہ خاموش رہ گئے۔ (۲) کچھ ہی عرصے بعد جب عبد اللہ بن ولید بن عثمان حکمران ہوا تو منبر سے دہاڑ رہا تھا۔ ہشام سے مخاطب ہوا اور کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کے خاندان والوں نے اس پاک جگہ پر ہمیشہ ابوتراب کو گالیاں دینے کی رسم جاری رکھی، آپ بھی ابوتراب کو گالیاں دیجئے۔ (۳)

اسی بنیاد پر خلیفہ اول کی اس رائے پر ذرا بھی کسی کو شرم نہیں آئی کہ فاضل کے ہوتے ہوئے، مفضل کو حکمران بنا دیتے تھے،

مقدم کے ہوتے ہوئے، مؤخر کو آگے بڑھا دیتے تھے۔ محض جعلی بہانوں اور واپسی ادھام کے بل بوتے پر یہ شرمناک کام ہوتا، وقتی سیاست پیش نظر ہوتی تھی۔ نہ اس میں روحانی تقدس کے ہونے کی شرط تھی، نہ بلند اخلاق سے آراستہ ہونا ضروری تھا، شریفانہ نفسیات، معاملہ و معارف، مداح و مراءتب یہ سب خلیفہ کے لئے بے معنی چیزیں تھیں۔ اکثر لوگوں نے ابوبکر کے اس اقدام کے بل پر رائے قائم کی، قاضی

۱۔ صفحہ کی تمام التون، ص ۱۸۸ (ص ۲۵۱)

۲۔ مروج الذهب ج ۲، ص ۶۱، سنن ترمذی ج ۲، ص ۲۱۳ (ج ۵، ص ۵۹۶ حدیث ۳۷۲۳) المسند رک علیٰ بن الحسین ج ۳، ص ۱۰۸

(ج ۳ ص ۱۱۷ حدیث ۳۵۷۵) صحیح مسلم (ج ۵، ص ۲۳ حدیث ۳۲ کتاب فضائل الصحابہ) کفایۃ الطالب، ص ۲۸ (ص ۸۵ باب

۱۰) نزول الابرار، ص ۱۵ (۳۷) الاصابۃ ج ۲، ص ۵۰۹ (نمبر ۵۶۸۸)

۳۔ رسائل ج ۵، ص ۹۲ (ص ۳۳۵ الرسائل السیاسیۃ) انساب بلاذری ج ۵، ص ۱۱۶، البدایۃ والنہایۃ ج ۹، ص ۳۳۲ (ج ۹، ص

نے مواقف میں لکھا ہے کہ اکثر لوگ فاضل کے ہوتے مفسول کی امامت جائز قرار دیتے ہیں کیونکہ ممکن ہے کہ اس میں اصلاح امت کی توقع زیادہ ہو۔ (۱)

۶۔ قضاء و قدر کے معاملے میں خلیفہ کی رائے

لاکائی اپنی کتاب السنہ میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ابو بکر سے سوال کیا: کیا زنا ہمارا مقدر ہے؟ فرمایا: ہاں اس نے پوچھا تو کیا خدا نے زنا ہمارا مقدر کر دیا ہے اور پھر مجھے عذاب بھی کرے گا! یہ سنتے ہی خلیفہ نے فرمایا: اے لختا کے بیٹے! (جاہلی دور کی گندی گالی ہے) خدا کی قسم اگر میرے پاس کوئی ہوتا تو حکم دیتا کہ تیرا دماغ چور چور کر دے (بھیج نکال دے)۔ (۲)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا، خلیفہ کو قضا و قدر الہی کا مطلب بھی نہیں معلوم تھا، کیا وہ اسے خدا کے علم ازیلی کا امر جاری سمجھتے ہیں؟ حالانکہ اس نے بندوں کو فعل کا پورا اختیار دیا ہے پھر اسے نیک و بد کی تمیز سکھا کر انجام سے باخبر کر دیا ہے، وہ فرماتا ہے:

﴿إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا﴾ ”ہم نے اس کے لئے راہ راست کی نشاندہی کر دی ہے اب وہ شکر کرے یا کفر اختیار کر لے“۔ (۳)

﴿وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ﴾ ”ہم نے اس کو دونوں راستوں (خیر و شر) کی ہدایت کر دی ہے“۔ (۴)

﴿وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ﴾ ”اور جو شکر یہ ادا کرے گا وہ اپنے ہی فائدہ کے لئے کرے گا اور جو کفر ان نعمت کرے گا اس کی طرف سے میرا پروردگار بے نیاز اور کریم ہے“۔ (۵)

۲۔ تاریخ الخلفاء، ص ۶۵ (ص ۸۹)

۱۔ المواقف فی علم الکلام (ص ۴۱۳)

۳۔ بلد، ۱۰۷

۳۔ انسان ۳

۵۔ نمل ۲۰

﴿وَمَنْ يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ﴾ اور جو بھی شکر یہ

ادا کرتا ہے وہ اپنے ہی فائدہ کے لئے کرتا ہے اور جو کفر ان نعمت کرتا ہے اسے معلوم رہے کہ خدا بے نیاز بھی ہے اور قابل حمد و ثنا بھی ہے۔ (۱)

﴿لَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ﴾ ان میں سے بعض

اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض اعتدال پسند ہیں اور بعض خدا کی اجازت سے نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔ (۲)

﴿مَنْ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا﴾ جو ہدایت پا جائے

وہ اپنے لئے ہدایت یافتہ ہوا ہے اور جو گمراہ ہو جائے وہ اپنی زبان میں گمراہ ہوا ہے۔ (۳)

﴿فَمَنْ اهْتَدَىٰ فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا﴾ اب جو ہدایت حاصل کر لے گا

وہ اپنے فائدہ کے لئے کرے گا اور جو گمراہ ہو جائے گا وہ بھی اپنا ہی نقصان کرے گا۔ (۴)

﴿مَنْ عَمِلْ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ﴾ جو نیک کام

کرے گا وہ اپنے فائدہ کے لئے کرے گا اور جو برائی کرے گا وہ اپنے ہی نقصان کے لئے کرے گا اس

کے بعد تم سب پروردگار کی طرف پلٹائے جاؤ گے۔ (۵)

﴿قُلْ إِن ضَلَلْتُ فَإِنَّمَا أَضِلُّ عَلَىٰ نَفْسِي وَإِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوحِي إِلَيَّ

رَبِّي﴾ کہہ دیجئے کہ میں گمراہ ہوں گا تو اس کا اثر میرے ہی اوپر ہوگا اور اگر ہدایت حاصل کر لوں گا تو

یہ میرے رب کی وحی کا نتیجہ ہوگا۔ (۶)

﴿إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا﴾ اگر تم نیکی کرو گے تو اپنے لئے نیکی

کرو گے اور اگر بدی کرو گے تو بھی اپنے ہی لئے کرو گے۔ (۷)

ان آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مقدرات جبر کے مستلزم نہیں ہیں، علم الہی کی روشنی میں تقدیرات یوں ہیں کہ اس نے بندوں کو نیک و بد کا اختیار دے دیا ہے، وہ خود عمل خیر و شر بجالاتے ہیں اور یہ چیز تکلیف کے منافی نہیں۔ وہ بندوں کے عمل پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ اس لئے اگر وہ برائی پر عقاب کرے اور اچھائی پر ثواب دے تو اسے برا نہیں کہا جاسکتا۔ اس سلسلے میں آیات پر غور کیجئے!

﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ☆ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾ ”پھر جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی ہے وہ اسے دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہے وہ اسے دیکھے گا۔“ (۱)



﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَى بِنَا حَاسِبِينَ﴾ ”اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو قائم کریں گے اور کسی نفس پر ادنیٰ ظلم نہیں کیا جائے گا اور کسی کا عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہے تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم سب کا حساب کرنے کے لئے کافی ہیں۔“ (۲)

﴿الْيَوْمَ تُجْزَى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظْلَمَ الْيَوْمَ﴾ ”جس نے جو کام انجام دیا ہے آج اسی کے مطابق جزا دی جائے گی، آج کوئی ظلم نہیں ہے۔“ (۳)

﴿فَكَيْفَ إِذَا جُمِعْنَا لَهُمْ يَوْمَ لَا يُزْبَ فِيهِ وَوُفِّتْ كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾ ”اس وقت کیا ہوگا جب ہم سب کو اس دن جمع کریں گے جس میں کسی شک اور شبہ کی محجاش نہیں ہے اور ہر نفس کو اس کے کئے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔“ (۴)

اب ذرا دیکھئے تو کیا خلیفہ کو قضا و قدر الہی کا مطلب معلوم تھا کہ جو جواب پایا دیا؟ ان کے جواب پر سائل نے ایسا اعتراض کیا کہ جھلا کے انہوں نے گالی بک دی، بعد میں جمہور نے اسی بنیاد پر خلق اعمال کا نظریہ قائم کیا۔

خود حضرت عائشہ بھی حضرت امیر المومنینؓ سے جنگ کر کے عمر بھر پچھتاتی رہیں، (اس قدر روتی تھیں کہ آنچل آنسوؤں سے تر ہو جاتا تھا) لیکن آخر وہ بھی باپ کی بیٹی تھیں اپنی صفائی میں وہی باپ کے نظریہ کا سہارا لیا کہ جو کچھ کرتا ہے، خدا کرتا ہے۔ (۱) حالانکہ آنچل کا آنسوؤں سے بھیکنا بتاتا ہے کہ وہ باپ کے نظریہ کو لچر سمجھتی تھیں۔

۷۔ سنت بن جانے کے ڈر سے قربانی چھوڑ دی

جلد ششم میں ہم بیان کر آئیں ہیں کہ ابوبکر و عمر نے صرف اس ڈر سے قربانی چھوڑ دی تھی کہ لوگ اس کی پیروی میں یہ سمجھنے لگیں گے کہ قربانی کرنا واجب ہے۔ (۲) ہم نے وہیں اس روایت صحیح پر بھرپور بحث کی ہے۔

۸۔ ارتداد بنی سلیم

ہشام بن عروہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ بنی سلیم مرتد ہو گئے تو ان کی سرکوبی کے لئے ابوبکر نے خالد بن ولید کو روانہ کیا، انہوں نے جس طرح جانوروں کا گلہ بنایا جاتا ہے، سب کو ایک جگہ جمع کیا۔ اور سب کو آگ میں جلا ڈالا۔ جب یہ خبر حضرت عمر کو ہوئی تو ابوبکر کے پاس آ کر کہا کہ آپ نے ایک شخص کو چھوڑ دیا ہے کہ وہ لوگوں کو عذاب کرتا رہے؟ ابوبکر نے کہا: خدا کی قسم! میں کبھی اس تلوار کو نیام میں نہ کروں گا، جسے خدا نے اپنے دشمنوں کے لئے نیام سے باہر کیا ہے۔ پھر خالد کو حکم دیا کہ مسیلہ کذاب کی سرکوبی کے لئے جائیں (۳)۔ خلیفہ کا یہ جواب عمر کے اعتراض کے مقابل قطعی مہمل ہے، قرآن میں تو

۱۔ تاریخ بغداد ج ۱، ص ۱۱۰۔

۲۔ سنن بیہقی ج ۹، ص ۲۶۵، مجمع الکبیر (ج ۳، ص ۱۸۲) حدیث (۳۰۵۸) مجمع الزوائد ج ۴، ص ۱۸، کنز العمال ج ۳۳، ص ۳۵ (ج ۵ ص

۲۱۹ حدیث ۱۲۶۶۳) کتاب الام ج ۲، ص ۱۸۹ (ج ۲، ص ۲۲۴) مختصر المروئی مطبوع بر حاشیہ کتاب الام ج ۵، ص ۲۱۰ (ص ۲۸۳)

۳۔ سورہ مائدہ، آیت ۳۴۔

ہے کہ:

﴿انما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله ويسيئون في الارض فسادا ان يقتلوا او يصلبوا او تقطع ايديهم وارجلهم من خلاف او ينفوا من الارض ذالك لهم خزي في الدنيا ولهم في الآخرة عذاب عظيم﴾

(آیت میں کہیں بھی آگ میں جلا کر عذاب دینے کی سزا نہیں ہے) حدیث رسول بھی دیکھئے:

لا يعذب بالنار الا رب النار ”آگ کا عذاب صرف خدا ہی دے گا۔ (۱)

”ان النار لا يعذب بها الا الله“

”آگ کا عذاب صرف خدا ہی دے گا۔“ (۲)

ایک اور حدیث رسول ہے:

”من بدل دينه فاقتلوه“ (۳)

”جو شخص دین بدل دے، اسے قتل کر دو۔“

ایک حدیث ہے: کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ کلمہ گو مسلمان کا خون بہائے، لیکن صرف تین صورتوں میں:

۱۔ یا تو زنا محضہ کیا ہو تو اسے سنگسار کیا جائے گا۔

۲۔ یا خدا اور رسول کا باغی ہو تو اسے قتل کیا جائے گا۔ یا سولی دی جائے گی، یا شہر بدر کیا جائے گا۔

۱۔ ریاض الصغرة ج ۱، ص ۱۰۰ (ج ۱، ص ۱۲۹)

۲۔ صحیح بخاری ج ۳، ص ۳۲۵ (ج ۳، ص ۱۰۹۸ حدیث ۲۸۵۳) مسند احمد ج ۳، ص ۳۹۴ (ج ۳، ص ۵۵۰ حدیث ۱۵۶۰۳) ج ۲، ص ۳۰۷ (ج ۲، ص ۵۹۲ حدیث ۸۰۰۷) سنن ابی داؤد ج ۲، ص ۲۱۹ (ج ۳، ص ۵۵۰ حدیث ۲۶۷۵، ۲۶۷۶) صحیح ترمذی (ج ۳، ص ۱۱۷ حدیث ۱۵۷۱) سنن بیہقی ج ۹، ص ۷۲، ۷۱، ۷۰، ۷۱ (ج ۲، ص ۵۸۰، ۵۷۹، ۵۷۸ حدیث ۲۶۵۸، ۲۶۵۹، ۲۶۶۰)

۳۔ مسند احمد ج ۱، ص ۲۳۶ (ج ۱، ص ۲۷۹ حدیث ۱۶)

۴۔ صحیح بخاری ج ۱۰، ص ۸۳ (ج ۶، ص ۲۵۳۷ حدیث ۶۵۲۳) سنن ابی داؤد ج ۲، ص ۲۱۹ (ج ۳، ص ۱۲۶ حدیث ۳۳۵۱)

۵۔ مسند احمد ج ۲، ص ۵۷۸ (ج ۲، ص ۵۲۸ حدیث ۲۶۵۸)

۳۔ یا کسی کو ناحق قتل کیا ہو تو اسے اس کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ (۱)

اب رہ گئی بات عبد اللہ بن سبا اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ حضرت علیؑ کے برتاؤ کی۔ تو حضرت نے آگ میں نہیں جلایا تھا بلکہ گڑھا کھود کر اس میں دھواں کر دیا اور وہ اسی دھوئیں سے گھٹ کر مر گئے۔ یہ جو ابوبکر نے اپنی نکلی ہوئی تلوار کی بات کی تو یہ بھی حکم نبیؐ کی صریحی مخالفت ہے۔ رسولؐ نے کبھی کسی تلوار کو ناجائز قتل یا آگ میں جلانے کا حکم نہیں دیا۔؟ کی کسی حال میں اجازت نہیں دی، اپنے زمانے میں خالد کی زیادتیوں پر یرملا تیرا فرمایا بعد میں اسی نام نہاد سیف اللہ نے بنی حنیفہ اور مالک بن نویرہ کے ساتھ جو کچھ سلوک کیا، ان جرائم کے بیان سے تو رو ٹکٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

۹۔ خلیفہ نے فجاءہ کو جلا ڈالا

ابوبکر کے پاس بنی سلیم کا ایک شخص آیا، جس کی عرفیت فجاءہ اور نام ایاس بن عبد اللہ بن عبد یلیل تھا۔ اس نے خلیفہ سے کہا: میں مسلمان ہوں اور چاہتا ہوں کہ مرتدین کے خلاف جہاد کروں، آپ مجھے ہتھیاروں اور جانوروں کی مدد فرمائیں۔ ابوبکر نے اس کو مطلوبہ سامان اور ہتھیار فراہم کر دیئے۔ اس نے قبیلے میں جا کر مسلمان اور مرتد دونوں کو پریشان کرنا شروع کر دیا۔ ان کے مال چھین لیتا، جو مزاحمت کرتا اسے طرح طرح کی اذیتیں دیتا، اس کے ساتھ بنی شریہ کا شخص نجبہ بن ابی المہیاء بھی تھا۔ جب ابوبکر کو اس کی کارستانیوں کی خبر ہوئی تو طریفہ بن حجاز کو سرکوبی کے لئے روانہ کیا کہ دشمن خدا فجاءہ نے میرے سامنے اپنے کو مسلمان ظاہر کر کے مجھ سے کمک مانگی تاکہ مرتدین کے خلاف جہاد کرے، میں نے اسے اسلحوں سے تقویت پہنچادی۔ اب مجھے یقینی خبر موصول ہوئی ہے کہ اس دشمن خدا نے مسلمانوں اور مرتدوں کی غارت گری کرنا شروع کر دیا ہے جو اس کی مخالفت کرتا ہے قتل کر دیتا ہے۔ یہ حکم ملتے ہی طریفہ نے اس کو جالیا۔ دونوں طرف سے تیر بارانی ہوئی، جس میں نجبہ بن ابی المہیاء مر گیا۔

۱۔ سنن ابی داؤد ج ۲، ص ۲۱۹ (ج ۲، ص ۱۲۶ حدیث ۴۳۵۳) مصابیح السنہ ج ۲، ص ۵۹ (ج ۲، ص ۵۳۱ حدیث ۲۶۶۹) مشکاة
المصابیح ج ۳، ص ۳۰۰ (ج ۲، ص ۳۰۰ حدیث ۳۵۴۴)

جب فجاء نے مسلمانوں کی ثابت قدمی دیکھی تو طریفہ سے کہا: تم بھی ابو بکر کی طرف سے حاکم ہو اور میں بھی انہیں کی طرف سے حاکم ہوں۔ طریفہ نے کہا: اگر تم سچ ہو تو ہتھیار ڈال دو اور ابو بکر کے پاس چلو۔ طریفہ نے اس کو ابو بکر کے سامنے پیش کیا۔ ابو بکر نے اسے دیکھتے ہی حکم دیا کہ بقیع کی طرف لے جا کر اسے آگ میں جلا دو!

طبری کے الفاظ ہیں: ”اس کو مصلائے مدینہ میں لے جا کر لکڑیاں جمع کرو اور آگ میں جھونک دو!“ ابن کثیر کے الفاظ ہیں: ”اس کا ہاتھ پیر باندھ کر آگ میں جھونک دیا گیا۔“ (۱) علامہ امینی فرماتے ہیں: یہاں بھی وہی بات کہی جائے گی کہ کسی بندہ خدا کو آگ میں جلا ڈالنا، اسلامی نقطہ نظر سے صحیح نہیں۔ فجاء تو بظاہر مسلمان ہی تھا، خلیفہ نے اس کا اسلام قبول فرمایا تھا، ہتھیار سے آراستہ کیا تھا، وہ اگرچہ عملاً بدکار تھا اور خلیفہ کو یقینی خبر مل گئی تھی، لیکن اسے بھی خالد کی طرح سیف اللہ سمجھ لیتے۔ آخر یہاں انہوں نے نص صریح کے خلاف اپنی رائے کیوں نہ؟

اس سے بھی زیادہ تعجب عضد الدین اللاحی پر ہوتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ یہاں خلیفہ مجتہد تھے، انہوں نے فجاء کے معاملہ میں اجتہاد کیا، وہ زندیق اور مرتد تھا، اس لئے اس کی توبہ قبول نہیں کی (۲)۔ پھر قوشی (۳) بڑبڑائے کہ یہاں خلیفہ نے اجتہادی غلطی کی، اکثر مجتہدوں نے ایسی غلطیاں کی ہیں۔ ہنسنے بھی اور رویئے بھی! شرم، شرم، شرم!!!

۱۰۔ واقعہ مالک کے بارے میں خلیفہ کی رائے

خالد بن ولید نے بطاح پر دھاوا بول دیا، لیکن وہاں کسی کو نہ پایا۔ مالک بن نویرہ نے اپنے ساتھیوں کو متفرق رہنے کا حکم دیا۔ چونکہ گفتگو کی تمام راہیں، مسدود تھیں اور آسانی سے معاملہ طئے ہونے

۱۔ تاریخ طبری ج ۳، ص ۲۳۳ (ج ۳، ص ۲۶۳ حوادث ۱۱ھ) البدلیۃ و النہایۃ ج ۶، ص ۳۱۹ (ج ۶، ص ۳۵۱، حوادث ۱۱ھ)

تاریخ کامل ج ۲، ص ۱۳۶ (ج ۲، ص ۲۷۷ حوادث ۱۱ھ) الاصلیۃ ج ۲، ص ۲۲۳ (نمبر ۴۲۳)

۲۔ شرح التخرید، ص ۴۸۲

۳۔ المواقف، ص ۴۰۳

والا نہیں تھا۔ خالد نے دھاوا بولا تو فوجیوں سے کہہ دیا تھا کہ انہیں اسلام کی دعوت دینا، اگر وہ قبول کر لیں تو انہیں میرے سامنے حاضر کرنا اور اگر انکار کریں تو قتل کر دینا۔ ابوبکر نے بھی انہیں روانہ کرنے سے پہلے تاکید کر دی تھی کہ وہاں پہنچ کر اذان و اقامت دینا، اگر وہ بھی اذان دیں اور نماز پڑھیں تو قتل نہ کرنا اور اگر وہ نماز نہ پڑھیں یا اذان نہ دیں تو غارت گری کرنا، پھر جس کو پانا قتل کرنا یا آگ میں جلا دینا۔ پھر کوئی بات نہ سننا۔ فوجی کارروائی میں مالک بن نویرہ اور ان کے ساتھیوں، بنی ثعلبہ قبیلہ عاصم کے ثعلبہ بن یرنوع خانوادے کے لوگ، عبید، عرین اور جعفر وغیرہ کے متعلق خالد کے لشکر میں اختلاف رائے ہو گیا۔ ابوقادہ نے خود مالک کے گروہ سے اذان کی آواز سنی اور انہوں نے نماز پڑھی تھی، اختلاف کے باوجود ایک بخ بستہ رات میں چڑھائی کر دی۔ خالد نے سب کو قید کرنے کا حکم دے دیا اور آواز دی: ادفنوا اسراکم ”اپنے قیدیوں کو گرم کپڑے پہنا دو!“ لیکن دفن کا مطلب لغت کتنا نہ میں قتل تھا۔ یہ سن کر لشکر والوں نے سمجھا کہ خالد نے سب کو قتل کا حکم دے دیا ہے۔ ضرار بن ازور نے مالک بن نویرہ کو قتل کر دیا۔ خالد فریادی کی آواز سن کر باہر آئے اور دیکھا کہ سپاہیوں نے سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے تو کہا: جب خدا کا ارادہ ہو جاتا ہے تو تیرا بالکل ٹھیک نشانہ پر بیٹھتا ہے۔ خالد نے مالک بن نویرہ کی بیوی سے اسی رات نکاح کر لیا۔ یہ دیکھ کر قادہ نے کہا: یہ تمہاری کیا حرکت ہے؟ خالد نے غصے میں عورت کو چھوڑ دیا۔ اس مہم میں عبداللہ بن عمر اور ابوقادہ وغیرہ تھے۔ ان کے سامنے جب مالک گرفتار ہو کر آئے تو مالک نے کہا: مجھے ابوبکر کے پاس لے چلو وہ جو چاہیں گے، میرے بارے میں فیصلہ کریں گے۔ خالد نے کہا: اگر میں تمہیں بغیر قتل کئے چھوڑ دوں تو خدا مجھے نہ چھوڑے گا۔ پھر ضرار کو حکم دیا کہ گردن مار دے۔ جب عمر کو معلوم ہوا تو ابوبکر سے اس مسئلہ پر بات کی۔ خالد کی تلوار نے بڑا پاپ کیا۔ ابوبکر نے کہا: اے عمر! خالد نے تاویل میں غلطی کی، اب اپنی زبان بند کرو۔ میں اس تلوار کو کبھی نیام میں نہ کروں گا۔ جسے خدا نے کافروں کے لئے برہنہ کیا ہے۔

تاریخ طبری میں ہے (۱) کہ ابوبکر نے فوجیوں کو تاکید کی تھی کہ اگر نماز پڑھیں تو ان سے جنگ نہ کرنا

اور اگر اذان و نماز کی آواز نہ سنا تو غارت گری کرنا اور سب کو جلا ڈالنا۔

ابوقادہ نے بھی مالک کے گروہ سے اذان کی آواز سنی تھی۔ غارت گری کے بعد عہد کیا تھا کہ اب کبھی خالد کے ساتھ کسی مہم میں جنگ کے لئے نہ جاؤں گا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جس رات دھاوا بولا گیا تو مالک کے ساتھیوں نے ہتھیار اٹھا لئے۔ ہم نے کہا: ہم مسلمان ہیں۔ انہوں نے کہا: ہم بھی مسلمان ہیں۔ ہم نے کہا: پھر ہتھیار کیوں اٹھا لیا؟ انہوں نے کہا: تم نے کیوں اٹھا لیا؟ ہم نے کہا: اگر تم واقعی مسلمان ہو تو ہتھیار رکھ دو! انہوں نے ہتھیار رکھ دیئے اور ہمارے ساتھ نماز پڑھی۔ خالد نے مالک کو قتل کرنے کا بہانہ تراشا اور کہا کہ میں نہیں سمجھتا کہ تمہارے صاحب (رسولؐ) نے ایسا ایسا کہا ہو گا۔ مالک نے کہا: کیا تم انہیں اپنا صاحب نہیں سمجھتے؟ پھر مالک اور ان کے ساتھیوں کو سامنے لا کر قتل کر دیا۔

حضرت عمرؓ نے ابوبکرؓ سے کہا کہ دشمن خدا نے مسلمان کو قتل کیا اور پھر اس کی بیوی سے زنا بھی کیا۔ جب خالد اپنے قافلے کے ساتھ واپس ہوئے اور مسجد میں پہنچے تو ان کے پیڑوں کے رنگ لگے ہوئے تھے۔ عمارؓ میں کچھ تیرنا لگے ہوئے تھے۔ عمرؓ نے عمارؓ سے پوچھا: اود دشمن خدا! تو نے مسلمان کو قتل کر کے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کیا۔ بخدا! میں تجھے پتھروں سے ماروں گا۔ خالد نے کوئی جواب نہ دیا۔ خالد سمجھتا تھا کہ ابوبکرؓ بھی عمرؓ کے ہم خیال ہیں۔ پھر جب ابوبکرؓ کے پاس گیا اور معذرت کی تو ابوبکرؓ نے اس کی معذرت قبول کر لی۔ ابوبکرؓ کو راضی کر کے خالد پھر مسجد میں آیا اور عمرؓ سے بولا: ام شملہ کے جئے! اب آؤ۔ عمرؓ سمجھ گئے کہ ابوبکرؓ نے اس کی معذرت قبول کر لی ہے۔ اس لئے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور گھر میں چلے گئے۔

سوید اور ابن شہاب کے بیان کے مطابق مالک کے سر پر بڑے اور گھنے بال تھے، جب انہیں جلایا گیا تو بہت دیر تک آنچ نکلتی رہی۔

مالک کے بھائی تہم نے شعروں کے ذریعہ ابوبکرؓ سے اپنے بھائی کے خون کا مطالبہ کیا۔ عمرؓ نے بھی مطالبہ کیا کہ خالد کو معزول کر دیا جائے لیکن ابوبکرؓ نے کہا: میں اس تلوار کو نیام میں نہ کروں گا، جسے خدا نے کافروں کے لئے برہنہ کیا ہے۔

ثابت نے دلائل میں لکھا ہے کہ خالد کو مالک مالک کی بیوی کے حسن و جمال کا فریفتہ ہو گیا تھا۔ جب مالک گرفتار ہو کر آئے تو اپنی بیوی سے کہا: تو مجھے قتل کر ا رہی ہے یعنی میں تیری وجہ سے قتل کیا جا رہا ہوں۔ (۱)

زنجیری، ابوالقداء، ابن اثیر اور زبیدی بھی لکھتے ہیں کہ مالک نے اپنی بیوی سے کہا کہ تیرے حسن کی وجہ سے قتل کیا جا رہا ہوں۔ وہ بہت حسین و جمیل تھی۔ مالک کے قتل کے بعد خالد نے اس سے نکاح کر لیا۔ عبداللہ بن عمر نے سخت مخالفت کی، یہ شعر بھی انہوں نے کہا:

افس الحق انما لم تجف دماننا و هذا عروسا باليمامة خالد (۲)

تاریخ ابن شخبہ (۳) میں ہے کہ خالد نے جب مالک کے قتل کا حکم دیا تو مالک نے اپنی حسین و جمیل بیوی کی طرف دیکھ کر کہا: یہ مجھے قتل کر ا رہی ہے۔ خالد نے کہا: بلکہ تمہاری اسلام سے روگردانی تمہیں قتل کر ا رہی ہے۔ مالک نے کہا: میں تو مسلمان ہوں۔ خالد نے ضرار سے کہا: اسے قتل کر دو۔ جب عمر نے ابوبکر سے یہ واقعہ بیان کیا تو ابوبکر نے کہا کہ خالد نے تاویل میں غلطی کی ہے۔ میں اس تلوار کو نیام میں نہ کروں گا، جسے خدا نے کافروں پر برہنہ کیا ہے۔

مالک کے بھائی متمم نے کئی مرثیہ کہے ہیں (۴)۔ تاریخ خمیس اور ابن عساکر میں بھی ہے کہ عمر چاہتے تھے کہ مالک کے جرم میں خالد کو سنگسار کیا جائے۔ ابوبکر نے ایک نہ سنی تو عمر نے خالد سے کہا کہ اگر میں حکمراں ہوں گا تو تجھے ضرور قید کروں گا۔ ابوبکر بھی کو خالد کے یہ اقدام قتل مالک کی بیوی سے نکاح

۱۔ تاریخ طبری ج ۳، ص ۲۳۱ (ج ۳، ص ۲۷۷ حوادث ۱۱ھ) تاریخ کامل ابن اثیر ج ۳، ص ۱۴۹ (ج ۲، ص ۳۲ حوادث ۱۱ھ)

۲۔ اسد الغابہ ج ۲، ص ۲۹۵ (ج ۵، ص ۵۳ نمبر ۳۶۲۸) تاریخ ابن عساکر ج ۵، ص ۱۰۵ (ج ۱۶، ص ۲۵۶ نمبر ۱۹۲۲، مختصر

تاریخ ابن عساکر ج ۸، ص ۱۸ (۱۷-۱۸) خزائن الادب ج ۱، ص ۲۳۷ (ج ۲، ص ۲۶) البدایہ والنہایہ ج ۶، ص ۳۲۱ (ج ۹، ص ۳۵۳

حوادث ۱۱ھ) تاریخ الخلفاء ج ۲، ص ۲۳۳ (ج ۲، ص ۲۰۹) الاصابہ ج ۱، ص ۴۱۴ (نمبر ۲۲۰۱) ج ۳، ص ۳۵۷ (نمبر ۶۶۹۷)

۲۔ الفائق ج ۲، ص ۱۵۲ (ج ۳، ص ۱۵۷) تاریخ ابوالقداء ج ۱، ص ۱۵۸، النہایہ ج ۳، ص ۲۵۷ (ج ۴، ص ۱۵) تاج العروس ج ۸، ص ۸۵،

۳۔ روحۃ المناظر مطبوعہ حاشیہ الکامل ج ۷، ص ۱۶۵ (ج ۱، ص ۱۹۲-۱۹۱ حوادث ۱۱ھ)

۴۔ تاریخ ابوالقداء ج ۱، ص ۱۵۸،

کرنا، جماعہ کی بیٹی سے نکاح کرنا، اہل یمامہ سے صلح کرنا وغیرہ باتیں ناپسند تھیں۔ ابو بکر نے مالک کی دیت تم کو ادا کر دی اور خالد کو حکم دیا کہ مالک کی زوجہ کو طلاق دے دے لیکن معزول نہیں کیا۔ حضرت عمر کو ابو بکر کی اس حرکت پر سخت اختلاف تھا۔ (۱)

واقعہ مالک کا تجزیہ

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ اس دل گداز حادثے پر دو جہتوں سے نظر کرنا ضروری ہے:

۱۔ جو کچھ خالد بن ولید نے بھیا تک پاپ کئے اس کی ہر مسلمان اور قرآن و حدیث کا ماننے والا، مذمت کرے گا۔ آخر کس قرآن اور کس سنت میں پاک نفسوں کا خون بہانا جائز قرار دیا ہے؟ جو لوگ خدا و رسول پر ایمان لائے تھے، اذان دے رہے تھے اور نماز پڑھ رہے تھے، وہ خود کہہ رہے تھے کہ ہم مسلمان ہیں، ہم پر یہ فوجی کارروائی کیوں ہو رہی ہے؟ خود رسول خداؐ نے انہیں اپنی قوم پر زکوٰۃ کی وصولی کے لئے مامور فرمایا تھا، وہ جاہلی اور اسلامی دونوں زمانے میں معزز تھے۔ ایسے نیک لوگوں کا خون بہانا، غارت گری کرنا اور آگ میں جلانا کہاں سے جائز ٹھہرا؟؟؟

خالد تھا کیا؟ اس کی حیثیت کیا تھی؟ اس نے تو خواہش نفس کو اپنا معبود بنا لیا تھا، شہوت نے گمراہ کر دیا تھا۔ جس کی وجہ سے حرمت خدا ضائع کیا اور مالک کو قتل کر کے اسی رات اس کی بیوی سے ہم بستر ہوا۔ (۲)

جو لوگ اس کی صفائی دیتے ہوئے زکوٰۃ نہ دینے کی بات کرتے ہیں، وہ اس سے بڑے پاپی ہیں۔ آخر کس شریعت میں زکوٰۃ نہ دینے والوں کو قتل کرنے اور آگ میں جلانے کا حکم ہے۔ کیا صرف زکوٰۃ نہ دینے پر قتل واجب ہو جاتا ہے؟ چاہے وہ ایمان لائے، رسولؐ اس کی شرافت اور دیانت کی وجہ سے عامل زکوٰۃ مقرر فرما دیں۔ رسولؐ کا تو ارشاد ہے کہ کسی مسلمان کا خون بہانا، صرف تین صورتوں میں جائز ہے:

۱۔ تاریخ الخلفاء ج ۲، ص ۲۳۳ (ج ۲، ص ۲۰۹) تاریخ ابن عساکر ج ۵، ص ۱۱۲، شرح المواقف ج ۸، ص ۳۵۸

۲۔ الصواعق المحرقة ص ۲۱ (۳۶) تاریخ الخلفاء ج ۲، ص ۳۳۳ (ج ۲، ص ۲۰۹)

۱۔ یا اس نے اسلام کے بعد کفر اختیار کیا ہو۔ (۱)

۲۔ یا زنا محضہ کیا ہو۔

۳۔ یا قتل کیا ہو۔ (۲)

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ لا الہ الا اللہ کہیں، ان کا خون نہ بہاؤں، نہ مال لوں، ان کا حساب خدا کے ذمہ ہے۔ کیا زکوٰۃ نہ دینے سے اسلامی حرمت ختم ہو جاتی ہے، لوٹ مار جائز ہو جاتی ہے، اس کی بیوی کے ساتھ ہم بستری جائز ہو جاتی ہے۔؟؟؟؟!!!

جو لوگ خالد کی صفائی میں کہتے ہیں کہ اس نے گرم کپڑے پہنانے کی بات کی تھی، غلطی سے ضرار نے قتل کر دیا۔ یہ احقانہ صفائی اس سے بھی بدتر ہے۔ کیا ضرار قبیلہ بنی کنانہ سے تھا، وہ تو قبیلہ بنی اسد سے تھا۔

پھر اگر یہ صحیح ہو تو ابو قتادہ کو غصہ کیوں آیا؟ حضرت عمر نے خالد کو دشمن خدا کیوں کہا؟ بھرے مجمع میں خالد کے چھترے کیوں اڑائے؟ تو نے مسلمان کو قتل کیا پھر اس کی عورت پر چڑھ بیٹھا۔ میں تجھے سنگسار کروں گا۔ خالد خاموش کیوں رہ گیا؟ ابوبکر نے عمر کے الزام کی تصدیق کیوں کی؟ صفائی میں صرف اتنا کہا کہ خالد نے تاویل غلطی کی۔

خالد نے مقتول سروں کو دیگ میں چڑھانے، عورتوں کو قید کرنے، مالک کی زوجہ سے ہم بستری کرنے اور مال کی غارت گری جیسے جرائم کیوں کئے؟ کیا یہ سب لغت بنی کنانہ میں ہیں؟؟؟
مورخین نے خالد کے حالات میں اسے مالک کا قاتل کیوں لکھا؟ (۳) ضرار کے حالات میں یہ کیوں لکھا کہ اسے خالد نے قتل مالک کا حکم دیا تھا؟ یہ تمام سوال، جواب طلب ہیں۔

۱۔ ابن ابی عاصم کی الدیات، ص ۹ سنن ابن ماجہ ج ۲، ص ۱۱۰ (ج ۲، ص ۸۳۷ حدیث ۲۵۳۳) سنن بیہقی ج ۸، ص ۱۹.

۲۔ صحیح مسلم (ج ۱، ص ۸۱ حدیث ۳۵ کتاب الایمان) الدیات ابن ابی عاصم، ص ۱۸، ۱۷، سنن ابن ماجہ ج ۲، ص ۳۵۷ (ج ۲، ص ۱۹۶ حدیث ۳۹۲۷، ۳۹۲۸) خصائص نسائی، ص ۷ (۳۳ حدیث ۹۱) سنن بیہقی ج ۸، ص ۱۹، ۱۹۶.

۳۔ الاصابہ (ج ۲، ص ۲۳۲ نمبر ۵۲۷ حالات عبد بن اذور) الاشیاب ج ۱، ص ۳۲۸ (القسم الثانی، ص ۷۷ نمبر ۱۲۵۲) اسد الغابہ ج ۳، ص ۳۹ (ج ۳، ص ۵۳ نمبر ۲۵۶۰) خزائن الادب ج ۲، ص ۹ (ج ۳، ص ۳۲۶) الاصابہ ج ۲، ص ۲۰۹ (نمبر ۴۱۷۷).

یہ شہوت ہی کا پاپ ہے، مالک کی بیوی سے اسی رات ہم بستری کرنے کے لئے پاک نفس مومنوں کو قتل کرایا۔

یزید ابن معاویہ سے شادی کا لالچ دے کر معاویہ نے امام حسنؑ کو ان کی زوجہ سے زہر دلوایا۔ (۱)
کیا یہ تمام تاویلات اور اجتہادات لغت بنی کننا نہ سے تعلق رکھتے ہیں؟؟؟

۲۔ دوسرا رخ یہ بھی بڑا بھیانک ہے کہ خلیفہ نے خالد اور ضرار جیسے شرابی اور جرائم پیشہ (۲) افراد کو لوگوں کے جان و مال اور عزت و ناموس پر مسلط کر دیا۔ حالانکہ احادیث میں اس کی مذمت وارد ہوئی ہے۔ ان کے سامنے جب شکایت پہنچی تو انہوں نے سنی ان سنی کر دی۔ سوال یہ ہے کہ خلیفہ نے خالد سے باز پرس کیوں نہ کی؟ جبکہ انہوں نے نیک صحابی رسولؐ کو قتل کیا۔ انہیں اس کے قصاص میں زنا کی سزا دینی چاہئے تھی۔ کوڑے مارتے کہ وہ مسلمانوں پر ظلم و ستم کا مرتکب ہوا۔ جب کہ اقدام خالد پر ناپسندیدگی ظاہر کی۔

مالک کے بھائی متم کو دیت ادا کی۔ خالد کو حکم دیا کہ عورت کو طلاق (۳) دیں تو پھر خالد کو معزول کیوں نہ کیا؟ ان تمام باتوں کو چھوڑیے! کیا امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے نقطہ نظر سے خالد ڈانٹ ڈپٹ کا بھی مستحق نہیں تھا؟ اس کو تو کافروں کے خلاف خدائی تلوار کا خطاب دے دیا تھا۔ وہ کبھی صفائی دیتے تھے کہ خالد نے تاویل میں غلطی کی۔ کبھی لوگوں کو اس کے خلاف غم وغصہ سے منع کرتے تھے۔ (۴)
ذرا قارئین اس رخ سے بھی غور کریں کہ کیا اس قسم کے بھیانک پاپ کو تاویل و اجتہاد کہا جاسکتا ہے؟ ہم تو نہیں سمجھتے کہ کوئی بھی شریف انسان اسے اچھا کام کہے گا۔ قرآن وحدیث میں جان و مال اور ناموس کے متعلق جو واضح تاکیدیں ہیں، ان کی روشنی میں یہ جان بوجھ کر پاپ کرنا، تاویل و اجتہاد کیسے

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۳، ص ۲۲۶ (ج ۱۳ ص ۲۸۳ نمبر ۱۱۳۸۳، مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۷، ص ۳۹)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷، ص ۳۰ (ج ۲۳ ص ۳۹۰-۳۸۹ نمبر ۲۹۳۱، مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۱۱، ص ۱۵۴) خزائن الادب ج ۲، ص ۸ (ج ۳، ص ۳۲۶) الاصابۃ ج ۲، ص ۲۰۹ (نمبر ۴۱۷۲)

۳۔ الاصابۃ ج ۱۵، ص ۳۱۵

۴۔ شرح نفع البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۱۸۷ (ج ۱، ص ۲۱۳ کتاب ۶۲)

ہو جائے گا؟ خلیفہ یہاں تو تاویل کا بہانہ کرتے ہیں لیکن قدامہ بن مظعون نے شراب نوشی میں یہی تاویل کا بہانہ کیا تو عمر نے قبول نہیں کیا۔ انہیں تازیانے سے اذیت دی۔ (۱)
ابن ابی شیبہ وابن ابی منذر وغیرہ (۲) نے لکھا ہے کہ شام میں کچھ افراد نے شراب پی اور کہا کہ
آیت قرآنی ہماری تائید میں ہے:

﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا يَعْمَلُونَ﴾
عمر نے ان کی تاویل کو مسترد کر کے، انہیں سزا دی (۳)۔ ابوجندل نے بھی یہی حرکت کی تو انہیں
ابوعبیدہ نے سزا دی۔ (۴)

خدائی تلوار کا تقاضہ تو یہ تھا کہ بندگان خدا کی جان و مال و ناموس محفوظ رہے، انہیں اپنی شہوت پرستی
کا نشانہ نہ بنایا جائے، آبروئے اسلام کا تیا پانچہ نہ کیا جائے۔ آخر خالد کی کیا حیثیت تھی کہ خلیفہ اس کی
حمایت میں قرآن و حدیث و اختلاف صحابہ کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ جسے خلیفہ دوم نے اسے ”عدو اللہ“
کہا ہے۔ (۵)

خالد کو خدائی تلوار کیسے کہا جائے گا؟ اس کی تو ساری زندگی درندگی، سفاکی اور سنگ دلی سے بھری
ہے۔ مالک بن نویرہ کے ساتھ درندگی کا برتاؤ کیا، مجاہد کی بیٹی کے نکاح کے معاملہ میں خود ابوبکر نے خالد
کو خط لکھا تھا کہ تم عورتوں سے نکاح کے چکر میں پڑے ہو جبکہ ابھی بارہ سو مسلمانوں کا خون خشک بھی نہیں
ہوا ہے۔ (۶)

رسولؐ کے زمانے میں خالد نے جو درندگی دکھائی تو رسول اسلامؐ نے بارگاہ خدا میں ہاتھ اٹھا کر

۱۔ سنن بیہقی ج ۸ ص ۳۱۶

۲۔ المصنف فی الاحادیث والآثار (ج ۹ ص ۵۳۶ حدیث ۸۳۵۸)

۳۔ الدر المنثور ج ۲ ص ۳۲۱ (ج ۳ ص ۱۷۴)

۴۔ الروض الانف ج ۲ ص ۲۳۱ (ج ۶ ص ۴۸۹)

۵۔ تاریخ طبری (ج ۳ ص ۲۷۹ حوادث ۱۱)

۶۔ تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۵۴ (ج ۳ ص ۳۰۰ حوادث ۱۱) تاریخ الخلفاء ج ۳ ص ۳۴۳ (ج ۲ ص ۲۱۸)

برائت کا مظاہرہ کیا۔ (۱) پھر حضرت علیؑ کو روانہ فرمایا اور آپ نے جذبہ کی دلجوئی کی۔

خود عبدالرحمن بن عوف نے خالد سے کہا کہ تو نے جاہلی عہد کی سفاکی کا مظاہرہ کیا۔ (۲)

یہ تھا عہد ابوبکرؓ میں خالد کے ہاتھوں تباہ کاری کا کچا چٹھا، جس سے جاہلی عہد کے پاپ بھی شرما جائیں اور یہ تھی صدر اسلام کی سیرت۔ یہ کیسے سیف اللہ تھے، جن کے حرکات سے رسولؐ نے برائت کی اور ابوبکرؓ اس کی صفائی دے رہے ہیں۔

ثلث کا چکر

عبدالرحمن بن عوف ابوبکرؓ سے مرض الموت کے وقت ملنے گئے۔ انہیں اچھی حالت میں دیکھ کر عبدالرحمن نے کہا: الحمد للہ! آپ اچھی حالت میں ہیں۔ ابوبکرؓ نے کہا: تم ایسا ہی دیکھ رہے ہو؟ بولے: ہاں! ابوبکرؓ نے کہا: میں نے تم سے بہتر کو حکمران بنایا ہے، لیکن تم میں ہر شخص اس امید میں ہے کہ دوسرے کو چھوڑ کر اسی کو حکمران بنادوں۔ تم لوگ دنیا پر رتھے ہوئے ہو۔ اگر وہ تمہاری امید کے مطابق سازگار ہوئی تو حریو دیا پر سونے کے باوجود تمہیں ایسا محسوس ہوگا کہ گویا کانٹوں پر سو رہے ہو۔ (۳)

خدا کی قسم! دنیا داری ہی تم لوگوں کی پیش رفت کے نتیجہ میں ایک دوسرے کی گردن مارنے سے کہیں بہتر ہے کہ دنیا کی آس لگائے رہو، خدا کی قسم! دنیا کی آس لگانے سے کہیں بہتر ہے کہ ایک دوسرے پر سبقت کرو اور باہم گردن مارنے میں مصروف رہو، تم لوگ کل قیامت میں پہلے گمراہ شارکے جاؤ گے، جو دائیں بائیں راہ راست سے بھٹک گئے۔ اسے راستہ بتانے والے یا عبدالرحمن نے کہا:

۱۔ الاستیعاب ج ۱، ص ۱۵۳ (القسم الثانی ج ۲۲۸ نمبر ۶۰۳)

۲۔ سیرہ ابن ہشام (ج ۲، ص ۷۲)

۳۔ سیرہ ابن ہشام ج ۲، ص ۵۷-۵۳ (ج ۲، ص ۷۳-۷۰) طبقات ابن سعد مطبوعہ مصر، ص ۶۵۹ (ج ۲، ص ۱۳۸-۱۳۷) صحیح بخاری کتاب المغازی (ج ۲، ص ۵۷۷-۵۷۸) تاریخ الخلفاء ج ۱، ص ۱۳۵، اسد الغلابہ ج ۲، ص ۱۰۲ (ج ۲، ص ۱۱۰ نمبر ۱۳۹۹) الاصابہ ج ۱، ص ۳۱۸ (نمبر ۱۶۵۰) ج ۲، ص ۸۱ (نمبر ۳۳۸۸)

خدا آپ پر رحم کرے! ذرا نرم، ورنہ آپ کی بیماری بڑھ جائے گی۔ آپ کے معاملات میں دو قسم کے آدمی دخیل ہیں:

ایک تو وہ جو آپ کا ہم خیال ہے، جو آپ کے ساتھ ہے۔ ایک وہ جو آپ کا مخالف ہے، وہ آپ کا مشیر ہے اور آپ کا ساتھی بھی ہے۔ جیسا کہ آپ کو یہی پسند بھی ہے۔ ہم تو آپ کو خیر اندیش ہی سمجھتے ہیں۔ ہمیشہ آپ نیک اور اصلاح پسند رہے۔ آپ نے دنیا میں کبھی کسی چیز کے فوت ہونے کا غم نہ اٹھایا۔

ابوبکر بولے: ٹھہرو! مجھے دنیا میں کبھی کسی چیز کا غم نہ ہوا لیکن تین باتوں کے فوت کا افسوس ہے۔ تین باتیں مجھ سے سرزد ہوئیں۔ حالانکہ مجھے نہیں کرنا چاہئے تھا۔ تین باتیں نہیں کیں حالانکہ مجھے کرنا چاہئے تھا اور تین باتیں میں رسولؐ سے پوچھنا چاہتا تھا۔

پہلی تین باتوں میں ایک تو یہ ہے کہ کاش میں نے بیت فاطمہؑ کی خانہ تلاشی نہ لی ہوتی حالانکہ لوگ وہاں جنگی تیاری میں مصروف تھے۔ دوسرے یہ کہ کاش میں نے فجاہ سلئی کو آگ میں نہ چلایا ہوتا۔ سیدھے سیدھے اسے قتل کر دیتا یا آزاد چھوڑ دیتا۔ تیسرے کاش میں سقیفہ کے دن خلافت کا قلابہ عمر یا ابو عبیدہ کے حوالے کر دیتا۔ وہ امیر ہوتے اور میں وزیر ہوتا۔

تین باتیں جو چھوڑ دیں، ان میں ایک تو یہ ہے کہ کاش جب اشعث بن قیس قید ہو کر آیا تھا، میں اس کی گردن مار دیتا۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ وہ ہر برائی میں مددگار ہو جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ کاش میں نے جب خالد کو مرتدین کی سرکوبی کے لئے بھیجا، میں خود صاحب واقعہ ہو جاتا۔ تیسرے یہ کہ کاش میں نے جب خالد کو شام کی مہم پر بھیجا تھا، عمر کو عراق بھیج دیتا۔ پھر تو خدا کی راہ میں میرے دونوں ہاتھ کھل جاتے، (اور اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے)!

اور کاش! میں نے رسولؐ سے پوچھ لیا ہوتا کہ آپ کے بعد خلافت کس کا حق ہے؟ تاکہ بعد میں کوئی اس کی مخالفت نہ کرتا اور کاش پوچھ لیا ہوتا کہ اس خلافت میں انصار کا بھی کوئی حق ہے؟ اور کاش میں نے بھتیجی اور پھوپھی کی میراث کا بھی مسئلہ پوچھ لیا ہوتا۔ یہ بات مجھے آج تک نہ معلوم ہو سکی۔ اس کے

تمام اسناد صحیح ہیں اور رجال موثق ہیں۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ اس میں نو باتیں زیر بحث آتی ہیں۔ تین باتیں تو خلیفہ کی سمجھ کی وجہ سے فوت ہو گئیں ان پر عمل نہ کر سکے۔ فناء کے نذر آتش کرنے کی تفصیل ہم پچھلے صفحات میں پیش کر چکے ہیں۔ رہ گئی یہ تین باتیں کہ خلافت کا قلاوہ عمرو ابو عبیدہ کے گردن میں ڈال دیتے۔ اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ خلیفہ کو عمر کے آخری ایام میں سمجھ میں آیا کہ جس بوجھ کو ہم نے اٹھالیا ہے، یہ شرعی لحاظ سے جائز نہیں تھا۔ نہ یہ خلیفہ تھے، نہ وصی تھے۔ کیونکہ وصیت کرنے والا کسی معین شخص کے متعلق ہی وصیت کرتا ہے اور وہی خلیفہ ہوتا ہے۔ اسی نکتہ کی طرف خلیفہ ثانی بھی متنبہ ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ابو بکر کی بیعت جاہلی عہد کی طرح کا ایک ہنگامی حادثہ تھا۔ خدا نے اس کے شر سے محفوظ رکھا، اب اگر کوئی اس کا اعادہ کرے تو اسے قتل کر دو! (۲) اب یہ بات سمجھ میں نہیں آتی ہے کہ خلافت کے معاملہ میں ابو بکر کی غلطی تھی یا عمر کی یا دونوں کی۔

ہمارے سامنے تو انبیاء و مرسلین کا گروہ ہے، جنہوں نے اپنے بعد خلیفہ کی واضح لفظوں میں وصیت کی، انہوں نے اپنی امت پر چھوڑ نہیں دیا کہ جسے چاہیں منتخب کر لیں اور کیا کسی سمجھدار کی عقل میں یہ بات آسکتی ہے کہ جانشین کا معاملہ امت کے سپرد کر دیا جائے۔ جنہیں نہ تو مقام نبوت کا پتہ ہے، نہ ان کے اہل و عیال کی خبر ہے۔

کوئی بھی انسان جسے اپنے گھر والوں سے ہمدردی ہے، وہ وصیت ضرور کرے گا۔ یہ رسم عہد صحابہ سے آج تک چلی آرہی ہے۔ خود اسلامی شریعت بھی اس کا اقرار کر رہی ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں یہ حدیث ہے کہ وصیت کو لکھ کر گھر والوں کے حوالے کر دینا چاہئے (۳)۔ جب عام لوگوں میں وصیت کا ثبوت موجود ہے تو خلافت راشدہ اور ابدی شریعت کیا بغیر ذمہ دار کو معین کئے رہ سکتی ہے؟ جان، مال،

۱۔ ابو عبیدہ کی الاموال، ص ۱۳۱ (۱۷۴، حدیث ۳۵۳) تاریخ طبری ج ۴، ص ۵۲ (ج ۳، ص ۲۲۹، حوادث ۱۳ھ) الامامة والسياسة

ج ۱، ص ۱۸ (ج ۱، ص ۲۳) مردج الذهب ج ۱، ص ۴۱۴ (ج ۲، ص ۳۱۷) العهد القرین ج ۲، ص ۲۵۴ (ج ۳، ص ۹۳)

۲۔ تاریخ طبری ج ۳، ص ۲۱۰ (ج ۳، ص ۲۲۳، حوادث ۱۱ھ) الصواعق المحرقة، ص ۲۱ (۳۶) التمهید باقلائی، ص ۱۹۶، شرح ابن

ابی اللہ ید ج ۱، ص ۱۲۳، ۱۲۴ (ج ۲، ص ۲۶، خطبہ ۲۶) ج ۲، ص ۱۹ (ج ۶، ص ۷۷، خطبہ ۶۶)

۳۔ صحیح بخاری ج ۴، ص ۲ (ج ۳، ص ۱۰۰۵، حدیث ۲۵۸۷) کتاب الوصیۃ، صحیح مسلم ج ۲، ص ۱۰ (ج ۳، ص ۳۳۶، حدیث ۴، کتاب الوصیۃ)

ناموس، احکام و اخلاق اور عمومی مصلحت و؟ کے متعلق ضرور کوئی وصیت کر جائے گا۔ عائشہ و عبداللہ بن عمر اور معاویہ کے خیالات آپ نے گذشتہ صفحات میں پڑھ لئے۔ وہ جانوروں کو بغیر نگہبان چھوڑنے کی مذمت کرتے ہیں، اس لئے امت کا نگہبان ضرور معین کرنا چاہئے (۱)۔ کیا یہ عقل رسولؐ کے پاس نہیں تھی؟ کیا رسولؐ اپنی امت کو بغیر جانشین اور نگہبان کے چھوڑ جائیں گے؟

یقیناً رسولؐ اعظمؐ نے اپنے بعد وصی کا انتظام کیا تھا۔ اپنے خلیفہ کے لئے نص کی تھی۔ امت کو پیغام بھی پہنچا دیا تھا اور یہ بھی خبر دی تھی کہ وصی کے ساتھ غداری کی جائے گی۔ (۲) مستدرک حاکم میں صحیح روایت ہے کہ رسولؐ نے علیؑ سے فرمایا: تم میرے بعد پریشانی میں مبتلا ہو گے۔ علیؑ نے پوچھا: کیا میرا دین سلامت رہے گا؟ فرمایا: ہاں! تمہارا دین سلامت رہے گا۔ (۳) حضرت علیؑ سے یہ بھی فرمایا تھا: میری امت کے سینے میں تمہارے خلاف عناد و جوش مار رہا ہے۔ میرے بعد وہ لوگ اسے ظاہر کریں گے۔ (۴) اور یہ بھی فرمایا: میرے بعد تم بلاؤں میں مبتلا کئے جاؤ گے، ان سے ہرگز قتال نہ کرنا۔ (۵)

پھر خلیفہ کو ستیفہ کی کاروائی پر ندامت تھی۔ انہوں نے دونوں میں سے کسی ایک کی گردن پر یہ بار کیوں نہ رکھ دیا۔ تو کیا یہ ندامت حق کی بنا پر ہے، اگر ایسا ہے تو حق کے معاملہ میں ندامت نہیں ہونی چاہئے اور اگر ایک باطل کام کی ندامت ہے، تب تو خلافت راشدہ کی تمام بنیادیں منہدم ہوئی جاتی ہے۔

۱۔ سنن بیہقی ج ۸، ص ۱۳۹، صحیح مسلم (ج ۳، ص ۱۰۲ حدیث ۱۲، کتاب الامارۃ) ابن جوزی کی سیرہ عمر ص ۱۹۰ (۱۹۵) ریاض الصرۃ ج ۲، ص ۷۲ (ج ۲، ص ۳۵۳) حلیۃ الاولیاء ج ۱، ص ۴۳، فتح الباری ج ۱۳، ص ۱۷۵ (ج ۱۳، ص ۲۰۶) الامتہ والسیاستہ ج ۱، ص ۲۲ (ج ۱، ص ۲۸)، طبقات ابن سعد ج ۳، ص ۲۴۹ (ج ۳، ص ۳۳۳) تاریخ طبری ج ۶، ص ۱۷۰ (ج ۵، ص ۲۰۴ حوادث ۱۱ھ) الامتہ والسیاستہ ج ۱، ص ۱۵۱ (ج ۱، ص ۱۵۹)

۲۔ المستدرک علی الصحیحین ج ۳، ص ۱۴۰، ۱۴۱ (ج ۳، ص ۱۵۰ حدیث ۳۶۷، ص ۱۵۳ حدیث ۳۶۸) تاریخ بغداد ج ۱۱، ص ۲۱۶ (نمبر ۵۹۲۸) البدیۃ والنہایہ ج ۶، ص ۲۱۹ (ج ۶، ص ۲۳۲) کنز العمال ج ۶، ص ۱۵۷ (ج ۱۱، ص ۶۱۷ حدیث ۳۲۹۹۷) المستدرک علی الصحیحین ج ۳، ص ۱۴۰ (ج ۳، ص ۱۵۱ حدیث ۳۶۷، ص ۱۵۳ حدیث ۳۶۸) (ج ۳، ص ۱۶۲) کفایۃ

۳۔ تاریخ ابن عساکر (حالات حضرت علیؑ مطبوعہ تحقیق شدہ نمبر ۸۳۳-۸۳۴) ریاض الصرۃ ج ۲، ص ۲۱۰ (ج ۳، ص ۱۶۲) کفایۃ الطالب ج ۱، ص ۱۴۲ (ص ۳۳۲ باب ۶۶) منہل خوارزمی ج ۱، ص ۳۶

۵۔ کنوز الدقائق ج ۱، ص ۱۸۸۔

دوسرے یہ کہ وہ جن دونوں کی گردن پر بار تھوپنا چاہتے ہیں، وہ ہر اعتبار سے پست ہیں۔ ان سے ہر لحاظ سے بہتر مولا علی تھے، جن کی سبقت اسلامی اور دیگر فضائل کے ساتھ رسولؐ سے دامادی اور قریبی رشتہ داری تھی، صاحب یوم غدیر تھے، دوسرے موقع پر بھی رسولؐ نے ان سے وصیت کی تھی، قرآن کی روشنی میں نفس نبیؐ اور طاہر و مطہر تھے۔ خلیفہ نے ان کی گردن پر بار ڈالنے کی بات کیوں نہ سوچی کہ امت صراطِ مستقیم پر باقی رہتی۔ حدیث رسولؐ کی روشنی میں یہ ہادی و مہدی اور امت کو جنت میں پہنچاتے۔

اب رہ گئی، خانہ فاطمہؑ کی تلاشی کی بات۔ (۱) اس پر گزشتہ جلدوں میں روشنی ڈال چکے ہیں۔ یہ ایسی مجرمانہ حرکت تھی کہ فاطمہؑ کا کلیجہ جلتا رہا، آپ ہر نماز کے بعد ان کے لئے بدعا کرتی رہیں۔ حیرت تو اس پر ہے کہ امت ان پر مظالم ڈھاتی رہی اور ارشاد رسولؐ کو بھٹاتا رہا: جو اسے پہچانتا ہے وہ مجھے پہچانتا ہے، جو نہیں پہچانتا ہے، وہ پہچان لے یہ میری پارہ جگر ہے، یہ میرا قلب ہے، میرے پہلو کی روح ہے، جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی (۲)

رسولؐ کا ارشاد کو بھٹاتا رہا: فاطمہؑ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، اسے خوش کرنے والا مجھے خوش کرتا ہے، اسے اذیت دینے والا مجھے اذیت دیتا ہے۔

فاطمہؑ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جس نے اس کو غضبناک کیا، اس نے مجھے غضبناک کیا۔ (۳)

فاطمہؑ میرے جگر کا ٹکڑا ہے؛ جس نے اس کا حق روک لیا، اس نے میرا حق روک لیا۔ جس نے اس کے ساتھ حسن سلوک کیا، اس نے میرے ساتھ حسن سلوک کیا۔ (۴)

۱۔ تاریخ طبری ج ۳، ص ۲۱۰ (ج ۳، ص ۲۲۳ حوادث ۱۱ھ) شرح ابن ابی الحدید ج ۱، ص ۵۸ (ج ۱، ص ۱۷۴ خطبہ ۳) العقد الفرید

ج ۲، ص ۲۵۰ (ج ۳، ص ۸۷) تاریخ ابوالفداء ج ۱، ص ۱۵۶، اعلام النساء ج ۱، ص ۱۲۰ (ج ۳، ص ۱۱۳)

۲۔ مجمع بخاری (۵، ص ۲۰۰۴ حدیث ۲۹۳۲) مجمع مسلم (۵، ص ۵۳۱ حدیث ۹۳ کتاب فائل الصحابہ) ترمذی (۵، ص ۶۵۵ حدیث ۲۸۶۷) مسند احمد ج ۲، ص ۳۲۸ (ج ۵، ص ۲۳۰۷ حدیث ۱۸۴۴۷) خصائص نسائی ص ۳۵ (ص ۱۴۶۱ حدیث ۱۳۳)

سنن نسائی ج ۵، ص ۹۷ حدیث ۸۳۷۰ کتاب المناقب، الاصابہ ج ۳، ص ۲۷۸ (نمبر ۸۴۰)

۳۔ مجمع بخاری (ج ۳، ص ۱۳۶۱ حدیث ۳۵۱۰) خصائص نسائی، ص ۳۵ (ص ۱۴۷۱ حدیث ۱۳۵، سنن نسائی حدیث ۸۳۷۱)

۴۔ مسند احمد ج ۴، ص ۳۲۳، ۳۲۴ (ج ۵، ص ۲۲۳ حدیث ۱۸۴۲۸، ص ۲۳۵ حدیث ۱۸۴۵۱) الصواعق المحرقة، ص ۱۱۲ (۱۸۸)

فاطمہؓ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، اس کو مسرور کرنے والا مجھے مسرور کرتا ہے۔ (۱)
 اے فاطمہؓ! تیرے غم و غصہ سے خدا غضبناک ہوتا ہے اور تیری خوشی سے خدا راضی ہوتا ہے۔ (۲)
 ان تمام ارشادات کو جانتے، بوجھتے خلیفہ کو ندامت ہے۔ اب ندامت سے ہونا کیا ہے؟ بات تو
 گزر گئی۔ جو ہونا، تھا وہ ہوا خلیفہ کو ندامت ہے، حالانکہ فاطمہؓ قبر میں آرام فرما رہی ہیں۔

وہ تین جن کے چھوڑنے پر خلیفہ کو ندامت ہے، وہ انہوں نے جان بوجھ کر ہی حکم شرعی کے مطابق
 انجام نہ دیں۔ یہاں تک کہ ان کی غلطی پر سبھی نے انگلی اٹھائی۔ خلیفہ رسولؐ نے ایسی فاحش غلطی کیوں کی؟
 اشعث بن قیس کا واقعہ اس بات کی واضح علامت ہے کہ خلیفہ کی ندامت صحیح تھی کیونکہ وہ شخص مرتد ہو گیا تھا
 اور اس نے باپ کے ڈھیر لگا دیئے۔ مسلمانوں کو قتل کیا۔ اسے گرفتار کر کے خلیفہ کے سامنے پیش کیا گیا۔
 خلیفہ نے پوچھا: تمہیں بتاؤ! تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟ اس نے کہا: مجھ پر احسان فرمائیے اور یہ اپنی
 زنجیر کھلوادیتجئے۔ اپنی بہن ام فروہ سے میرا نکاح کر دیتجئے۔ کیونکہ میں پھر اسلام قبول کرتا ہوں۔ ابوبکر نے
 کہا: اچھا چلو! میں نے یہ سب کچھ کر دیا۔ پھر اپنی بہن ام فروہ بنت ابوقحافہ سے اس کا نکاح کر دیا۔
 اشعث تلوار لئے ہوئے اونٹوں کے بازار میں گھس گیا اور لگا اونٹوں کو ذبح کرنے۔ لوگ چلانے
 لگے: اشعث کافر ہو گیا ہے۔ جب کئی اونٹ ذبح کر کے فارغ ہوا تو بولا: میں خدا کی قسم! کافر نہیں ہوا
 ہوں۔ لیکن اس مرد (ابوبکر) نے اپنی بہن کا نکاح مجھ سے کر دیا ہے۔ اگر ہم اپنے شہر میں ہوتے تو اس
 طرح دعوت ولیمہ کا انتظام کرتے۔ مدینہ والو! کھاؤ جی بھر کے اور اے اونٹ والو! آکر اپنا دام مجھ سے
 لے لو۔ وہ دن جیسے قربان کا دن معلوم ہو رہا تھا۔ چنانچہ ویرہ بن قیس اور اصبخ بن حرمہ نے اس سلسلہ میں
 اشعار بھی کہے ہیں۔ (۳)

۱۔ ملاغانی ج ۸، ص ۱۵۶ (ج ۹، ص ۳۰۱)

۲۔ المسند رک علیٰ التحسین ج ۳، ص ۱۵۴ (ج ۳، ص ۱۶۷ حدیث ۴۷۳۰)

۳۔ تاریخ طبری ج ۳، ص ۲۷۶ (ج ۳، ص ۳۳۹، حوادث ج ۱) (تذکار القلوب شعلی ص ۶۹ (ص ۸۸، نمبر ۹۱۲۹ الاستیعاب ج ۱،
 ص ۵۵) (القسم الاول ۱۳۴-۱۳۳ نمبر ۱۳۵) تاریخ کامل ج ۲، ص ۱۶۰ (ج ۲، ص ۳۹، حوادث ج ۱) (مجمع الامثال میدانی ج ۲، ص
 ۳۳۱ (ج ۳، ص ۳۵۴ نمبر ۴۴۴) الاصابہ ج ۱، ص ۵۱ (نمبر ۲۰۵) (ج ۳، ص ۶۳۰ (نمبر ۹۱۰۶)

آخری تین بات جسے رسولؐ سے پوچھنا تھا۔ ان تین باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ کی دینی واقعیت صفر کے برابر تھی۔ انہیں میراث کے احکام بھی معلوم نہیں تھے، جسے معمولی مسلمان بھی جانتا ہے۔ پھر انہیں یہ شک تھا کہ یہ خلافت نص رسولؐ کے ذریعہ منعقد ہوتی ہے یا دو ٹینگ سے اور اگر دو ٹینگ کے ذریعہ ہوتی ہے تو کیا اس میں مہاجرین ہی کا حق ہے یا انصار بھی حق رکھتے ہیں؟

اس سوال کا جواب ہر آزاد انسان کی سمجھ کے حوالے ہے۔

اگر وہ رسول ﷺ سے پوچھتے تو یہی جواب ملتا:

جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علیؑ مولا ہیں۔ (۱)

میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، ایک خدا کی کتاب، دوسرے میرے اہل

بیت (۲)

علیؑ کو مجھ سے وہی نسبت ہے، جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ

ہوگا۔ (۳)

مجھے علیؑ کے بارے میں تین باتوں کی وحی ہوئی ہے: وہ مسلمانوں کے سردار ہیں، تقویٰ شعاروں

کے امام ہیں اور ابلے چہرے والوں کے قائد ہیں۔ (۴)



علیؑ صدیق اکبر اور اس امت کے فاروق ہیں، جو حق و باطل میں فرق کریں گے۔ وہ مومنوں کے

یعسوب ہیں، اور میرا دروازہ ہیں، وہ میرے بعد میرے خلیفہ اور جانشین ہیں۔ (۵)

۱۔ پہلی جلد میں تفصیل سے اس پر بحث ہوئی ہے

۲۔ میں سے زیادہ صحابہ سے مروی یہ حدیث مختلف الفاظ میں متعدد صحاح و مسانید میں نقل ہوئی ہے مثل صحیح مسلم و مسند احمد۔

۳۔ سنن ترمذی ج ۲، ص ۲۱۳ (ج ۵، ص ۵۹۶ حدیث ۳۷۲۳) الحدیث رک علیؑ التحسین ج ۳، ص ۱۰۸ (ج ۳، ص ۱۱۷ حدیث ۳۵۷۵) صحیح مسلم (ج ۵، ص ۲۳ حدیث ۳۲ کتاب فضائل الصحابہ)

۴۔ الحدیث رک علیؑ التحسین ج ۳، ص ۱۳۸ (ج ۳، ص ۱۳۸ حدیث ۳۶۶۸)

۵۔ المعجم الکبیر (ج ۶، ص ۲۶۹ حدیث ۶۱۸۴) کفایۃ الطالب (ص ۱۸۷ باب ۴۳) مجمع الزوائد ج ۹، ص ۱۰۲، تاریخ ابن عساکر

(ج ۱۲، ص ۱۳۰) کنز العمال ج ۶، ص ۵۶ (ج ۱۱، ص ۶۱۶ حدیث ۳۲۹۹۰) ریاض النضرہ ج ۲، ص ۱۵۵ (ج ۳، ص ۹۶)

علیؑ پر چم ہدایت، میرے دوستوں کے امام، میری اطاعت کرنے والوں کے نور اور تقویٰ شعاروں کے لئے لازم کلمہ ہیں۔ جو ان سے محبت کرتا ہے، وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ جو ان سے نفرت کرتا ہے، وہ مجھ سے نفرت کرتا ہے۔ (۱)

علیؑ میرے بھائی، میرے وصی اور میرے وارث اور خلیفہ ہیں میرے بعد۔ (۲)

(علامہ امینیؒ نے مزید بیس احادیث اہل سنت کے حوالوں سے نقل کی ہیں)

آخر ان نصوص کے ہوتے، خلیفہ نے کیسے تمنا کی۔ کیا ان کے کان بھرے تھے؟؟ جو ان جامع کلمات کو نہ سن سکے۔ ان سے تو واضح طور سے خلافت کی نشاندہی ہوتی ہے۔

کیا خلیفہ نے ان قبائل کے سامنے رسولؐ کی بات نہیں سنی تھی۔ جب بنی عامر نے کہا کہ کیا اس میں ہمارا بھی حق ہے؟ رسولؐ نے فرمایا تھا کہ خلافت و جانشینی کا معاملہ خدا کے حوالے ہے، وہ جسے چاہے گا، عطا فرمائے گا۔ کیا خلیفہ کہتے تھے کہ جو معاملہ خدا کے ہاتھ میں ہے کیا کبھی پلٹ کے امت کے ہاتھ میں آجائے گا؟؟ چاہے اجماع اور انتخاب کے شرائط بھی پورے نہ ہوں۔ جیسا کہ پہلی خلافت میں ہوا۔ وصیت و استخلاف سے ہوگا جیسا کہ دوسری خلافت میں ہوا اور شوروی کے حوالے ہوگا۔

جیسا کہ تیسری خلافت میں ہوا اور اس کا نتیجہ قتل و غارت گری کی شکل میں اختتام پذیر ہوا اور پھر بات بنی امیہ کے چھو کروں تک پہنچ جاتی ہے۔ اندھی عقیدت دیکھئے کہ ابو عبیدہؓ نے اس روایت کو لکھ کر بیت فاطمہؑ کی خانہ تلاشی کی جگہ پر لکھ دیا ہے کہ کاش ایسا ویسا نہ کرتا۔ تاریخ میں ایسی خیانتیں بہت ہیں۔

۱۔ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۷، شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۳۳۹ (ج ۱۹ ص ۱۶۷ خطبہ ۱۵۳) فرائد السطین (ج ۱ ص ۱۵۱ حدیث ۱۱۴) مناقب خوارزمی ص ۲۴۵ (ص ۳۰۳ حدیث ۲۹۹) کفایۃ الطالب ص ۹۵ (ص ۲۱۵ باب ۵۹) نزہۃ المجالس ج ۲ ص ۲۳۱ (ج ۲ ص ۲۰۸)

۲۔ نقض العنوانیۃ (ص ۳۰۳) تاریخ کامل ج ۲ ص ۲۴ (ج ۱ ص ۳۸۷) نسیم الریاض شرح الشفاء ج ۳ ص ۳۷ (ج ۳ ص ۳۵۰) دلائل النبوة بیہقی (ج ۲ ص ۱۸۰-۱۷۸) تفسیر خازن (ج ۳ ص ۳۷۱) کنز العمال ج ۶ ص ۳۹۲ (ج ۱۳ ص ۱۲۸ حدیث ۳۶۳۰۸ ص ۱۳۱ حدیث ۳۶۳۱۹) مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۱ (ج ۱ ص ۱۷۸ حدیث ۸۸۵) منهاج السنۃ ج ۴ ص ۸۰ السیرۃ الخلیفۃ ج ۱ ص ۳۰۳ (ج ۱ ص ۲۸۶)

۱۲۔ یہودی کا سوال ابو بکر سے

انس بن مالک سے مروی ہے کہ وفات رسولؐ کے بعد ایک یہودی نے ابو بکر سے کہا: میں آپ سے کچھ ایسی باتیں پوچھنا چاہتا ہوں، جسے نبی یا وصی نبی کے علاوہ دوسرا کوئی نہیں جانتا۔ ابو بکر نے کہا: جو چاہے پوچھو۔ یہودی نے کہا کہ مجھے بتائیے، اللہ کے لئے کیا نہیں ہے اور کیا چیز اللہ کے پاس نہیں ہے اور کیا چیز اللہ نہیں جانتا؟ ابو بکر نے کہا: او یہودی! یہ سوالات کفر ہیں۔ ابو بکر اور دوسرے مسلمانوں نے یہودی کو زد و کوب کرنا چاہا۔ ابن عباس نے کہا: تم نے اس شخص کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ ابو بکر نے کہا: تم سنتے نہیں ہو کہ یہ شخص کیا بک رہا ہے؟ ابن عباس نے کہا: اگر تمہارے پاس جواب ہو تو بتاؤ ورنہ علیؑ کے پاس لے چلو، اس لئے کہ میں نے رسولؐ سے سنا ہے کہ علیؑ کے لئے فرمایا: خدایا! اس کے قلب کی حفاظت فرما۔ یہ سن کر ابو بکر اور دوسرے مسلمان، علیؑ کے پاس گئے۔ ابو بکر نے کہا: اے ابوالحسن! یہ یہودی مجھ سے زندیقوں کا سا سوال کر رہا ہے۔ علیؑ نے کہا: اے یہودی! تیرے کیا سوالات ہیں؟ یہودی نے کہا: میرے سوال کا جواب صرف نبی یا وصی نبی ہی جانتا ہے۔ آپ نے کہا: پوچھ لے! یہودی نے وہی سوالات دہرائے تو حضرت علیؑ نے فرمایا: خدا جو چیز نہیں جانتا، وہ تم لوگوں کا قول ہے کہ ”عزیر“ خدا کے بیٹے ہیں اور خدا کا کوئی بیٹا نہیں ہے۔ اور جو چیز خدا کے پاس نہیں ہے وہ بندوں پر ظلم ہے۔ (یعنی خدا بندوں پر ظلم نہیں کرتا) اور جو چیز خدا کے لئے نہیں ہے، وہ خدا کا شریک ہے۔ یہ سن کر یہودی نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ محمد ﷺ خدا کے رسول ہیں اور آپ ہی رسول خدا ﷺ کے وصی ہیں۔ ابو بکر اور دوسرے مسلمانوں نے علیؑ سے عرض کی: اے دکھ درد کو ختم کرنے والے! (۱)

۱۳۔ عیسائیوں کا وفد اور ان کے سوالات

حافظ عاصمی نے سلمان فارسی سے روایت کی ہے کہ جب رسول خداؐ کی وفات ہو گئی تو قیصر روم

کے پاس بہت سے عیسائی جمع ہوئے اور کہا: اے بادشاہ! ہم نے انجیل میں پڑھا ہے کہ عیسیٰؑ کے بعد ایک نبی آئے گا، جس کا نام ”احمد“ ہوگا اور ہم نے ان کے علامات ظہور پر غور کیا ہے اور اس کے خصوصیات ہمیں معلوم ہوئے ہیں، آپ ہماری رہنمائی فرمائیے کیونکہ دین و دنیا کی قیادت کے لئے ہم نے آپ پر اتفاق کیا ہے۔ یہ سن کر قیصر روم نے اپنے شہر کے سوا آدمیوں کو بلا کے ان سے عہد لیا کہ بددیانتی نہ کریں گے اور نہ کوئی چیز چھپائیں گے۔ اس نے کہا کہ اس نبی کے وحی کے پاس جاؤ اور وہ سوالات کر دو جو نبی سے کئے جاتے ہیں، جو قبل ازیں ان پر آتا رہا ہے، جو انبیاء کی پہچان کا ذریعہ ہیں، اگر وہ سوالات کا جواب دیں تو اس وحی اور اس کے نبی پر ایمان لاؤ اور مجھے بھی خط لکھ کر خبر دینا اور اگر جواب نہ دے پائے تو سمجھ لینا کہ وہ اپنی قوم کا لیڈر ہے اور بس۔

وہ تمام لوگ وہاں سے چل کے بیت المقدس آئے۔ یہاں یہودیوں نے راس الجالوت کے پاس آکر وہی بات کہی۔ راس الجالوت نے سوا آدمیوں کو ان کے ساتھ کر دیا۔ مسلمان کا بیان ہے کہ اس طرح سب مل کے مدینہ آئے۔ وہ جمعہ کا دن تھا۔ ابوبکر مسجد میں بیٹھے ہوئے، لوگوں کو فتوے دے رہے تھے۔ میں نے انہیں جا کر یہودیوں اور عیسائیوں کے آنے کی خبر دی۔ ابوبکر نے انہیں مسجد میں آنے کا حکم دیا۔ اس وقت راس الجالوت مسجد میں آیا اور ابوبکر سے کہا کہ میرے ساتھ یہودیوں اور عیسائیوں کا وفد آیا ہے اور ہم آپ سے کچھ سوالات کرنا چاہتے ہیں، اگر آپ جواب دے دیں گے تو ہم سمجھیں گے کہ آپ کا دین برحق ہے اور ہم مسلمان ہو جائیں گے اور اگر آپ نے صحیح جواب نہیں دیا تو ہم سمجھیں گے کہ ہمارا دین ہی سب سے بہتر ہے۔ ابوبکر نے کہا: جو حجتی چاہے پوچھو! میں ان شاء اللہ جواب دوں گا۔ راس الجالوت نے پوچھا: ہم اور تم خدا کے نزدیک کیا ہیں؟ جواب دیا:

میں تو خدا کے نزدیک مومن ہوں، قیامت تک میرے دل میں یہی رہے گا، لیکن ہم نہیں جانتے کہ میرے بعد کیا ہوگا؟

راس الجالوت نے کہا: اچھا تو بتائیے! جس جنت میں آپ ہوں گے اور جس جہنم میں ہم ہوں گے، ان کے صفات کیا ہیں، تاکہ ہم جہنم چھوڑ کر آپ کی جنت میں داخل ہو سکیں۔ یہ سن کر ابوبکر کبھی معاذ کو

دیکھتے، کبھی ابن مسعود کو۔ راس الجالوت نے اپنی قوم سے مادری زبان میں کہا کہ یہ نبی نہیں ہے۔
یہ سن کر سلمان نے کہا: لوگوں آؤ! ہم تمہیں ایسی جگہ لے چلیں، جہاں اگر مسند قضا بچھا دی جائے تو بیٹھنے والا اہل توریت کو توریت سے فیصلے کرے، اہل انجیل کو انجیل سے، اہل زبور کو زبور سے اور اہل قرآن کو قرآن سے۔ وہ ظاہر آیت کو باطن سمیت اور باطن کو ظاہر سمیت جانتا ہے۔

معاذ کا بیان ہے کہ پھر ہم لوگ علی کے پاس گئے اور انہیں یہود و نصاریٰ کے آنے کی خبر دی۔
حضرت مسجد میں تشریف لائے اور یہودیوں سے کہا کہ جو چاہے پوچھ لو! میں تمہیں بتاؤں گا، ان شاء اللہ۔ راس الجالوت نے پوچھا: ہم اور آپ خدا کی نظر میں کیا ہیں؟ علی نے فرمایا: ہم تو خدا کی نظر میں قیامت تک مومن ہیں اور تم کافر ہو! ہم نہیں جانتے کہ تمہارے بعد کیا ہوگا؟

راس الجالوت نے کہا کہ ہم کو اپنی جنت اور اپنے جہنم سے باخبر کیجئے! تاکہ ہم اپنی جہنم چھوڑ کر آپ کی جنت میں داخل ہو سکیں۔ علی نے کہا: میں نے تو جنت اور عذاب جہنم کا مشاہدہ نہیں کیا، بتاؤں کیسے؟ لیکن خدا نے مومنوں کے لئے جنت اور کافروں کے لئے جہنم بنایا ہے؟۔ راس الجالوت نے کہا: آپ نے صحیح فرمایا۔ نبی کی بات کی تصدیق کرنے والا مومن ہوتا ہے اور مخالفت کرنے والا کافر ہوتا ہے۔ آپ اتنا بتائیے کہ آپ نے محمد کو خدا کے ذریعہ پہچانا ہے یا خدا کو محمد کے ذریعہ؟ فرمایا: میں نے محمد کو خدا کے ذریعہ پہچانا ہے نہ کہ خدا کو محمد کے ذریعہ۔ کیونکہ محمد مخلوق، محدود اور بندہ خدا ہیں۔ خدا نے انہیں مصطفیٰ فرمایا اور اپنی مخلوق کے لئے انہیں چن لیا، انہیں فرشتوں کی طرح نبوت کا الہام فرمایا۔ انہوں نے خدا کو بلا کیف و شبہ کے پہچانا ہے۔ راس الجالوت نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔ مجھے بتائیے کہ خدا دنیا میں ہے یا آخرت میں؟ حضرت علی نے فرمایا: ظریت سے تو خدا محدود ہو جائے گا۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ خدا دنیا و آخرت میں جو کچھ ہے سب کو جانتا ہے، اس کا عرش ہوائے آخرت پر ہے اور وہ دنیا پر محیط ہے اور آخرت بمنزلہ قندیل ہے، جو اس کے وسط میں ہے اگر خالی ہو جائے تو ٹوٹ جائے۔ اور اگر اس سے نکال لیا جائے تو اپنی جگہ پر باقی نہ رہے اسی طرح دنیا بالکل وسط آخرت میں ہے۔ راس الجالوت نے کہا: آپ نے سچ فرمایا، بتائیے کہ پروردگار حامل ہے یا محمول؟ حضرت علی نے فرمایا: حامل ہے۔ راس

الجالوت نے کہا: یہ ہم کیسے مانیں؟ ہم نے تو توریت میں پڑھا ہے کہ تمہارے پروردگار کا عرش اس دن آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ علی نے فرمایا: اے یہودی! بے شک ملائکہ عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور ثریٰ ہوا کو اٹھائے ہوئے ہے۔ اور ثریٰ قدرت خداوندی سے بنی ہوئی ہے۔ یہی مفہوم ہے ارشاد خداوندی کا: ”اسی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اور جو کچھ اس کے درمیان یا ثریٰ کے نیچے ہے۔“ راس الجالوت نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔

”اور یہ غلو پسندی دیکھئے“

یہ ابوبکر کے فتوؤں اور نظریوں کا مختصر تذکرہ تھا۔ اختصار کے باوجود ان کی قرآن و سنت سے واقفیت اور شرعی سمجھ بوجھ، احکام دین کا علم بہت حد تک واضح ہو جاتا ہے۔ کیا اس کے بعد یہ غلو پسندی نہیں ہے کہ جو کہا جاتا ہے کہ ہر شخص کو علم کا کچھ نہ کچھ حصہ ملتا ہے۔ ابوبکر کا علم حضرت علی کے علم سے بہت زیادہ تھا۔ (۱)

کیا یہ غلو نہیں ہے کہ ابوبکر، عمر، عثمان اور علی کے قضایا اور فتاویٰ کو جمع کیا گیا ہے۔ انہیں دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ صحیح اور مدلل ابوبکر کے فیصلے اور فتوے ہیں، پھر عمر کے۔ اس لئے جتنے فیصلے اور فتوے علی کے نص کے ہیں مخالف ہیں، ان کے مقابل عمر کے کم ہی ہیں۔ اب رہ گئے، ابوبکر تو ان کا کوئی بھی فیصلہ اور فتویٰ مخالف نص نہیں ہے۔ کیا یہ غلو نہیں ہے کہ علی سے نہ تو عمر نے نہ ابوبکر کا اور نہ ہی دیگر اکابر صحابہ نے سوال پوچھا بلکہ علی نے ابوبکر سے علم حاصل کیا۔ (۲)

کیا یہ غلو نہیں ہے کہ ابن حجر صواعق محرقة میں کہتے ہیں کہ ابوبکر اکابر مجتہدین میں تھے بلکہ صحابہ میں سب سے زیادہ عالم تھے، علی الاطلاق۔ (۳)

کیا یہ غلو پسندی نہیں ہے کہ ابوبکر کو علم صحابہ اور ذکی ترین کہا جائے۔ پھر یہ بھی کہا جائے کہ وہ علم

۱۔ الفصل ابن حزم (ج ۴، ص ۱۳۶) المسد رک علی النخسین (ج ۳، ص ۱۴۰ حدیث ۴۶۳۵) کنز العمال ج ۶، ص ۱۳ (ج ۱۱، ص ۶۰۵ حدیث ۳۲۹۲۵) کنز العمال ج ۶، ص ۳۹۸ (ج ۱۱، ص ۶۰۵ حدیث ۳۲۹۲۶)

۲۔ منہاج السنہ (ج ۳، ص ۱۲۸)

۳۔ الصواعق المحرقة، ص ۱۹ (ص ۳۳)

سنت کے سب سے زیادہ واقف کا رہتے۔ چنانچہ اکثر موقعوں پر صحابہ ان سے رجوع کرتے اور وہ ضرورت کے وقت علمِ نبیؐ سے جو حاصل کیا تھا، ظاہر فرماتے؟ وہ تو ابتدائے بعثت سے وفاتِ رسولؐ تک ہمیشہ محبت سے سرفراز رہے۔ (۱)

کیا یہ غلو پسندی نہیں کہ رسولؐ کی طرف یہ بات منسوب کی جائے کہ جو کچھ میرے سینے میں اٹھایا، وہ سب کچھ ابو بکر کے سینے میں اوٹھیل دیا۔ (۲)

کیا یہ غلو پسندی نہیں ہے کہ خواب میں بھرا ہوا ظرفِ علم، ابو بکر کے لئے وضع کیا گیا (۳)۔ کاش اس اور؟ دعووں، فریب کا رانہ شور و شغب میں حدیثِ رسولؐ کو بھی پیش کیا جاتا ہے، جو ان دعوؤں کے قطعی مخالف ہیں۔

آپؐ نے قاطعہ سے فرمایا: کیا تو راضی نہیں ہے کہ میں نے اول المسلمین اور سب سے بڑے عالم سے تیرا نکاح کیا ہے۔ (۴)

آپؐ نے فرمایا: میں نے تیری شادی اپنی امت کے بہترین اور عالم ترین سے کی ہے۔ (۵)

آپؐ نے فرمایا: میرے بعد میری امت کے سب سے بڑے عالم علیؑ ہیں۔ (۶)

آپؐ نے فرمایا: میں شہرِ علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔ (۷)

آپؐ نے فرمایا: علیؑ میرے علم کا ظرف ہیں (۸)، علیؑ میرے علم کا باب ہیں (۹)، علیؑ میرے علم

۱۔ تاریخ الخلفاء، ص ۲۹ (ص ۳۹)

۲۔ سفر السعاده (ج ۲، ص ۲۱۱) کشف الخفا (ج ۲، ص ۳۶۹)، ابنی المطالب، ص ۱۹۴ (ص ۳۹۱) حدیث (۱۲۶۲) الموضوعات الکبریٰ (ص ۱۰۶)

۳۔ ریاض الصریح (ج ۱، ص ۱۰۱) (ج ۱، ص ۱۳۰)

۴۔ المسند رک علیؑ (ج ۳، ص ۱۴۰) حدیث (۳۶۳۵) کنز العمال (ج ۶، ص ۱۱۳) (ج ۱۱، ص ۶۰۵) حدیث (۳۲۹۲۵)

۵۔ کنز العمال (ج ۶، ص ۳۹۸) (ج ۱۱، ص ۶۰۵) حدیث (۳۲۹۲۶)

۶۔ کنز العمال (ج ۶، ص ۱۵۳) (ج ۱۱، ص ۶۱۳) حدیث (۳۲۹۷۷)

۷۔ المسند رک علیؑ (ج ۳، ص ۱۲۶) حدیث (۴۶۳۷)

۸۔ شمس الاخبار (ج ۳، ص ۱۰۶) باب ۷ (کفایہ الطالب، ص ۷۳، ۷۰) (ص ۱۶۸) باب ۳۷

۹۔ فردوس الاخبار (ج ۳، ص ۶۵) حدیث (۳۱۸۱) کنز العمال (ج ۶، ص ۱۵۶) (ج ۱۱، ص ۶۱۳) حدیث (۳۲۹۸۱)

کے خازن ہیں (۱)، علی میرے علم کے پناہ گاہ ہیں۔ (۲)
 آپ نے فرمایا: میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کے دروازہ ہیں۔ (۳) میں علم کا گھر ہوں اور علی
 اس کا دروازہ ہیں۔ (۴)

آپ نے فرمایا: میں علم کی ترازو ہوں اور علی اس کے پلڑے ہیں۔ (۵)
 آپ نے فرمایا: میں حکمت کی میزان ہوں اور علی اس کی زبان ہیں۔ (۶)
 آپ نے فرمایا: میری امت کے سب سے بڑے قاضی علی ہیں۔ (۷)
 آپ نے فرمایا: تم سب سے بڑے قاضی علی ہیں۔ (۸)
 اس کے علاوہ بے شمار ارشادات رسول ہیں۔

کیا یہ احادیث رسول اور گزشتہ جلدوں میں جو نوادر علم عمر کے شواہد پیش کئے، ان کے اور ان کے
 متعلق عائشہ، عمر، معاویہ، ابن عباس، ابن مسعود، عدی بن حاتم، سعید، ہشام بن عتبہ، عطاء اور عبداللہ بن
 حنبل نے جو رائے دی ہے، اس کے قطعی مخالف نہیں ہیں؟ میں نے تیسری جلد میں حضرت علی کے اعلم
 ہونے کی تحقیق پیش کی ہے۔ تمام اہل علم کا ارشاد ہے کہ حضرت علی وارث علم نبی تھے۔ خود حضرت علی کا
 صحیح ترین ارشاد پیش کر چکا ہوں کہ ”میں رسول کا بھائی، ان کا ولی، ابن عم اور ان کے علم کا وارث ہوں۔
 مجھ سے زیادہ اس کا کون حقدار ہو سکتا ہے؟“؟؟؟

۱۔ شرح نفع البلاغ ج ۲، ص ۳۳۸ (ج ۹، ص ۱۶۵ خطبہ ۱۵۴)

۲۔ کنز العمال ج ۶، ص ۱۵۳ (ج ۱۱، ص ۶۰۳ حدیث ۳۲۹۱۱)

۳۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۶۳، شرح المواہب زرقانی ج ۳، ص ۱۲۹

۴۔ ذخائر العقبی ص ۷۷، الرقاۃ فی شرح مشکاة ج ۵، ص ۵۷۱،

۵۔ دلیلی نے فردوس الاخبار میں، سید علی ہمدانی نے روضۃ الفردوس، مودۃ القرابی اور السبعین فی فضائل امیر المومنین میں،
 عبد الوہاب بخاری نے تفسیر انوری میں اور قدوزی نے نتائج المودۃ میں نقل کیا ہے،

۶۔ امام غزالی کا رسالہ عقیدہ مقبول از الفوائد شرح دیوان امیر المومنین ص ۳،

۷۔ مصابیح بنوی ج ۲، ص ۲۷۷ (ج ۲، ص ۱۸۰ حدیث ۴۷۸۷) فتح الباری ج ۸، ص ۱۳۶ (ج ۸، ص ۱۶۷)

۸۔ الاستیعاب ج ۳، ص ۲۸ (القسم الاول ص ۱۱۰۲ نمبر ۱۸۵۵) الموقوف الجی ج ۳، ص ۲۷ (ص ۳۱۱)

آخر خلیفہ جی رسولؐ کے کس چشمہ علم سے سیراب ہوئے تھے؟ انہیں تو اب اور کلام کا مطلب بھی معلوم نہیں تھا۔ دادا، دادی اور خلافت کے بارے میں رسولؐ سے پوچھ بھی نہیں سکے، یہ کیسے مفتی تھے!! آخر کیا ان کے سینے میں اٹھایا گیا تھا؟ ان تمام متذکرہ باتوں سے آپؐ نے اندازہ لگایا ہوگا کہ ابو بکر بعد رسولؐ اعلم حالانکہ حضرت علیؓ علم رسولؐ کی شاخ تھے، وہ وارث علم تھے، باب علم، پناہ گاہ علم اور خازن علم تھے۔ میں تو نہیں کہتا کہ ان کے ہوتے کسی کو علم صحابہؓ کہا جائے اور اگر غلو کی بات ہے تو یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابو حنیفہ کا علم ابو بکر کے علم سے زیادہ تھا۔

جی ہاں! یہ غلو ہے۔ اے ابن حزم، تیمیہ، ابن کثیر اور ابن جوزی کے پرستارو!

خلیفہ کے مظاہر علم

پہلا مظاہرہ

خلیفہ کے علم کا پہلا مظاہرہ باقلائی (۱) اور سید احمد ذہبی دحلان (۲) کے مطابق موت رسولؐ کی خبر ہے۔ (جیسے ہی عمرؓ نے کہا گر کسی نے یہ کہا تو اس کی گردن اس تلوار سے اڑا دوں گا) ابو بکرؓ نے عمرؓ کے سامنے یہ آیت پڑھی کہ رسولؐ مر چکے ہیں:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ (۳)

ان دونوں نے یہ بات فراموش کر دی کہ ہر صحابی کو اس کی خبر تھی۔ یہ بات قطعی بعید ہے کہ جن کے سینے میں قرآن موجود تھا، وہ اس بات کو نہیں جانتے ہوں کہ رسولؐ خدا کا انتقال ہو چکا ہے۔ آیات بھی اس سلسلے میں وارد ہیں:

﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ. وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ﴾

۱۔ التہذیب ص ۱۹۱

۲۔ السیرۃ النبویہ، مطبوعہ حاشیہ سیرۃ علیہ ج ۳ ص ۳۷۶ (ج ۲ ص ۳۰۶)

۳۔ آل عمران ۱۴۴

اس کے علاوہ بے شمار احادیث بھی اس سلسلے میں ہیں کہ رسولؐ نے اپنی موت کی خبر صحابہ کو دے دی تھی۔ آخری حج سے واپسی پر مقام غدیر میں بھی اپنی موت کی اطلاع دی تھی۔

عمرؓ نے وفات رسولؐ کا انکار جہالت کی وجہ سے نہیں کیا تھا، کیونکہ ابوبکرؓ سے پہلے عمر بن زائدہؓ نے مسجد رسولؐ میں اس آیت کی تلاوت کی تھی۔ (۱) لیکن عمرؓ نے ان کی تلاوت کو نظر انداز کر دیا۔ جبکہ رسولؐ خداؑ نے عمرو بن زائدہ کو تیرہ بار [۱۳] مدینہ میں اپنا جانشین بنا کر غزوات کی طرف کوچ کیا تھا۔ (۲) اصل میں عمرؓ کا موت رسولؐ سے انکار ایک سوچی سمجھی سیاست کے تحت تھا۔ اصل میں وہ ابوبکرؓ کے آنے تک معاملہ کو ٹالنا چاہتے تھے، جو مدینہ سے باہر مقام بخ پر تھے (۳)۔ خود حضرت عمرؓ کے عقیدت مند وفات رسولؐ کے انکار عمرؓ کی صفائی میں یہی کہتے ہیں کہ وہ جاہل نہیں تھے، بلکہ ان پر گھبراہٹ اور بدحواسی چھا گئی تھی (۴)، اس لئے انہوں نے فرمایا کہ خدا کی قسم! وہ مرے نہیں بلکہ اپنے پروردگار کی طرف چلے گئے ہیں۔ (۵)

دوسرا مظاہرہ

ابن حجر (۶) نے خلیفہ کے علم کا دوسرا مظاہرہ بحوالہ صحیح بخاری (۷) بیان کیا ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد عمر خدمت نبویؐ میں آئے اور کہا کہ کیا آپ اللہ کے برحق نبی نہیں ہیں؟ فرمایا: بے شک ہوں۔ فرمایا: کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ فرمایا: بے شک ہیں۔ تو کہا کہ پھر ہم کیوں اپنے

۱۔ البدایہ والنہایہ ج ۵، ص ۲۳۳ (ج ۵، ص ۲۶۳-۲۶۲ حوادث الحج) شرح المواہب زرقانی ج ۸، ص ۲۸۱

۲۔ الاصابہ ج ۲، ص ۵۲۳،

۳۔ تاریخ طبری ج ۳، ص ۱۹۷ (ج ۳، ص ۲۰۰ حوادث الحج) طبقات ابن سعد، ص ۸۶، مطبوعہ مصر (ج ۲، ص ۲۶۵) تفسیر قرطبی

ج ۴، ص ۲۲۳ (ج ۴، ص ۱۳۳) عیون الاثر ج ۲، ص ۳۲۹ (ج ۲، ص ۳۳۳)

۴۔ شرح مقاصد الفتاویٰ ج ۲، ص ۲۹۲ (ج ۵، ص ۲۸۲)

۵۔ عیون الاثر ابن سید الناس ج ۲، ص ۳۳۹ (ج ۲، ص ۳۳۳)

۶۔ الصواعق المحرقة (۳۳)

۷۔ صحیح بخاری (ج ۳، ص ۸۷۹ حدیث ۲۵۸۱)

دین کے بارے میں ذلت برداشت کر رہے ہیں؟ آنحضرت نے فرمایا: میں خدا کا رسول ہوں، میں خدا کی نافرمانی نہیں کر رہا ہوں۔ خدا ہی میرا مددگار ہے۔ عمر نے کہا: کیا آپ نے نہیں کہا تھا کہ ہم بہت جلد خانہ کعبہ کی زیارت کریں گے اور طواف کریں گے؟ آنحضرت فرمایا: کہا تو تھا۔ کیا یہ بھی کہا تھا کہ اس سال طواف کریں گے؟ عمر نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: تو ہم بہت جلد خانہ کعبہ کا طواف کریں گے۔ عمر کا بیان ہے کہ پھر ہم ابو بکر کے پاس گئے اور یہی سوال دہرایا۔ ابو بکر نے وہی جواب دیئے جو رسولؐ نے دیئے تھے۔

علامہ ابنی فرماتے ہیں کہ اس سے تو صرف یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابو بکر کو رسول خدا کی نبوت پر ایمان تھا۔ فطری اعتبار سے ہر مومن یہی عقیدہ رکھتا ہے کہ رسول خدا اپنے پروردگار کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ خدا ان کا ناصر ہے۔ کوئی بھی واقعہ جو ہونے والا ہے، آج نہیں، تو کل ہوگا۔ اگر انسان جلت پسند نہ ہو تو شک کی گنجائش ہی نہیں۔ یہ تو ایسی بات ہے، جس میں ابو بکر کے ساتھ تمام مسلمان شریک نہیں۔ اس واقعہ سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ ابو بکر مطلقاً تمام صحابہ سے اعلم تھے۔ اگر عمر دوسرے صحابی سے یہ سوال کرتے تو وہ بھی یہی جواب دیتا۔ کیا عمر نے کسی دوسرے صحابی سے یہ سوال کیا تھا اور اس نے دوسرا کچھ جواب دیا؟ اس واقعہ سے ابو بکر کا عالم ہونا، کہاں سے ثابت ہو گیا۔ ابن حجر (۱) نے جان بوجھ کر روایت کے الفاظ کو ساقط کر دیا اور پھر لکھ مارا کہ ابو بکر تمام صحابہ سے اعلم تھے۔ کیونکہ بحوالہ صحیح بخاری صلح حدیبیہ میں عمر کو سمجھاتے ہوئے، وہی جواب دیا، جو پیغمبر خدا نے دیا تھا۔ کیا ہم ابن حجر سے پوچھ سکتے ہیں کہ ابو بکر نے اس میں کون سا مشکل مسئلہ حل کیا ہے اور کون سی دقت نظر کی بات کہی ہے؟

تیسرا مظاہرہ

ابن حجر (۲) کے نزدیک واضح دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ سے مرسل روایت ہے کہ جب رسول خدا کی وفات ہوئی تو نفاق نے سر اٹھایا۔ عرب مرتد ہونے لگے، سبھی بیگاموں کی زد میں تھے۔ کسی کا دماغ

۱۔ الصواعق المحرقة، ص ۱۹ (ص ۳۳)

۲۔ الصواعق المحرقة، ص ۱۹ (ص ۳۳)

قابو میں نہ تھا۔ ایسے میں لوگوں نے کہا کہ رسول کہاں دفن ہوں؟ کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ صرف ابوبکر نے کہا کہ میں نے رسولؐ سے سنا ہے کہ ہم گروہ انبیاء نہ وارث ہوتے ہیں اور نہ وارث بناتے ہیں۔ پھر آگے لکھتے ہیں (۱) کہ یہ صحابہ کے درمیان پہلا اختلاف تھا۔ کوئی کہتا، اپنے وطن مکہ میں دفن ہوں، کوئی مسجد رسولؐ میں کہتا۔ بعض نے قحج کی رائے دی۔ بعض نے بیت المقدس کی رائے دی کیونکہ وہاں بہت سے انبیاء دفن ہیں۔ یہاں تک کہ ابوبکر نے اپنے علم کی بنا پر لوگوں کو صحیح رائے دی۔ ابن زنجویہ کہتے ہیں کہ اس سنت کے متعلق کی کوئی رائے میں ابوبکر منفر د ہیں۔

علامہ ابنی فرماتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ اس مرسل روایت عائشہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ متذکرہ دونوں حدیثیں دوسرے صحابہ نے نہیں سنی تھیں۔ صرف ابوبکر نے سن لیں۔

اس سے ان کا علم ہوتا کہاں سے ثابت ہو گیا۔ کیا دوسرے اصحاب جنہوں نے احادیث رسولؐ سنیں اور ابوبکر نے انہیں نہیں سنا وہ اس معیار پر ابوبکر سے اعلم نہ ہو جائیں گے۔ انہیں تو اب، کلالہ اور دادا، دادی کی میراث کا پتہ بھی نہیں تھا۔ کیا انہیں مغیرہ ابن شبہ، محمد بن مسلمہ اور عبدالرحمن بن سہیل کے بارے میں حدیث رسولؐ کا پتہ تھا؟ ابن حجر کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہزاروں افراد نے حدیث رسولؐ سنی تھی کہ ”مسا بین قبری و منبری روضة من ریاض الجنة“

اسی طرح کی چار اور حدیثیں ہیں، جنہیں بخاری، احمد عبدالرزاق اور بیہقی وغیرہ نے نقل کی ہیں۔ انہیں تاریخ خطیب، ارشاد الساری، کنز العمال، وفاء الوفا وغیرہ بہت سی کتابوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔ (۲) کیا ابن حجر کے سمجھ میں نہیں آتا کہ جو اصحاب اس حدیث رسولؐ کو سنے ہوئے ہیں، وہ رسولؐ کے

۱۔ الصواعق المحرقة (ص ۳۳)

۲۔ مسند احمد (ج ۳، ص ۴۷۲ حدیث ۱۱۲۱۶) شعب الایمان (ج ۳، ص ۳۹۱ حدیث ۴۱۶۳) مسند بزار (ج ۴، ص ۴۴ حدیث ۱۲۰۶) المعجم الکبیر (ج ۱۲، ص ۲۴۷ حدیث ۱۳۱۵۶) تحفۃ الباری مطبوع بر ذیل ارشاد الساری ج ۴، ص ۴۱۲ ارشاد الساری (ج ۴، ص ۴۹۲-۴۹۱ حدیث ۱۸۸۸) المعصن عبدالرزاق (ج ۳، ص ۱۸۲ حدیث ۵۲۳۳) تاریخ بغداد ج ۱۱، ص ۲۹۰، ۲۹۱، کنز العمال ج ۶، ص ۲۵۴ (ج ۱۲، ص ۲۶۰ حدیث ۳۳۹۴۷، ص ۲۶۱ حدیث ۳۳۹۵۶) وفاء الوفا ج ۱، ص ۳۰۳ (ج ۲، ص ۴۲۸-۴۲۷) سنن ترمذی (ج ۵، ص ۶۷۵ حدیث ۳۹۱۶، ۳۹۱۵) وغیرہ

مدفن سے بہر حال واقف تھے اور اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو یہ بات تو رسولؐ نے جسے غسل و کفن کی وصیت کی ہوگی، اسے معلوم ہوگی۔ (۱) رسولؐ کا جنازہ تو رات میں دفن ہوا۔ (۲) ابو بکر اور دوسرے صحابہ دفن میں موجود بھی نہیں تھے۔ (۳) اگر یہ روایت عائشہ صحیح ہوتی تو صرف ابن حجر نے صواعق ہی میں نہ لکھا ہوتا۔ عائشہ کا تو بیان ہے کہ ہمیں تو دفن رسولؐ کی خبر ہی نہ ہوئی، جب تک کہ رات کے سنائے میں پھاوڑہ چلنے کی آواز نہ بلند ہوئی۔ (۴) ان دونوں روایتوں میں جمع کی کیا صورت ہوگی؟

پھر یہ کہ اس حدیث کو غلط ثابت کرنے والی حقیقتیں بھی موجود ہیں۔ آدمؑ مکہ میں پیدا ہوئے اور کوہ ابو قیس پر دفن ہوئے۔ (۵) ابراہیمؑ نے کوہ جبرون میں ایک مغارہ خریدی وہیں خود، سارہ اور اسحاقؑ دفن ہوئے۔ یعقوبؑ کا انتقال سفر میں ہوا اور یوسفؑ نے انہیں، مغارہ جبرون میں دفن کیا۔ (۶)

چوتھا مظاہرہ

میراث کی روایت ہے، ابن حجر کے خیال میں یہ ناقص حدیث ابو بکر کے اعلم ہونے کی دلیل ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اس کی روایت علیؑ، عباس، عثمان، غبدرہ بن عوف اور زبیر وسعد وغیرہ نے کی ہے۔ سب سے پہلے اس کی نشاندہی ابو بکر نے کی پھر دوسرے لوگوں نے کی۔ (۷)

۱۔ طبقات ابن سعد (ج ۲، ص ۲۸۱-۲۸۸) الخصائص الکبریٰ ج ۲، ص ۲۷۶، ۲۷۷ (ج ۲، ص ۲۸۲، ۲۸۳)

۲۔ سنن ابن ماجہ ج ۱، ص ۳۹۹ (ج ۱، ص ۵۲۱ حدیث ۱۶۲۸) مسند احمد ج ۶، ص ۲۷۲ (ج ۷، ص ۳۹۰ حدیث ۲۵۸۱۷)

۳۔ طبقات ابن سعد، ص ۸۲۳، مطبوعہ لیدن ج ۱۲ القسم الثانی، ص ۷۸ (ج ۲، ص ۳۰۲) المصنف ابن ابی شیبہ (ج ۱۳، ص ۵۶۸ حدیث ۱۸۸۹۲) کنز العمال ج ۳، ص ۱۳۰ (ج ۵، ص ۶۵۲ حدیث ۱۳۱۳۹)

۴۔ طبقات ابن سعد (ج ۲، ص ۳۰۲) مسند احمد ج ۶، ص ۲۷۲ (ج ۷، ص ۳۹۰ حدیث ۲۵۸۱۷) سیرہ ابن ہشام ج ۴، ص ۳۴۴ (ج ۴، ص ۳۱۳) البدایہ والنہایہ ج ۵، ص ۲۷۰ (ج ۵، ص ۲۹۱ حوادث ۱۱ھ)

۵۔ تاریخ طبری ج ۱، ص ۸۰، ۸۱ (ص ۱۶۱، ۱۶۲) العرائس ثلثی، ص ۲۹ (ص ۳۸) تاریخ کامل ج ۱، ص ۲۲۲ (ج ۱، ص ۶۱) البدایہ والنہایہ ج ۱، ص ۹۸ (ج ۱، ص ۱۱۰)

۶۔ تاریخ طبری ج ۱، ص ۱۶۱، ۱۶۹ (ج ۱، ص ۳۱۲، ۳۳۰) معجم البلدان ج ۳، ص ۲۰۸ (ج ۲، ص ۲۱۲) البدایہ والنہایہ ج ۱، ص ۱۷۳، ۲۲۰، ۱۹۷ (ج ۱، ص ۲۰۲، ۲۲۶، ۲۵۳)

۷۔ الصواعق المحرقة ج ۱، ص ۲۱، ۱۹ (ص ۳۳، ۳۹)

یہ شخص کتنا شرمناک دھوکہ دے رہا ہے۔ اگر رسول خداؐ نے یہ حدیث فرمائی بھی ہوتی تو جو لوگ وارث ہونے والے تھے، ان سے کہتے تاکہ ان کا عذر قطع ہو جاتا اور وہ لوگ قرآن کی عمومی آیت میراث کی بنیاد پر وراثت کا بیوارہ نہ کرتے۔ پھر نہ کوئی جھگڑا ہوتا، نہ صدیقہ طاہرہ علیہا السلام عمر بھرا ابو بکر سے ناراض ہوتیں، نہ اپنے باپ کے اصحاب سے ان مصائب کا سامنا کرتیں۔

کیا جس رسول کو عظم بلایا و منایا و فتن و؟ تھا، وہ یہ معمولی بات نظر انداز کر سکتا تھا کہ اپنے گھر والوں کو یہ حدیث سنا دے؟ کیا آپ سوچ سکتے ہیں کہ صدیق اکبر، امیر المؤمنین حضرت علیؑ اور ان کی شریک حیات ایک بے مایہ جائداد کے لئے اس حدیث رسول کو جو لا وارث ہے، صحیح سمجھتے ہوئے دعویٰ کر سکتے ہیں؟ انہیں یہ حدیث معلوم نہیں تھی؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں ہم تو ان دونوں کی ذات کو قطعی پاک سمجھتے ہیں۔

آخر ابو بکر نے حضرت علیؑ کی تصدیق کیوں کی؟ کیونکہ ان کی بیان کردہ حدیث قرآن و سنت کی روشنی میں لا وارث ہے۔ اکیلے وہی اس کے راوی ہیں۔ جبکہ رسولؐ نے علیؑ کو ابتدائے بعثت میں ہی اپنا وصی و وارث بنا دیا تھا (۱)۔ وہاں کوئی بھی توجہ دینے والا نہ تھا، جو فاطمہؑ کا دعویٰ کرتا کہ فدک کو رسول خداؐ نے انہیں بخش دیا تھا۔

مالک بن جعونہ کہتے ہیں کہ فاطمہؑ نے ابو بکر سے کہا کہ رسول خداؐ نے فدک مجھے عطا فرمایا ہے، اسے مجھے واپس دو! یہ میرا خاص ہے۔ فاطمہؑ کے دعویٰ پر علیؑ نے گواہی دی۔ دوسرا گواہ مانگا گیا تو ام ایمن نے گواہی دی۔ ابو بکر نے کہا: دختر رسول! کیا آپ جانتی ہیں کہ ایک مرد اور عورت کی گواہی ناقابل قبول ہے؟ کم سے کم دو عورتیں اور ایک مرد ہوں۔ خالد بن طہان کی روایت ہے کہ فاطمہؑ نے ابو بکر سے فدک مانگا تو ابو بکر نے گواہی طلب کی تو فاطمہؑ نے ام ایمن اور ریح غلام رسولؐ کو پیش کیا۔ ابو بکر نے کہا: ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی ناقص ہے۔ (۲)

۱۔ تاریخ طبری ج ۲، ص ۲۱۶ (ج ۲ ص ۳۱۹) تاریخ کامل ج ۲ ص ۲۲۲، ص ۲۲ (ج ۱ ص ۳۸۷) کنز العمال ج ۶، ص ۳۹۲ (ج ۱۳، ص ۱۲۸ حدیث ۳۶۳۰۸، ص ۱۳۱ حدیث ۳۶۳۱۹) مسند احمد ج ۱، ص ۱۵۹ (ج ۱ ص ۲۵۷ حدیث ۱۳۷۵)

۲۔ فتوح البلدان بلاذری، ص ۳۸ (۴۳)

یہ سن کر صدیقہ طاہرہ غضبناک حالت میں واپس ہوئیں۔ رسولؐ نے انہیں کے لئے فرمایا تھا کہ خدا راضی ہوتا ہے، فاطمہؑ کی رضا مندی سے، خدا غضبناک ہوتا ہے، فاطمہؑ کے غضب سے۔ (۱) ترجمان وحی نے جو کچھ فرمایا تھا، اس کے برخلاف ہے؟ ہرگز نہیں! آیہ تطہیر کی روشنی میں سوچا بھی نہیں جاسکتا۔ اب صرف ایک ہی بات رہتی ہے کہ راوی کو جھوٹا اور حدیث لا وارث کو قرآن و سنت کے خلاف کہا جائے۔

دعوے کے لئے آپؐ اس عالم میں گھر سے نکلیں کہ سر سے پانک چادر میں ڈھکی ہوئی تھیں۔ خاندان کی عورتوں کے ساتھ یوں قدم اٹھا رہی تھیں کہ رسولؐ کی یاد تازہ ہو رہی تھی۔ لوگ چیخ مار کر رونے لگے۔ ابو بکرؓ کو وہ مہاجرین و انصار میں بیٹھے تھے۔ آپؐ نے تقریر فرمائی اور کہا کہ تم لوگ گمان کرتے ہو کہ ہمارے لئے میراث نہیں۔ تم لوگ جاہلی فیصلے کیوں کر رہے ہو؟ اے ابو قحافہ کے بیٹے! تو اپنے باپ کا وارث بنے اور میں اپنے باپ کی وارث نہ بنوں! عنقریب تو خدا کے سامنے پیش ہوگا۔ پھر باپ کی قبر کی طرف رخ کر کے اشعار پڑھے:

”آپ کے بعد ایسے مصائب پیش آئے کہ اگر آپؐ ہوتے تو ان میں اضافہ نہ ہوتا۔ آپؐ کو ہم نے یوں گم کر دیا ہے، جیسے زمین بارش سے محروم ہو گئی ہے۔ آپؐ کی قوم نے مصائب اور ٹیل دیئے ہیں۔ انہیں دیکھئے! نظر انداز نہ فرمائیے! اے کاش! مجھے آپ کے بعد موت آگئی ہوتی۔ موت نے تو میرے اور آپ کے درمیان جدائی ڈال دی ہے۔“ (۲)

یہی نہیں فاطمہؑ ہر نماز کے بعد ابو بکر کے لئے بدعا کرتی ہیں۔ کیا یہ لا وارث حدیث قرآن اور آثار انبیاء سے میل کھاتی ہے؟ قرآن کہتا ہے:

﴿وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ﴾

۱۔ المسد رک علی النجاشین ج ۳، ص ۱۵۴ (ج ۳، ص ۱۶۷ حدیث ۴۷۳) تذکرۃ الخواص، ص ۱۷۵، (ص ۳۱۰) ذخائر العقبیٰ، ص ۳۹، الصواعق المحرقة ص ۱۰۵ (ص ۱۷۵)

۲۔ بلاغات النساء ابن بطیور، ص ۱۲ (ص ۲۳) شرح ابن ابی الحدید، ص ۹۳ (ج ۱ ص ۲۵۱، خطبہ ۴۵) اعلام النساء ج ۸، ص ۱۲۰ (ج ۳، ص ۲۲)

سلیمان، داؤد کے وارث ہوئے۔ (۱)

زکریاؑ دعا کرتے ہیں، مجھے فرزند عطا کر جو میرا اور آل یعقوبؑ کا وارث بنے۔ (۲)

واضح بات ہے کہ میراث یہ ہے کہ صاحب جائیداد مر جائے تو اس کے پس ماندگان وارث بنیں، یہ قرآن کا حکم ہے۔ پس ان آیتوں کو علم نبوت پر محمول کرنا غلط ہے کیونکہ اس میں وراثت نہیں ہوتی۔ نبوت مصلحت عام کی تابع ہے۔ خدا نے جسے اس صلاحیت سے آراستہ دیکھا، اسے ازل سے ہی متعین کر دیا۔ اس میں نسب اور عادات سوال کا کوئی دخل نہیں۔ حضرت زکریاؑ نے اپنا وحی خدا سے مانگا کیونکہ ان کے موالیٰ انہیں محبوب کر رہے تھے۔ خود آیت میں اس کی وضاحت ہے کہ چچیرے بھائیوں اور خاندان کے لوگوں سے خائف تھے۔ یہ چیز مال سے ہی متعلق ہو سکتی ہے۔ نبوت و علم سے محبوب ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ پھر یہ کہ آیت میں رضا کی شرط رکھی ہے۔ ﴿و اجعلہ رب رضیا﴾ (۳) اس سے بھی مال ہی کی طرف اشارہ ملتا ہے کیونکہ نبوت کا تقدس تو بہر حال رضا سے وابستہ ہوتا ہے۔ مال ہی میں ہے کہ کبھی رضا ہوتی ہے، کبھی نہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ دوسرے انبیاء میں نہیں صرف یہ حکم رسول خدا ﷺ ہی سے مخصوص تھا، تو یہ بات بھی عمومی آیات سے مسترد ہوتی ہے۔ پھر ماننا پڑے گا کہ عموم آیت کو یہ لاوارث حدیث مخصوص کر دیتی ہے۔ آیت ہے:

﴿یوصیکم اللہ فی اولادکم﴾ (۴)

﴿و اولو الارحام بعضهم اولیٰ ببعض﴾ (۵)

﴿ان ترک خیراً الوصیہ﴾ (۶)

کیا یہ عمومی احکام ایک لاوارث حدیث سے مسترد کئے جاسکتے ہیں؟ کیا سیرت انبیاء بھی مسترد کی

۱۔ سورہ نمل، آیت ۱۶۔ ۲۔ سورہ مریم، آیت ۶۔

۳۔ (مریم ۶)۔ ۴۔ سورہ نساء، آیت ۱۱۔

۵۔ سورہ انفال، آیت ۷۵۔ ۶۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۸۰۔

جاسکتی ہے!!!

اس لاوارث حدیث کو علم رسولؐ کے وارث علیؑ و فاطمہؑ بھی نہیں جانتے تھے۔ نہ امت کا کوئی فرد جانتا تھا۔ پھر اگر یہ خبر واحد صحیح تھی، تو ابو بکرؓ نے لینے کے بعد دینے کی کوشش کیوں کی؟ فاطمہؑ کو ایک تحریر لکھ دی تھی کہ فدک فاطمہؑ کا حق ہے۔ اسی وقت عمر آگئے، پوچھا کیا ہے یہ؟ ابو بکرؓ نے کہا کہ میں نے فاطمہؑ کو ان کے باپ کی میراث دے دی ہے۔ عمر نے کہا: پھر مسلمانوں پر کیا خرچ کرو گے؟ عرب تم پر چڑھائی کر رہے ہیں۔ یہ کہہ کر عمر نے تحریر لی اور پھاڑ ڈالا۔ (۱)

اگر خلیفہ کی لاوارث حدیث صحیح تھی تو فدک میں تضاد عمل کیوں ہے؟

۱۔ عمر بن خطاب خلیفہ ہوئے تو فدک کو رسول خداؐ کے وارثوں کو سونپنا چاہا۔ عباس اور علیؑ نے باہم نزاع کیا۔ علیؑ نے کہا کہ رسولؐ نے اسے فاطمہؑ کے حوالے کیا تھا۔ عباس نے انکار کیا۔ وہ بولے کہ یہ رسولؐ کی ملکیت ہے، میں بھی وارث ہوں۔ عمر نے کہا کہ تم لوگ خود ہی فیصلہ کرو، میں تمہارے حوالے کرتا ہوں۔

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ عباس نے علیؑ کو گالی بھی دی۔ انہوں نے عمر سے کہا: اے امیر المؤمنین! میرے اور (معاذ اللہ) اس جھوٹے، بدکار، دھوکے باز کے درمیان فیصلہ کیجئے! (۲)
کیا آپ عباس کے متعلق سوچ سکتے ہیں کہ انہوں نے مصداق آیہ تطہیر، علیؑ کو گالی دی ہوگی؟ رسول ﷺ نے علیؑ کے لئے فرمایا ہے کہ جس نے علیؑ کو گالی دی، اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی، اس نے خدا کو گالی دی اور خدا کو گالی دینے والا، اوندھے منہ جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ (۳) ہرگز نہیں! یہ قطعی غلط ہے۔

۱۔ السيرة الطولية ج ۳، ص ۳۹۱ (ج ۳، ص ۳۶۲)

۲۔ صحیح بخاری کتاب الجہاد ج ۵، ص ۱۰۳ (ج ۳، ص ۱۱۲۸) حدیث (۲۹۲۷) صحیح مسلم کتاب الجہاد والسریر، ص ۱۱ (ج ۴، ص ۲۹)۔

۳۔ حدیث (۵۰، ۳۹) سنن بیہقی ج ۶، ص ۲۹۹، بیہم البلدان ج ۶، ص ۳۳۳ (ج ۴، ص ۲۳۸) البدایہ والنہایہ ج ۵، ص ۲۸۸

(ج ۵، ص ۳۰۸) تفسیر ابن کثیر ج ۴، ص ۳۳۵ تا ج ۷، ص ۱۶۶

۳۔ ملا کی وسیلۃ السعدین ج ۵، ق ۵، ص ۱۷۶، ۱۷۷

- ۲۔ مروان نے فذک کو عثمان کے حکم سے ہتھیا لیا۔ (۱)
- ۳۔ معاویہ نے فذک تین ٹکڑے کر کے عمرو بن عثمان، یزید بن معاویہ اور مروان کے حوالے کر دیا۔ جب مروان خلیفہ ہوا تو اس نے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو دے دیا۔
- ۴۔ عمرو بن عبدالعزیز نے کہا کہ یہ فذک خاص فاطمہ کا حق تھا، گواہ رہو کہ اب اس کے حقداروں کو واپس کر رہا ہوں۔
- ۵۔ جب یزید بن عبدالملک خلیفہ ہوا تو اولاد فاطمہ سے لے کر بنی مروان کو دے دیا اور یہ بنی امیہ کی حکومت تک انہیں کے پاس رہا۔
- ۶۔ جب سفاح خلیفہ ہوا تو فذک عبداللہ بن حسن کے حوالے کر دیا۔
- ۷۔ پھر منصور نے امام حسن ؓ کی اولادوں سے چھین لیا۔
- ۸۔ پھر مہدی نے اولاد فاطمہ کے حوالے کر دیا۔
- ۹۔ پھر اس نام پہ غور کریں اس لئے کہ سفاح سے مامون تک موسیٰ نام کا کوئی حاکم بنی عباس کا نہیں تھا بن مہدی نے اولاد فاطمہ سے چھین لیا اور مامون کے عہد تک اسی کے پاس رہا۔
- ۱۰۔ مامون رشید نے ۲۱۰ھ میں گوزر مدینہ کو حکم دیا کہ بنی فاطمہ کو فذک واپس کر دیا جائے۔ (اس کا حکم نامہ بوالبلغ اور فذک کی بنیادی حیثیت کو واضح کرتا ہے۔ نیز غاصبوں کی قلعی بھی کھولتا ہے)۔
- ۱۱۔ جب متوکل خلیفہ ہوا تو اس نے حکم دیا کہ مامون سے پہلے فذک جن لوگوں کے قبضے میں تھا، انہیں واپس کر دیا جائے۔ (۲) یہ تمام باتیں خلیفہ کی لاوارث حدیث کی تردید کرتی ہیں۔
- صواعق (۳) میں ابن حجر کا حیرتناک قول ملاحظہ فرمائیے! وہ کہتے ہیں کہ حدیث رسول ﷺ 'اننا مدینة

۱۔ سنن بیہقی ج ۶، ص ۳۰۱

۲۔ فتوح البلدان بلاذری، ص ۳۱۔ ۳۹ (ص ۴۷۔ ۴۶) تاریخ یعقوبی ج ۳، ص ۲۸ (ج ۲، ص ۲۰۵) العقد الفرید ج ۲، ص ۲۲۳ (ج ۳، ص ۵۱)

تجمل البلدان ج ۶، ص ۳۲۳ (ج ۳، ص ۲۴۰) البدایہ والنہایہ ج ۹، ص ۲۰۰ (ج ۹، ص ۲۲۵۔ ۲۲۳ حوادث ۱۰۱ھ) شرح نخب البلاغ ج ۳، ص ۱۰۳ (ج ۱۶، ص ۲۷۸ کتاب ۴۵) تاریخ الخلفاء ج ۱۵۳ (ص ۲۱۵) تحفۃ رسائل العرب ج ۳، ص ۵۱۰، اعلام النساء ج ۳، ص ۱۲۱ (ج ۳، ص ۱۲۲۔ ۱۲۰)

۳۔ الصواعق المحرقة ج ۲، ص ۲۰ (ص ۳۴) الفتاویٰ الحدیث ج ۱، ص ۱۹۷ (ص ۲۶۹)

العلم و علی بابہا“ کی بنیاد پر علیؑ کو ابو بکر سے اعلم نہیں کہا جاسکتا کیونکہ پھر ہم کہیں گے کہ اس حدیث میں لوگوں نے طعن کیا ہے اور اگر اسے صحیح بھی مان لیا جائے اور حسن تسلیم کر لیا جائے تو ابو بکر اس کی محراب ہیں اور روایت میں جو کہا گیا ہے کہ جسے علم کی طلب ہو، وہ دروازے سے آئے یہ بات بھی اعلیت کو متقاضی نہیں۔ کیونکہ کبھی کبھی غیر عالم کے بعد بھی لوگ وضاحت و بیان کے لئے چلے آتے ہیں اور انہیں اعلم کے برخلاف غیر اعلم سے تسکین ہو جاتی ہے۔ پھر یہ کہ مندرجہ روایت فردوس دیلمی کے مطابق پوری حدیث یوں ہے:

انا مدینۃ العلم و ابو بکر اساسہا و عمر حیطانہا و عثمان سقفہا و علی بابہا۔
اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ ابو بکر اعلم تھے۔ اس صورت حال میں دروازے کا قصد اس لئے ہوتا ہے کہ وضاحت و بیان کی طلب ہوتی ہے۔ اس سے شرف و منزلت مقصود نہیں ہوتا، واضح بات ہے کہ اساس، حیطان اور سقف دروازے سے بلند ہوتے ہیں۔۔۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث مدینہ پر طعن صرف ابن جوزی جیسے لوگوں کی مختصری ٹولی ہی نے کیا ہے۔ میں نے چھٹی جلد میں اس کی صحت پر محققانہ بحث کی ہے۔ ان جیسے لوگوں کے پاس صحت و عدم صحت کا کوئی معیار نہیں ہے۔ ورنہ بزرگ علماء نے اس کو صحیح کہا ہے۔ ایک گروہ اسے حسن کہتا ہے۔ بعد کے علمائے نے حقدمین کی تائید کی ہے۔ ابن جوزی جنہوں نے اس کی نیش زنی کی ان کی وقعت ہی کیا رہ جاتی ہے۔

فردوس دیلمی کی روایت کو سبھی نے ضعیف کہا ہے۔ خود ابن حجر نے الفتاویٰ الحدیثہ میں اس کو ضعیف کہا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ (اساس، حیطان اور سقف کے علاوہ) ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ ”معاویہ حلقہا“ (معاویہ زنجیر ہے) یہ بھی ضعیف ہے۔ لیکن ابو بکر کو جب اعلم ثابت کرنا ہوا تو اپنا وہ فیصلہ ضعیف نظر انداز کر بیٹھے۔

عجلونی کشف الخفا (۱) میں کہتے ہیں کہ دیلمی نے فردوس (۲) میں بغیر سند کے ابن مسعود کی

روایت نقل کی ہے کہ:

انا مدينة العلم و علی بابها و ابو بکر اساسها و عمر حيطانها و عثمان سقفها.

یہ بھی انس بن مالک کی مرفوعہ روایت ہے کہ ”و علی بابها و معاویہ حلقتها“۔ مقاصد

(۱) میں ہے کہ بالجملہ یہ تمام روایت ضعیف ہیں اور اس کے اکثر الفاظ رکیک ہیں۔

سید محمد درویش خوت نے اسنی المطالب میں لکھا ہے کہ (۲)

انا مدينة العلم و علی بابها و ابو بکر اساسها

کی حدیث کا کسی علمی کتاب میں درج ہونا، قطعی مناسب نہیں۔ ابن حجر ہیثمی نے صواعق (۳)

وغیرہ میں جو نقل کیا ہے، یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔

اس صورت حال میں غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ امیر المؤمنین حضرت علیؑ کو دروازہ سے تعبیر

کرنے کی حدیث میں اساس (بنیاد)، حيطان (دیواریں)، سقف (چھت) اور حلقہ (زنجیر) کا اضافہ

محض اس لئے کیا گیا ہے کہ خود حدیث مدینۃ العلم کو مخدوش بنادیا جائے۔ اس مسئلہ خیز اضافہ نے شہر دانش

کو عام شہروں کے جیسا بنادیا ہے، جس میں دیکھنے اور سیر کرنے کے لئے جایا جاتا ہے۔ چھت کا سائبان

بنایا جاتا ہے، دروازے پر زنجیر کھٹکھٹائی جاتی ہے، حالانکہ حدیث رسول کا صرف ایک مقصد تھا کہ میرے

شہر علم کا دروازہ علیؑ ہیں۔ یعنی علوم نبوت کے استفادہ کا صرف ایک راستہ اور دروازہ علیؑ ہیں، جو

میرے جانشین ہیں۔ جس طرح کہ شہر میں داخل ہونے کا صرف ایک راستہ دروازہ ہی ہوتا ہے۔ اساس

کی فضیلت نہیں، جب تک اس کی دیوار نہ قائم ہو جائے، ورنہ لیروں کی ٹوٹی شہر کو عارت کر دے گی۔

معنوی حیثیت سے چھت کا صرف ایک فائدہ ہوتا ہے کہ سایا ہو اور موسم سے حفاظت ہو سکے۔ کیا شہر میں

چھت ہوتی ہے؟؟؟ چھت تو گھروں اور حماموں میں ہوتی ہے۔ اس لئے شہر سے استفادہ کا راستہ

صرف دروازہ ہی رہ جاتا ہے۔ زنجیر بھی دروازے میں لگتی ہے۔ اگر دروازہ بند ہو تو زنجیر کھٹکھٹائی جاتی

۱۔ المقاصد الحسنہ (ص ۱۲۳ حدیث ۱۸۹)

۲۔ اسنی المطالب، ص ۷۳ (ص ۱۳۷ حدیث ۳۹۱)

۳۔ الصواعق المحرقة (ص ۳۳)

ہے، اصل چیز تو دروازہ ہے۔

اس لئے واضح طور سے مراد بغیر صرف یہ ہے کہ میرے شہر میں داخل ہونے اور نکلنے کا راستہ صرف ایک ہی ہے اور وہ دروازہ ہے۔ اس کے ذریعہ میرے علوم سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ اس اعتبار سے تمام علوم نبوت کا احصاء حضرت علیؑ میں ہو جاتا ہے۔ دروازہ کہہ کے تاکید کی پھر فرمایا کہ جس کو مدینہ میں آنا ہو، وہ در سے آئے۔ اس طرح امیر المؤمنین حضرت علیؑ کی ہی ذات باقی رہ جاتی ہے، جن سے لوگوں کو وابستہ کیا گیا ہے اور ان کے پاس تمام علم نبوت تھا۔ فقہ و موعظہ، اخلاق، حکم، حکمت و سیاست سبھی کچھ لوگوں کی ضرورت کا مواد علیؑ کے پاس ہے۔ اس کے سوا جو حدیث میں اضافہ ہے، وہ محض جہالت ہے۔

۲۔ خلیفہ کی شجاعت

قبل اسلام تو خلیفہ کی بہادری کا کہیں اندر پتہ نہ تھا۔ زمانہ رسولؐ میں بھی حالانکہ اکثر غزوات میں موجود رہے، لیکن شجاعت کے کارنامے لاپیدا ہیں۔ تاریخ بالکل خاموش ہے۔ صرف خیبر میں ان کے فرار کی داستان ملتی ہے۔ حضرت علیؑ و عباسؑ کا بیان ہے کہ رسول خداؐ نے خیبر میں ابو بکر کو بھیجا وہ وہاں سے لشکر سمیت بھاگ آئے۔ پھر آنحضرتؐ نے عمر کو بھیجا وہ بھی بھاگ آئے۔ یہ دونوں لشکر والوں کو بزدل ٹھہراتے تھے اور لشکر والے ان دونوں کو بزدل ٹھہراتے تھے۔ (۱)

ان دونوں کی فراریت کا پتہ حدیث خیبر سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا:

لَاعْطَيْنَ الرَّايَةَ غَدَا رَجُلَا يَحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيَّ

يَدَيْهِ لَيْسَ بِفَرَارٍ

کل میں علم اسے دوں گا، جو خدا رسول کو دوست رکھتا ہوگا، خدا اس کے ہاتھوں خیبر کو فتح کرائے گا اور وہ بھاگے گا نہیں۔

کسی روایت میں کرا رو غیر فرار بھی ہے اور کسی روایت میں ہے:

و الذی کرم و وجهہ محمد لا عطنہا رجلا لا یفر

کسی روایت میں ہے:

لا دفعن الی رجل لن یرجع حتی یفتح اللہ له

کسی میں ہے: لا یولی الدبر۔ (۱)

اس سلسلے میں ابن ابی الحدید کا سات شعروں پر مشتمل قصیدہ بھی ہے:

و ما انس لا انس للذین تقدما

خلیفہ کی؟ کا ایک منظر ذوالنہ کے لئے قتل حکم رسول بھی ہے۔ وہ بغیر ہتھیار کے نماز پڑھ رہا تھا، ابو بکر کو آنحضرت نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دیں، انہوں نے حکم رسول کے سر تابی کو قتل کے مقابلے میں آسان سمجھا، بہانہ بنائے ہوئے واپس آ گئے۔ (۲)

اس کے باوجود ابن حزم نے ”الفاضلہ بین الصحابہ“ میں ابوبکر کو مطلق طور سے تمام صحابہ میں سب سے بہادر لکھ مارا۔ انہوں نے حضرت علیؓ کی ایک حدیث بھی ٹھوک دی ہے۔ حضرت علیؓ نے لوگوں سے پوچھا: سب لوگوں میں سب سے بہادر کون ہے؟ سب نے فرمایا: آپ ہیں۔ فرمایا: میں تو جس سے بھی مقابلہ کے لئے گیا، اس پر حاوی رہا، مگر مجھے بتاؤ کہ سب سے بہادر کون ہے؟ سب نے کہا: آپ ہی بتائیے ہم تو نہیں جانتے؟ فرمایا: ابوبکر ہیں۔ جنگ بدر میں ہم نے رسول خداؐ کے لئے ایک عریش (ٹٹی)

۱۔ صحیح بخاری ج ۶، ص ۱۹۱ (ج ۳، ص ۱۳۵۷ حدیث ۳۳۹۸، ۳۳۹۹) صحیح مسلم ج ۲، ص ۳۲۳ (ج ۲، ص ۸۷ حدیث ۱۳۲ کتاب الجہاد، طبقات ابن سعد (ج ۲، ص ۱۱۱-۱۱۰) مسند احمد ج ۱، ص ۱۸۳، ۳۵۲، ۳۵۸، (ج ۱، ص ۳۰۲ حدیث ۱۷۱۱، ج ۲، ص ۳۹۱ حدیث ۳۸، ۱۰۷ ج ۶، ص ۳۵۵ حدیث ۲۲۳۱۳، ص ۳۹۲ حدیث ۹۲۲۵۲۲) خصائص نسائی ص ۸-۳ (ص ۳۲ حدیث ۱۷) سیرہ ابن ہشام ج ۳، ص ۳۸۶ (ج ۳، ص ۳۳۹) المسند رک علیؓ ج ۳، ص ۱۰۹ (ج ۳، ص ۱۱۷ حدیث ۳۵۷۵) حلیۃ الاولیاء ج ۱، ص ۶۲، اسد الخلفاء ج ۳، ص ۲۱ (ج ۳، ص ۹۸ نمبر ۳۷۸۳) البدایہ والنہایہ ج ۴، ص ۱۸۷-۱۸۵ (ج ۴، ص ۲۱۲-۲۱۱) تیسیر الوصول ج ۳، ص ۲۲۷ (ج ۳، ص ۳۱۵ حدیث ۵) ریاض النضرۃ ج ۲، ص ۱۸۸-۱۸۴ (ج ۳، ص ۱۳۳-۱۳۰)

بنادی تھی۔ اب سوال یہ ہوا کہ کون رسول خداؐ کے ساتھ اس عریش میں رہے گا؟ تاکہ مشرکین حضرت کو گزند نہ پہنچاسکیں۔ اس وقت خدا کی قسم! ابو بکر کے سوا کوئی بھی آمادہ نہیں ہوا۔ وہ تلوار لئے رسولؐ کے سر پر کھڑے رہے اور کسی مشرک کو ادھر آنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ اس لئے اشجع الناس ابو بکر ہی ہیں۔ (۱)
 کاش! اہل سنت نے اس بے پر کی سند بھی بیان کر دی ہوتی حافظہ عثمانی نے اسے بلا سند کے نقل کیا، پھر لکھا ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ کس نے اڑائی ہے۔ (۲)

اس کی تکذیب صحیحہ ابن اسحاق سے بھی ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ جنگ بدر میں عریش پر سعد بن معاذ تلوار لئے کھڑے تھے۔ وہ دشمنوں سے رسول خداؐ کی حفاظت کر رہے تھے۔ (۳)

تحفظ رسول کا معاملہ بھی صرف جنگ بدر سے مخصوص نہیں بلکہ ہر مرحلے پر کوئی نہ کوئی صحابی رسول خداؐ کی حفاظت کرتا تھا۔ بدر میں معاذ تھے، (اور سیرۃ حلبی (۴) کے مطابق کچھ دن ابو بکر تھے) احد میں محمد بن مسلمہ تھے، خندق میں زبیر بن عوام تھے، حدیبیہ میں مغیرہ بن شعبہ تھے، جنگ خیبر میں بعض دنوں تک ابوالیوب انصاری تھے، وادی قرنی میں جناب بلال، سعد بن ابی وقاص اور ذکوان بن عبد قیس تھے۔ حنین میں ابن ابی مرثدہ تھے (۵)۔ اصحاب کا یہ حفاظتی انداز اس وقت تک قائم رہا، جب تک ”و اللہ یعصمک من الناس“ کی آیت نہیں اتر گئی۔ آیت نازل ہونے کے بعد، یہ حفاظتی انداز چھوڑ دیا گیا (۶)۔ اس طرح اگر روایت کو صحیح مان لیا جائے تو ابو بکر بھی ایک پاسدار تھے۔

۱۔ ریاض الصغیر ج ۱، ص ۹۲ (ج ۱، ص ۱۲۰) تاریخ الخلفاء ص ۲۵ (ص ۳۴)

۲۔ مجمع الزوائد ج ۹، ص ۳۶ ۳۔ عیون الاثر ابن سید الناس ج ۱، ص ۲۵۸ (ج ۱، ص ۳۲۶)

۴۔ السیرۃ الحلبیہ ج ۳، ص ۳۵۲ (ج ۳، ص ۳۷۷)

۵۔ عیون الاثر ج ۲، ص ۳۱۶ (ج ۲، ص ۴۰۲) المواہب اللدیہ ج ۱، ص ۲۸۳ (ج ۲، ص ۱۲۲) السیرۃ الحلبیہ ج ۳، ص ۳۵۲ (ج ۳، ص ۳۷۷) شرح المواہب زرکانی ج ۳، ص ۳۰۳

۶۔ المسند رک علی النخسین ج ۲، ص ۳۱۳ (ج ۲، ص ۳۲۲) حدیث (۳۲۲۱) تفسیر قرطبی ج ۶، ص ۲۴۳ (ج ۶، ص ۱۵۸) تفسیر ابن جریر ج ۱، ص ۱۸۳، تفسیر ابن کثیر ج ۲، ص ۷۸، انصاف الکبریٰ ج ۱، ص ۱۲۶ (ج ۱، ص ۲۱۰) سنن ترمذی ج ۵، ص ۲۳۳

حدیث (۳۰۴۶) دلائل النبوة ج ۲، ص ۱۸۴

اگر یہ روایت صحیح مان لی جائے تو علیؑ، حمزہ اور عبیدہ کے ساتھ ان کی مدح میں بھی کوئی آیت نازل ہوئی چاہئے تھی۔ ان لوگوں کے لئے تو آیت اتری ہے: (۱)

﴿هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ﴾ (۲)

اگر اہل سنت کا مزمع صحیح ہو تو علیؑ و حمزہ اور عبیدہ کی مدح میں ”... مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا“ احزاب ۲۳ نازل ہوئی، ان کے حق میں کوئی آیت کیوں نہیں اتری؟ حضرت علیؑ کے لئے آیت نازل ہوئی: (۳)

هُوَ الَّذِي أَيْدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ (۴)

(ابوبکر کے لئے سنا ہے) حضرت علیؑ کے لئے تو آیت ہجرت نازل ہوئی، (۵) بدر کے دن

مناذی نے آواز دی:

لَا فَتَى إِلَّا عَلِيٌّ لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْقَعَارِ (۶)

کیا ابوبکر کے لئے بھی کوئی اشارہ ہے جو رسولؐ کے سر پر تلوار لئے کھڑے ہوئے تھے؟ کیا عریش صرف جنگ بدر میں ہی تھا؟ کیا رسولؐ خدا عریش کے باہر میدان میں نہیں آتے تھے؟ مؤرخین نے یہ

۱۔ صحیح بخاری ج ۶، ص ۹۸ کتاب التفسیر (ج ۴، ص ۶۹، ۷۰ حدیث ۴۳۶۷) صحیح مسلم ج ۲، ص ۵۵۰ (ج ۵، ص ۵۲۸ حدیث ۳۳) طبقات ابن سعد (ج ۲، ص ۱۷) المسند رک علیؑ السکین ج ۲، ص ۳۸۶ (ج ۲، ص ۳۱۸ حدیث ۳۲۵۲) تفسیر قرطبی ج ۱۲، ص ۲۵، ۲۶، (ج ۱۸، ۱۹) تفسیر ابن کثیر ج ۳، ص ۲۱۲، تفسیر خازن ج ۳، ص ۲۹۸ (ج ۳، ص ۲۸۲) ۲۔ سورۃ حج، آیت ۱۹۔

۳۔ مناقب خوارزمی ص ۱۸۸ (ص ۲۷۹ حدیث ۲۷۰) کفایت الطالب ص ۱۲۲ (ص ۲۳۹ باب ۶۲)

۴۔ سورۃ انفال، آیت ۶۲۔

۵۔ کفایت الطالب، ص ۱۱۰ (ص ۲۳۴ باب ۹۲) درمنثور ج ۳، ص ۱۹۹ (ج ۴، ص ۱۰۰) تاریخ بغداد ج ۱۱، ص ۱۷۳، ریاض الصغرة

ج ۲، ص ۱۷۲ (ج ۳، ص ۱۱۷) ذخائر العقبی ص ۶۹

۶۔ مسند احمد ج ۱، ص ۳۳۸ (ج ۱، ص ۵۷۲ حدیث ۳۲۳۱) تاریخ طبری ج ۲، ص ۱۰۱-۹۹ (ج ۲، ص ۳۷۲-۳۷۳) طبقات ابن

سعد ج ۱، ص ۲۱۲ (ج ۱، ص ۲۳۸) تاریخ یعقوبی ج ۲، ص ۲۹ (ج ۲، ص ۳۹) تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۱۹۱، تاریخ کامل ج ۲، ص ۳۲ (ج ۱، ص ۵۱۶) البدایہ والنہایہ ج ۷، ص ۳۳۸ (ج ۷، ص ۳۷۳ حوادث ۳۷۳)

کیوں لکھا ہے کہ رسول خداؐ نے مہاجرین کی ایک فرد کو علم دے کر خیبر میں بھیجا، وہ بغیر کچھ کئے واپس آگئے؟ کیا انھیں اور ان کے دوست کو مؤرخین پہچانتے نہیں تھے؟ ہرگز نہیں! (۱)

یہ شجاع ترین کب سے ہو گئے؟ جس دن یہودیوں کے نبرد آزما فوجی یا سرکردگی میں انصار کو حیرتے پھاڑتے رسول خداؐ تک پہنچ گئے تھے، کہ رسول خداؐ نے انتہائی مغموم تھے؟ (۲)

رسولؐ کے ساتھ تو شجاع ترین شخص موجود تھے، پھر رسول خداؐ نے سلمہ بن اکوع کو علیؑ کے پاس کیوں بھیجا؟ وہ مدینہ میں دردمشتم میں مبتلا تھے۔ علیؑ کو درد کی شدت سے کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ سلمہ ان کا ہاتھ پکڑ کر لائے تھے۔ (۳) رسولؐ نے انہیں علم دیتے ہوئے فرمایا:

”لا عطين الراية الى رجل كرا غير فرار“

کیا یہ خیبر میں بھی شجاع ترین تھے، عریش پر؟ جس دن رسول خداؐ نے خود جنگ کی گھسان کی، جنگ میں آپؐ خود زہ پہنے ہوئے، گھوڑے پر سوار تھے، آپ کے ہاتھ میں نیزہ وہ پرتھی۔ (۴)

کیا عریش احد پر بھی شجاع ترین تھے؟ جب لوگ دشمنوں میں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ آپ کے ہونٹ زخمی ہو گئے تھے۔ چہرے سے خون ٹپک رہا تھا اور رسولؐ فرما رہے تھے: یہ قوم کیسے فلاح پائے گی؟ جو اپنے نبی کو خون میں نہلا رہی ہے اور وہ ان کے لئے دعائے خیر کر رہا ہے۔ (۵)

کیا یہ اس دن بھی عریش پر شجاع ترین تھے، جب حضرت کے بیان کے مطابق لوگ رسولؐ کو چھوڑ

۱۔ تاریخ طبری ج ۳، ص ۱۷ (ج ۲، ص ۵۱۴ حوادث ۳ھ) فضائل الصحابة احمد (ج ۲، ص ۶۵۷ نمبر ۱۱۱۹) سیرہ ابن ہشام ج ۳، ص ۵۲

۲۔ (ج ۳، ص ۱۰۶) الارش الانف ج ۲، ص ۱۳۳ (ج ۶، ص ۶۷) تذکرۃ الخواص ص ۱۶ (ج ۲، ص ۳۲)

۳۔ الامتاع مقریز ص ۳۱۳، السیرۃ الخلیفہ ج ۳، ص ۳۹ (ج ۳، ص ۳۲)

۴۔ صحیح مسلم ج ۲، ص ۱۰۲ (ج ۴، ص ۸۷ حدیث ۱۳۲ کتاب الجہاد) سنن بیہقی ج ۹، ص ۱۳۱، ریاض النضرۃ ج ۲، ص ۱۸۶

ج ۲، ص ۱۳۲) السیرۃ الخلیفہ ج ۳، ص ۳۱ (ج ۳، ص ۳۵) شرح المواہب زرقانی ج ۲، ص ۲۲۳

۵۔ السیرۃ الخلیفہ ج ۳، ص ۳۹ (ج ۳، ص ۳۲)

۵۔ سیرۃ ہشام ج ۳، ص ۲۷ (ج ۳، ص ۸۲) طبقات (ج ۲، ص ۳۵-۳۴) البدایہ والنہایہ ج ۴، ص ۳۳، ۳۴ (ج ۴، ص ۳۲، ۳۳)

امتاع مقریز ص ۱۳۵، شرح المواہب زرقانی ج ۲، ص ۳۷

کر بھاگ گئے؟ تو میں نے مقتولین میں تلاش کیا اور نہ پایا تو دل میں کہا: واللہ! رسولؐ نہ تو بھاگے ہیں اور نہ قتل ہوئے ہیں۔ اب یا تو خدا ہم پر غضبناک ہے یا اس نے رسولؐ کو آسمان پر اٹھا لیا ہے۔ اب ہماری بھلائی اسی میں ہے کہ جنگ کرتے کرتے قتل ہو جائیں۔ میں نے اپنی نیام توڑ دی اور کافروں پر ٹوٹ پڑا، آگے بڑھا تو دیکھا کہ رسولؐ خدا موجود ہیں۔ اس دن علیؑ نے سولہ زخم ایسے کھائے کہ گر پڑتے تھے اور جبرئیلؑ سہارا دے کر اٹھاتے تھے۔ (۱)

کیا اس دن بھی شجاع تھے، جب ابوجہام نے گڑھا کھود کر کھا تھا کہ اس میں رسولؐ اور مسلمان گر جائیں؟ علیؑ نے رسولؐ کو سہارا دے کر اٹھایا۔ طلحہ نے کھڑا کیا تو آپؐ اپنے پیروں پر کھڑے ہوئے۔ (۲) کیا ان جنگوں میں بھی ابوبکر شجاع ترین تھے، جب رسولؐ نے دوزرہ، ذات الفضول اور فسطہ پہن رکھی تھی؟ کیا حنین کے دن بھی شجاع ترین تھے، جب رسولؐ ذات الفضول اور سعدیہ نامی زرہ پہنے ہوئے تھے؟ (۳) کیا اس دن بھی شجاع ترین تھے، جب رسولؐ نے تلوار کے ستر زخم کھائے؟ (۴) کیا اس دن بھی شجاع ترین تھے، جب آٹھ بہادروں نے مرنے مارنے پر رسولؐ کی بیعت کی تھی؟ علیؑ، زبیرؓ، طلحہؓ، ابودجانہؓ، حارث بن صمہؓ، حباب بن منذرؓ، عاصم بن ثابتؓ اور سہل بن حنیفؓ اور رسولؐ خدا ﷺ بھاگے والوں کو آواز دے رہے تھے۔ (۵)

کیا اس دن بھی شجاع ترین تھے، جب ابودجانہؓ، سعد بن وقاصؓ اور حباب بن منذرؓ پیغمبر اسلام ﷺ کے چاروں طرف سے مشرکین کو یوں بھگا رہے تھے، جیسے بھیڑ بکری بٹکانی جاتی ہے۔ کیا اس دن بھی شجاع ترین تھے، جب آتش جنگ بھڑک رہی تھی اور پیغمبر اسلامؐ انصار کے پرچم

۱۔ اسد الغابہ ج ۳، ص ۲۰، (ج ۳، ص ۹۸، نمبر ۳۷۸۳)

۲۔ سیرۃ ابن ہشام ج ۳، ص ۲۷ (ج ۳، ص ۸۵) اسحاق مقریزی، البدیۃ والنہایۃ ج ۴، ص ۲۳ (ج ۴، ص ۲۷) عیون

الاشراج ج ۲، ص ۱۲ (ج ۱، ص ۲۱۸)

۳۔ شرح المواہب زرقاتی ج ۲، ص ۲۳،

۴۔ المواہب اللدیۃ ج ۱، ص ۱۲۳ (ج ۱، ص ۳۰۲)

۵۔ اسحاق مقریزی، البدیۃ والنہایۃ ج ۴، ص ۱۳۳

تلے بیٹھے تھے، رسول خدا ﷺ نے علی کو بلوایا: آپ آئے تو رجز پڑھ رہے تھے: انا ابو القصم (میں مرد شکن ہوں) (۱) کیا اس دن بھی شجاع ترین تھے، جب اپنی بیٹی کو سرخ تلواریں لے کرتے ہوئے فرمایا تھا: بیٹی اس کا خون دھو دے، اس نے آج میری تصدیق کی ہے۔ اس دن علی نے اپنی زرہ میں گڑھے کا پانی لاکر رسول کو پینے کے لئے دیا۔ آپ کے چہرے کا خون دھویا اور سر پر پانی اوٹھایا۔ فاطمہ نے ایک ٹاٹ کو جلا کر اس کی راکھ سے زخم کو بھرا تب جا کر زخم رسول کا خون تھا۔ (۲)

کیا اس دن بھی شجاع ترین تھے؟ جب جبریل لافتی کی صدا سنارہے تھے اور حسان اس کے نغمے گا رہے تھے۔ کیا حمراء الاسلام میں بھی شجاع ترین تھے، جب رسول خدا ﷺ کا چہرہ اور پیشانی زخمی تھی، دانت ٹوٹ کر باہر آگئے تھے۔ آپ کا داہنہ شانہ ابن قیس کی ضرب سے ٹوٹ گیا تھا۔ دونوں زانوں کی بوٹی بوٹی ہو گئی تھی۔ (۳)

کیا حنین کے دن بھی عریش پر شجاع ترین تھے؟ جب جنگ کی بھی گرم ہوئی تو لوگ رسول ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ صرف چار آدمی رسول ﷺ کی حفاظت کر رہے تھے۔ تین بنی ہاشم کے اور ایک غیر بنی ہاشم علی ابن ابی طالب، عباس آپ کے سامنے تھے، ابوسفیان بن حارث مہار تھا ہوائے تھے اور ابن مسعود آپ کے بائیں جانب تھے، جو شرک بھی سامنے آتا قتل ہوتا تھا۔ (۴)

کیا یہ جنگ خندق میں بھی عریش پر شجاع ترین تھے؟ جب رسول خدا ﷺ خندق کی مٹی اٹھاتے جاتے تھے اور گنگناٹے جاتے تھے؟ خدایا! اگر تو نے ہماری راہنمائی نہ کی تو ہم راہ راست نہ پا سکیں گے، نہ صدقہ دے سکیں گے، نہ نماز ادا کر سکیں گے، ہمیں سکون عطا کر اور دشمن کے سامنے استقامت عطا کر، بلا

۱۔ سیرہ ابن ہشام ج ۳، ص ۱۹ (ج ۳، ص ۷۸-۷۷) شرح المواہب زرقانی ج ۲، ص ۳۱،

۲۔ طبقات ابن سعد (ج ۲، ص ۴۸) سیرہ ابن ہشام ج ۳، ص ۵۱، ۳۲ (ج ۳، ص ۹۰، ۱۰۶) استیعاق مفری ص ۱۳۸، البدایہ والنہایہ ج ۴، ص ۳۵ (ج ۴، ص ۳۳) میون الاثر ج ۲، ص ۱۵ (ج ۱، ص ۴۳۱) المواہب اللدیہ ج ۱، ص ۱۲۵ (ج ۱، ص ۳۰۵)

شرح المواہب زرقانی ج ۲، ص ۵۶

۳۔ طبقات ابن سعد (ج ۲، ص ۴۹)

۴۔ السیرۃ الخلیفہ ج ۳، ص ۱۲۳ (ج ۳، ص ۱۰۹)

شبہ انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔ جب انہوں نے فتنہ کا ارادہ کیا تو ہم نے انکار کر دیا۔ (۱)
کیا اس دن بھی شجاع ترین تھے، جب رسول اللہ ﷺ نے علی کے لئے فرمایا:

ضربة على يوم الخندق افضل من عبادة الثقلين
یا بروایت:

قتل على لعمر و افضل من عبادة الثقلين
یا بروایت:

لمبارزة على لعمر و افضل من اعمال امتى الى يوم القيامة (۲)
ہاں! احد کے موقع پر نظر آتا ہے، جب مشرکین کی طرف سے عبدالرحمن بن ابی بکر نے رجز پڑھتے ہوئے اپنا مقابل طلب کیا تو ادھر سے والد ماجد نکلے، انہیں دیکھ کر عبدالرحمن نے کہا: اگر تم میرے باپ نہ ہوتے تو میں واپس نہ ہوتا۔ (۳)

عریش سے احتجاج

محمد بن علی کہتے ہیں کہ میں ابن عبدون کے پاس بیٹھا تھا، وہ جنگ بدر لکھ رہے تھے، ان کے پاس بہت سے لوگوں میں ابوبکر داؤدی اور احمد بن خالد ماورائی بھی تھے۔ ابن عبدون سے داؤدی کی مسئلہ تفصیل پر بحث چھڑ گئی۔ داؤدی نے کہا: بخدا! ان عامہ کے ساتھ مقامات علی کے بیان کی قدرت نہیں رکھتا۔ بخدا! میں حضرت علی کی منزلت و مقام کو بدر، احد، خندق، حنین اور خیبر میں جانتا ہوں۔ انہوں نے کہا: اگر جانتے ہو تو عمر و ابوبکر پر برتری کے سلسلے میں یہ مفید بات ہے، جو میرے دعوے کی دلیل ہے۔ داؤدی اسی لئے میں عمرو ابوبکر کو علی سے افضل سمجھتا ہوں۔ پوچھا: وہ کیسے؟ داؤدی: ابوبکر

۱۔ طبقات ابن سعد (ج ۲، ص ۷۱) البدایہ والنہایہ (ج ۴، ص ۹۶) (ج ۳، ص ۱۱۰)

۲۔ المستدرک علی الصحیحین ج ۳، ص ۳۲ (ج ۳، ص ۳۲۷ حدیث ۴۳۲۷) المواقیف الجلی ج ۳، ص ۲۷۶ (ص ۲۱۲) کنز العمال

ج ۶، ص ۱۵۸ (ج ۱۱، ص ۶۲۳ حدیث ۳۳۰۳۵) السیرۃ الخلیفہ ج ۲، ص ۳۴۹ (ج ۲، ص ۳۲۰)

۳۔ استیعاق مفری، ص ۱۴۴

بدر کے دن عریش پر تھے، جس طرح رئیس و منتظم ہوتا ہے۔ اگر رئیس و منتظم لڑنے لگے تو لشکر شکست کھا جائے گا اور علیؑ ایک جنگجو تھے، ان کا کام ہی تھا کہ لشکر میں رہ کر جنگ کریں۔

خطیب و ابن جوزی کہتے ہیں: میرے خیال میں ایسی کنواری منطق کے ذریعہ عریش کا استدلال سب سے پہلے کتاب عثمانیہ میں جا حظ نے لکھا ہے۔ جو لوگ فضیلت علیؑ کے قائل ہیں، ان کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ آپؐ جنگ میں کود پڑتے تھے۔ حالانکہ یہ کوئی بڑی فضیلت نہیں ہے، اس لئے کہ زیادہ لوگوں کو قتل کرنا، اگر بڑی فضیلت ہوتی اور تقدم و ریاست کی دلیل ہوتی تو زیر و ابود جانہ وغیرہ رسول خداؐ سے افضل ہو جاتے کیونکہ رسولؐ نے تو صرف ایک ہی آدمی کو قتل کیا تھا اور نہ ہی بدر میں شریک قتال ہوئے، وہ صرف عریش پر ابوبکر کے ساتھ بیٹھے رہے۔ آپؐ دیکھتے ہیں کہ بہادر آدمی جنگ کرتا ہے اور رئیس نہ جنگ کرتا ہے، نہ قتل کرتا ہے۔ فقط فوجی انتظام کرتا ہے۔ رئیس ہی پر مہم امور کا دار و مدار ہوتا ہے۔ اگر سارا لشکر بھاگے اور صرف یہی رہ جائے تو فتح ہو جائے گی لیکن اگر وہ بھاگ جائے اور سارا لشکر نکار ہے تو فوجی شکست کھا جائیں گے۔ حکومت اسی کی وجہ سے باقی رہتی ہے۔ ابوبکر عریش پر رسول خداؐ کے ساتھ ہونے کی وجہ سے علیؑ کے عظیم جہاد و قتال کے باوجود افضل تھے۔ (۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

اس بے پر کی بکواس کا جواب دینے کے بجائے ہم صرف اسکا فی کا جواب نقل کئے دیتے ہیں: (۲)
بلاشبہ جا حظ کی بات تو لچھے دار ہوتی ہے، لیکن عقل سے عاری ہوتی ہے۔ اس کے نزدیک مذہب ایک کھلو اڑ ہے۔ کیا جا حظ کو معلوم نہیں کہ رسول خداؐ تمام لوگوں سے شجاع ترین تھے؟ وہ ایسے مہالک میں بھی ثبات قدم دکھاتے تھے، جب عقلمندوں کے ہوش اڑتے اور بہادرؤں کے پتے پانی ہوتے۔ چنانچہ احد میں سب بھاگ گئے، صرف چار آدمی علیؑ، زبیر، طلحہ اور ابود جانہ رہ گئے تھے۔ رسولؐ نے اس موقع پر قتال کیا، عکاشہ کو ہر حال میں تیر بارانی کا حکم دیا۔ جنگ حنین میں بھی ثبات قدم رہے اور صرف آپؐ

۱۔ تاریخ بغداد ج ۸، ص ۲۱، المنتظم ج ۶، ص ۳۲۷ (ج ۱۳، ص ۲۲، ۲۱ نمبر ۲۳۳۸)

۲۔ رسائل الجا حظ، ص ۵۳ (ص ۱۵۶-۱۵۵ رسائل المسیة) شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۲۷۵ (ج ۱۳، ص ۲۷۸-۲۷۷ خطبہ ۲۳۸)

کے قریبی افراد ہی رہ گئے تھے۔ بقیہ سب بھاگ گئے تھے۔ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ رسول خداؐ اشج البشر تھے، جب جنگ کی بھی گرم ہوتی تو ہم رسولؐ کی پناہ پکڑتے تھے، انہیں سے مدد مانگتے تھے۔ جاہظ کیسے بکواس کرتا ہے؟ اس شخص کے مقابل جو نہ کبھی لڑا، نہ میدان میں گیا۔ بھلا ابوبکر اور رسول خداؐ میں کیا نسبت؟ ذرا مرتبہ رسولؐ دیکھو اور ابوبکرؓ کو دیکھو کہ وہ کہاں ہیں؟ اگر ابوبکر شریک نبوت ہوتے تو قریش ان کے بھی دشمن ہوتے، ہم تو دیکھتے ہیں کہ وہ تمام مسلمانوں میں سب سے بوڑھے تھے۔ سب سے کم قریش کو گزند پہنچایا، نہ کبھی تیر چلایا، نہ تلوار کے زخم کھائے۔ ایسی حالت میں وہ رسولؐ کے برابر کیسے ہو جائیں گے؟ احد میں ان کے بیٹے عبدالرحمنؓ مشرکوں کی طرف سے نکلے، انہیں دیکھ کر ابوبکر غصے میں بھرے باہر نکلے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: ابوبکر اپنی تلوار نیاں میں رکھ لو! رسولؐ نے شاید اس لئے کہا ہو کہ اگر وہ جاتے تو قتل ہوتے، جنگ میں صرف یہی ایک موقع نظر آتا ہے۔

جاہظ کیسے کہتا ہے کہ میدان میں لڑنا اور پہلوانوں کو قتل کرنا، کوئی فضیلت نہیں رکھتا۔ جبکہ اسلام کا استحکام تلوار ہی سے ہوا۔ قرآن میں بھی جہاد کی مدح وارد ہے۔ جنگ سے بیٹھ رہنے والوں پر مجاہدوں کو فضیلت دی گئی ہے۔ اگر بزدل کو فضیلت ہے، تو حسان کو سب پر فضیلت حاصل ہونی چاہئے۔ آپ تاریخ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ قریش محمد مصطفیٰؐ کو تلاش کر رہے تھے، ابوبکرؓ کی طلب میں نہیں تھے۔ اسی طرح علیؓ کی تلاش میں تھے، ان کے قتل کے درپے تھے، کیونکہ انہوں نے ہی مشرکوں کا زور توڑا تھا۔ بدر میں قریش کے خلاف انصار نکلے تو انہوں نے کہا کہ ہمارے قبیلے کا آدمی بھیجو! خود ہندہ جگر خوار کا رجز ہے (۱) کہ اے علیؓ! آپ نے میرے باپ، چچا اور بھائیوں کا قتل کر کے، میری کمر توڑ دی۔ مجھے کبھی صبر نہ ہوگا۔ کیونکہ علیؓ نے ان مذکورہ لوگوں کو قتل کیا تھا۔

ہم خیر میں دیکھتے ہیں کہ رسول خداؐ حضرت علیؓ کی حفاظت کی دعا کر رہے ہیں۔ علیؓ کی جدائی انہیں قطعی گوارہ نہ تھی۔ وہ مہالک سے بچاتے تھے۔ دعا کی: خدایا! تو نے احد میں حمزہ کو لے لیا، بدر میں عبیدہ کو لے لیا اور آج علیؓ کو مجھ سے جدا نہ کر کہ میں اکیلا ہو جاؤں گا۔

عمر و بن عبدود نے بار بار لکارا اور علیؑ ہی اٹھے تو رسولؐ نے ہر بار بٹھایا۔ جب دیکھا کہ کوئی نہیں جاتا تو اپنا عمامہ سر پر رکھا پھر کچھ دور تک ان کے پیچھے پیچھے چلے، عام مسلمانوں کی حالت یہ تھی کہ جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ جب علیؑ کی آواز بکیر بلند ہوئی، تو لوگوں نے سمجھا کہ عمر قتل ہو گیا۔ اسی لئے حذیفہ کہتے ہیں کہ علیؑ کا عمرو کو قتل کرنا، اگر اس کا ثواب تمام مسلمانوں کو تقسیم کیا جائے تو سب کو کافی ہو جائے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ ”کفنی اللہ المؤمنین القتال“ میں خدا نے فرمایا ہے کہ علیؑ کی وجہ سے خدا نے مومنوں کو جنگ سے بے نیاز کیا۔

افیونی عقیدت

خلیفہ کی شجاعت نے سنیوں کو بدحواس کر مارا ہے، وہ راست روی سے بہت دور ہو گئے ہیں، انہیں ثابت کرنے کے لئے بڑے پاڑے پیلے پڑ رہے ہیں۔ لیکن کہیں سے چول نہیں بیٹھ رہی ہے۔ مڑی کے جالے کی طرح ایک کمر در ثبوت محکمہ خیر انداز میں پیش کرتے ہوئے، تفسیر قرطبی (۱) میں سورہ آل عمران کی آیت ”وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ“ کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت صدیق کی شجاعت و جرأت کی سب سے مضبوط دلیل ہے کیونکہ شجاعت و جرأت کا سب سے بڑا ثبوت مصائب و آلام میں ثبات قلب ہے اور سب سے بڑی مصیبت وفات رسولؐ تھی ایسے میں ان کی شجاعت کا مظاہرہ ہوا، عمر کہہ رہے تھے کہ رسولؐ خدا نہیں مرے، عثمان گونگے ہو گئے تھے۔ علیؑ نے روپوشی اختیار کر لی تھی۔ معاملہ اضطراب سے دو چار تھا کہ صدیق نے اس آیت سے معاملہ واضح کیا۔ وہ رخ سے تشریف لائے اور مشکل کو حل کیا۔

اس استدلال کو سیرہ حلبیہ (۲) میں بھی پیش کیا گیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ جب رسولؐ کی وفات ہوئی، تو عقلیں اڑ گئی تھیں۔ کوئی دیوانہ ہو گیا تھا، کوئی زمین گیر ہو گیا تھا، اٹھنے کی طاقت نہ تھی، کوئی گونگا ہو گیا تھا، کسی نے بستر پکڑ لیا تھا، پاگل ہونے والوں میں عمر بھی تھے۔

عثمان کو نگے ہو گئے تھے، بولنے کا یارا نہ تھا۔ حضرت علیؑ نے زمین پکڑ لیا تھا، حرکت نہیں کر سکتے تھے۔ عبداللہ بن انیس بیمار ہو گئے، اسی میں مر گئے۔ ایسے میں صرف ابوبکرؓ نے ثبات دکھایا... اور یہ ان کی شجاعت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

قرطبی نے اس آیت سے شجاعت غلیفہ کا ثبوت فراہم کرنا چاہا ہے جبکہ اس ادا سے صرف یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکرؓ نے اس آیت کے ذریعہ وفات رسولؐ کا استدلال کیا ہے، انہیں شاید شجاعت اور سنگ دلی کا مطلب نہیں معلوم۔ یہاں استدلال صرف اس لئے کیا تھا کہ موجودہ سیاسی دشواری کو حل کیا جاسکے۔

ایک صاحب نے بدحواسی میں وفات رسولؐ کا انکار کر دیا جبکہ وہ واقعی بدحواس نہیں تھے۔ یہ اس لئے کہ حضرت ابوبکرؓ سے آجائیں، پھر معاملہ اپنے حق میں کرنے کے لئے سیاسی طور پر آیت سے استدلال کر کے کاروائی آگے بڑھائی گئی۔ حضرت علیؑ کو گوشہ نشین اس لئے کہا گیا کہ بیعت نہ کرنے کا بہانہ تراشا جاسکے۔ عثمانؓ کو گونگا اس لئے کہا گیا کہ وہ اس سلسلے میں کچھ بول نہیں رہے تھے۔ ان کی شجاعت کا ثبوت اگر یہی تھا تو جیسا کہ مؤرخین لکھتے ہیں کہ انہوں نے چادر ہٹا کر چہرہ رسولؐ دیکھا اور روتے ہوئے کہا کہ آپؐ زندگی و موت دونوں میں پاکیزہ رہے (۱)۔ اس وقت بھی نہ روتے لیکن خود رسول اکرمؐ بھی عثمان بن مظعونؓ کی موت پر روتے تھے۔ تین بار گریہ کے ساتھ چہرہ کا بوسہ لیا تھا۔ آپؐ کے رخسار سے آنسو رواں تھے اور آپؐ فریاد کر رہے تھے (۲)۔ حالانکہ عثمان بن مظعونؓ اور رسول اکرمؐ کی وفات میں بڑا فرق تھا۔ دونوں مصیبتوں میں بھی بڑا فرق تھا۔ اس میزان کے اعتبار سے عمرؓ بھی رسولؐ خدا سے زیادہ بہادر کہے جائیں گے۔ رسولؐ نے نبی کی موت پر گریہ کر رہے تھے اور عمرؓ تھے کہ رونے

۱۔ صحیح بخاری ج ۶، ص ۲۸۱ (ج ۳، ص ۱۶۱۸ حدیث ۴۱۸۷) سیرہ ابن ہشام ج ۴، ص ۳۳۳ (ج ۳، ص ۳۰۶) طبقات ابن سعد

ج ۲، ص ۲۶۸ (۲۶۸) تاریخ طبری ج ۳، ص ۱۹۸ (ج ۳، ص ۲۰۱ حوادث ۱۱ھ)

۲۔ سنن بیہقی ج ۳، ص ۳۰۷ حلیۃ الاولیاء ج ۱، ص ۱۰۵، الاستیعاب ج ۲، ص ۳۹۵ (القسم الثالث، ص ۱۰۵۵ نمبر ۱۷۷۹) اسد

الغلیبہ ج ۳، ص ۳۸۷ (ج ۳، ص ۶۰ نمبر ۳۵۸۸) الاصابہ ج ۲، ص ۲۶۳ (۵۴۵۳)

والیوں کو کوڑے سے مار رہے تھے۔ (۱)

اس قیاس پر عثمان بھی رسولؐ سے زیادہ شجاع تر ہو جائیں گے، وہ رقیہ یا ام کلثوم کی موت پر گم سم تھے، کوئی اثر نہ تھا اور رسول خداؐ اور رہے تھے۔ صحیحہ انس کے مطابق وہ تو اپنی زوجہ کی وفات کی رات، دوسری عورت کے ساتھ شب باش تھے۔ (۲)

ان سب کو چھوڑیے خود ابو بکر کی موت کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ وفات رسولؐ کا اثر تھا کہ رسولؐ کی وفات کے بعد غم و اندوہ کی وجہ سے کمزور ہو گئے تھے کہ جسم پکھلتے پکھلتے جلد ہی ختم ہو گئی۔ (۳)
معلوم ہوتا ہے کہ یہ احادیث قرطبی نے نہیں دیکھی؟، انتہائی بزدل تھے۔ بعض غلو پسندوں نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے مکہ میں اظہار اسلام کے لئے تلوار نکالی وہ ۱۔ محمد، ۲۔ ابو بکر اور ۳۔ زبیر تھے (۴)۔
ایک حدیث گڑھی گئی ہے کہ ابو بکر نہ ہوتے تو اسلام ہی ختم ہو جاتا۔ (۵)

بہر حال ابو بکر نے کبھی تلوار نہیں چلائی، کبھی؟ نہ کھایا، نہ کسی کو میدان میں ڈرایا، لیکن عقیدت مند کہتے ہیں کہ وہ شجاع ترین تھے۔ (۶)

۱۔ مسند احمد ج ۱، ص ۳۳۵، ۳۳۷ (ج ۱، ص ۳۹۳، ۵۵۱، حدیث ۲۱۲۸، ۳۰۹۳) المسند رک علیٰ النجاشی ج ۳، ص ۱۹۰ (ج ۳، ص ۲۱۰ حدیث ۳۸۶۹ تخفیف مسند رک کا یہی حوالہ ہے) مسند ابی داؤد طیالسی، ص ۳۵۱، الاستیعاب ج ۲، ص ۴۸۲ (القسم الثالث ص ۵۶، ۱۰۵، ۱۷۹) مجمع الزوائد ج ۳، ص ۱۷

۲۔ المسند رک علیٰ النجاشی ج ۳، ص ۴۷ (ج ۳، ص ۵۱ حدیث ۶۸۵۲) الاستیعاب ج ۲، ص ۴۸ (القسم الرابع ج ۱، ص ۱۸۴ نمبر ۳۳۳۳) الاصابہ ج ۳، ص ۳۰۴ (۳۳۰) ص ۴۸۹ (نمبر ۷۱۷۰)

۳۔ المسند رک علیٰ النجاشی ج ۳، ص ۶۳ (ج ۳، ص ۶۶ حدیث ۴۳۱۰) اسد الغابہ ج ۳، ص ۲۲۴ (ج ۳، ص ۳۳۵ نمبر ۳۰۶۴) صفۃ الصفوة ج ۱، ص ۱۰۰ (ج ۱، ص ۲۴۳ نمبر ۲، ریاض النضرہ ج ۱، ص ۱۸۰ (ج ۱، ص ۲۲۲) تاریخ الخلفاء ج ۲، ص ۲۶۳ (حیاء الخوان ج ۱، ص ۴۹ (ج ۱، ص ۷۱) الصواعق المحرقة، ص ۵۳ (ص ۸۸) تاریخ الخلفاء، ص ۵۵ (۷۶) اخبار الدول قرمائی مطبوعہ بر حاشیہ کامل ج ۱، ص ۱۹۸ (ج ۱، ص ۲۸۱) نزہۃ المجالس ج ۲، ص ۱۹۷ مصباح الظلام ج ۲، ص ۲۵ (ج ۲، ص ۶۲ حدیث ۳۶۲۲)

۵۔ نزہۃ المجالس ج ۲، ص ۱۸۲

۶۔ نور الابصار، ص ۵۴ (۱۱۳)

خليفة کاشات عقيده

ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ ابوبکر نے کہا: اے خدا کے رسول! میں فلاں جگہ سے گذرا تو ایک نیک مرد کو دیکھا کہ بڑے خضوع و خشوع سے نماز پڑھ رہا ہے۔ رسول خداؐ نے کہا: جا کر اسے قتل کر دو! ابوبکر گئے، اسے حالت نماز میں دیکھا تو بغیر قتل کئے واپس آ گئے۔ رسول خداؐ نے عمر سے کہا کہ جا کر تم اسے قتل کر دو! انہوں نے بھی ابوبکر کی طرح اسے قتل کرنا پسند نہ کیا اور واپس آ کر کہا: اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے دیکھا کہ وہ پوری توجہ کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے۔ آنحضرت نے حضرت علی سے فرمایا: تم جا کر اسے قتل کر دو۔ علی تشریف لے گئے تو اسے نہ پایا۔ واپس آ کر عرض کی، وہ مجھے نہیں ملا۔ رسول خداؐ نے فرمایا: یہ اور ان کے دوست قرآن پڑھتے ہیں، لیکن ان کی آواز حلق سے نیچے نہیں اترتی۔ وہ اس طرح دین سے نکل جائیں گے، جس طرح تیر چلہ کمان سے نکل جاتا ہے (۱)۔ انہیں قتل کر دو! یہ بدترین مخلوقات ہیں۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ زمانہ رسولؐ میں ایک عابد تھا، اس سے مل کر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ میں نے رسول خداؐ سے عرض کی اور اس کا نام بتایا لیکن خدا کے رسولؐ نے اسے نہ پہچانا۔ میں نے اس کے صفات بیان کئے، پھر بھی نہ پہچانا۔ اچانک وہ شخص نمودار ہوا، تو میں نے کہا: یہی ہے۔ فرمایا: تم ایسے شخص کی بات کر رہے ہو، جس میں شیطانی اثرات نمایاں ہیں۔ وہ شخص آیا اور بغیر سلام کئے بیٹھ گیا۔ رسول خداؐ نے اس سے پوچھا: جب تم میری بزم میں بیٹھ رہے تھے، تو کیا تم نے نہیں کہا تھا کہ ملت میں مجھ سے بہتر کوئی نہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! میں نے کہا تھا۔ پھر وہ نماز پڑھنے لگا۔ رسول خداؐ نے فرمایا: کون اسے قتل کرے گا؟ ابوبکر نے کہا: میں قتل کروں گا۔ وہ آئے تو اسے حالت نماز میں دیکھا تو کہا: سبحان اللہ! میں نمازی کو قتل کروں حالانکہ رسول خداؐ نے نمازیوں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے۔ وہ چلے آئے۔ رسولؐ نے پوچھا: کیا کیا؟ جواب دیا: میں نے نمازی کو قتل کرنا مناسب نہیں سمجھا، آپ نے تو خود ہی نمازیوں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے۔ دوبارہ رسولؐ نے پوچھا کہ کون قتل کرے گا؟ اس بار عمر اٹھے، وہ بھی گئے اور

سجدے کی حالت میں دیکھ کر کہنے لگے کہ ابو بکر مجھ سے افضل ہیں۔ واپس آئے تو رسول خداؐ نے پوچھا: واپس آگئے؟ جواب دیا: میں نے اسے سجدے کی حالت میں دیکھا، اس لئے قتل کرنا، مناسب نہیں سمجھا۔ تیسری بار رسولؐ نے پوچھا: کون اسے قتل کرے گا۔ اس بار حضرت علیؓ اٹھے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: اگر مل جائے تو قتل کر دینا۔ آپؐ گئے تو وہ وہاں موجود نہ تھا۔ واپس آئے اور کہا کہ وہ وہاں نہیں ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: اگر تم نے قتل کر دیا ہوتا، تو امت کے دو شخصوں میں بھی اختلاف نہ ہوتا۔ (۱)

یہ واقعہ ذوالثیہ کا ہے، جو نہروان کے خارجیوں کا سرغنہ تھا۔ چنانچہ صحیح مسلم، ابوداؤد میں ہے (۲) کہ جنگ نہروان میں حضرت علیؓ نے اسے قتل کیا۔ رسول خداؐ نے اسے حالت نماز میں ہی قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ عمرو ابو بکرؓ نے قتل نہیں کیا، حضرت علیؓ کو مل نہ سکا ورنہ بقول رسولؐ تمام فتنوں کا خاتمہ ہو جاتا۔ علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

ان دونوں خلیفہ سے پوچھئے کہ آخر کس نے کہا ہے کہ نمازیوں کو قتل نہ کرنا چاہئے؟ خود صاحب شریعت حکم دے رہا ہے۔ اس نے خود نماز پڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا۔ پہلے خلیفہ نے کہا کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے اور پھر عمر کو قتل کا حکم دیا آپؐ جانتے تھے کہ اس کا تمام عمل ریا کاری ہے، جو اپنے ساتھیوں کو فریب دینے کے لئے کر رہا ہے۔ کیا یہ کافر تھا، جو واجب القتل تھا؟ رسولؐ فرما رہے ہیں کہ اس کی آنکھوں میں شیطنت کھیل رہی ہے۔ اس بد بخت نے رسولؐ کو سلام بھی نہ کیا، اس بے حیا نے دل کی بات بھی رسولؐ سے کہہ دی۔ اسی لئے تو رسولؐ نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا۔ آپؐ وحی ترجمان تھے، لیکن دونوں نے حالت نماز میں دیکھ کر اس پر رحم کیا تا کہ لوگوں کے سامنے احترام نماز کا عقیدہ واضح ہو سکے۔ عمر نے اجتہاد میں اضافہ کیا کہ ابو بکرؓ مجھ سے افضل ہیں۔ کیا جس رسولؐ نے حکم قتل دیا تھا وہ ان سے بہتر نہ تھے؟ کیا رسولؐ نے احترام نماز کا حکم نہیں دیا تھا؟ پھر کیوں قتل کا حکم دیا؟ ان دونوں خلیفہ پر لازم تھا کہ اسے قتل

۱۔ حلیۃ الاولیاء ج ۳، ص ۲۲۷ (نمبر ۲۳۵) مسند ابویعلیٰ (ج ۱، ص ۹۰ حدیث ۹۰) البدایہ والنہایہ ج ۷، ص ۲۹۸ (ج ۷، ص ۳۳۰)

حوادث ج ۳ (الاصابة ج ۱، ص ۲۸۳) (نمبر ۲۳۶)

۲۔ صحیح مسلم (ج ۲، ص ۳۳۳ حدیث ۱۵۶ کتاب الزکوۃ) سنن ابی داؤد (ج ۳، ص ۲۳۵-۲۳۳ حدیث ۴۷۶۹-۴۷۶۸) شمار القلوب، ص ۲۳۲ (ص ۲۹۰ نمبر ۳۳۷)

کر کے واضح ہلاکت سے نجات دیتے۔ ایک بے ہتھیار نمازی سے دونوں خلیفہ ڈر گئے جبکہ ابن حزم، قرطبی، سیوطی وغیرہ انہیں شجاع ترین انسان کہتے ہیں۔ (۱)

یہ ذوالنہ یہ ہوازن کا مال غنیمت تقسیم کرتے وقت بھی رسولؐ سے گستاخی کر چکا تھا۔ جسے دونوں خلیفہ جانتے تھے۔ اس نے کہا تھا کہ آپ انصاف نہیں کر رہے ہیں، رسولؐ خدا کو غصہ آ گیا تھا۔ فرمایا کہ میں انصاف نہ کروں گا تو کون کرے گا؟ عمرؓ نے اٹھ کر کہا: یا رسولؐ خدا! کیا میں اسے قتل کر دوں؟ فرمایا: نہیں۔ اس مرد کے ہنگاموں سے مارقین کا گروہ پیدا ہوگا۔ (۲)

عبادت میں والہانہ پن

عبادت کے سلسلے میں بھی ابوبکرؓ کا نہ تو عہد نبویؐ میں کوئی پتہ و نشان ہے، نہ بعد نبیؐ۔ لیکن اس میں بھی یاروں نے فلسفہ بگھارنے کی کوشش کی۔

محبت طبری نے ریاض النضرہ (۳) میں لکھا ہے کہ ابوبکرؓ کی وفات کے بعد عمرؓ ان کی زوجہ کے پاس آئے اور ابوبکرؓ کے روزانہ کے مشاغل کے متعلق پوچھا کہ گھر میں کیسے تھے؟

زوجہ نے کہا: ہاں! وہ شب بھر قیام کرتے اور کچھ کام کرتے رہتے تھے۔ پھر زوجہ نے کہا کہ لیکن شب جمعہ وضو کرتے تھے، نماز پڑھتے تھے، پھر روبہ قبلہ دونوں زانوں میں سر چھپا کر بیٹھ جاتے تھے۔ جب پوچھتی تھی تو ایک آہ سرد کھینچتے تھے۔ ان کے دہکتے کلیجے کی آواز میں بھی سنتی تھی۔ یہ سن کر عمرؓ رونے لگے پھر زوجہ نے کہا کہ ابوبکرؓ بولے: پسر خطاب کہاں، اس جگر بریاں کی طرح ہو سکتا ہے؟ مراۃ البنان (۴) میں ہے کہ جگر بریاں کی؟۔ (۵)

۱۔ الفصل (ج ۳، ص ۱۳۳) ریاض النضرہ ج ۱، ص ۹۲ (ج ۱، ص ۱۲۰) تاریخ الخلفاء ۲۵ (۳۳)

۲۔ تاریخ ابی الفداء ج ۱، ص ۱۴۷، امتاع مقریزی ص ۲۲۵

۳۔ ریاض النضرہ ج ۱، ص ۱۳۳ (ج ۱، ص ۱۶۸)

۵۔ عمدة التفتیح عبدی مالکی، ص ۱۳۵ (۲۳۰)

۴۔ مرآۃ البنان ج ۱، ص ۶۸

عمدۃ التحقیق میں ہے کہ بعد ابو بکر عمر نے عائشہ واسماء سے شب وروز کے متعلق دریافت کیا تو جواب ملا کہ رات بھر نماز نہیں پڑھتے تھے نہ زیادہ عبادت کرتے تھے۔ بلکہ جب سحر ہوتی تو دو زانو ہو کر سر ڈال کر بیٹھ جاتے تھے پھر سر کو سوائے آسمان بلند کرتے اور درد سے بھرپور لمبی آہ کھینچتے اور آہ کرتے۔ ہم لوگ ان کے منہ سے دھواں نکلتا دیکھتے تھے۔

اصل میں اس روایت سے خلیفہ کا خوف خدا اور دلسوزی ظاہر کرنا مقصود ہے، چونکہ ابو بکر صدیق اسرار نبوی کو جو؟ سے تفویض ہوئے تھے، ان کے تحمل کا اپنے کو اہل نہیں پاتے تھے۔ حدیث ہے کہ میں تم سے زیادہ معرفت خدا رکھتا ہوں اور تم سے زیادہ ڈرتا ہوں، اس طرح انسان کی معرفت کامل کسی کے جلال و جمال سے خوف میں مبتلا کر دیتی ہے اور اس ہدف کے سامنے تمام چیزیں پراگندہ ہو جاتی ہیں۔ اگر خدا کسی پر ثبات معرفت کی راہ نہ کھولے تو ذرہ برابر اس کے جلال و جمال سے آگاہی حاصل نہیں کر سکتا۔ صدیق کو معرفت تامہ (بھرپور معرفت) حاصل تھی۔ حدیث ہے کہ جو چیز بھی میرے سینے میں اونٹ بلی گئی میں نے وہ ابو بکر کے سینے میں اونٹ بلی دی۔

اگر جبرئیل چاہتے کہ صدیق کے سینے میں اونٹ بلی دیں تو ممکن نہ تھا۔ مماثل کو واسطہ فیض قرار دیا جاتا ہے۔ چونکہ رسول بھی ابو بکر کی طرح انسان تھے، اس لئے انہیں کے واسطے سے معرفت اونٹ بلی گئی۔ اسی لئے ان کا کیجہ پھٹتا تھا۔

حکیم ترمذی نوادر الاصول (۱) میں لکھتے ہیں کہ ابو بکر کو کثرت صوم و صلوٰۃ کی وجہ سے برتری ملی بلکہ انکے دل میں جو تھا اس سے برتری ملی تھی۔

شرح مختصر صحیح بخاری، یوایت شعرانی، مرآۃ یافعی اور نزہہ صفوری میں ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ ابو بکر کو روزہ و نماز کی زیادتی کی بنیاد پر فضیلت نہیں ملی تھی، انہیں اس چیز کی وجہ سے برتری ملی جو ان کے سینے میں تھا۔ (۲)

۱۔ نوادر الاصول، ص ۳۱، ۳۶۱، (ج ۱، ص ۱۸۸، ج ۲، ص ۱۹۸، ص ۲۲۰)

۲۔ شرح مختصر صحیح بخاری ج ۲، ص ۳۱، ۱۰۵، ج ۳، ص ۹۸، ج ۳، ص ۶۳، یوایت والجبواہر ج ۲، ص ۲۲۱، (ج ۲، ص ۷۳) مرآۃ الجنان ج ۱، ص ۶۸، نزہۃ المجالس ج ۲، ص ۱۸۳،

علامہ امینی فرماتے ہیں:

اگر جگر بریاں کی روایت صحیح مان لی جائے تو تمام انبیاء خصوصاً سرور کائنات ابوبکر سے زیادہ خوف خدا رکھتے تھے، ان میں جگر بریاں کی بوزیادہ پھیلنی چاہئے۔ خوف خدا کی اصل، علم ہے:

﴿انما يخشى الله من عباده العلماء﴾ (۱)

بے شک علماء ہی خدا سے ڈرتے ہیں۔

حدیث ہے: جو تم میں خدا کی زیادہ معرفت رکھتا ہے، وہی خدا سے ڈرتا ہے۔ (۲)

اسی مفہوم کے خطبے بھی ہیں۔ امیر المومنین فرماتے ہیں:

سب سے زیادہ خوف علماء ہی کو ہوتا ہے۔ (۳)

مقاتل کہتے ہیں: لوگوں میں خدا ترس وہی ہے، جو دانا ترین ہو۔ (۴) فحشی و مجاہد کہتے ہیں کہ

صرف علماء ہی خدا سے ڈرتے ہیں (۵)۔ اسی لئے رسولؐ نے فرمایا کہ میں تم سب سے زیادہ دانا ہوں

اور خوف خدا رکھتا ہوں (۶)۔ بادشاہوں کے پاس جو زیادہ قریب رہتے ہیں وہ زیادہ ڈرتے ہیں۔

اب ذرا خوف خدا کا صحیح نقشہ امیر المومنین کے یہاں دیکھئے! آپ رات کی تنہائی میں مارگزیدہ کی

طرح تڑپتے تھے جبکہ آپ جنت و جہنم کے بانٹنے والے ہیں (۷) لیکن کسی نے بھی ان کے جگر بریاں کی

بوئیں سونگھی۔ اگر اولیاء کے دھویں کو جمع کیا جائے تو ساری دنیا بد بوئے جگر بریاں سے بھر جائے۔

۱۔ فاطر ۲۸ ۲۔ تفسیر خازن ج ۳، ص ۵۲۵ (ج ۳، ص ۳۹۹)

۳۔ غرر الحکم آمدی، ص ۶۲ (۶۳ حدیث ۷۸۵)

۴۔ تفسیر خازن ج ۳، ص ۵۲۵ (ج ۳، ص ۳۹۹)

۵۔ تفسیر قطبی ج ۳، ص ۳۲۳ (ج ۳، ص ۲۱۹) تفسیر خازن ج ۳، ص ۵۲۵ (ج ۳، ص ۳۹۹)

۶۔ تفسیر بیضاوی ج ۲، ص ۳۰۲ (ج ۲، ص ۲۷۲) اللع ابی نصر ص ۹۶ (ص ۱۳۳)

۷۔ شرح نفع البلاغ ابن ابی الحدید ج ۱، ص ۲۰۰ (ج ۲، ص ۲۶۰) خطبہ ۳۵ تاریخ ابن عساکر (ج ۱۲، ص ۲۷۱) کتایہ الطالب ص ۲۲

(ص ۷۲ باب ۳) الصواعق المحرقة ص ۷۵ (ص ۱۲۶) الشفاء صریف حقوق المصطفیٰ (ج ۱، ص ۶۵۷) شرح شفا خاتمی ج ۳، ص

۱۶۳، التعلیۃ ابن اثیر (ج ۳، ص ۶۱)

کیا کوئی سمجھدار اس کو قبول کرے گا کہ جو خدا ترس ہوگا، اس کا جگر پتک کر کباب ہو جائے گا۔ شعلہ بھی نکلے، دھواں بھی نکلے۔ پھر جگر جل کیوں نہیں جاتا؟!! تعجب ہے، جگر جلنے کے بعد آدمی زندہ رہ جاتا ہے، یہ سوال اگر ابوبکر کے مریدوں سے کیجئے تو کہیں گے کہ یہ ابوبکر کا خاص معجزہ ہے۔

میرے خیال میں یہ طفلانہ پندار ان لوگوں کا ہے، جو لغت عرب سے ناواقف تھے۔ عربی زبان میں بے شمار کنائے اور استعارے بولے جاتے ہیں۔ اگر بولتے ہیں کہ فلاں کو آتش خوف نے جلا دیا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کا جگر جل بھن گیا۔ اس سے دھواں بھی نکلا، جگر بریاں کی بدبو پھیلی۔ صرف اس کا مطلب اندوہ بسیار ہوتا ہے۔

عبیدی کا مضحک فلسفہ بھی لاف و گزاف ہے، جو بے دلیل ہے، اسی کے ساتھ یہ حدیث کہ جو سمجھ خدا نے مجھ کو میرے دل میں اٹھایا، وہ سب ابوبکر کے سینے میں اوٹھیل دیا۔ یہ حدیث بھی گڑھی ہوئی ہے (۱)۔ ایسی صورت میں دعوے کا ثبوت بھی مشکل ہے۔ نہ کہ اس کی بنیاد پر غلو کیا جائے۔

خليفة کے اخلاقی مظاہرے

خليفة کی بلند اخلاقی کا کوئی نمونہ نہیں مل سکا۔ صرف صحیح بخاری، کتاب التفسیر میں عبد اللہ بن زبیر سے روایت ہے کہ قبیلہ بنی تمیم کے کچھ افراد خدمت رسول اللہ ﷺ میں آئے۔ ابوبکر نے کہا: قعقاع بن معبد کو امارت سپرد کیجئے۔ عمر نے کہا: اقرع بن حابس کو سپرد کیجئے۔ ابوبکر نے کہا: تم ہر جگہ میری مخالفت کرتے ہو۔ عمر نے کہا: میں تمہاری مخالفت نہیں کر رہا ہوں۔ اس طرح دونوں میں اتنی نوک جھوک ہوئی کہ چیخنے چلانے لگے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدُمُوا...﴾ (۲)

۱۔ سفر السعادة (ج ۲، ص ۲۱۱) کشف الخفاء ج ۲، ص ۴۱۹، اتنی الطالب ص ۱۹۴ (ص ۳۹۱ حدیث ۱۲۶۲) الموضوعات الکبری قاری

بخاری نے بطریق ابن ملیکہ یہ بھی لکھا ہے کہ قریب تھا کہ دونوں نیکو کار ابوبکر و عمر ہلاک ہو جائیں کیونکہ وہ بارگاہ رسولؐ میں پیچھے چلانے لگے تھے اور اس کے بعد متذکرہ بنی تمیم کا واقعہ لکھا ہے۔ چنانچہ آیت اتری:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾ (۱)

علامہ ابنیٰ فرماتے ہیں:

ان دونوں بزرگوں پر تعجب ہے کہ عرصے تک رسولؐ کے ساتھ معاشرت میں اخلاق کریمانہ سے بہرہ مند نہ ہو سکے۔ انہیں بڑے لوگوں کی بزم میں بیٹھنے کا ادب بھی نہ آیا۔ خاص طور سے خلق عظیم کی بارگاہ میں بات کرنے کا ڈھنگ ہی نہ جانتے تھے۔ قریب تھا کہ دونوں ہلاک ہو جاتے کہ آیت نازل ہوئی۔ (۲) ابن عساکر نے مقدم سے روایت کی ہے کہ ابوبکر اور عقیل میں گالم گلوچ ہوئی لیکن ابوبکر گالیاں دینے میں بھاری پڑے۔

اس روایت میں ابن حجر (۳) نے لکھا ہے کہ سبایا یا نسبا (ستباب گالم گلوچ کا مقابلہ اور نسب مہارت نسب دانی کا مقابلہ) بعد میں سیوطی (۴) نے سبابا کا لفظ ہٹا کر نسبا ہی لکھ دیا ہے۔ بغیر کسی تردید کے۔ لیکن ہر واقف کار جانتا ہے کہ نسبا کا لفظ استبا سے میل نہیں کھاتا بلکہ یہاں استبا ہی ہے اور یہی مناسب ہے۔ گویا راوی کہنا چاہتا ہے کہ گالم گلوچ میں عقیل سے زیادہ تھے، کیونکہ یہ ان کی عادت ثانیہ تھی۔

ممکن ہے کچھ لوگ کہیں کہ نسب کا مطلب ہے کہ نسب کے پیچ و خم سے واقف تھے، اس کی خامیاں جانتے تھے اس لئے انسان جب گالی دے گا، تو اس کی عزت و نسب پر طعن کرے گا۔ لیکن یہ صفاتی چنداں

۱۔ حجرات ۲: صحیح بخاری ج ۷، ص ۲۲۵ (ج ۴، ص ۱۳۳۳ حدیث ۴۵۶۲) الاستیعاب ج ۲، ص ۵۳۵ (القسم الثالث، ص ۱۸۸۲ نمبر ۲۱۲۲) تفسیر قرطبی ج ۱۶، ص ۳۰۰ (ج ۱۶، ص ۱۹۸) تفسیر ابن کثیر ج ۴، ص ۲۰۶، تفسیر خازن ج ۴، ص ۱۷۲ (ج ۴، ص ۱۶۴) الاصلہ ج ۱، ص ۵۸ (نمبر ۲۳۱) ج ۴، ص ۲۳۰ (نمبر ۷۱۸) تاریخ ابن عساکر (ج ۳، ص ۱۱۰ نمبر ۳۳۹۸)

۲۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۹، ص ۵۸۲)

۳۔ الصواعق المحرقة، ص ۳۳ (۷۲) ۴۔ تاریخ الخلفاء، ص ۳۷ (۵۰)

لائق توجہ نہیں لفظ گالی بجائے خود اتہام اور بدکاری کی اشاعت کرے گا۔ (۱) خصائص کبریٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولؐ کے آخری ایام میں عقل و ابوبکرؓ سے کالم گلوچ ہوئی تھی۔ ابوبکرؓ کے گالی باز ہونے کا ثبوت (اور مسلمانوں کو گالی دینا بدکاری ہے)۔ (۲)

ہم نے گذشتہ صفحات میں، مسئلہ قدر میں بیان کیا کہ ابوبکرؓ نے پوچھنے والے سے کہا: یا بن اللہ الخناء! (۳) ایک بار حضرت عمرؓ سے کہا: نکلتک امک و عدمتک یا بن الخطاب! یہ اس وقت کہا، جب معلوم ہوا کہ انصار چاہتے ہیں کہ اسامہؓ سے زیادہ سن (عمر) کے آدمی کو حکمراں بنایا جائے۔ اس وقت عمرؓ کی داڑھی پکڑ کے گالی دی اور فرمایا: اسے رسولؐ نے حکمراں بنایا ہے اور تم چاہتے ہو کہ اس سے یہ عہدہ چھین لیا جائے۔ (۴)

ہاں! (۵) ابن حبان نے بھی خلیفہ کے اخلاق پر ایک گڑھی ہوئی، جھوٹی حدیث نقل کی ہے کہ اسماعیلؓ کذاب مرفوعاً جبریلؓ کا بیان نقل کرتا ہے کہ ابوبکرؓ آسمان میں زمین سے زیادہ مشہور ہیں کیونکہ فرشتے، انہیں حلیم قریش کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

اگر خلیفہ حلیم قریش ہوتے یا رسولؐ اعظمؐ کے خلق عظیم کا ذرا بھی حصہ ملا ہوتا تو مرتے دم تک جگر گوشہ رسولؐ فاطمہؓ زہراؓ ان سے ناراض نہ رہتیں۔ یہ ایسا کام تھا کہ خود خلیفہ کو آخری زمانے میں افسوس رہا، آرزو کرتے تھے کہ کاش میں نے ایسا نہ کیا ہوتا۔ اگر حلیم ہوتے تو حکم نہ دیتے کہ جو بھی فاطمہؓ کے گھر میں

۱۔ الخصائص الکبریٰ ج ۲، ص ۸۶ (ج ۲، ص ۱۴۵)

۲۔ مسند احمد ج ۱، ص ۳۱۱ (ج ۱، ص ۶۷۹ حدیث ۳۸۹۳) سنن ابن ماجہ ج ۲، ص ۴۶۱ (ج ۲، ص ۱۳۰۰-۱۲۹۹ حدیث ۳۹۴۱)۔
۳۹۳۹ (تاریخ بغداد ج ۵، ص ۱۴۳) (نمبر ۲۵۷۷) الجامع الصغیر (ج ۲، ص ۴۱-۴۰ حدیث ۴۶۳۳، ۴۶۳۴) ریاض الصالحین، ص ۳۲۳ (ص ۵۱۸ حدیث ۱۵۶۲)

۳۔ تاریخ الخلفاء، ص ۶۵ (ص ۸۹)

۴۔ التحدید باقلائی، ص ۱۹۳، تاریخ طبری ج ۳، ص ۲۱۲ (ج ۳، ص ۲۲۶ حوادث ۱۱۱) تاریخ ابن مساکر ج ۱، ص ۱۱۷ (ج ۲، ص ۵۰) مختصر تاریخ ابن مساکر (ج ۱، ص ۱۷۱) تاریخ کامل ج ۲، ص ۱۳۹ (ج ۲، ص ۷۷۷ حوادث ۱۱۱) تاریخ ابوالفداء ج ۱، ص ۱۵۶،
الروض الافان ج ۲، ص ۳۷۵ (ج ۲، ص ۵۸۳)

۵۔ کتاب البحر وجین (ج ۱، ص ۱۳۰، ۱۳۱) الملائک المصنوعہ ج ۱، ص ۱۵۲ (ج ۱، ص ۲۹۵)

ہو، اس سے جنگ کرو! (۱)

بخاری باب فرض الخمس میں عائشہ کی روایت ہے کہ بعد وفات رسول، فاطمہؓ نے ابوبکر سے کہا کہ رسول کا ترکہ میری میراث ہے، مجھے دے دو۔ ابوبکر نے کہا: رسول کی حدیث ہے:

”لا نورث ما ترکنا صدقة“

ہم کسی کو وارث نہیں بناتے، جو چھوڑتے ہیں، صدقہ ہوتا ہے۔

یہ سن کر فاطمہؓ غضبناک ہوئیں اور ابوبکر سے مرتے دم تک ناراض رہیں۔ (۲)

بخاری (۳) میں غزوات کے باب میں ہے کہ پھر چھ مہینے تک فاطمہؓ زہراؓ رہیں، جب وفات ہوئی تو ان کے شوہر علیؓ نے راتوں رات غسل و کفن کے بعد سپرد لحد کر دیا اور ابوبکر کو خبر نہ کی۔

تاریخ ابن کثیر میں ہے کہ فاطمہؓ نے مرتے دم تک ابوبکر کو دشمن رکھا۔ (۴)

آپ نے وصیت کی تھی کہ مجھے رات میں ہی دفن کیا جائے، ان کے جنازے میں کوئی شریک نہ ہو اور ابوبکر میری نماز جنازہ نہ پڑھائیں۔ اس لئے رات میں دفن کیا گیا اور ابوبکر کو خبر نہ کی گئی۔ علیؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور اسماء بنت عمیس کے ساتھ مل کر خود غسل دیا۔ (۵)

۱۔ العقد الفرید ج ۲، ص ۲۵۰ (ج ۳، ص ۸۷) تاریخ ابی القداء ج ۱، ص ۱۵۶ الامامۃ والسیاسة ج ۱، ص ۱۳ (ج ۱، ص ۱۹) تاریخ طبری ج ۳، ص ۱۹۸ (ج ۳، ص ۲۰۲ حوادث ۱۱۰) تاریخ ابن شہنہ (ج ۱، ص ۱۸۹، حوادث ۱۱۰) شرح نفع البلاغ ج ۲، ص ۱۹ (ج ۲، ص ۲۶ خطبہ ۶۶) اعلام النساء ج ۳، ص ۱۲۰ (ج ۳، ص ۱۱۳)

۲۔ مجمع بخاری ج ۵، ص ۵ (ج ۳، ص ۱۱۲۶ حدیث ۲۹۲۶)

۳۔ مجمع بخاری ج ۶، ص ۱۹۶ (ج ۳، ص ۱۵۳۹ حدیث ۳۹۹۸) نیز ملاحظہ کیجئے مجمع مسلم ج ۲، ص ۷۲ (ج ۳، ص ۲۹ حدیث ۵۲) مسند احمد ج ۱، ص ۹۰۶ (ج ۱، ص ۱۳ حدیث ۲۶، ص ۱۸ حدیث ۵۶) تاریخ طبری ج ۳، ص ۲۰۲ (ج ۳، ص ۲۰۸ حوادث ۱۱۰)

۴۔ مشکل الآثار ج ۸، ص ۳۸، سنن بیہقی ج ۶، ص ۳۰۰-۳۰۱، کفایۃ الطالب، ص ۲۶۶ (۳۷۰) تاریخ الخلفاء ج ۲، ص ۱۹۳

۵۔ البدایہ والنہایہ ج ۵، ص ۲۸۵ (ج ۵، ص ۳۰۶ حوادث ۱۱۰) ج ۶، ص ۳۳۳ (ج ۶، ص ۳۶۶ حوادث ۱۱۰)

۵۔ طبقات ابن سعد ج ۸، ص ۳۰-۳۹، رسائل جلد ۳، ص ۳۰۰ (ص ۳۶۷ الرسائل المسلیة) حلیۃ الاولیاء ج ۲، ص ۳۳ المسد رک علیٰ الصغیر ج ۳، ص ۱۶۳ (ج ۳، ص ۱۷۹-۱۸۰ حدیث ۴۷۶۳، ۴۷۶۹) طرح التشریب ج ۱، ص ۱۵۰ اسد الغلابہ ج ۵، ص ۲۵۳ (ج ۷، ص ۲۲۶ نمبر ۷۱) الاستیعاب ج ۲، ص ۵۱ (القسم الرابع ۱۸۹۸-۱۸۹۷ نمبر ۳۰۵) مثل خوارزمی ج ۱، ص ۸۳، ارشاد الساری ج ۶، ص ۳۶۲ (ج ۸، ص ۷۹) الاصلۃ ج ۳، ص ۳۸-۳۷۸ (نمبر ۸۳۰) تاریخ الخلفاء ج ۱، ص ۳۱۳ (ج ۱، ص ۷۷۸-۷۷۷)

سیرۃ حللیہ میں بحوالہ واقدی درج ہے کہ ہمارے نزدیک ثابت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے رات میں آپ کو دفن کیا اور نماز جنازہ میں آپ کے ساتھ صرف عباس و فضل شریک تھے، کسی کو خبر نہ کی گئی تھی۔ (۱)

ابن حجر اصالبہ (۲) میں لکھتے ہیں کہ فاطمہؓ کے جنازہ کی نماز ابو بکر نے پڑھی۔ یہ بات میرے نزدیک ضعیف ہے اور روایت کا سلسلہ منقطع ہے۔ بعض متروک افراد نے مالک سے اور اس نے جعفر سے نقل کی ہے اور اس بات کو بغیر سمجھے، دارقطنی، ابن عدی (۳) نے لکھ مارا ہے حالانکہ بخاری میں عائشہ سے روایت ہے کہ فاطمہؓ کی وفات ہوئی تو آپ کے شوہر علی نے رات میں دفن کیا اور ابو بکر کو خبر نہ کی، نہ انہیں جنازے میں شریک کیا۔

علامہ امینی فرماتے ہیں:

حدیث مالک میں ہے کہ رات کے وقت فاطمہؓ نے وفات کی۔ ابو بکر و عمر آئے، ان کے ساتھ بہت سے لوگ تھے۔ ابو بکر نے علی سے کہا: آگے بڑھئے! نماز جنازہ پڑھائیے۔ علی نے فرمایا: نہیں، خدا کی قسم! آپ جانشین رسولؐ ہیں، آپ ہی نماز پڑھائیے۔ اس وقت ابو بکر نے آگے بڑھ کر چار رکعتوں سے نماز پڑھائی۔ ہم نے وہیں نشاندہی کر دی تھی کہ یہ حدیث عبد اللہ قداسی کی گڑھی ہوئی ہے۔ (۴) اسی غم و غصہ کی وجہ سے عائشہ کو بھی جنازہ میں شریک نہیں کیا گیا۔ جب وہ آئیں تو اسماء نے کہا کہ اندر مت آؤ۔ عائشہ نے ابو بکر سے شکایت کی کہ اس زن خشمی نے مجھے رسولؐ کی پارہ جگر کے غسل و کفن میں کیوں شریک نہیں ہونے دیا۔ ابو بکر نے وجہ پوچھی کہ تو نے زوجہ رسولؐ کو بخت رسولؐ کے غسل و کفن میں شریک نہیں ہونے دیا، اسماء نے کہا:

۱۔ السیرۃ الحللیہ ج ۳، ص ۳۹۰ (ج ۳، ص ۳۶۱)

۲۔ الاصابۃ ج ۴، ص ۳۷۹، شرح المواہب زرقانی ج ۳، ص ۲۰۷،

۳۔ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۴، ص ۲۵۸ نمبر ۱۰۹۲)

۴۔ میزان الاعتدال ج ۲، ص ۷۶ (ج ۲، ص ۳۸۸ نمبر ۳۵۳۳) الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۴، ص ۲۵۸ نمبر ۱۰۹۲) کتاب

المجرمین ج ۲، ص ۳۹ (الانساب معانی ج ۴، ص ۳۵۹) لسان المیزان ج ۳، ص ۳۳۳ (ج ۴، ص ۳۱۲ نمبر ۳۷۴۶)

فاطمہؓ نے مجھے حکم دیا تھا کہ کسی کو میرے جنازے میں شریک نہ ہونے دینا۔ میں نے ان کے حکم پر

عمل کیا ہے۔ (۱)

بارگاہ صدیقہؓ میں ابوبکر کی معذرت

یہ تمام روایات اس بات کی تردید کرتی ہیں کہ جس میں بروایت ضعیفی کہا گیا ہے کہ جب فاطمہؓ بہت زیادہ بیمار ہوئیں تو ابوبکر آئے، علیؓ نے فاطمہؓ سے کہا کہ تم سے ملنے ابوبکر آئے ہیں۔ دروازے پر کھڑے ہیں۔ اگر اجازت دو تو اندر آ جائیں۔ فاطمہؓ نے اجازت دی۔ ابوبکر نے معذرت کی تو فاطمہؓ ان سے راضی ہو گئیں۔

اوزاعی کی زبانی روایت ہے کہ فاطمہؓ ابوبکر سے خفا تھیں۔ ایک دن سخت دھوپ میں ابوبکر آ کر فاطمہؓ کی دیوڑھی پر کھڑے ہو گئے، کہا کہ جب تک رسولؐ کی پارہ جگر مجھ سے راضی نہ ہو جائیں گی، میں یہاں سے نہ ٹلوں گا۔ یہ سن کر علیؓ نے فاطمہؓ کو قسم دی کہ راضی ہو جائیں تو فاطمہؓ راضی ہو گئیں۔ (۲)

بہلا، ان صحیح روایتوں کے مقابلے میں ضعیفی اور اوزاعی کی ان بکواس کی کیا قیمت رہ جاتی ہے۔ ان دونوں روایتوں میں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ کس نے کہا ہے؟ ان دونوں سے فاطمہؓ عمر بھر ناراض رہیں۔ ان سے منہ پھیر لیا اور کہا کہ تم نے حدیث رسولؐ سنی ہے کہ جس نے فاطمہؓ کو رنجیدہ کیا، اس نے مجھے رنجیدہ کیا اور جس نے مجھے رنجیدہ کیا، اس نے خدا کو غضبناک کیا۔ دونوں نے کہا: ہاں! میں نے حدیث سنی ہے۔ تب آپؐ نے فرمایا کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ میں تم دونوں سے رنجیدہ ہوں اور رسولؐ خدا سے تمہاری شکایت کروں گی۔ ابوبکر نے کہا کہ میں آپؐ کی رنجیدگی سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔ پھر ابوبکر کا حال اس طرح ہوا کہ معلوم ہوتا تھا، روح نکل جائے گی۔ فاطمہؓ کہتی جاتی تھیں کہ میں ہر نماز میں

۱۔ الاستیعاب ج ۲، ص ۷۷۲ (القسم الرابع، ص ۱۸۹۸-۱۸۹۷، ۱۸۹۷-۱۸۹۸) اسد الغابہ ج ۵، ص ۵۲۳ (ج ۷، ص ۲۲۶ نمبر ۷۱۷۵) ذخائر العقبیٰ ۵۳ تاریخ الخلفاء ج ۳، ص ۳۱۳ (ج ۱، ص ۲۷۷) کنز العمال ج ۷، ص ۱۱۳ (ج ۱۳، ص ۶۸۶ حدیث ۳۷۷۵۶) اعلام النساء ج ۳، ص ۱۲۲۱ (ج ۳، ص ۱۳۱) سنن ابی داؤد ج ۶، ص ۲۸۱، آبی کی شرح صحیح مسلم ج ۶، ص ۲۸۲، ۲۔ ریاض الصغر ج ۲، ص ۱۲۰ (ج ۱، ص ۱۵۲) البدایہ والنہایہ ج ۵، ص ۲۸۹ (ج ۵، ص ۳۱۰ حوادث الج)

تم دونوں کے لئے بددعا کروں گی۔ یہ سن کر ابو بکر روتے ہوئے باہر نکلے اور لوگوں سے کہا کہ مجھے تمہاری بیعت کی ضرورت نہیں، ہر شخص اپنے گھر والوں کے ساتھ آرام سے بسر کرتا ہے، لیکن میں بد قسمت ہوں، میری بیعت تو زود! (۱)

رسائل جاحظ (۲) میں بھی ہے کہ لوگ سمجھتے تھے کہ فاطمہؓ کو میراث نہ دینے کے معاملے میں ابو بکر و عمر سچے تھے اور حق پر تھے۔ ان کے جواب میں کہا جائے گا کہ ان دونوں نے فاطمہؓ سے معافی بھی مانگی لیکن فاطمہؓ نے معاف نہیں کیا۔ وصیت کر دی کہ یہ دونوں میری نماز جنازہ میں شریک نہ ہوں اور ان دونوں پر نفرین کی... یہ تمام باتیں فاطمہؓ کے رنجیدہ خاطر ہونے کا ثبوت ہیں۔

ایک بکواس

ذرا تاریخ ابن کثیر بھی دیکھئے! وہ لکھتا ہے کہ فاطمہؓ بھی ایک مرد کی لڑکی تھیں، اس سے عصمت کی توقع نہیں رکھنا چاہئے۔ جس نے ابو بکر کو ملامت کی اور ان سے رنجیدہ رہیں اور مرتے دم تک صدیق سے بات نہ کی۔ آگے لکھتا ہے کہ وہ بھی ایک انسان کی لڑکی تھی، جس طرح عام آدمی اندوہ گین ہوتے ہیں، یہ بھی ہوئیں اور ضروری نہیں کہ وہ معصوم ہوں۔ باوجودیکہ رسول خداؐ کا ارشاد ہے اور انہوں نے ابو بکر صدیق کی مخالفت کی۔

اس بکواس پر کیا تبصرہ کیا جائے جو صریحی طور سے ایسی ذات کی شان میں گستاخی کر رہا ہے، جس کے باپ، شوہر اور بچوں کے ساتھ خود اس خدرہ عصمت کی شان میں بھی آیہ تطہیر نازل ہوئی، جس کے لئے رسولؐ کا ارشاد ہے کہ فاطمہؓ میری پارہ جگر ہے، جس نے اسے رنجیدہ کیا، اس نے مجھے رنجیدہ کیا یا یہ روایت کہ جس نے اسے اذیت دی، اس نے مجھے اذیت دی۔ یا یہ روایت ہے کہ فاطمہؓ میری ایک شاخ ہے، فاطمہؓ میرے گوشت کا ٹوٹھڑا ہے، فاطمہؓ کی اذیت رسولؐ کی اذیت۔

ان متذکرہ حدیثوں کو جس کے اختلافی الفاظ کی تعداد دس سے زیادہ ہے، اکثر سنن و مسانید میں

معتبر ترین اور مشاہیر علماء نے نقل کیا ہے۔ چند کے نام یہ ہیں:

ابن ابی ملیکہ، ابو عمر بن دینار، لیث بن سعد، ابن عیینہ، ابو النضر ہاشم، احمد بن یونس، حافظ ابو ولید طرابلسی، ابو معمر ہزلی، قتیبہ بن سعید، عیسیٰ ابن حماد، امام احمد بن حنبل، بخاری، خطیب حمیری، مسلم، ابن ماجہ، ابو داؤد، ترمذی، حکیم ترمذی، نسائی، ابو الفرج اصفہانی، حاکم نیشاپوری، ابو نعیم ہیثمی، حافظ یغوی (۱) قاضی عیاض، (۲) اخطب خطباء خوارزمی (۳)، ابن عساکر، (۴) سیبکی، (۵) ابن ابی الحدید، (۶) ابن جوزی، (۷) ابن اثیر، (۸) ابن طلحہ (۹) سبط ابن جوزی، (۱۰) حافظ گنجی، (۱۱) حافظ ازدی، (۱۲) ذہبی، (۱۳) قاضی ابی جی، (۱۴) زرندی، (۱۵) یافعی، (۱۶) حافظ عراقی، (۱۷) بیہقی، (۱۸) ابن حجر عسقلانی، (۱۹) سیوطی، (۲۰) قسطلانی، (۲۱) دیار بکری، (۲۲) ابن حجر ہیثمی، (۲۳) خزرجی، (۲۴) منادی، (۲۵) شیخ احمد مغربی، (۲۶) شیخ احمد باکثیر، (۲۷) ابو عبد اللہ زرقاتی، (۲۸)

۱۔ مصابح اللہ ج ۲، ص ۲۷۸ (ج ۴، ص ۱۸۵ حدیث ۴۷۹۹)

۲۔ انصاف صریف حقوق العظمیٰ ج ۲، ص ۱۹ (ج ۲، ص ۶۰، ۶۱، ۶۲) ۳۔ منقل خوارزمی ج ۱، ص ۵۳

۴۔ تاریخ ابن عساکر ج ۱، ص ۲۹۸ (ج ۱، ص ۱۵۶) ۵۔ الروض الافاض ج ۲، ص ۱۹۶ (ج ۲، ص ۳۳۰)

۶۔ شرح فتح البلاء ج ۲، ص ۳۵۸ (ج ۲، ص ۱۹۳ خطبہ ۱۵۶) ۷۔ صفحۃ الصفوح ج ۲، ص ۵ (ج ۲، ص ۱۳، نمبر ۷۱۷)

۸۔ اسد الغابہ ج ۵، ص ۵۲۱ (ج ۷، ص ۲۲۲ نمبر ۷۱۷) ۹۔ مطالب السؤل، ص ۷۷

۱۰۔ تذکرۃ الخواص، ص ۱۷۵ (ص ۳۱۰) ۱۱۔ کفایۃ الطالب، ص ۲۲۰ (ص ۳۶۵)

۱۲۔ شرح مختصر صحیح بخاری ج ۳، ص ۹۱ ۱۳۔ تخفیف المسد رک (ج ۳، ص ۱۷۲ حدیث ۴۷۹۹)

۱۴۔ شرح المواقیف ج ۳، ص ۲۶۸ (المواقیف، ص ۴۰۲، شرح المواقیف ج ۸، ص ۳۵۵) نظم دار السطنین (ص ۱۷۶)

۱۵۔ طرح البشر ج ۱، ص ۱۵۰ ۱۶۔ مراۃ الجنان ج ۱، ص ۶۱

۱۷۔ مجمع الرواۃ ج ۹، ص ۲۰۳ ۱۸۔ محمد یب الحمد ج ۱۲، ص ۳۳۱ (ج ۱۲، ص ۳۶۹)

۲۰۔ جامع الاحادیث (ج ۵، ص ۲۵۸ حدیث ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴)

۲۱۔ المواہب اللدیہ ج ۱، ص ۲۵۷ (ج ۲، ص ۶۵) ۲۲۔ تاریخ الخلفاء ج ۱، ص ۳۶۳

۲۳۔ خلاصۃ الحمد ج ۳، ص ۳۳۵ (ج ۳، ص ۳۸۹ نمبر ۱۲۲) ۲۴۔ الصواعق المحرقة، ص ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴ (ص ۱۸۸، ۱۹۰)

۲۵۔ کنوز الدقائق، ص ۸۶ (ج ۲، ص ۲۳) ۲۶۔ فتح التتال، ص ۲۸۵ (ص ۳۸۳)

۲۷۔ شرح المواہب ج ۳، ص ۲۰۵ ۲۸۔ وسیلۃ المآل (ص ۸۵)

زبیدی حنفی، (۱) قدوزی، (۲) حمزادی، (۳) شیخ مصطفیٰ دمشقی، (۴) سید حمید آلوسی، (۵) قرانغولی، (۶) عمر رضا کمال۔ (۷)

ان تمام دانشوروں نے بغیر کسی قید کے مطلق طور سے لکھا ہے کہ فاطمہؑ کی رضا رسولؐ کی رضا ہے۔ چنانچہ قسطلانی و حمزادی کے اس سلسلے میں فاطمہؑ بالکل رسول خداؐ کی طرح ہیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ فاطمہؑ اسی سے خوشنود ہوتی ہیں، جس سے خدا راضی ہوتا ہے اور وہ اسی سے رنجیدہ ہوتی ہیں، جس سے خدا رنجیدہ ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فاطمہؑ کی خوشنودی حاصل کرنا، مستحبات میں ہے اور ان کو رنجیدہ کرنا مکروہ ہے۔ اس لئے فاطمہؑ کی رضا و غضب میں خود ان کی اپنی حوس و غرض کا کوئی دخل نہیں ہے اور یہی مفہوم ہے عصمت کا، جسے ابن کثیر جیسا کم فہم سمجھ نہیں سکا۔

غلو کی باتیں، واہی کہانیاں

اس مختصر بحث میں خلیفہ کی نفسیاتی اور اخلاقی برتری کا کچا چھٹا پیش کیا گیا۔ اگرچہ تمام کا احاطہ نہیں کیا گیا ہے۔ لیکن اس سے خلیفہ کی اوقات ضرور معلوم ہو جاتی ہے۔ اس بحث سے غلو اور مذمت کا درمیانی معیار معلوم ہو جاتا ہے۔ اب کچھ غلوئے فاحش کے نمونے بھی ملاحظہ فرمائیے!

سورج کی رہٹ

شیخ ابراہیم عبیدی عمدۃ التحقیق (۸) میں بحوالہ حقائق اور صفوری نزہہ (۹) میں بحوالہ عیون المجالس

۱۔ تاج العروس ج ۵، ص ۲۲۷، ج ۶، ص ۱۳۹،

۲۔ منابع المودۃ ص ۱۷۱ (ج ۱) ص ۱۶۹ باب ۵۵

۳۔ النور الساری مطبوع بر حاشیہ بخاری ج ۵، ص ۲۷۳،

۵۔ نثر اللالی، ص ۱۸۱،

۳۔ مرقاة الوصول، ص ۱۰۹،

۷۔ اعلام النساء ج ۳، ص ۱۲۱۶ (ج ۳، ص ۱۱۲)

۶۔ جوہرۃ الکلام، ص ۱۰۵

۸۔ عمدۃ التحقیق فیہا زآل الصدیق، ص ۱۷۳ (ص ۳۰۹) مطبوع بر حاشیہ روض الریاضین.

۹۔ نزہۃ المجالس ج ۲، ص ۱۸۴.

لکھتے ہیں کہ ایک دن رسول خداؐ نے عائشہ سے کہا کہ جب خدا نے سورج کو سفید موتی سے پیدا کیا، جو ہماری دنیا سے ایک سو اکیس گنا بڑا ہے تو اس کا گردش کرنے والا بھی بنایا۔ پھر اس گردش دینے والے کو ۸۶۰ سہارا دینے والا بنایا۔ ہر سہارا دینے والے کو ایک یا قوت سرخ کی زنجیر عطا کی، پھر ساٹھ ہزار فرشتوں کو حکم دیا کہ ہم نے جو تم کو مخصوص تو انائی عطا کی، ان سے زنجیر کھینچو! خورشید آسمان پر مثل گنبد گھومتا ہے اور اس کی زیبائی دنیا والے دیکھتے ہیں۔

روزانہ خط استوا پر جہاں کعبہ ہے، رک جاتا ہے اور فرشتوں سے کہتا ہے کہ مجھے پروردگار سے شرم آتی ہے کہ مومنوں کے قبلہ سے گزر جاؤں! فرشتے اپنی بھرپور طاقت سے کھینچتے ہیں تاکہ فرار از کعبہ سے گزر جائیں، لیکن وہ گزر نہیں پاتے۔ فرشتے عاجز ہو جاتے ہیں۔ خداوند عالم ان پر وحی کرتا ہے کہ اس خورشید کے چہرے پر جو نام نقش ہے، اس کی برکت سے کھینچو! جب یہ سنتا ہے تو سورج اپنی جگہ سے حرکت کرتا ہے۔ عائشہ نے پوچھا: اس کی پیشانی پر کس کا نام لکھا ہے؟ رسولؐ نے فرمایا: اے عائشہ! اس پر ابو بکر صدیق کا نام لکھا ہے۔ خدا نے دنیا خلق کرنے سے پہلے اپنے علم قدیم سے ہوا خلق کی پھر آسمان خلق کیا، پھر پانی پر سمندر بنایا اور سورج کو گردش دینے والا بنایا، جو دنیا کو روشن کرتا ہے، یہ سورج سرکشی کر بیٹھتا ہے فرشتوں سے، جب وہ خط استوا پر آتا ہے، خدا نے آخری زمانے کے نبی کو تمام انبیاء پر فضیلت دی، جو تمہارا شوہر ہے۔ اے عائشہ! اور سورج پر تمہارے باپ کا نام نقش ہے، جو اس نبی کا وزیر ہے یعنی ابو بکر صدیق!!! جب فرشتے سورج کو اس کی سوگند دیتے ہیں تو وہ حرکت کرنے لگتا ہے اور قدرت خدا سے اپنی معمولی گردش پر آ جاتا ہے۔ اسی طرح جب ہماری گنہگار امت دوزخ سے گزرے گی اور آگ چاہے گی کہ مومن کو پکڑے تو جب امت زبان پر ان کا نام جاری کر دے گی، تو جہنم کی آگ منہ پھیر کر بھاگے گی اور دوسرے کو تلاش کرنے لگے گی۔

تبرہ المئی:

مجھے سخت حیرت ہے کہ قدیم و جدید علمائے بیت نے اس گردش دینے والے کو اب تک تلاش کیوں نہ کیا؟ علماء تو کہتے ہیں کہ زمین سورج کے گرد چکر لگا رہی ہے۔ اس روایت سے یہ بھی پتہ چلا کہ سورج کو

پیدا کر کے خدا نے اس میں حرارت نہیں پیدا کی تھی، تعجب ہے کہ فرشتے اس حرارت سے بعد میں بھی استفادہ نہیں کرتے۔

پھر یہ کہ سورج تو ارادۂ خداوندی کا پابند ہے۔ وہ اس کے حکم سے اپنے مدار پر مسلسل گردش کر رہا ہے۔ یہ ترمز اور سرکشی اس کے اندر کہاں سے آگئی کہ احترام کعبہ میں حکم خدا کا بھی خیال نہیں کرتا۔ لیکن وہ مرتبہ صدیق کا عارف ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ

هو الشمس تجري لمستقر لها ذالك تقدير العزيز العليم لا الشمس ينبغي لها ان تدرك القمر ولا الليل سابق النهار و كل في فلک يسبحون ﴿۱﴾

لیکن روایت کہتی ہے کہ سورج روزانہ حکم خدا سے سرتابی کر کے اینٹھ جاتا ہے اور اسے صدیق کا واسطہ دینا پڑتا ہے۔ روزانہ ایک ہی جگہ رک جاتا ہے خدا کو الہام کرنا پڑتا ہے۔ روزانہ اسے قسم دینی پڑتی ہے، اگر اسناد بھی بیان کئے گئے ہوتے تو اس روایت کی اوقات معلوم کی جاتی، احقانہ عقیدت فضائل گڑھنے میں عقل کو بھی پھلانگ جاتی ہے۔

ریش ابو بکر سے توسل

یافعی روض الریاضین (۲) میں ابو بکر کا بیان نقل کرتے ہیں کہ ہم مسجد میں بیٹھے تھے، اتنے میں ایک اندھا آیا اور ہمیں سلام کر کے رسول کی بارگاہ میں بیٹھ گیا اور کہنے لگا: کون محبت رسول میں میری حاجت پوری کرے گا؟ ابو بکر نے کہا: بڑھے میاں! تمہاری حاجت کیا ہے؟ بولا: میرے بال بچے ہیں اور ان کے گذر بسر کا انتظام نہیں ہے، اگر کوئی محبت نبی میں کچھ دے تو لے جا کر دے دوں۔ ابو بکر نے کہا کہ میں تمہیں محبت نبی میں اتنا دوں گا کہ تم خود کفیل ہو جاؤ گے۔ کیا دوسری بھی حاجت ہے؟ کہا: ہاں! ایک بیٹی

۱۔ (پس ۳۰۰)

۲۔ روض الریاضین، ص ۳۳۳ مطبوعہ حاشیۃ العرائس قطبی در مصر۔ اسی سے قسطنطنیہ نے المواہب ج ۲، ص ۲۸ پر اور زرقانی نے شرح المواہب ج ۳، ص ۱۵۷ پر یہ روایت نقل کی ہے۔

ہے، اسے چاہتا ہوں کہ محبت نبیؐ میں کسی کے ساتھ شادی کر دوں۔ ابوبکر نے کہا: میں محبت نبیؐ میں اس لڑکی سے شادی کر لوں گا۔ کیا کوئی اور حاجت ہے...؟ بولا: ہاں! میری خواہش ہے کہ ابوبکر صدیقؓ کی داڑھی اپنے ہاتھ میں تھام لوں۔ یہ سن کر ابوبکر نے اپنی داڑھی اس کے ہاتھ میں تھما دی۔ اس اندھے نے ہاتھ میں لے کر دعا کی: خدایا! تجھے حرمت ریش ابوبکر کا واسطہ میری بیٹائی واپس کر دے! دعا کرتے ہی اس کی بیٹائی واپس آ گئی۔ جبریل رسول خداؐ پر نازل ہوئے اور کہا: اے محمدؐ! خدا تمہیں سلام کرتا ہے اور تحیۃ والا کرام کے بعد فرماتا ہے کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! اگر تمام اندھے ریش ابوبکر کا واسطہ دے کر مجھ سے دعا مانگیں تو میں ان کی بیٹائی واپس کر دوں گا۔ پھر روئے زمین پر ایک بھی اندھا باقی نہ رہے گا۔ اور یہ سب کچھ تمہاری قدر و منزلت اور بلندی شان کی وجہ سے ہے۔

تبصرہ امی:

یہ آنکھ کے اندھے نہیں، دل کے اندھے ہیں۔ جنہوں نے ریش ابوبکر کو رسولؐ کی داڑھی سے بڑھا دیا ہے جبکہ رسولؐ ان سے عمر میں بڑے تھے۔ اب اس کے بعد سنیوں میں اندھے کیوں ہوتے ہیں؟ کیا انہیں ریش ابوبکر کی معرفت نہیں ہے؟ حیرت ہے کہ یافعی سے پہلے حفاظ اور ائمہ حدیث نے اسے نقل کیوں نہ کیا؟ کیا وہ اندھے حافظوں کو آنکھ نہیں دینا چاہتے تھے؟ ان کی عقلوں پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔۔۔۔

ریش ابوبکر سے متعلق بہت سے خرافات منقول ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول خداؐ جب جنت کے مشاق ہوتے تھے تو ابوبکر کی داڑھی کا بوسہ لیتے تھے۔ اس روایت کو فیروز آبادی نے مشہور ترین وضعی حدیث کہا ہے۔ (۱)
عجلونی کی ایک روایت ہے کہ جنت میں دو داڑھیاں جائیں گی: ایک حضرت ابراہیمؑ کی اور دوسرے حضرت ابوبکرؓ کی... (۲) پھر ابن حجر (۳) نے مقاصد میں لکھا ہے کہ جنت میں ابراہیمؑ اور ابوبکرؓ

کی داڑھی ہونا صحیح نہیں ہے۔ یہ بات کسی مشہور کتاب میں نہیں۔ اگر بالفرض یہ روایت درست ہو تو ابراہیمؑ کی اس لئے ہوگی کہ وہ مسلمانوں کے لئے بمنزلہ والد ہیں۔ کیونکہ قرآن میں ان کو مسلم کہا گیا ہے اور ملت کو ان کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے اور ابو بکر کی اس لئے ہوگی کہ وہ مسلمانوں کے دوسرے والد کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ انہوں نے اسلام کا دروازہ کھولا۔

علامہ امینی فرماتے ہیں:

امت مرحومہ کا نام مسلم اس لئے رکھا گیا ہے کہ سورہ حج آیت ۷۸ میں ہے کہ

﴿هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلِ﴾

ابراہیمؑ کے زمانے ہی سے مسلم نام ہونا، قرطبی (۱) کے نزدیک ثابت نہیں۔ طبری (۲) کہتے ہیں کہ ظاہری بات ہے کہ ابراہیمؑ کے وقت سے اس امت کا نام قرآن میں مسلم نہیں پڑا۔ اس قول کی روشنی میں ابن حجر کی بات بے پرکی ہو کر رہ جاتی ہے۔

مجھے نہیں معلوم کہ اس تزیل والد میں کیا سرخاب کا پر لگا ہے۔ تمام انسانوں کے حقیقی والد حضرت آدمؑ کی داڑھی کیوں نہ ہوگی؟! کعب الاحبار کہتے ہیں کہ جنت میں کسی کو داڑھی نہ ہوگی، صرف حضرت آدمؑ کی داڑھی ہوگی جو ناف تک ہوگی (۳)۔ اگر پدر ہونے کی وجہ سے ابراہیمؑ اور ابو بکر کی داڑھی ہوگی تو پھر موسیٰ بن عمران کی داڑھی کا کیا فلسفہ ہوگا؟ جنت میں داخل ہونے والا ہر انسان بے داڑھی کے ہوگا، صرف موسیٰ بن عمران کی داڑھی ناف تک ہوگی۔ (۴) ان سب کو چھوڑیے خود رسول اکرمؐ سب کے پدر روحانی ہیں، وہ اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ انہیں جنت میں داڑھی ہو وہ تو اشرف کائنات ہیں۔ سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ پہلے اسلام لانے کی وجہ سے ابو بکر کو باپ کہا گیا ہے، جبکہ تاریخ و سیرت میں ہے کہ وہ چالیس پچاس آدمیوں کے بعد اسلام لائے۔

۱۔ تفسیر قرطبی (ج ۱۲ ص ۶۸)

۲۔ جامع البیان (جلد ۱۰ ج ۱ ص ۲۰۸)

۳۔ البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۹۷ (ج ۱ ص ۱۰۸)

۴۔ السیرۃ النبیۃ ج ۱ ص ۲۲۵ (ج ۱ ص ۳۹۷)

۳۔ ابوبکر اور جبرئیل کی گواہی

نفسی ذکر کرتے ہیں: ایک شخص مدینہ میں مر گیا۔ رسول خداؐ نے چاہا کہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں؛ اتنے میں جبرئیل نازل ہوئے اور کہا: اے محمدؐ! اس پر نماز نہ پڑھو۔ رسول خداؐ نے اس کی نماز پڑھنے سے انکار کر دیا۔ تھوڑی دیر میں ابوبکر آئے اور کہا: یا رسول اللہ! اس کی نماز پڑھئے! میں جانتا ہوں کہ یہ اچھا آدمی تھا۔ اس کے بعد جبرئیل آئے اور کہا کہ آپ اس کی نماز پڑھئے کیونکہ ابوبکر کی گواہی میری گواہی سے مقدم ہے۔ (۱)

اگرچہ یہ روایت سند کے لحاظ سے نامعلوم اور لچر ہے۔ لیکن ذرا دیکھئے تو کیا جبرئیل نے یہ گواہی اپنی طرف سے دی تھی؟ کیا وہ امین خدا نہیں ہیں کہ ابوبکر کی گواہی ان سے بڑھ گئی۔ اور اگر وہ خدا کی وحی لے کر آئے تھے تو وحی خدا کا تیا پانچ ہو جاتا ہے۔ کیا یہ غلو نہیں ہے...؟ ذرا انصاف تو کیجئے!

۴۔ رسول کی انگشتی کا نقش

روایت میں ہے کہ رسول خداؐ نے ابوبکر کو اپنی انگشتی دی اور فرمایا: اس پر لا الہ الا اللہ نقش کرا دو۔ جب ابوبکر نے سنار کو دیا تو کہا کہ اس پر لا الہ الا اللہ لکھ دو۔ سنار نے اس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھ دیا۔ جب ابوبکر نے رسول خداؐ کو وہ انگشتی دی تو لکھا ہوا تھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر صدیق۔ رسولؐ نے وجہ پوچھی تو کہا: مجھے پسند نہیں کہ آپ کے نام کو خدا کے نام سے جدا کیا جائے۔ لیکن یقیناً اضافہ کیوں ہوا؟ مجھے نہیں معلوم! اس وقت جبرئیل نازل ہوئے اور کہا کہ خدا فرماتا ہے کہ ابوبکر کا نام میں نے لکھا ہے۔ چونکہ ان کو پسند نہ تھا کہ میرے اور تمہارے نام میں جدائی ہو، اس لئے میں نے بھی پسند نہ کیا کہ تمہارے اور ان کے نام میں جدائی ہو۔ (۲)

تبرہ امتی:

۱۔ مصباح الظلام ج ۲، ص ۲۵ (ج ۲، ص ۶۱ حدیث ۳۶۲) نزہۃ المجالس ج ۲، ص ۱۸۳

۲۔ نزہۃ المجالس ج ۲، ص ۱۸۵، مصباح الظلام ص ۲۵ (ج ۲، ص ۶۱ حدیث ۳۶۲)

صحاح کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کا نقش نگین محمد رسول اللہ تھا۔ نہ اس میں کمی تھی، نہ زیادتی تھی۔ رسول خدا نے انس کو انگوٹھی دے کر فرمایا تھا کہ اس میں صرف محمد رسول اللہ لکھوادو۔ (۱) بخاری و ترمذی کی روایت ہے کہ نقش نگین تین سطروں میں تھا۔ ایک میں محمد، دوسرے میں رسول اور تیسرے میں اللہ۔ (۲) طبقات ابن سعد میں ہے کہ نقش تھا: بسم اللہ محمد رسول اللہ۔ (۳) ابوالشیخ اخلاق نبویہ میں لکھتے ہیں آپ کا نقش نگین تھا: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اس کے علاوہ کسی بھی دوسری روایت پر اعتبار کرنا، جہالت و حماقت ہے۔

مجھ میں نہیں آتا کہ وہ خیالی جبریل رسول کے پاس کیوں آئے تھے؟ کیا اس لئے کہ ابوبکر آیت مہبلہ کی روشنی میں نفس رسول تھے یا غدیر میں ان کے لئے آیہ بلغ اتری تھی؟ کیا انہوں نے حالت رکوع میں انگوٹھی دے کر آیہ ولایت اتروائی تھی؟ کیا وہ سابق الاسلام تھے...؟
یہ روایت گڑھنے والا آخر کیا جواب دے گا....؟

۵۔ یہشت ابوبکر کی وسعت

صفوری زہرہ (۴) میں لکھتے ہیں کہ حدیثوں میں دیکھا ہے کہ فرشتے زیر درخت طوبی جمع ہوئے، ایک فرشتے نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ خدا مجھے ہزار پر وبال عطا کرتا، تاکہ بہشت کے اس سرے سے اس سرے تک پہنچ جاؤں۔ جو کچھ وہ چاہتا تھا، خدا نے اسے عطا فرمادیا۔ اس نے ایک ہزار سال تک پرواز کی یہاں تک کہ اس کی طاقت جواب دے گئی۔ پھر دوبارہ اسے بال و پر عطا ہوئے اور وہ ہزار سال

۱۔ صحیح بخاری ج ۸، ص ۳۰۹، (ج ۵، ص ۲۲۰۵ حدیث ۵۵۳۹) صحیح مسلم ج ۲، ص ۲۱۵، ۲۱۲، (ج ۲، ص ۳۱۹ حدیث ۵۵، کتاب الباس والریۃ) سنن ترمذی ج ۱، ص ۳۲۳، (ج ۳، ص ۲۰۱ حدیث ۱۷۴۵) سنن ابن ماجہ ج ۲، ص ۳۸۴، ۳۸۵، (ج ۲، ص ۱۲۰۱ حدیث ۳۶۳۹) سنن نسائی ج ۸، ص ۱۷۳، (ج ۵، ص ۳۵۰ حدیث ۹۵۱۳-۹۵۰۹)

۲۔ صحیح بخاری ج ۸، ص ۳۰۹، (ج ۵، ص ۲۲۰۵ حدیث ۵۵۳۰) سنن ترمذی ج ۱، ص ۳۲۵، (ج ۳، ص ۲۰۲ حدیث ۱۷۴۸)

۳۔ طبقات ابن سعد (ج ۱، ص ۴۷۴) شرح المواہب زرقانی ج ۵، ص ۳۹

۴۔ نزہۃ المجالس ج ۲، ص ۱۸۳،

تک اڑتا رہا اور اس کی طاقت جواب دے گئی۔ تیسری بار پھر ہزار بال پر عطا ہوئے اور وہ ہزار سال تک اڑتا رہا، یہاں تک کہ اس کی طاقت جواب دے گئی۔ وہ روتے ہوئے ایک آستانے پر گر پڑا۔ ایک حوریہ نے پوچھا: کیوں روتے ہو؟ یہ بہشت رونے کی جگہ نہیں بلکہ خوشی کی جگہ ہے۔ اس نے حوریہ سے ساری بات کہہ سنائی۔ حوریہ نے کہا: کیا تمہیں اندازہ ہے کہ تم نے ان تین ہزار سال میں کتنی مسافت طے کی؟ فرشتے نے کہا: نہیں معلوم۔ حوریہ نے کہا: خدا کی عزت و جلالت کی قسم! ابھی تک تم نے ابوبکر کی بہشت کا دسواں حصہ بھی پار نہیں کیا۔ (۱)

خدا کی شان: ابوبکر کی جنت کس قدر وسیع ہے، میں عصر حاضر کے جوانوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ راوی ”واحد غائب منم“ کا آدمی ہے۔ کوئی محقق کتنا ہی سر مارے، اسے تلاش نہیں کر سکتا۔

۶۔ خدا ابوبکر سے جیا کرتا ہے

انس بن مالک سے روایت کی گئی ہے کہ ایک انصاری عورت آئی اور عرض کی: یا رسول اللہ! میرا شوہر سفر میں ہے اور میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے گھر کا درخت گر گیا ہے۔ رسولؐ نے فرمایا: صبر کرو! اب تمہارا شوہر کبھی واپس نہ آئے گا۔ وہ عورت روتی ہوئی چلی گئی۔ راستے میں ابوبکرؓ ملے تو ان سے خواب بیان کیا۔ لیکن رسولؐ خدا کی تعبیر بیان نہیں کی۔ ابوبکرؓ نے کہا: جاؤ! آج رات تمہارا شوہر واپس آ جائے گا۔ وہ رسولؐ کی بات پر سوچتی ہوئی واپس آ گئی۔ رات میں اس کا شوہر واپس آ گیا۔ عورت نے جا کر رسولؐ خدا سے کہا کہ میرا شوہر واپس آ گیا۔ رسولؐ نے اس پر ایک طویل نگاہ ڈالی۔ اتنے میں جبریل نازل ہوئے اور کہا: اے محمدؐ! تم نے جو کہا تھا، سچ تھا لیکن ابوبکرؓ نے کہہ دیا تھا کہ اسی رات تمہارا شوہر واپس آ جائے گا۔ خدا کو شرم محسوس ہوئی کہ اس کی زبان جھوٹی ہو جائے۔ کیونکہ وہ صدیق ہے۔ اسی وجہ سے وہ مردہ شوہر زندہ کر کے بھیجا گیا۔ (۲)

۱۔ مصباح اللہ ج ۲، ص ۲۵ (ج ۲، ص ۶۱ حدیث ۳۶۲)

۲۔ نزہۃ المجالس ج ۲، ص ۱۸۳

ان راویوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ابو بکر کا جھوٹ بچانے کے لئے رسول خدا کو جھوٹا کہہ رہے ہیں۔ گویا خدا کو صداقت رسول کی پرواہ نہیں تھی۔ رسولؐ نے تو ہمیشہ واپس آنے کی خبر دی تھی۔ ابو بکر نے اند میرے میں تیر چلایا تو خدا کو شرم دامن گیر ہو گیا۔ سوال یہ ہے کہ خدا کو آبروئے ابو بکر کی پاسداری کرنا چاہئے تھی یا آبروئے رسولؐ کی؟ پھر کہا گیا: چونکہ ابو بکر صدیق تھے۔ کیا رسول خدا صدیقوں کے سردار نہیں تھے؟ روایت گڑھنے والا مقام نبوت سے قطعی نا آشنا تھا۔ وہ رسول کو تمام آلودگیوں میں لت پت سمجھتا ہے۔

۷۔ کرامت دفن ابو بکر

تاریخ ابن عساکر (۱) میں ہے کہ جب ابو بکر کا وقت وفات آیا تو حاضرین سے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو غسل و کفن کے بعد مجھے قبر رسولؐ کے پاس لے جانا اور کہنا: اے رسول خدا! آپ پر سلام ہو، یہ ابو بکر آپ کی خدمت میں آنے کی اجازت چاہتا ہے۔ اگر اجازت مل جائے اور قفل خود بخود کھل جائے تو وہیں دفن کر دینا ورنہ پھر مجھے بقیع میں دفن کر دینا۔ جب جنازہ لے جایا گیا اور حکم کے مطابق کہا گیا تو خود بخود حجرے کا قفل کھل گیا۔ ناگاہ ہاتف نے قبر کے اندر سے آواز دی۔ دوست کو دوست کے پاس لاؤ کہ دوست مشتاق ہے۔ (۲)

اصل میں اس روایت کو وضع کر کے سنیوں نے اپنے خلیفہ کے ناجائز طریقے سے حجرہ رسولؐ میں دفن ہونے کو جائز ٹھہرانا چاہا ہے۔ کیونکہ یا تو وہ حجرہ رسول خدا کی ملکیت تھا یا پھر صدقہ تھا۔ پہلی صورت میں رسولؐ کے ورثاء سے اجازت لینی چاہئے تھی۔ دوسری صورت کا تقاضہ تھا کہ جو صاحب ان کی جگہ پر بیٹھے وہ تمام مسلمانوں سے اجازت لیتے۔ یہ سب تو کچھ نہ ہوا۔ اگر بیٹی کے حق زوجیت کی میراث میں دفن کیا گیا تو خود ابو بکر نے حدیث بیان کی تھی کہ ہم گروہ انبیاء نہ کسی کو وارث بناتے ہیں، نہ وارث ہوتے

۱۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۳۰، ص ۳۲۶ نمبر ۳۳۹۸، مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۱۳، ص ۱۲۵)

۲۔ تفسیر کبیر ج ۵، ص ۳۷۸ (ج ۲۱، ص ۸۷) السیرۃ الخلیفہ ج ۳، ص ۳۹۴ (ج ۳، ص ۳۶۵) تاریخ انجیس ج ۲، ص ۲۶۴ (ج ۲، ص ۲۳۷) اخبار الدول مطبوعہ بر حاشیہ اکال ج ۱، ص ۲۰۰ (ج ۱، ص ۲۸۳) نزہۃ المجالس ج ۲، ص ۱۹۸

ہیں۔ جو چھوڑتے ہیں، صدقہ ہوتا ہے۔ پھر عائشہ کا حق کہاں سے ثابت ہوا؟ اور پھر تمام ازواج کا حق مان لیا جائے تو عائشہ کا حق ایک بالشت سے زیادہ نہ ہوگا۔ کیونکہ ان کا حق ۸/۱۸ کا ۱/۹ ہوا۔ کیا خلیفہ سے رسولؐ نے خود اس کی خبر دی تھی یا انہیں علم غیب تھا ہمیں تو ابوبکر کے حالات میں محسوسات کی غلطیاں بھی نظر آتی ہیں۔ علم غیب تو دور رہا، پھر یہ کہ اگر دفن کے وقت یہ واقعہ پیش آیا ہوتا تو تمام لوگوں کے سامنے پیش آتا پھر سب کی زبان پر ہوتا۔ ابن عساکر کے علاوہ کسی صحاح و مسانید میں یہ واقعہ نہیں ملتا۔

خود ابن عساکر نے سلسلہ روایت میں ابوطاہر، عبد اللیل اور جبہ عرنی کا نام لیا ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ ابوطاہر بہت بڑا جھوٹا ہے اس لئے یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی (۱)۔ ابوطاہر کو ابوذر عباد اور ابو حاتم نے بھی جھوٹا کہا ہے۔ (۲)

۸۔ جبرئیل کی خاکساری

شیخ یوسف فیثی لکھتے ہیں کہ جب خدمت رسولؐ میں ابوبکر آتے اور جبرئیل رسول خداؐ سے ہم کلام ہوتے تو فقط احترام ابوبکر میں جبرئیل کھڑے ہو جاتے۔ جبرئیل سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو کہا کہ ان کا حق استادی میرے اوپر روز آفرینش سے ہے۔ کیونکہ جب خدا نے فرشتوں کو سجدہ آدم کا حکم دیا تو میرے دل میں بھی وہی خیال آیا جو ابلیس نے کیا، لیکن وہ راندہ درگاہ ہو گیا۔ جیسے ہی خدا نے سجدے کا حکم دیا میں نے اپنے سامنے ایک بڑا پتھر دیکھا اس پر متعدد جگہ لکھا ہوا تھا ابوبکر اس نے مجھ سے کہا کہ سجدہ کر لو۔ میں ابوبکر کی بیعت سے سجدہ ریز ہو گیا۔ (۳)

تبصرہ امینی:

۱۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۵، ص ۷۵۷-۷۵۶، مختصر ابن عساکر ج ۱۳، ص ۱۲۵) لسان المیزان ج ۳، ص ۳۹۱ (ج ۳، ص ۷۷۷) نمبر ۳۹۱۸

۲۔ الجروح والتدیل (ج ۸، ص ۱۶۱ نمبر ۷۱۵)

۳۔ عمدة التتحقیق مطبوع بر حاشیہ روض الریاحین، ص ۱۱۱ (ص ۱۹۳)

اس فریقے پر سردھنئے جس کے نشانے سے جبرئیل بھی نہ بچے۔ وہ اولین روز ہی اپنی بے گناہی کے باوجود ردیف ابلیس بن گئے۔ خیریت ہوئی کہ ابو بکر آ گئے۔

پتہ نہیں اس فریقے کا فرشتوں کے متعلق کیسا عقیدہ ہے کہ جسے خداوند عالم امین وحی قرار دیتا ہے، اس میں نفاق پایا جاتا ہے۔ لغزش کے باوجود وہ وحی کی امانت سے سرفراز ہوتا ہے۔ گویا خداوند عالم دلوں کی حالت سے ناواقف ہے۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ فرشتہ ابو بکر کی ہیبت سے خاک چاٹتا ہے لیکن اس کے دل میں خدا کی ذرا سی بھی ہیبت نہیں۔ بھلا اس بجدے کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے؟

پھر یہ کہ ابو بکر نے کیسے جان لیا کہ جبرئیل کے دل میں کیا ہے؟ کیا وہ غیب جانتے تھے؟ کیا انہیں جبرئیل کے علاوہ کسی دوسرے نے وحی کی تھی؟ قارئین خود فیصلہ کریں۔

اور پھر سر پٹنے کا مقام ہے کہ جامعہ ازہر کے علماء اس واپسی روایت کو اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں اور مولود شریف میں بیان بھی کرتے ہیں۔

ممکن ہے کہ یہ روایت فضیلت امیر المؤمنینؓ کے مقابل میں گڑھی گئی ہو۔ ایک روایت ہے کہ خدا نے جبرئیل سے پوچھا میں کون ہوں اور تو کون ہے؟ جبرئیل حیرت میں غرق تھے کہ نور علی نے رہنمائی کی کہ کہہ دو! تو خدائے جلیل ہے اور میں تیرا بندہ جبرئیل ہوں۔ اس روایت کو شیخ صالح لمبکی اور عبدالباقی آفندی نے نظم بھی کیا ہے۔

ان دونوں روایتوں میں بڑا فرق ہے۔ اس میں یہ نہیں ہے کہ جبرئیل نے خدا کی نافرمانی کی، نہ کہیں علی نے غیب کی خبر دی، نہ خدا کی ہیبت پر علی کی ہیبت غالب آ گئی۔

۹۔ کرامت ابو بکر کا ایک واقعہ

ابو العباس بن عبد الواحد نے عمر بن زبئی نامی نیک مرد سے روایت کی ہے کہ میں مدینہ منورہ کا مجاور تھا۔ عاشور کے دن شیعہ حضرات رسولؐ کے چچا حضرت عباس کے روضے میں جمع ہوئے تھے۔ میں بھی وہاں گیا، دیکھا کہ لوگ جمع ہیں۔ میں روضہ پر کھڑا ہو گیا اور سوال کیا کہ محبت ابو بکر میں مجھے عتایت

کہتے: یہ سن کر اس مجمع سے ایک بزرگ میرے پاس آئے اور کہا: یہیں بیٹھو! مجلس ختم ہو جائے گی تو تمہیں کچھ دوں گا۔ مجلس ختم ہوئی۔ تو وہ شخص باہر آیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر گھر لے گیا۔ اور اپنے دو غلاموں کو حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پیر باندھ کر خوب پیڑا! پھر حکم دیا زبان کاٹ لو! غلاموں نے ایسا ہی کیا۔ پھر غلاموں کو حکم دیا کہ اس کو کھول دو! اور مجھ سے کہا کہ جاؤ! اسی کے پاس جس کی محبت میں تم سوال کر رہے تھے کہ تمہاری زبان واپس کر دے۔ میں درد کی اذیت سے روتا ہوا باہر آیا اور رسولؐ کے حجرہ پاک میں خود کو گرا کر کہا: یا رسول اللہ! آپ دیکھ رہے ہیں کہ محبت ابوبکر میں میری کیا گت بنی ہے۔ اب اگر آپ کے یہ صحابی برحق ہیں تو میری زبان واپس کر دیجئے! مجھے روتے ہوئے نیند آگئی۔ خواب میں دیکھا کہ میری زبان پھر ٹھیک ہو گئی ہے۔ خواب سے بیدار ہوا تو دیکھا کہ میری زبان میرے منہ میں ہے۔ میں شکر خدا بجالایا اور محبت ابوبکر دل میں بڑھ گئی۔

جب دوسرا سال آیا تو حسب معمول شیعہ حضرات جہاں جمع ہوتے تھے، بروز عاشور وہاں گیا، اور سوال کیا کہ محبت ابوبکر میں ایک دینار دیجئے۔ یہ سن کر ایک نو جوان مجمع سے باہر نکلا اور مجھ سے کہا کہ مجلس ختم ہونے تک یہیں بیٹھو! مجلس ختم ہوئی تو وہ جوان مجھے ڈھونڈتا ہوا آیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر سال گذشتہ والے گھر میں لے گیا۔ میرے سامنے کھانا لا کر حاضر کیا۔ جب ہم کھانا کھا چکے تو جوان نے ایک کمرے کا دروازہ کھول کر رونا شروع کر دیا۔ میں آگے بڑھا کہ رونے کی وجہ معلوم کر سکوں۔ میں نے دیکھا کہ کمرے میں ایک بندر باندھا ہوا ہے، میں نے واقعہ پوچھا تو وہ اور بھی رونے لگا۔ میں نے اسے تسلی دی، جب رونا کم ہوا تو میں نے قسم دی کہ رونے کی وجہ بتائیے! کہنے لگا کہ قسم کھاؤ کہ مدینہ میں کسی سے یہ واقعہ بیان نہ کرو گے۔ میں نے قسم کھائی تو وہ بیان کرنے لگا کہ سال گذشتہ ہم لوگ اسی طرح عاشور کے دن مجلس میں شریک تھے کہ ایک شخص نے ہم سے محبت ابوبکر کا واسطہ دے کر سوال کیا۔ میرا باپ معزز ترین شیعہ تھا۔

اس نے اٹھ کر فقیر سے کہہ دیا کہ یہیں بیٹھو! مجلس ختم ہونے کے بعد کچھ دوں گا۔ پھر وہ اسی گھر میں لایا اور دو غلاموں سے اس کے ہاتھ پیر بندھا کر خوب پٹائی کی اور اس کی زبان کاٹ کر نکال باہر کر دیا۔

ہمیں پتہ نہیں تھا رات ہوئی تو ہم لوگ سو گئے۔ اچانک ہم نے اپنے باپ کی فریاد سنی، اٹھ کر گئے تو دیکھا کہ وہ مسخ ہو کر بندر بن گیا ہے۔ جلدی سے ہم نے اسے اس کمرے میں بند کر دیا اور لوگوں کے سامنے ظاہر کر دیا ہے کہ وہ مر گیا ہے۔ دیکھ! وہ یہ ہے میرا باپ جس پر ہم صبح وشام گریہ کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ تمہارے باپ نے جس کی زبان کاٹی تھی، اسے دیکھو گے تو پہچان لو گے؟ جوان نے کہا: نہیں! میں نے کہا: وہ میں ہوں، بخدا! وہ میں ہوں، جس کی زبان تمہارے باپ نے کاٹی تھی۔ پھر اس نے تمام واقعہ بیان کیا۔ جوان نے شدت جذبات سے خود کو میرے اوپر ڈال دیا اور میرے سر اور ہاتھ کا بوسہ لینے لگا۔ پھر لباس کے ساتھ مجھے ایک دینار عطا کیا۔ (۱)

تبعہ علامہ امینی:

پتہ نہیں کن جذبات کے تحت یہ قصہ گڑھا گیا ہے؟؟؟ اس بے پر کے افسانے کو بیان کرتے ہوئے، احمقوں کو شرم بھی نہیں آتی۔ کیا کوئی سنجیدہ اور سمجھدار انسان اسے یقین کر سکتا ہے؟ حالانکہ افسانہ میں بڑی حد تک مہارت کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ کیا کوئی عقلمند یقین کرے گا کہ ایک مشہور اور معزز شیعہ کے متعلق ایک بیٹا اعلان کرے کہ میرا باپ مر گیا ہے اور عزیز دوست اس کے متعلق پوچھ چمچ نہ کرتے، اس کی قبر کہاں ہے؟ کب چہلم کیا؟ کیا قصہ گڑھنے والوں کی طرح اس کے اعزہ بھی عقل کے اندھے ہوں گے؟

وہ بیٹا اپنے اعزہ سے تو ماجرا چھپا رہا ہے اور ایک اجنبی سے ساری بات کہہ سنائی۔ کیا یہ یقین کر لیا جائے کہ ایک شخص کی زبان کاٹ لی جائے اور وہ بغیر نالہ و فریاد کئے، بغیر محلے کوچے کے لوگوں سے شکایت کئے، جب وہ جائے، نہ عدالت میں جائے، نہ تھانے کو خبر کرے۔ جبکہ ہر سنی اس موقع کی تلاش میں رہتا ہے کہ شیعوں کے مظالم اور زیادتی کو طشت از بام کیا جائے۔ وہ شخص درد سے تڑپ رہا ہے اور حجرہ رسول میں فریاد کر رہا ہے اور کسی کو اس کی خبر نہیں ہوتی۔ مرقد رسول کے خدام بھی اس کی خبر گیری نہیں کرتے، نہ انہیں پتہ چلتا ہے۔ اس شخص نے اسی وقت کرامت ابو بکر کو طشت از بام کیوں نہ کیا...؟ زبان

کیا ملی کہ زبان گنگ ہو گئی۔ اسے تو چلا چلا کر اسی وقت ابوبکر کی کرامت کی گہار چانی چاہئے تھی۔ وہ سال بھر چپ رہا۔

حیرت کی بات تو یہ ہے کہ یہ گستاخ ایک سال بعد پھر قبیلہ محاس میں گیا اور بے خطر اس جوان کے ساتھ اس گھر میں چلا گیا۔ حیرت انگیز واقعات جھیلتا رہا۔ اس سے بھی واقعی بات سنئے، عمدۃ التحقیق میں پاگل کی ہے۔ ابراہیم عبیدی لکھتے ہیں کہ شیخ علیا سے میں نے سنا کہ مرتے وقت رافضیوں کا چہرہ سور کی طرح مسخ ہو جاتا ہے اور یہ اس بات کی پہچان ہے کہ رافضی مرا ہے۔ جب شیعہ دیکھتے ہیں کہ اس کا چہرہ سور کی طرح مسخ ہو گیا ہے تو خوش ہوتے ہیں کہ شیعیت پر موت ہوئی ہے اور جب مسخ نہیں ہوتا تو غمگین ہوتے ہیں کہ سنی مرا ہے۔ (۱)

ایک مہل واقعہ بھی نقل کرتے ہیں کہ جب ابن نمیر (مشہور غدیری شاعر) کی موت ہوئی تو حلب کے جوانوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم نے سنا ہے کہ جو شخص ابوبکر و عمر کو گالی دیتا ہے، خداوند عالم اس کی صورت قبر میں سور کی طرح کر دیتا ہے اور اس میں تو شک نہیں کہ ابن نمیر ابوبکر و عمر کو گالیاں دیتا تھا۔ طے پایا کہ ابن نمیر کی قبر کھود کر دیکھیں۔ جب انہوں نے قبر کھودی تو دیکھا کہ چہرہ سور کی طرح ہو گیا ہے اور بجائے پتھرم سے پورب کی طرف گھوم گیا ہے۔ ان لوگوں نے ابن نمیر کی لاش قبر سے نکالی تاکہ لوگوں کو دکھایا جائے۔ لیکن پھر رائے بدل گئی اور طے کیا گیا کہ لاش کو جلا دیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ پھر لاش کو قبر میں ڈال کر سب واپس آ گئے۔

یہ واقعہ علامہ حمزہ دانی نے مصباح الظلام (۲) میں لکھا ہے۔ کتاب ۱۳۰۰ھ لکھی گئی اور ۱۳۳۲ھ میں طبع ہوئی۔ جن لوگوں نے اس کی طباعت کا اہتمام کیا، ان کے نام ہیں: پاک دامن عالم ”سید محمود انسی شافعی“، علامہ شیخ محمد جودہ، علامہ یکانہ شیخ محمد حمصی، فاضل عاقل شیخ محمد عطیہ محمود، شاعر خردمند محمد آفندی۔ ناموں کو دیکھئے اور پھر واقعات ملاحظہ فرمائیے۔ ان عقل کے اندھوں کو شرم بھی نہیں آتی،

۱۔ عمدۃ التحقیق (ص ۲۲۷)

۲۔ مصباح الظلام (ج ۲، ص ۵۷۷-۵۷۸)

گذرے لوگوں کے واقعات غلط سلط گڑھتے ہیں۔ کیا دنیا میں چاروں طرف شیعوں کی قبریں نہیں ہیں؟ کوئی شیعہ مرتے وقت سور کی شکل میں مسخ ہوا ہے؟ کیا صحابہ میں ابو ذر، مقداد اور ابو طفیل شیعہ نہیں تھے؟ کیا ان کے متعلق بھی کوئی سنی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ سور کی شکل میں مسخ ہوئے ہوں گے۔ ان ذلیل کتوں نے تو تمام شرافتوں کو بالائے طاق رکھ دیا ہے۔

۱۰۔ ابو بکر واقف کار بوڑھے اور رسولؐ اجنبی جوان

انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے جب مدینہ کی جانب ہجرت کی تو ابو بکر واقف کار بوڑھے تھے اور رسولؐ اجنبی جوان تھے۔ چنانچہ لوگ ابو بکر سے ملتے اور پوچھتے کہ یہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ وہ جواب دیتے کہ یہ راستہ دکھانے والے ہیں۔ اس طرح دوسرے سمجھتے تھے کہ یہ راستے کی رہنمائی کر رہے ہیں۔ حالانکہ ابو بکر کا مقصد تھا کہ خیر و صلاح کی رہنمائی کرنے والے ہیں۔

دوسری روایت میں ہے کہ ابو بکر ہم رکاب رسولؐ تھے اور وہ راہ سے واقف تھے۔ جب ان کی جان پہچان والے ملتے اور پوچھتے کہ اے ابو بکر! یہ تمہارے ساتھ کون جوان ہے؟ احمد کے الفاظ ہیں کہ لوگ پوچھتے تھے یہ جوان کون ہے تو جواب دیتے کہ مجھے راستہ بتا رہے ہیں۔ ایک روایت ہے کہ یہ کون ہے، جس کی تم بہت عزت کر رہے ہو؟ تو جواب دیتے کہ مجھے راستہ بتا رہے ہیں اور مجھ سے زیادہ واقف راہ ہیں۔

ایک روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے اپنا پر ابو بکر کے پیچھے بیٹھے تھے۔ ابن عبد البر کے الفاظ ہیں کہ جب سواری کے لئے ناکہ لایا گیا تو ابو بکر نے رسولؐ سے پوچھا: آپ سوار ہوں اور میں آپ کے پیچھے بیٹھوں؟ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: نہیں، تم بیٹھو میں تمہارے پیچھے بیٹھوں گا کیونکہ سواری کا مالک زیادہ ہقدار ہوتا ہے کہ آگے بیٹھے۔ جب راستہ میں ان سے پوچھا جاتا کہ یہ تمہارے پیچھے کون بیٹھا ہے؟ تو جواب دیتے کہ یہ مجھے راستہ بتا رہے ہیں۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب مدینہ میں داخل ہوئے اور مسلمانوں کے درمیان پہنچے تو

ابوبکر لوگوں کے درمیان کھڑے ہو گئے اور رسول خدا خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ ابوبکر بوڑھے تھے اور رسول جوان۔ انصار یوں میں جو لوگ رسول خدا کو پہچانتے نہیں تھے، وہ ابوبکر کے پاس آتے تھے اور ابوبکر ہی لوگوں سے رسول خدا کا تعارف کراتے تھے۔ جب سورج بلند ہوا تو ابوبکر نے آکر آپ پر ردا کا سایہ کیا۔ تب لوگوں نے رسول خدا کو پہچانا۔ (۱)

تصرہ علامہ مثنیٰ:

زمانے نے کس قدر رسول کو گرا دیا ہے کہ انہیں غیر معروف جوان کہا جا رہا ہے۔ گویا وہ بچہ ہیں، جنہیں ایک بوڑھا اپنے سایہ عاطفت میں آواز بلند کر رہا ہے اور راہ دکھا رہا ہے۔ کبھی اپنے ردیف میں بٹھاتا ہے اور کبھی آگے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلام نے قبیلوں میں دعوت اسلام پیش ہی نہیں کی تھی۔

خصوصاً مدینہ کے انصار میں اوس و خزرج کے معروف قبیلے تو عقبہ کی بیعت اولیٰ اور بیعت ثانیہ میں ستر سے زیادہ عورت اور مرد نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ کیا رسولؐ نے ہجرت سے قبل صحابہ کو مدینہ بھیج نہیں دیا تھا۔ وہاں ساٹھ افراد پہلے ہی پیونج گئے تھے۔ مدینہ میں رسولؐ کے خلیفے بھائی بنی نجار بھی تھے۔ مدینہ تو رسولؐ کی عسکری قوت بن چکا تھا۔ جو پہلے سے رسولؐ کا انتظار کر رہے تھے۔ استقبال کے لئے روزانہ شہر سے باہر آتے۔ آپ تشریف لائے تو عرفان انگیز نغموں سے استقبال کیا گیا: طلع البدر علیہنا پھر یہ کہ ابوبکر سوال کے جواب میں یہ کیوں کہتے تھے کہ یہ مجھے راستہ بتا رہے ہیں؟ کیا مدینہ میں خوف کا ماحول تھا کہ وہاں تقیہ کی ضرورت پڑ گئی؟ کیا وہاں رسولؐ کے حمایتی نہیں تھے؟ کیا وہاں ان کا بول بالا نہیں تھا؟ پھر تقیہ کیسا؟ کیا یہ روایت مرسل طور سے نہیں کی گئی ہے کہ سب سے پہلے سات آدمیوں نے

۱۔ صحیح بخاری باب حجۃ النبی ج ۶، ص ۵۳ (ج ۱۳، ص ۱۴۲۱ حدیث ۳۶۹۳) سیرہ ابن ہشام ج ۲، ص ۱۰۹ (ج ۲، ص ۱۳۷)

طبقات ابن سعد ج ۱، ص ۲۲۲ (ج ۱، ص ۲۳۵) مسند احمد ج ۳، ص ۲۸۷ (ج ۳، ص ۲۰۵ حدیث ۱۳۶۳۹) معارف ابن قتیہ، ص

۷۵ (ص ۱۷۲) ریاض الصغریٰ ج ۱، ص ۷۸، ۷۹، ۸۰ (ج ۱، ص ۱۰۵-۱۰۳) المواہب اللدیۃ ج ۱، ص ۸۶ (ج ۱، ص ۳۰۶)

السیرۃ الخلیفہ ج ۲، ص ۶۱، ۶۲ (ج ۲، ص ۳۲-۳۱)

اسلام کا اظہار کیا۔ رسول خداؐ... ابو بکر (۱)۔ ابو بکر کب کے بوڑھے اور رسول خداؐ کب کے جوان ہو گئے؟ رسول خداؐ تو ابو بکر سے عمر میں ڈھائی سال بڑے تھے۔ (۲) اس گتھی کو شارح بخاری نے حل کیا کہ ابو بکر داڑھی کی وجہ سے کچھ زیادہ بوڑھے لگتے تھے اور رسولؐ جوان معلوم پڑتے تھے۔ اسے دور کی کوڑی لانا ہی کہا جائے گا ورنہ پھر اس کا کیا مطلب ہے کہ جس کی عمر پچاس سے اوپر ہو اس کے متعلق پوچھا جائے: یہ تو جوان کون ہے؟ اس تاویل کے خلاف ابن عباس کی روایت ہے کہ ابو بکر نے رسول خداؐ سے کہا: آپ بوڑھے ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: شیتنی ہود و اخواتہا ”مجھے سورۃ ہود اور ان جیسے سوروں نے بوڑھا بنا دیا ہے۔“ (۳) بوڑھے اور اجنبی کی ایک تاویل یہ کی گئی ہے کہ ابو بکر اکثر شام کی تجارت کے لئے مدینہ سے جاتے اس لئے وہاں جانے پہچانے تھے۔ کیا رسول خداؐ نے شام میں تجارت نہیں کی۔ وہ تو زیادہ امین مشہور تھے۔ قدس صفات پہلے ہی سے سمجھے جاتے تھے۔ برخلاف اس کے ابو بکر اسی شہرت سے عاری تھے۔

اہل مدینہ کی دو بیعت

رسول اسلامؐ حج کے موقع پر قبائل کو دعوت اسلام دیتے۔ بنی کندہ، بنی کلب، بنی حنیفہ، بنی عامر وغیرہ کو دعوت دی تو کچھ لوگ مسلمان ہوئے۔ مدینہ کے قبیلہ خزرج سے اسد بن زرارہ اور عوف بن حرث، رافع بن مالک، جابر بن عبد اللہ، عقبہ بن عامر اور قطبہ بن عامر مسلمان ہوئے اور واپس جا کر اسلام کا چرچا کیا، تمام انصار کے گھروں میں اسلام کا تذکرہ ہونے لگا۔ دوسرے سال حج میں بارہ آدمیوں نے عقبہ میں پہلی بیعت کی، وہ تھے: اسد، عوف، رافع، معاذ، ذکوان، عبادہ، یزید، عباس، عقبہ،

۱۔ البدایہ والنہایہ ج ۳، ص ۵۸ (ج ۳، ص ۳۸) تاریخ ابن عساکر ج ۶، ص ۲۳۸ (ج ۳، ص ۲۳۱) نمبر ۲۹۰۵، مختصر ابن عساکر ج ۱۱، ص ۱۱۳

۲۔ المعارف، ص ۷۵ (ص ۱۷۲)



۳۔ ترمذی (ج ۵، ص ۳۷۵ حدیث ۳۲۹۷) نوادر الاصول (ج ۲، ص ۱۲۸ اصل ۱۸۶) مسند ابویعلیٰ (ج ۱، ص ۱۰۲) حدیث ۱۰۷،

۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴

قطبہ، ابوالہیثم، عویم۔ رسول خداؐ نے ان کی تبلیغ کے لئے مصعب بن عمیر کو بھیجا۔ دوسرے سال موسم حج میں عبداللہ بن عمرو بن حرام کے ساتھ عقبہ میں ستر آدمیوں نے بیعت کی۔ (علامہ امینی نے سب کے نام بھی لکھے ہیں)۔

واقعہ ہجرت

جب قریش نے مکہ میں سرکشی کی تو خدا نے جنگ کا حکم دیا۔ اس صورت حال میں رسول خدا ﷺ نے مسلمانوں کو مدینہ ہجرت کر جانے کا حکم دیا تاکہ وہ اپنے انصاری بھائیوں سے مل جائیں۔ اس طرح مدینہ کے ہر گھر میں مہاجرین بس گئے۔ (مہاجرین کے ۵۴ افراد کے نام علامہ امینی نے لکھے ہیں)۔ ان لوگوں کے مدینہ پہنچنے کے بعد رسول خداؐ خود بھی حکم ہجرت کا انتظار کرنے لگے۔ یہاں کے میں جو مسلمان رہ گئے تھے، وہ قید و بند کی اذیتیں برداشت کر رہے تھے، صرف ابوبکر اور علی اس مصیبت سے بچے تھے۔ جب خدا نے رسولؐ کو ہجرت کا حکم دیا تو آپؐ نے علیؑ کو رہنے کا حکم دیا تاکہ سب کی امانتیں واپس کریں اور آپؐ ابوبکرؓ کو لے کر غار ثور کی طرف نکل پڑے۔ وہاں سے پھر مختلف مقامات کو طے کرتے قبا پہنچے، وہاں ہتھیار بند انصار کے پانچ سو افراد نے آپؐ کا استقبال کیا۔ آپؐ کو ابوبکر کے ساتھ ایک کھجور کے سائے میں بیٹھاتے ہوئے کہا: یہاں آپؐ حضرات اطمینان سے آرام فرمائیے۔ وہاں آپؐ نے چودہ دن قیام کیا۔ عبدالرحمن بن عویم کا بیان ہے کہ جب ہمیں آمد رسولؐ کی خبر ہوئی تو روزانہ ہم لوگ انتظار میں شہر کے باہر جاتے اور شام کو واپس آ جاتے۔ جب آپؐ مدینہ میں داخل ہوئے تو نماز جمعہ پڑھائی، مختلف لوگوں نے کہا کہ آپؐ ہمارے یہاں قیام کریں، ہم عددی اور طاقت کی برتری رکھتے ہیں، آپؐ نے کہا کہ ہمارا ناقہ مامور ہے، جہاں رکے گا وہیں قیام کروں گا۔

۱۱۔ ابوبکر، عمر میں رسولؐ سے بڑے تھے

یزید بن اصب کا بیان ہے کہ رسول خداؐ نے ابوبکر سے پوچھا: میں بڑا ہوں یا تم؟ جواب دیا: میں نہیں

بلکہ آپ بڑے ہیں، زیادہ شریف اور بہتر ہیں۔ میں تو آپ سے عمر میں زیادہ ہوں۔ (۱)
 اس جھوٹ کو کیا کہا جائے؟ یزید نے تو رسول خدا کو دیکھا بھی نہیں تھا۔ اس کی پیدائش بعد نبی کی
 ہے۔ پھر ابو بکر زیادہ سن کہاں سے ہو گئے؟ رسول خدا عام الفیل میں پیدا ہوئے اور ابو بکر تین سال بعد
 پیدا ہوئے۔ سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ ابو بکر نے خلافت مکمل کر کے رسول خدا کی عمر ترسٹھ سال پائی۔
 معارف ابن قتیبہ (۲) میں ہے کہ ابو بکر کی ترسٹھ سال عمر پر سب کا اتفاق ہے۔ اس طرح رسول خدا
 ، ابو بکر سے سن تھے۔ ایسا ہی صحیح ترمذی میں بھی ہے۔ (۳)

چونکہ ستیفہ بنی میں ان کو زیادہ سن دکھایا گیا تھا، اس لئے عقیدت میں رسولؐ سے بڑا سن کر دیا گیا۔

۱۲۔ اسلام ابو بکر قبل ولادت علیؑ

شبابہ نے فرات بن سائب سے روایت کی ہے کہ میں نے مہران بن میمون سے پوچھا: ابو بکر
 صدیق پہلے ایمان لائے یا علی بن ابی طالب؟ انہوں نے کہا: خدا کی قسم! ابو بکر اس وقت ایمان لائے
 جب بحیراراہب سے بشارت نبوت کی خبر پائی تھی۔ پھر خدیجہ سے رسولؐ نے نکاح کیا اور یہ سب کچھ
 ولادت علیؑ سے قبل ہوا تھا۔

ربیعہ بن کعب (۴) کہتے ہیں کہ ابو بکر کا اسلام آسمانی وحی کے مشابہ تھا۔ جب وہ تجارت کی غرض
 سے شام گئے اور بحیراراہب سے اپنے خواب کی تعبیر میں بشارت نبوت سنی۔ راہب نے پوچھا: تمہارا

۱۔ الاستیعاب ج ۲، ص ۲۲۶، ریاض الصغرة ج ۱، ص ۱۲۷ (ج ۱، ص ۱۶۰) تاریخ الخلفاء، ص ۷۲ (ص ۹۹) تاریخ ابن عساکر
 ج ۳، ص ۳۰۵ نمبر ۳۳۹۸

۲۔ المعارف ابن قتیبہ، ص ۷۵ (ص ۱۷۲)

۳۔ سنن ترمذی ج ۲، ص ۲۸۸ (ج ۵، ص ۵۶۳ حدیث ۳۶۵۰، ۳۶۵۱)؛ سیرہ ابن ہشام ج ۱، ص ۲۰۵ تاریخ طبری ج ۲، ص
 ۱۲۵، ج ۳، ص ۴۷ (ج ۲، ص ۱۵۵، ج ۳، ص ۲۱۶ حوادث ۱۳)؛ الاستیعاب ج ۱، ص ۳۳۵ (القسم الثالث، ص ۹۷ نمبر
 ۱۶۳۳)

۴۔ الخصائص الکبریٰ (ج ۱، ص ۵۰)

وطن کہاں ہے؟ کہا مکہ کا قریشی ہوں اور ایک تاجر ہوں۔ تو بحیرانے کہا: بہت جلد ایک نبی مبعوث ہوگا، جس کے تم وزیر ہو گے اور بعد میں جانشین۔ ابوبکر یہ بات دل میں چھپائے رہے، جب رسول مبعوث ہوئے تو ابوبکر نے آپ سے دلیل نبوت پوچھی۔ رسولؐ نے فرمایا: میری نبوت کی دلیل تیرا شام والا خواب ہے۔ اس وقت ماتھا چوم کر ایمان لائے۔

امام نووی کہتے ہیں کہ ابوبکر سابق الاسلام ہیں جبکہ وہ پندرہ یا بیس سال کے تھے۔ (۱)
تبصرہ امینی:

سب سے پہلے تو راویوں کی صداقت جانچئے، سبابہ بے پرکی ہانکتا تھا۔ اس کا شیخ ابوعلی دشمن علی تھا۔ جسے ایک شخص کی بددعا لگی تھی اور وہ فالج کا شکار ہوا۔ (۲) فرات بن سائب بخاری کے نزدیک منکر الحدیث اور بہت بڑا جھوٹا تھا، حدیثیں گڑھتا تھا۔ (۳) میمون بن مہران کا جھوٹا ہونا کئی جگہ بیان ہو چکا ہے، وہ پکا دشمن اہل بیت تھا۔ (۴)

پھر یہ کہ میمون نے دو باتیں کہیں ہیں۔ ابوبکر بحیرا کے زمانے میں اسلام لائے اور خدیجہ و رسولؐ کے ازدواج کے زمانے میں شام کی آمد و رفت تو خدیجہ کے یہاں ابوبکر کی ملازمت کا کہیں تذکرہ نہیں اور بات بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ رسولؐ خدا کی شادی کی بات محمدؐ سے ایک بائیس سالہ جوان کرے۔ یہ بات تو عباس، حمزہ یا ابوطالب کو کرنا چاہئے۔ ابوطالب تو محمدؐ (ص) کو بہت پیار کرتے اور پرورش کر رہے تھے۔ تاریخوں میں تو ہے کہ خدیجہ نے خود لوگوں سے رسولؐ خدا کی حالت معلوم کرائی تھی۔

۱۔ ریاض الصغرة ج ۱، ص ۵۱، ۵۲ (ج ۱، ص ۷۲) اسد الغابہ ج ۱، ص ۱۶۸ (ج ۳، ص ۳۱۰ نمبر ۶۳) البدایہ والنہایہ ج ۹، ص ۳۱۹ (ج ۹، ص ۳۲۸ حوادث ۱۳) الصواعق المحرقة ج ۳، ص ۳۵ (ج ۷، ص ۷۶) تاریخ الخلفاء ج ۲، ص ۲۳ (ج ۳، ص ۳۲) انصاف الکبری ج ۱، ص ۲۹، (ج ۱، ص ۵۰) نزہۃ المجالس ج ۲، ص ۱۸۲،

۲۔ میزان الاعتدال ج ۱، ص ۳۳۰، محمد بن احمد بن محمد بن محمد (ج ۴، ص ۳۰۲) (ج ۴، ص ۲۶۴)

۳۔ تاریخ (ج ۴، ص ۲۲۱ نمبر ۵۰۸) الضعفاء والحقرون کون (۳۲۵ نمبر ۴۳۳) الجرح والتعديل (ج ۷، ص ۸۰ نمبر ۳۵۵) الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۶، ص ۲۲ نمبر ۱۵۷) میزان الاعتدال ج ۲، ص ۳۲۵ (ج ۳، ص ۳۳۱ نمبر ۶۶۸) لسان المیزان ج ۳، ص ۳۳۰ (ج ۴، ص ۵۰۳ نمبر ۶۵۲۲)

۴۔ محمد بن احمد بن محمد بن محمد (ج ۱۰، ص ۳۹۱) (ج ۱۰، ص ۳۳۹)

پھر بات طے ہوئی تو رسولؐ کے چچا حمزہؓ و ابو طالبؓ نے جا کر خدیجہ کے چچا عمر بن اسد سے نکاح کی رسم ادا کی۔ خطبہ نکاح ابو طالبؓ نے پڑھا (۱) اور اسلام ابو بکر قبل ولادت علیؑ کی روایت بھی عبد الغنی کی ہے جو بقول ذہبی ضعیف اور متروک الحدیث تھا۔ (۲) اس کے علاوہ روایت کا متن بھی دوسری تاریخوں کی روشنی میں دھاندلی اور غلط بیانی کا پلندہ ہے۔

۱۳۔ ابو بکر سب سے زیادہ عمر کے صحابی

ابن سعد (۳) اور ہزار نے حسن سند کے ساتھ انس سے روایت کی ہے کہ اصحاب رسولؐ میں سب سے زیادہ سن رسیدہ ابو بکر اور سمیل بن عمرو تھے۔ (۴)
تبرہ علامہ امینی:

مجھے یقین ہے کہ نفسیاتی باتوں کے متعلق غلو اور یہودگی ہانکنے سے پتہ نہیں چلتا، لیکن محسوس اور شہودی باتوں میں یہودگی بہت جلد واضح ہو جاتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اصحاب رسولؐ میں ابو بکر سے

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۱، ص ۱۱۳ (ج ۱، ص ۱۳۱) تاریخ طبری ج ۲، ص ۱۲۷ (ج ۲، ص ۲۸۱) اعلام اور دی ص ۱۱۳ (ص ۱۸۰) صفہ
الصفوۃ ج ۱، ص ۲۵ (ج ۱، ص ۷۳-۷۴) تاریخ کامل ج ۲، ص ۱۵ (ج ۱، ص ۴۷۱) البدیۃ والنہایہ ج ۲، ص ۲۹۳ (ج ۲، ص ۳۵۸)
تاریخ الخلفاء ج ۱، ص ۲۹۹ (ج ۱، ص ۲۶۳) میون الاثر ج ۱، ص ۳۹ (ج ۱، ص ۷۱) اسد الغابہ ج ۵، ص ۳۳۵ (ج ۷، ص ۸۰)
نمبر ۸۰ (۶۸۶) الروض الانف ج ۱، ص ۱۲۲ (ج ۲، ص ۲۳۸) تاریخ ابن خلدون ج ۲، ص ۱۷۲ (ج ۲، ص ۳۰۹) المواہب
اللدیۃ ج ۱، ص ۵۰ (ج ۱، ص ۱۹۲) السیرۃ الخلیفہ ج ۱، ص ۱۳۹، ۱۵۰ (ج ۱، ص ۱۳۹-۱۳۷) شرح المواہب زرقاتی ج ۱، ص ۲۰۰
السیرۃ الخلیفہ زینی دحلان مطبوعہ حاشیہ سیرۃ خلیفہ ج ۱، ص ۱۱۳ (ج ۱، ص ۵۵)۔

۲۔ میزان الاعتدال ج ۲، ص ۲۳۳ (ج ۲، ص ۶۳۲) (نمبر ۵۰۵۱) لسان المیزان ج ۳، ص ۳۵ (ج ۳، ص ۵۳) (نمبر ۵۲۳) الاصابۃ
ج ۱، ص ۱۷۷، الخصائص الکبریٰ ج ۱، ص ۸۶ (ج ۱، ص ۱۳۵) المواہب اللدیۃ ج ۱، ص ۵۰ (ج ۱، ص ۱۸۹) السیرۃ الخلیفہ ج ۱، ص ۱۳۰ (ج ۱، ص ۱۲۱)۔

۳۔ طبقات ابن سعد (ج ۳، ص ۲۰۲)۔

۴۔ الاستیعاب ج ۱، ص ۵۷۶ (القسم الثانی، ص ۶۶۸) (نمبر ۱۱۰۰) اسد الغابہ ج ۲، ص ۲۷۰ (ج ۲، ص ۷۷۸) (نمبر ۲۳۱۵) مجمع
الروائد ج ۹، ص ۶۰، الاصابۃ ج ۲، ص ۸۵، تاریخ الخلفاء، ص ۷۳ (ص ۱۰۰)۔

زیادہ سن کے افراد بھرے پڑے ہیں۔ امانۃ بن قیس، امد بن ابد حضری، انس بن مدرک، اوس بن حارثہ، ثور بن ثلدہ، جعد بن قیس، حسان بن ثابت، حکیم بن حرام، حمزہ بن عبد المطلب، سعید بن ربیع، سلمان فارسی، ابوسفیان، عباس بن عبد المطلب، عدی بن حاتم، سعید بن ربیعہ، نابغہ جعدی کے علاوہ چالیس لوگوں کے نام علامہ امینی نے لکھے ہیں۔ پھر یہ کہ زیادہ عمر والا ہونا، کون سی فضیلت ہے؟ اگر اخلاق سے آراستہ نہ ہو۔ علیؑ تو اظہار اسلام کے بعد سات سال تک اکیلے نماز پڑھتے رہے۔ یہ عمر کی فضیلت صرف حقیقہ کے جھروکے سے نکالی گئی ہے۔

۱۴۔ ابوبکر ترازو کے پلڑے میں

تاریخ خطیب (۱) میں ہے کہ عبد اللہ بن احمد، مطرح بن یزید، عبید اللہ بن زحر، علی بن زید، قاسم بن عبد الرحمن نے ابوامامہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہوا تو ایک آواز سنی، پوچھا کون ہے تو جواب ملا: یہ بلال ہیں۔ پھر جنت میں زیادہ تر لوگوں کو میں نے مہاجرین اور مسلمانوں کے مغلوب الحال لوگوں کو دیکھا، مالدار لوگ بہت کم تھے۔ پھر میں ایک جنت کے دروازے میں داخل ہوا تو ایک ترازو لائی گئی، مجھے ایک پلڑے میں اور ساری امت کو دوسرے پلڑے میں رکھا گیا۔ میرا پلڑا بھاری رہا، پھر ساری امت کے ساتھ ابوبکر کو دوسرے پلڑے میں رکھا گیا۔ ابوبکر کا پلڑا بھاری رہا، پھر عمر کا پلڑا بھی بھاری رہا اور ترازو آسمان پر اٹھائی گئی۔ (۲) اس کے راویوں میں مطرح بن یزید ضعیف (۳) اور حدیث کے لئے آفت تھا۔ عبید اللہ بن زحر (۴) کو سبھی نے ضعیف کہا ہے۔ علی بن

۲۔ نوادر الاصول، ص ۲۸۸ (ج ۲، ص ۱۵۳، اصل ۲۳۹)

۱۔ تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۷۸

۳۔ تاریخ ج ۲، ص ۵۶۹ نمبر ۲۲۰۹) الجرح والتعديل (ج ۸، ص ۴۰۹ نمبر ۱۸۷۰) کتاب الفضلاء والحقوکین (ص ۲۲۷ نمبر ۵۹۳) الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۶، ص ۳۴۹ نمبر ۱۹۳۰) میزان الاعتدال ج ۳، ص ۱۷۴ (ج ۴، ص ۱۲۳ نمبر ۸۵۸) تحذیب الحدیث ج ۱۰، ص ۱۰ (ج ۱۰، ص ۱۵۵)

۴۔ میزان الاعتدال (ج ۳، ص ۶ نمبر ۵۳۵۹) الجرح والتعديل (ج ۵، ص ۳۵۱ نمبر ۱۴۹۹) التاريخ (ج ۴، ص ۲۲۶ نمبر ۵۱۰۷) الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۴، ص ۳۲۵ نمبر ۱۱۵۷) کتاب الجرح وحقین (ج ۲، ص ۶۲) تحذیب الحدیث ج ۷، ص ۱۳ (ج ۷، ص ۱۲)

زید ضعیف (۱)، منکر الحدیث اور غیر معتبر تھا۔ قاسم بن عبد الرحمن (۲) مبہل اور منکر الحدیث تھا، بے پر کی اڑاتا تھا۔ یہ تو راویوں کی حالت تھی پھر یہ کہ کٹشی نے مجمع الزوائد میں اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔

۱۵۔ سورج کا توسل ابو بکر سے

رسول خداؐ نے فرمایا: شب معراج میرے سامنے تمام چیزیں پیش کی گئیں۔ سورج بھی پیش کیا گیا تو میں نے پوچھا: تیرے گہن کی وجہ کیا ہے؟ بقدرت خدا وہ گویا ہوا کہ خدا نے مجھے آسمان کا چکر لگانے پر معین کیا ہے، جہاں چاہتا ہے، مجھے گھماتا ہے، کبھی کبھی میں اپنے اوپر منکبرانہ نگاہ بھی ڈالتا ہوں، اس وقت مجھے ایک عجلہ (گھمانے والا) سرنگوں کرتا ہے، میں اس وقت دو شخصوں کو دیکھتا ہوں۔ ایک کہتا ہے: احواد اور دوسرا کہتا ہے: صدق صدق۔ میں ان دونوں کا واسطہ دے کر خدا سے دعا کرتا ہوں کہ گہن سے نجات دے! میں پوچھتا ہوں کہ خدایہ دونوں کون ہیں؟

جواب ملتا ہے: ”احواد“ میرا حبیب محمد (ص) کہتا ہے اور ”صدق صدق“ ابو بکر صدیق کہتا ہے۔ (۳) یہ مسئلہ علمائے بیت کے حوالے کرتا ہوں، وہی فیصلہ کریں۔ اب تک تو معلوم ہوا کہ تکبر کی وجہ سے گہن لگتا ہے، ممکن ہے چاند گہن کی بھی تحقیق ہو جائے تو نزہہ کے بعد دوسری نزہہ لکھی جائے۔ سورج گہن صرف امت محمدی سے تو مخصوص نہیں، ابو بکر سے قبل اور بعد سورج گہن کیوں ہوتا تھا؟ مان لیا کہ سورج کی روحانی زندگی ہے تو کیا یہ زندگی اختیاری ہے کہ وہ تکبر کا شکار بھی ہو جاتا ہے کہ گناہ کی سزا ملتی ہے؟ کیا وہ توبہ بھی کرتا ہے؟ اس طرح اس نے نہ جانے کتنے گناہ کر ڈالے ہیں؟

۱۔ الجرح والتعديل ج ۶، ص ۲۰۸ نمبر ۱۱۳۲) التاريخ الكبير (جلد ۶، ص ۳، ج ۳، ص ۳۰۱ نمبر ۲۳۷۰) کتاب الفضلاء والحر وکین (۱۸۰ نمبر ۳۵۵) الفضلاء والحر وکون (ص ۳۱۲ نمبر ۳۰۸) میزان الاعتدال ج ۲، ص ۲۳۰ (ج ۳، ص ۱۶۱ نمبر ۵۹۶۶) محمد یب الحمد ج ۷، ص ۳۶۹، ۱۳ (ج ۱۲، ص ۳۲۶)

۲۔ کتاب الجرح ورجح (ج ۲، ص ۲۱۱) العلل ومعرفة الرجال (ج ۱، ص ۵۶۵ نمبر ۱۳۵۳) میزان الاعتدال ج ۲، ص ۳۳ (ج ۳، ص ۳۷۲ نمبر ۶۸۱۷) محمد یب الحمد ج ۸، ص ۳۲۳ (ج ۸، ص ۲۸۹) مجمع الزوائد ج ۹، ص ۵۹۔

۳۔ نزہہ المجالس ج ۲، ص ۱۸۳،

۱۶۔ جنات کتیا کی ڈیوٹی

انس بن مالک کہتے ہیں کہ ہم خدمت رسولؐ میں بیٹھے تھے، اتنے میں ایک صحابی آیا جس کی پنڈلی سے خون بہہ رہا تھا۔ پوچھا: یہ کیسے ہوا؟ جواب دیا کہ فلاں راستے سے آ رہا تھا کہ فلاں منافق کی کتیا نے کاٹ کھایا۔ رسول خداؐ نے فرمایا: بیٹھو۔ تھوڑی دیر بعد ایک دوسرا شخص آیا جس کی پنڈلی سے بھی خون بہہ رہا تھا۔ آنحضرتؐ نے پوچھا: کیا بات ہے؟ اس نے بھی وہی بات کہی جو پہلے شخص نے کہی تھی۔ رسول خداؐ یہ سن کر فرمانے لگے: چلو اس کتیا کو مار ڈالیں۔ سبھی لوگ اٹھ کر چلے سب نے تلوار بھی نکال لی۔ جب اس کے پاس پہنچے اور تلواروں سے حملہ کرنا چاہا، وہ کتیا تیز طرار انداز میں رسولؐ سے کہنے لگی: مجھے نہ ماریے! میں خدا اور رسولؐ پر ایمان رکھتی ہوں۔ رسولؐ نے پوچھا: تو نے صحابہ کو کیوں کاٹا؟ جواب دیا: یا رسول اللہ! میں جنات کتیا ہوں۔ میری ڈیوٹی ہے کہ جو بھی ابوبکر و عمر کو گالی دے، اسے کاٹ کھاؤں۔ رسول خداؐ نے ان لوگوں سے پوچھا: سن رہے ہو! یہ کتیا کیا کہہ رہی ہے؟ ان لوگوں نے کہا: جی ہاں! اب ہم بارگاہ خدا میں توبہ کرتے ہیں۔ (۱)

تبصرہ علامہ امینی:

واقعی یہ کتیا میدانِ نبرد کی دلاور ترین ہے کہ خود رسولؐ اس کے جنگ کے لئے نکلے ہیں۔ اصحاب تلواریں کھینچے ہوئے ہیں۔ یہ کتیا ہے یا شیر؟ آیا ڈرا دنی فوج ہے؟ جس سے اعلانِ جنگ لیا جا رہا ہے۔ یہ دونوں اصحاب جنہیں کتیا نے کاٹ کھایا بزدل ہوں گے ورنہ بہادر تو شیروں سے بھی نہیں ڈرتے۔ یہ کتیا کہاں غائب ہو گئی۔ اب کہیں ایسا کوئی واقعہ سننے میں نہیں آتا۔ پھر یہ کہ صحابہ نے اس کی تیز طراز زبان سنی اسے تو زیادہ لوگوں کی زبان سے نقل ہونا چاہئے تھا۔ صحاح و مسانید میں نقل ہوتا یا معجزات رسولؐ کے باب میں بیان ہوتا۔ عبیدی کو ایک انس ہی سوچے تھے، غلط بیانی تھوپنے کے لئے؟ کیا ایسی بھی گراف کوئی ہوتی ہے، فضائل کی؟ شاید ہوتی ہو۔

ہاں رسولؐ اور اولاد رسولؐ کی بددعاؤں سے خدا نے کتوں کو کافروں اور منافقوں پر مسلط فرمایا

ہے۔ (۱) لہب بن ابی لہب پر کتا مسلط ہوا۔ صادق آل محمدؐ کی بددعا سے اس نامی شاعر پر کتا مسلط ہوا، جس نے یہ اشعار کہے تھے: (۲)

صلبنا لکم زیدا علی جذع نخلة و لم ار مہدا علی الجذع یصلب
و قسم بعثمان علیا سفاهة و عثمان خیر من علی و اطیب

۷۱۔ دوستوں کو تحفہ ابو بکرؓ

عکرمہ، ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں رسول خداؐ کے ساتھ بیٹھا تھا۔ وہاں تیسرا خدا کے سوا کوئی نہ تھا۔ فرمایا: یا علیؓ! تمہیں بتاؤں کہ اہل جنت کے بوڑھوں کا سردار کون ہے؟ اور خدا کے نزدیک کس کی عظیم قدر و منزلت ہے؟ میں نے کہا: ہاں، اے رسولؐ! آپ کی جان کی قسم! فرمایا: یہ دونوں آنے والے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے مڑ کر دیکھا تو عمر و ابو بکرؓ آ رہے تھے۔ پھر میں نے رسولؐ کو دیکھا تو وہ مسکرا رہے تھے۔ پھر آپؐ کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ ان دونوں نے آتے ہی رسول خداؐ سے پوچھا: کیا سبب تھا کہ ہم جب؟ کی سرائے سے آ رہے تھے تو آپؐ نے تبسم فرمایا؟ پھر پیشانی پر شکن پڑ گئی؟ فرمایا: وہاں ابلیس نے تمہارے چہرے دیکھے پھر آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے دعا کی: خدایا! میں ان دونوں کے توسل سے دعا کرتا ہوں کہ ان دونوں کے دشمنوں پر عذاب کرنا! ابو بکرؓ نے پوچھا: ہم سے کون نفرت کرے گا جبکہ ہم آپؐ پر ایمان لائے ہیں اور آپؐ کے فرمان کی تصدیق کی ہے؟ فرمایا: آخر زمانے میں ایک قوم ہوگی، رافضیوں کی۔ وہ حق سے پھر جائیں گے اور قرآن کی غلط تائید کریں گے۔ خدا نے انہیں کے لئے کہا ہے:

﴿يَحْرِفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ.....﴾ (۳)

۱۔ انحصار النکبریٰ ج ۱ ص ۱۲۷ (ج ۱ ص ۲۳۳) دلائل النبوة بیہقی (ج ۲ ص ۳۳۸) انصاریہ ابن اثیر ج ۳ ص ۲۱ (ج ۳ ص ۹۱)

۲۔ السیرۃ النعلیۃ ج ۱ ص ۳۱۰ (ج ۱ ص ۲۹۱)

۳۔ نساء ۱۳۶ تا ۱۳۷

کلمات کو معافی سے بدل کر دوسرے مفہوم میں استعمال کرتے ہیں۔

پوچھا: خدا انہیں کیا سزا دے گا؟ فرمایا: اے ابوبکر! یہی کافی ہے کہ اٹھیس عذاب خداوندی سے نجات کی طلب کرتا ہے۔ ابوبکر نے پوچھا: یہ تو دشمنوں کی سزا تھی، ہمارے دوستوں کو کیا جزا ملے گی؟ فرمایا: تم دونوں اپنے اعمال کا ہدیہ انہیں دے دو! دونوں نے کہا: خدا و رسول کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ اپنے عمل کا چوتھائی ثواب عطا کرتا ہوں۔ رسولؐ نے فرمایا: تو پھر تحریر بھی لکھ دو! حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ ابوبکر نے شیشہ کی دوات تھام لی اور رسول خداؐ بولتے جاتے تھے اور وہ لکھتے جاتے تھے:

بسم الله الرحمن الرحيم يقول عبد الله عتيق بن ابي قحافة: اني قد اشهدت الله ورسوله ومن حضر من المسلمين اني قد وهبت ربع عملي لمحبي في دار الدنيا منذ آمنت بالله الى ان القاه و بذالك وضعت خطي.

میں خدا و رسولؐ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے اپنے عمل کا چوتھائی ثواب اپنے مومن دوستوں کو عطا کیا اور یہ تحریر لکھ دی۔

عمرؓ نے بھی ایسی ہی تحریر لکھ دی۔ جب یہ دونوں کتابت سے فارغ ہوئے تو جبریل نازل ہوئے اور فرمایا: یا رسول اللہ! خداوند عالم بعد تحفہ درود و سلام فرماتا ہے کہ تمہارے دونوں صحابیوں نے جو تحریر لکھی ہے، مجھے دے دو! رسولؐ نے کہا: یہ ہے۔ جبریل لے کر آسمان پر اڑ گئے۔ واپس ہوئے تو رسولؐ نے پوچھا: تحریر کیا ہوئی؟ جبریل نے کہا: خدا کے پاس ہے۔ اس پر میں نے، جملہ اہل عرش اور میکائیل و اسرافیل نے بھی دستخط کئے ہیں۔ خدا فرماتا ہے: میرے پاس ہے قیامت میں یہ دونوں اپنے قول کو پورا کریں گے۔ (۱)

تبصرہ علامہ امینی:

اس بے پر کی کہانیوں پر کیا کہوں لیکن یہ بڑھاپے کی بھی ایک ہی رسی۔ کبھی رسول خداؐ فرماتے ہیں: یا علیؓ! کیا تم دونوں بوڑھوں سے محبت کرتے ہو؟ کبھی یہ کہ جنت میں صرف ابوبکرؓ کی داڑھی ہوگی۔ کبھی

رسول خدا ابو بکر کی داڑھی کا بوسہ لیتے ہیں۔ کبھی ہجرت کے موقع پر رسولؐ جوان ہیں اور ابو بکر معروف بوڑھے ہیں۔ کبھی ابو بکر رسولؐ سے زیادہ مسن ہیں۔ کبھی تمام صحابہ میں سب سے زیادہ بوڑھے ہیں۔ حیرت ہے کہ جسے وقت معلوم تک مہلت دی گئی ہے اور جو ہمیشہ عذاب خدا میں ہے، وہ بھی دشمنان ابو بکر کے عذاب میں تخفیف کی دعا کرتا ہے۔ پتہ نہیں کیوں، کیا وہ شیخین کا دوست ہے؟ یا کیا وہ دشمن ہے؟ تو پھر یہ دعا کیسی؟

میں اس شیشہ کی دوات پر بھی تبصرہ نہ کروں گا، کہیں چکنا چور نہ ہو جائے اور نہ راویوں کے کذاب ہونے کی نشاندہی کتب رجال سے کروں گا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ روایت دوسرے حفاظ و محدثین نے کیوں نہ لکھی؟ پھر یہ کہ اس میں جو آیت یہودیوں کے لئے ہے، اسے شیعوں پر کیوں چپکایا گیا؟ کیا یہ تحریف کلمہ نہیں ہے؟؟؟

ان خواہشات کے بندوں کو پاکیزہ قول اور صراط مستقیم کی توفیق عطا ہو!

۱۸۔ ابو بکر قلاب قوسین میں

حدیث معراج میں ہے کہ جب رسول خدا قلاب قوسین پہنچے تو انہیں وحشت نے گھیر لیا۔ اچانک انہوں نے بارگاہ خدا سے ایک آواز ابو بکر کی سنی تو انہیں اطمینان قلب حاصل ہوا اور اپنے صحابی کی آواز سے مانوس ہوئے۔

عبیدی نے اس روایت کو کرامات ابو بکر میں شار کر کے کہا ہے کہ اس کرامت میں وہ منفرد ہیں۔ (۱) تبصرہ علامہ امینی:

بھلا یہ وحشت کیوں؟ جبکہ رسولؐ مساحت قدس میں ہیں۔ رسولؐ کو تو صرف خدا ہی سے انس تھا۔ اس مقام پر تو جبرئیل بھی پر نہیں مار سکتے تھے۔ (۲) یہ ابو بکر کی آواز وہاں کیسے فک پڑی؟ خدا کی قسم! قطعی

۱۔ عمدة التفتیح، ص ۱۵۴ (ص ۲۶۰)

۲۔ تاریخ کامل ج ۲، ص ۲۱ (ج ۱، ص ۲۸۲) السیرۃ الخلیفہ ج ۱، ص ۴۳۱ (ج ۱، ص ۳۷۳)

غلط ہے۔ یہ دونوں روایتی تجزیہ تھا۔ روایتی حیثیت سے اس لئے مہمل ہے کہ اس کے اسناد مقطوع ہیں۔

۱۹۔ دین اور اس کے آنکھ کان

حذیفہ بن یمانؓ نے رسول کو فرماتے سنا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ ساری دنیا میں لوگوں کو فرائض و سنن بتانے والے مبلغ بھیجوں۔ جس طرح عیسیٰؑ نے حواریوں کو بھیجا تھا۔

کہا گیا: ابوبکر و عمر کو کیوں نہیں بھیجے؟ فرمایا: وہ تو میری ضرورت ہیں۔ وہ دین کی آنکھ اور اس کے کان ہیں۔ مستدرک حاکم اور ذہبی کی تلخیص میں ہے کہ اس کا راوی حفص مہمل آدمی ہے۔ (۱) نسائی، ابن عدی، ابن حبان، ابن معین، احمد و عقیل وغیرہ بھی مکر الحدیث، واہیات اور آفت حدیث کہتے ہیں۔ (۲) ابوحاتم اسے شیخ کذاب کہتے تھے۔ (۳)

یہ تو روایتی تجزیہ تھا۔ کاش یہ معلوم ہو سکتا کہ وہ کس حیثیت سے دین کی ساعت و بصارت ہیں؟ کیا انہیں کلام کا مطلب، دادا، دادی کی میراث اور تیمم کا طریقہ معلوم تھا؟ انہیں تو آیتوں کا مطلب بھی معلوم نہیں تھا۔ بظاہر جھانکنے لگتے تھے۔ آیات کے ظاہر الفاظ کی لغوی معرفت نہیں تھی۔ اسرار و غوامض تو دور ہے، پھر یہ کہ کس حیثیت سے ان کی رسول کو ضرورت تھی؟ کیا وہ میدان جنگ میں ڈٹے رہے؟ کیا انہیں کتاب و سنت کی واقفیت تھی؟ کیا معاملہ فہمی تھی؟ کیا وہ احکام کا نفاذ کر سکتے تھے؟

گذشتہ صفحات میں بیان ہوا کہ حدیث رسول عمر و ابوبکر اسلام کے لئے بمنزلہ آنکھ کان ہیں یا ان دونوں کی منزلت میرے نزدیک صحیح و بصیر کی ہے۔ اس کا راوی ولید بن فضل، حدیث ساز اور کذاب تھا۔ (۴)

- ۱۔ المسند رک علی الصمیمین ج ۳، ص ۴۲ (ج ۳، ص ۸۷) حدیث ۴۳۳۸، تلخیص مستدرک کا بھی یہی حوالہ ہے
- ۲۔ کتاب الضعفاء والحر و کین (۸۲ نمبر ۱۳۵) اکال فی ضعفاء الرجال (ج ۲، ص ۳۸ نمبر ۵۰۸) کتاب البحر و مین ج ۱، ص ۲۵۷ (ج ۳، ص ۲۹۸، نمبر ۴۹۶۹) الضعفاء الکبیر ج ۱، ص ۲۷۳ نمبر ۳۳۸ الضعفاء والحر و کون، ص ۱۸۳ (نمبر ۱۶۸)
- میزان الاحتمال ج ۱ ص ۲۶۲ (ج ۱، ص ۵۶۰ نمبر ۲۱۳۰) تہذیب المعجم ج ۲، ص ۳۵۳ (ج ۲، ص ۳۵۳)
- ۳۔ البحر و التحدیل (ج ۳، ص ۱۸۳ نمبر ۷۸۹)
- ۴۔ تذکرۃ الموضوعات (۲۰)

۲۰۔ خدا کے نزدیک ابو بکر کی قدر و منزلت

ابن عباس سے مروی ہے کہ ابو بکر غار میں رسولؐ کے ساتھ تھے، انہیں سخت پیاس لگی، رسولؐ سے شکایت کی۔ رسولؐ نے فرمایا: غار کے دہانے پر جا کر پی لو! ابو بکر کا بیان ہے کہ میں دہانے پر پہنچا، شہد سے زیادہ شیریں دودھ سے زیادہ سفید اور مشک سے زیادہ خوشبو والا پانی پیا اور واپس آیا۔ رسولؐ نے پوچھا: پانی پی لیا؟ جواب دیا: ہاں۔ رسولؐ نے فرمایا: کیا تمہیں بشارت دوں کہ خدا نے ایک فرشتے کو مامور فرمایا تھا کہ نہر جنت سے ایک نہر غار میں پہنچا دے کہ ابو بکر پانی پیں گے۔ ابو بکر نے حیرت سے کہا: کیا میری خدا کے نزدیک یہ منزلت ہے؟ فرمایا: ہاں! اس سے بھی بڑی فضیلت سنو کہ اس خدا کی قسم! جس نے مجھے برحق نبی مبعوث کیا ہے کہ تمہارا دشمن کبھی جنت میں نہ جائے گا، چاہے اس نے ستر انبیاء کے برابر عمل کیا ہو۔ (۱)

تبصرہ علامہ امینی:

یہ روایت کیسے صحیح ہو سکتی ہے، جبکہ حفاظ و محدثین کی نظر سے یہ روایت نہیں گذری۔ اس کا تذکرہ کم سے کم معجزات رسول ﷺ میں تو ہوتا۔ سیوطی نے ابن عساکر کے حوالے سے لکھ کر کہا ہے کہ اس کی سند مہمل ہے۔ (۲) اس کے راوی ابن عباس ہیں جبکہ ہجرت کے وقت وہ ایک سال یا دو سال کے تھے۔ غار میں کوئی تیسرا نہ تھا۔ اس قوم نے فضائل کی؟ مارتے ہوئے ایسے اور بھی واہیات لکھے ہیں۔

۱۔ عبد اللہ بن عمر سے مرفوعاً نقل ہے: جس رات ابو بکر پیدا ہوئے، خدا نے جنت سے کہا: مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! تیرے اندر اس کو داخل کروں گا، جو اس مولود کو دوست رکھے گا۔ یہ احمد بن عصمت کی موضوع حدیث ہے۔ (۳)

۲۔ ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آسمان دنیا پر دس ہزار فرشتے معین ہیں، جو حبان ابو بکر کے لئے

۱۔ ریاض الصغیر ج ۱ ص ۱۷۱ (ج ۱، ص ۹۶) مرقاة الوصول، ص ۱۱۳

۲۔ انصاف ص ۱۸۷ (ج ۱، ص ۳۰۷) متول از تاریخ ابن عساکر ج ۳، ص ۱۵۰

۳۔ میزان الاعتدال (ج ۱، ص ۱۱۹ نمبر ۳۶) تاریخ بغداد ج ۳، ص ۳۰۹

استغفار کرتے ہیں اور دوسرے آسمان پر اسی ہزار فرشتے ہیں، جو دشمنان ابوبکر پر نفرین کرتے ہیں۔

یہ موضوع روایت ابوسعید حسن بن علی بصری کی آفت ہے۔ (۱)

۳۔ انس سے مروی ہے کہ ایک یہودی ابوبکر کے پاس آ کر بولا: میں موسیٰ کلیم اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ کو دوست رکھتا ہوں۔ ابوبکر نے یہودی کو حقارت کی وجہ سے نہیں دیکھا۔ نگاہ نیچے کئے رہے۔ جبریل رسول پر نازل ہوئے اور کہا کہ یہودی سے کہہ دو کہ خدا نے تیرے لئے جہنم کو ٹھنڈا کر دیا ہے۔

آیات قرآنی کی روشنی میں آپ خود ہی فیصلہ کیجئے، یہ روایت ابوسعید بصری نے گڑھی ہے۔ (۲)

۴۔ انس سے مرفوعاً نقل ہے خدا ہر شب جمعہ ایک لاکھ جہنمیوں کو آزاد کرتا ہے کہ صرف امت محمدؐ کے دو افراد کو آزاد نہیں کرتا جبکہ گناہ کبیرہ کے مرتکب افراد کو بھی آزاد کر دیتا ہے۔ وہ دو افراد ہیں: بتوں کے پجاری اور دشمنان ابوبکر و عمر، یہ لوگ مسلمان نہیں بلکہ اس امت کے یہودی ہیں۔

اس روایت کو متوکل کے غلام ابوشا کرنے وضع کیا ہے۔ (۳)

۵۔ عبد اللہ بن عمر سے مرفوعاً نقل ہے: خدا نے مجھے چار کی محبت کا حکم دیا ہے۔ ابوبکر، عمر، عثمان اور

علی۔ یہ سب نے گڑھی ہے۔ (۴)

۶۔ ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ علی نے کہا: تم ابوبکر و عمر سے محبت کرتے ہو۔ عرض کیا: ہاں! فرمایا:

محبت کرو! تو جنت میں داخل ہو گے۔ یہ روایت اشٹانی کی چال بازی کا نتیجہ ہے۔ (۵)

۷۔ جابر سے مرفوعاً نقل ہے: مومن کبھی ابوبکر و عمر کو دشمن نہ رکھے گا اور نہ منافق انہیں دوست رکھے

گا۔ یہ روایت جعلی الطحان نے بگھاری ہے۔ (۶)

۱۔ تاریخ بغداد (ج ۷، ص ۳۸۳ نمبر ۳۹۱) ۲۔ اللآلی المصنوعہ ج ۱، ص ۱۵۱ (ج ۱، ص ۲۹۲)

۳۔ تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۲۷۲، میزان الاعتدال ج ۳، ص ۱۶۲ (ج ۳، ص ۹۶ نمبر ۸۴۵)

۴۔ میزان الاعتدال ج ۲، ص ۲۱۸ نمبر ۳۳۹۶، لسان المیزان ج ۲، ص ۹۹ (ج ۳، ص ۱۱۸ نمبر ۳۹۱۹)

۵۔ اللآلی المصنوعہ (ج ۱، ص ۳۰۵) تاریخ بغداد ج ۱، ص ۲۳۶، ج ۵، ص ۴۴۰، میزان الاعتدال ج ۱، ص ۲۳۳ (ج ۱، ص ۵۲۳ نمبر

۱۹۵۳)

۶۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۳، ص ۱۱۲، میزان الاعتدال (ج ۲، ص ۵۸۳ نمبر ۴۹۴)

۸۔ ابو ہریرہ سے مرفوعاً نقل ہے: جبرئیل مجھے خبر دیتے ہیں کہ ابو بکر و عمر کو مومن، پرہیزگار و دوست رکھے گا۔ مکینہ منافق دشمن رکھے گا۔ یہ روایت ابراہیم انصاری نے گڑھی ہے۔ (۱)

۹۔ ابوسعید سے مرفوعاً نقل ہے جس نے عمر کو دشمن رکھا، اس نے مجھے دشمن رکھا۔ یہ بھی ابراہیم کی جعل سازی ہے۔ (۲)

۱۰۔ حضرت علیؓ سے مرفوعاً: خدا نے ام الکتاب میں عہد لیا ہے کہ تم سے (ابو بکر، عمر، عثمان اور علی) مومن پرہیزگار محبت کرے گا اور مکینہ منافق دشمن رکھے گا۔ یہ بھی ابراہیم انصاری کی جعل سازی ہے۔ (۳)

۱۱۔ حضرت علیؓ سے مرفوعاً نقل ہے: جو مجھے سے محبت کرتا ہے، اسے چاہئے کہ اس (ابو بکر) کو دوست رکھے اور جو بزرگی کا طلبگار ہے، اسے ابو بکر کا اکرام کرنا چاہئے۔ (۴)

۱۲۔ انس سے مرفوعاً نقل ہے: عرش کے تین سو ساٹھ ستون ہیں، ہر ایک میں دنیوی طبقہ ساٹھ ہزار گنا بڑا ہے۔ ہر ایک میں ساٹھ ہزار پتھر ہیں، ہر ایک، دنیا سے ساٹھ ہزار گنا بڑا ہے۔ ہر پتھر پر ساٹھ ہزار عالم ہیں۔ ہر عالم فقلین کے مانند ساٹھ ہزار گنا بڑا ہے۔ ان کو خدا نے الہام کیا ہے کہ تم خبان شیخین کے لئے استغفار کرو اور دشمنوں پر لعنت کرو۔

یہ جو تعداد بیان ہوئی ہے، ہر عدد غلو اور لاف و گزاف کا؟ و خدا ہے۔

۲۱۔ رسولؐ کی شیخین سے تائید

ابو اروی دوسی کہتے ہیں: ہم لوگ رسولؐ کے پاس بیٹھے تھے۔ اتنے میں ابو بکر و عمر طلوع ہوئے تو رسولؐ نے فرمایا: اس خدا کا شکر! جس نے تم دونوں سے میری تائید کرائی۔ (۵)

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۴، ص ۲۸۶ (ج ۱۳، ص ۲۹، نمبر ۱۵۰۱، ج ۲۷، ص ۲۶ نمبر ۳۱۶۲) ج ۷، ص ۲۸۶، تاریخ بغداد ج ۹، ص ۳۳۵، میزان الاعتدال ج ۱، ص ۳۷۲ (ج ۲، ص ۳۲۷ نمبر ۳۹۵۰)

۲۔ میزان الاعتدال ج ۳، ص ۳۶۰ (ج ۴، ص ۵۲۹ نمبر ۱۰۲۲۸)

۳۔ الکافی فی حقاہد الرجال (ج ۱، ص ۲۵۲ نمبر ۸۳) میزان الاعتدال (ج ۱، ص ۵۳ نمبر ۱۷۴) لسان المیزان (ج ۱، ص ۹۱ نمبر ۲۷۲)

۴۔ صحاح و مسانید میں اس کی تکذیب ہوئی ہے۔ ۵۔ طبقات ابن سعد (ج ۵، ص ۴۳۷)

تبصرہ علامہ امینی:

یہ روایت ابن ابی ندیک کے طریق سے ہے، جسے ابن سعد نے غیر معتبر اور متروک الحدیث کہا ہے۔ (۱)

۲۲۔ ذریت آدم کے پانچ پیکر

انس سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: مجھے جبرئیل نے خبر دی کہ جب خدا نے آدم کے جسم میں روح پھونکی تو مجھے حکم دیا کہ جنت سے سیب لاؤ اور اسے نچوڑ کر آدم کے منہ میں ڈالو۔ اس کے پہلے قطرے سے آپ پیدا ہوئے، دوسری بوند سے ابوبکر تیسری بوند سے عمر اور چوتھی سے عثمان پیدا ہوئے اور پانچویں قطرے سے حضرت علیؑ کی تخلیق ہوئی۔ آدم نے پوچھا: یہ معزز لوگ کون ہیں؟ خدا نے فرمایا: یہ تمہاری ذریت کے پانچ پیکر ہیں۔ مجھے تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ عزیز ہیں۔ جب آدم نے غلطی کی تو دعا کی خدایا! انہیں پانچ پیکروں کی حرمت کا واسطہ میری توبہ قبول فرما۔ خدا نے توبہ قبول کی۔ اس روایت کو محبت طبری نے ریاض (۲) میں نقل کیا ہے اور ان سے ابن حجر نے صواعق محرقة میں نقل کی ہے۔

تبصرہ علامہ امینی:

اس روایت اور جو لوگ توسل کے قائل نہیں، ان میں کتنا فرق ہے۔ وہ لوگ تو رسول اعظمؐ کے توسل کو بھی مہمل ٹھہراتے ہیں۔ ان کے نزدیک ان عام آدمیوں کی کیا حیثیت ہوگی؟ اصل میں یہ روایت اس کے مقابل میں گڑھی گئی ہے، جس میں آدمؑ نے محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے واسطے سے دعا کی اور ان کی توبہ قبول ہوئی۔ (۳)

۱۔ ریاض الصغرة ج ۱، ص ۳۰ (ج ۱، ص ۲۳) ۲۔ الصواعق المحرقة، ص ۵۰ (ص ۸۳)

۳۔ مسند الفردوس دہلی مطبوعہ از درمختور ج ۱، ص ۶۰ (ج ۱، ص ۱۳۷) مناقب ابن مغازی (ص ۶۳ حدیث ۸۹) بیابح المودة، ص

پھر یہ کہ عمر خود استقا کے لئے عباس عم رسول کو میدان میں لائے اور ان کے توسل سے خدا سے بارش کی دعا مانگی۔

۲۳۔ ابو بکر تمام اہل آسمان وزمین سے بہتر

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ ارشاد رسولؐ ہے کہ ابو بکر و عمر تمام اہل سموات وارض سے بہتر ہیں۔ اولین و آخرین سے بہتر ہیں۔ ماسوا انبیاء و مرسلین کے۔

اس حدیث کو ابن حجر نے (۱) صواعق محرقة میں بحوالہ حاکم و ابن عدی نقل کر کے عادت کے مطابق سند پر کوئی تبصرہ نہیں کیا ہے۔ فضیلت شیخین کی جو بات تھی، اس میں جبرون بن واثق افریقی نہایت جھوٹا اور حدیث ساز ہے۔ محمد قطری نے اس حدیث کو وضعی کہا ہے۔ (۲)

پھر یہ کہ کیا شیخین ملائکہ مقربین، جس میں جبرئیل بھی شامل ہیں، سب سے افضل ہوں گے؟ پتہ نہیں، وہ اپنے عمل کی وجہ سے افضل ہوئے ہیں، جس کی حقیقت آپ جانتے ہیں یا عصمت کی وجہ سے افضل ہیں، جس کا کوئی قائل نہیں، ملائکہ کی عصمت کے تو سبھی قائل ہیں۔ چھوڑیے سب کو، کوئی ایک فضیلت ایسی بتائیے جو مہاجرین و انصار سے انہیں بڑھا دے۔ غلو میں یوں تو جس کے منہ میں جو آتا ہے، بک دیتا ہے۔

۲۴۔ رسول خداؐ اور ابو بکر کا ثواب

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خداؐ کو فرماتے سنا: اے ابو بکر! خدا نے مجھے خلقت آدمؑ سے میرے مبعوث ہونے تک تمام آدمیوں کے برابر ثواب عطا کیا ہے اور تمہیں میرے مبعوث ہونے سے قیامت تک کے تمام آدمیوں کے برابر ثواب عطا کیا۔ (۳)

۱۔ الصواعق المحرقة، ص ۳۵ (ص ۷۶)

۲۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۳۸۷ نمبر ۱۳۳۵، ج ۳، ص ۵۳۰ نمبر ۷۵۰۰ (لسان المیزان، ج ۲، ص ۹۴، ج ۵، ص ۱۶۱ (ج ۲، ص ۱۲۱ نمبر ۱۹۰۰، ج ۵، ص ۱۸۱ نمبر ۷۳۲۹)

۳۔ ریاض الصغرة، ج ۱، ص ۱۲۹ (ج ۱، ص ۱۶۲) تاریخ بغداد، ج ۵، ص ۵۳.

اس کا راوی احمد بن محمد تمار مقلی ہے، جو غیر معتبر ہے (۱) اور اسناد میں ابو معاویہ ضریر (۲) ہے، جو غلو میں مشہور تھا، ابوالختری ہے، جو ضعیف تھا۔ (۳)

۲۵۔ ابوبکر کی محبت اور شکر یہ تمام امت پر واجب ہے

سہل بن سعد کہتے ہیں کہ رسول خداؐ نے فرمایا: ابوبکر کی محبت اور شکر یہ ادا کرنا، میری تمام امت پر واجب ہے۔ خطیب بغدادی (۴) نے تاریخ میں عمر بن ابراہیم کردی سے نقل کیا ہے، جو ذہبی کے نزدیک مہمل حدیثیں نقل کرتا تھا۔ دارقطنی اسے کذاب اور غبیث کہتے ہیں۔ (۵)

۲۶۔ ابوبکر ترازو کے پلڑے میں

حکیم ترمذی (۶) کی روایت ہے کہ رزق اللہ بن موسیٰ باجی، مولیٰ بن اسماعیل، حماد بن سلمہ، سعید بن جبہان نے غلام ام سلمہ، سفینہ سے حدیث رسول نقل کی ہے کہ نماز صبح پڑھ کے صحابہ کی طرف رخ کرتے اور پوچھتے کہ تم لوگوں نے رات میں کیا خواب دیکھا؟ ایک دن ایسے ہی پوچھا: تو ایک شخص نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ آسمان سے ایک ترازو اتری اور آپ کو ایک پلڑے میں اور دوسرے پلڑے میں ابوبکر کو رکھا گیا۔ تو آپ کا پلڑا بھاری رہا۔ پھر آپ کو اتار کر عمر کو رکھا گیا تو ابوبکر کا پلڑا بھاری رہا پھر عمر

۱۔ تاریخ بغداد ج ۳، ص ۴۲۹، میزان الاعتدال ج ۱ ص ۶۳ (ج ۱، ص ۱۳۳ نمبر ۵۴)

۲۔ میزان الاعتدال ج ۳، ص ۳۸۲ (ج ۳، ص ۵۷۵ نمبر ۱۰۶۱۸)

۳۔ میزان الاعتدال ج ۳، ص ۳۳۳ (ج ۳، ص ۴۹۴ نمبر ۹۹۸۶)

۴۔ تاریخ بغداد ج ۵، ص ۲۵۳

۵۔ تاریخ بغداد ج ۱۱، ص ۲۰۲، مجمع الزوائد ج ۹، ص ۲۸، میزان الاعتدال ج ۲، ص ۲۴۹ (ج ۳، ص ۱۷۷ نمبر ۶۰۴۳) لسان

المیوان ج ۳، ص ۲۸۰ (ج ۳، ص ۳۲۲ نمبر ۶۰۱۰) اتنی المطالب، ص ۲۰۵ (ص ۴۱۳ حدیث ۱۳۳۷) لالی المصنوعہ ج ۱، ص ۱۵۲،

ج ۲، ص ۱۱۸ ج ۱، ص ۲۹۳ ج ۲، ص ۲۱۷

۶۔ مرقاة الوصول، ص ۱۱۲

کے ساتھ عثمان کو تو لا گیا، تو عمر کا پلڑا بھاری رہا، پھر عثمان کے ساتھ علی کو رکھا گیا تو عثمان کا پلڑا بھاری رہا۔ پھر ترازو اٹھالی گئی۔ یہ سن کر رسول کا چہرہ متغیر ہو گیا اور فرمایا کہ تیس سال تک خلافت بطرز نبوت رہے گی، پھر بادشاہی ہو جائے گی۔

اس روایت میں رزق اللہ ناپسندیدہ حدیثیں بیان کرتا تھا۔ مولیٰ عدوی مختلف حفاظ کے نزدیک سخت غلطی کرتا تھا اور سعید بن جبہ ان غیر معتبر ہے۔

تبصرہ علامہ امینی:

خدا ان ڈنڈی مارنے والوں سے سمجھے، اس ترازو نے عالم کو ہلکا اور جاہل کا بھاری بنا دیا ہے۔ بھلا رسول خدا سے ابو بکر کو کس بنیاد پر تو لا گیا؟ کیا ان کی شرافت، اخلاق کریم، پاکیزہ نفسی، عمل و علم اور معارف و عوارف کا کوئی تقابل ہو سکتا ہے؟ کیا منطق اور وجدان اسے قبول کرے گا؟ پھر یہ کہ عمر ابو بکر سے کیسے بڑھ گئے؟ عمر نے تو تلوار کے زور پر زیادہ اسلام پھیلایا۔ پھر رسول سے علی کو کیسے الگ کیا جاسکتا ہے جو نبض قرآن نفس رسول تھے، کتاب خدا کے مطابق: وہ معصوم ہیں اور پیغمبر اسلام کے وارث علم، باب حکمت اور حدیث تفکین کی روشنی میں مماثل و معادل قرآن ہیں، عثمان میں کیا فضیلت تھی کہ علی سے ان کو تو لا گیا؟ برتری کے لاف مگراف عجیب عجیب تماشے دکھاتے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۲۷۔ مہاجرین میں صرف ابو بکر کے باپ مسلمان تھے

ابن مندہ اور ابن عساکر عائشہ کا بیان نقل کرتے ہیں کہ ابو بکر کے علاوہ مہاجرین میں سے کسی کے باپ اسلام نہیں لائے تھے۔ (۱)

ریاض طبری (۲) میں حضرت علی کا بیان منقول ہے کہ صرف ابو بکر ہی کے والدین اسلام لائے تھے اور کسی کے والدین اسلام نہیں لائے۔

۱۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۳، ص ۲۳، نمبر ۳۳۹۸): تاریخ الخلفاء ص ۷۳ (ص ۱۰۰)

۲۔ ریاض البصرہ ج ۱ ص ۷۳ (ج ۱ ص ۶۸): تفسیر قرطبی ج ۱۶ ص ۱۹۳ (ج ۱۶ ص ۱۲۹)

تبصرہ علامہ امینی:

ہمیں حضرت علیؓ و عائشہؓ سے یہ توقع نہیں کہ ایسا سفید جھوٹ بولیں گے۔ صحابہ اور مہاجرین کے حالات اس کی تکذیب کریں گے۔ اصل میں محبت و عقیدت اندھا بنا کے بے پر کی اڑانے پر آمادہ کر دیتی ہے، بہت سے قبائل ایک ساتھ اسلام لائے ان کے علاوہ عمار یا سر (۱) اپنے والدین کے ساتھ اسلام لائے، عبداللہ بن جعفر نے اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ مہاجرت کی، ان کے علاوہ جن مہاجرین کے والدین یا والد یا بھائی نے مہاجرت کی ان کے نام ہیں: عمرو بن ابان۔ خالد بن ابان۔ ابراہیم بن حارث۔ حاطب بن حارث۔ خطاب بن حارث۔ حکیم بن حارث خزیمہ بن جهم۔ جابر بن سفیان۔ جنادہ بن سفیان۔ سلمہ بن ابی سلعہ۔ جناب بن حارث۔ حارث بن قیس۔ سائب بن عثمان۔ سلیط بن سلیط۔ عبدالرحمن بن صفوان۔ عامر بن غیلان۔ عبداللہ بن بدیل۔ عبداللہ بن ابی بکر۔ عبداللہ بن عمر۔ محمد بن عبداللہ۔ عبداللہ بن مطلب بن ازھر۔ معمر بن عبداللہ۔ مہاجر بن عقیقہ۔ موسیٰ بن حرث۔ نعمان بن عدی (۲) محقق کو ان کے علاوہ بھی نام مل سکتے ہیں۔

ابوبکر کے والدین کا اسلام

آئیے اب ذرا ابوبکر کے والدین کو دیکھیں۔ کیا وہ اسلام لائے تھے؟ مہاجرین کے مقابلہ میں ان کے اختصاص کی بات کو دور ہی یا صرف یہ غلو کی پیداوار ہے۔

ابوقافہ کے اسلام کے متعلق مختلف اقوال ہیں:

بعض کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے واقعہ پر اسلام لائے اور ان کے صاحب زادے ابوبکر انھیں خدمت رسولؐ میں لائے۔ اس سلسلے میں دو قسم کی روایتیں پائی جاتی ہیں:

۱۔ محمد بن العصب ج ۷ ص ۴۰۸ (ج ۷ ص ۷۵۷)

۲۔ سیرہ ابن ہشام ص ۲۱ (ج ۲ ص ۱۱۷-۱۱۸) طبقات ابن سعد (ج ۳ ص ۳۳، ۱۳۲، ۲۰۳، ۲۹۳) تاریخ طبری (ج ۲ ص ۳۶۹) استیعاب (القسم الثالث ص ۹۵۰ نمبر ۱۶۱۲) اسد الغابہ (ج ۳ ص ۱۹۸ نمبر ۲۸۶۲) تاریخ کامل (ج ۲ ص ۳۶۶) البدیۃ والنہایۃ

(ج ۳ ص ۲۰۹) میون الاثر (ج ۱ ص ۲۷۷)

- ۱۔ جن میں ان کے اسلام لانے کا کوئی اشارہ نہیں
- ۲۔ جن میں ان کے اسلام لانے کی طرف اشارہ ہے۔

۱۔ پہلی قسم

محمد بن احمد اپنے باپ سے اور وہ محمد بن شجاع حسین بن زیاد، ابو حنیفہ، یزید بن ابو خالد، انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں: گویا ابو قافہ کی خیار کی طرح لودیتی سرخ داڑھی میرے پیش نظر ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا تھا کہ اگر اس بڑھے کو گھر ہی میں رکھا جاتا تو میں احترام ابو بکر میں اس سے ملنے جاتا۔

اس روایت کو لکھ کر حسب معمول حاکم (۱) خوش عقیدت سند کے سقم پر کوئی تبصرہ نہیں کرتے، چاہے حق و حقیقت کا تیا پانچہ ہی ہو جائے۔

۱۔ محمد بن شجاع بغدادی: احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ بدعتی ہے۔ قواری کہتے ہیں کہ کافر ہے زکریا سماجی اسے کذاب کہتے ہیں۔ (۲)

۲۔ حسن کو بجی بن معین کذاب کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی محدثین نے ان راویوں کے چترے اڑائے ہیں۔ (۳) کیا حاکم سے یہ بات پوشیدہ تھی؟

دوسری روایت قاسم بن محمد بن ابی بکر کی ہے، جس میں ابو بکر کا بیان ہے کہ میں ابو قافہ کو لئے ہوئے خدمت رسولؐ میں آیا۔ رسولؐ نے فرمایا: انھیں گھر ہی پر کیوں نہ رہنے دیا، میں خود ان سے ملاقات کرنے آئیم میں نے کہا: بلکہ مناسب یہی تھا کہ میں انھیں آپ کی خدمت میں پیش کرتا۔ رسول خداؐ نے فرمایا: اصل میں ان بزرگ کے صاحب زادے نے میرے اوپر جو احسانات کئے ہیں میں انھیں یاد

۱۔ المسند رک علیٰ الحسنین ج ۳ ص ۲۳۵ (ج ۳ ص ۲۷۳ حدیث ۵۰۷۰)

۲۔ المنتظم ج ۵ ص ۵۷ (ج ۱۲ ص ۲۱۰ نمبر ۱۷۲۳) الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۶ ص ۲۹۱ نمبر ۱۷۷۶) میزان الاعتدال ج ۳ ص ۷۱ (ج ۳ ص ۵۷۷ نمبر ۷۶۶۳) تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۲۲۰ (ج ۹ ص ۱۹۵)

۳۔ البحر والتحدیل (ج ۳ ص ۱۵ نمبر ۴۹۱) الضعفاء والحقرون (ص ۱۹۲ نمبر ۱۸۷) کتاب الضعفاء والحقرون (ص ۸۹ نمبر ۱۵۸) میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۲۸ (ج ۱ ص ۳۹۱ نمبر ۱۸۳۹) لسان المیزان ج ۲ ص ۲۰۸ (ج ۲ ص ۲۶۰ نمبر ۲۳۳۹)

رکھنے اور تحفظ کی غرض سے ایسا کہہ رہا ہوں۔ (۱)

اس کے راوی بھی قاسم اور محمد بن ابی بکر کنسی کی وجہ سے لائق اعتبار نہیں ہیں۔ تخلص المسد رک میں اس روایت کے بعد ذہبی لکھتے ہیں کہ قاسم نے اپنے والد کو نہیں دیکھا، نہ ان کے والد نے اپنے والد کا زمانہ پایا۔ (۲) اور عبد اللہ بن عبد الملک فہری ہے جو ضعیف ہے۔ (۳)

تیسری روایت انس سے ہے کہ ابوبکر اپنے والد کو لئے ہوئے خدمت رسول میں آئے تو رسول نے فرمایا: اگر اس بڑھے کو گھر پر ہی رکھا جاتا تو میں اس سے ملنے جاتا۔ (۴)

اس کے راوی یحیٰی بن جہنم ذہبی بدکار اور بے دین کہتے ہیں۔ (۵) پتہ نہیں کیوں ایک بدکار کی بات یہاں مان لی، دوسری روایت بھی جھوٹ سے متہم ہیں۔

چوتھی روایت جابر کی ہے کہ عمر بن خطاب ابو قافہ کا ہاتھ پکڑے خدمت رسول میں لائے، جب ابو قافہ رسول کے سامنے کھڑے ہوئے تو رسول نے فرمایا: ان کا حلیہ بدل دو لیکن ان کی داڑھی سیاہ نہ کرو۔ (۶) اس روایت کا متن پچھلی روایت کی تکذیب کرتا ہے کہیں داڑھی سرخ ہے کہیں سیاہ ہے، اس کا راوی عبد اللہ بن وہب ہے جو انتہائی مہمل تھا۔ (۷) ابوزبیر جو معتبر نہیں تھا۔ (۸)

پانچویں روایت ابن عباس سے ہے، ابوبکر اپنے باپ ابو قافہ کو لئے ہوئے خدمت رسول میں

۱۔ المسد رک علی بن الحسنین ج ۳ ص ۲۴۴ (ج ۳ ص ۲۷۲ حدیث ۵۰۶۵)

۲۔ تخلص المسد رک (ج ۳ ص ۲۷۲ نمبر ۵۰۶۵)

۳۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۵۰، تخلص المسد رک نمبر ۵۰۶۵ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۵۵ (ج ۳ ص ۳۵۷ نمبر ۴۴۳۳) لسان المیزان ج ۲ ص ۳۱۱ (ج ۳ ص ۳۸۳ نمبر ۴۶۵۳) کتاب البحر وجہن (ج ۲ ص ۱۷) الضعفاء الکبیر (ج ۲ ص ۲۷۵ نمبر ۸۳۹)

۴۔ المسد رک علی بن الحسنین ج ۳ ص ۲۴۴ (ج ۳ ص ۲۷۲ حدیث ۵۰۶۴)

۵۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۰، ج ۳ ص ۱۱۳ (ج ۲ ص ۴۰۶ نمبر ۴۲۶۶، ج ۳ ص ۶۷۰ نمبر ۸۰۰۶) لسان المیزان ج ۳ ص ۲۷۱ (ج ۳ ص ۳۲۸ نمبر ۴۵۴۷) تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۶۱، المستطعم ج ۷ ص ۳۸ (ج ۱۳ ص ۱۷۹ نمبر ۲۶۵۲)

۶۔ المسد رک علی بن الحسنین ج ۳ ص ۲۴۴ (ج ۳ ص ۲۷۲ حدیث ۵۰۶۸)

۷۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۸۶ (ج ۲ ص ۵۲۲ نمبر ۴۶۷۷)

۸۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۲۵ (ج ۳ ص ۳۷۹ نمبر ۸۱۶۹) محمد یب التحدیب ج ۹ ص ۴۴۰ (ج ۹ ص ۳۹۱)

آئے، ابوقحافہ اندھے اور بوڑھے تھے، رسولؐ نے فرمایا: اس بڑھے کو گھر ہی پر کیوں نہ رہنے دیا میں اس سے ملنے آتا۔ ابوبکرؓ نے کہا: میں نے سوچا کہ اللہ انھیں ثواب مرحمت فرمائے، اس خدا کی قسم! جس نے آپؐ کو برحق نبی مبعوث فرمایا، میں اپنے باپ کے مسلمان ہونے پر اس سے کہیں زیادہ خوش ہونگا جتنا کہ آپ ابوطالبؓ کے اسلام لانے سے خوش ہوئے ہوں گے۔ (۱)

اس کا راوی محمد بن زکریا ضعیف اور کذاب تھا۔ (۲)

عباس بن بکار: کذاب جو، مہمل حدیثیں بیان کرتا تھا۔ (۳)

ابوبکر ہذلی: جھوٹ کے طور مار باندھتا تھا اور غیر معتبر تھا۔ (۴)

اس کے علاوہ بھی دوسرے تمام راوی غیر معتبر جھوٹے اور حدیثوں میں ترلیس کرنے والے ہیں۔

دوسری قسم

ابوقحافہ کے اسلام کا تذکرہ صرف مسند احمد (۵) کی ایک روایت میں ہے، بطریق ابن اسحاق، اسماء بنت ابوبکر کا بیان ہے کہ جب رسول خداؐ مقام ذی طوی میں ٹھہرے تو ابوقحافہ نے اپنی سب سے چھوٹی بیٹی سے کہا کہ مجھے کوہ ابوقنیس پر لے چلو۔ اسماء کا بیان ہے کہ اپنے اندھے باپ کو لئے ہوئے وہاں پہنچی۔ باپ نے پوچھا: بیٹی! تمہیں کیا دکھائی دے رہا ہے؟ کہا کہ کچھ مجمع سیاہی سی دکھائی دے رہی ہے۔ ابوقحافہ نے کہا: وہ لشکر ہے۔ بیٹی نے کہا: اس سیاہی میں کچھ لوگ آتے جاتے دکھائی دے رہے ہیں۔ انھوں نے کہا: بیٹی! یہ سردار لشکر ہے جو ان کے آگے آگے ہے۔ بیٹی نے کہا: خدا کی قسم! اب سیاہی

۱۔ الاصابۃ ج ۳، ص ۱۱۶۔

۲۔ میزان الاعتدال ج ۳، ص ۵۸ (ج ۳، ص ۵۵۰ نمبر ۷۵۳) الضعفاء والخر وکون (ص ۳۵۰ نمبر ۲۸۳)

۳۔ الضعفاء والخر وکون (ص ۳۲۱ نمبر ۴۲۳) الضعفاء الکبیر (ج ۳، ص ۳۶۳ نمبر ۱۳۹۹) میزان الاعتدال ج ۲، ص ۱۸ (ج ۲، ص ۳۸۲ نمبر ۴۱۶)

۴۔ تاریخ ج ۳، ص ۸۸ نمبر ۳۲۸) البروج والتحدیل (ج ۳، ص ۳۱۳) کتاب الضعفاء والخر وکین (ص ۱۱۶ نمبر ۲۳۵) الضعفاء والخر وکون (ص ۲۲۳ نمبر ۲۳۵) الاکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۳، ص ۳۲۵ نمبر ۷۷۸) میزان الاعتدال ج ۳، ص ۳۳۵ (ج ۳، ص ۳۹۷ نمبر ۱۰۰۰) تمذیب التمذیب ج ۱۲، ص ۳۶ (ج ۱۲، ص ۷۷) الاصابۃ (ج ۳، ص ۱۱۶)

۵۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۳۳۹ (ج ۷، ص ۷۸۹) حدیث ۲۶۴۱۶

منتشر ہو رہی ہے۔ باپ نے کہا: جیسے ہی لشکر حرکت میں آئے مجھے اس سے پہلے گھر پہنچا دیتا۔ لیکن قبل اس کے کہ ابوقحافہ گھر پہنچیں لشکر نے ان کے گھر پر دھاوا بول دیا اور ایک سوار نے بچی کی گردن سے چاندی کا ہار چھین لیا۔ اسماء کا بیان ہے کہ جب رسول خداؐ مکہ کی مسجد میں داخل ہوئے تو ابوبکر اپنے باپ کو لئے ہوئے آئے، جب رسول خداؐ نے انھیں دیکھا تو فرمایا: ان بزرگ کو گھر ہی میں کیوں نہ رہنے دیا، میں خود ان سے ملنے آتا ابوبکر نے کہا: خدا کے رسول! یہ زیادہ مستحق تھے کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ جب آپ کے سامنے یہ بیٹھے تو رسول خداؐ نے ان کے سینے پر ہاتھ پھیر کر فرمایا: اسلام قبول کر دو۔ ابوقحافہ اسلام لائے۔ جس وقت ابوبکر اپنے باپ کو لائے تو ان کے سر کے تمام بال سفید تھے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: ان کے بالوں میں خضاب لگاؤ۔ اس کے بعد ابوبکر نے لڑکی کے ہاتھ کو تھام کر مجمع سے کہا: میں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جس نے بھی اس کا گلو بند لیا ہے دیدے لیکن کسی نے بھی جواب نہ دیا۔ ابوبکر نے اپنی بہن سے کہا: اپنے گردن بند کو خدا کے حوالے کر دو۔

ریاض طبری (۱) کے الفاظ ہیں کہ گردن بند کا معاملہ خدا کے حوالے کرو کیونکہ خدا کی قسم! یہ لوگوں کے ہاتھ میں چند روزہ ہے۔

یہ روایت محمد بن اسحاق عراقی کی وجہ سے صحیح نہیں ہے اور جعلی ہے۔ کیونکہ سلیمان تمیمی کہتے ہیں کہ ابن اسحاق کذاب تھا۔ امام مالک کہتے ہیں کہ دجال تھا، اسی طرح هشام، جوزجانی، یحییٰ، ابن نمیر، ایوب امام احمد، ابو داؤد، عبد اللہ بن احمد جیسے بی شمار محدثین نے اس کو کذاب و دجال کہا ہے۔

اس کی روایت مہمل اور بے وقعت ہوتی تھی، وہ بہت زیادہ جھوٹ بولتا تھا۔ (۲)

مستدرک حاکم (۳) میں زید بن اسلم کی روایت ہے کہ رسول خداؐ نے ابوبکر کو ان کے باپ کے اسلام قبول کرنے پر مبارک باد پیش کی۔ زید کے متعلق ابن حجر کہتے ہیں کہ وہ احادیث میں تدلیس کرتا

۱۔ ریاض الصغرة ج ۱ ص ۳۵ (ج ۱ ص ۶۶-۶۵)

۲۔ التاريخ (ج ۳ ص ۲۳۷ نمبر ۱۱۵۸) کتاب الفضلاء والہر وکین (ص ۲۱۱ نمبر ۵۳۸) میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۳-۲۱ (ج

۳۔ ۳۶۸ نمبر ۱۷۹) تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۳۶-۳۸ (ج ۹ ص ۳۰-۳۳)

۳۔ المستدرک علی الصحیحین (ج ۳ ص ۲۷۳، حدیث ۵۰۶۸)

تھا۔ (۱)

یہ تھا ابو قافہ کے اسلام کا کچا چٹھا۔ ظاہر ہے کہ یہ صرف ایک واہیات دعویٰ ہی ہے۔ ان روایت سے کوئی شخص بھی ان کا اسلام ثابت نہیں کر سکتا۔ پھر یہ کہ اگر وہ مسلمان تھے اور ان کا اسلام اس قدر وقیع تھا کہ خود رسول اکرمؐ ان کے احترام میں ملنے جانے پر آمادہ تھے تو جس طرح عم رسولؐ عباس کے توسل سے بارش کی دعاء کی گئی، انھیں اس وقت کیوں نظر انداز کیا گیا؟ کم سے کم ان سے کوئی حدیث ہی نقل کی جاتی، وہ حجۃ الوداع کے موقع پر موجود ہوتے یا ان کے زمانہ اسلام کا تاریخوں میں کوئی واقعہ نقل کیا جاتا، ان سے لوگوں نے معاملہ دین حاصل کئے ہوتے۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ایک صحابی نے ان کی بیٹی کا گردن بند چھین لیا اور ابو بکر محشر کی دہائی دیتے رہے، یہیں سے خدا پر معاملہ ٹالنے کی فرمائش کرتے رہے لیکن گردن بند چھیننے والے پر ذرا بھی خوف کا اثر نہ دیکھا گیا پھر بھی تمام صحابہ عادل ہیں۔
پتہ نہیں کیوں؟

والدہ ابو بکر کا اسلام

ابو بکر کی والدہ کا اسلام بھی ان کے والد ہی کی طرح پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ اس سلسلے میں عائشہ کا بیان ہے کہ جب ۳۸ افراد مسلمان ہو گئے تو ابو بکر نے رسول خداؐ سے اصرار کیا کہ علانیہ دعوت کا آغاز کریں۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ ابھی ہم بہت کم ہیں لیکن ابو بکر نے اس قدر اصرار کیا کہ رسول خداؐ کو دعوت علانیہ کرنا ہی پڑی، تمام مسلمان مسجد الحرام میں ادھر ادھر دعوت اسلام دینے لگے، ابو بکر نے بھی ایک جگہ تقریر کی جہاں رسول خداؐ موجود تھے۔ یہ خدا و رسولؐ کی طرف اولین دعوت تھی۔ پھر تو مسلمانوں پر

۱۔ محمد یب التھذیب ج ۳، ص ۳۹۷ (ج ۳ ص ۳۳۲) نیز اس کا شتال ۱۳۶ھ میں ہوا اور اس نے ابن عمر کو دیکھا تھا۔ ملاحظہ کیجئے البدایہ والنہایہ ج ۱۰، ص ۶۱ (ج ۱۰، ص ۶۶، حوادث ۱۳۶ھ) مرآۃ البیان ج ۱، ص ۲۸۳ پھر کس طرح اس نے پیغمبر اسلام سے روایت کر دی، وہ تو حضرت کی وفات کے کافی دنوں بعد پیدا ہوا تھا، ڈھمی نے میزان الاعتدال ج ۱، ص ۳۶۱ (ج ۲ ص ۹۸) نمبر ۲۹۸۹ پر لکھا ہے کہ وہ اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرتا تھا۔

مشرکین ٹوٹ پڑے، لاتوں اور گھونسوں سے اچھی طرح ابوبکر کو مارا، عتبہ بن ربیعہ نے ان کے چہرے پر اس قدر جوتے مارے کہ شکل بگڑ گئی، پہچانا مشکل ہو گیا، قبیلہ تیم کے افراد نے آکر ابوبکر کو بچایا، ان کی؟ کر کے گھریک پہنچایا۔ اس قدر مار پڑی تھی کہ ادھر موٹے ہو گئے تھے، تیمیوں نے انھیں گھر پہنچا کر مسجد الحرام میں کہا کہ خدا کی قسم! اگر ابوبکر مر گئے تو عتبہ کو قتل کر دیں گے۔

جب ابوبکر کو ہوش آیا تو پوچھا: رسول خداؐ نے کیا کیا؟ تیمیوں نے رسول خداؐ کو برا بھلا کہا اور پھر ان کی ماں ام الخیر بنت صخر نے کہا کہ انھیں کھلاؤ پلاؤ، لیکن جب وہ تنہا ہوئے اور کھلایا پلایا جانے لگا تو پھر بولے کہ رسول خداؐ نے کیا کیا؟ ماں نے کہا: خدا کی قسم! میں نہیں جانتی کہ تمہارے صاحب کیا ہوئے۔ ابوبکر نے کہا کہ تو پھر ام جمیل بنت خطاب کے پاس جاؤ اور اس سے پوچھو۔ وہ گئیں اور پوچھا کہ محمد بن عبد اللہ کے ساتھ کیا ہوا؟ جواب دیا کہ میں نہ تو محمد بن عبد اللہ کو پہچانتی ہوں اور نہ ابوبکر کو، اگر تم چاہتی ہو کہ میں تمہارے بیٹے کے پاس آؤں تو آ جاؤ گی۔ ام الخیر نے کہا: چلو۔ وہ آئیں اور ابوبکر کی حالت دیکھ کر فریاد کرنے لگیں کہ جن لوگوں نے تمہارے ساتھ سلوک کیا ہے وہ عارت ہو جائیں۔

ابوبکر نے ان سے پوچھا: رسول خداؐ نے کیا کیا؟ جواب دیا کہ تمہاری ماں یہیں ہیں، ان سے پوچھو کہاں ہیں۔ کہا کہ ارقم کے گھر میں ہیں تو کہا: میں بخدا! کچھ بھی نہ کھاؤں گا، نہ پیوں گا، جب تک کہ رسول خداؐ کو نہ دیکھ لوں۔ جب ان کی دلجوئی کی گئی تو سکون ہوا پھر انھیں سہارا دیکر خدمت رسولؐ میں لایا گیا۔ ابوبکر نے خود کو پائے رسولؐ پر ڈال دیا اور بوسہ لینے لگے، تمام مسلمانوں نے بھی خود کو آپ کے قدموں پر ڈال دیا، رسول خداؐ پر اس کا بڑا اثر ہوا۔ ابوبکر نے کہا: میرے ماں باپ قربان! مجھے کوئی تکلیف نہیں لیکن صرف چہرے پر جو اس بدکار نے جوتے مارے ہیں اس کی تکلیف ہے، یہ میری مہربان ماں ہے اور آپ کی ذات بابرکت ہے۔ اس کے لئے دعا کرے کہ خدا اسے دوزخ سے نجات دے۔ رسول خداؐ نے اسلام کی دعوت دی اور وہ مسلمان ہو گئیں۔ (۱)

اس کا راوی عبید اللہ بن محمد عمری ہے جسے ذہبی وابن حجر کے مطابق امام نسائی نے جھوٹا اور کذاب

کہا ہے، دارقطنی بھی اس کی روایت کو مہمل کہتے ہیں۔ (۱) اس کے علاوہ اس روایت کے تمام راوی ابو بکر کے خاندان کے افراد بھی ہیں، بقیہ مجہول الحال ہیں، اس کے علاوہ اگر واقعی ابو بکر کو یہ راہ اسلام میں اذیت دی گئی تھی تو دوسری تاریخیں بھی اس کا تذکرہ کرتیں۔ تاریخ نے اذیت پانے والے تمام اصحاب کے نام لکھے ہیں صرف ابو بکر ہی کو کیوں نظر انداز کیا ہے؟ پھر یہ کہ اس کی راوی عائشہ ہیں جو بعثت کے چار پانچ سال بعد پیدا ہوئیں، (۲) وہ اس قابل کہاں تھیں کہ ان کے اسباب و عوامل کو سمجھ سکتیں؟ کیا پستان مادر سے لپٹی ہوئی کوئی بچی حالات کو سمجھ سکتی ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ روایت گڑھی ہوئی اور جھوٹی ہے۔

ابو بکر کے والدین قرآن میں:

ہوس پرستوں نے قرآن کے ساتھ بھی مذاق کر ڈالا، اندھی عقیدت والے مفسرین نے تحریف کے ایسے ایسے نمونے پیش کئے ہیں جیسے وہ الف لیلوی کہانیاں تصنیف کر رہے ہوں، چنانچہ آیہ مبارکہ: ﴿وَوَضِعْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنَ مَقَامٍ أُمَّ كُرْهَا وَوَضَعْنَاهُ كُرْهَا وَحَمَلْنَاهُ لِفَضَالَةٍ فَلَا تُؤْنِسُ فَرْحًا حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے کی صیحت کی کہ اس کی ماں نے بڑے رنج کے ساتھ اسے شکم میں رکھا ہے اور پھر بڑی تکلیف کے ساتھ پیدا کیا ہے اور اس کے حمل اور دودھ بڑھائی کا کل زمانہ تیس مہینے کا ہے یہاں تک کہ جب وہ توانائی کو پہنچ گیا اور چالیس برس کا ہو گیا تو اس نے دعا کی کہ پروردگار مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکریہ ادا کروں جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا کی ہے اور ایسا نیک عمل کروں کہ تو

۱۔ میزان الاعتدال ج ۲، ص ۱۸۰ (ج ۳، ص ۱۵ نمبر ۵۳۹۲) لسان المیزان ج ۳، ص ۱۱۲ (ج ۴، ص ۱۳۰ نمبر ۵۳۳۵)

۲۔ طرح التقریب ج ۱، ص ۱۴۷، الاصابہ ج ۳، ص ۳۵۹ (۷۰۳)

راضی ہو جائے اور میری ذریت میں بھی صلاح و تقویٰ قرار دے کہ میں تیری ہی طرف متوجہ ہوں اور تیرے فرمانبردار بندوں میں ہوں۔“ (۱) کے متعلق یہ بات اڑادی کہ یہ ابوبکر کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ مزید طرہ یہ کہ اس سلسلے میں امیر المومنین حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ کے اقوال بھی گڑھ لئے ہیں کہ ابوبکر کے حمل دودھ کی مدت تیس ماہ تھی ۹ ماہ ان کی ماں نے پیٹ میں رکھا اور اکیس مہینے دودھ پلایا۔ ان کے والدین اسلام لائے اور کسی مہاجر کے والدین اسلام نہیں لائے، خدا نے انھیں نیک والدین کے ساتھ نیک سلوک کی وصیت کی، جب رسولؐ چالیس برس کے ہو گئے تو رسولؐ اللہ کی تصدیق کی جبکہ ابوبکر ۳۸ سال کے تھے اور خدا سے دعاء کی کہ خدایا! مجھے والدین کی شکر گزاری اور انھیں اپنی شکر گزاری کی ترغیب دے چنانچہ جب چالیس سال کے ہوئے تو ان کے والدین اسلام لائے اور تمام اولادیں اسلام سے سرفراز ہو گئیں۔ (۲)

کیا کوئی ہے، جو ان عقل کے اندھوں سے پوچھے کہ اگر نو ماہ حمل اور اکیس ماہ دودھ بڑھائی کے طے کئے جائیں تو صرف ابوبکر ہی سے کیا مخصوص ہے اکثر لوگ اسی آیت کے ذیل میں آجائیں گے۔ پھر یہ کہ اگر علیؓ نے اس آیت کو ابوبکر سے مخصوص کیا تو پھر ایک فیصلہ میں جو چھ ماہ کے بچے کی پیدائش کے سلسلے میں تھا اس آیت سے استدلال کیوں کیا تھا؟ ابن کثیر اس قضیہ کو نقل کر کے کہتے ہیں کہ یہ ایسا قوی استدلال تھا کہ عثمان کو ماننا ہی پڑا (۳) حالانکہ ابن کثیر جوش و عقیدت میں جعلی روایت سے فضائل نقل کرتے ہیں پھر بھی اس آیت کو ابوبکر سے مخصوص نہیں قرار دیا، دوسرے یہ کہ اس میں چالیس سال عمر ہونے کی انھوں نے بات کہی ہے جس کے مصداق نہ ابوبکر ہو سکتے ہیں نہ ان کے والدین، وہ بعثت کے ۶ سال کے بعد اسلام لائے تھے، باپ تو بشرط صحت روایت فتح مکہ میں اسلام لائے، اس وقت ابوبکر

۱۔ اخاف ۱۵۸

۲۔ تفسیر کشاف ج ۳، ص ۹۹ (ج ۴، ص ۳۰۳) تفسیر قرطبی ج ۱۶، ص ۱۹۳، ۱۹۴ (ج ۱۶، ص ۱۲۹) ریاض الصغیر ج ۱، ص ۳۷ (ج ۱، ص ۶۸) تفسیر خازن ج ۴، ص ۱۳۲ (ج ۴، ص ۱۲۵) تفسیر نسفی مطبوع بر حاشیہ تفسیر خازن، ج ۳، ص ۱۳۲، (ج ۴، ص ۱۳۳)؛ فتح

القدیر ج ۵، ص ۱۸ (ج ۵، ص ۲۰)

۳۔ تفسیر ابن کثیر ج ۴، ص ۱۵۷

۵۶ سال کے تھے اور ماں بشرط صحت روایت بعثت کے چھٹے سال اسلام لائیں ابو بکر اس وقت ۴۴ سال کے تھے اس صورت حال میں خدا نے ان پر کیسی مہربانی کی، سمجھ میں نہیں آتا۔ پھر یہ کہ اگر ان کے والدین کے اسلام لانے کا واقعہ تسلیم کر لیا جائے تو یہ رسول خدا کی دعاء کا نتیجہ تھا۔ اور ابو قحافہ کا اسلام رسول خدا کے صبح صدر کی وجہ سے ہوا، پھر یہ دعاء ابو بکر کہاں گئی؟

رہ گئی یہ بات کہ علیؑ نے کہا ہو کہ صرف ابو بکر ہی کے والدین اسلام لائے اور کسی مہاجر کو یہ شرف حاصل نہیں، ایسا صریحی جھوٹ حضرت علیؑ کیسے بول سکتے ہیں۔ میں نے کثیر تعداد میں مہاجرین کے نام پیش کئے ہیں جن کے والدین بھی مسلمان تھے۔

دوسری آیت:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ ”تم کبھی نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کی ہے۔ خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے اہل خاندان۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور اپنی طرف سے ایک روح عطا کر کے ان کو قوت بخشی ہے۔ وہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کریگا جن کے نیچے نہریں بہتیں ہوں گی۔ ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے وہ اللہ کے گروہ کے لوگ ہیں۔ خبردار رہو! اللہ کے گروہ والے ہی فلاح پانے والے ہیں۔“ (۱)

اس کی شان نزول میں ابن جریج کا بیان ہے کہ ابو قحافہ نے رسول خداؐ کو گالی دی، یہ دیکھ کر ان کے بیٹے ”ابو بکرؓ“ نے باپ کے چہرے پر ایک زوردار طمانچہ مارا جس کی وجہ سے وہ زمین پر گر گئے پھر

آنحضرت سے آکر سارا واقعہ بیان کیا، رسول خداؐ نے فرمایا: اب اگر وہ مجھے گالی دیں تو انہیں نہ مارنا۔ ابوبکر نے کہا: اس خدا کی قسم جس نے آپ کو برحق نبی بنایا ہے، اگر میرے پاس تلوار ہوتی تو انہیں قتل کر دیتا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (۱)

علامہ ابنی فرماتے ہیں: تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ سورہ احقاف (جس کی ایک آیت کو اس سے قبل پیش کیا گیا) مکہ میں نازل ہوا ہے اور سورہ مجادلہ مدینہ میں نازل ہوا ہے اور متذکرہ آیت سورہ احقاف نازل ہونے کے کافی دنوں بعد نازل ہوئی۔ (۲) تفسیر قرطبی وابن کثیر کے مطابق بدر واحد کے بعد نازل ہوئی یعنی سن ۴ھ میں۔ (۳) اس صورت حال میں بات کیسے بن سکتی ہے جبکہ ابوبکر کی سابقہ آیت میں انعام خداوندی کے طور پر بات کہی گئی ہے جب وہ چالیس سال کے تھے تو دعاء کی: ﴿وَبِّ اَوْزَعْنِي اَنْ اَشْكُوَ بِعَمَلِكَ الَّذِي اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى الْوَالِدَيْنِ﴾ ”میرے رب مجھے والدین پر مہربانی کرنے کی ترغیب عطا کر“۔ اس آیت کی شان نزول کہتی ہے کہ جب ابوبکر ۴۳ سال کے تھے تو اپنے والد کو گالی بکنے کی وجہ سے گھونہ مارا۔ آیت سابقہ کی طرح اس آیت کی روایت بھی خود اپنے نفس مطلب کی تکذیب کر رہی ہے کیونکہ آیت مدنی ہے اور آیت کے مطابق گھونہ مارنے کا واقعہ کئے کا ہے۔ پھر یہ کہ کیا جو شخص رسول کو گالی دے رہا ہو اور قریب میں بیٹھا ہو کوئی شخص سن رہا ہو، اسے اس گالی دینے والے کو قتل کر دینا چاہئے؟ یا یہ واقعہ صرف ابوقحافہ سے مخصوص ہے؟ فضائل کے لاف و گزاف بگھارنے والوں سے یہ سوال پوچھنا چاہئے۔ ﴿وَإِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنْكَرًا مِنَ الْقَوْلِ وَزُورًا﴾

۱- مناقب ابنی مغازلی (ص ۱۴ حدیث ۹۱، ۹۲) اسد الغابہ ج ۴، ص ۱۸ (ج ۴، ص ۹۳ نمبر ۳۷۸۳) مناقب خوارزمی (ص ۵۳ حدیث ۱۷) فردوس الاخبار دہلی (ج ۳، ص ۳۳۳ حدیث ۵۳۳۱): شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۵۸ (ج ۱۳ ص ۲۳۰ خطبہ ۲۳۸)؛ فرائد السطین (ج ۱ ص ۲۳۲ حدیث ۱۸۷) ریاض الصغیر ج ۲، ص ۱۵۸ (ج ۳، ص ۱۰۰) خصائص نسائی ص ۳ (ص ۲۹ حدیث ۶) الحارث ابن خثیمہ ص ۷۳ (ج ۱ ص ۱۶۹) ذخائر المعنی ص ۵۸، کنز العمال، ج ۶، ص ۳۰۵ (ج ۱۳، ص ۱۴۶) حدیث ۳۶۲۹۸ (۲) تفسیر قرطبی ج ۱، ص ۳۰۷ (ج ۱، ص ۱۹۹) تفسیر کشاف ج ۳، ص ۱۷۲ (ج ۴، ص ۲۹۷) مرقاة الوصول حاشیہ نوادر الاصول، ص ۱۴۱، تفسیر آلوسی ج ۲۸، ص ۳۶۱۔

۳- تفسیر ابن کثیر (ج ۴، ص ۳۳۰)؛ تفسیر کبیر (ج ۲۹، ص ۲۷۶)

”یہ لوگ بڑی ناپسندیدہ بات کہہ رہے ہیں۔“ (۱) ﴿وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ اللہ کی طرف سے ہرگز نہیں ہے یہ خدا کے خلاف جھوٹ بولتے ہیں حالانکہ سب جانتے ہیں۔“ (۲)

یا وہ گوئی کا مقصد:

یہ سفید جھوٹ اور جلسازی کا انبار اور ابوبکر کے والدین کو مسلمان ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگانے کی غرض محض یہ ہے کہ رسول خدا اور حضرت علیؑ کے والدین کو کافر ثابت کیا جاسکے کیونکہ وہ ان دونوں حضرات میں تو کسی قسم کا نقص نکالنے میں ناکام رہے اس لئے بیٹوں کا غصہ والدین پر اتارا۔ چنانچہ حافظ عاصمی زین الفتنی میں کہتے ہیں کہ رسول خدا اور حضرت علیؑ کی مماثلت اس لحاظ سے بھی ہے کہ دونوں کے والدین کافر تھے اگرچہ خدا نے رسول خدا کو تمام نعمتوں سے سرفراز فرمایا لیکن ان کی تقدیر میں نہ تھا کہ آپ کے والدین مسلمان ہوں چنانچہ تمام مسلمانوں کا عقیدہ یہی ہے صرف کچھ ناقابل توجہ مسلمان اس عقیدت سے منحرف ہیں۔

(چرخوب: اس گستاخ نے مہمل عقیدے کو تمام مسلمانوں کے سر تھوپ دیا حالانکہ اکثر محققین اہلسنت کے علاوہ شیعہ اور زیدی فرقے کے افراد کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول خدا کے والدین مسلمان تھے۔ مولف) اسی طرح حضرت علیؑ مرتضیٰ کو بھی اگرچہ خدا نے تمام نعمتوں سے بہرہ مند کیا لیکن ان کی تقدیر میں یہ نہ تھا کہ آپ کے والدین مسلمان ہوں۔

ان کی یہ گہار مسلسل ہوتی رہی ہے اور اسی طرح وہ اپنے عناد کی بھڑاس نکالتے رہے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ بقول بن ابی الحدید (۳) اگر ابوطالب اور ان کے فرزند نہ ہوتے تو دین نہ تو مستحکم ہوتا

اور نہ ہی تناور ہوتا۔ ابوطالب نے مکہ میں حمایت کی اور علیؑ نے مدینہ میں اپنی سوجھ بوجھ کے ساتھ جان لڑائی، ابوطالبؑ نے جس سرپرستی کا بیڑا اٹھایا تھا علیؑ نے اسے مکمل کیا، ایسے فداکار اسلام کے متعلق یا وہ گوئی سے کیا نقصان ہو سکتا ہے۔

کسی شخص کے عقیدے کو چار طرح ہی سے معلوم کیا جاسکتا ہے:

- ۱۔ اس کی گفتار سے نتیجہ نکالا جائے۔
- ۲۔ افعال و کردار کا تجزیہ کیا جائے۔
- ۳۔ اس کے خاندان والوں نے جو کچھ اس کے متعلق کہا ہے کیوں کہ گھروالے گھر کی باتوں سے زیادہ آگاہ ہوتے ہیں۔

۴۔ وابستہ افراد نے جو کچھ اس کے متعلق کہا ہے ان باتوں سے نتیجہ نکالا جائے۔

حضرت ابوطالب کی گفتار:

آپ کے شعر کی نگارشات تاریخ وحدیث کی کتابوں میں بھرے پڑے ہیں۔ ان میں سے چند کو پیش کیا جاتا ہے:

مستدرک حاکم (۱) میں ہے کہ ابوطالبؑ نے نجاشی سے خطاب کرتے ہوئے چند اشعار کہے ہیں جن میں مہاجرین حبشہ کے ساتھ نیک سلوک کی گزارش کی گئی ہے:

لعلکم خیار الناس ان محمداً وزیر لموسیٰ والمسیح ابن مریم
 ”شائستہ کرداروں کو معلوم ہونا چاہئے کہ محمدؐ، موسیٰ و مسیح کی وزارت سے سرفراز ہیں۔ ان دونوں پیغمبروں کی طرح محمدؐ بھی ہمارے لیے دین لائے۔ یہ فرمان خداوندی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور برائیوں سے باز رکھتے ہیں، تم خود اپنی کتابوں میں پڑھتے ہو کہ ان کی باتیں درست ہیں اور یا وہ گوئی پر مبنی نہیں ہیں۔ ہمارا کردار اس لئے تمہارے پاس گیا ہے کہ تم جواں مرد اور شریف ہو۔“

اس کے مزید سولہ اشعار بھی ہیں:

فبلغ عن الشحاء افناء غالب لویا و تیما عند هنر الکرائم
 ”بنی غالب کی شاخ لوی و تیم کے مہمل لوگوں کو حمایت محارم کے موقع پر ان کی بھڑکائی ہوئی دشمنی
 یاد دلادو کیونکہ ہم اس وقت بھی خدائی تلوار اور سرتا پا شرافت ہوتے ہیں، جب قوم کی آواز بادلوں کی
 جھوٹی گرج کی طرح بلند ہوتی ہے۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ قطع رحم گناہ اور بلا کا سبب اور حماقت ہے اور یہ
 کہ کل قیامت میں تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہدایت کیا ہے، دنیا کی نعمت دائمی نہیں ہے۔ پس ہرگز
 تمہاری عقلیں محمدؐ کے بارے میں زائل نہ ہوں، خبردار! کینے گمراہوں کا ساتھ نہ دو۔ یہ تمنا کہ تم انہیں قتل
 کر سکو گے خواب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی، خدا کی قسم! تم محمدؐ کو اس وقت تک قتل نہ کر سکو گے جب تک
 بہت سے سروں اور گردنوں کو کھٹتے نہ دیکھ لو۔ اور جب تک اپنے قبیلے کے لوگوں کو قتل ہوتا اور لاشوں پر
 گدھ منڈلاتے نہ دیکھ لو۔ ایک جنگ کے بعد دوسری جنگ ہو رہی ہوگی اور تم شدت قتل سے گھبرا کر رشتہ
 داری کا واسطہ دینے لگو گے جب کہ تلوار کی ضربیں رشتہ داریاں کاٹ چکی ہوں گی۔

محمدؐ ساری قوم میں برتر ہیں، دشمنوں کے سامنے سر جھکانے والے نہیں، آل ہاشم کی دونوں شاخوں
 میں محفوظ ہیں امین ہیں، محبوب خلق ہیں۔ اور ختم نبوت کی پروردگار کی طرف سے ان پر مہر لگی ہے، لوگ
 ان میں برہان خدا کا مشاہدہ کرتے ہیں، بھلا کسی قوم میں جاہل عالم کے برابر کیسے ہو سکتا ہے، یہ ایسے نبی
 ہیں جن کے پاس ان کے رب کی طرف سے وحی آتی ہے۔ جو اس بات کا قائل ہو اسے ندامت نہ ہوگی
 ایک ہاشمی فوج ان کے گرد طواف کرتی رہتی ہے اور اپنے حلقے میں لئے رہتی ہے اور دشمنوں کو ان سے دور
 کرتی رہتی ہے۔“ (۱)

آپ کے یہ اشعار بھی ایک واقعہ کے ماتحت مذکور ہیں:

الا ابلغا عنی علی ذات بینہا لویا و خصاً من لوی بنی کعب
 ”اے میرے ساتھیو! لوئی اور خاص طور سے کعب کی اولاد کو میرا یہ پیغام پہنچادو حالانکہ ہمارے
 اور ان کے درمیان رنجش پیدا ہو چکی ہے۔

کیا تمہیں اب بھی یقین نہیں آتا کہ ہم نے محمد کو دیا ہی نبی پایا ہے جیسے موسیٰ تھے اور یہ کہ ان کا تذکرہ قدیم کتابوں میں موجود ہے اور یہ کہ خدا نے صرف محمد پر اپنی محبت نازل کی لہذا اس سے بہتر کون ہو سکتا ہے جسے وہ اپنی محبت سے مخصوص کرے تم نے جو عہد نامہ لکھ کر ٹانگا ہے تمہارے لئے منحوس ہے۔ وہ باعث ہلاکت ہوگا جس طرح ناقہ صالح قوم ثمود کے لئے باعث ہلاکت تھی اس لئے ہوش میں آؤ سنبھل جاؤ قبل اس کے کہ قبریں تیار ہوں اور عمومی عذاب کی زد میں گنہگار کے ساتھ بے گناہ بھی آجائیں، چغل خوری کی باتوں میں آکر ہم سے تعلقات نہ بگاڑو اور ایسی جنگ کو دعوت نہ دو جو طویل ہو کیونکہ دعوت جنگ دینے والے کیلئے جنگ تلخ بن جاتی ہے کیونکہ رب کعبہ کی قسم! ہم محمد کو سختیوں سے تنگ آکر چھوڑیں گے نہیں، جب تک ہماری گردنیں اور ہاتھ نہ کٹ جائیں، میدان میں لاشیں بکھری ہوں اور لاشوں پر گدھ منڈلا رہے ہوں۔ اگر جنگ چھڑی تو گھوڑوں کی بھاگ دوڑ اور سور ماؤں کی آواز سے قیامت خیز منظر ہوگا۔

کیا ہمارے جد ہاشم جنگ پر تیار نہیں تھے اور کیا، انھوں نے بیٹوں کو جنگ کی وصیت نہیں کی تھی؟ ہم تو جنگ سے تنگ نہیں آتے جب تک کہ خود جنگ ہم سے تنگ نہ آجائے۔ لیکن ہم صاحب عقل و غیرت ہیں، مصائب میں جب بہادروں کے پتے پانی ہوں ہماری عقلیں بھٹکائے رہتی ہیں۔“ (۱)

ابوطالب کے یہ سولہ اشعار بھی ہیں:

الا ما لہم آخر اللیل معتم طوانی و اخری النجم لما تقفم

”افسوس! کچھ پر آخر شب تک غموں کے بھرے رہے جبکہ تمام آنکھیں سوچکی تھیں۔

یہ غم بے عقل لوگوں کی وجہ سے ہے جو محمدؐ پر ظلم کا ارادہ رکھتے ہیں۔ قریش ہماری دشمنی اور حماقت میں ایسی راہ پر چل پڑے ہیں جو سر اسر دھوکہ ہے، وہ اپنی امیدوں کو پانہ سکیں گے حالانکہ انھوں نے بدو عربوں اور حاجیوں سے مدد بھی مانگی ہے، ان کی امیدوں میں ہمارے نیزے رکاوٹ ہیں، انھیں امید

۱۔ سیرہ ابن ہشام ج ۱، ص ۳۷۳ ((ج ۱، ۳۷۹-۳۷۷)) شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۳ ((ج ۱۳، ص ۷۲)) کتاب ۹۰، بلوغ الارباب ج ۱، ص ۳۲۵، خزائن الادب ج ۱، ص ۲۶۱ ((ج ۲، ص ۷۶)) الروض الافان، ج ۱، ص ۲۲۰ ((ج ۳، ص ۲۸۳)) البدایہ النہایہ ج ۳، ص ۸۷ ((ج ۳، ص ۱۰۸)) اتنی المطالب، ص ۳۱، ۳۱۰، طلبہ المطالب، ص ۱۰

ہے کہ ہم بغیر نیزے بازوؤں کے محمد کو ان کے حوالے کر دیں گے لیکن خانہ کعبہ کی قسم! تم نے جھوٹی توقع باندھ رکھی ہے جب تک تم کھوپڑیوں کو گرم پانی اور زمزم میں بھیگا ہوا نہ دیکھ لو۔ اور ایسی حولناک جنگ نہ ہوے جس میں رشتے کٹ جائیں بیوی اپنے شوہر کو نہ بھول جائے اور اس کے ایک محرم کے بعد دوسرے محرم پر حملہ ہوتا رہے۔ اور جب تک تم سے مقابلہ کے لئے ایک جماعت ہتھیار لیکر تمہاری طرف نہ بڑھ چکے اور لوگ ہر مجرم سے اپنی عزت کا دفاع نہ کر لیں یہ جماعت شیر بر سر میں جب غصے میں چھٹی ہے تو کسی سے نہیں ڈرتی۔ تو اے بنی قہر! ہوش میں آؤ۔ ابھی نوحہ کرنے والی عورتیں ماتم کرنے کھڑی نہیں ہوئی ہیں۔“ (۱)

۱۔ ابوطالب حضرت رسول خداؐ سے مخاطب ہیں:

والله لن يصلوا اليك بجمعهم حتى او شدد في التراب و فينا
 ”خدا کی قسم! یہ قریش اپنی تمام جمعیت کے ساتھ بھی آپ کے قریب پھٹک نہیں سکتے جب تک کہ میں مٹی میں دفن نہ کر دیا جاؤں۔ اس لئے تم بے خوف ہو کر علانیہ تبلیغ کرو تم پر کوئی پابندی نہیں، اس بات سے خوش ہو جاؤ اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو۔ تم نے مجھ کو دعوت دی ہے اور میں جانتا ہوں کہ تم میرے مخلص ہمدرد ہو، تمہاری دعوت امین کی دعوت ہے اور یہ بھی مجھے یقینی طور پر معلوم ہے کہ دین محمدؐ کائنات کا سب سے بہتر دین ہے۔“

ثعلبی کی روایت ہے کہ ان اشعار ابوطالب کی حجت پر سب کا اتفاق ہے۔ ابن عباس، قسم بن محضرہ بن دینار بھی نے ان اشعار کی روایت کی ہے۔ (۲)
 قرطبی وابن کثیر نے اس شعر کا بھی اضافہ کیا ہے:

۱۔ دیوان ابوطالب، ص ۲۹ (ص ۸۳-۸۲) شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۳۱۲ (ج ۱۳، ص ۷۱) کتاب ۹،

۲۔ خزائن الادب بغدادی ج ۱، ص ۲۶۱ (ج ۲، ص ۷۶) البدایہ والنہایہ ج ۳، ص ۳۲ (ج ۳، ص ۵۶) شرح ابن ابی الحدید ج،

ص ۳۰۶ (ج ۱۳، ص ۵۵) کتاب ۹، تاریخ ابوالفداء ج ۱، ص ۱۲۰، فتح الباری، ج ۷، ص ۱۵۳، ۱۵۵ (ج ۷، ص ۷۱، ۱۹۲، ۱۹۶)

الاصابة، ص ۲، ص ۱۱۶، المواهب اللدنیہ ج ۱، ص ۶۱، (ج ۱، ص ۲۲۳) السیرۃ الخلیفہ ج ۱، ص ۳۰۵، (ج ۱، ص ۷۱، ۲۸) دیوان

ابوطالب، ص ۱۲ (ص ۳۱) طلبۃ الطالب، ص ۵، بلوغ الادب، ج ۱، ص ۳۲۵، السیرۃ النبویہ دحلان مطبوعہ حاشیہ سیرہ حلبیہ ج،

ص ۲۱۱، ۹۱ (ج ۱، ص ۳۵) اسنی المطالب، ص ۶، (۱۰)

لولا الملامة او حذاری سبه لوجد تنی سمحا بذاک مبینا
 ”اگر خوف ملامت یا گالیوں سے بچنے کا خیال نہ ہوتا تو تم مجھے اعلانیہ طور پر اس دین کا اعلان کرنے والا پاتے۔“

ذہبی و حلان کی اسنی المطالب (۱) میں ہے کہ یہ شعر الحاقی ہے اور اگر مان بھی لیا جائے تو زیادہ سے زیادہ یہ بات معین ہوتی ہے کہ انھیں گالیوں کا اندیشہ تھا، اس لئے رسول خدا کی نصرت اعلانیہ نہیں کر رہے تھے لیکن وہ تو باقاعدہ دین کی نصرت کر رہے ہیں اور اسلام کو خیر ادیان کہہ رہے ہیں۔
 قریش نے جب عثمان بن مظعون پر ظلم و ستم کیا تو یہ سات شعر کہے:

امن تذکر دھر غیر مامون اصبحت مکتئبا تبکی کمعزون
 ”اے دل! کیا زمانہ کی بے اعتباری کو یاد کر کے رو رہا ہے یا تیرا غم ان بے وقوفوں کی ذلیل حرکت ہے جو مسلمانوں پر ظلم کر رہے ہیں۔ قریش والو! خدا تمہاری جماعت کو ذلیل کرے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہم عثمان کے لئے رنجیدہ ہیں، اب اگر تم نے پھر ہمارے مظلوموں پر ظلم کیا تو ہم تیر و تلواریں ان کی مدد کریں گے، تین پھل والے نیزوں سے حملہ کریں گے جو پاگلوں کے دماغ سے بد دماغی نکال دے۔ یہاں تک کہ بے عقل لوگ سختی کے بعد نرمی کا برتاؤ کرنے لگیں یا پھر تم اس کتاب پر ایمان لے آؤ گے جو خدا کی طرف سے بے مثل ہے اور موسیٰ و یونس جیسے سچے نبی پر نازل کی گئی ہے۔“ (۲)

کچھ اشعار میں رسول اعظم کی مدح کی ہے اور اس کی تفسیر حسان بن ثابت نے کی ہے یا تو اردو ہوا ہے:

لقد اکرم الله النبی محمداً فاکرم خلق الله فی الناس احمد
 و شق له من اسمه لیجله فلو العرش محمود و هذا محمد (۳)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۳ (ج ۱۲، ص ۷۳ کتاب ۹)۔

۱۔ اسنی المطالب، ص ۱۲ (ص ۲۵)

۳۔ تاریخ الصغیر (ج ۱، ص ۳۸) دلائل النبوة ج ۱، ص ۶ (ج ۱، ص ۴۴ حدیث ۲) تاریخ ابن عساکر ج ۱، ص ۲۷۵ (ج ۳، ص ۳۲)

۳۲۔ ۳۳۔ شرح تاج البیان ج ۳، ص ۳۱۵ (ج ۱۲، ص ۷۸، کتاب ۹)، البدلیہ والنحلیہ ج ۱، ص ۲۶۶ (ج ۲، ص ۳۲۵)

الاصابیہ ج ۴، ص ۱۱۵، المواہب اللدیہ ج ۱، ص ۵۱۸ (ج ۲، ص ۲۵) تاریخ الخلفاء ج ۱، ص ۲۵۴، شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۵ (ج ۲، ص ۷۷ کتاب ۹)

شرح ابن ابی الحدید کے مطابق ابوطالب کے یہ اشعار بہتر مشہور ہیں:

انت النبی محمد قدم اغر سود

”اے محمد! آپ رسول ہیں۔ عظیم سردار اور مبارک چہرے والے ہیں۔ نہایت معزز سردار کے بیٹے خود بھی پاکیزہ اور جائے ولادت بھی پاکیزہ ہے۔ عمرو جیسے فیاض آپ کے مورث اعلیٰ ہیں جب سارے مکہ میں قحط تھا تو انھوں نے شور بہ میں روٹی بھگو کر لوگوں کو کھلائی۔ ان کے بعد یہ طریقہ صفت حسنہ بکر رائج ہو گیا۔ اور پیالوں میں سالن اور روٹیاں توڑ کر کھلائی جاتی ہیں۔ ہمارے ہی خاندان کے ذمہ حاجیوں کی سقائیت ہے جبکہ ہم ڈولوں سے دریا بہا دیتے ہیں۔ مقام مازماں، اس کی پہاڑیوں اور مسجد کی بھی تولیت ہماری ہی ہے، پھر اے محمد! تم پر ظلم کیسے ہو سکتا ہے جبکہ میرے جیسا بہادر ابھی زندہ ہے، کے کی وادیوں میں سیاہ خون بہا دوں گا، تمہارے ابن عم مشتعل شیروں کی طرح موجود ہیں۔ میں نے تو تمہیں ہمیشہ سچا پایا اور تم بچپن سے راست گفتار ہو۔“

ایک بار ابو جہل سجدے کی حالت میں رسولؐ کے پاس آیا۔ اس کے ہاتھ میں پتھر تھا وہ رسولؐ پر چلنا چاہتا تھا لیکن جیسے ہی ہاتھ اٹھایا وہ پتھر اس سے چپک گیا اور وہ چلانہ سکا اس موقع پر ابوطالبؐ نے یہ گیارہ شعر کہے:

”اے بنی غالب! ہوش میں آؤ اور گمراہی سے باز رہو ورنہ مجھے ڈر ہے کہ تمہارے گھروں ہی میں ہلاکتیں نہ نازل ہوں۔ وہ ہلاکتیں خدائے مشرق و مغرب کی طرح دوسروں کے لئے عبرت ہوں گی، جس طرح تم سے پہلے عاد و ثمود پر عذاب آیا، جب سویرے ہی ناقہ پیا سا تھا اور ان پر آندھی ٹوٹ پڑی۔ ایک ازرق کی وجہ سے سب پر غضب خدا نازل ہوا، جب اس نے ناقہ کی کوئیں کاٹ دیں اور اس سے بھی زیادہ تعجب کا واقعہ ابو جہل کا ہے جب اس کا ہاتھ چپک گیا، جب وہ ایک صابروشا کروصادق کو مارنے کیلئے بڑھا تھا تو خدا نے اس کی ناک رگڑ کر اس کے پتھر کو اس کے ہاتھ سے چپکا دیا، وہ تمہارے ہی گمراہوں کے بہکاوے میں آگیا تھا جو کچھ اس نے کہا تھا وہ سچ نہ ہو سکا۔“ (۱)

ابن ابی الحدید (۱) کے مطابق مامون رشید کا دعویٰ تھا کہ ایمان ابوطالب علیہ السلام کے ثبوت میں ان کے یہ چار اشعار پیش کئے جاسکتے ہیں۔ جو کچھ اضافی اشعار کے ساتھ دیوان ابوطالب (ع) میں موجود ہیں:

نصرت الرسول رسول الملک بیض تلالا کلمع البروق (۲)
 ”میں نے مالک حقیقی کے رسول کی مدد درخشاں تلواروں سے کی ہے۔ میں دشمنوں سے ٹمٹنے کیلئے اس طرح نہیں چلتا جیسے زینہ اونٹ کے خوف سے نوجوان اونٹنیاں چلتی ہیں۔ بلکہ میں تو کھلم کھلا یوں گرجتا ہوں جیسے جھاڑی میں شیر گر جتا ہے۔“

جب قریش نے عمرو عاص کے ساتھ تحفے دیکر نجاشی کو درغلانا چاہا تو حضرت ابوطالب نے یہ چار اشعار لکھ کر بھیجے (۳) تاکہ وہ مہاجرین حبشہ خصوصاً جعفر کا اکرام کرے:

الایة شعری کیف فی الناس جعفر و عمرو و اعداء النبی الاقارب
 ”کاش! مجھے معلوم ہوتا کہ حالت غربت میں میرے بیٹے جعفر کا کیا حال ہے اور عمرو عاص اور دوسرے اعداء دین نے کیا کہا؟“

مجھے معلوم نہیں کہ نجاشی نے جعفر کے ساتھ اچھا سلوک کیا یا عمرو عاص نے اسے بہکا دیا، اے بادشاہ! تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ تو صاحب مجد و کرم ہے اس لئے پناہ لینے والوں کو کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہئے، ہم جانتے ہیں کہ خدا نے تجھے بہترین وسائل حیات سے نوازا ہے۔“ (۴)

شرح ابن ابی الحدید (۵) میں ہے کہ یہ اشعار بھی ابوطالب کے ہیں جن کے ذریعہ رسول خدا کو اعلانیہ دعوت کا مشورہ دیا ہے:

۱۔ شرح نخب البلاغ ج ۳، ص ۳۱۳ (ج ۱۳، ص ۷۴، کتاب ۹)

۲۔ دیوان ابوطالب، ص ۲۳ (ص ۷۰)

۳۔ دیوان ابوطالب (ص ۱۰۹)

۴۔ البدایہ و النہایہ ج ۳، ص ۷۷ (ج ۳، ص ۹۷) شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۴ (ج ۱۳، ص ۷۷، کتاب ۹)

۵۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۵ (ج ۱۳، ص ۷۷، کتاب ۹)

لا یمنعک من حق تقوم به اید تصور و لا سلق باصوات

”اے مجد! وہ حق جسے تم لیکراٹھے ہوا اسکے اعلان سے نہ حملہ کرنے والوں کے ہاتھ رک سکیں گے نہ زبان سے ایذا پہنچانے والوں کی زبانیں تمہیں منع کر سکیں گی، کیونکہ اگر کبھی تم ان دشمنوں کے ساتھ کسی کشمکش میں مبتلا ہوئے تو تمہارا ہاتھ درحقیقت میرا ہاتھ ہوگا، تمہاری جان کے ساتھ میری جان ہوگی (یعنی میں تم پر فدا ہو جاؤں گا)۔“

ابن ہشام (۱) کا بیان ہے کہ حضرت ابوطالبؑ نے خطرہ محسوس کیا کہ کہیں باہر سے آنے والے جاہل عرب مشرکین کے بہکاوے میں آکر ان سے مل کر رسول خداؐ اور بنی ہاشم پر حملہ آور نہ ہو جائیں۔ اس لئے ایک قصبہ میں آپ کے حرمت مکہ کی پناہ اور اشراف قوم کے دور کا تذکرہ کیا ہے، آپ نے یہ بھی صاف صاف اعلان کر دیا کہ کسی حال میں بھی محمدؐ کو تمہارے حوالے نہ کریں گے چاہے ہلاک ہی کیوں نہ ہو جائیں۔

خلیسی ما اذنی لا ول عاذل بصغواء فی حق و لا عند باطل

”اے میرے دونوں دوست۔ یہ اولین سرزنش نہیں ہے کہ جھوٹ یا بیچ میرے کان ہی پڑی ہے جب میں نے دیکھ لیا کہ ہماری قوم میں ذرا بھی محبت نہیں رہ گئی ہے اور انھوں نے سارے رشتے ناطے ٹوڑ لئے ہیں اور ہمارے خلاف دشمنی و ایذا رسانی کا اعلان کر دیا نیز ہمارے اس دشمن کی بات ماننے لگے جو ہمیں ایک دوسرے سے جدا کر دینا چاہتا ہے اور وہ ایسوں کے خلیفہ بن گئے جو ہماری دشمنی میں اپنے ہی دانتوں سے اپنی انگلیاں چبا رہے ہیں تو میں نے اپنے عظیم بزرگوں کی میراث میں ملی تیز دھار کے تلوار اور پلک دار نیزوں کو تیار کر لیا۔ تمام لوگوں کے پروردگار کی پناہ! ہر اس شخص سے جو ہمیں فحش دیتا اور باطل پر اقرار کرنے والا اور ہماری عیب جوئی میں دوڑ دھوپ کرتا اور دین میں ان باتوں کو شامل کرنا چاہتا ہے جسے ہم نہیں جانتے قسم ہے غار ثور کوہ شہیر اور غار حرا میں جانے کیلئے چڑھنے اترنے والوں کی، اللہ کے گھر کی جو بطن مکہ میں واقع ہے! حرمت حجر اسود کی! جسے طواف کے وقت لوگ چومتے ہیں، مقام

ابراہیم کے حرمت کی! جہاں ابراہیم برہنہ پا کھڑے ہوئے تھے۔

اور خانہ کعبہ کی قسم! تم غلط سمجھے کہ محمد کو ہم سے چھینا جاسکتا ہے۔ یہ اس وقت ممکن ہے جب ہم محمد کے سامنے تیر و نیزہ چلاتے چلاتے ختم ہو جائیں۔ ہم کبھی محمد کو تمہارے حوالے نہیں کر سکتے ایسا اسی وقت ہو سکتا ہے جب ہم جنگ کر کے اتنے بد حال ہو جائیں کہ بیٹوں اور بیویوں کو بھول جائیں۔ جب تک ہمارا خاندان جسموں پر ہتھیار سجا کر تم پر حملہ آور ہو۔ ہمارے دشمن نیزہ کھلکھل کر کھڑے ہوں اور منہ کے بل گر رہے ہوں، ہم تو بخدا! ایسا دیکھ رہے ہیں کہ ہماری تلواریں بڑے بڑے سرداروں کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہیں۔ ہماری تلواریں عقابی جوانوں کے ہاتھ میں ہو گئی جو معتمد سردار، حقیقت کے حامی اور بہادر ہوں گے۔ یہ جنگ مہینوں اور سالہا سال تک جاری رہے گی۔

تم پر افسوس! ایسے سردار کو کیسے چھوڑا جاسکتا ہے جو معاہدوں کا پابند ہے اور بند زبان اور مفت خور نہیں ہے۔

اور ایسا روشن چہرہ سردار ہے جس کے روئے مبارک کا واسطہ دیکر بارش کی دعاء کی جاتی ہے، وہ قییموں کا سر پرست اور بیواؤں کا جائے پناہ ہے۔ خانوادہ ہاشمی کے نادار و مفلس ان کے دامن فیض میں پناہ لیتے ہیں اور بہرہ یاب ہوتے ہیں۔

اے مطعم بن عدی! اب قریش نے مجھے ایسی راہ پر ڈال دیا ہے کہ اگر میں مارا گیا تو تو بھی نہ بچے گا، خدا کی بے لوث ترازو میں فیصلہ ہوگا۔ خدا تو دیکھنے والا ہے اس میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ بے شک ان لوگوں کی عقلیں ماری گئی ہیں جنہوں نے ہمیں چھوڑ کر بنی حلف اور غیاطل (بنی سہم) کو اختیار کر لیا ہے۔ حالانکہ تمام قدیم ماخذ کی رو سے ہم آل قصی کی اصل ہیں۔ بنی سہم اور بنی مخزوم ہمارے خلاف ہو گئے ہیں، انہوں نے ہمارے خلاف مفلس اور گمنام دشمنوں تک کو بھڑکا دیا ہے۔ اے عبد مناف! تم تو سارے قبیلے میں بہتر ہولہذا اپنے معاملات میں بن بلائے مہمانوں کو شریک نہ کرو۔ اپنی جان کی قسم! احمد اور ان کے بھائیوں کی محبت میرے دل میں شدید عشق کے بطور ڈال دی گئی ہے، خدا کرے وہ دنیا والوں کے لئے جمال بن کر رہیں اور ہمیشہ عظیم امور کے مالک رہیں۔“

سیرۃ ابن ہشام (۱) میں یہ قصیدہ ۹۴ شعروں پر مشتمل ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے یقین ہے کہ یہ اشعار ابوطالب ہی کے ہیں۔ ابن کثیر (۲) نے ۹۲ اشعار نقل کئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ قصیدہ ابوطالب ہی کہہ سکتے ہیں، بہت نفیس اور عظیم و بلیغ ہے، یہ سب معلقات سے بھی بڑھ کر ہے۔ پورا قصیدہ انھوں نے اپنی کتاب المغازی میں نقل کیا ہے۔

ابو ہخان (۳) عجمی نے ۱۱۱ اشعار نقل کئے ہیں، ابن ابی الحدید (۴) لکھتے ہیں کہ یہ اشعار حد تو اتر تک پہنچے ہوئے ہیں کہ ابوطالب کے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رسول خدا کی دعوت کو مانتے تھے۔

قسطانی نے ارشاد الساری (۵) میں نقل کیا ہے کہ اس قصیدہ میں ۱۱۰ اشعار ہیں۔ مواہب الدینیہ (۶) میں ۸۰ شعروں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ابن التین کہتے ہیں کہ یہ اشعار اس بات کا ثبوت ہیں کہ ہجر اور غیرہ کی تاکید سے قبل ہی ابوطالب نے رسول خدا کی معرفت حاصل کر لی تھی۔ یعنی عمدۃ القاری میں ۱۱۰ شعروں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ یہ قصیدہ جن کتابوں میں ہے ان کے نام ہیں:

بلوغ الارباب آلوسی: (۷) خزائن الادب: (۸) لب لباب: (۹) لسان العرب، سیرۃ دینی۔ (۱۰)

- ۱۔ سیرۃ ابن ہشام ج ۱، ص ۲۹۸-۲۹۶ (ج ۱، ص ۲۹۹-۲۹۱)
- ۲۔ البدایہ والنہایہ ج ۳، ص ۵۷-۵۳ (ج ۳، ص ۷۴-۷۰)
- ۳۔ دیوان ابوطالب، ص ۱۲-۲ (۲۱-۳۸)
- ۴۔ شرح نوح البلاغ ج ۳، ص ۳۱۵ (ج ۱، ص ۸۷، کتاب ۹)
- ۵۔ ارشاد الساری ج ۲، ص ۲۲۷ (ج ۳، ص ۲۶)
- ۶۔ المواہب اللدنیہ، ج ۱، ص ۳۸ (ج ۱، ص ۱۸۵)
- ۷۔ عمدۃ القاری ج ۳، ص ۳۳۳ (ج ۷، ص ۳۰)
- ۸۔ بلوغ الارباب ج ۱، ص ۲۳۷ (ج ۱، ص ۲۳۶)
- ۹۔ خزائن الادب ج ۱، ص ۲۶۱-۲۵۲ (ج ۲، ص ۷۵-۵۹)
- ۱۰۔ السیرۃ النبویہ و طحان مطبوعہ حاشیہ سیرۃ حلبیہ ج ۱، ص ۸۸ (ج ۱، ص ۴۳)

دحلان نے لکھا ہے کہ عبدالواحد سفاقی شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ یہ اشعار ابوطالبؑ دلیل ہیں کہ بحیرا سے قبل ہی رسول خداؐ کی معرفت حاصل کر چکے تھے۔

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ اگر ان اشعار کو ابوطالب کے مسلمان ہونے کے ثبوت میں نہ مانا جائے تو میں نہیں جانتا کہ ثبوت میں اور کیا کہنا چاہئے۔

یہ ابوطالبؑ کے نفوس کا مختصر انتخاب تھا جو ان کے مومن خاص ہونے کا ثبوت ہے۔

ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ ابوطالبؑ کے لگ بھگ تین ہزار اشعار ہیں جن سے ان کے مومن ہونے کا ثبوت فراہم ہوتا ہے آخر میں چار اشعار بھی نقل کئے ہیں۔ (۱)

۲۔ کردار صالح اور قول مشکور:

اس کے ساتھ ابوطالبؑ کا پاکیزہ کردار اور نفیس جدوجہد بھی دیکھنے کو ملتی ہے کہ جس کے ذریعہ انھوں نے رسول خداؐ کی پاسداری و تحفظ اور لوگوں کو توحید پرستی کی دعوت دینے کا کوئی دقیقہ ابتدائے بعثت سے آخر دم تک اٹھا نہیں رکھا۔ اس پاکیزہ کردار کے ساتھ ان کی گفتگو بھی تاریخ میں ثبت ہیں جن سے ان کے صحیح اسلام و ایمان کا پتہ چلتا ہے، اس سلسلے میں خود اہلسنت کی کتابوں سے حوالے پیش کئے جاتے ہیں:

۱۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب ابوطالبؑ نے تجارت کی غرض سے شام جانے کی تیاری کی تو رخصت کے وقت پیغمبر نے ابوطالب کی مہارنا قہ تمام کر ساتھ جانے پر اصرار کیا چچا جان! نہ میرے باپ ہیں نہ ماں، مجھے کس کے حوالے کئے جا رہے ہیں؟ ابوطالب کا دل بھرا آیا اور اپنے ساتھ لیکر روانہ ہوئے جب یہ قافلہ شام میں مقام بصری پر فروکش ہوا تو وہاں کے راہب بحیرا نے آنحضرتؐ میں علامت نبوت مشاہدہ کر کے آپ سے ملنے کی غرض سے قافلہ کی دعوت کی قریش نے اس سے کہا کہ اس سے پہلے تو آپ ہماری طرف توجہ نہیں کرتے تھے پہلے تو رسول خداؐ کو کسی کی وجہ سے نہیں لے جایا گیا لیکن بحیرا کے اصرار پر آپ بھی وہاں لے جائے گئے آپ کے سر پر ایک لکھ ابر برابر سایہ فلک تھا بحیرا نے آپ سے بہت سی

باتیں دریافت کیں۔ آپ کے شانے پر مہر نبوت کو بھی دیکھا۔ حضرت ابوطالب سے بھی کچھ باتیں پوچھیں اور کہا: آپ کا بھتیجا بڑی شان والا ہے آپ اس کی حفاظت کیجئے۔
۱۔ ابوطالب نے اس بارے میں یہ اشعار کہے:

ان ابن آمنۃ النبی محمدا عندی یفوق منازل الاولاد

”بلاشبہ آمنہ کے لال محمد جو ایک پیغمبر ہیں، میرے نزدیک اولاد سے زیادہ عزیز ہیں، جب انھوں نے میرے ناتھ کی مہار تھام لی تو مجھے ان پر رحم آ گیا حالانکہ بار بردار اونٹ سامان لیکر روانہ ہو چکے تھے۔ پس میرے آنکھوں سے آنسوؤں کے موتی بہنے لگے۔ میں نے ان کے متعلق قریبی قرابت اور اجداد کی وصیت کو یاد کیا اور ان کے چچاؤں کے ساتھ جانے کی اجازت دیدی، جو ابلے چہروں والے اور بلند ہمت ہیں۔ وہ لوگ طویل سفر پر روانہ ہو گئے، جب مقام بصری میں پہنچے تو انھوں نے ایک خانقاہ کی جالی دار کھڑکی پر ایک راہب کو دیکھا، جس نے قافلے والوں کو محمد کے بارے میں سچی بات بتائی۔ اور اسی راہب نے حسد کرنے والے یہودیوں کے گروہ کی تردید کی۔ یہودیوں کے اس گروہ نے محمد کے سر پر بادل کا کٹڑا سا یہ قلن دیکھ لیا تھا۔

ان کی بدینتی کو بحیرہ ای نے روکا۔ وہ یہودی حسد کی وجہ سے محمد کو قتل کرنے پر آمادہ تھے، بحیرہ ای نے بہترین کوشش سے ان کو باز رکھا۔ (۱)

۲۔ ابوطالب نے رسول کا واسطہ دیکر پارش کی دعا کی:

تاریخ ابن عساکر (۲) میں جلیبہ بن فطہ کا بیان منقول ہے کہ مکہ میں قحط پڑا، قریش نے ابوطالب سے کہا کہ وادیاں سوکھ گئی ہیں، ہم روٹیوں کے محتاج ہو گئے ہیں۔ ہمارے ساتھ آئیے تاکہ نماز استسقاء پڑھیں۔ ابوطالب اپنے ساتھ ایک بچے کو لئے ہوئے باہر آئے جو سورج کی طرح درخشاں تھا۔ آپ کے گرد کئی بچے تھے، ابوطالب نے اس بچے کو گود میں لیکر اس کی پیٹھ کعبہ سے چسپاں کر دی بچے نے آپ کی

۱۔ دیوان ابوطالب، ص ۳۵-۳۳ (۹۰-۸۹) تاریخ ابن عساکر ج ۱، ص ۲۷۹-۲۷۲ (ج ۳، ص ۱۳-۱۲) الروض الانف ج ۱، ص ۱۲۰ (ج ۲، ص ۲۷۷) انھضائیں الکبری ج ۱، ص ۸۵، ۸۴ (ج ۱، ص ۱۳۳)

۲۔ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۲، ص ۱۶۲-۱۶۱)

انگلی تھام لی اس وقت آسمان پر بادل کا کہیں پتہ نشان نہ تھا اچانک اس قدر بارش ہوئی کہ تمام جوار اور وادیاں جل تھل ہو گئیں۔ ایسے میں ابوطالب نے یہ اشعار کہے:

وابيض يسقى الغمام بوجهه ثمال اليتامى عصمة للارامل

يلوذ به الهلاك من آل هاشم فهم عنده فى نعمة و فواضل (۱)

علامہ شہرستانی (۲) نے اس واقعے کو معرفت ابوطالب کے ذیل میں نقل کیا ہے۔

۳۔ ولادت حضرت علیؑ اور ابوطالبؑ:

جابر بن عبد اللہ انصاری سے مروی ہے کہ میں نے رسول خداؐ سے واقعہ ولادت امیر المومنینؑ دریافت کیا۔ آپؐ نے فرمایا تو نے بہترین مولود کے متعلق دریافت کیا ہے جو شبیہ عیسیٰ تھا، خدا نے علیؑ کو میرے نور سے خلق فرمایا اور مجھے اپنے نور سے اور ہم دونوں ایک نور سے ہیں۔ پھر خدا ہمیں پاکیزہ اصلاب و ارحام میں منتقل فرماتا رہا۔ علیؑ بھی میرے ساتھ پاکیزہ اصلاب و ارحام میں منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ میرا نو بطن آمنہؑ میں منتقل ہوا اور علیؑ کا نو بطن فاطمہ بنت اسدؑ میں۔ اور ہمارے زمانہ میں ایک مہرم بن دعب نامی زاہد و عابد شخص تھا اس نے دو سو ستر سال تک خدا کی عبادت کی تھی اور کبھی خدا سے کوئی حاجت طلب نہیں کی تھی۔ خدا نے اس کے پاس ابوطالب کو بھیجا، جب مہرم نے ابوطالب کو دیکھا تو تعظیم میں کھڑا ہو گیا اور آپ کے ہاتھ پاؤں چوم کر کہا: آپ کون ہیں؟ جواب دیا: مکہ کا باشندہ ہوں۔ پوچھا: کس قبیلے سے؟ جواب دیا: بنی ہاشم سے۔ یہ سن کر اس نے ابوطالب کا سر چوما اور کہا: خدائے اعلیٰ نے مجھے الہام فرمایا ہے کہ آپ کے حلب سے ایک ولی خدا پیدا کرے گا جب ولادت علیؑ کی رات آئی تو زمین جگمگا اٹھی۔ حضرت ابوطالب گھر سے یہ کہتے ہوئے نکلے: اے لوگو! آج کعبہ میں ولی اللہ کی ولادت ہوئی ہے۔ جب صبح ہوئی تو یہ اشعار پڑھتے ہوئے داخل کعبہ ہوئے:

۱۔ ارشاد الساری ج ۲، ص ۲۲۷ (ج ۳، ص ۱۲۷) المواہب اللد ج ۱ ص ۴۸ (ج ۱، ص ۱۸۳) الخصال الکبریٰ ص ۸۶-۱۲۳ (ج ۱، ص ۲۰۸، ۱۳۶) شرح مجمع الحافل ج ۱، ص ۱۱۹، السیرۃ الخلیفہ ج ۱، ص ۱۲۵، (ج ۱، ص ۱۱۶) السیرۃ النبویہ دحلان مطبوعہ حاشیہ سیرۃ حلبیہ

ج ۱ ص ۸۷ (ج ۱، ص ۱۱۶) طلحة الطالب ج ۱، ص ۴۲،

۲۔ الملل والنحل ج ۳، ص ۲۲۵ مطبوعہ حاشیہ الفصل (ج ۲، ص ۲۳۹)

یارب هذا الغسق الدجی والقمر المنبلج المضی

بین لنا امرک الخفی ماذا تری فی اسم ذا الصبی

”اے پروردگار! تاریک رات اور درخشاں چاند ہے اس میں ہمارے لئے اپنا پوشیدہ امر ظاہر فرما کہ اس بچے کا کیا نام رکھا جائے۔“

فوراً ہاتف کی آواز آئی: اے رسول مصطفیٰؐ کے اہلیہ تمہیں پاکیزہ خصوصیت سے سرفراز کیا گیا ہے اس کا نام خدائے برحق کے نام سے مشتق علی رکھا گیا ہے۔“ (۱)

۴۔ ابوطالب اور پیغمبر کی ابتدائے دعوت

فقہ حنبلی ابراہیم بن علی بن محمد دینوری نہایت الطالب اور غایت السؤل میں (۲) ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خداؐ نے اپنے چچا عباس سے کہا کہ خدانے مجھے اعلانیہ دعوت کا حکم دیا ہے کیا آپ مدد کر سکیں گے؟ عباس نے کہا: جیتھے! قریش کے اکثر لوگ مجھ سے حسد کرتے ہیں، اگر آپ کی مدد کی تو مجھے پریشانی ہوگی۔ لوگ میری جڑ کاٹ دیں گے آپ اپنے چچا ابوطالب سے کہئے، وہ سب سے بزرگ بھی ہیں اگر انھوں نے آپ کی مدد نہ کی تو آپ کو چھوڑیں گے بھی نہیں۔ وہ آپ کو کبھی دشمن کے حوالے نہ کریں گے۔ ابوطالب نے دونوں کو آتے ہوئے دیکھا تو کہا کہ ضرور کوئی بات ہے اس وقت کیوں آئے ہو؟ عباس نے رسول خداؐ کی بات دہرائی۔ ابوطالب نے غور سے رسول خداؐ کو دیکھا اور کہا: اے میرے باپ کے بیٹے! تم بلند نظر ہو جاؤ بخدا! کوئی بھی تمہیں سخت نگاہ سے دیکھے گا تو اسے تلواریں مڑا چکھاؤں گا۔ بخدا! یہ عرب تمہارے لئے چوپایوں کی طرح مطیع ہو جائیں گے۔ میرے والد نے کتابوں میں پڑھا تھا کہ ان کے صلب سے ایک پیغمبر مبعوث ہوگا۔ وہ تمہاری ملاقات کے شائق تھے، انھوں نے تاکید فرمائی تھی کہ جو بھی اسے پائے اس پر ایمان لائے۔

علامہ ابنی فرماتے ہیں کہ ابوطالب کی شدت حمایت اور معرفت دیکھئے کہ وہ اجداد کی وصیت کا

۱۔ کفایۃ الطالب، ص ۲۶۰ (ص ۴۰۶) ج الطرائف ابن طاووس، ص ۸۵، (ص ۳۰۳-۳۰۲ حدیث ۳۸۸)

۲۔ طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۱۸۶ (ج ۱، ص ۳۰۲-۳۰۳)

مصدق پہچان گئے۔

۵۔ رسول کی گمشدگی اور ابوطالب:

ابن سعد و اقدی نے طبقات الکبریٰ (۱) میں قریش کا ابوطالب کے پاس آنا اور مایوس جانا تفصیل سے لکھا ہے پھر انھوں نے سازش کی کہ اچانک موقع پا کر محمدؐ کو قتل کر دیں، اسی شام رسول خداؐ گم ہو گئے۔ ابوطالب اور دوسرے چچا جب رسول خداؐ کے گھر آئے تو انھیں نہ پایا، آپؐ نے تمام ہاشمیوں کو جمع کر کے کہا کہ اپنی اپنی رداؤں میں تلواریں چھپا کر میرے ساتھ آؤ۔ مسجد الحرام میں چل کر ایک ایک قریش کی بغل میں بیٹھ جاؤ۔ سب نے ایسا ہی کیا۔ اس وقت زید بن حارث دکھائی پڑے۔ ابوطالب نے پوچھا: میرے بھتیجے کو دیکھا ہے۔ زید نے کہا: جی ہاں! میں دیر تک انھیں کے ساتھ رہا۔

ابوطالب نے کہا: میں نے انھیں گھر پر نہیں دیکھا ہے، جب تک انھیں دیکھ نہ لوں گا گھر واپس نہیں جاؤں گا۔ زید فوراً کوہ صفا کے بغل میں گھر پر گئے جہاں رسول خداؐ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے انھیں باخبر کیا تو رسول خداؐ ابوطالب کے پاس آئے۔ ابوطالب نے پوچھا کہاں تھے خیریت تو ہے؟ فرمایا: ہاں۔ ابوطالب نے کہا: گھر چلو دوسرے دن صبح کو رسول خداؐ کے ساتھ ابوطالب نے ناشتہ کیا پھر آپؐ کا ہاتھ پکڑ کر جو انان ہاشمی و مطلبی کے ساتھ قریش کی بزم میں تشریف لائے، پوچھا: اے گروہ قریش! جانتے ہو کل میں نے کیا ارادہ کیا تھا؟ اور پھر اپنے ارادہ سے سب کو باخبر کیا۔ پھر جوانوں سے کہا کہ اپنی تلواریں ظاہر کر دو۔ اور فرمایا کہ بخدا! اگر تم نے محمدؐ کو قتل کر دیا ہوتا تو تم میں سے ایک بھی زندہ نہ بچتا۔ ابو جہل کی تو یہ سن کر شئی گم ہو گئی۔

دینوری نے اس موقع پر یہ اشعار بھی نقل کئے ہیں:

الا ببلغ قریشا حث حلت

”قریش کے لوگ جہاں بھی ہوں انھیں میرا پیغام پہنچا دو، جن کے دل میں عیاریاں موجزن ہیں۔ میں جنگی گھوڑوں کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ محمدؐ کا ایک خاندان ہے، وہ بے سر پرست نہیں ہیں۔ کیا یہ

لوگ محمدؐ کے قتل کا حکم دے رہے ہیں۔ بخدا! یہ قریش ہرگز اس میں کامیاب نہ ہوں گے۔“

بحار الانوار مجلسی اور (۱) ابن سعد اس سے زیادہ تفصیلات میں۔ اس کے علاوہ دینوری کی نہایت

الطالب (۲) اور سید فخر بن معد نے اپنے طریق سے اس کی روایت کی ہے۔

۶۔ ابوطالب ابتدائے دعوت میں:

جب آیت نازل ہوئی: ﴿وانذر عشیرتک الاقربین﴾ ”اور اپنے نزدیک رشتہ داروں کو ڈراؤ۔“ تو رسول خداؐ گھر سے کوہ صفا پر گئے اور آواز دی: یا صباحا۔ لوگ اس آواز کو سن کر آپؐ کے گرد جمع ہو گئے۔ آپؐ نے فرمایا: بتاؤ اگر میں تمہیں خبر دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا میری تصدیق کرو گے؟ سب نے کہا: ہاں! ہم نے تمہیں کبھی جھوٹ بولتے نہیں پایا۔ فرمایا: تو میں تمہیں عذاب شدید سے ڈرانا چاہتا ہوں۔ ابولہب نے آواز دی: تمہارا ناس ہو جائے کیا تم نے اس لئے ہمیں یہاں جمع کیا تھا۔

پھر رسول خداؐ نے گھر پر ان لوگوں کو بلایا، وہاں بھی ابولہب نے مداخلت کی اور کہا کہ یہاں تمہارے چچا اور چچیرے بھائی موجود ہیں ان سے گفتگو کرو اور دین بدلنے کی بات چھوڑو۔ یہ سمجھ لو کہ ان سے زیادہ عرب میں کوئی طاقت ور نہیں۔ تمہیں قابو میں کرنے کے لئے تمہارا خاندان کافی ہے پھر تمام قریش کے قبیلے تم پر چڑھ دوڑینگے تمام عرب ان کا ساتھ دے گا، میرے خیال میں تم سے برتر پیغام آج تک خاندان میں کسی نے نہیں دیا۔ یہ سن کر رسول خداؐ خاموش ہو گئے پھر کچھ نہ کہا۔

دوبارہ انھیں بلوایا اور فرمایا: تمام تعریفیں خدا ہی کیلئے ہیں، میں اس کی حمد کرتا ہوں اور اس سے مدد کا طالب ہوں، اس پر ایمان لاتا ہوں اور اسی پر بھروسہ کرتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں پھر فرمایا کہ رائد بھی اپنوں سے جھوٹ نہیں بولتا اور اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، تمہاری طرف خاص طور سے خدا کا رسول ہوں اور تمام انسانوں کی

۱۔ الطرائف ابن طاووس، ص ۸۵ (ص ۳۰۳ حدیث، ۳۸۹)

۲۔ الحجۃ علی الذہاب الی کفیر ابی طالب، ص ۶۱ (ص ۲۵۴)

طرف عام طور سے۔ بخدا! تم ضرور مرو گے، جس طرح تم سوتے ہو اور ضرور قبروں سے اٹھائے جاؤ گے جس طرح تم جاگتے ہو۔ اور تمہارے عمل کا یقیناً محاسبہ کیا جائے گا اور جنت و جہنم ابدی ہیں۔ یہ سکر ابوطالب نے فرمایا: مجھے تمہاری مدد و نصرت حد سے زیادہ پسند ہے ہم تمہاری نصیحت قبول کرتے ہیں اور تمہاری باتوں کی شدت سے تصدیق کرتے ہیں اور یہ تمہارے دادیہالی لوگ جو جمع ہیں انھیں میں سے ایک میں بھی ہوں ان لوگوں میں سب سے پہلے میں تمہاری بات قبول کروں گا۔ تمہیں جو حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کرتے رہو میں بخدا تمہاری ہر طرح پشت پناہی کرتا رہوں گا۔ لیکن بات صرف اتنی ہے کہ میں دین عبدالمطلب کو کسی طرح چھوڑ نہیں سکتا۔ (۱)

علامہ ابنی فرماتے ہیں کہ دین عبدالمطلب دین توحید و ایمان کے سوا کچھ نہ تھا، انھوں نے بت پرستی سے اپنا دین کبھی آہستہ نہ کیا، انھوں نے اپنی وصیت میں مظلوم کا انتقام اور ظالم سے بدلہ لینے کی بات کی ہے، جب ان سے پوچھا گیا کہ اگر یہاں مظلوم کا انتقام نہ لیا جاسکے تو فرمایا۔

خدا کی قسم!! اس دنیا کے بعد دوسری دنیا بھی ہے جہاں نیکی کا نیک بدلہ اور برائی کا برا بدلہ ملے گا، عبدالمطلب ہی نے ابرہہ سے کہا تھا کہ اس خانہ کعبہ کا بھی ایک مالک ہے، وہ خود اس کی حفاظت کرے گا، انھوں نے کوہ ابوقیس پر جو اشعار پڑھے اس سے بھی ان کے مسلمان ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ (۲) نیز یہ کہ رسول خداؐ نے جنگ خین میں رجز پڑھا تھا:

انا بن عبدالمطلب (۳)

انسانہی لا کذب

حافظ دمشق نے دو شعروں میں آباء نبی کو سجدہ گزارا اور رسول خداؐ کو عابدوں کے اصلاب میں منتقل ہونے کی بات کہی ہے، اسی کو ابوطالب نے اپنی بات میں کہا ہے کہ میں کسی حال میں بھی دین عبدالمطلب نہیں چھوڑ سکتا۔ (۴)

۱۔ تاریخ کامل ج ۲، ص ۲۳ (ج ۱، ص ۳۸۶)

۲۔ الملل والنحل مطبوع بر حاشیہ الفصل ج ۳، ص ۲۲۳ (ج ۲، ص ۲۳۹) الدرر الجلیہ، ص ۱۵، مسالک الخفاء، ص ۳۷

۳۔ طبقات ابن سعد (ج ۲، ص ۱۵۱) تاریخ طبری، ج ۳، ص ۶۷ حوادث ۸ھ

۴۔ مسالک الخفاء، ص ۳۰، الدرر الجلیہ، ص ۱۴

ابن اثیر (۱) کا بیان ہے کہ اس کے بعد ابولہب نے کہا: بخدا! یہ برائی ہے ان دونوں ہاتھوں کو پکڑ لو قبل اس کے کہ دوسرے اس کی حمایت میں کھڑے ہو جائیں۔ ابوطالب نے کہا: بخدا! جب تک ہم زندہ ہیں ان کی حمایت کرتے رہیں گے۔ (۲) یہ ابتدائے دعوت کی تقریب ابوطالب کے گھر ہی پر ہو رہی تھی۔ عقیل بن ابی طالب کا بیان ہے کہ قریش نے ابوطالب کے پاس آکر شکایت کی کہ آپ کے بھتیجے نے ہماری انجمن ہمارے کعبے اور ہمارے وطن ہی میں ہم کو اذیت دینا شروع کر دی ہے۔ وہ ایسی باتیں کرتا ہے کہ جو ہمیں ناپسند ہیں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اسے روکیں۔ ابوطالب نے مجھ سے کہا: اے عقیل! اپنے چچیرے بھائی کو میرے پاس بلا لاؤ میں انھیں بلالایا تو ابوطالب نے ان سے قریش کی شکایتیں بیان کیں۔ رسول خداؐ نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا بخدا یہ مجھ سے ہرگز نہیں ہو سکتا کہ جو حکم خدا نے مجھے دیا ہے اسے انجام نہ دوں چاہے یہ لوگ اس کو میرے لئے آگ بنا دیں۔ ابوطالب نے فرمایا: بخدا! ہرگز جھوٹ نہیں کہا جاؤ اور ہدایت کرتے رہو۔ (واللہ ما کذب قط فارجعوا راشدین۔

اس روایت کے ثقہ ہونے کی تائید (۳) تاریخ بخاری و ذخائر العقبی (۴) میں ہے لیکن ابن کثیر (۵) نے چونکہ آخری کلمہ میں ایمان ابوطالب کو محسوس کر لیا تھا اس لئے اس آخری فقرے کو حذف کر دیا۔

طبقات ابن سعد (۶) میں حضرت علیؑ کا بیان ہے جس میں رسول خداؐ نے بوجھ بیٹانے والے کو اپنا بھائی کہا۔

۱۔ تاریخ کامل (ج ۱، ص ۴۸۷)

۲۔ السیرۃ الخلیفہ ج ۱، ص ۳۰۴ (ج ۱، ص ۲۸۵)

۳۔ تاریخ الکبیر (ج ۷، ص ۵۰ نمبر ۲۳۰)

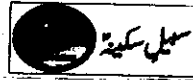
۴۔ ذخائر العقبی، ۲۲۳

۵۔ البدایہ والنہایہ ج ۳، ص ۴۲ (ج ۳، ص ۵۵)

۶۔ طبقات ابن سعد ج ۱، ص ۱۷۱ (ج ۱، ص ۱۸۷)

اسی طرح ابو عمرو زہد طبری کی روایت میں ہے کہ دوسرے دن پھر کھانے کا انتظام ہوا اور رسول خدا بعد طعام تقریر کرنے کھڑے ہوئے تو ابولہب نے اعتراض کیا، اس پر ابوطالب نے اسے ڈانٹا: اسکت یا اعدو ”چپ رہ کر نجب! تجھ سے کیا مطلب؟“ پھر مجھ سے فرمایا: دیکھو کوئی یہاں سے نہ اٹھے اور رسول سے فرمایا: قم یا سیدی فتکلم بما تحب وبلغ رسالۃ ربک فانک صادق المصدق ”اٹھیں اے میرے سردار اور جو فیصلہ مناسب سمجھتے ہیں فرمائیے اور اپنے رب کے پیغام کی تبلیغ کیجئے، کیونکہ آپ صادق و مصدق ہیں۔ (۱)

علامہ مثنیٰ فرماتے ہیں: یہ کیسا پاکیزہ کافر ہے جو اسلام کی مدافعت ہر محاذ پر کر رہا ہے اور اپنی قوم پر زبان کے ہتھوڑے چلا رہا ہے اور تصدیق نبوت کے ساتھ پیغام رب پہنچانے پر رسول خدا کو آمادہ کر رہا ہے؟



۷۔ ارشاد ابوطالب: بھائی سے وابستہ رہو:

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ بعض علماء نے ذکر کیا ہے کہ رسول خدا نماز کے وقت مکے کی بعض پہاڑیوں میں چلے جاتے، حضرت علیؑ بھی گھر کے لوگوں سے چھپ چھپا کر چلے جاتے اور ایک ساتھ نماز پڑھتے، شام کو واپس آ جاتے، کچھ دن ایسے ہی چلتا رہا۔ ایک دن رسول خدا کو ابوطالب نے حالت نماز میں دیکھ کر کہا: بھتیجے! یہ کون سا دین ہے؟ فرمایا:

اے چچا! یہ خدا اور رسول اور ملائکہ اور جدا براجیم کا دین ہے۔

کچھ روایتوں میں ہے کہ علیؑ سے پوچھا: یہ کون سا دین ہے جس پر تم ہو؟ انھوں نے فرمایا: اے بابا! میں خدا اور رسول پر ایمان لایا ہوں۔ ابوطالب نے کہا: ٹھیک ہے چچیرے بھائی سے وابستہ رہو۔ (۲)

۱۔ النبی ابن اثیر ج ۳، ص ۱۵۶ (ج ۳، ص ۳۱۹) القاتنی ذخیر ج ۲، ص ۳۷ لسان العرب، ج ۶، ص ۲۹۳ (ج ۹، ص ۴۶۹) تاج العروس ج ۳، ص ۴۲۸،

۲۔ سیرہ ابن ہشام ج ۱، ص ۲۶۵ (ج ۱، ص ۲۶۳) تاریخ طبری ج ۲، ص ۲۱۳ (ج ۲، ص ۳۱۳) عیون الاثر ج ۱، ص ۹۳ (ج ۱، ص ۱۲۵) الاصابۃ ج ۳، ص ۱۱۶، اسنی المطالب، ۱۰، (۱۷) شرح نہج البلاغہ ج ۳، ص ۱۳۳ (ج ۱۳، ص ۷۵، کتاب ۹) دیوان ابوطالب (۹۳-۹۵) الادا کل عسکری (۷۵)

۸۔ چچیرے بھائی کے پہلو میں کھڑے ہو جاؤ

ابن اثیر کی روایت ہے کہ ابوطالبؑ نے رسولؐ اور حضرت علیؑ کو نماز پڑھتے دیکھا، علی دہنی طرف کھڑے تھے۔ آپؐ نے جعفرؑ سے کہا کہ چچیرے بھائی کے پہلو میں کھڑے ہو جاؤ۔ یہ سن کر وہ بائیں طرف کھڑے ہو گئے۔ جعفرؑ نے علیؑ کے کچھ ہی دن بعد اسلام قبول کیا تھا۔

ابوطالبؑ نے اس بارے میں چار شعر کہے جس کا پہلا مصرعہ ہے:

فصبرا ابا یعلیٰ علی دین احمد۔ (۱)

اسی المطالب برزنجی میں ہے کہ یہ روایت اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ابوطالبؑ کا دل ایمان سے لبریز و شاداب تھا۔

۹۔ ابوطالبؑ کی رسولؐ سے دلسوزی

امالی محمد بن حبیب میں ہے کہ اکثر ابوطالبؑ رسولؐ کو دیکھ کر رونے لگتے اور فرماتے کہ جب میں انہیں دیکھتا ہوں تو مجھے اپنے بھائی یاد آ جاتے ہیں چونکہ عبد اللہؐ آپؐ کے حقیقی بھائی تھے اور بہت محبوب بھی تھے، اسی لئے ابوطالبؑ رسولؐ خدا کا بڑا خیال کرتے رات میں ان کے بستر پر اپنے بیٹوں میں سے کسی کو سلا دیتے تھے، ایک دن علیؑ نے شکایت کی: بابا! کیا میں قتل ہو جاؤں گا۔ فرمایا: بیٹا صبر کرو، کیونکہ سب کو موت کا مزہ چکھنا ہے (پانچ شعر کہے)۔

جواب میں علیؑ نے تین اشعار کہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ کیا آپؐ مجھے حمایت رسولؐ میں صبر کی تلقین فرماتے ہیں جب کہ میں اس کا بھرپور تہیہ کئے ہوا ہوں۔ (۲)

۱۰۔ ابوطالبؑ اور امین زبیری:

تفسیر قرطبی میں ہے کہ ایک دن رسولؐ خدا کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ابو جہل نے کہا: کون ان کی نماز خراب کریگا؟ ابن زبیریؓ نے خون سے بھری اوجھری رسولؐ کے منہ پر مل دی۔ رسولؐ اس حالت

۱۔ اسد الغلابہ ج ۱، ص ۲۸۷ (ج ۱، ص ۳۳۱ نمبر ۷۵۹) شرح نفع البلاغ ج ۳، ص ۳۱۵ (ج ۱۳، ص ۷۶ کتاب ۶) الاصابہ ج ۴،

ص ۱۱۶، السیرۃ الخلیفہ ج ۱، ص ۲۸۶ (ج ۱، ص ۲۶۹) اسی المطالب، ص ۶ (۱۰، ۱۷)

۲۔ شرح نفع البلاغ ج ۳، ص ۳۱۰ (ج ۱۳، کتاب ۹) المحجۃ علی الذہاب الی تکفیر ابی طالب، ص ۶۹ (ص ۲۷۵)

میں ابوطالب کے پاس آئے اور کہا: چچا! دیکھ رہے ہیں، میرے ساتھ کیا سلوک ہوا۔ ابوطالب نے پوچھا: کس نے یہ حرکت کی؟ رسول نے فرمایا: ابن زبیری نے۔ آپ نگلی تلوار لئے چلے، جب قریش نے دیکھا تو متفرق ہونا چاہا۔ ابوطالب نے لکارا: کوئی بھی اپنی جگہ سے ہلا تو گردن اڑا دوں گا پھر آپ نے ابن زبیری کے چہرے اور کپڑے پر وہی اوجھڑی ماری۔ (۱)

۱۱۔ ابوطالب اور قریش

جب رسول خداؐ نے اعلانیہ دعوت اسلام کا آغاز کیا تو اس وقت ان کی قوم نے مخالفت نہیں کی لیکن جب ان کے خداؤں کی مذمت کی تو مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔ صرف چند افراد جو مسلمان ہو چکے تھے وہی مخالفت نہیں کر رہے تھے، ابوطالب نے ایسے لرزہ خیز حالات میں حمایت رسول کا بیڑا اٹھایا اور تمام رکاوٹیں دور کیں۔

جب قریش نے ابوطالب سے شکایت کی تو ابوطالب نے رسول سے فرمایا کہ بھتیجے! تمہاری قوم میرے پاس آکر تمہاری شکایت کر رہی ہے۔ مجھ پر اور اپنے اوپر رحم کرو مجھ پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو۔ رسول خداؐ نے خیال فرمایا کہ شاید چچا مجھ سے برگشتہ ہو گئے ہیں۔ وہ اپنے حمایت سے ہاتھ کھینچ رہے ہیں، رسول خداؐ نے فرمایا: چچا! اگر یہ میرے ایک ہاتھ میں آفتاب اور دوسرے ہاتھ میں ماہتاب بھی دے دیں تو میں اپنی تبلیغ سے باز نہ آؤں گا چاہے اس میں میری جان ہی چلی جائے، رسول خدا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے جب مڑ کر جانے لگے تو ابوطالب نے فرمایا: بھتیجے! میری طرف دیکھو اور فرمایا: دیکھو تمہارا جو جی چاہے کرو میں تمہیں کسی حال میں بھی دشمن کے حوالے نہ کروں گا۔

جب قریش نے سمجھ لیا کہ ابوطالب حمایت سے ہاتھ نہ کھینچیں گے تو وہ عمارہ بن ولید کو لائے اور کہا کہ اے ابوطالب یہ عمارہ قریش کا خوبصورت ترین جوان ہے اور عقلمند بھی ہے اسے لے لو اور اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دو جس نے ہمارے درمیان عداوت پیدا کر دی ہے اور ہمارے دین کی برائیاں کرتا پھرتا ہے، ہم اسے قتل کر دیں۔

ابوطالب نے کہا: خدا کی قسم! تم نے بڑا برا فیصلہ کیا، میں تمہارا جوان لے کر اس کی پرورش کروں اور اپنے جوان کو تمہارے حوالے کر دوں تم اسے قتل کر دو، بخدا! یہ کبھی نہ ہو سکے گا۔

مطمع بن عدی نے کہا: اے ابوطالب! قریش کی بات مان لو، وہ منصفانہ بات کہہ رہے ہیں تم اپنے کو مصیبت میں کیوں ڈال رہے ہو؟

ابوطالب نے کہا: بخدا! ان لوگوں نے ہمارے ساتھ انصاف نہیں کیا، تم لوگ بھی ان لوگوں کے ہموا ہو گئے ہو۔ تمہارا جو بی چاہے کرو۔ اس کے بعد تو معاملہ سنگین ہو گیا اور جنگ کی آگ بھڑک اٹھی۔ اس وقت ابوطالب نے مطمع اور دیگر قریش کے متعلق چودہ اشعار کہے، ان کی حماقت کا ماتم اور اپنی حمایت رسول کا برملا اظہار کیا:

الاقبل لعمر و الولید و مطعم
الایلی حظی من حیاطکم بکر
جب ابوطالب نے قریش کا معاندانہ اقدام ملاحظہ فرمایا تو ہاشمیوں اور مطلبیوں کو حمایت پر آمادہ کیا، اس طرح ابولہب ملعون کے سوا سبھی حمایت رسول پر آمادہ ہو گئے۔ ابوطالب کو اپنے قبیلے کی حمایت دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی انھوں نے اپنے قبیلے کی مدد اور فضیلت رسول میں مزید سات اشعار کہے:

اذا اجتمع یوماً قریش لمفخر
فعبید مناف سرھا و صمیمھا (۱)

۱۲۔ سردار مکہ اور صحیفہ قریش

قریش نے مشورہ کر کے ایک معاہدہ لکھا کہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب سے نہ تو شادی بیاہ کریں گے، نہ خرید و فروخت اور نہ مصالحت کریں گے، جب تک وہ رسول خدا کو حوالے نہ کر دیں۔ منصور بن عکرمہ نے تحریر لکھی اور اسے کعبہ میں آویزاں کر دیا۔ یہ واقعہ بعثت کے ساتویں سال کا ہے، انھوں نے

۱۔ سیرہ ابن ہشام ج ۱، ص ۲۸۳-۲۸۵ (ج ۱، ص ۲۸۸-۲۸۲) طبقات ابن سعد ج ۱، ص ۱۸۶ (ج ۲، ص ۲۰۲، ۲۰۱) تاریخ طبری ج ۲، ص ۲۲۱-۲۲۸ (ج ۲، ص ۳۲۸-۳۲۲) دیوان ابوطالب، ص ۲۳ (۷۲) الروض الانف، ج ۱، ص ۱۷۲، ۱۷۱ (ج ۳، ص ۳۸، ۳۹) شرح نفع البلاغ ج ۳، ص ۳۰۶ (ج ۱، ص ۵۵-۵۳ کتاب ۹) البدایہ والنہایہ ج ۲، ص ۱۲۶، ۲۵۸، ج ۳، ص ۳۲، ۳۸، ۳۹ (ج ۲، ص ۱۳۸، ۳۱۷، ۳۱۶، ۵۶، ۶۳، ۶۵) عیون الاثر ج ۱، ص ۹۹، ۱۰۰ (ج ۱، ص ۱۳۳-۱۳۱) تاریخ ابوالفداء ج ۱، ص ۱۷ السیرۃ الخلیفہ ج ۱، ص ۳۰۶ (ج ۱، ص ۲۸۷) اسنی المطالب، ص ۱۵ (۲۸) مطبوعہ المطالب، ص ۵-۹

خیف بنی کنانہ میں یہ کاروائی کی تھی اس کے بعد ابوطالب اور بنی ہاشم شعب میں پناہ گزیں ہو گئے دو سال یا تین سال تک وہیں سخت مصیبتوں میں زندگی گزاری۔

ابن کثیر کے مطابق ابوطالب شعب کی مدت اقامت میں رسولؐ کے بستر پر اپنے کسی فرزند کو سلا دیتے تھے یہاں تک کہ خدا نے رسولؐ پر وحی فرمائی کہ دیکھ نے پورا کاغذ چاٹ ڈالا ہے صرف اس میں نام خدا باقی رہ گیا ہے اس کی اطلاع آپؐ نے ابوطالب کو دی۔ ابوطالب نے کہا: بھتیجے! کیا اس کی خبر تمہارے رب نے دی ہے؟ فرمایا: ہاں! یہ سن کر آپؐ مسجد الحرام میں آئے۔ قریش سمجھے کہ ابوطالب شہداء سے تنگ آکر مصالحت پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ آپؐ نے کہا: اے قریش! ہمارے تمہارے درمیان ایسے معاملات پیش آئے جن کا صحیفہ مقاطعہ میں کوئی تذکرہ نہیں۔ اسے یہاں لاؤ شاید اس کی وجہ سے باہم صلح کی صورت پیدا ہو سکے۔ یہ اس لئے کہا تھا کہ ممکن ہے ساری بات بتادی جائے تو وہ اسے دیکھ لیں وہ لوگ یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ اب ابوطالب محمدؐ کو ہمارے حوالے کر دیں گے۔ وہ لوگ صحیفہ لا کر کھولنے سے پہلے بولے: کیا اب بھی وقت نہیں آیا ہے کہ ہمارے تمہارے درمیان نزاع سری ختم ہو جائے۔ ابوطالب نے کہا کہ میں ایک منصفانہ پیشین گوئی لے کر آیا ہوں میرے بھتیجے نے کہا ہے کہ دیکھ نے تمام صحیفہ کو چاٹ ڈالا ہے۔ صرف نام خدا باقی رہ گیا ہے۔

میرا بھتیجہ کبھی جھوٹ نہیں بولا، اگر وہ سچ کہتا ہے تو تمہیں ہوش میں آنا چاہئے اور اپنی حرکت سے باز آنا چاہئے کیونکہ اگر وہ سچا ہے تو بخدا ہم زندگی کی آخری سانسوں تک اس کو تمہارے حوالے نہ کریں گے۔ انھوں نے کہا: اگر وہ جھوٹ کہتا ہو تب؟ ابوطالب نے کہا: تب ہم تمہارے حوالے کریں گے۔ قریش نے کہا: ہم اس شرط پر راضی ہیں جب انھوں نے کھول کر مطابق واقع پایا تو کہا کہ یہ تو تمہارے بھتیجے کا جادو ہے اور ان کی دشمنی مزید بڑھ گئی۔ ابوطالب نے کہا: تم لوگ کیوں ہمارے پیچھے پڑے ہوئے ہو ایسی واضح سچائی کے بعد بھی ہمارے قتل و عناد پر آمادہ ہو پھر وہ کعبہ کا پردہ پکڑ کر بولے: ”اللھم انصرونا علی من ظلمنا و قطع ارحامنا و استحل ما یحرم علیہ منا“ ”خدا یا! ہماری مدد کر ان لوگوں کے برخلاف جنھوں نے ہمارے اوپر ظلم کیا ہمارے ساتھ قطع رحم کیا اور ہمارے ساتھ نامناسب برتاؤ کیا۔“

اس کے بعد قریش نے اس صحیفہ مقاطع کو پارہ پارہ کر دیا تو ابوطالب نے طویل قصیدہ کہا:

الاهل اتی بحرینا ضعیفنا علیناہم ؟ واللہ بالناس اردو (۲۸/ اشعار)

”ہمارے بحری سفر کرنے والو (مہاجرین حبشہ) کو خبر پہونچا دینا کہ رب کریم نے ہم پر بڑا احسان کیا کہ وہ صحیفہ پارہ پارہ ہو گیا اور جن باتوں سے خدا راضی نہ تھا وہ حصہ ضائع ہو گیا۔ اس صحیفہ کو بہتان اور جادہ کے دُعم میں لکھا تھا اسے باطل کرنے کیلئے باہم کمزور تائید خود انھیں کے گلے پڑ گئی، وہ بڑا ہی گناہ سے بھرپور صحیفہ تھا جس میں جنگ کے اندیشے تھے۔ اس کے سبب وادی مکہ میں بسنے والے یہاں سے کوچ کرنے پر مجبور ہو جاتے۔ کوئی فیصلہ نہ کر پاتے کہ تہامہ بھاگیں یا نجد۔ پھر تو مکہ کی پہاڑی سے مسلح لشکر نمودار ہوتا۔ یہ تو نئے عزت والے ہیں۔ ہم یہاں کے پرانے عزت دار ہیں۔ ہم یہیں پیدا ہوئے اور ہماری نیکیاں عام اور پسندیدہ رہی ہیں۔ سختیوں کے زمانے میں بھی ہم لوگوں کو کھلاتے تھے، اس گروہ کو خدا جزائے خیر دے جنھوں نے جزم و احتیاط کی راہ اپنائی۔ اس عہد نامہ کو باطل کرنے پر باوقار بہادروں نے تعاون کیا۔ آگاہ ہو کہ تمام سرداروں میں محمد سب سے بہتر سردار ہیں، وہ نبی خدا ہیں شائستہ کردار اور تائید الہی سے سرفراز ہیں، وہ جری درخشاں اور مشعل بردار ہیں اولاد دہلی میں شریف ترین، طویل القامت اور مبارک صورت والے ہیں، جب ہم سفر پر ہوتے ہیں تو وہ خاندان کے بچوں کی اچھی طرح دیکھ بھال کرتے ہیں اس عہد نامہ کو عظیم لوگوں نے منسوخ کیا اور اس سے پہل بیضاء راضی ہو گیا اس عہد نامہ سے قبل تو ہم میل جول ہی سے رہتے تھے ہم تشدد پسند نہیں ہیں۔ تو اے قصی کے خاندان والو! اپنے مستقبل کے بارے میں غور کرو۔ تم گم سم کیوں ہو؟“۔ (۱)

- ۱۔ طبقات ابن سعد ج ۱، ص ۱۹۲، ۱۷۳ (ج ۱، ص ۱۸۸، ۲۰۸) سیرۃ ابن ہشام ج ۱، ص ۳۰۳۔ ۳۹۹ (ج ۲، ص ۱۹، ۱۳) میون الاخبار ابن قتیبہ ج ۲، ص ۱۵۱ تاریخ یعقوبی ج ۲، ص ۲۲ (ج ۲، ص ۳۱) استیعاب ج ۲، ص ۵۷۰ (القسم الثانی)، ص ۶۶۰ نمبر ۱۰۸۰ (مکتبہ الصلوٰۃ ج ۱، ص ۳۵) (ج ۱، ص ۹۸ نمبر ۱) الارض الامت ج ۱، ص ۲۳۱ (ج ۳، ص ۳۳۱) خزائن الادب ج ۱، ص ۹۲۵۲ (ج ۲، ص ۵۷) البدایہ والنہایہ ج ۳، ص ۸۳، ۹۵، ۹۷ (ج ۳، ص ۱۰۶، ۱۲۱، ۱۲۲) میون الاثر ج ۱، ص ۱۲۷ (ج ۱، ص ۳۶۷۔ ۳۵۷) (ج ۱، ص ۳۳۵۔ ۳۳۷) السیرۃ النبویہ دحلان مطبوع بر حاشیہ سیرۃ حلبیہ ج ۱، ص ۲۹۰۔ ۲۸۶ (ج ۱، ص ۱۳۷) طلبہ الطالب ج ۱، ص ۱۵، ۳۳، ۴۳، ۴۴ (ج ۱، ص ۱۳۔ ۱۱) (۲۲۔ ۱۹)

تاریخ کامل (۱) ابن اثیر میں اس واقعہ صحیفہ کے متعلق یہ شعر لکھے ہیں:

وقد كان في امر الصحيفة عبرة

”واقعہ صحیفہ ایسا عبرت ناک ہے کہ سبھی کو حیرت ہوتی ہے۔ خدا نے اس کے باطل امور کو مٹا دیا اور مشرکوں کی بات باطل ہو گئی اور جو بھی خلاف حق کہتا ہے وہ کاذب ہوتا ہے۔“

۱۳۔ مرتے وقت ابوطالب کی وصیت

کلبی کا بیان ہے کہ مرتے وقت ابوطالب کے پاس قریش آئے تو انھیں وصیت کی:

”اے گروہ قریش! تم مخلوق خدا میں منتخب اور عرب کا دل ہو۔ تم میں سید مطاع موجود ہے، میں تم سے وصیت کرتا ہوں کہ خدا قسم! میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ عرب کے گرے پڑے لوگ محمد کی دعوت کو لبیک کہہ رہے ہیں، اس کی تصدیق کر رہے ہیں اور اسلام روز بروز ترقی پذیر ہے۔“ (۲)

یہ ایمان سے بھرپور وصیت اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ ہدایت الصدیق سے بہرہ مند تھے حالانکہ وہ اول روز ہی سے مومن تھے۔ لیکن آخری سانسوں میں ابدی وصیت کے ذریعہ اپنی قوم کے لوگوں کو مستقبل سے باخبر کر گئے۔

طبقات بن سعد (۳) کے مطابق مرتے وقت بنی عبدالمطلب کو بلایا اور کہا کہ جب تک تم محمد کی بات سنتے رہو گے اور ان کے فرمان بجالاؤ گے، بھلائیوں سے ہم کنار ہو گے، ان کی پیروی کرو اور ان کی ہمیشہ مدد کرتے رہو۔ نیز ملاحظہ کیجئے تذکرہ جوزی خصائص کبریٰ۔ اتنی المطالب۔ (۴)

۱۔ تاریخ کامل ج ۲، ص ۳۶ (ج ۱، ۵۰۷، ۵۰۳)

۲۔ الروض الاناف، ج ۱، ص ۲۵۹ (ج ۳، ص ۱۹) المواہب اللدیۃ ج ۱، ص ۷۲ (ج ۱، ص ۲۶۵) تاریخ الخلفاء ج ۱، ص ۳۳۹ (ج ۱، ص ۳۰۰) ثمرات الادراق مطبوعہ ر حاشیہ السطرف ج ۲، ص ۹ (ص ۲۹۴) بلوغ الارباب ج ۱، ص ۳۲۷ السیرۃ الخلیفہ ج ۱، ص ۳۷۵ (ج ۱، ص ۳۵۲) السیرۃ الخلیفہ ج ۱، ص ۹۳ (ج ۱، ص ۳۵) اتنی المطالب (۱۱)

۳۔ طبقات ابن سعد (ج ۱، ص ۱۲۳)

۴۔ تذکرۃ الخواص، ۵، (۸)؛ الخصائص الکبریٰ ج ۱، ص ۸۷؛ السیرۃ الخلیفہ ج ۱، ص ۳۷۵ (ج ۱، ص ۳۵۲)؛ السیرۃ الخلیفہ ج ۱، ص ۹۲ (ج ۱، ص ۳۵)؛ اتنی المطالب ج ۱، ص ۱۷ (ص ۱۰)

ابن حجر مکی الاصابہ (۱) میں بطریق اسحاق بن عیسیٰ ہاشمی اور اس نے ابورافع سے روایت کی ہے کہ ابوطالب کو فرماتے سنا کہ اپنے بھتیجے محمد بن عبد اللہ کو فرماتے سنا کہ ان کے خدا نے انھیں اس لئے مبعوث فرمایا کہ رشتہ داروں میں صلہ رحم کیا جائے، ایک خدا کی پرستش کی جائے اور کسی کو شریک نہ قرار دیا جائے اور محمد صدیق رستگار ہیں۔ (۲)

ابوطالب کے متعلق ان کی ذریت کے خیالات، بزبان اہلسنت

اگر بنی ہاشم، بنی عبد المطلب اور اولاد ابوطالب کو دیکھئے تو وہ بلند آہنگ انداز میں ایمان ابوطالب کا اعلان کرتے نظر آئیں گے، حمایت رسول کے واقعات مزے لے لے کر بیان کریں گے اور ظاہر ہے کہ گھر کے حالات گھر والے ہی جانتے ہیں۔ ابن اثیر نے جامع الاصول میں لکھا ہے کہ اہل سنت کا نظریہ یہ ہے کہ رسول خدا کے تمام چچاؤں میں صرف حمزہ، عباس اور ابوطالب ہی ایمان لائے تھے۔ جی ہاں! یہی بات عہد بہ عہد کہی گئی اور اس بارے میں سبھی ایک آواز ہیں: اذا قالت حلدام فصد قوها فان القول ما قالت حلدام ”اگر حلدام کوئی بات کہے تو اس کی تصدیق کرو کیونکہ بات وہی صحیح ہے جو حلدام نے کہی ہے۔“

۱۔ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ (۳) میں لکھتے ہیں کہ بے شمار سندوں کے ساتھ روایت کی گئی ہے اور بعض روایات کو عباس بن عبد المطلب اور بعض کو ابوبکر سے نقل کیا گیا ہے کہ ابوطالب اس وقت تک نہ مرے جب تک انھوں نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہ کہہ لیا۔ اور یہ روایت مشہور ہے کہ مرتے وقت ابوطالب نے وہ بات کہی جسے عباس نے سنی۔ (۴) حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ بلاشبہ ابوطالب نہیں

۱۔ الاصابہ ج ۳، ص ۱۱۶،

۲۔ اتنی المطالب، ص ۶ (۱۵) الحجۃ علی الذہاب الی تکفیر ابی طالب ص ۲۶ (ص ۱۳۵)

۳۔ شرح نہج البلاغہ ج ۳، ص ۳۱۲ (ج ۱۳، ص ۱۷۱ کتاب ۹)

۴۔ سیرہ ابن ہشام ج ۲، ص ۷۲ (ج ۲، ص ۵۹) دلائل النبوة ونبیہ (ج ۲، ص ۳۳۶) البدیۃ والخلیۃ ج ۳، ص ۱۲۳ (ج ۳، ص ۱۵۲) عیون الاثر ابن سید الناس، ج ۱، ص ۱۱۶ (ج ۱، ص ۱۴۳) الاصابہ ج ۳، ص ۱۱۶ (نمبر ۶۸۵) المواہب اللدنیۃ ج ۱، ص ۷۱ (ج ۱، ص ۲۶۲) السیرۃ والخلیۃ، ج ۱، ص ۳۷۲ (ج ۱، ص ۳۵۰) السیرۃ النبویہ دلائل مطبوعہ بر حاشیہ سیرۃ حلیۃ ج ۱، ص ۸۹ (ج ۱، ص ۳۲) اتنی المطالب، ص ۲۶ (ص ۳۵)

مرے مگر یہ کہ رسول خداؐ نے اپنی خوشنودی کا مظاہرہ فرمایا۔

ابوالفد اور شعرانی لکھتے ہیں کہ ابن عباس سے روایت ہے کہ جب ابوطالبؓ پر مرض الموت نے غلبہ کیا تو رسول خداؐ نے کہا کہ اے چچا! آپ کلمہ شہادت جاری کر دیجئے تاکہ میری شفاعت کے مستحق ہو جائیے۔ ابوطالب نے کہا: بیٹھے! اگر دشنام طرازی یا قریش کے طعنوں کا خوف نہ ہوتا کہ ابوطالب موت سے ڈر گئے تو بلاشبہ میں کلمہ شہادت پڑھ دیتا۔ لیکن جب موت کا ہنگام آیا تو آپ کے لب ہلے، عباس نے کان لگا کر سنا اور پھر کہا: اے بیٹھے! جس کلمہ کا آپ حکم دے رہے تھے وہی زبان سے ادا کر رہے ہیں۔ رسول خداؐ نے فرمایا: الحمد لله الذی ہدایک یا عم ”اس خدا کا شکر جس نے آپ کو اے چچا ہدایت کی۔“ (۱)

سید احمد زینی دحلان سیرۃ نبویہ مطبوعہ راحیہ سیرۃ حلبیہ میں لکھتے ہیں کہ شیخ محیی جوہرۃ التوحید کی شرح میں امام شعرانی دیکھی اور دوسرے گروہ محدثین کی بات نقل کرتے ہیں کہ حدیث عباس بعض اہل کشف کے نزدیک صحیح ہے اور یہ بات ثابت ہے کہ ابوطالب واقعی اسلام لائے تھے۔ (۲)

تبرہ النبی:

اسلام ابوطالب کی بات محض عناد پرستوں کی بکواس کے مقابلہ میں لکھ دی گئی ہے، ورنہ سوال یہ ہے کہ ابوطالب نے کب کفر اختیار کیا اور کب گمراہ ہوئے کہ وہ اسلام لاتے؟ ان کا بہترین اور مجاہدانہ کردار اور ان کے اشعار، ان کے ایمان کا قطعی ثبوت ہیں:

لیعلم خیار الناس ان محمداً وزیر لموسیٰ والمسیح ابن مریم
اتانا بھدی مثل ما اتاہہ فکل بامر اللہ یھدی و یعصم
وانکم تملونہ فی کتابکم بصدق حدیث لا حدیث مبرجم
وہ فرماتے ہیں:

۱۔ تاریخ ابوالفد ج ۱، ص ۱۲۰، کشف الغمہ شعرانی ج ۲، ص ۱۳۳،

۲۔ السیرۃ النبویہ مطبوعہ راحیہ سیرۃ حلبیہ ج ۱، ص ۹۳ (ج ۱، ص ۳۶)

امین حبیب فی العباد مسوم بنخاتم رب قاهر فی الخواتم
بنی اتاہ الوحی من عند ربہ و من قال : لا یقرع بہا من نادم
ان کا معرفت سے بحر پور شعر ہے:

الم تعلموا انا وجدنا محمدا رسولا کموسی خط فی اول الکتاب
ایک شعر میں فرماتے ہیں:

ولقد علمت بان دین محمد من غیر ادیان البریۃ دینا
شرح بن ابی الحدید میں (۱) آیہ مبارکہ: ﴿قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا یُبَیِّنُ لَكُمْ عَلَى فِتْرَةٍ مِنَ
الرَّسْلِ﴾ کی روشنی میں ایک شعر ہے:

فخیر بنی ہاشم احمد رسول الالہ علی فترۃ
”اگر اس سے بھی کم کسی صحابی نے اشعار کہے ہوتے تو ذمہ لیتا اور فضائل غلو کے ڈھیر لگ
جاتے لیکن ابوطالب پر کفر کا الزام لگایا جاتا ہے۔“

۲۔ طبقات ابن سعد میں عبید اللہ بنی ابی رافع (۲) کی حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ میں نے رسول خداؐ
کو ابوطالب کے مرنے کی خبر کی تو آپؐ رونے لگے اور فرمایا: جاؤ انھیں غسل و کفن دو، خدا ان کی مغفرت کرے
اور رحمت نازل کرے۔ اور واقدی کی لفظیں ہیں کہ آپؐ بہت زیادہ روئے اور فرمایا: جاؤ انھیں غسل دو۔
تاریخ ابن عساکر، دلائل بیہقی، تذکرۃ سبط ابن جوزی، شرح ابن ابی الحدید، سیرۃ حلبی، اسنی
المطالب برزنجی نیز ابوداؤد ابن جارد اور ابن خزیمہ لکھتے ہیں کہ رسول خداؐ نے ابوطالب کی مشایعت
جنازہ اس لئے نہیں کی کہ آپؐ کو قریش کے بے وقوفوں کا ڈر تھا۔ آپؐ کی نماز جنازہ اس لئے نہیں پڑھی کہ
نماز جنازہ کا ابھی حکم نہیں آیا تھا۔ (۳) اسلمی کا بیان ہے کہ بعثت کے دسویں سال پندرہ شوال کو ابوطالب

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۵ (ج ۴، ص ۸۷ کتاب ۹) ۲۔ طبقات ابن سعد ج ۱، ص ۱۰۵ (ج ۱، ص ۱۲۳)
۳۔ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۹، ص ۹۲) اسنی المطالب، ص ۲۱ (۳۸) دلائل النبویہ بیہقی (ج ۲، ص ۳۳۸) تذکرۃ الخواص،
ص ۶ (۸) شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۴ (ج ۱۴، ص ۶ کتاب ۹) السیرۃ الحلہ ج ۱، ص ۳۷۳ (ج ۱، ص ۳۵۱) السیرۃ
النبویہ دحلان ج ۱، ص ۹۰ (ج ۱، ص ۴۴) اسنی المطالب، ص ۳۵ (ص ۶۲)

نے وفات پائی، ان کے ایک ماہ پندرہ دن بعد خدیجہ نے انتقال فرمایا اس لئے رسول خدا پر شدید حزن و اندوہ طاری ہوا اور آپ نے اس سال کا نام ”عام الحزن“ رکھ دیا۔ (۱)

توجہ طلب:

ابن سعد پندرہ شوال وفات ابوطالب لکھتے ہیں۔ ابولقد ابھی شوال ہی کے مہینے میں وفات لکھتے ہیں (۲) امتاع مقریزی میں اول ذیقعدہ اور نصف شوال درج ہے۔ (۳)

شرح مواہب (۴) زرقانی میں ہے کہ شعب ابوطالب سے نکلنے کے بعد ۱۸ رمضان ۱۰ھ بعثت کو ابوطالب نے انتقال کیا۔ اور استیعاب میں ہے کہ شعب کے چھ ماہ بعد آپ کا انتقال ہوا، اس لئے رجب کا مہینہ وفات معین ہوتا ہے اور یہی اختلاف وفات شیعوں کی تاریخوں میں بھی ہے۔

۳۔ یہی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے ابوطالب کی مشایت جنازہ کرتے ہوئے فرمایا: اے چچا! آپ نے صلہ رحم فرمایا اور بہترین جزا سے بہرہ مند ہوئے۔ خطیب کے الفاظ ہیں کہ مشایت فرماتے ہوئے فرمایا: وصلتك رحم جزاک اللہ خیراً یا عم (۵)

تاریخ یعقوبی (۶) میں ہے کہ جب رسول خدا سے کہا گیا کہ ابوطالب نے انتقال کیا تو آپ پر شدید گریہ طاری ہوا پھر آپ تشریف لائے اور ابوطالب کے وہنی طرف کی پیشانی کو سات بار چوما اور بائیں طرف کی پیشانی کو تین بار چوما، پھر فرمایا: اے چچا! آپ نے میری بچپن میں تربیت کی، یتیمی میں کفالت کی، عظیم الشان مدد کی، خدا آپ کو میری طرف سے بہترین جزا دے۔

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۱، ص ۱۰۶ (ج ۱، ص ۱۲۵) امتاع مقریزی، ص ۲۷، البدایہ والنہایہ ج ۳، ص ۳۴ (ج ۳، ص ۱۵۶) السیرۃ الخلیفہ

ج ۱، ص ۳۷ (ج ۱، ص ۳۴۶) السیرۃ الخلیفہ ج ۱، ص ۲۹۱ (ج ۱، ص ۱۳۹) اتقی الطالب، ص ۱۲، ۲۰

۲۔ تاریخ ابولقد ج ۱، ص ۱۲۰، المواہب اللدیہ ج ۱، ص ۷۱ (ج ۱، ص ۲۶۲)

۳۔ الامتاع مقریزی ص ۲۷ ۴۔ شرح المواہب ج ۱، ص ۲۹۱

۵۔ دلائل النبویہ (ج ۲، ص ۳۳۹) تاریخ بغداد ج ۳، ص ۱۹۶، البدایہ والنہایہ ج ۳، ص ۱۲۵ (ج ۳، ص ۱۵۵) تذکرہ خواص

ج ۶، ص ۸ (ص ۸) الخلیفۃ المقتول از الطرائف، ص ۸۶ (ص ۳۰۵ حدیث ۳۹۳) الاما ص ۴، ص ۱۱۶، شرح شواہد الغنی، ص

۱۳۶ (ج ۱، ص ۳۹۷ نمبر ۱۹۷)

۶۔ تاریخ یعقوبی ج ۲، ص ۲۶ (ج ۲، ص ۳۵)

۴۔ اسحاق بن عبد اللہ بن حارث کا بیان ہے کہ عباس نے رسول خداؐ سے پوچھا: خدا کے رسول! کیا ابوطالب سے آپ کو امید ہے؟ فرمایا: ہر قسم کے خیر کا امیدوار ہوں اپنے رب کی طرف سے۔ (۱)

۵۔ انس بن مالک سے مروی ہے کہ ایک اعرابی نے رسول خداؐ سے عرض کی: نہ تو میرے پاس بلبلانے والا اونٹ ہی رہ گیا ہے نہ کسی بچے کو ناشتہ نصیب ہوتا ہے۔ پھر چار شعر پڑھے جس میں قحط کی پریشانیوں کا شکوہ تھا، رسول خداؐ نے سن کر تیزی سے منبر پر تشریف لے گئے آپ کی ردا زین پر لپٹ رہی تھی، خدا کی حمد و ستائش کے بعد دعاء کی: **خدایا! ہمیں سیراب کرنے والے بادل سے بہرہ مند فرما جس میں کوئی نقصان نہ ہوتا کہ کھیتیاں سیراب ہوں اور زمین میں روئیدگی ہو۔ ابھی دعاء ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ موسلا دھار بارش ہوئی، لوگ دوڑے ہوئے آئے اور کہا: یا رسول اللہ! ہم ڈوب جائیں گے، دعاء فرمائیے کہ مدینہ کے علاوہ کہیں اور برسیں۔** رسول خداؐ اس قدر غصے سے کہ آپ کے دندلن مبارک نمایاں ہو گئے اور فرمایا: اس وقت ابوطالب ہوتے تو آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں کوئی ہے جو ان کے اشعار سنائے حضرت علیؑ نے فرمایا کہ آپ کی مراد شاید یہ اشعار ہیں:

وابيض يستسقى الغمام بوجهه ثمال اليتامى عصمة للارامل

آپ ابوطالبؑ کے اشعار سناتے رہے اور پیغمبر اسلامؐ ابوطالب کی مغفرت کی دعاء کرتے رہے۔ اس کے بعد بنی کنانہ کے ایک شخص نے چھ اشعار سنائے جس کا پہلا شعر ہے:

لک الحمد والحمد ممن شکر شقینا بوجه النبی المطر (۲)

برزنجی اسنی المطالب میں لکھتے ہیں کہ رسول خدا کا ”للہ در ابی طالب“ کہنا اس بات کا ثبوت

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۱، ص ۱۰۶ (ج ۱ ص ۱۲۳) انصاف الکبریٰ ج ۱، ص ۸۷ (ج ۱ ص ۱۴۷) مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۲، ص ۲۹، ص ۳۳) نہایۃ الطلب منقول از الطراف، ص ۶۸ (ص ۳۰۵ حدیث ۳۹۴) شرح نوح البلاغ ج ۳، ص ۳۱۱ (ج ۱ ص ۱۳۰، ص ۶۸ کتاب ۹) تنظیم والمیز، ص ۷

۲۔ اعلام النبوة ماوردی، ص ۷۷ (ص ۱۳۰) بدائع الصنائع ج ۱، ص ۲۸۳، شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۶ (ج ۱ ص ۱۳، ص ۸۱ کتاب ۹) السیرۃ الحلیہ (ج ۱، ص ۱۱۶) عمدة القاری ج ۳، ص ۳۳۵ (ج ۷، ص ۳۱) شرح شواهد المغنی سیوطی، ص ۱۳۶ (ج ۱ ص ۳۹۸ نمبر ۱۹) السیرۃ النبویہ دحلان ج ۱، ص ۸۷ (ج ۱ ص ۱۴۳ اسنی المطالب، ص ۱۵) (ص ۲۶) طلحة المطالب، ص ۴۳

ہے کہ وہ اس منظر کو دیکھ کر خوش ہوتے اور یہ خوشی ان کے ایمان کی تصدیق ہے۔

۶۔ شرح نہج البلاغہ (۱) میں ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ سیرۃ مغازی میں یہ واقعہ ملتا ہے: جس وقت عقبہ و شیبہ نے بدر میں ابوعبیدہ بن حارث کے پاؤں قطع کئے تو علیؑ و حمزہؑ نے حملہ کر کے دونوں کو قتل کر دیا اور عبیدہ کو اٹھا کر عریش پر لے آئے ان کی پنڈلیوں کا مغز نکل رہا تھا۔ رسول خداؐ نے کہا کہ اگر ابوطالب زندہ ہوتے تو اپنے اشعار کی تصدیق کا آنکھوں سے تماشہ دیکھتے:

كذبتم وبيت الله نخلي محمداً ولما نطاعن دونه ونناضل

وننصره حتى نصرع حوله ونذر هل عن ابنائنا والحلائل

رسول خداؐ نے اس وقت عبیدہ اور ابوطالبؑ کی مغفرت کی دعائیں کیں۔

۷۔ رسول خداؐ نے عقیل سے فرمایا: اے ابویزید! میں تم سے دو وجہوں سے محبت کرتا ہوں: ایک تو

تم سے رشتہ داری ہے، دوسرے اس لئے کہ ابوطالب تم سے بہت زیادہ محبت فرماتے تھے۔

مندرجہ ذیل کتابوں میں اس روایت کو لکھ کر کہا گیا ہے کہ یہ بات بہت مشہور ہے:

استیعاب۔ ذخائر العقبیٰ۔ تاریخ خمیس۔ ہیجہ الحافل۔ شرح ابن ابی الحدید۔ مجمع الزوائد۔ (۲)

یہ اس بات کی سچی گواہی ہے کہ رسول خداؐ کو ایمان ابوطالب کا یقین تھا۔ ورنہ پھر کسی کافر کی محبت کا

کیا وزن رہ جاتا ہے اور وہ بھی ایسی محبت جو اس کی اولاد کی محبت کا سبب ہو۔

محبت رسولؐ تو دیکھئے کہ ان کے ایمان پر اس قدر یقین ہے کہ بعد وفات بھی ان کے فرزند سے محض

ان کی محبت کی بنا پر محبت فرما رہے ہیں اگر العیاذ باللہ وہ مسلمان نہیں تھے تو یہ محبت قطعی حیرت انگیز اور تعجب

خیز کہی جائے گی۔

۸۔ ابوسعیم (۳) وغیرہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ابوطالبؑ رسول خداؐ سے بے انتہا

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۶ (ج ۱۳، ص ۸۰ کتاب ۹)

۲۔ استیعاب ج ۲، ص ۵۰۹ (القمم الثالث، ص ۸۷ نمبر ۱۸۳۳) ذخائر العقبیٰ، ص ۲۲۲، المعجم الکبیر (ج ۱، ص ۱۷۱ حدیث ۵۱۰) تاریخ

انیس ج ۱، ص ۱۶۳ ہیجہ الحافل ج ۱، ص ۳۲۷ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۲ (ج ۱۳، ص ۷۰ کتاب ۹ مجمع الزوائد ج ۹، ص ۲۷۳

۳۔ دلائل النبوة (ج ۱، ص ۲۰۹) (۲۱۲)

محبت فرماتے تھے رسول کہیں باہر جاتے ان کے ساتھ ساتھ رہتے۔

جب ابوطالب مر گئے تو قریش نے رسول خدا کو اس قدر اذیت کی کہ حیات ابوطالب میں اس کی توقع نہیں کر سکتے تھے، ایک ادبаш نے تو آپ کے سر پر کچڑ ڈال دیا، جب گھر آئے تو آپ کی بیٹی نے کچڑ صاف کیا، وہ روتی جاتی تھیں اور دھوتی جاتی تھیں رسول خداؐ نے فرمایا: بیٹی! اگر یہ نہ کرو، خدا تمہارے باپ کا محافظ ہے جب تک ابوطالب زندہ تھے ان قریش کو اس قسم کی گستاخیوں کی ہمت نہ ہوئی۔ (۱)

۹۔ عبد اللہ کا بیان ہے رسول خداؐ نے مقتولین بدر کی طرف نظر کی اور ابو بکرؓ سے فرمایا۔ اگر ابوطالب زندہ ہوتے تو دیکھتے کہ ہماری تلواروں نے بہادروں کو ذخیرہ کر دیا ہے۔ آپ کا اشارہ ابوطالب کے اس شعر کی طرف تھا:

كذبتهم وبیت اللہ ان جلد مااری لست بسن امیافنا بالامائل (۲)

۱۰۔ کفایہ گنجی میں ہے کہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: اگر میں کسی کو اپنا جانشین معین کروں تو تمہارے سوا کوئی بھی حقدار نہیں ہے، تمہارا اسلام قدیم ہے، رسولؐ سے قربت ہے، سیدہ نساء العالمین کے شوہر ہو۔ ان سب سے سوا یہ کہ نزول قرآن کے وقت ابوطالبؓ نے بڑے کنھن مر طے جھیلے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کے فرزند کے سلسلے میں ان کی رعایت کروں۔ (۳)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ کیا ان تمام روایات سے کہیں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ابوطالب کافر تھے؟ کیونکہ کسی کافر کے متعلق غسل و کفن کا حکم نہیں دیا جاتا، اس کے مغفرت کی دعاء نہیں کی جاتی، ان

۱۔ تاریخ طبری ج ۲، ص ۲۲۹ (ج ۲، ص ۳۳۳) تاریخ ابن عساکر ج ۱، ص ۲۸۴ (مختصر تاریخ ابن عساکر، ج ۲، ص ۲۹۳) المسد رک علی النعمین ج ۲، ص ۶۲۲ (ج ۲، ص ۶۷۹ حدیث ۴۲۳۳) البدایہ والنہایہ ج ۳، ص ۱۳۴، ۱۴۲ (ج ۳، ص ۱۰۶، ۱۵۱) صفۃ الصلوٰۃ ج ۱، ص ۲۱ (ج ۱، ص ۶۶، ۱۰۵ نمبر ۱)، الاتفاق ذہیری ج ۲، ص ۲۱۳ (ج ۳، ص ۲۹۰) تاریخ الخلفاء ج ۱، ص ۲۵۳، السیرۃ الخلیفہ، ج ۱، ص ۳۷۵ (ج ۱، ص ۳۵۳ فتح الباری ج ۷، ص ۱۵۳، ۱۵۴) (ج ۷، ص ۱۹۳) شرح شواہد الخفی، ص ۱۳۶ (ج ۱، ص ۳۹۷ نمبر ۱۹) دلائل النبوة (ج ۲، ص ۳۵۰) اتنی المطالب، ص ۲۱، ۱۱ (ص ۳۸، ۱۹) بطلان المطالب، ص ۵۴، ۴

۲۔ الآتانی ج ۷، ص ۲۸ (ج ۱، ص ۲۱۳) بطلان المطالب، ص ۳۸؛ دلائل الامجاز (ص ۱۵)

۳۔ کفایہ المطالب، ص ۶۸ (ص ۱۶۶)، درمنثور (ج ۸، ص ۶۶۱)،

کے متعلق نیک توقعات قائم نہ کئے جاتے، عقل سے ان کی وجہ سے شدید محبت نہ کرتے کیونکہ عام مسلمانوں کو بھی کسی کافر سے محبت کا حکم نہیں چہ جائیکہ رسول خدا.....

خدا کا ارشاد ہے:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ

كَانُوا آبَائِهِمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ﴾ (۱)

یہ بھی ارشاد خدا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمُودَةِ

وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ﴾ ”ایمان والوں! خبردار میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بنانا

کہ تم ان کی طرف دوستی کی پیش کش کرو جب کہ انہوں نے اس حق کا انکار کر دیا ہے جو تمہارے پاس آچکا

ہے۔“ (۲)

پاکیزہ اقوال:

فوائد تمام رازی میں عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں

اپنے باپ ماں اور چچا ابوطالب کی شفاعت کروں گا اور اپنے اس بھائی کی جو جاہلیت کے زمانے میں

زندہ تھا۔ (۳)

تاریخ یعقوبی (۴) میں ہے کہ حدیث رسولؐ ہے: میرے خدا نے مجھ سے چار کی شفاعت کا وعدہ

فرمایا ہے میرے ماں، باپ، چچا ابوطالب اور عہد جاہلیت کا بھائی۔

ابن جوزی کی روایت ہے کہ جبریلؑ مجھ پر نازل ہوئے اور کہا: خداوند عالم بعد سلام فرماتا ہے کہ

خدا نے جہنم کو چار پر حرام قرار دیا ہے جس صلب میں تم تھے جس وطن میں رہے اور جس آغوش میں کھیلے۔

۲۔ (مختصر ۱)

۱۔ (مجادلہ ۲۲)

۳۔ ذخائر العقبیٰ، ص ۷، الدرر الجلیۃ، ص ۷: مسالک الحفقاء، ۱۴،

۴۔ تاریخ یعقوبی ج ۲، ص ۲۶ (ج ۲، ص ۳۵)

صلب عبد اللہ کا تھا، بطن آمنہ کا اور آغوش ابوطالب اور فاطمہ بنت اسد کی تھی۔ (۱)

شرح ابن ابی الحدید (۲) میں ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: جبرئیل نے مجھ سے کہا: خداوند عالم چھ کی شفاعت قبول فرمائے گا، بطن آمنہ جس نے تمہیں اٹھایا، عبد اللہ کا صلب، آغوش ابوطالب، عبد المطلب کا گھر اور جاہلی عہد کا بھائی۔

حضرت علیؑ نے تین مرثیے بڑے اثر آفریں کہے، جن میں پہلے مرثیہ کے تین شعروں کا مطلع ہے:

اباطالب عصمت المستجير و غيث المحول و نور الظلم (۳)
دوسرا مرثیہ آٹھ شعروں پر مشتمل ہے جس کا پہلا شعر ہے:

ارقت لطيف النوم اخير الليل غردا يذکونی شجوا عظيما مجددا (۴)
تیسرے مرثیہ میں چودہ اشعار ہیں، جس کا پہلا شعر ہے:

ارقت لنسوح آخر الليل غردا يذکونی شجوا عظيما مجددا (۵)

امام سجاد کا ارشاد ہے کہ آپؐ سے ایمان ابوطالب کے بارے میں پوچھا گیا، فرمایا تعجب ہے کہ خدا نے رسول کو منع کیا ہے کہ کوئی مسلمان عورت کسی کافر شخص کی زوجیت میں نہ رہے۔ اور فاطمہ بنت اسد اولین اسلام لانے والوں میں تھیں، پھر آخر دم تک ابوطالب کی زوجیت میں رہیں۔ (۶)

امام باقرؑ سے پوچھا گیا کہ کیا ابوطالب آگینہ آتش دوزخ میں ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: اگر ایمان ابوطالب کو ایک پلے میں رکھا جائے اور تمام مخلوقات کا ایمان دوسرے پلے میں رکھا جائے تو ابوطالب کا پلہ بھاری ہو جائے گا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت علیؑ نے حکم دے رکھا تھا کہ عبد اللہ اور ان کے فرزند

۱۔ اتظیم والہ، ص ۲۵۰

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۱ (ج ۱۳ ص ۷۷ کتاب ۹)

۳۔ تذکرۃ الخواص، ص ۶ (۹) دیوان ابوطالب، ص ۳۶، النجی علی الذہاب ابی یحییٰ ابی طالب ص ۲۴

۴۔ تذکرۃ الخواص (ص ۹)

۵۔ دیوان علی ابن ابی طالب

۶۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۲ (ج ۱۳ ص ۷۸، ۷۹ کتاب ۹)

اور ابوطالب کی طرف سے مسلسل حج کیا جاتا رہا۔ (۱)

صادق آل محمد کا ارشاد ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: اصحاب کہف نے اپنا ایمان چھپایا اور کفر ظاہر کیا تو خدا نے انھیں دواجر دیئے۔ ابوطالب نے ایمان چھپایا اور شرک ظاہر کیا تو انھیں دواجر دیئے۔ (۲)
تبعہ امی: اس حدیث کو کلینی نے اصول کافی (۳) میں بھی نقل کیا ہے اس میں الفاظ ہیں کہ ابوطالب کی مثال اصحاب کہف کی ہے کہ انھوں نے ایمان چھپایا۔ اور شرک ظاہر کیا تو خدا نے انھیں دواجر دیئے۔۔۔۔۔
کتاب الحج (۴) ابن محد میں اس قدر اضافہ ہے کہ دنیا سے نہیں اٹھے جب تک جنت کی بشارت سے سرفراز نہ ہو گئے۔

ارشاد امام رضا: ابان بن محمد نے حضرت امام رضاؑ کی خدمت میں خط لکھا کہ میں آپ پر قربان، میرے دل میں کچھ ابوطالبؑ کے اسلام کے بارے میں شک ہے۔ امام نے جواب دیا کہ ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير مبطل المومنين" اور جو شخص رسول کی مخالفت ہدایت واضح ہونے کے بعد کرے اور مومنین کے علاوہ دوسرے راستے پر چلے۔
آخر میں آپ نے تحریر فرمایا کہ تم نے ایمان ابوطالب کا اقرار نہ کیا تو تمہارا گھکانہ جہنم ہوگا۔ (۵)

سید بطحاء کے متعلق اہل سنت کے مختصر فقرے:

یہ سنہرے فقرے خود اپنی جگہ پر اثبات مطلب کے لئے کافی تھے کہ مجموعی حیثیت سے تمام آئمہ ہم آواز ہیں کہ ابوطالبؑ مومن تھے۔ انسان اپنے باپ کے حال سے زیادہ واقف ہوتا ہے۔ انھوں نے صحیح حقیقت کی نشاندہی کی کیونکہ وہ معصوم تھے، ان کی کوئی دوسری غرض نہیں ہو سکتی۔ مفتی شافعی اسی

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۱ (ج ۱۳، ص ۶۸ کتاب ۹)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۲ (ج ۱۳، ص ۷۰ کتاب ۹)

۳۔ اصول کافی، ص ۲۴۴ (ج ۱، ص ۳۳۸ حدیث ۲۸)

۴۔ الحجۃ علی الازہاب الی بحیر ابی طالب، ص ۱۷ (ص ۸۴)

۵۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۱ (ج ۱۳، ص ۶۸ کتاب ۹)

المطالب (۱) میں صحیح لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے علامہ محمد بن رسول برزنجی نے نجات ابوطالب کا نظریہ پیش کیا، خدا انھیں نیک جزا دے ان کی پرورش اہل ایمان کیلئے پسندیدہ اور انصاف پر مبنی ہے کیونکہ نہ تو اس نظریہ کو باطل کہا جاسکتا ہے، نہ اس کی تضعیف کی جاسکتی ہے۔ انھوں نے غرض کی بہتر اور حسین توضیح پیش کی ہے جس سے تمام اعتراضات ختم ہو جاتے ہیں، اس سے رسول کی آنکھ ٹھنڈی ہوتی ہے اور ابوطالب مذمت سے بچ جاتے ہیں کیونکہ مذمت ابوطالب سے رسول خدا کو اذیت ہوتی ہے جبکہ خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ ”جو لوگ رسول خدا کو اذیت دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔“

امام احمد ابن حسین موصلی نے شہاب الاخبار کی شرح میں لکھا ہے کہ ابوطالب کی دشمنی کفر ہے اور اس کی نص ماکلیوں کے امام علامہ اجوری نے اپنے فتوؤں میں پیش کی ہے اور تلمسانی حاشیہ شفا میں تذکرہ ابوطالب کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ مناسب ہے کہ ابوطالب کا تذکرہ صرف حامی رسول ہی کی حیثیت سے کیا جائے۔ کیونکہ ابوطالب نے رسول کی حمایت و نصرت کی اپنے قول و فعل سے ان کی مذمت سے رسول کو اذیت ہوتی ہے اور رسول کو اذیت دینے والا کافر ہے اور کافر کو قتل کر دینا چاہئے۔ ابوطاہر فرماتے ہیں کہ جو بھی ابوطالب سے بغض رکھے وہ کافر ہے۔ اہل سنت کے جن علماء نے ایمان و نجات ابوطالب کی نشاندہی کی ہے ان میں قرطبی و سبکی شعرانی کے علاوہ ڈیر سارے اولیاء و عارفین ہیں علامہ برزنجی نے ان تمام کو نقل کیا ہے۔ ذہبی و حلان (۲) نے ابوطالب کی مدح پر مشتمل کسی کے ۳۳ اشعار بھی نقل کئے ہیں، مطلع ہے:

فما بمطلع سعد عز ناديه و املياً شرح شوقى فى مغانيه

وابستگان اہل بیت کے نظریات

اور یہ شیعان اہل بیت ہیں جنکی کسی ایک فرد کو بھی ایمان ابوطالب میں ذرا بھی شک نہیں۔ ان کا یہ

سلسلہ یقین صحابہ و تابعین تک پہنچتا ہے۔ پھر آئمہ معصومین کے ارشادات کی بھی وہ تصدیق کرتے ہیں جنہوں نے اپنے جد نامہ ار حضرت رسول خدا کی نص حکایت کی ہے۔

معلم اکبر شیخ مفید اوائل المقالات (۱) میں لکھتے ہیں: تمام امامیہ کا متفقہ اعتقاد ہے کہ رسول خدا کے آباء کرام آدم سے عبد اللہ تک مومن اور موحد تھے۔ آگے لکھتے ہیں: اور تمام امامیہ کا اس بات پر بھی اجماع ہے کہ ابوطالب مومن مرے اور آمنہ بنت وہب پرستار توحید تھیں۔

شیخ الطائفہ طوسی تبیان (۲) میں فرماتے ہیں: امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے مروی ہے کہ ابوطالب مسلمان تھے اور اس پر امامیہ کا اجماع ہے، کسی ایک کو بھی اختلاف نہیں۔ اس سلسلے میں قاطع دلیلیں ہمیں یہی بتاتی ہیں۔

طبری مجمع البیان (۳) میں لکھتے ہیں کہ اجماع اہلبیت اس بات پر ثابت ہے کہ ابوطالب مومن تھے اور ان کا اجماع حجت ہے۔ کیونکہ وہ احد الثقلین ہیں جنکی اطاعت کا رسولؐ نے حکم دیا ہے۔

ابن معد (۴) فخر لکھتے ہیں ہمارے استدلال کے لئے یہی کافی ہے کہ اجماع اہلبیت ایمان ابوطالب پر ہے، علمائے شیعہ انھیں مسلمان مانتے ہیں اور ایمان پر سبھی متفق ہیں۔ ابوطالب کا کردار ان کے ایمان کا ثبوت ہے اور اقوال ان کے اسلام کی نشاندہی کرتے ہیں۔

ابن طاووس طرائف (۵) میں لکھتے ہیں کہ علماء شیعہ کو میں نے اجماعی حیثیت سے ایمان ابوطالب کے عقیدے پر متفق پایا ہے، بے شک عترت ہی باطن ابوطالب سے واقف ہو سکتی ہے برخلاف دوسروں کے، اور شیعہ ایمان اہل بیت اس مسئلے پر متفق ہیں۔ انھوں نے اس موضوع پر تصانیف کے ذخیرہ لگا دیئے ہیں۔ ہم نے تو نہ دیکھا، نہ سنا کہ کسی مسلمان کو ایمان ابوطالب پر بحث کی ضرورت پیش آئے، ہم تو مسلمانوں کا شیعہ یہ دیکھتے ہیں کہ کسی کافر کے متعلق ایک معمولی خبر واحد سے بھی اسکے مسلمان ہونے کا فیصلہ کر لیتے ہیں، ابوطالب جیسے مومن و مسلمان کے متعلق یہ سخت گیری بڑی حیرت ناک ہے۔

۱۔ اوائل المقالات، ص ۳۵، (ص ۵۱)

۲۔ مجمع البیان ج ۲، ص ۲۸۷ (ج ۳، ص ۴۴۴)

۳۔ التبیان ج ۲، ص ۳۹۸ (ج ۸، ص ۱۶۴)

۴۔ الطرائف، ص ۸۴ (۲۹۸) ص ۸۷ (ص ۳۰۶)

۵۔ الحجۃ علی الذہاب الی غیر ابی طالب، ص ۱۳، (ص ۶۴)

شرح ابن ابی الحدید (۱) میں ہے کہ ابوطالب کے متعلق لوگوں میں اختلاف ہے: امامیہ اور زیدیہ فرقے کا خیال ہے کہ وہ مسلمان مرے، بعض بزرگان معتزلہ مثلاً ابولقاسم بلخی اور اسکافی بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔

بحار (۲) میں علامہ مجلسی فرماتے ہیں: اسلام ابوطالب پر تمام شیعوں کا اجماع ہے۔ وہ یقیناً رسول خدا پر شروع ہی سے ایمان لائے، کبھی بت پرستی نہ کی، وہ دراصل اوصیاء ابراہیم میں سے تھے۔ شیعوں میں ان کے اسلام کی شہرت ہے، یہاں تک کہ مخالفین بھی ان کی طرف یہی نسبت دیتے ہیں اور اس سلسلے میں اخبار متواتر، خاصہ و عامہ کی طرف سے وارد ہوئے ہیں۔ اکثر علماء نے اس پر کتابیں لکھی ہیں۔ اس سلسلے میں چالیس حدیثیں بھی پڑھتے چلے:

۱۔ شیخ قتال صادق آل محمد کی روایت نقل کرتے ہیں: جبریل رسول خدا پر نازل ہوئے اور کہا کہ اے محمد! خدا بعد سلام فرماتا ہے کہ میں نے جہنم کو اس صلب پر حرام کیا ہے جہاں آپ نازل ہوئے، اس بطن پر جس نے آپ کو اٹھایا، اس آغوش پر جس نے آپ کو کھلایا۔ صلب تو عبد اللہ کا ہے، بطن آمنہ کا اور آغوش ابوطالب کی۔ روایت میں فاطمہ بنت اسد کا بھی اضافہ ہے۔ (۳)

۲۔ امیر المومنین سے مروی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا: مجھ پر جبریل نازل ہوئے اور کہا: اے محمد! خدا تمہاری وجہ سے چھ کی شفاعت فرمائے گا: بطن آمنہ نے آپ کا حمل اٹھایا، صلب عبد اللہ پر آپ نازل ہوئے، ابوطالب کی آغوش میں آپ کھیلے، عبد المطلب کے گھر میں رہے، آپ کا جالی بھائی اور حلیمہ کے پستان نے آپ کو دودھ پلایا۔ (۴)

۳۔ شیخ مفید اپنی اسناد سے لکھتے ہیں کہ جب ابوطالب کا انتقال ہوا تو امیر المومنین رسول خدا کی

۱۔ شرح نوح البلاذری ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۱ (ج ۱۳، ص ۶۵ کتاب ۹)

۲۔ بحار الانوار ج ۹، ص ۲۹ (ج ۳۵، ص ۱۳۸ حدیث ۸۴)

۳۔ روح المعانی، ص ۱۲۱ (ج ۱، ص ۱۳۹) اصول کافی، ص ۲۳۲ (ج ۱، ص ۳۳۶ حدیث ۲۱) معانی الاخبار (ص ۱۳۶ حدیث ۱) الحج علی الذہاب الی بحیرہ طائب، ص ۸ (ص ۳۸) تفسیر ابولفتح رازی ج ۳، ص ۲۱۰ (ج ۸، ص ۳۷۰)

۴۔ الحج علی الذہاب الی بحیرہ طائب، ص ۸ (ص ۳۸)

خدمت میں آئے اور انتقال کی خبر دی، آپ بہت زیادہ غمگین ہوئے پھر امیر المومنینؑ سے فرمایا کہ اپنی نگرانی میں غسل و کفن و حنوط کا بندوبست کرو، جب جنازہ تیار ہو جائے تو مجھے خبر کرنا۔ امیر المومنینؑ نے ایسا ہی کیا، جب جنازہ تیار ہو گیا تو رسول خداؐ اشریف لے آئے اور بہت روئے اور فرمایا: آپ نے صلہ رحم فرمایا، اے چچا! آپ کو خدا بہترین جزا دے، آپ نے بچپن میں میری تربیت اور کفالت کی، عظیم الشان نصرت کی۔ پھر لوگوں کی طرف رخ کر کے فرمایا: اپنے چچا کی ایسی شفاعت کروں گا جسے دیکھ کر دونوں جہاں والے تعجب کریں گے۔

شیخ صدوق کے فقرے ہیں کہ اے چچا! آپ نے قیمی میں کفالت کی، بچپن میں کفالت کی اور عظیم نصرت فرمائی، خدا آپ کو بہترین جزا دے۔ (۱)

۴۔ عباس بن عبدالمطلب نے رسول خداؐ سے پوچھا: آپ ابوطالبؑ کے متعلق کیا توقع رکھتے ہیں؟ فرمایا: میں اپنے پروردگار سے تمام قسم کی نیک توقعات رکھتا ہوں۔ (۲)

۵۔ رسول خداؐ نے عقیل سے فرمایا: میں تم سے دو جہتوں سے محبت کرتا ہوں: تمہاری وجہ سے اور اس لئے بھی کہ تمہیں ابوطالبؑ بہت چاہتے تھے۔ (۳)

۶۔ رسول خداؐ نے فرمایا: اگر میں مقام محمود پر فائز ہوا تو اپنے باپ، ماں، چچا اور جاہل عہد کے بھائی کی شفاعت کروں گا۔ (۴)

۱۔ تاریخ یعقوبی ج ۲، ص ۲۶ (ج ۲، ص ۳۳۹) تفسیر علی ابن ابراہیم قمی، ص ۳۵۵ (ص ۲۸۰) ابی شیخ صدوق (ص ۳۳۰) الفصول الخاتمة ص ۸۰ (ص ۲۲۸) الحجج علی الذہاب الی تکفیر ابی طالب ص ۶۷ (ص ۲۶۵) بحار الانوار ج ۹، ص ۱۵ (ج ۳۵، ص ۶۸) الدرجات الرفیہ (ص ۶۱)

۲۔ الحجج علی الذہاب الی تکفیر ابی طالب ص ۱۵ (ص ۷۱) الدرجات الرفیہ (ص ۲۸) طبقات ابن سعد ج ۱، ص ۱۰۶ (ج ۱ ص ۱۲۳) مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۲، ص ۳۲) الخصائص الکبریٰ ج ۱، ص ۸۷ (ج ۱، ص ۱۳۷) التظیم والمرتبة سیوطی (ص ۷)

۳۔ علل الشرائع (ج ۱ ص ۱۶۲) الحجج علی الذہاب الی تکفیر ابی طالب ص ۳۳ (ص ۱۷۹) بحار الانوار ج ۹، ص ۱۶ (ج ۳۵، ص ۷۵) استیعاب ج ۲، ص ۵۰۹ (نمبر ۹۱۸۳۳) المعجم الکبیر (ج ۱، ص ۱۹۱ حدیث ۵۱۰) تاریخ الخلفاء ج ۱، ص ۱۶۳، ذخائر العقبیٰ ص ۲۲۲

۴۔ تفسیر علی ابن ابراہیم قمی، ص ۳۵۵، ۳۹۰ (ج ۲، ص ۱۳۲، ۲۵) تفسیر البرہان ج ۳، ص ۹۴ (ج ۳، ص ۲۳) ذخائر العقبیٰ ص ۷، الدرج الرفیہ سیوطی ص ۷، مسالک الحقاہ ص ۱۳

۷۔ امام حسینؑ اپنے والد ماجد حضرت امیر المومنینؑ کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ آپ مقام رجبہ میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ کے گرد لوگوں کا ہجوم تھا، ایک شخص نے کہا: امیر المومنین! آپ کا خدا نے کیا کچھ مرتبہ قرآن میں بیان کیا ہے اور آپ کے والد پر جہنم میں عذاب ہو رہا ہے۔ فرمایا: ٹھہر! خدا تیرا منہ بند کرے، اس خدا کی قسم! جس نے رسول کو برحق مبعوث فرمایا، اگر میرے والد ماجد تمام گنہگاروں کی شفاعت فرمائیں تو خدا سب کو بخش دے گا۔ کیا میرے باپ جہنم میں معذب ہوں گے جب کہ ان کا فرزند قسم جنت و نار ہے؟ رسول برحق کی قسم! ابوطالبؑ کا نور تمام مخلوقات کے نور کو بجھا دے گا، سوائے نور محمدؐ، نور فاطمہؑ، نور حسنؑ، نور حسینؑ اور دیگر ائمہؑ کے۔ آگاہ ہوا! ان کا نور ہمارے نور سے ہے، خدا نے تخلیق آدمؑ سے دو ہزار سال قبل اسے خلق فرمایا۔ (۱)

۸۔ حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! میرے باپ، دادا عبدالمطلب اور دادا ہاشم نے کبھی بتوں کی پوجا نہیں کی۔ آپ سے پوچھا گیا: تو وہ کس کی عبادت کرتے تھے؟ فرمایا: وہ کعبہ کی طرف نماز پڑھتے تھے، دین ابراہیمؑ سے وابستہ تھے۔ (۲)

۹۔ عامر بن واثلہ حضرت علیؑ کا بیان نقل کرتے ہیں کہ میرے باپ نے وقت وقات کلمہ شہادت پڑھا، رسولؐ نے مجھے انکے بارے میں جو بات بتائی، وہ دنیا و آخرت میں سب سے بہتر ہے۔ (۳)

۱۰۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا: ابوطالبؑ اس وقت تک نہیں مرے جب تک رسول خداؐ کی خوشنودی نہ پا گئے۔ (۴)

۱۔ المناقب للذہبی (ص ۱۶۱) کنز العمال ص ۸۰ (ج ۱ ص ۱۸۳) امالی شیخوسی ص ۱۹۲ (ص ۳۰۵ حدیث ۶۱۲) الاحیاء طبری (ج ۱ ص ۵۳۶ حدیث ۱۳۳) تفسیر ابوالفتح رازی ج ۳ ص ۲۱۱ (ج ۸ ص ۴۷۱) اللجلی: علی الذہب الی بحیر ابی طالب ص ۱۵ (ص ۷۲) الدررجات الرفیعہ (ص ۵۰) بحار الانوار ج ۱۵ ص ۳۵ (ج ۶ ص ۶۹) تفسیر البرہان ج ۳ ص ۹۴ (ج ۳ ص ۲۳۱)

۲۔ کمال الدین ص ۱۰۳ (ص ۱۷۴) تفسیر ابوالفتح رازی ج ۳ ص ۲۱۰ (ج ۸ ص ۴۷۰) تفسیر البرہان ج ۳ ص ۹۵ (ج ۳ ص ۲۳۲)

۳۔ اللجلی علی الذہب الی بحیر ابی طالب ص ۲۳ (ص ۱۱۲)

۴۔ تفسیر علی ابن ابراہیم قمی ص ۳۵۵ (ج ۱ ص ۳۸۰) اللجلی علی الذہب الی بحیر ابی طالب ص ۲۳ (ص ۲۱۱)

۱۱۔ ضعی حضرت علیؑ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: خدا کی قسم! ابوطالب بن عبدالمطلب بن عبدمناف مومن و مسلمان تھے، انھوں نے اپنا ایمان بنی ہاشم کے ڈر سے چھپایا تا کہ قریش ان سے برسر پیکار نہ ہو جائیں امیر المومنین کا مرثیہ ابوطالبؑ بھی ہے:

اباطالب عصمة المستجير وغيث المحول ونور الظلم
لقد هد لقدك اهل الحفاظ فصلى عليك ولى النعم
ولسناك ربك رضوانه فقد كنت للمصطفى خير عم (۱)

۱۲۔ اصبح بن نباتہ کہتے ہیں کہ میں نے امیر المومنینؑ کو فرماتے سنا کہ ایک بار رسول خداؐ قریش کے کچھ لوگوں کے درمیان سے گزرے، جنھوں نے اونٹ یا گوسفند کی قربانی (فہرہ) کی تھی۔ رسول خداؐ ادھر سے بغیر سلام کئے ہوئے گزر گئے اور دارالندوہ کے پاس گئے۔ قریش نے کہا کہ محمد ہمیں بغیر سلام کئے ہوئے گزر گئے، کوئی ہے جو اس کی نماز برباد کر دے۔ عبد اللہ بن زبیری تیار ہو گیا اور اس نے حالت سجدہ میں رسول خداؐ پر اوچھڑی ڈال دی۔ رسول خداؐ اسی حالت میں ابوطالبؑ کے پاس تشریف لے گئے اور پوچھا: چچا جان! میں کون ہوں؟ ابوطالبؑ نے پوچھا: کیوں جان برادر، ایسا کیوں کہہ رہے ہو؟ آپ نے سارا واقعہ بیان کیا۔ ابوطالبؑ نے پوچھا: انھیں کہاں چھوڑا؟ فرمایا: ابلح میں۔ آپ نے خاندان والوں کو آواز دی کہ ہتھیار لے کر میرے ساتھ چلو، سب نے لبیک کہی اور وہاں چلے۔ قریش نے ان لوگوں کو آتے دیکھ کر متفرق ہونا چاہا۔ ابوطالبؑ نے آواز دی: خبردار! کوئی بھی یہاں سے اٹھا تو سراڑا دوں گا، رب کعبہ کی قسم! پھر آپؐ نے ایک پتھر پر تین ضربیں لگائیں اور تین ٹکڑے کر کے ہاتھ میں لیا اور فرمایا: محمد! تم نے پوچھا ہے کہ تم کون ہو؟ پھر اپنی انگلی سے رسول خداؐ کی طرف اشارہ کر کے کہا: (۲)

”انت النبی محمد، قوم اغر مسود“

”تم محمد ہو، رسول ہو، بزرگ ہو، سالار قافلہ ہو، سردار ہو۔“

۱۔ الحجۃ علی الذہب الی بحیر ابی طالب، ص ۲۳ (ص ۱۲۲) تذکرۃ النخواس، ص ۶ (ص ۹) دیوان ابوطالب، ص ۳۶

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۵ (ج ۱۳، ص ۷۷ کتاب ۹)

پھر پوچھا کہ کس نے یہ حرکت کی تھی؟ رسول خداؐ نے عبد اللہ بن زبیری کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے اسے بلایا اور اس کی ناک پر ضربیں لگائیں، وہ لہو لہاں ہو گیا اور پھر پوچھا: تم نے پوچھا نہیں میں کون ہوں؟ اور پھر فرمایا: تم محمد بن عبد اللہ ہو۔ اور اس کے بعد آدم تک تمام شجرہ سنا ڈالا اور فرمایا: تم، خدا کی قسم! حسب میں سب سے شریف ہو، تمہارا نسب سب سے بلند ہے، اے گروہ قریش! جس میں دم ہو اب ذرا حرکت کر کے تودیکھے، میں وہی ہوں جسے تم اچھی طرح پہچانتے ہو۔ (۱)

۱۳۔ ابن فیاض لکھتے ہیں: حضرت علیؑ نے فرمایا کہ ہم اور رسول خداؐ حالت سجدہ میں تھے کہ ابو طالب تشریف لائے اور فرمایا: کیا تم ایسا کر رہے ہو؟ پھر میرا بازو تھام کر فرمایا: ان کی شاندار خدمت کرتے رہنا۔ پھر مجھے مدد کی تشویق دلائی۔

۱۴۔ حضرت علیؑ سے پوچھا گیا: رسول خداؐ سے قبل انبیاء کا جانشین کون تھا؟ فرمایا: ابو طالب، میرے باپ۔

۱۵۔ امام سجادؑ سے پوچھا گیا کہ ابو طالب مومن تھے؟ فرمایا: ہاں۔ کہا: کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ کافر تھے؟ فرمایا: سخت حیرت کی بات ہے کہ یہ لوگ ابو طالب کی مذمت کر رہے ہیں جبکہ کئی آیتوں میں خدا نے فرمایا ہے کہ کوئی بھی مومن کسی کافر کے ازدواجی بندھن میں نہ رہے اور کسی کو بھی انکار نہیں ہے کہ فاطمہ بنت اسد سابقین اسلام میں سے تھیں، اسی حالت میں رہیں، یہاں تک کہ ابو طالب علیہ السلام مر گئے۔ (۲)

۱۶۔ ابو بصیر لیث مرادی کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ سے پوچھا: میرے سردار! یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ ابو طالب فصحاء ناریں ہیں، جس سے ان کا دماغ جل رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ لوگ جھوٹ بول رہے ہیں، اگر ایمان ابو طالب ایک پلے میں رکھا جائے اور تمام مخلوقات کا ایمان دوسرے

۱۔ تفسیر قرطبی (ج ۶، ص ۲۶۱) الحجۃ علی الذہب الی بخیر ابی طالب، ص ۱۰۶ (ص ۳۳۶) نزہۃ المجالس ج ۲، ص ۱۲۲ (ج ۲، ص ۹۱) ثمرات الادواق مطبوعہ حاشیاء السطرف ج ۲، ص ۳ (ص ۲۸۵)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۱۲۳ (ج ۴، ص ۶۸، ۶۹ کتاب ۹) الحجۃ علی الذہب الی بخیر ابی طالب، ص ۲۳ (ص ۱۲۳) الدرجات الرفیعہ (ص ۵۰)

پلے میں تو ان کا پلہ بھاری ہو جائے گا۔ (۱)

سید بن معد کتاب الحجۃ (۲) میں ایک دوسری سند روایت میں لکھتے ہیں کہ امامؑ نے فرمایا کہ ابوطالب بن عبدالمطلب حالت اسلام وایمان میں مرے۔

۱۔ صادق آل محمدؐ فرماتے ہیں کہ ابوطالبؑ کی مثال اصحاب کہف کی ہے، انھوں نے اپنا ایمان چھپایا اور شرک ظاہر کیا، اس لئے خدا نے انھیں دواجر کرامت فرمائے۔ (۳)

عبدالرحمن بن کثیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے صادق آل محمدؐ سے عرض کی: لوگ گمان کرتے ہیں کہ ابوطالبؑ آگینہ جہنم میں ہیں۔ فرمایا: وہ جھوٹ بولتے ہیں، جبریل اس بات پر رسولؐ کی خدمت میں نازل نہیں ہوئے۔ میں نے پوچھا: پھر کس بات پر نازل ہوئے؟ فرمایا: ایک بار جبریل رسولؐ پر نازل ہوئے اور کہا: اے محمدؐ! تمہارا رب بعد سلام فرماتا ہے کہ بلاشبہ اصحاب کہف نے اپنا ایمان چھپایا اور شرک ظاہر کیا پس خدا نے انھیں دواجر کرامت فرمائے، اسی طرح ابوطالبؑ نے اپنا ایمان چھپایا اور شرک ظاہر کیا، اس لئے خدا نے انھیں دواجر کرامت فرمائے، ابوطالبؑ اسی وقت دنیا سے گئے جب وہ جنت کی بشارت پا گئے۔ امامؑ نے آگے فرمایا: یہ لوگ ایسی مہمل بات کیسے کہتے ہیں جبکہ وفات ابوطالبؑ کی رات جبریل نازل ہوئے اور کہا کہ اے محمدؐ: اب کے سے نکلے، کیونکہ ابوطالبؑ کے بعد آپکا کوئی مددگار نہیں۔ (۴)

۱۸۔ اصول کافی (۵) میں ہے کہ امامؑ سے پوچھا: کیا یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ ابوطالبؑ کافر

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۱ (ج ۱۲، ص ۶۸ کتاب ۹) الحجۃ علی الذہاب الیٰ تکفیرابی طالبؑ، ص ۸ (ص ۸۵) الدرجات الریفہ (ص ۳۹)

۲۔ الحجۃ علی الذہاب الیٰ تکفیرابی طالبؑ، ص ۲۷

۳۔ اصول کافی ص ۲۴۳ (ج ۱ ص ۳۴۸) ابی صدوق، ص ۳۶۶ (ص ۳۹۲) روحۃ الواعظین، ص ۱۲۱ (ج ۱ ص ۱۳۹) الحجۃ علی الذہاب الیٰ تکفیرابی طالبؑ، ص ۱۱۵، ۱۱۶ (ص ۳۶۲، ۸۳)

۴۔ بحار الانوار ج ۹، ص ۲۴۳ (ج ۳۵، ص ۷۲) تفسیر ابوالفتوح رازی ج ۳، ص ۲۱۲ (ج ۸، ص ۳۷۴) الدرجات الریفہ (ص ۳۹)

۵۔ اصول کافی، ص ۲۴۳ (ج ۱، ص ۳۴۸)

مرے؟ فرمایا: یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں، جس نے یہ شعر کہا وہ کافر کیسے ہو سکتا ہے:

الم تعلموا انا وجدنا محمداً نبيا كموسى خط في اول الكتب
”کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ ہم محمد کو موسیٰ کی طرح رسول سمجھتے ہیں اور یہ بات گذشتہ آسمانی کتابوں میں مرقوم ہے۔“

یہ روایت اکثر محدثین کی تالیفات میں منقول ہے۔

۱۹۔ کلینی نے اصول کافی (۱) میں صادق آل محمد کا بیان نقل فرمایا کہ جس ابوطالب نے یہ اشعار کہے ہوں وہ کافر کیسے ہو سکتا ہے:

لقد علموا ان ابننا لا مكذب لدیننا ولا يعباء بقیل الا باطل
و ابيض يستسقى الغمام بوجهه ثمال اليتامى عصمة للارامل
”بلاشبہ یہ لوگ جانتے ہیں کہ ہمارے نزدیک ہمارا فرزند جھٹلایا نہیں جاسکتا، اس کے یہاں مہمل بکواس کی قطعی گنجائش نہیں، وہ روشن چہرہ ہے جس کا واسطہ دیکر بارش طلب کی جاتی ہے، وہ یتیموں کی پناہ اور یتیموں کا سہارا ہے۔“

۲۰۔ شیخ ابوعلی قتال نے روضۃ الواعظین میں صادق آل محمد کا ارشاد نقل کیا ہے کہ ابوطالب نے مرتے وقت بزرگان قریش کو بلوایا اور ان سے وصیت فرمائی: اے گروہ قریش! تم مخلوقات خدا میں منتخب اور قلب عرب ہو، تم خدا کی زمین اور حرم کے خزینہ ہو، تمہارے درمیان سردار اور فرمانروا موجود ہے، جو کشادہ دست، بہادر، پیش گام اور دانا ہے۔ اچھی طرح سمجھ لو کہ تم نے ہر فخر و نازش کو پالیا، اب لوگوں کے لئے کوئی فضیلت باقی نہیں۔ لوگوں کے فضیلت کا وسیلہ انھیں کی ذات ہے اور لوگ تم سے برسر پیکار ہیں۔ اس وصیت کو علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں نقل کیا ہے۔ (۲)

۲۱۔ شیخ صدوق اکمال الدین میں صادق آل محمد کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ابوطالب نے کفر ظاہر کیا

۱۔ اصول کافی ص ۲۲۲ (ج ۱، ص ۳۳۹) تفسیر البرہان ج ۳، ص ۹۵ (ج ۳، ص ۲۳۱)

۲۔ روضۃ الواعظین، ص ۱۲۱ (ج ۱، ص ۱۳۹) بحار الانوار ج ۹، ص ۲۳ (ج ۳۵، ص ۱۰۶)

اور ایمان چھپایا، جب ان کا وقت وفات آیا تو خدا نے رسول پر وحی کی: یہاں سے نکل جاؤ کہ اب کوئی تمہارا مددگار نہیں۔ چنانچہ رسول خداؐ نے مدینہ ہجرت فرمائی۔

شریف مرتضیٰ نے فصول الختارہ میں (۱) اس حدیث کو نقل کر کے لکھا ہے کہ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ابوطالب تحقیقی طور سے مومن تھے اور اس کی تقویت اس بات سے ہوتی ہے کہ انھیں بددگار رسولؐ کہا گیا ہے۔ اسی حدیث کے ذیل میں ابن معد کتاب الحجۃ میں لکھتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ وفات ابوطالبؓ کے بعد جبرئیل رسول خداؐ پر نازل ہوئے اور کہا کہ خدا بعد سلام فرماتا ہے کہ تمہاری قوم نے متفقہ فیصلہ کر لیا ہے کہ تم پر رات میں حملہ کریں لہذا تم یہاں سے نکل جاؤ کیونکہ اب تمہارا کوئی مددگار نہیں رہ گیا ہے۔ خدا کے اس ارشاد پر خوب غور کرنا چاہئے کہ اسی نے ابوطالبؓ کے مددگار رسولؐ ہونے کی گواہی دی ہے۔ یہ چیز ابوطالبؓ کے فخر و نازش کیلئے عظیم الشان ہے، اس سے ان کی عظمت و منزلت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ قریش ان سے خوش تھے کہ وہ ان سے میل جول رکھتے ہیں حالانکہ انھوں نے اپنے اشعار میں توحید و تصدیق کا برملا اظہار فرمایا۔ اس طرح قریش کو قتل رسولؐ کی ہمت نہ ہو سکی کیونکہ ان کی قوم بنی ہاشم اور عبدالمطلب بن عبد مناف کے بھائی اور یا ان کے پیروکار تھے۔ خواہ وہ مومن ہوں یا کافر ابوطالبؓ کے ساتھ تھے۔ اگر قریش ان سے برسر پیکار ہوتے تو یہ ان پر بھاری پڑتے، اسی لئے جب ابولہبؓ نے قریش سے قتل رسولؐ کی بات سنی تو کہا کہ اس بزرگ (ابوطالبؓ) کی وجہ سے باز آ جاؤ کیونکہ وہ اپنے بھتیجے کا مددگار ہے۔ خدا کی قسم! محمدؐ اس وقت تک قتل نہیں ہو سکتے جب تک ابوطالبؓ نہ قتل ہو جائیں اور بنی ہاشم اس وقت تک قتل نہیں ہو سکتے جب تک تمام بنی عبد مناف اور کئے والے قتل نہ ہو جائیں۔ اس لئے ابھی ہاتھ روکے رہو۔ جب ابوطالبؓ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپؐ نے جذبات ہمدردی ابھارنے کے لئے کچھ اشعار کہے۔ (۲)

۲۲۔ یونس بن نباتہ صادق آل محمدؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ امامؑ نے پوچھا: اے یونس! لوگ

۱۔ الفصول الختارہ ص ۸۰ (ص ۲۲۹)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۳۰۷ (ج ۱۳ ص ۵۷ کتاب ۹) الحجۃ علی الذہب الیٰ بغیر ابی طالب (ص ۳۳۲) حاشیہ ابن حجر

ص ۱۶، السیرۃ النبویۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۳۹۴ (ج ۲ ص ۱۰) البدلیۃ والنصایہ ج ۳ ص ۹۳ (ج ۳ ص ۱۱۶)

ابوطالب کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ عرض کی: قربان جاؤں لوگ کہتے ہیں کہ وہ آئینہ جہنم میں ہیں، جس سے ان کا دماغ پگھل رہا ہے فرمایا: جھوٹے ہیں وہ دشمنان خدا، ابوطالب تو نبیوں، صدیقیوں، شہیدوں اور شائستہ کرداروں کی بہترین رفاقت سے بہرہ مند ہیں۔ (۱)

۲۳۔ داؤد رقی کا بیان ہے کہ میں صادق آل محمد کی بارگاہ میں بیہوش ہوا، میرا قرض ایک شخص پر تھا جس سے میں ڈرتا تھا۔ میں نے امام سے اپنا درود لیا۔ آپ نے فرمایا: جب تم مکہ جانا تو عبدالمطلب، ابوطالب، عبد اللہ، آمنہ اور فاطمہ بنت اسد کے نام سے الگ الگ طواف کرنا اور دو رکعت نماز پڑھ کے خدا کی بارگاہ میں اپنی حاجت بیان کرنا۔ میں نے ایسا ہی کیا جب میں باب صفا سے نکلا تو قرضدار نے مجھے آواز دیکر کہا: اے داؤد! اپنا حق مجھ سے لے لو۔ (۲)

۲۴۔ صادق آل محمد کا ارشاد ہے کہ رسول خدا مسجد حرام میں نیا کپڑا پہنے کھڑے تھے، اتنے میں مشرکین نے آپ پر اونٹ کی اوجھڑی سر سے پیر تک مل دی۔ رسول اسی حالت میں ابوطالب کے پاس آئے اور کہا: اے چچا! میری شخصیت آپ کے نزدیک کیا ہے؟ ابوطالب نے کہا: بیٹا! ایسا کیوں پوچھ رہے ہو؟ رسول خدا نے سارا واقعہ بیان کیا۔ ابوطالب نے حمزہ سے کہا اپنی تلوار لے لو اور پھر مسجد الحرام تشریف لے گئے اور تمام مشرکین کو اسی طرح اوجھڑی سے سر سے پیر تک آلودہ کر دیا۔ اور پھر رسول خدا سے کہا: بیٹا! تم نے پوچھا تھا کہ میری شخصیت کیا ہے؟ دیکھو تمہاری شخصیت ہمارے نزدیک یہ ہے۔ (۳)

۲۵۔ صادق آل محمد کا ارشاد ہے کہ امیر المومنین کو ابوطالب کے اشعار کی روایت و تدوین کا بڑا اہتمام تھا، وہ فرماتے ہیں کہ ان کے اشعار، لوگوں کو تعلیم دواور اپنے بچوں کو پڑھاؤ کیونکہ وہ دین خدا پر تھے اور ان کے اشعار میں بے اندازہ علم تھا۔ (۴)

۱۔ کنز الفوائد کراچی ص ۸۰، الحج علی الذہاب الیٰ تکفیرابی طالب ص ۱۷،

۲۔ الحج علی الذہاب الیٰ تکفیرابی طالب ص ۲۲ (ص ۱۰۳) بحار الانوار ج ۹، ص ۲۳ (ج ۳۵ ص ۱۱۲)

۳۔ اصول کافی ص ۲۳۳ (ج ۱ ص ۳۳۹)

۴۔ الحج علی الذہاب الیٰ تکفیرابی طالب ص ۲۵ (ص ۱۳۰) بحار الانوار ج ۹، ص ۲۳ (ج ۳۵ ص ۱۱۵)

۲۶۔ پہلی نماز جماعت اس وقت ہوئی کہ رسول خدا ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے، اتنے میں ادھر سے ابوطالب گزرے، جعفر ساتھ تھے۔ فرمایا: بیٹا! اپنے چچا زاد بھائی کے پہلو میں کھڑے ہو جاؤ۔ جب رسول خدا نے محسوس کیا تو دونوں کے آگے ہو گئے اور ابوطالب مسکراتے ہوئے یہ شعر پڑھتے پلٹ گئے:

ان علیا وجعفر ائقتی عند ملحم الزمان والکرب (۱)

۲۷۔ اصول کافی (۲) میں ہے کہ درست ابن ابی منصور نے امام موسیٰ کاظمؑ سے پوچھا: کیا ابوطالب رسول خدا پر حجت رکھتے تھے؟ فرمایا: نہیں، بلکہ انھوں نے جو وصیتیں کیں انھیں رسول خدا کے سپرد کیا۔ پوچھا: کیا یہ وصایا اس لئے سپرد کیں کہ وہ حجت رکھتے تھے؟ فرمایا: اگر حجت رکھتے تو وصایا ان کے حوالے نہ کرتے۔ پوچھا: تو پھر ابوطالب کا کیا حال تھا؟ فرمایا: رسول خدا جو کچھ لائے اس کی تصدیق کی اور وصایا سپرد کیں اور اسی روز مر گئے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: یہ مرتبہ ایمان سے برتر ہے کیونکہ قبل کی روایت سے واضح ہوتا ہے کہ ابوطالب ایمان سے بہرہ مند اور گذشتہ انبیاء کے جانشین، وصی اور حجت سے سرفراز تھے۔ اس لئے ابن ابی منصور کو گمان ہوا کہ شاید رسول خدا قبل بخت مجموع تھے۔ امام نے اس کی نفی فرمائی۔ وصایا کے بیان میں یہ بات واضح ہے کہ ابوطالب دین حنیف ابراہیمیؑ پر تھے پھر دین محمدیؐ سے سرفراز ہوئے اور تمام وصایا ان کے حوالے کیں نیز یہ کہ وہ ولایت علویؑ کے ایمان سے بھی سرفراز تھے۔

۲۸۔ کراچکی نے امام رضاؑ کی حدیث نقل کی ہے، جس میں ایمان ابوطالبؑ پر شک ظاہر کیا گیا تھا تو امامؑ نے فرمایا: اگر تم نے ایمان ابوطالبؑ میں شک کیا تو تمہارا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ (۳)

۲۹۔ تفسیر ابوالفتوح میں امام رضاؑ کا ارشاد نقل ہے کہ ابوطالبؑ کی انگٹھی پر نقش تھا: رضیت باللہ رہا و باہن اخی محمد نبیا و باہنی علیؑ له وصیا۔ (۴)

۱۔ امالی شیخ صدوق، ج ۳، ص ۳۰۴ (مس ۳۱۰) تفسیر ابوالفتوح رازی ج ۳، ص ۲۱۱، ۲۔ اصول کافی، ج ۳، ص ۳۳۵ (ج ۳، ص ۳۳۵)
۳۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۱ (ج ۱۴، ص ۶۸ کتاب) کنز العمال، ج ۸۰ (ج ۱، ص ۱۸۲) النجاشی علی الذہاب الی تفسیر ابی طالب، ج ۱۶ (ص ۷۶) الدرجات الرقیعہ (ص ۵۰)؛ بحار الانوار (ج ۳۵، ص ۱۱۰)
۴۔ تفسیر ابوالفتوح رازی ج ۳، ص ۲۱۱ (ج ۸، ص ۴۷۱) الدرجات الرقیعہ (ص ۶۰)؛ محبوب القلوب (ج ۲، ص ۳۱۹)

۳۰۔ شیخ صدوق نے اپنی اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے کہ عبد العظیم نے امام رضا کو لکھا کہ میرے دل میں صغاح ناری کی حدیث شک پیدا کر رہی ہے؟ امام نے جواب لکھا کہ اگر ایمان ابو طالبؑ میں شک کیا تو تمہارا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ (۱)

۳۱۔ صدوق نے بطریق اعمش، عبد اللہ ابن عباس کی روایت نقل کی ہے کہ ابو طالبؑ نے جیتے سے پوچھا: کیا تم خدا کے رسول ہو؟ فرمایا: ہاں۔ کہا: پھر معجزہ دکھاؤ؟ فرمایا: میرا نام لے کر درخت کو آواز دیجئے۔ ابو طالبؑ نے آواز دی تو درخت آیا اور رسولؐ کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا۔ یہ دیکھ کر ابو طالبؑ نے فرمایا: میں کو اسی دیتا ہوں کہ تم سچے ہو، اے علیؑ اپنے بھائی کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔ (۲)

اس روایت کو ابن معد نے نقل کر کے لکھا ہے کہ ابو طالبؑ نے یہ بات قریش کے سامنے کہی تھی تا کہ انھیں شرف و منزلت معلوم ہو سکے۔

۳۲۔ صدوق (۳) نے سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس سے ایک شخص نے پوچھا: کیا ابو طالبؑ مسلمان تھے؟ فرمایا: وہ شخص مسلمان کیوں نہ ہوگا جس نے یہ شعر کہا ہے:

وقد علموا ان ابتنا لا مکذب
لدینا ولا یعبا بقیل الا باطل

ابو طالبؑ تو اصحاب کہف کی طرح تھے، جنہوں نے ایمان چھپایا اور شرک ظاہر کیا تو خدا نے انھیں دواجر کرامت فرمائے۔

۳۳۔ روضۃ الواعظین (۴) میں ابن عباس سے مروی ہے کہ ابو طالبؑ اپنے بیٹے جعفر کے ساتھ رسول خداؐ کی طرف سے گذرے جو مسجد الحرام میں نماز پڑھ رہے تھے، حضرت علیؑ دہنی طرف کھڑے تھے، جعفر سے فرمایا: تم بھی پہلو میں کھڑے ہو جاؤ۔ اس وقت ابو طالبؑ نے یہ سات شعر پڑھے:

۱۔ الحجۃ علی الذہاب الی بحیرابی طالبؑ، ص ۱۶ (ص ۸۲)

۲۔ ابالی صدوق، ص ۳۶۵ (ص ۳۹۱) روضۃ الواعظین، ص ۱۲۱ (ج ۱ ص ۱۳۹) الحجۃ علی الذہاب الی بحیرابی طالبؑ، ص ۲۵ (ص ۱۲۸)

۳۔ ابالی شیخ صدوق، ص ۳۶۶ (ص ۳۹۱) الحجۃ علی الذہاب الی بحیرابی طالبؑ، ص ۱۱۵، ۹۴ (ص ۳۲۲-۳۱۹)

۴۔ روضۃ الواعظین ص ۱۲۳ (ج ۱، ص ۱۴۰) ابالی صدوق ص ۳۰۴ (ص ۴۱۰) تفسیر ابوالفتح رازی ج ۴، ص ۲۱۱ (ج ۸، ص ۴۷۲)

۵۔ الحجۃ علی الذہاب الی بحیرابی طالبؑ، ص ۵۹ (ص ۲۳۹)

ان علیاً و جعفر اثقنی عند مسلم الزمان والنوب ... الخ

اس روایت کو ابن معد اور کراچکی نے اپنے اپنے طریق سے نقل کیا ہے۔

۳۴۔ عکرمہ، ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ ابوطالب نے مرتے وقت کلمہ شہادت پڑھا۔

۳۵۔ تفسیر کبج میں ہے کہ ابوذر نے کہا کہ رسول کا ارشاد ہے کہ اس خدا کی قسم! جس کے سوا کوئی

معبود نہیں کہ ابوطالب نے مرتے وقت بزبان حبشہ اظہار اسلام کیا۔ اور ابوطالب نے رسولؐ سے پوچھا

: کیا آپ زبان حبشہ جانتے ہیں؟ فرمایا: اے چچا! خدا نے مجھے تمام زبانوں کو سکھایا ہے۔ ابوطالب نے

کہا: یا محمد! اسدن لمصافا قاطلاھا یعنی میں مخلصانہ اقرار کرتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود

نہیں۔ یہ سن کر رسولؐ نے گریہ فرمایا اور کہا: خدا نے چچا کی وجہ سے میری آنکھیں ٹھنڈی کر دیں۔

اس موقع پر ابوطالب نے بزبان حبشہ کلمہ پڑھنا مناسب سمجھا جبکہ عربی میں کئی بار پڑھ چکے تھے۔

۳۶۔ قطب الدین راوندی الخراج میں قاطمہ بنت اسد کا بیان نقل کرتے ہیں:

عبدال مطلب کے انتقال کے بعد وصیت پدر کے مطابق ابوطالب رسول خدا کی خدمت گزاری میں

رہتے تھے۔ میرے گھر کے باغ میں درخت خرما تھا، میں ان تازہ خرمنوں کو جن کو محمدؐ کے کھانے کے لئے

رکھ لیتی تھی، میری کنیز بھی خرمنہ چننے میں ساتھ دیتی۔ ایک دن ہم دونوں کے حافظے سے بات نکل گئی، محمدؐ

سورہے تھے، مجھے سخت تشویش تھی کہ محمدؐ بیدار ہوں گے تو کیا کھائیں گے۔ اتنے میں محمدؐ بیدار ہوئے اور

باغ میں جا کر دیکھا تو خرمنے نہیں تھے تو درخت کی طرف اشارہ کیا کہ میں بھوکا ہوں۔ یہ سکر درخت جھکا

اور محمدؐ نے اس میں سے خرمنے توڑے اور وہ اپنی حالت پر پلٹ گیا۔ مجھے یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی۔

تھوڑی دیر بعد ابوطالب آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا تو بچے پاؤں دوڑ کر میں نے دروازہ کھولا اور سارا ماجرا

بیان کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ بلاشبہ وہ پیغمبر ہوں گے اور تم بھی بہت جلد ان کا ناصر و مددگار پیدا کرو گی

چنانچہ جیسا انھوں نے کہا تھا میرے بطن سے علی پیدا ہوئے۔ (۱)

۳۷۔ امالی صدوق (۲) میں ابوطالب کا بیان نقل ہے کہ عبدال مطلب نے فرمایا: میں حجر اسماعیل میں

سویا ہوا تھا۔ میں نے خوف ناک خواب دیکھا تو قریش کے کاہن کے پاس ایک خز کی چادر اوڑھ کر گیا۔ اس نے مجھے دیکھ کر میرا اضطراب معلوم کیا۔ میں اس زمانہ میں سردار قوم تھا، لہذا مجھے دیکھ کر کہا کہ سید العرب کا چہرہ متغیر کیوں ہے؟ کیا کوئی حادثہ گذرا ہے؟ میں نے اس سے کہا کہ رات خواب دیکھا ہے کہ میں حجر اسماعیل میں سویا ہوا ہوں، اتنے میں میرے پشت سے ایک درخت نکلا جس کا سر آسمان تک ہے اور شاخیں مشرق و مغرب میں پھیل گئی ہیں، اس کی روشنی سورج سے ستر گنا زیادہ ہے، تمام عرب و عجم اس کے سامنے سجدہ ریز ہیں، ہر دن اس کی عظمت و درخشاں بڑھتی جاتی ہے میں نے دیکھا کہ گروہ قریش وہ درخت کا ثنا چاہتے ہیں، اتنے میں ایک خوبصورت جوان آگے آتا ہے اور اس گروہ کی کمر توڑ دیتا ہے اور آنکھیں پھوڑ دیتا ہے۔ جب میں نے اس درخت کی طرف ہاتھ بڑھایا تو جوان نے کہا: ٹھہریے! اس میں آپ کا حصہ نہیں ہے۔

میں نے کہا: پھر کس کا حصہ ہے جب کہ درخت میرا ہی ہے؟ اس نے کہا: ان کا حصہ ہے جو ان سے وابستہ ہیں۔ میں یہ ہولناک خواب دیکھ کر بیدار ہوا۔ میں نے دیکھا کہ خواب سن کر اس کا چہرہ متغیر ہو گیا اور کہا: اگر آپ سچ کہتے ہیں تو آپ کے صلب سے ایک لڑکا ہوگا جو مشرق و مغرب کا مالک ہوگا اور وہ لوگوں کا نبی ہوگا۔ یہ سن کر میرا غم خوشی میں بدل گیا۔ اے ابوطالب! سن لو، شاید تم اس کو پاؤ۔ جس وقت ابوطالب یہ واقعہ بیان کر رہے تھے اسی وقت رسول خدا تشریف لائے اور فرمایا: بخدا! وہ درخت میں ہوں، ابوقاسم امین۔

۳۸۔ کتاب الحجۃ (۱) میں نابہ علوی معروف بہ موضح کی روایت ہے کہ جب ابوطالب نے انتقال کیا تو ابھی نماز جنازہ فرض نہیں ہوئی تھی اسی لئے آپ نے ابوطالب اور خدیجہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی، بلکہ رسول خدا نے ابوطالب کی مشایعت جنازہ فرمائی اور استغفار فرماتے رہے۔ لوگوں نے یہ سمجھ کر کہ ابوطالب مشرک مرے ہیں، ہم بھی اپنے مردوں کے لئے استغفار کریں۔ حالانکہ ابوطالب نے تو اپنا ایمان چھپایا تھا اسی لئے خدا نے مسلمانوں کو منع کیا کہ وہ اپنے مشرک آباؤ اجداد کے لئے استغفار نہ

کریں ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ﴾۔ اگر لوگ ابوطالب کو مشرک فرض کریں تو رسولؐ سے خطا کا سرزد ہونا فرض کرنا پڑے گا، حالانکہ خدا نے رسولؐ کے قول و فعل سے نفی خطا کا اعلان کیا ہے۔

ابولفرج اصفہانی لکھتے ہیں کہ ابوالجہم سے پوچھا گیا: کیا رسولؐ نے ابوطالب کی نماز جنازہ پڑھی تھی؟ جواب دیا: اس وقت نماز جنازہ فرض نہیں ہوئی تھی، نماز جنازہ تو ان کی موت کے بعد فرض ہوئی۔ جب ان کا انتقال ہوا تو آپؐ نہایت مغموم ہوئے حضرت علیؑ کو جنازہ تیار کرنے کا حکم دیا اور آپؐ نے مشایعت فرمائی جس میں عباس اور ابوبکر بھی موجود تھے، ان لوگوں نے ان کے ایمان کی گواہی دی کہ اگر ابوطالب غلبہ اسلام تک زندہ رہتے تو یقیناً اظہار اسلام فرماتے، چونکہ اسلام کمزور تھا اس لئے حمایت اسلام کے لئے اپنا ایمان چھپایا۔

۳۹۔ مقاتل کا بیان ہے کہ جب قریش نے اسلام کی ترقی دیکھی تو حلف میں کہنے لگے وہ جادوگر اور مجنون ہیں، انہوں نے باہم معاہدہ کیا کہ اگر ابوطالب مر گئے تو سب انکار کر کے محمدؐ کو قتل کر دیں گے۔ جب ابوطالب کو معلوم ہوا تو تمام بنی ہاشم اور حلیف قبائل کو جمع کر کے رسولؐ خدا کے متعلق وصیت فرمائی کہ میرا بھتیجا جو کچھ کہتا ہے اسے میں نے اپنے آباؤ اجداد اور علماء سے سنا ہے کہ محمدؐ ہی رسول صادق اور امین ناطق ہیں، ان کی بڑی شان ہے خدا کے نزدیک ان کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ دیکھو ان کی دعوت پر لبیک کہو اور ان کی نصرت کرو، اگر تم نے ایسا کیا تو رہتی دنیا تک تمہارا شرف یا دگار رہے گا۔

پھر یہ اشعار پڑھے:

اوصی بنصر النبی الخیر مشہدہ	علیا ابنی و عم الخیر عباسا
وحمزۃ الاسد المخشی صولتہ	وجعفرأ أن بذودوا دونہ الناسا
وہاشما کلہا اوصی بنصرتہ	ان یاخذوا دون حرب القوم امراسا
کونوا فداء ألكم امتی و ما ولدت	من دون احمد عند الروح اتراسا
بکل ابیض مصقول عوارضہ	تخالہ فی سواد اللیل مقباسا

علامہ احنی فرماتے ہیں کہ میں نے حقائق واضح کرنے کیلئے سیرت سے یہ چالیس اقوال نقل کئے ہیں ان سے ایمان ابو طالب کی بھرپور شہادت فراہم ہو جاتی ہے، کسی مسلمان کے ثبوت اسلام میں اتنی واضح اور کثرت سے دلیل فراہم نہیں ہو سکتی۔

ایمان ابو طالب کے متعلق علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں (۱)، فتونی نے ضیاء العالمین میں اور اہلسنت کے علماء میں برزنجی نے کتاب لکھی ہے جس کا خلاصہ سید احمد زینی دحلان نے کیا ہے۔

ان کے علاوہ جن علماء نے اس موضوع پر کتابیں لکھی ہیں، ان کے نام ہیں:

سعد بن عبد اللہ ابوالقاسم اشعری: ان کی کتاب فضیلت ابو طالب و عبد المطلب و عبد اللہ سے متعلق

ہے۔ (۲)

ابو علی کوئی: ان کی کتاب ایمان ابو طالب ہے۔ (۳)

ابو محمد بہل بن احمد دیلمی: ان کی کتاب ایمان ابو طالب ہے۔ (۴)

ابو قسیم علی بن حمزہ بصری: ان کی کتاب ایمان ابو طالب ہے۔ (۵)

ابو سعید محمد بن احمد بن حسین خزاعی: ان کی کتاب کا نام ہے منی الطالب فی ایمان ابی طالب۔ (۶)

ابو الحسن علی بن بلال مہلبی: الایمان عن خیرۃ الرحمن۔ (۷)

احمد بن قاسم نے بھی ایمان ابو طالب پر کتاب لکھی ہے۔ (۸)

ابو الحسن احمد بن طرخان کندی: ان کی کتاب ایمان ابو طالب ہے۔ (۹)

۱۔ بحار الانوار ج ۹، ص ۳۳-۱۹ (ج ۳۵، ص ۱۳۱-۷۴)

۲۔ رجال نجاشی (ص ۱۲۶) (ص ۷۷-۷۸ نمبر ۴۶)

۳۔ رجال نجاشی، ص ۷۰ (ص ۹۵ نمبر ۲۳۶) فہرست طوسی، ص ۲۹

۴۔ رجال نجاشی، ص ۱۳۳ (ص ۱۸۶ نمبر ۴۹۳)۔

۵۔ الصلیب (ج ۴، ص ۱۱۹-۱۱۵ نمبر ۶۸۵) ۶۔ فہرست منتخب الدین، ص ۱۰ (ص ۱۵۸)

۷۔ فہرست طوسی، ص ۹۶، رجال نجاشی، ص ۱۸۸ (ص ۲۶۵ نمبر ۲۹۰)

۸۔ رجال نجاشی، ص ۶۹ (ص ۹۵ نمبر ۲۳۴) ۹۔ رجال نجاشی، ص ۶۳ (ص ۸۷ نمبر ۲۱۰)

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے بھی ایمان ابوطالب نامی کتاب لکھی ہے۔ (۱)

ابوعلیٰ فخری الحجة علی الذہب الی تکفیر ابی طالب ہے۔

احمد بن طاووس کی کتاب ایمان ابوطالب ہے۔ (۲)

سید حسین طباطبائی کی منیۃ الطالب فی ایمان ابی طالب ہے۔

مفتی محمد عباس شوشتری ہندی کی کتاب ”بغیۃ الطالب فی ایمان ابی طالب ہے۔

شیخ محمد علی بن میرزا جعفر علی فصیح ہندی ”القول الواجب فی ایمان ابی طالب“۔

میرزا حسن بن میرزا محمد تمیزی

سید محمد بن آل شرف الدین عالمی ”شیخ الاطیع او ابوطالب“۔

شیخ میرزا نجم الدین بن مرزا محمد طہرانی ”الشہاب الثاقب لرحم مکفر ابی طالب“۔

شیخ جعفر بن محمد نقدی؛ مواہب الواہب الواہب فی فضائل ابی طالب

ان کے علاوہ بے شمار افراد نے ایمان ابوطالب اور ان کے کارناموں پر نظمیں کہیں ہیں، چند کے

نام یہ ہیں:

سید ابو محمد عبد اللہ بن حمزہ حسنی زبدلی، شیخ اور دبادی، سید علی خان شیرازی، محمد تقی صادق عالمی، میرزا

عبد الہادی شیرازی، سید علی نقی لکھنوی، شیخ محمد سماوی، شیخ جعفر بن حامی محمد نقوی۔

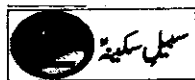
۱۔ فہرست نجاشی، ص ۲۸۴ (ص ۳۹۹ نمبر ۱۰۶)

۲۔ بناء المقالة الطولية لعرض الرسالة العثمانية



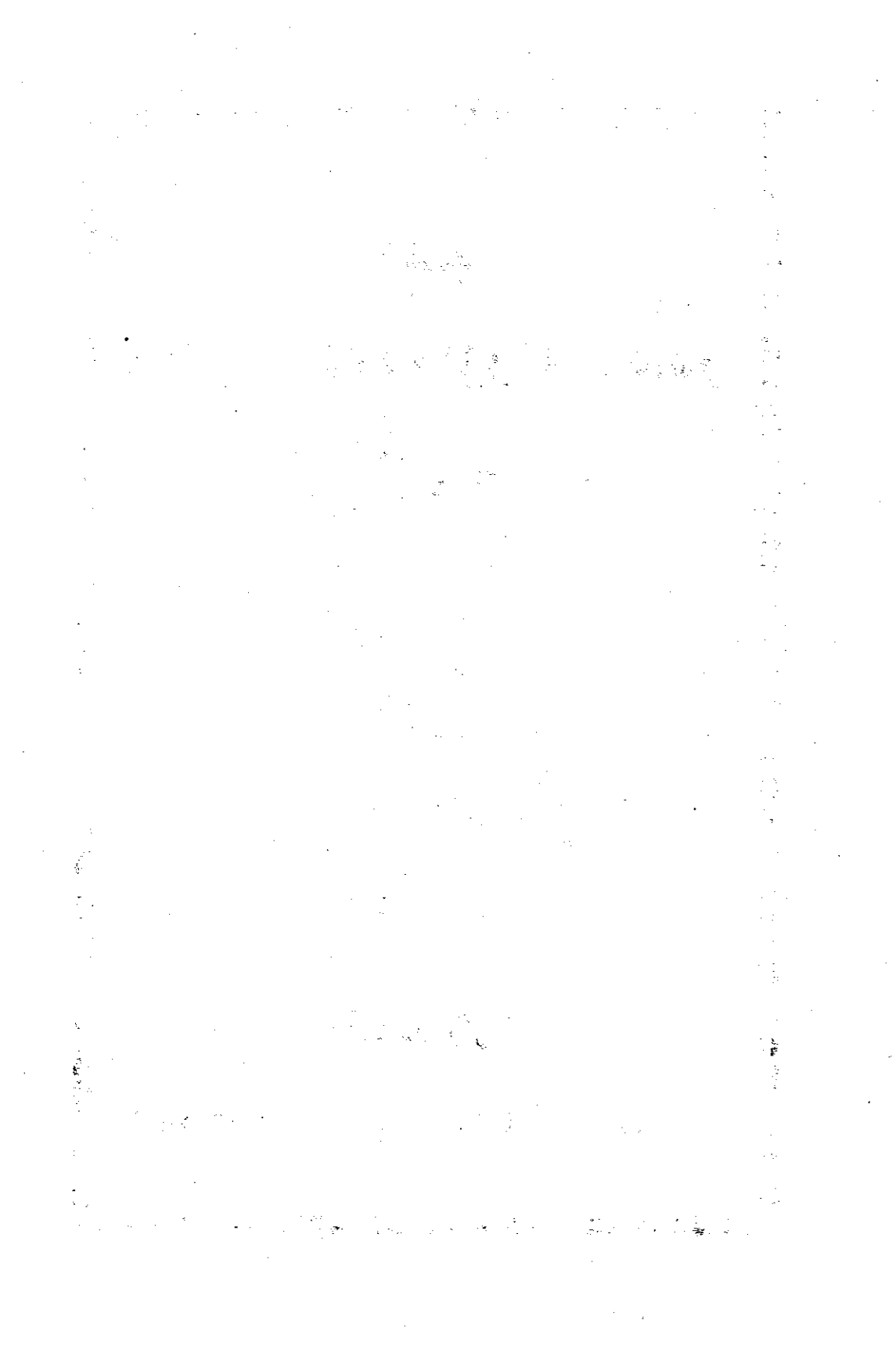
غدير
قرآن، حدیث اور ادب میں
آٹھویں جلد

تألیف:
حضرت علامہ عبدالحسین الایمنی النجفی



ترجمہ و تلخیص:

ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی "شعور گو پال پوری"



قال الرضا : حدثني ابي ، عن ابيه ، قال :
ان يوم الغدير في السماء اشهر منه في الارض
امام رضا عليه السلام نے فرمایا:
مجھ سے میرے والد نے اپنے والد (امام صادق) کے حوالے سے
نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:
روز غدیر، زمین سے زیادہ آسمان میں مشہور ہے۔
(مصباح المتعجد ص ۷۳۷)

فہرست مطالب

۲۶۵.....	ایمان ابو طالب، قرآن مجید کی روشنی میں
۲۶۵.....	وہ آیتیں جنہیں اہل سنت عدم ایمان ابو طالب کے سلسلے میں پیش کرتے ہیں
۲۶۵.....	پہلی آیت
۲۶۸.....	دوسری آیت
۲۶۹.....	تیسری آیت
۲۷۳.....	حدیث صحیح
۲۷۷.....	فضائل ابو بکر کا بقیہ
۲۷۷.....	خلیفہ کو گالی دینے والے کو فرشتے کا جواب
۲۸۵.....	ابو بکر اور غار کی رات
۲۸۸.....	ابو بکر نے رسول خدا کو کبھی اندوہ کبھیں نہ کیا
۲۸۸.....	ابو بکر کی شان میں نازل آیات
۲۹۲.....	فضائل عمر میں غلو
۲۹۵.....	۱۔ علم عمر کے متعلق اقوال
۲۹۶.....	۲۔ عمر سب سے بڑے قاری اور فقیہ
۲۹۸.....	۳۔ شیطان عمر کے ڈر سے بھاگتا ہے
۳۰۲.....	۴۔ عمر کی چار کرامتیں

- ۳۰۶..... ۵۔ عمر امیر المومنین بن گئے
- ۳۰۸..... ۶۔ عمر باطل کو پسند نہیں کرتے
- ۳۱۰..... ۷۔ فرشتے عمر سے بات کرتے ہیں
- ۳۱۰..... ۸۔ عمر کے کفن میں قرطاس
- ۳۱۱..... ۹۔ قلب وزبان عمر
- ۳۱۲..... ۱۰۔ علم عمر کے متعلق خواب رسول
- ۳۱۳..... ۱۱۔ عمر سے شیطان کا فرار
- ۳۱۵..... فضائل عثمان کے لاف و گزاف
- ۳۱۵..... ۱۔ چھ ماہ کا بچہ پیدا کرنے والی کے متعلق فیصلہ
- ۳۱۶..... ۲۔ عثمان سفر میں قصر نماز نہیں پڑھتے تھے
- ۳۱۹..... بزرگوں کا دین وقتی سیاست تھا
- ۳۲۱..... ۳۔ خلیفہ نے حدود معطل کئے
- ۳۲۳..... ۴۔ خلیفہ کے حکم سے تیسری اذان
- ۳۲۵..... ۵۔ خلیفہ نے مسجد الحرام کی توسیع کی
- ۳۲۵..... ۶۔ حجۃ الحج کے متعلق خلیفہ کا رائے
- ۳۲۶..... ۷۔ خلیفہ نے قصاص معطل کئے
- ۳۲۹..... ۸۔ جنابت کے متعلق خلیفہ کی رائے
- ۳۳۱..... ۹۔ خلیفہ نے حدیث نبی چھپائی
- ۳۳۲..... ۱۰۔ گھوڑوں کی زکوٰۃ کے متعلق خلیفہ کی رائے
- ۳۳۲..... ۱۱۔ خلیفہ نے عیدین میں نماز سے قبل خطبہ دیا
- ۳۳۳..... ۱۲۔ قصاص ودیت کے بارے میں خلیفہ کی رائے

- ۳۳۶..... ۱۳۔ قرأت کے بارے میں خلیفہ کی رائے
- ۳۳۷..... ۱۴۔ نماز مسافر کے متعلق خلیفہ کی رائے
- ۳۳۸..... ۱۵۔ صید حرم کے متعلق خلیفہ کی رائے
- ۳۳۹..... ۱۶۔ نزاع کا فیصلہ علی سے کرایا
- ۳۴۱..... ۱۷۔ عدہ مختلفہ کے متعلق خلیفہ کی رائے
- ۳۴۱..... تبرہ علامہ امینی، قرآن وحدیث کی روشنی میں
- ۳۴۲..... ۱۸۔ گشدہ شوہر کے متعلق خلیفہ کی رائے
- ۳۴۳..... ۱۹۔ خلیفہ نے ابی سے مسئلہ پوچھا
- ۳۴۴..... ۲۰۔ خلیفہ نے ایک عورت سے مسئلہ پوچھا
- ۳۴۵..... ۲۱۔ قبل میقات احرام کے متعلق خلیفہ کی رائے
- ۳۴۶..... ۲۲۔ اگر علی نہ ہوتے تو عثمان ہلاک ہو جاتے
- ۳۴۷..... ۲۳۔ دو سگی بہنوں کا کنیزی میں ایک ساتھ اپنی ملکیت میں رکھنے کے متعلق خلیفہ کی رائے
- ۳۴۹..... ۲۴۔ دو بھائیوں کا ماں ٹکٹ کے حصے کے متعلق خلیفہ کی رائے
- ۳۴۹..... ۲۵۔ معترف زنا کے متعلق خلیفہ کا فتویٰ
- ۳۵۰..... ۲۶۔ خلیفہ نے صدقات رسول خریدے
- ۳۱۵..... ۲۷۔ خلیفہ شب وفات ام کلثوم
- ۳۵۳..... ۲۸۔ خلیفہ نے قوی چراگا ہیں اپنے خاندان کے لئے مخصوص کئے
- ۳۵۴..... ۲۹۔ خلیفہ نے فدک کو مروان کی جاگیر بنا دیا
- ۳۵۵..... ۳۰۔ اموال و صدقات کے متعلق خلیفہ کی رائے
- ۳۵۵..... ۳۱۔ حکم بن عاص پر عتابیات خلیفہ
- ۳۵۷..... ۳۲۔ مروان کو بخشش وعطا



- ۳۳۔ حارث بن حکم کو بذل و بخشش
۳۴۔ سعید بن نہال ہو گئے
۳۵۔ ولید بن عقبہ بھی نہال ہو گئے
۳۶۔ بیت المال سے عبد اللہ کو بخشش
۳۷۔ ابوسفیان کو عطیہ
۳۸۔ غنائم آفریقہ کی بخشش
۳۹۔ برکت خلیفہ سے بھرے ہوئے خزانے
۴۰۔ خلیفہ اور شجرہ ملعونہ
۴۱۔ خلیفہ نے ابوذر کو ربڑہ جلا وطن کیا
علمی حیثیت
صد اقت وزہد
حدیث فضیلت
رسول اعظم کا ابوذر سے عہد
یہ ابوذر ہیں
تاریخ کی بحرمانہ روش
دولت کے متعلق ابوذر کا نظریہ
ابوذر اور اشتراکیت
ستائش ابوذر پر ایک نظر
جامعہ الازہر کی مجلس فتویٰ پر ایک نظر
اسلام میں کیونکر نہیں ہے
آخری بات
- ۳۵۸.....
۳۵۸.....
۳۵۸.....
۳۵۹.....
۳۶۰.....
۳۶۱.....
۳۶۲.....
۳۶۵.....
۳۶۷.....
۳۷۵.....
۳۷۶.....
۳۷۸.....
۳۷۹.....
۳۸۱.....
۳۸۲.....
۳۸۵.....
۳۸۷.....
۳۸۸.....
۳۸۸.....
۳۸۹.....
۳۹۲.....

ایمان ابوطالب، قرآن مجید کی روشنی میں

وہ آیتیں جنہیں اہل سنت عدم ایمان ابوطالب کے سلسلے میں پیش کرتے ہیں:

قوم نابکار نے فرزند ارجمند کو دشنام طرازی اور اتہام پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کے والد بزرگوار، نحل اسلام اور دین اسلام کے مددگار کے متعلق افسانہ طرازی کے ڈھیر لگا دیے۔ اسی پر بس نہیں کیا بلکہ آیات کی تحریف تک ان کا دست ظلم پہنچ گیا چنانچہ انہوں نے مفہوم بیان کرنے کی ایسی ریزہ ماری کہ تضاد واضح طور پر محسوس ہوتا۔ اس سلسلے میں تین آیات پیش کی گئی ہیں:

پہلی آیت:

﴿وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْأَوْنَ عَنْهُ وَأَنْ يُهْلَكُونَ أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ﴾ (۱)

ترجمہ:

”وہ اس امر حق کو قبول کرنے سے لوگوں کو روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور بھاگتے ہیں، اس سے دراصل وہ خود اپنی جانی کا سامان کر رہے ہیں مگر انہیں اس کا شعور نہیں۔“

طبری وغیرہ نے سفیان ثوری اور حبیب ابن ابی ثابت سے ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت جناب ابوطالب کے لئے نازل ہوئی ہے جو رسول خدا ﷺ کو اذیت دینے سے لوگوں کو روکتے تھے لیکن

خود اسلام میں داخل ہونے سے دور بھاگتے تھے۔ (۱)

قرطبی کہتے ہیں کہ یہ آیت تمام کفار کے لئے نازل ہوئی ہے جو اتباع رسول سے لوگوں کو روکتے تھے اور خود اسلام سے دور بھاگتے تھے۔ یہ روایت حسن اور ابن عباس سے مروی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت خاص ابوطالب کے لئے نازل ہوئی ہے جو اذیت رسول سے لوگوں کو منع کرتے تھے لیکن خود ایمان سے دور بھاگتے تھے، یہ روایت بھی ابن عباس عی سے مروی ہے۔ ارباب سیر نے لکھا ہے کہ ایک دن رسول خدا ﷺ کعبہ میں نماز پڑھنے کی غرض سے گئے جب نماز پڑھنے لگے تو ابو جہل ملعون نے کہا: کون ان کی نماز خراب کرے گا؟ یہ سن کر ابن زہری آمادہ ہو گیا، اس نے خون سے بھری اوجھڑی رسول کے چہرے اور بدن پر مل دی۔ رسول خدا ﷺ اسی حالت میں ابوطالب کے پاس آئے اور کہا: چچا جان! آپ دیکھ رہے ہیں کہ میرے ساتھ کیا سلوک کیا گیا ہے؟ ابوطالب نے پوچھا: کس نے یہ حرکت کی ہے؟ رسول نے کہا: ابن زہری نے۔ یہ سن کر ابوطالب نگلی تلوار لئے ہوئے رسول کے ساتھ چلے، ابوطالب کو دیکھ کر قریش نے متفرق ہونا چاہا۔ ابوطالب نے کہا: بخدا! کوئی بھی اپنی جگہ سے ہٹا تو اس کی گردن اڑا دوں گا۔ پوچھا: کس نے یہ حرکت کی ہے؟ رسول اکرم ﷺ نے کہا: ابن زہری نے۔ ابوطالب نے خون کی اوجھڑی اس کے چہرے، بدن اور لباس پر مل دی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی ہے: ﴿وہم ینھون عنہ و ینانون عنہ...﴾ رسول خدا ﷺ نے ابوطالب سے کہا: چچا جان! آپ کیلئے یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ پوچھا: وہ کیا۔ فرمایا کہ آپ قریش کو میری اذیت سے روک رہے ہیں اور خود اسلام قبول نہیں کرتے۔ اس وقت ابوطالب نے یہ شعر پڑھا:

و اللہ لن یصلوا الیک بجمعہم حتی اوسد فی العراب دفینا (۲)

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۰۵ (ج ۱ ص ۱۲۳)؛ تفسیر طبری ج ۷ ص ۱۱۰ (مجلد ۷ ج ۷ ص ۱۷۳)؛ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۲۷؛ تفسیر کشاف ج ۱ ص ۳۳۸ (ج ۲ ص ۱۴)؛ تفسیر ابن جریر ج ۲ ص ۶؛ تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۰
۲۔ خزائن الادب ج ۱ ص ۲۶۱ (ج ۲ ص ۷۶)؛ البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۳۲ (ج ۳ ص ۵۶)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۰۶ (ج ۱ ص ۵۵)؛ تاریخ ابوالفداء ج ۱ ص ۱۲۰؛ فتح الباری ج ۷ ص ۱۵۳، ۱۵۵ (ج ۷ ص ۱۹۶، ۱۹۷)؛ الاصابہ ج ۱ ص ۱۱۶؛ المواعظ الدینیہ ج ۱ ص ۶۱؛ التیسرۃ الخلیفہ ج ۱ ص ۳۰۵ (ج ۱ ص ۲۸۷)؛ دیوان ابوطالب ص ۱۲ (۳۶)۔

لوگوں نے پوچھا: خدا کے رسول! کیا حمایت ابو طالب انہیں مفید ہوگی؟ فرمایا: ہاں! انہیں زنجیر نہیں پہنائی جائے گی، وہ شیاطین کے ساتھ نہیں رہیں گے، سانپ بچھو سے محفوظ رہیں گے، عذاب صرف ان کی جوتیوں میں ہوگا، جس سے ان کا دماغ پھٹک جائے گا اور یہ جہنم کا آسان ترین عذاب ہے۔ (۱)

علامہ ابنی فرماتے ہیں کہ اس آیت کا ابو طالب کے لئے چند وجوہوں سے ہونا باطل ہے:

- ۱۔ جس نے حبیب بن ثابت اور ابن عباس سے روایت کی ہے، درمیان میں وہ مجہول ہے۔
- ۲۔ اکیلے حبیب سے یہ روایت ہے جو مہمل آدمی تھا ابن حبان (۲) کہتے ہیں کہ تدلیس کرتا تھا۔
- عقلمندی (۳) کہتے ہیں کہ اس کی حدیث ناقابل قبول ہے۔ یہی بات قطان، عطاء، ابو داؤد اور ابن خزیمہ کہتے ہیں کہ وہ جھوٹوں سے روایت لیتا تھا۔ (۴)

۳۔ اس سند کے برخلاف ایک دوسری روایت ہے جسے طبری، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ نے بطریق علی بن طلحہ روایت کی ہے کہ اس سے مراد مشرکین مکہ ہیں جو محمد پر ایمان لانے سے لوگوں کو روکتے تھے اور خود بھی بد کہتے تھے۔ اسی طرح دوسرے محدثین نے ابن زید سے روایت کی ہے اس میں بھی مراد یہی مشرکین مکہ ہیں۔ اس میں ابو طالب کا کہیں ذکر نہیں، ہر شخص جانتا ہے کہ سردار بطحا حضرت ابو طالب تو دشمنوں سے رسول کو بچاتے تھے، انہوں نے ان کی نصرت کی اور پناہ دی۔ (۵) نیز یہ آیت وفات ابو طالب کے بعد نازل ہوئی ہے۔ (۶)

۱۔ تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۴۰۶ (ج ۶ ص ۲۶۱)

۲۔ اشعۃ (ج ۳ ص ۱۳۷)

۳۔ الضعفاء الکبیر (ج ۱ ص ۲۶۳ نمبر ۳۲۲)

۴۔ تہذیب الحدیث ج ۲ ص ۱۷۹ (ج ۲ ص ۱۵۶): میزان الاحوال ج ۱ ص ۳۹۶ (ج ۲ ص ۱۶۹ نمبر ۳۳۲۲)

۵۔ تفسیر طبری ج ۷ ص ۱۰۹ (ج ۷ ص ۱۷۲): درمنثور ج ۳ ص ۹۸ (ج ۳ ص ۲۶۱، ۲۶۰): تفسیر آلوسی ج ۷ ص ۱۲۶

۶۔ التعمیم الکبیر ج ۱۲ ص ۱۶۶ حدیث ۱۲۹۳۰: تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۳۸۲، ۳۸۳ (ج ۶ ص ۲۳۶): تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۲۲: درمنثور

ج ۳ ص ۲ (ج ۳ ص ۲۳۵): تفسیر شوکانی ج ۳ ص ۹۱

۴۔ سابق آیت بھی یہی ہے کہ اس سے مراد مشرکین مکہ ہوں، سابق آیت یوں ہے: ”ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو کان لگا کر تمہاری بات سنتے ہیں مگر حال یہ ہے کہ ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں جن کی وجہ سے وہ اس کو کچھ نہیں سمجھتے اور انکے کانوں میں گرانی ڈال دی ہے وہ کوئی بھی نشانی دیکھ لیں اس پر ایمان نہ لائیں گے۔ حد یہ ہے کہ جب وہ تمہارے پاس آکر جھکڑتے ہیں تو ان میں سے جن لوگوں نے انکار کا فیصلہ کر لیا ہے وہ یہی کہتے ہیں کہ یہ ایک داستان پارینہ کے سوا کچھ نہیں، وہ اس امر حق کو قبول کرنے سے لوگوں کو روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور بھاگتے ہیں۔“

اس میں واضح طور سے کہا گیا ہے کہ کفار مکہ آکر رسول خداؐ سے جھکڑتے ہیں، قرآن کو داستان پارینہ کہتے ہیں، وہی لوگوں کو روکتے اور خود دور بھاگتے ہیں۔ اس میں ابوطالب کی بات کہاں سے آگئی کیا انہوں نے بھی کبھی رسولؐ سے جھکڑا کیا، وہ تو کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! محمدؐ کو کوئی بھی اسی وقت ہاتھ لگا سکتا ہے جب ہم مٹی میں دفن کر دیئے جائیں۔

ایک دوسرے شعر میں کہا ہے کہ کیا تم نہیں جانتے کہ ہم نے محمدؐ کو اسی طرح نبی پایا جیسا کہ موسیٰ کا تذکرہ قدیمی کتب میں ہے، اس کے بعد جن مفسرین نے اس آیت کو ابوطالب سے چپکایا ہے وہ قطعی مہمل ہو کر رہ جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ طبری، رازی، ابن کثیر، زہری اور نسفی نے واضح نشاندہی کی ہے کہ اس سے مراد کفار مکہ ہیں۔ (۱) کاش ہمیں معلوم ہو سکتا کہ قرطبی نے یہ قول کہاں سے لیا ہے کہ اس سے ابوطالب مراد ہیں، اگر ہمیں مدرک معلوم ہوتا تو اس کا پوسٹ مارٹم کرتے۔

دوسری آیت

﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا ﴾ (۲)

۱۔ تفسیر طبری ج ۷ ص ۱۰۹ (جلد ۵ ج ۷ ص ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶)؛ تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۸ (ج ۱۲ ص ۱۸۹)؛ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۲۷؛ تفسیر نسفی مطبوعہ مدینہ تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۰ (ج ۲ ص ۸)؛ تفسیر کشاف ج ۱ ص ۳۳۸

ترجمہ:

”مومنین کے لئے یہ مناسب نہیں کہ یہ واضح ہونے کے بعد کہ وہ جہنمی ہیں ان کے لئے مغفرت کی دعائیں کریں اگرچہ وہ مشرکین ان کے قرابت داری کیوں نہ ہوں۔“

تیسری آیت

﴿انک و لاتھدی من احببت﴾ (۱)

”بے شک جسے تم چاہو اس کی ہدایت نہیں کر سکتے مگر ہاں جسے خدا چاہتا ہے اس کی ہدایت کرتا ہے

اور وہی ہدایت یافتہ لوگوں سے خوب واقف ہے۔“

صحیح بخاری کتاب التفسیر میں ہے کہ سعید بن مسیب نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت آیا تو رسول خدا ﷺ ان کے پاس گئے، دیکھا تو وہاں ابو جہل اور ابن امیہ بھی بیٹھے ہیں۔ آپ نے فرمایا: چچا جان! لا الہ الا اللہ پڑھ دیجئے تاکہ میں اللہ کی بارگاہ میں آپ کی سفارش کر سکوں۔ پس ابو جہل اور ابن امیہ کہنے لگے: کیا آپ دین عبدالمطلب سے پھر جائیں گے؟ رسول خداؐ برابر اپنی بات دہراتے رہے، یہاں تک کہ ابو طالب نے آخری کلام یہی کہا: میں دین عبدالمطلب پر ہوں!!! اور کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ راوی کا بیان ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں برابر آپ کے لئے استغفار کرتا رہوں گا جب تک مجھے آپ سے روک نہ دیا جائے پس خدا نے یہ آیت نازل فرمائی: ”نبی اور مسلمانوں کیلئے یہ مناسب نہیں کہ مشرکوں کے لئے دعائے مغفرت کریں۔“ اور ابو طالب کے لئے حکم نازل کرتے ہوئے رسول سے فرمایا: ”بے شک ایسا نہیں ہے کہ تم اپنی جانب سے

جسے چاہو ہدایت کر دو ہاں خدا جسے چاہے ہدایت فرماتا ہے۔“ (۲)

تفسیر طبری اور صحیح مسلم نے بھی اسی لقمہ کو چبایا ہے۔ (۳)

اس روایت پر کئی طرح سے روشنی ڈالنی چاہئے:

۱۔ اس روایت کا تہاراوی سعید ہے جو دشمن علی ہے، اس لئے اس کی یا اس کی ذریت کی بات ناقابل اعتنا ہے کیونکہ اس کا مزید ارتقاء مذمت علی تھا۔ شرح ابن ابی الحدید میں ہے کہ سعید مخرف علی تھا، عمر بن علی سے اس کی تلخ کلامی بھی ہوئی۔ (۱) ابوداؤد کہتے ہیں کہ میں سعید بن میتب کے پاس بیٹھا تھا، اتنے میں ادھر سے عمر بن علی کا گذر ہوا، سعید نے کہا: بھتیجے! تم اپنے بھائیوں کی طرح مسجد رسول میں زیادہ نہیں آتے؟ عمر نے کہا: میتب کے بیٹے! میں جب بھی مسجد میں آتا ہوں تم پر نظر پڑ جاتی ہے۔ سعید نے کہا: تم تو غصہ ہو گئے، میں نے تمہارے باپ سے سنا ہے کہ خدا نے میرا مرتبہ میرے خاندان میں سب سے بلند تر قرار دیا ہے۔ عمر نے کہا: میں نے بھی والد ماجد سے سنا ہے کہ قلب منافق میں کوئی بھی بات ہوگی اس کے جیتے جی منہ سے نکل ہی آئے گی۔ سعید نے کہا: بھتیجے! تم مجھے منافق سمجھتے ہو؟ فرمایا: میں جو کہہ رہا ہوں ایسا ہی ہے۔ یہ کہہ کر واپس چلے گئے۔

واقعی کا بیان ہے کہ سعید نے امام سید سجاد کی نماز جنازہ نہیں پڑھی، جب اس سے کہا گیا کہ تم نے مرد صالح کی نماز نہیں پڑھی۔ کہا: ”مجھے دور کھٹ نماز مسجد میں پڑھنا زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ میں اس مرد صالح کی نماز جنازہ پڑھوں“۔ ابن حزم نے اگلی میں اس کی دینی حالت پر کافی روشنی ڈالی ہے۔ (۲) قتادہ نے سعید سے پوچھا: کیا میں حجاج کے پیچھے نماز پڑھوں۔ جواب دیا: میں تو اس سے بدتر شخص کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں۔

۲۔ روایت بخاری سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت وفات ابوطالب کے وقت نازل ہوئی ہے جب کہ دونوں آیتیں بعد کی ہیں۔ دوسری آیت کی ہے اور پہلی مدنی ہے، بعد فتح مکہ۔ (۳) دونوں کے درمیان وفات ابوطالب کے دس سال کا فاصلہ ہے۔

۲۔ اگلی ج ۳ ص ۲۱۴

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۳۷۰ (ج ۳ ص ۱۱۰۱ ص ۵۶)

۳۔ صحیح بخاری ج ۷ ص ۶۷ (ج ۳ ص ۱۶۸۱ حدیث ۳۳۲۹): تفسیر کشاف ج ۲ ص ۳۹ (ج ۲ ص ۳۱۵): تفسیر قرطبی ج ۸ ص ۲۷۲ (ج ۸ ص ۱۷۳) (ج ۸ ص ۱۷۳) (ج ۸ ص ۱۷۳): فتح القدیر شکانی ج ۳ ص ۳۱۶ (ج ۲ ص ۳۳۱): المصنف ابن ابی شیبہ (ج ۱۰ ص ۵۴۰ حدیث ۱۶۶۲): سنن نسائی (ج ۶ ص ۳۵۳ حدیث ۱۱۲۱۲)

۳۔ آیت استغفار تووقات ابوطالبؑ کے لگ بھگ آٹھ سال بعد نازل ہوئی ہے، کیا اس درمیان رسول خدا ﷺ مسلسل ابوطالبؑ کے لئے استغفار کرتے رہے؟ خود آپؐ نے کہا تھا کہ خدا کی قسم! جب تک مجھے روکا نہ جائے میں آپؐ کے لئے استغفار کرتا رہوں گا۔ بہت سی آیات میں خدا نے مومنوں اور رسول خدا ﷺ کو اپنے منافق اور کافر بزرگوں کے استغفار سے روکا ہے یہ تمام آیات مدینہ میں نازل ہوئی ہیں۔ (۱)

۴۔ اس کے علاوہ بھی ابوطالبؑ سے متعلق روایت استغفار اور نزول آیہ استغفار کے سبب میں تضاد ہے۔ (۲) بعض کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ قبر والدہ پر روئے اور کہا کہ میں نے خدا سے استغفار کی درخواست کی، خدا نے منع کیا۔ (۳) بعض میں ہے کہ بعض اصحاب نبیؐ نے اپنے والدین کے استغفار کی رسول خدا ﷺ سے اجازت مانگی تو نبیؐ وارد ہوئی۔ (۴) بعض کہتے ہیں کہ یہاں استغفار کا مطلب نماز میت ہے۔ (۵)

۱۔ الاقان ج ۱ ص ۱۷ (ج ۱ ص ۲۷)؛ المعجم الکبیر (ج ۱ ص ۱۵۴ حدیث ۳۶۰)؛ المصدر رک علی الصحیحین (ج ۳ ص ۲۹۶ حدیث ۵۱۵۲)؛ حلیۃ الاولیاء (ج ۱ ص ۱۰۱ نمبر ۱۰) سنن بیہقی (ج ۹ ص ۲۷) تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۲۹؛ تفسیر فتح لائق یرشوکانی ج ۵ ص ۱۸۹ (ج ۵ ص ۱۹۴)؛ تفسیر آلوسی ج ۲ ص ۳۷؛ السیرۃ الحلیہ (ج ۲ ص ۲۱۶)
۲۔ مسند ابی داؤد طیالسی (ص ۲۰ حدیث ۱۳۱)؛ المسند ابن ابی شیبہ (ج ۱ ص ۵۲۲ حدیث ۱۰۱۹۰)؛ مسند احمد (ج ۱ ص ۲۱۰ حدیث ۱۰۸۸)؛ سنن ترمذی (ج ۵ ص ۲۶۲ حدیث ۳۱۰۱)؛ سنن نسائی (ج ۱ ص ۶۵۵ حدیث ۲۱۶۳)؛ اسی الطالب زعمی دطلان ص ۱۸ (ص ۴۵)

۳۔ صحیح مسلم (ج ۲ ص ۳۶۵ حدیث ۱۰۶)؛ مسند احمد (ج ۳ ص ۱۸۶ حدیث ۹۳۹۵)؛ سنن ابی داؤد (ج ۳ ص ۲۱۸ حدیث ۳۲۳۳)؛ سنن نسائی (ج ۱ ص ۶۵۴ حدیث ۲۱۶۱)؛ سنن ابن ماجہ (ج ۱ ص ۵۰۱ حدیث ۱۵۷۲)؛ ارشاد الساری فی شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۵۱ (ج ۱ ص ۳۱۴ حدیث ۳۶۷۵)؛ المصدر رک علی الصحیحین (ج ۲ ص ۳۶۶ حدیث ۳۲۹۲)؛ دلائل النبوة بیہقی (ج ۱ ص ۱۸۹)؛ المعجم الکبیر ج ۱ ص ۱۱۳ (جلد ۷ ج ۱ ص ۴۲)؛ تفسیر طبری ج ۱ ص ۳۱ (جلد ۷ ج ۱ ص ۴۲)؛ ارشاد الساری ج ۷ ص ۲۷۰؛ درمنثور ج ۳ ص ۲۸۳ (ج ۲ ص ۳۰۲)؛ تفسیر کشاف ج ۲ ص ۴۹ (ج ۲ ص ۳۱۵)

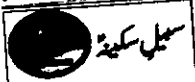
۴۔ تفسیر طبری ج ۱ ص ۳۱ (جلد ۷ ج ۱ ص ۴۲)؛ درمنثور ج ۳ ص ۲۸۳ (ج ۲ ص ۳۰۲)

۵۔ تفسیر طبری ج ۱ ص ۳۳ (جلد ۷ ص ۴۴)

۵۔ نزول آیہ استغفار کے متعلق روایت بخاری سے معلوم ہوتا ہے کہ وفات ابوطالب کے وقت رسول اکرم ﷺ نے استغفار کرنا چاہا تو منع کیا گیا لیکن اس کی متضاد روایت ابن سعد وابن عساکر کی ہے کہ جب وفات ابوطالب کی خبر رسول خدا ﷺ کو ہوئی تو آپ روئے اور انہیں غسل و کفن دینے کا حکم دیا..... (۱)

لیکن تمام امت کا اتفاق ہے کہ یہ آیہ سورہ برأت فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی جب رسول خدا ﷺ نے ابو بکر کو آیات دے کر مشرکین کو سنانے بھیجا تھا پھر حضرت علیؓ کو روانہ کیا اور انہیں معزول کیا۔ (۲) بعض روایات میں ہے کہ یہ آیت غزوہ تبوک کے بعد نازل ہوئی۔

۶۔ سیاق آیت استغفار نفی میں واقع ہوا ہے، نفی میں نہیں۔ اس صورتحال میں اس کا ثبوت فراہم نہیں کیا جاسکتا کہ رسول خدا ﷺ نے استغفار فرمایا تو انہیں منع کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ابوطالب کو مومن سمجھ کر استغفار فرمایا۔



۷۔ اگر ہم مان بھی لیں کہ روایت بخاری درست ہے اور ایمان ابوطالب کے تمام شواہد سے صرف نظر کر لیں تب بھی یہ کیسے مان لیا جائے کہ ابوطالب کا فرمے، وہ تو کہہ رہے ہیں کہ میں دین عبدالمطلب پر ہوں اور ہم کئی موقعوں پر ثابت کر چکے ہیں کہ وہ موحد اور دین ابراہیم پر تھے۔ (۳)

۸۔ ایک نظر دوسری آیت ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدٰی مَنْ اَحْبَبْتَ﴾ پر بھی خاص طور سے ڈال لیں، جس

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۰۵ (ج ۱ ص ۱۲۳) درمنثور ج ۳ ص ۲۸۲ (ج ۳ ص ۳۰۱) مختصر تاریخ ابن مساکر (ج ۲ ص ۳۲۹)

۲۔ زاد المکرم (ص ۳۵۳ حدیث ۱۳۶) درمنثور ج ۳ ص ۲۰۹ (ج ۳ ص ۱۱۹) کنز العمال ج ۱ ص ۲۳۷ (ج ۲ ص ۳۲۲) حدیث ۴۴۰۰ (فتح القدیر شوکانی ج ۲ ص ۳۱۹ (ج ۲ ص ۳۳۲) ریاض النضرہ ج ۲ ص ۱۴۷ (ج ۳ ص ۱۱۹) ذخائر العقبیٰ ص ۶۹ البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۳۸، ج ۷ ص ۳۵۷ (ج ۵ ص ۴۳، ج ۷ ص ۳۹۴) تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۳۲، مناقب خوارزمی ص ۹۹ (ص ۱۶۵ حدیث ۱۹۶) فرائد المصطفیٰ (ج ۱ ص ۶۱ باب ۸) عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۸ ص ۶۳۷ (ج ۱ ص ۲۶۰) شرح المواہب زرقانی ج ۳ ص ۹۱، تفسیر طبری ج ۱ ص ۴۶ (جلد ۶ ج ۱ ص ۶۴) تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۳۳، خصائص نسائی ص ۲، مسند احمد ج ۱ ص ۱۵۱ (ج ۱ ص ۲۳۳ حدیث ۱۲۹۹) مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۹

۳۔ لسان الملک مطبوعہ حاشیہ انفصل ج ۳ ص ۲۲۵، ۲۲۶ (ج ۲ ص ۳۹) سیوطی کی الدرر الجدیدہ ص ۱۵، مسالک الخفاف ص ۳۷۔

سے یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ یہ ابوطالبؑ کے کافر ہونے پر ثبوت ہے۔ اول تو یہ کہ یہ آیت مومنوں کے صفات بیان کرنے کے ذیل میں نازل ہوئی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل میں جو لوگ اسلام لے آئے وہ صرف رسول خدا ﷺ کی تبلیغ کی وجہ سے اسلام نہیں لائے بلکہ ان کا اسلام لانا خدا کی مشیت اور ارادے پر منحصر تھا اور کسی کو ہدایت دینا خاص خدا کا کام ہے۔ ﴿اتریدون امن تہتدی و من اصل...﴾ (۱) اس قسم کی آیات میں ہدایت و گمراہی کا استناد خدا کی طرف ہے۔

حدیث ضحیح

ابوطالبؑ سے عناد کی تمام تان حدیث ضحیح پر ٹوٹتی ہے، تمام تالیاں اسی پر بجائی جا رہی ہیں۔ آئیے اسکو بھی دیکھ لیں،، بخاری و مسلم بطریق سفیان ثوری، عبد الملک بن عمیر، عبد اللہ بن حارث کا بیان نقل کرتے ہیں کہ مجھ سے عباس بن عبد المطلب نے کہا، میں نے رسول خدا ﷺ سے پوچھا کہ ابوطالبؑ نے آپ کی پاسداری اپنے اوپر لازم کر لی تھی آپ کے لئے غضبناک بھی ہوئے کیا آپ نے ان کی کفایت کی، آپ نے ان کی کون سی ضرورت پوری کی؟

فرمایا: هو ضحیح من فار ”آگینیہ جہنم میں ہیں“ اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے آخری طبقے میں ہوتے اب وہ صرف ٹخنوں تک آگ میں ہیں اور اگر میں درمیان میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتے۔،، صحیح بخاری۔ اختر شاہجہاں پوری۔

دوسری روایت میں ہے کہ، میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ابوطالبؑ نے آپ کی حفاظت کی آپ کی مدد و نصرت کی، کیا اس کا انھیں کچھ فائدہ ہوا؟

فرمایا ہاں! میں نے انھیں جہنم میں پوری طرح ڈوبا ہوا پایا، جہنم میں ڈبکیاں کھاتے ہوئے پایا تو انھیں نکال کر ٹخنوں ٹخنوں آگ تک پہنچایا۔ حدیث لیث، ابن الہاد، عبد اللہ بن حناب، ابو سعید سے مروی ہے کہ رسول کو ابوطالبؑ کا ذکر کرتے سنا کہ شاید میری شفاعت قیامت کے دن انھیں نفع بخشنے، ابھی تو وہ

ٹخنوں تک آگ میں ہیں ٹخنوں سے آگ بھڑکتی ہے اور دماغ کو کھولاتی ہے۔
صحیح بخاری میں یزبان عبدالعزیز، یزید بن ہاد سے یہی روایت ہے جسمیں ہے کہ پوست مغز کھول جاتا ہے۔ (۱) علامہ امینی فرماتے ہیں:

سند روایت پر تبصرہ نہیں کرنا چاہتا۔ کیونکہ سفیان ثوری کے کذاب ہونے کا تذکرہ گذر چکا جو ضعیف روایتوں میں تدلیس کرتا تھا۔ (۲) عبدالملک کی عمر جیسے جیسے بڑھی اس کا حافظہ خراب ہوتا گیا۔ ابو حاتم کہتے تھے کہ وہ حافظہ نہیں اس کا حافظہ خراب ہو چکا ہے۔ (۳) ابن معین ابن خراس کا بھی یہی نظریہ ہے۔ (۴) عبدالعزیز کے متعلق احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ مہمل حدیث بیان کرتا ہے، مہملات کی بھرمار کرتا ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ اسکی حدیثوں سے احتجاج مناسب نہیں۔ (۵) ابوزرعه کہتے ہیں کہ برے حافظہ کا آدمی تھا۔ (۶)

پھر متن روایت بھی دیکھیے، شاید میری شفاعت قیامت میں نفع بخشے، اس لفظ ”شاید“ سے قیامت میں شفاعت کی امید کا تصور پیدا ہوتا ہے۔ اور آپ کا یہ ارشاد کہ ”جہنم میں ڈبکیاں لگا رہے تھے“ تو انھیں ٹخنوں ٹخنوں پہو نہ پایا۔ اور اس ارشاد سے قبل خود شفاعت کا ثبوت فراہم ہوتا ہے لیکن مجھے صرف یہاں ایک ہی بات کہنی ہے کہ رسول خداؐ نے شفاعت ابوطالب کا وقت وفات کلمہ اخلاص پر منحصر فرمایا ہے، آپ نے فرمایا:

- ۱۔ صحیح بخاری ج ۶ ص ۳۳، ۳۴ ج ۹ ص ۹۲ (ج ۳ ص ۱۴۰۸ حدیث ۳۶۷۰، ج ۳ ص ۱۴۰۹ حدیث ۳۶۷۱ ج ۵ ص ۲۲۹۳ حدیث ۵۸۵۵، ج ۵ ص ۲۳۰۱، ج ۹ ص ۲۳۰۱-۲۳۰۰ حدیث ۶۱۹۶) صحیح مسلم کتاب الایمان (ج ۱ ص ۲۴۷ حدیث ۳۵۷ طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۰۶ (ج ۱ ص ۱۲۴) مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۶، ۲۰۷ (ج ۱ ص ۳۳۹ حدیث ۱۷۶۶، ۱۷۷۱ حدیث ۳۳۰) بیون الاثر ج ۱ ص ۱۳۲ (ج ۱ ص ۱۷۲) البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۱۲۵ (ج ۳ ص ۱۵۳)
- ۲۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۹۶ (ج ۱ ص ۱۹۹ نمبر ۳۳۲۲)
- ۳۔ الجرح والتعدیل (ص ۳۶۱ نمبر ۱۷۰۰)
- ۴۔ تاریخ (ج ۲ ص ۱۷۳)
- ۵۔ الجرح والتعدیل (ج ۵ ص ۳۹۵ نمبر ۱۸۳۳)
- ۶۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۲۸ (ج ۲ ص ۶۳۳ نمبر ۵۱۲۵)

اے چچا کلمہ پڑھ لیجئے تاکہ میں قیامت میں آپ کی شفاعت کروں (۱) اسی طرح رسول خداؐ نے مطلق شفاعت کو بھی کلمہ ہی سے مخصوص فرمایا ہے، چنانچہ بے شمار احادیث مروی ہیں ان میں ایک عبد اللہ بن عمرؓ سے بطور مرفوع حدیث ہے کہ مجھ سے کہا گیا، سوال کرو کیونکہ ہر نبی سے سوال کیا گیا ہے پس میں نے اپنا سوال قیامت تک کے لئے اٹھار کھا ہے۔ تم لوگوں کو اسی وقت شفاعت مفید ہوگی جب تم کلمہ پڑھ لو (۲) احمد نے سند صحیح روایت کی ہے۔ (۳) اسی طرح ابو ذرؓ سے بطور مرفوع ہے: مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے اور یہ اسی کو ملے گی جو میری امت میں مشرک نہ ہوگا۔ اسی طرح عوفؓ سے مروی حکمہ میری شفاعت ہر مسلمان کے لئے ہے (۴) یا کہ میری شفاعت اس کے لئے ہے جو اس حال میں مرے کہ ذرا بھی مشرک نہ کیا ہو۔ (۵) اسی طرح کی اور بھی احادیث ہیں۔

اس کے علاوہ قرآن میں بھی واضح طریقے سے بیان کیا گیا ہے کہ کافر کو ذرا بھی شفاعت کا فائدہ نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ انھیں عذاب میں بھی تخفیف نہ ہوگی۔ ”جب ظالمین عذاب دیکھ لیں گے تو نہ ان سے تخفیف ہوگی نہ ان کی طرف نظر رحمت ہوگی۔“ (۶) ”اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، انھیں تخفیف عذاب نہ ہوگی نہ نظر رحمت ہوگی۔“ (۷) اسی طرح تخفیف عذاب کی نفی کے ساتھ شفاعت کی بھی نفی ہے:

﴿فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ﴾ (۸)

۱۔ المسد رک علی الصبح ج ۲ ص ۲۳۶ (ج ۲ ص ۳۶۶ حدیث ۳۲۹۱، تخفیف متدرک کا بھی یہی حوالہ ہے) تاریخ ابو القداء ج ۱ ص ۱۲۰، المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۷۱ (ج ۱ ص ۲۶۲) کشف الغمہ شعرائی ج ۲ ص ۱۳۲، کنز العمال ج ۷ ص ۱۲۸ (ج ۱ ص ۳۷ حدیث ۳۷۸۷) شرح المواہب زرقانی ج ۱ ص ۲۹۱

۲۔ الترفیب والترہیب ج ۳ ص ۱۵۸-۱۵۰ (ج ۳ ص ۳۳۷-۳۳۲ حدیث ۹۸۰۹۶، ۹۷۰۹۳، ۹۸۰۹۹، ۹۹۰۹۱)

۳۔ مسند احمد (ج ۲ ص ۳۳۳ حدیث ۷۰۲۸)

۴۔ المعجم الکبیر (ج ۱ ص ۵۹ حدیث ۱۰۷)

۵۔ الاحسان فی تفریب صحیح ابن حبان (ج ۱ ص ۳۷۶ حدیث ۶۳۶۳)

۶۔ سورہ نمل آیت ۸۵

۷۔ سورہ بقرہ آیت ۱۶۲

۸۔ سورہ مدثر آیت ۲۸

اسی حالت میں اگر مان بھی لیا جائے کہ معاذ اللہ ابو طالب کا فرمرے تو روایت صحیح کی تخفیف عذاب یا شفاعت کی بات ان بے شمار آیات کے مخالف ہے اسلئے حدیث کو بحکم رسول خدا ﷺ دیوار پر مار دینا چاہیے۔ کیونکہ فرمایا ہے: میرے بعد بہت سی حدیثیں گڑھی جائیں گی جو حدیث کتاب خدا کے موافق ہو اسے لے لو اور جو مخالف ہو اسے مسترد کر دو (۱)

آپ کو بخاری کا بھاری بھر کم نام فریب میں مبتلا نہ کرے کیونکہ اس کا نام تو صحیح ہے لیکن اس میں سفسطہ اور اغلاط کی بھر مار ہے ہم آگے اس کا پول کھولیں گے۔

”بحث ختم کرتے ہوئے علامہ امینی (رح) نے آیۃ اللہ محمد الحسینی اصفہانی نجفی کا معرکہ الاراء قصیدہ نقل کیا ہے نور الہدیٰ فی قلب نجم المصطفیٰ جس میں ۱۴۴ اشعار ہیں۔ دوسرا قصیدہ عبدالحسین صادق العالی کا ہے جس میں دس اشعار ہیں:

”لو لا ہ ما شدا ز المسلمین ولا“

۱۔ سنن دارقطنی (ج ۳ ص ۲۰۹-۲۰۸) المعجم الکبیر طبرانی (ج ۲ ص ۹۷ حدیث ۱۳۲۹) مجمع الزوائد (ج ۱ ص ۱۷۰) کنز العمال (ج ۱)

ص ۱۷۹-۱۹۶ حدیث ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۷

فضائل ابو بکر کا بقیہ

۲۹۔ خلیفہ کی گالی دینے والے کو فرشتہ کا جواب

الآثار یوسف بن ابو یوسف میں (۱) ابو حنیفہ سے اور مسند احمد (۲) میں بطریق ابو ہریرہ مروی ہے کہ ایک شخص نے ابو بکر کو گالی دی اور رسول خدا ﷺ بیٹھے رہے، حیرت اور تبسم فرماتے رہے، جب ابو بکر نے اسکی گالی کا جواب دینا شروع کیا تو رسول خدا اٹھ کر جانے لگے۔ ابو بکر نے کہا: یا رسول اللہ جب تک وہ مجھے گالی دیتا رہا آپ بیٹھے رہے جب میں نے جواب دینا شروع کیا تو آپ غصہ میں اٹھ کر جانے لگے؟ فرمایا: تمہارے ساتھ ایک فرشتہ تمہاری گالیوں کا جواب دے رہا تھا۔ جب تم نے دینا شروع کیا تو شیطان درمیان میں آگیا۔ اور جہاں شیطان ہو میں وہاں نہیں رہ سکتا۔

تبصرہ امینی

الآثار میں ابو حنیفہ نے کہاں سے حاصل کیا یہ تو پتہ نہ چل سکا کہ اسکی صحت کا پتہ لگایا جاتا البتہ ابو یوسف ان کثیر الغلط، داعی اور ضعیف روایوں کا پرستار کہا ہے۔ (۳) بخاری اسے چھوڑنے کا مشورہ دیتے ہیں (۴) ایک شخص نے ابن مبارک سے پوچھا: ابو یوسف اور محمد میں کون زیادہ سچا ہے....؟ فرمایا

۱۔ الآثار ص ۲۰۸

۲۔ مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۶ (ج ۳ ص ۷۷۷ حدیث ۹۳۳۱)

۳۔ تاریخ الکبیر (ج ۸ ص ۲۹۷ نمبر ۳۲۶۳)

۴۔ اکمل فی ضغفاء الرجال (ج ۷ ص ۱۳۴ نمبر ۲۵۵)

کہ یہ پوچھو کہ کون زیادہ جھوٹا ہے؟ اور بھی بے شمار محدثین نے اس کی مذمت کی ہے۔ (۱) اس کے علاوہ بطریق احمد جو روایت ہے اس میں سعید بن ابی سعید ہے جو مرنے سے چار سال قبل پاگل ہو گیا تھا (۲) روایت کا متن کہتا ہے کہ یہ اسی زمانے کی بات ہے۔

پھر یہ کہ رسول خدا ﷺ کے سامنے سوء ادب ہے کہ گالیوں کا تبادلہ کیا جائے آواز بلند کرنے کی ممانعت ہے، اپنی آواز کو رسول ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو اور یہ آیت عمر ابو بکر کے لئے نازل ہوئی ہے۔ (۳) بارگاہ رسول ﷺ میں غصہ کی بے ادبی کی حیرت ناک یہ ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: شیطان واقع ہوا گویا ابو بکر کا جواب شیطنت تھی۔ حالانکہ اس شخص کی گالی شیطنت نہیں کہی گئی۔ پھر کہ کیا عالم عرش میں خدا نے گالیوں کا جواب گالی سے دینے کا شعبہ قائم کیا ہے؟ جو لوگ رسول خدا ﷺ کو گالیاں دیتے تھے فرشتے ان کی تو تردید نہیں کرتے تھے۔ ایک اور روایت ہے کہ خدا نے آسمان میں ستر ۷۰ ہزار فرشتے مقرر کئے ہیں جو ابو بکر کو گالی دینے والے کا جواب دیتے ہیں۔ (۴) خطیب نے سہل سے روایت نقل کرنے کے بعد اس کو حدیث ساز بتایا ہے (۵)

۳۰۔ بخاری نے کتاب المناقب باب ہجرت میں ابو سعید خدری کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے منبر پر فرمایا: بے شک ایک بندے کو اللہ نے اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا کی بھنی روٹی چاہے اسے دیدی جائے اور دوسری چیز آخرت۔ پس اس بندے نے اس چیز کو اختیار کر لیا ہے جو خدا کے پاس ہے پس ابو بکر رونے لگے۔ اور کہا: ہمارے ماں، باپ آپ پر قربان ہو جائیں ہمیں ابو بکر کے گریہ سے

۱۔ تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۵۷ (نمبر ۷۵۵۸) میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۴۳۷ نمبر ۹۷۹۳) لسان المیزان ج ۶ ص ۳۰۰ (ج ۶ ص ۳۶۸ نمبر ۹۳۱۹)

۲۔ محمد بن احمد بن حنبل ج ۳ ص ۳۹، ۴۰ (ج ۳ ص ۳۲)

۳۔ صحیح بخاری ج ۷ ص ۲۲۵ (ج ۳ ص ۱۸۳۳ حدیث ۴۵۶۳) الاستیعاب ج ۲ ص ۵۳۵ (القسم الثانی ص ۲۸۴ نمبر ۲۱۲۲) تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۳۰۰ (ج ۱ ص ۱۹۸) تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۰۶، تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۷۲ (ج ۳ ص ۱۶۲) الاصابہ ج ۱ ص ۵۸ (نمبر ۲۳۱) ج ۳ ص ۲۳۰ نمبر ۱۱۲۸

۵۔ الملای المصنوع ج ۱ ص ۱۶۰ (ج ۱ ص ۳۰۸)

۴۔ تاریخ بغداد ج ۵ ص ۲۸۰

تعجب ہوا اور کہا کہ اس بڑھے کو تو دیکھ۔ رسول خدا ﷺ تو کسی بندے کا ذکر فرما رہے ہیں۔ اور آپ فرما رہے ہیں ہمارے ماں، باپ آپ پر قربان۔ لیکن بعد میں سمجھ میں آیا کہ جس کو اختیار دیا گیا تھا وہ تو رسول ﷺ ہی تھے اور ابو بکر ہم میں سب سے زیادہ علم والے تھے، رسول خدا ﷺ نے فرمایا: سب لوگوں سے زیادہ جس نے اپنی محبت اور مال کے ساتھ مجھ پر احسان فرمایا ہے وہ ابو بکر ہیں۔ اگر میں اپنی امت میں کسی کو خلیل بنا تا تو وہ ابو بکر ہوتے، لیکن اسلامی مودت و اخوت تو موجود ہی ہے اور مسجد میں کسی کی کھڑکی کھلی نہ رہے سوائے ابو بکر کی کھڑکی کے۔ (۱)

ابن عساکر نے اس روایت میں اس قدر اور اضافہ کیا ہے کہ پس ہم سمجھ گئے کہ ابو بکر ہی خلیفہ ہیں۔ (۲)

تبصرہ علامہ امینیؒ

ہم نے تیسری جلد میں سد ابواب کے جھوٹ اور فریب کا پوسٹ مارٹم کیا ہے جو ابن تیمیہ وغیرہ نے دھاندلی کی ہے دوسرے یہ کہ اس میں ابو سعید کہتے ہیں: ہم نے سمجھ لیا کہ ابو بکر سب سے زیادہ علم والے ہیں، جو اس تقریر سے سمجھ گئے کہ وفات رسول ﷺ جلد ہی ہونے والی ہے حالانکہ یہ خصوصیت ابو بکر سے مخصوص نہیں۔ جو صحابی آخری ایام میں رسول ﷺ سے ملے آیا۔ وہ رسول کی گفتگو سے سمجھ گیا۔ کہا: اب آپ جلد ہی دار فانی کو چھوڑنے والے ہیں خود آپ کے ارشادات ہیں جس میں آپ نے فرمایا: بہت جلد میرا بلاو آنے والا ہے۔ (۳)

یہ جو کہا جاتا ہے کہ رسول خدا ﷺ پر سب سے زیادہ محبت اور مال کا احسان ابو بکر نے کیا ہمیں

۱۔ مجمع بخاری ج ۵ ص ۲۴۲، ج ۶ ص ۴۴ (ج ۳ ص ۱۳۳۷ حدیث ۳۳۵۳، ص ۱۴۱۷ حدیث ۳۶۹۱)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۳۴۷ (ج ۳ ص ۲۳۶ نمبر ۳۳۹۸)

۳۔ مسند احمد، خصائص نسائی، سنن نسائی، فتح الباری، مجمع الزوائد۔ سنن ترمذی، مستدرک علی الصحیحین، حلیۃ الاولیاء، مناقب خوارزمی، ارشاد الساری، کنز العمال، البدایہ والنہایہ، تاریخ ابن عساکر، تاریخ بغداد جیسے معتبر منابع میں خدا نے اس حکم سے حضرت علی اور انکی زوجہ اور بیٹوں کو سمجھی کیا تھا۔

تاریخ سے ثبوت دیا جائے کہ آخر کب احسان کیا کیسے احسان کیا۔ پھر یہ کہ جو شخص نیکی کریگا اپنے لئے کریگا اس نے رسول ﷺ پر کیا احسان کیا؟ اس سلسلے میں بہت سی آیات ہیں، آپ اگر تاریخ دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ابو بکر کی مالی حالت ایسی نہیں تھی کہ وہ رسول ﷺ پر احسان کرتے۔ اب ذرا اس مصنوعی روایت کو بھی پرکھ لیجئے اس میں اسماعیل بن عبد اللہ ہے جو ابن ابی حنیفہ کے نزدیک سنی لیکن احمق ہے، نیز دوسرے محدثین اسے اور دیگر راویوں کو ضعیف، حدیث چور، کذاب اور بے وقعت کہتے ہیں۔ (۱)

۳۱۔ ابن جوزی صفۃ الصوفیہ (۲) میں لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ کا ارشاد ہے کہ وفات رسولؐ کے بعد ہم نے اپنے معاملات پر غور کیا۔ اور ہم نے دیکھا کہ رسول خدا نے ابو بکر کو نماز کیلئے امام بنایا اس لئے ہم نے بھی اس دنیا کے پیشوا کیلئے ان کو امام منتخب کر لیا۔ اس روایت کو ریاض طبری میں بطور مرسل اور قیس بن عبادہ کی زبانی ارشاد علیؑ کے بطور پیش کیا ہے۔

تبصرہ علامہ امینیؒ

یہ محدثین جھوٹی روایات گڑھنے میں کس قدر گستاخ ہو گئے ہیں۔ وہ جھوٹ اور فحش کو جاہل قوم تک پہنچانے میں ذرا باک محسوس نہیں کرتے، ہم نے اس کتاب میں انکی ذلیل حرکتوں کا کچا چھٹا اکثر جگہوں پر تجزیہ و تحلیل کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اگر آپ حضرت علیؑ کے متعلق ارشادات رسول ﷺ کی نص دیکھئے پھر حضرت علیؑ کے وہ احتجاجات ملاحظہ فرمائیے جس میں آپ نے اپنا حق چھیننے پر شکوے کئے ہیں۔ تو ان محدثین کی سازشوں کی حقیقت اچھی طرح سمجھ میں آجائے گی کبھی کوئی ہانک لگاتا ہے کہ وفات فاطمہ (س) کے بعد علیؑ نے بیعت کر لی تھی۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ حیات فاطمہ (س) تک لوگ علیؑ کی طرف مائل تھے احترام کرتے تھے جب فاطمہ (س) مر گئیں تو لوگ علیؑ کا احترام بھی نہ کرتے تھے لہٰذا صریح، صحیح مسلم، قرطبی میں سب سے زیادہ حضرت علیؑ کی طرف غلط نسبت دی گئی۔ (۳)

۱۔ معرفۃ الرجال (ج ۱ ص ۶۵ نمبر ۱۳۱) کتاب الفقہاء والمزوکین ص ۵۱ نمبر ۴۴) اکمال فی معطاء الرجال (ج ۱ ص ۳۲۳ نمبر

(۱۵۱) تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۱۲ (ج ۱ ص ۲۷۲)

۳۔ ریاض الطریق ج ۱ ص ۱۵۰ (ج ۱ ص ۱۸۸)

۲۔ صفۃ الصوفیہ ج ۱ ص ۹۷ (ج ۱ ص ۲۵۷ نمبر ۲)

اکثر جاہلوں نے تو حدیث گڑھنے میں کمال ہی کر دیا اور سب سے زیادہ حضرت علیؑ کی طرف غلط حدیثیں نسبت دے دیں مثلاً:

۳۲۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جنت میں سب سے پہلے ابو بکر و عمر داخل ہوں گے اور میں معاویہ کے ساتھ حساب کتاب میں پھنسا رہوں گا۔

۳۳۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں: ارشاد رسول ﷺ ہے اے علیؑ! جو ابو بکر و عمر کو برا بھلا کہتا ہے اس کا نامہ اعمال نہیں لکھا جاتا کیونکہ یہ دونوں جنت کے بوڑھوں کے سردار ہیں۔

۳۴۔ حضرت علیؑ، رسول خدا ﷺ نے فرمایا: میرے بعد میرے جانشین ابو بکر ہیں۔ ان کے بعد حالات میں افراتفری پیدا ہو جائے گی۔

۳۵۔ ارشاد رسولؐ ہے: اے علیؑ! میں نے تین بار خدا سے سوال کیا کہ وہ تمہیں میرا قوت بازو قرار دے، لیکن خدا ابو بکر کے سوا کسی پر راضی نہ ہوا۔

۳۶۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: چپکے سے رسول ﷺ مجھ سے کہہ گئے کہ پہلے ابو بکر خلیفہ ہوں گے پھر عمر پھر عثمان پھر میں۔

۳۷۔ ارشاد علیؑ ہے: خدا نے جانشینی کا دروازہ ابو بکر کے ہاتھوں کھولا، دوسرے عمر ہیں تیسرے عثمان اور چوتھے نمبر پر میرے اوپر جانشینی کا خاتمہ ہوگا۔

۳۸۔ رسول خدا ﷺ جاتے جاتے عہد کر گئے کہ پہلے ابو بکر پھر عمر اور عثمان کے بعد میں جانشین ہوں گا۔

۳۹۔ علیؑ نے فرمایا: ارشاد رسول ﷺ ہے، جبرئیل میرے پاس آئے، میں نے پوچھا: میرے ہمراہ کون ہجرت کریگا کہا کہ ابو بکر اور انھیں کو تمہارے بعد خلیفہ ہونا ہے، یہ تمہاری امت میں سب سے افضل ہیں۔

۴۰۔ اک طویل حدیث کا حصہ بزبان علیؑ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: میرے اصحاب میں سب سے بہتر خدا کے نزدیک اس دنیا میں اور آخرت میں ابو بکر ہیں۔

۳۱۔ حضرت علیؓ... میرے نزدیک بعد رسول ﷺ افضل ترین شخص ابو بکر ہیں کیونکہ وہ یار غار تھے۔
 ۳۲۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: اے علیؓ! خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ابو بکر کو رفیق، عمر کو مشیر، عثمان کو سہارا اور تمہیں مددگار و ناصر قرار دوں، مومن ہی ان چاروں کو دوست رکھے گا اور کافر ہی ان سے دشمنی رکھے گا۔

۳۳۔ علیؓ سے پوچھا گیا: بعد رسول ﷺ کون افضل ہے؟ فرمایا: ابو بکر، پوچھا گیا: ان کے بعد؟ فرمایا: عمر، کہا گیا: ان کے بعد؟ فرمایا: عثمان۔ پوچھا گیا: ان کے بعد؟ فرمایا: میں۔
 ۳۴۔ حضرت علیؓ نے تقریر کے درمیان فرمایا: رسول ﷺ کے بعد افضل ترین ابو بکر صدیق ہیں ان کے بعد عمر فاروق۔ اور ان کے بعد عثمان دونوں والے اور ان کے بعد میں، میں۔ نے ان کی بات مانی تمہیں میری بات مانی چاہئے۔

۵۴۔ حضرت علیؓ نے رسول ﷺ سے پوچھا: ابو بکر کے متعلق مجھے کچھ بتائیے۔ فرمایا: وہ بزبان خدا و جبریل صدیق ہیں اور بعد رسول ﷺ لوگوں کے پیشوا ہیں۔

۳۶۔ علیؓ نے قسم کھا کر فرمایا: خدا نے ابو بکر کو آسمان پر صدیق نامزد فرمایا۔
 ۳۷۔ بزبان علیؓ... اولین مسلمان ابو بکر اور کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے والا اولین شخص ہیں۔

۳۸۔ ایک شخص نے پوچھا: امیر المؤمنین! کیا وجہ تھی کہ مجاہدین و انصار نے آپ جیسے افضل کے ہوتے ہوئے ابو بکر کو اختیار کیا؟ آپ نے پوچھا: کیا تو قریش سے ہے؟ عرض کی: ہاں۔ فرمایا: اگر تو ایمان کی پناہ میں نہ ہوتا تو تجھے قتل کر دیتا۔ انھیں مجھ پر چار فضیلت ہے۔ وہ میرے پیش رو خلیفہ ہیں، ہجرت میں پیش قدمی کی، اپنا اسلام ظاہر کیا.... بطویل حدیث کا آخری فقرہ یہ ہے کہ جو مجھے ابو بکر پر فضیلت دیگا میں اسے اسی تازیانہ سے ماروں گا۔

۳۹۔ بزبان علیؓ: جبریل خدمت رسول ﷺ میں آئے رسول ﷺ نے پوچھا: میرے ساتھ کون ہجرت کریگا کہا: ابو بکر۔

۵۰۔ وفات رسول اللہ ﷺ کے چھ دن بعد علیؑ و ابو بکر آرام گاہ رسول ﷺ دیکھنے گئے۔ علیؑ نے کہا: اے جانشین رسول ﷺ آگے چلئے۔ ابو بکر نے کہا: میں ایسے شخص کے آگے کیسے چلوں جس کیلئے ارشاد رسول ﷺ ہے کہ علیؑ کی استقامت میری استقامت ہے۔ علیؑ نے کہا: آپ کے متعلق ارشاد رسول ﷺ ہے کہ کسی نے میری تصدیق نہ کی سوائے ابو بکر کے، سب نے جھٹلایا۔ سب کے دل تاریک ہیں سوائے دل ابو بکر کے۔ ابو بکر نے کہا: آپ نے رسول ﷺ سے ایسا سنا؟ فرمایا: ہاں۔ پھر دونوں ہاتھ پکڑ کر ایک ساتھ اندر گئے۔

۵۱۔ بزبان علیؑ ارشاد رسول ﷺ ہے: پیغمبروں کے بعد کسی پر سورج نے طلوع نہ کیا جو ابو بکر سے افضل ہو۔

۵۲۔ بزبان علیؑ: ہم خدمت رسول ﷺ میں آئے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ اپنا جانشین نہیں بتائیں گے؟ فرمایا: خدا تمہارے اعمال کو دیکھ کر تم میں بہترین کو خلیفہ بنائے گا۔ اس طرح خدا ابو بکر کے عمل خیر کی وجہ سے خلیفہ بنائے گا۔

۵۳۔ بزبان علیؑ: ہم میں سب سے بہتر ابو بکر ہیں۔

۵۴۔ بزبان علیؑ: قیامت میں منادی پکارے گا: سابقون اولون کہاں ہیں؟ پوچھا جائے گا کون؟ کہا جائے گا: ابو بکر صدیق کہاں ہیں؟ پھر خدا ابو بکر کیلئے خاص طور سے جلوہ ریز ہوگا اور سب کیلئے عام طور سے۔

۵۵۔ بزبان علیؑ: ارشاد رسول ﷺ ہے نیکی کے تین سو ستر ۳۷۰ حصے ہیں خدا جس کے متعلق بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس میں ایک حصہ داخل کر کے جنت بھیج دیتا ہے۔ ابو بکر نے پوچھا؟ کیا میرے لئے بھی کچھ ہے؟ فرمایا: ہاں! نیکی کے حصے تمہارے لئے ہیں۔

۵۶۔ بزبان علیؑ: اے ابو بکر! خدا نے مجھے آدم سے آج تک کا ثواب عطا کیا۔ اور تمہیں میری بعثت سے قیامت تک کا ثواب عطا کیا۔

۵۷۔ علیؑ و ابو بکر نے باہم ملاقات کی تو ابو بکر نے علیؑ کو دریافت کی تو کہا: میں نے رسولؐ سے

سنا ہے کہ پل صراط سے وہی گزرے گا جسے ابو بکر سے محبت ہوگی۔

۵۸۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے علیؓ سے فرمایا: میں نے خدا سے تین مرتبہ تمہارے متعلق جانشینی کی سفارش کی مگر خدا ابو بکر کے سوا کسی پر راضی نہ ہوا۔

۵۹۔ بزبان علیؓ: خدا نے امامت کے متعلق کوئی عہد نہیں کیا، ہم نے دیکھا کہ ابو بکر کو ملی تو اقتدار مستحکم ہوا پھر عمر کو ملی تو مستقیم ہوا۔

۶۰۔ ابو بکر نے علیؓ سے کہا، کیا آپ جانتے ہیں کہ میں آپ سے قبل اس کام میں لگا ہوں، علیؓ نے کہا: ہاں۔ اے خلیفہ رسول اللہ ﷺ آپ نے سچ کہا۔ پھر ہاتھ بڑھا کر بیعت کر لی۔

۶۱۔ جب ابو بکر کی بیعت کر لی گئی اور ان کے ساتھیوں نے بھی بیعت کر لی تو تین دن انتظار کیا اور فرمایا: اے لوگو! کیا تم میں کوئی ایسا ہے جو میری خلافت سے خاموش ہو، علیؓ نے اٹھ کر کہا: نہیں بخدا ہم نہیں چاہتے کہ آپ اس سے دستبردار ہوں، رسول اللہ ﷺ نے آپ کو آگے بڑھایا۔ پھر کون آپ کو پیچھے کریگا؟

۶۲۔ بزبان علیؓ: میری امت میں سب سے بہتر ابو بکر و عمر ہیں۔

۶۳۔ جب ابو بکر کو قبر میں چھپا دیا گیا۔ تو علیؓ نے فرمایا: اس قبر والے سے زیادہ مجھے کوئی محبوب نہیں۔

۶۴۔ بزبان علیؓ:۔ بعد رسول ہم نے سمجھ لیا کہ افضل ترین ابو بکر ہیں۔ اور ابو بکر کی موت کے بعد ہم نے سمجھ لیا کہ افضل ترین عمر ہیں۔

۶۵۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے علیؓ! یہ دونوں انبیاء کے علاوہ اگلے پھلوں کے سردار جنت ہیں اے علیؓ! یہ حدیث ان دونوں سے بیان نہ کرنا چنانچہ علیؓ نے بھی ان دونوں کی وفات کے بعد یہ حدیث بیان کی۔

۶۶۔ حضرت علیؓ: سب سے پہلے ابو بکر کا قیامت میں حساب لیا جائے گا۔

یہ تیرا تاریک افترا پر دازی و کینہ تو زری، اور فریب کاری کا انتہائی کمال تھا یا اس کو اگلوں کی افسانہ

طرازی بھی کہہ سکتے ہیں جنہیں گستاخانہ انداز میں گڑھ لیا ہے پھر انہیں خباثت کے ہاتھوں نے شائع کر دیا حضرت علیؓ کی طرف یہ جھوٹی اور مہمل نسبت ہماری کتاب کے تمام اجزاء میں بکھری پڑی ہے، خاص طور سے پانچویں جلد میں۔

یہ لوگ جو کچھ بھی کہہ رہے ہیں سراسر ناپسندیدہ اور فریب کاری ہے

۶۷۔ ابو بکر اور غار کی رات

ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء (۱) میں عبد اللہ، محمد، احمد، ابو معاویہ، ہلال، ابو معاذ اور عطا سے روایت کی ہے کہ انس بن مالک نے کہا: ہجرت کی رات غار پر ابو بکر نے کہا یا رسول اللہ! ٹھہریے تاکہ میں غار میں آپ سے پہلے جا کر دیکھ لوں کہ کہیں سانپ یا دوسری کوئی چیز نہ ہو، اندر جا کر تمام سوراخوں کو کپڑوں سے بند کیا، یہاں تک کہ خود ننگے ہو گئے ایک سوراخ بچ رہا تھا تو ادھر اپنی پیٹھ کر لی۔ صبح کو رسول خداؐ نے پوچھا: تمہارا کپڑا کپڑا کیا ہوا؟ ابو بکر نے ساری صورت حال بتادی، یہ سکر رسول خدا ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی ﴿اللہم اجعل ابا بکر معی فی درجتی یوم القیامۃ﴾ خدایا! ”قیامت میں ابو بکر کو میرے درجہ میں رکھنا اس وقت خدا نے وحی کی، خدا نے تمہاری دعا قبول فرمائی۔

سیرۃ ابن ہشام (۲) میں ہے کہ حسن بھری نے کہا کہ غار میں رسولؐ سے پہلے ابو بکر گئے تاکہ اس میں کہیں سوراخ میں سانپ نہ ہو اس طرح انہوں نے رسول ﷺ کی حفاظت کی۔

اسی روایت کو تاریخ ابن کثیر و ریاض طبری نے بھی لکھا ہے (۳) اس قدر اضافہ ہیکہ صبح کو ابو بکر کا تمام جسم متورم تھا۔ رسول ﷺ نے پوچھا: تو کہا کہ سانپ نے کاٹ لیا ہے۔ رسول ﷺ نے فرمایا: پھر مجھے بتایا کیوں نہیں؟ ابو بکر نے کہا کہ کہیں آپ کی تشویش نہ بڑھ جائے۔ چنانچہ رسول ﷺ نے

۱۔ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۳

۲۔ سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۹۸ (ج ۲ ص ۱۳۰)

۳۔ البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۱۷۹ (ج ۳ ص ۲۲۰) ریاض الصریح ج ۱ ص ۶۵ (ج ۱ ص ۸۹)

ہاتھ پھیرا تو درم ختم ہو گیا۔ آگے لکھتے ہیں کہ سانپ نے کانٹا تو ابو بکرؓ کو روئے لگے اور آنسو رسول ﷺ کے رخسار پر گرے تو آپؐ نے وجہ پوچھی اور فرمایا: غم نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے تو خدا نے سیکندہ نازل فرمایا جو ابو بکر کے لئے اطمینان قلب تھا۔

سیرۃ ذہبی دحلان میں ہے کہ رسول ﷺ نے پوچھا: تم نے بتایا کیوں نہیں۔ تو عرض کی آپ کے جاننے کا ذکر تھا۔ رسول ﷺ نے ہاتھ پھیرا تو درم جاتا رہا۔ آگے لکھتے ہیں کہ بعض ایرانی سنو لے رنگ کا کپڑا سر پر باندھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ غار میں ابو بکر کے سانپ ڈسنے کی یادگار ہے۔ (۱)

تبصرہ علامہ امینیؒ

اس روایت پر کئی طرح سے نظر ڈالی جاسکتی ہے! اول سلسلہ سند جو کہ مرسل ہے اور کہیں سیرت کی کتابوں میں دیکھا نہیں گیا، صرف حاکم وابو نعیم میں ہے، حالانکہ معجزہ رسول کو عام طور سے کتابوں میں درج ہونا چاہیے تھا۔ اس میں عبداللہ ہے جو کذاب تھا پھر یہ کہ عبداللہ اور ابو نعیم میں ایک سو سال کا فاصلہ ہے۔ (۲) محمد بن عباس حدیث کو خلط ملط کرتا تھا (۳) احمد بن محمد بن مؤدب کو تاریخ خطیب میں غیر معتبر کہا ہے (۴) ابو معاویہ مرجعہ عقیدہ کا اور حدیث میں تدلیس کرتا تھا (۵) حلال مکر الحدیث تھا (۶) عطار کو قدری عقیدہ کی وجہ سے غیر معتبر کہا گیا ہے۔ (۷) سند کی اسی کمزوری کی وجہ سے سیوطی نے خصائص کبریٰ کے باب ہجرت میں اس واقعہ کو نقل نہیں کیا ہے کیونکہ یہ روایت ضعیف تھی۔ پھر ہر صدی میں ہجرت اور غار کے واقعات گڑھے گئے۔ ان میں باہم بڑا تضاد ہے۔ کیا یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ خدا نے تو کبوتروں کے انڈے اور مکڑی کے جالے کا اہتمام کیا (۸) لیکن سوراخ میں سانپ کی بندش نہ کی، محبت میں

۱۔ السیرۃ الکلبیہ ج ۲ ص ۳۹ (ج ۲ ص ۳۵) السیرۃ النبویہ دحلان مطبوعہ حاشیہ سیرۃ حلبیہ ج ۱ ص ۳۳۲ (ج ۱ ص ۱۶۳)

۲۔ لسان الملوک ج ۳ ص ۳۳۵ (ج ۳ ص ۳۲۵ نمبر ۷۷۷) ۳۔ لسان الملوک ج ۵ ص ۲۱۶ (ج ۵ ص ۲۲۳ نمبر ۷۵۳۹)

۴۔ تاریخ بغداد ج ۵ ص ۱۴۰ محمد بن احمد بن محمد ج ۹ ص ۱۳۹ (ج ۹ ص ۱۲۱)

۵۔ محمد بن احمد بن محمد ج ۷ ص ۲۱۵ (ج ۷ ص ۱۹۲) ۶۔ الفضلاء الکبیر (ج ۳ ص ۳۵۰ نمبر ۱۹۵۶)

۸۔ طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۲۱۳ (ج ۱ ص ۲۲۹) الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۱۸۵، ۱۸۶ (ج ۱ ص ۳۰۶)

اندھے ابو بکر گھسے تو سانپ مل بھی گیا، روتے ہوئے منانا پڑا کہ غم نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے۔ ابو بکر کورات میں خیال کیوں نہ آیا کہ میرے ساتھ فخر مسیح موجود ہیں اگر ہاتھ پھیر دیں گے تو درد کا فور ہو جائے گا۔ جی ہاں عقیدت کا اندھا پن ایسی ہی بے پرکی اڑاتا ہے۔

۶۸۔ شیطان ابو بکر کی صورت میں متشکل نہیں ہو سکتا

تاریخ خلیب بغدادی، (۱) میں محمد بن حسین قطیط سے یہ روایت نقل کی ہے لیکن اسے معتبر نہیں کہا ہے، اس کے روایت میں خلف بن عامر (۲)، محمد بن اسحاق (۳) احمد بن عبید ہیں، (۴) یہ سبھی مہمل حدیث گڑھتے اور بیان کرتے تھے حدیث رسول ﷺ ہے جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھی کو دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں مجسم نہیں ہو سکتا۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

ان گستاخوں نے انبیاء کے خصوصیات بھی خطا کاروں میں شامل کر دیئے۔ شیطان انبیاء کی صورت میں اس لئے متشکل نہیں ہو سکتا کہ وہ معصوم ہیں (۵) اور یہ ان سے مخصوص ہے ابو بکر میں کون سی عصمت تھی ”توبہ ہے“۔

۱۔ تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۳۴

۲۔ میزان الاعتدال (ج ۱ ص ۶۶۱ نمبر ۲۵۴۱) کتاب الضعفاء والحر وکین (ج ۱ ص ۲۵۵ نمبر ۱۱۱۸) لسان المیزان ج ۲ ص ۳۰۳ (ج ۲ ص ۳۹۲ نمبر ۳۱۷۷)

۳۔ تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۵۸

۴۔ تعجم الادباء ج ۳ ص ۲۲۸، الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۱ ص ۱۸۸ نمبر ۲۶) محمد یب التحدیب ج ۱ ص ۶۰ (ج ۱ ص ۵۲) الثقات ابن حبان (ج ۸ ص ۴۳) میزان الاعتدال (ج ۲ ص ۶۶۲ نمبر ۵۲۳۰) بغیۃ الوعاة ج ۵ ص ۱۳۳ (ج ۱ ص ۳۳۳ نمبر ۶۳۲)

۵۔ صحیح بخاری (ج ۶ ص ۲۵۶۸) صحیح مسلم (ج ۴ ص ۳۵۱ حدیث ۱۰) کتاب الردیاء فیض القدیر (ج ۶ ص ۱۳۲ حدیث ۸۶۸۸) الخصائص الکبریٰ (ج ۲ ص ۳۵۲)

۶۹۔ ابو بکر نے رسول خدا کو کبھی اندوہ کین نہ کیا

خلعی اور ابن مندہ نے سہل بن مالک کے طریق سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر منبر پر فرمایا: لوگو! ابو بکر نے کبھی مجھے اندوہ کین نہ کیا۔ اس بات کو جانے بوجھے رہو!! (۱)
اس روایت کے تمام راوی جیسے سہل بن مالک اور خالد بن عمرو اموی، مہمل اور کذاب ہیں (۲)
حافظ محبت طبری نے اس کو بطور ارسال مسلم نقل کر ڈالا اور پھر فضائل ابو بکر میں ایک مہمل کا اضافہ کر دیا۔
بعد کے تمام بددیانت مؤلفین نے آنکھ بند کر کے لکھ مارا۔ آگاہ ہو جاؤ یہ سبھی جھوٹے ہیں۔

۷۰۔ ابو بکر کی شان میں نازل آیات

عبیدی عمدۃ التحقیق (۳) میں لکھتے ہیں کہ الم میں الف سے ابو بکر مراد ہیں اور لام سے اللہ اور میم سے محمد (۴) بغوی کہتے کہ ﴿وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ﴾ سے مراد حضرت ابو بکر ہیں۔ ارباب تفسیر کہتے ہیں: ﴿وَلَا يَأْتِلُ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ السَّعَةَ﴾ سے مراد حضرت صدیق ہیں۔
علامہ امینی فرماتے ہیں: فضائل کے لاف و گزاف کی یہ انتہا تھی اور اسی پر بس کیا جاتا ہے یا روں نے ابو بکر کی شان میں اتنی آیتوں کی بھرمار کر دی ہے کہ تحریف کا مفہوم بھی شرمندہ ہے۔ اسی نقش غلو کا ایک حصہ ملاحسن آفندی کے یہ اشعار ہیں۔

ان قدر الصديق جل فاضحي	كل مدح مقصرا عن علاه
ليت شعري ما قيمة الشعر فيمن	جاء في محكم الكتاب ثناء
كل من في الوجود يبغى رضا	الله تعالى والله يبغى رضا

۱۔ ریاض الصغرة ج ۱ ص ۱۲۷ (ج ۱ ص ۱۶۰) الاصابۃ ج ۲ ص ۹۰ (نمبر ۳۵۵۲)

۲۔ محمد بن عبد الحمید (ج ۳ ص ۹۳) العلل و معرۃ الرجال (ج ۳ ص ۲۵۴) (نمبر ۵۱۲۲) تاریخ (ج ۳ ص ۵۱۸) (نمبر ۲۵۳۶) معرۃ الرجال (ج ۳ ص ۶۰) (نمبر ۸۵) تاریخ الکبیر (ج ۳ ص ۱۶۳) (نمبر ۵۶۳) البحر و التحدیل (ج ۳ ص ۳۳۳) (نمبر ۱۵۵۱) کتاب الضعفاء و المتر و کین (ص ۹۵) (نمبر ۱۷۴) کتاب البحر و چین (ج ۱ ص ۲۸۳) الکامل فی فضلاء الرجال (ج ۳ ص ۳۱) (نمبر ۵۹۳)

۳۔ تفسیر بغوی (ج ۳ ص ۴۹۲)

۴۔ عمدۃ التحقیق ۱۳۳ (۲۲۸)

مدح میں یہ تین اشعار بھی دیکھئے:

ان ذکر الصديق ما دار الا ملا الكون هيبه ووقارا
صاحب الغار كان للسيد المختار والله صاحباً اختاراً
تاه في ذكره الوجود فلولاً هيبه منه او قرته سطاراً
اب ذرا دولت ابوبکر پر نظر ڈالتے چلے اس لئے کہ انھوں نے دولت ہی کی وجہ سے رسول پر احسانات کئے اور ان کے احسان کے بوجھ تلے تمام مسلمان دبے ہوئے ہیں۔ یہ دولت ایک لاکھ اوقیہ بیان کی جاتی ہے۔

چنانچہ امام نسائی (۱) نے حضرت عائشہ کا بیان نقل کیا ہے کہ مجھے اپنے باپ کی دولت پر ناز تھا کہ زما نہ جاہلیت میں ایک لاکھ اوقیہ تھا ”چالیس درہم کا ایک اوقیہ ہوتا ہے“ ان کے گھر میں تین سو ساٹھ تخت تھے۔ ہر تخت پر ہزاروں دنیا کی تھیلیاں تھیں ”اسی کو شیخ زین العابدین مکرئی نے بھی نقل کیا ہے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ جس کے پاس اتنی دولت ہو لازمی بات ہے کہ حشم و حزم ہوگا، کئی منزلہ عمارت ہوگی بے اندازہ کھیت و باغات ہوں گے نوکروں کی ریل پیل ہوگی۔ اونٹ گھوڑے ہوں گے مجھے نہیں معلوم کہ اتنی جائداں داور دولت کہاں تھی اس قدر دولت تو بادشاہوں کے پاس بھی نہ ہوتی ہوگی کیا وہ سب تخت ایک ہی کوٹھے پر رکھے ہوئے تھے؟ وہ بالا خانہ کس قدر لمبا چوڑا ہوگا۔ بڑے بڑے صحرا میں سما جائیں، ابوبکر روز ہی منتظر ہوں گے کہ مہمان آکر میری دولت کا مشاہدہ کریں، ہم تو کہیں سیرت و تاریخ میں ہلکا سا بھی اس قسم کا واقعہ نہیں پاتے ہفتہ، مہینہ یا سال میں ایک بار ہی کوئی بزم سجائی ہوتی۔ جس میں لوگوں کی دعوت کی ہوگی تاریخ کو چپ کیوں لگ گئی...؟

سیکڑوں سال کے بعد عبیدی ہی کیوں منمنائے۔ اور وہ بھی اس طرح کے جھوٹ کا پول کھل گیا پوچھا جاسکتا ہے کہ آخر وہ کیا کاروبار کرتے تھے کہ اس قدر دولت ہاتھ آگئی صدیقہ طاہرہ جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے تو قریش کی معاشی حالت کا نقشہ کھینچا ہے کہ ﴿کنتم تشر بون الطرق وفتاتون الورق

.. تم گنداپانی پیتے تھے اور درخت کے پتے چباتے تھے۔ تمہیں ڈر تھا کہ لوگ تمہیں اچک نہ لے جائیں تو خدا نے رسولؐ کے ذریعے اس سے نجات دی (۱)

مادر دی نے اعلام النبوة (۲) میں لکھا ہے کہ اس زمانے میں ان دونوں کی حالت یہ تھی کہ رسول خداؐ مسجد میں آئے تو ابو بکر و عمر کو دیکھا۔ پوچھا: تم اس وقت کیوں نکلے ہو؟ جواب دیا: ہمیں بھوک نے نکالا ہے۔ پھر یثیم بن یحمان کے یہاں گئے وہیں یا جو کی روٹی کھائی۔ پھر یہ عائشہ نے جاہلی عہد میں دولت سے بھرا باپ کا زمانہ کہاں سے پالیا؟ وہ تو مبعوث کے چار پانچ سال بعد پیدا ہوئیں۔ (۳) اگر یہ خیالی قصہ صحیح ہوتا تو ابو قحافہ بھوک سے نہ مرتے، وہ عبد اللہ بن جدعان کے یہاں دعوت کے منادی تھے، اجرت ملتی تو پیٹ بھرتے۔

اگر ابو بکر کے پاس دولت ہوتی تو ہجرت کے موقع پر آٹھ سو درہم میں دو سواری خرید کر رسولؐ کے ہاتھ اسی قیمت پر ایک سواری نہ بیچتے۔ (۴)

رسول ﷺ نے یا تو اس لئے لیا کہ ابو بکر کی مالی حالت اچھی نہ تھی، یا اس لئے کہ آپ اپنی گردن پر کسی کا احسان نہیں لینا چاہتے تھے۔

خليفة ہونے کے بعد سر پر کپڑوں کی گھڑی رکھ کر بیچنے چلے تو عمر اور ابو عبیدہ نے پوچھا: کہاں چلے؟

کہا: بازار جا رہا ہوں۔ کہا گیا کہ خلیفہ ہو کر یہ دھندا؟ ابو بکر نے کہا: پھر بال بچوں کا پیٹ کیسے

پالوں گا؟

۱۔ بلاغات النساء ص ۱۳ (۲۳) اعلام النساء ج ۳ ص ۱۲۰۸ (ج ۳ ص ۱۱۷)

۲۔ اعلام النبوة ص ۱۳۶ (ص ۲۲ باب ۲۰)

۳۔ الاصابہ ج ۳ ص ۳۵۹ (نمبر ۷۰۴) صحیح بخاری باب زواج عائشہ (ج ۳ ص ۱۳۱۵ حدیث ۳۶۸۳) تاریخ ابن عساکر ج ۱ ص ۳۰۴ (ج ۳ ص ۱۹۷) استیعاب (القسم الرابع ص ۱۸۸۲ نمبر ۴۰۴۹)

۴۔ طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۲۱۲ (ج ۱ ص ۲۲۸) البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹ (ج ۳ ص ۲۱۸، ۲۲۰) صحیح بخاری ج ۶ ص ۴۷

۵۔ (ج ۳ ص ۱۳۱۹ حدیث ۳۶۹۴) تاریخ طبری ج ۲ ص ۲۳۵ (ج ۲ ص ۳۷۶) سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۱۰۰، ۹۸ (ج ۲ ص ۱۳۱) طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۲۱۳ (ج ۱ ص ۲۲۸) البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۱۸۸، ۱۸۹ (ج ۳ ص ۲۲۵، ۲۲۱)

کہا گیا کہ گھر پر جائیے ہم آپ کا روزیہ مقرر کئے دیتے ہیں... (۱)

پھر بھلا کہاں سے یہ دولت آگئی کہ خدا کی راہ میں انفاق کر ڈالا۔ تاریخ میں تو کہیں پتہ نہیں، کسی مہم یا غزوہ میں خرچ کیا۔؟ نکلے میں تو ضرورت نہ تھی ابوطالب آپ کے کفیل تھے۔ بعد میں خدیجہ کی دولت آگئی۔ ہجرت کے بعد لشکر کی تیاری وغیرہ میں ضرورت پڑی اسے رسول خدا ﷺ کے انھیال والوں نے سنبھال لیا۔ اس وقت تو بلو بکر کے پاس پانچ سو سے زیادہ درہم تھا بھی نہیں۔

حیرت کی بات تو یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے چار درہم خدا کی راہ میں خرچ کیا رات دن، علانیہ اور چھپا کر تو آیت اتری ﴿الَّذِينَ يَنْفِقُونَ اَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً﴾ (۲) حالت رکوع میں انگوٹھی دی تو آیت ولایت اتر گئی۔ (۳) آپ نے اور آپ کے اہل و عیال نے مسکین، یتیم

۱۔ طبقات ابن سعد طبع لیدن ج ۳ ص ۱۳۰، ۱۳۱ (ج ۳ ص ۱۸۴، ۱۸۵) صفۃ الصلوٰۃ ج ۱ ص ۹۷ (ج ۱ ص ۲۵۷) السیرۃ الخلیفۃ ج ۲ ص ۳۸۸ (ج ۳ ص ۳۵۹)

۲۔ المعجم الکبیر (ج ۱ ص ۸۰ حدیث ۱۱۱۶۳) تاریخ ابن عساکر (حالات امام علیؑ نمبر ۹۱۸، ۹۱۹، مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۱ ص ۹) تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۳۲۷ (ج ۳ ص ۲۲۵) تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۱۸۵ (ج ۱ ص ۱۳۱) تفسیر کشاف ج ۱ ص ۲۸۶ (ج ۱ ص ۳۱۹) تفسیر کبیر رازی ج ۲ ص ۳۶۹ (ج ۲ ص ۸۳) تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۲۶، درمنثور ج ۱ ص ۳۶۳ (ج ۲ ص ۱۰۱، ۱۰۰) تفسیر خازن ج ۱ ص ۲۰۸ (ج ۱ ص ۲۰۱) فتح القدیر ج ۱ ص ۲۶۵ (ج ۱ ص ۲۹۲) تفسیر آلوسی ج ۳ ص ۴۸۔

۳۔ ذخائر العقبیٰ ص ۱۰۲، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۷۱، نقض العنقابیۃ (ص ۳۱۹) تفسیر طبری ج ۶ ص ۱۸۶ (مجلد ۲ ج ۶ ص ۲۸۸) اسباب النزول سیوطی (ص ۸۱) المعجم الاوسط (ج ۲ ص ۱۳۰ حدیث ۶۲۲۸) احکام القرآن ج ۲ ص ۵۴۲ (ج ۲ ص ۴۳۶) معرفۃ اصول الحدیث حاکم ص ۱۰۲، تفسیر مادردی (ج ۲ ص ۴۹) اسباب نزول واحدی ص ۱۴۸ (ص ۱۳۳) مناقب ابن مغازی (ص ۳۱۳، ۳۱۴ حدیث ۳۵۸، ۳۵۹) شواہد التنزیل (ج ۱ ص ۳۳۱ نمبر ۳۳۵) تفسیر ابوالحسن طبری (ج ۳ ص ۸۲) تفسیر قرطبی (ج ۶ ص ۱۳۳) تفسیر معالم التنزیل ابن جریر مطبوعہ حاشیہ تفسیر خازن (ج ۲ ص ۴۷) تفسیر کشاف ج ۱ ص ۴۲۲ (ج ۶ ص ۶۳۹) مناقب خوارزمی ص ۱۷۸ (ص ۲۶۶، ۲۶۷ حدیث ۲۳۸، ۲۳۹) تاریخ ابن عساکر (ج ۱ ص ۳۰۵) ریاض الصغیرۃ (ج ۳ ص ۱۸۲) جامع الاصول ابن اثیر (ج ۹ ص ۴۷۸ حدیث ۶۵۰۳) مطالب السؤل ص ۳۱ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۷۵ (ج ۱ ص ۲۷۷) خطبہ (۲۳۸) کفایۃ الطالب ص ۱۰۶ (ص ۲۳۹ باب ۶۱، ص ۲۵۰، باب ۶۲) تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۳۴۵ (ج ۱ ص ۲۷۲) مطالع الاقطار ص ۴۷۷، ۴۷۸ تفسیر خازن ج ۱ ص ۴۹۶ (ج ۱ ص ۴۷۵) نظم درر السعین (ص ۸۶) المواقیف ج ۳ ص ۴۷۶ (ص ۴۱۱) شرح القاصد ج ۲ ص ۲۸۸ (ج ۲ ص ۲۷۲) شرح المواقیف (ج ۸ ص ۳۶۰) درمنثور ج ۲ ص ۲۷۶ (ج ۳ ص ۱۰۵) صواعق محرقة ص ۲۳ (ص ۴۱) شرح مواقیف (ج ۸ ص ۳۶۰) فتح القدیر شوکانی (ج ۲ ص ۵۳)۔

اور اسیر کو کھانا دیا تو ﴿وَيَطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَى.....﴾ نازل ہو گیا لیکن ابوبکر نے اپنا تمام مال راہ خدا میں خرچ کر ڈالا اور ایک بھی آیت نہ اتری۔ کیوں؟ کیا آپ سمجھے؟

تفسیر بیضاوی (۱) میں ہے اور زنجیری نے کشاف (۲) میں لکھا ہے کہ:

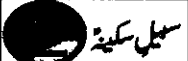
﴿الَّذِينَ يَنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ﴾ (۳)

ابوبکر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ جبکہ انھوں نے چالیس ہزار دینار خرچ کئے دس ہزار دن میں،

دس ہزار رات میں اور دس دس ہزار خفیہ اور علانیہ اس مرسل روایت کا تہارادوی سعید بن مسیب ہے۔ یہ

کمینہ حضرت علی کا سخت دشمن تھا۔ اس نے جوازائی تو بہت اونچی۔ کہاں علی نے چار درہم دیئے اور کہاں

اس نے ابوبکر کیلئے چالیس ہزار دینار بنا ڈالے، تمام مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ آیت ہجرت کے فوراً بعد

نازل ہوئی ہے (۴) اس وقت ابوبکر کے پاس پانچ یا چھ سو درہم سے زیادہ نہ تھا۔  سہیل سکینہ

اس آیت کے متعلق ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت عمر نے بعد ابوبکر خطبہ دیا کہ سمجھ لو کہ کنجوسی نفاق

کا شعبہ ہے اس لئے اپنی بھلائی کیلئے خرچ کرو کہاں ہیں وہ اصحاب جن کے متعلق یہ آیت اتری ﴿الَّذِينَ

يَسْنِفُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً﴾ اس میں کہیں بھی ابوبکر کا نام نہیں لیا گیا۔ (۵)

ایک دوسرے صاحب نے کہا ہے کہ سعید بن مسیب کے مطابق یہ آیت عثمان اور عبدالرحمن بن

عوف کے متعلق اتری ہے۔ انھوں نے حبش العسرہ یعنی غزوہ تبوک میں دولت خرچ کی تھی (۶)

عقیدت کے اندھوں میں رازی بھی ہیں وہ بھی کہتے ہیں کہ تبوک میں عثمان اور عبدالرحمن کے لئے آیت

۱۔ نقص العثمانیہ (ص ۳۱۸) نوادر الاصول ص ۶۳ (ج ۱ ص ۱۵۴ اصل ۲۴) کفایۃ الطالب ص ۲۰۱ (ص ۳۳۵، ۳۳۸، باب ۹۷)

۲۔ المعتمد الفریذ ج ۳ ص ۴۶، ۴۷ (ج ۵ ص ۵۹) روح المعانی آلوسی (ج ۲ ص ۱۵۷) اسباب النزول واحدی ص ۳۳۱ (۲۹۶) تفسیر

کشاف ج ۲ ص ۵۱۱ (ج ۳ ص ۶۷۰) مہتاب خوارزمی الاصلیہ (ج ۳ ص ۳۸۷ نمبر ۸۷) تفسیر کبیر رازی ج ۸ ص ۲۷۶ (ج ۳ ص ۳۰)

۳۔ مطالب المسؤل ص ۳۱ تذکرۃ الخواص (ص ۳۱۶، ۳۱۷) تفسیر بیضاوی ج ۲ ص ۵۷۱ (ج ۵ ص ۵۵۲) ریاض الصغریٰ ج ۲ ص ۲۰۷

۴۔ ۲۲۷، مجمع الخواص ج ۳ ص ۲۵ تفسیر خازن ج ۲ ص ۳۵۸ (ج ۳ ص ۳۳۹) درمثور ج ۶ ص ۲۹۹ (ج ۸ ص ۲۷۱)

۵۔ تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۱۳۲ (ج ۱ ص ۷۰) تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۵ تفسیر خازن ج ۱ ص ۹۱ (ج ۱ ص ۳۱۹) فتح القدیر شوکانی ج ۱ ص ۶۱ (ص ۲۷)

۶۔ بقرہ ۲۷۷ ۳۔ تفسیر کشاف ج ۱ ص ۲۸۶ (ج ۱ ص ۳۱۹)

۵۔ تفسیر آلوسی ج ۳ ص ۳۸ ۶۔ فتح القدیر شوکانی ج ۱ ص ۲۶۵ (ج ۱ ص ۲۹۴) تفسیر آلوسی ج ۳ ص ۳۸

اتری (۱) جبکہ ہر شخص جانتا ہے کہ مدینہ کے ابتدائی زمانے میں یہ آیت اتری تھی (۲) پھر تب تک ۹ھ میں واقع ہوا پھر عثمان کے متعلق یہ کیسے ٹھونک دی گئی۔

اس کے علاوہ حلیہ ابو نعیم (۳) اور مستدرک حاکم (۴) میں دو روایتیں نقل کی گئی ہیں جن سے ابو بکر کی دولت کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ یہ دونوں روایات سند کے لحاظ سے مہمل اور غیر معتبر ہیں کیونکہ حلیہ کی سند میں محمد بن احمد وراق (۵)، ابراہیم بن عبد اللہ مخزومی (۶)، سلمہ بن حفص سعدی (۷) اور مستدرک کی سند میں احمد بن عبد الجبار (۸) اور محمد بن اسحاق (۹) ہیں جو غیر معتبر ہیں ابو نعیم نے حلیہ ج ۱ ص ۳۲ پر ہشام بن سعد (۱۰) اور عبد اللہ (۱۱) بن عمر عمری سے روایت کی ہے اور دونوں ہی ضعیف ہیں۔

ہم لگاتار ان کو نصیحت کرتے رہے تاکہ وہ لوگ عبرت حاصل کریں اور جب کسی سے بری بات سنی تو اس سے کنارہ کش رہے اور کہا کہ ہمارے اعمال ہمارے ساتھ اور تمہارے اعمال تمہارے ساتھ، تم پر سلام ہے ہم پر سلام ہے ہم جاہلوں کے صحبت کے خواہاں نہیں۔ (۱۲)

۱۔ تفسیر کبیر رازی (ج ۷ ص ۳۵)

۲۔ تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۱۳۲ (ج ۱ ص ۱۰۷) تفسیر خازن ج ۱ ص ۱۹، فتح القدیر شوکانی ج ۱ ص ۱۶ (ج ۱ ص ۲۷)

۳۔ حلیہ الاولیاء ج ۱ ص ۳۳، ۴۔ المستدرک علی الصحیح ج ۳ ص ۵ (ج ۳ ص ۶ حدیث ۳۲۶۷)

۵۔ لسان المیزان ج ۵ ص ۵۱ (ج ۵ ص ۶۰ نمبر ۶۹۵۷) ۶۔ لسان المیزان ج ۱ ص ۷۲ (ج ۱ ص ۶۵ نمبر ۱۹۴)

۷۔ کتاب البحر و زمین (ج ۱ ص ۳۳۹) لسان المیزان ج ۳ ص ۶۷ (ج ۳ ص ۸۱ نمبر ۳۸۳۲)

۸۔ البحر و تاریخ و التحدیل (ج ۲ ص ۶۲ نمبر ۹۹) اکا مل فیض عطاء الرجال (ج ۱ ص ۱۹۱ نمبر ۳۰ تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۶۳ (نمبر ۲۰۰۴)

تہذیب المعجم ج ۱ ص ۵۱ (ج ۱ ص ۳۳)

۹۔ تاریخ (ج ۳ ص ۲۳۷ نمبر ۱۱۵۸) کتاب الفقہاء و المحدث و کین نسائی (ص ۲۱۱ نمبر ۵۳۸) میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۱، ۲۳

(ج ۳ ص ۲۶۸ نمبر ۱۹۷) کتاب الفقہاء و المحدث و کین نسائی (ص ۲۱۱ نمبر ۵۳۸) ج ۱ ص ۹۶ (ج ۱ ص ۳۸۰، ۳۹۰) (ج ۱ ص ۳۸۰، ۳۹۰)

۱۰۔ الحلیل و معروض الرجال (ج ۲ ص ۵۰ نمبر ۳۳۳۳) تاریخ (ج ۳ ص ۱۹۵ نمبر ۸۹۳) معروض الرجال (ج ۱ ص ۷۰ نمبر ۱۵۸) البحر و التحدیل (ج ۱ ص ۹۱ نمبر ۲۴۱)

۱۱۔ کتاب الفقہاء و المحدث و کین نسائی (ص ۲۱۱ نمبر ۳۳۳۳) طبقات ابن سعد (القسم الثم ۱) ج ۲ ص ۲۷۲ (تہذیب المعجم ج ۱ ص ۱۱ ص ۳۵) (ج ۱ ص ۳۷)

۱۲۔ کتاب الفقہاء و المحدث و کین نسائی (ص ۲۱۱ نمبر ۳۳۳۳) طبقات ابن سعد (القسم الثم ۱) ج ۲ ص ۲۷۲ (تہذیب المعجم ج ۱ ص ۱۱ ص ۳۵) (ج ۱ ص ۳۷)

نمبر ۳۹۹) کتاب البحر و زمین (ج ۲ ص ۶۲) تاریخ الکبیر (ج ۵ ص ۱۳۹ نمبر ۳۳۱) تہذیب المعجم ج ۱ ص ۳۲۷ (ج ۱ ص ۳۸۵)

۱۲۔ سورہ قصص ۵۱ و ۵۵۔

فضائل عمر میں غلو

ہم نے جلد ششم میں خلیفہ ثانی کی نفسیاتی حالت اور فقہی، علمی، اور عملی صلاحیتوں کا مختلف جہات سے تجزیہ کیا تھا۔ اور بتایا کہ خلیفہ اول کے اقتدار سے قبل تک ان کی مفلسی انھیں دو کوڑی کا بنائے ہوئے تھی تخت خلافت ملنے ہی لاف و گزاف کے انبار لگ گئے۔ ان کا ایک زمانہ تھا کہ وادی ضحیان کے آس پاس اونٹ چرایا کرتے تھے کام میں کوتاہی پر مار کھایا کرتے تھے (۲) کچھ دن اپنے باپ کے ساتھ لنگوٹی باندھے لکڑی کا گٹھراٹھاتے تھے بازار عکاظ میں ڈنڈا ہاتھ میں لیکر بچوں کو ادھر ادھر بھگاتے تھے۔ اس وقت قحارت سے انھیں عمیر کہا جاتا تھا۔ (۳)

اسلام لانے کے بعد بھی کچھ دنوں تک دلالی پیشہ کیا۔ بازار میں تالیاں بجانے کا شغل حدیث و قرآن سے باز رکھتا تھا (۴) پھر کچھ دنوں تک بیچ کے قبرستان سے درخت کے پتے توڑ کر بیچتے تھے (۵) مجھے

۲۔ الاستیعاب ج ۲ ص ۲۲۸ (القسم الثالث ص ۱۱۷۵ نمبر ۱۸۷۸) ریاض ج ۲ ص ۵۰ (ج ۲ ص ۳۲۵، ۳۲۴) تاریخ ابوالفدا انج ص ۱۶۵، الطغراء، بنجار ص ۱۱۳، لسان العرب ج ۱ ص ۱۱۲ (ج ۸ ص ۹۲۳ تا ج ۹ ص ۲۶۳)

۳۔ الاستیعاب مطبوع بر حاشیہ الاصلہ ج ۲ ص ۲۹۱ (القسم الرابع ص ۱۸۳۱ نمبر ۳۳۲) الاصلہ ج ۲ ص ۲۹۰ (۳۶۱) الفتوحات الاسلامیہ ج ۲ ص ۴۱۳ (ج ۲ ص ۲۷۲)

۴۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۳۳ (ج ۲ ص ۳۶۱) حدیث ۳۶ کتاب الادب) صحیح بخاری ج ۳ ص ۸۳۷ مطبوعہ حند (ج ۲ ص ۷۷۷ حدیث ۱۹۳۶) مسند احمد ج ۳ ص ۱۹ (ج ۳ ص ۳۹۶ حدیث ۱۰۷۶۱) سنن دارمی ج ۳ ص ۲۷۷، سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۳۴۰ (ج ۳ ص ۳۴۶ حدیث ۵۱۸۲) مشکل الآثار ج ۱ ص ۴۹۹، سنن بیہقی ج ۷ ص ۶۹، تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۱۲۶ (ج ۱ ص ۸۲) ج ۱ ص ۲۷۹ (ج ۲ ص ۵۶۹ حدیث ۴۷۴۴، ۴۷۴۶) الاقان ج ۲ ص ۲۲۲ (ج ۳ ص ۷۷)

۵۔ تفسیر طبرج ص ۷ (جلد ۷ ج ۱ ص ۸) المسد رک علی الصغیر ج ۳ ص ۳۰۵ (ج ۳ ص ۳۳۵ حدیث ۵۳۲۹) تفسیر قرطبی ج ۸ ص ۲۳۸ (ج ۸ ص ۱۵۱، ۱۵۲) تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۸۳ تفسیر کشاف ج ۲ ص ۴۶ (ج ۲ ص ۳۰۴) درمنثور ج ۳ ص ۲۶۹ کنز العمال ج ۱ ص ۲۸۷ (ج ۲ ص ۶۰۵ حدیث ۲۸۵۸ ص ۵۹۷ حدیث ۲۸۲۳) فتح القدیر شوکانی ج ۲ ص ۳۷۹ (ج ۲ ص ۳۹۸) روح المعانی ج ۱ ص ۸

نہیں معلوم کہ اس درمیان کب وہ اتنے واقع ہو گئے تھے کہ ابن جوزی کے مطابق زمانہ جاہلیت میں قبائل کی جنگوں میں سفارت کا کام انجام دیتے تھے (۱) استیعاب میں ذرا کچھ بڑھا کے بیان کیا گیا ہے کہ جب قبائل باہم مفاخرت کرتے تو حضرت عمر ہی کو اپنا نمائندہ بناتے۔ (۲) کیا ان قریش کو اتنی بھی عقل نہ تھی کہ بڑے بڑے طراروں، بہادروں اور عقلمندوں کو چھوڑ کر معمولی آدمی کو سفیر اور نمائندہ بنایا کرتے تھے انھیں یہ بھی سمجھ نہ تھی کہ کس کو اپنا سفیر بنارہے ہیں۔ سفیر کو تو بھیجنے والے کی عقل و عظمت کا نمائندہ ہونا چاہئے دراصل اندھی بہری عقیدت نے یہ سب افسانے تراشے ہیں، جلد غم میں تو کچھ غلو کے مہمل نمونے پیش کئے گئے ہیں یہاں مزید کچھ نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

ان کے علم کے متعلق ابن مسعود سے ایک روایت ہے کہ اگر زندہ عربوں کا علم ایک پلے میں رکھا جائے اور دوسرے میں عمر کا علم رکھا جائے تو علم عمر کے مقابلہ میں عربوں کا علم نو بٹے دس ہے محبت طبری کے الفاظ میں ہے کہ زمین والوں کا علم دوسرے پلے میں رکھا جائے تو علم عمر کا پلہ بھاری ہو جائے۔ (۳)

۱۔ علم عمر کے متعلق اقوال

۲۔ خدیجہ کہتی ہیں: تمام لوگوں کا علم دامن عمر کی دانش سے مستعار ہے۔ (۴)

۳۔ سروق کہتے ہیں میں نے اصحاب محمد کے علم کا قریب سے مطالعہ کیا میں نے دیکھا کہ وہ چھ آدمیوں سے حاصل کرتے ہیں، علق، عبداللہ، عمر، زید، ابوداؤد، ابی کعب، پھر میں نے ان چھ کے علم کا قریب سے مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ ان کا علم علی و عبداللہ تک منتہی ہوتا ہے۔ (۵)

۱۔ سیرۃ عمر ابن جوزی ص ۶ (ص ۹ باب ۵)

۲۔ الاستیعاب (القسم الثانی ص ۱۱۴ نمبر ۱۸۷) الختم ج ۶ ص ۳۳۲ (ج ۲ ص ۱۱۸ نمبر ۲۸۸۳)

۳۔ المسند رک علی الصغیر ج ۳ ص ۸۶ (ج ۳ ص ۹۲ حدیث ۳۳۹۷) الاستیعاب ج ۲ ص ۳۳۰ (القسم الثانی ص ۱۱۵۰، ۱۱۴۹ نمبر ۲۸۸۳)

۴۔ ریاض الصغیر ج ۲ ص ۸ (ج ۲ ص ۲۷۴) اعلام الموقعین ابن قیم ص ۶ (ج ۱ ص ۱۶) تاریخ الخلفاء ج ۲ ص ۲۶۸

(ج ۲ ص ۲۳۰) عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۱۰

۵۔ الاستیعاب ج ۲ ص ۳۳۰ (القسم الثانی ص ۱۱۴۹ نمبر ۱۸۷) اعلام الموقعین ص ۶ (ج ۱ ص ۱۶)

۴۔ شععی کہتے ہیں: جب لوگوں میں اختلاف ہوتا تو قول عمر کو اختیار کرتے۔ (۱)

۵۔ ابن مسیب کہتے ہیں: رسول ﷺ کے بعد میں نے عمر سے زیادہ کسی کو دانشور نہ پایا۔ (۲)

۶۔ ایک تابعی کا قول ہے: میں نے عمر کے علم کا قریب سے مطالعہ کیا ہے ان کے سامنے فقہا بچے

معلوم پڑتے ہیں۔ (۳)

۷۔ خالد اسدی کہتا ہے: میں نے عمر کا قریب سے جائزہ لیا ہے قرآن اور دین خدا کے متعلق کسی

میں اتنی بصیرت نہ پائی۔ (۴)

اس سے زیادہ بات کو طول دینا مناسب نہیں، صرف آپ میری الغدیر کی جلد ششم دیکھ لیجئے۔ آپ

کو اس مہمل لاف و گزاف کی حقیقت اچھی طرح معلوم ہو جائے گی، پھر یہ کہ انسان اپنے نفس کے متعلق

دوسروں سے زیادہ واقف کار ہے۔

۲۔ عمر سب سے بڑے قاری اور فقیہ

رسول خداؐ نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ قرآن عمر کے سامنے پڑھوں۔ (۵) ابن مسعود کہتے ہیں:

عمر میں ہم لوگوں سے زیادہ پرہیزگاری اور قرآن کی تلاوت کا علم تھا (۶) نیز انھوں نے زید بن وہب

سے کہا کہ میرے سامنے عمر کی طرح تلاوت کرو کیونکہ ہم لوگوں سے زیادہ قرآن کے واقف کار اور دین

خدا کے فقیہ تھے۔ (۷)

یہ تھیں مقطوع سندوں کے ساتھ مرسل روایات۔ حاکم اور ذہبی نے اسے نقل کر کے صحیح ہونے کا

فیصلہ نہیں دیا ہے۔ گویا وہ سند کے باطل ہونے کا قطعی علم رکھتے تھے۔ پھر یہ کہ واقعی اگر انھیں عنایت الہی

۱۔ اعلام الموقعین ص ۶ ۲۔ اعلام الموقعین ص ۷ (ج ۱ ص ۲۰)

۳۔ اعلام الموقعین ص ۷ (ج ۱ ص ۲۰) ۴۔ ریاض الصغرة ج ۲ ص ۸ (ج ۲ ص ۲۷۴)

۵۔ نوادر الاصول ص ۵۸ (ج ۱ ص ۱۴۲ اصل ۴۳)

۶۔ المستدرک علی الصحیح ج ۳ ص ۸۶ (ج ۳ ص ۹۲ حدیث ۴۴۹۸)

۷۔ ریاض الصغرة ج ۲ ص ۸ (ج ۲ ص ۲۷۴)

شامل حال ہوتی تو فقہی بصیرت کے ساتھ غزوات میں ان پر عمل بھی ہوتا۔ اگر وہ اعلم وافقہ تھے تو صرف سورہ بقرہ کی تعلیم میں بارہ سال کیوں لگ گئے (۱) قرآنی احکامات سے جاہل کیوں تھے۔ (۲) مثلاً یتیم کا حکم، (۳) چھ ماہ کا بچہ جننے (۴) پرستگاری کا حکم دے دیا، اب (۵) کے معنی نہیں جانتے تھے۔ حجر اسوہ کے فائدہ و نقصان پہونچانے کا پتہ نہ تھا۔ حیات دنیا کے طیبات سے جاہل تھے قرآن کے معارض کلام سے جاہل تھے۔ زانیہ مضطرہ کو سنگسار کرنے کا حکم دیدیا۔ (۶) کوہ لگاتے ہوئے دیوار پھاند گئے۔ اور تین گناہ کے مرتکب ہوئے۔ (۷) کلالہ کا مطلب عمر بھر نہ کچھ سکے۔ (۸) میت پر رونے سے عذاب کے

۱۔ شعب الایمان بیہقی (ج ۲ ص ۳۳۱ حدیث ۱۹۵۷) تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۳۳ (ج ۱ ص ۳۱، ۳۰) سیرۃ عمر ابن جوزی ص ۱۶۵ (ص

۷۱) شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۱۱ (ج ۱ ص ۶۶ خطبہ ۲۲۳) درمنثور ج ۱ ص ۲۱

۲۔ تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۱۳۲ (ج ۱ ص ۱۰۷)

۳۔ صحیح مسلم باب یمیم (ج ۱ ص ۳۵۵ حدیث ۱۱۲ کتاب النحل) سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۵۳ (ج ۱ ص ۸۸ حدیث ۳۲۲) سنن ابن ج

۱ ص ۲۰۰ (ج ۱ ص ۱۸۸ حدیث ۵۶۹) مسند احمد ج ۴ ص ۳۱۹، ۲۶۵ (ج ۵ ص ۳۲۹، ۳۱۷ حدیث ۸۶، ۱۷۸۶، ۱۸۴۰۳) سنن نسائی

ج ۱ ص ۵۹، ۶۱ (ج ۱ ص ۱۳۲ حدیث ۳۰۳، ۳۰۵) سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۰۹

۴۔ درمنثور ج ۶ ص ۲۰ (ج ۷ ص ۲۴۲) جامع بیان العلم ابن عبد البر ص ۱۵۰ (۳۱۱ حدیث ۱۵۶۲)

۵۔ طبقات ابن سعد (ج ۳ ص ۳۷۷) شعب الایمان (ج ۲ ص ۳۲۳ حدیث ۲۲۸۱) تفسیر طبری ج ۳ ص ۳۰ (مجلد ۱ ج ۳ ص

۵۹) المسند رک علی الصنعین ج ۲ ص ۵۱۴ (ج ۲ ص ۵۵۹ حدیث ۳۸۹۷) تفسیر کشاف ج ۳ ص ۲۵۳ (ج ۳ ص ۷۰۴) درمنثور ج ۶

ص ۳۱۷ (ج ۸ ص ۴۲۱) کنز العمال ج ۱ ص ۲۷۷ (ج ۲ ص ۳۲۸) (۲۱۵۴) فتح الباری ج ۱ ص ۲۳۰ (ج ۱ ص ۲۷۷، ۲۷۸) (۲۷۷)

تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۴۷۳، النہایۃ ابن اثیر ج ۱ ص ۱۰ (ج ۱ ص ۱۳)

۶۔ الطرق الحکمیۃ ابن قیم جوزیہ ص ۵۳، کنز العمال ج ۳ ص ۹۶ (ج ۵ ص ۳۵۶ حدیث ۱۳۵۹۶)

۷۔ ریاض الصغریٰ ج ۲ ص ۳۶ (ج ۲ ص ۳۱۹) شرح فتح البلاء ج ۱ ص ۶۱، ج ۳ ص ۹۶ (ج ۱ ص ۱۸۲ خطبہ ۳، ج ۱ ص ۷۷ خطبہ

۲۲۳) درمنثور ج ۶ ص ۹۳ (ج ۷ ص ۵۶۸) الفتوحات الاسلامیہ ج ۲ ص ۴۷۷ (ج ۲ ص ۳۱۱)

۸۔ صحیح مسلم کتاب الفرائض ج ۲ ص ۳ (ج ۳ ص ۴۲۸ حدیث ۹) مسند احمد ج ۱ ص ۴۸ (ج ۱ ص ۷۹ حدیث ۳۲۳) سنن ابن ماجہ

ج ۲ ص ۱۶۳ (ج ۲ ص ۹۱۰ حدیث ۲۷۲۶) احکام القرآن حصا ص ۲ ص ۱۰۶ (ج ۲ ص ۸۷) سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۲۴، ج ۸ ص

۱۵۰، تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۲۹ (ج ۶ ص ۲۱) تفسیر طبری ج ۶ ص ۳۰ (مجلد ۲ ج ۶ ص ۴۴) تفسیر درمنثور ج ۲ ص ۲۵۱ (ج ۲ ص ۷۷۷)

کنز العمال ج ۶ ص ۲۰ (ج ۱ ص ۸۰ حدیث ۳۰۶۹۲) تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۹۴

قائل تھے۔ گویا وہ ﴿لا تزر وازرة﴾ کی آیت جانتے ہی نہ تھے۔ (۱) متحاج اور متحہ النساء کو جہالت میں حرام قرار دیا (۲)

کیا جو شخص اعلم واقف ہوگا، قرآن کی بصیرت ہوگی اس سے ایسی فاحش بدحواسیاں ہو سکتی ہیں؟ اگر وہ قبیح و انا ترین انسان تھے تو صحیح سند کے ساتھ انکا یہ قول کیوں منقول ہے جسے قرآن کے متعلق کچھ پوچھنا ہو وہ ابی بن کعب کے پاس جائے، حلال و حرام کی بات معاذ سے پوچھو اور جنہیں فرائض کے متعلق پوچھنا ہے وہ زید بن ثابت کے پاس جائے۔

۳۔ شیطان عمر کے ڈر سے بھاگتا ہے

بریدہ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ ایک جنگ سے واپس آئے، تو ایک سیاہ قام کنیز نے آپ سے عرض کی: اے رسول خدا ﷺ میں نے نذر مانی تھی کہ اگر آپ صحیح و سالم واپس آ جائیں تو آپ کے سامنے ڈھول بجا کر گیت گاؤں گی، فرمایا: اگر تو نے نذر مانی ہے تو کر لے ورنہ ایسا نہ کر۔ وہ ڈھول بجا کر گانے لگی، ابو بکر آئے تب بھی ڈھول بجاتی رہی، علی و عثمان آئے اور وہ ڈھول بجاتی رہی، جب عمر آئے تو وہ ڈھول کو نیچے رکھ کر اس پر بیٹھ گئی، رسول ﷺ نے فرمایا: اے عمر واقعی تم سے شیطان بھاگتا ہے کیوں کہ میں بیٹھا ہوا تھا، ابو بکر و علی و عثمان آئے اور وہ ڈھول بجاتی رہی تم آئے تو اسے روک کر نیچے رکھ لیا۔

-
- ۱۔ مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۷، ۳۳۵ (ج ۱ ص ۳۹۳، ۵۵۱، ۵۵۲، ۲۱۲۸، ۳۰۹۳) المسند رک علی الصحن ج ۳ ص ۱۹۰ (ج ۳ ص ۲۱۰ حدیث ۳۸۶۹) مسند ابی داؤد طیالسی ص ۳۵۱ الاستیعاب ج ۲ ص ۲۸۲ (القسم الثالث ص ۱۰۵۶ نمبر ۱۷۷۹) سنن نسائی (ج ۱ ص ۶۱۰ حدیث ۱۹۸۶) سنن ابن ماجہ (ج ۱ ص ۵۰۵ حدیث ۱۵۸۷)
 - ۲۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۹۵، ۳۶۷ (ج ۳ کتاب الحج ص ۵۶ حدیث ۱۳۵، ۱۹۳ کتاب الکاح حدیث ۱۷) سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۱، ۲۰۶ مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۶، ۳۶۳ (ج ۳ ص ۳۲۵ حدیث ۱۳۲۰)، ج ۳ ص ۳۳۷ حدیث ۱۴۵۰۰، کنز العمال ج ۸ ص ۲۹۳ (ج ۱ ص ۵۲۱، ۵۲۰، ۵۲۱ حدیث ۲۵، ۲۵، ۲۵) احکام القرآن ج ۲ ص ۱۷۸ (ج ۲ ص ۱۳۷) تفسیر کبیر رازی ج ۳ ص ۲۶ (ج ۱ ص ۵۱) درمنثور ج ۱ ص ۱۲۱۶ (ج ۱ ص ۵۲۰) مسند ابی داؤد طیالسی ص ۲۳۷، البیان والیقین ج ۲ ص ۲۲۳ (ج ۲ ص ۱۹۳) تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۳۷۰ (ج ۲ ص ۲۶۱) محاضرات راغب ج ۲ ص ۹۳ (جلد ج ۲ ص ۲۱۴)

مسند احمد میں ہے کہ واقعی تم سے شیطان بھاگتا ہے۔“ جابر کی روایت ہے کہ رسول ﷺ کے سامنے ڈھول بج رہا تھا، ابوبکر آئے تو رسول نے نہیں روکا، جب عمر آئے تو ڈھول بجنے کو روکا، عائشہ نے عرض کی: یہ تو حلال تھی جب عمر آئے تو حرام ہو گئی۔ فرمایا: سب کا مزاج یکساں نہیں ہوتا۔ مسند احمد (۱) جامع ترمذی (۲) اسے لکھ کر فرماتے ہیں: عقل والا سمجھ سکتا ہے کہ اس بارے میں عمر ابوبکر سے افضل ہیں اور ابوبکر اس معاملے میں شبیہ رسول ﷺ ہیں لیکن رسول خدا ﷺ نے یہاں دو امروں اور درجوں کو جمع کیا، پس ابوبکر درجہ رحمت پر اور عمر درجہ حق پر فائز تھے۔ مندرجہ ذیل کتب میں روایت ہے۔ (۳)

۲۔ عائشہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ بیٹھے تھے، اتنے میں ڈھول بجنے اور بچوں کے گانے کی آواز آئی رسول نے اٹھ کر دیکھا تو حشیوں کا ناچ تھا، فرمایا، عائشہ دوڑ کر ادھر آ دیکھ، میں رسولؐ کے کا ندھے پر چڑھ کر دیکھنے لگی، رسول ﷺ نے فرمایا: ابھی دل نہیں بھرا؟ میں کہتی جاتی: نہیں۔ اتنے میں عمر آئے تو لوگ ناچ سے ادھر ادھر چلے گئے۔ رسول ﷺ نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ عمر سے انسانوں اور جنوں کے شیطان بھاگتے ہیں۔ ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح و حسن و غریب ہے۔ (۴)

۳۔ مسند احمد (۵)، ابوداؤد طیالسی (۶) میں بھی ہے کہ حشیوں کے ناچ کو عمر نے ڈانٹ کر ہٹا دیا۔

رسول ﷺ نے فرمایا:

اے عمر! جانے بھی دو یہ ناچنے والی چھوکر یاں ہیں۔

۱۔ مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۳ (ج ۶ ص ۲۸۵ حدیث ۲۲۲۸)

۲۔ سنن ترمذی ج ۲ ص ۲۹۲ (ج ۵ ص ۵۸۰ حدیث ۳۶۹۰)

۳۔ سنن بیہقی ج ۱ ص ۷۷، اسد الغابہ ج ۲ ص ۶۲ (ج ۴ ص ۱۶۱ نمبر ۳۸۲۳) نیل الاوطار ج ۸ ص ۲۷۱ (ج ۸ ص ۱۱۹) مشکاۃ المصابیح ص ۵۵۰ (ج ۳ ص ۳۳۳ حدیث ۶۰۴۸) نوادر الاصول ص ۵۸، ۱۳۸ (ج ۱ ص ۱۳۳، ۱۳۴) اصل ۳۳، ص ۲۹۸ اصل ۱۰۰

۴۔ سنن ترمذی ج ۲ ص ۲۹۲ (ج ۵ ص ۵۸۰ حدیث ۳۶۹۱) مصابیح السنن ج ۲ ص ۲۷۱ (ج ۲ ص ۱۵۹ حدیث ۴۷۳۷) مشکاۃ المصابیح ص ۵۵۰ (ج ۳ ص ۳۳۳ حدیث ۶۰۴۹) ریاض النضر ج ۲ ص ۲۰۸ (ج ۲ ص ۲۵۵)

۵۔ مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۸ (ج ۲ ص ۵۹۲ حدیث ۸۰۱۹)

۶۔ مسند ابی داؤد طیالسی ص ۲۰۲

۴۔ الملع (۱) میں ابو نصر طوسی لکھتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ عائشہ کے گھر آئے تو وہاں دو چھوکریاں گاری تھیں اور ڈھول بجا رہی تھیں، آپ نے منع کیا، جب عمر آئے تو غصے میں کہا: کیا ناچ گا نا رسول کے گھر میں ہوگا؟ رسول ﷺ نے فرمایا: اے عمر جانے بھی دو ہر قوم کی عید ہوتی ہے۔
علامہ امینی فرماتے ہیں:

ان کی سندوں اور ترمذی کے صحیح و حسن ہونے کے فیصلوں پر پھنکار اور شاعر نیل کے ان اشعار پر بھی لعنت جو واقعہ کو نظم کر کے فضائل عمر میں شمار کرتا ہے، کیونکہ اس میں عمر کی فضیلت و ہیبت نکلتی ہے لیکن تقدیس نبوت کا ستیاناس ہوتا ہے۔ کون نبی ہوگا کہ ناچ گا نا کو شوق سے دیکھے پھر اپنی بیوی کو بھی دیکھائے اور پوچھتا جائے کہ دل بھرا کہ نہیں؟ حالانکہ ناچ گانے کو شریعت نبوی میں حرام قرار دیا گیا ہے۔ حدیث ابوامامہ میں ہے کہ گانے والی کنیروں کی خرید و فروخت حرام ہے، کنیروں کو گانا نہ سکھاؤ اس تجارت میں برکت نہیں ہے، اس کا پیسہ حرام ہے۔ اس کے بارے میں آیت ہے ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ﴾ یہی نظریہ طبری، بغوی، ابن منصور، احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن ابی شیبہ، ابن مردویہ، طبرانی، بیہقی، ابن ابی وغیرہ کا ہے۔ (۲)

خود حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ کنیروں کو گانا سکھانا حرام ہے اسکی خرید و فروخت اس کا روپیہ سب حرام ہے ”اور بعض ایسے ہیں جو بے ہودہ قصے کہانیوں کی خرید کرتے ہیں تاکہ بغیر سمجھے بوجھے لوگوں کو خدا کی راہ سے بہکا دیں اور آیات خدا سے سخر اپن کر آئے“ (۳)

۱۔ الملع ص ۲۷۴ (ص ۳۴۵ نمبر ۱۵۳)

۲۔ مسند احمد (ج ۶ ص ۳۳۵ حدیث ۲۱۶۶۵ ص ۳۵۲ حدیث ۷۷۷۷ ص ۳۳۳ حدیث ۲۱۷۱۵ ص ۳۶۰ حدیث ۲۱۸۰۳) سنن ترمذی (ج ۳ ص ۵۷۹ حدیث ۱۷۸۲) سنن ابن ماجہ (ج ۲ ص ۷۳۳ حدیث ۲۱۶۸) مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۶ ص ۳۰۹ حدیث ۱۱۷۱) المعجم الکبیر (ج ۸ ص ۱۸۰ حدیث ۷۷۷۷) سنن بیہقی (ج ۶ ص ۱۳) تفسیر طبری (ج ۲ ص ۳۹) (جلد ۱۱ ج ۲ ص ۶۰) تفسیر قرطبی (ج ۱۳ ص ۵۱) (ج ۱۳ ص ۳۶) تفسیر ابی یوسف (ج ۳ ص ۳۳۲) تفسیر ابن کثیر (ج ۳ ص ۳۳۲) تفسیر خازن (ج ۳ ص ۳۶) (ج ۳ ص ۳۳۸) ارشاد الساری (ج ۹ ص ۱۶۳) (ج ۱۳ ص ۳۵۰) درمنثور (ج ۵ ص ۱۵۹) (ج ۶ ص ۵۰۳) فتح القدیر شوکانی (ج ۴ ص ۲۲۸) (ج ۴ ص ۲۳۶) نیل الاوطار (ج ۸ ص ۲۶۳) (ج ۸ ص ۱۱۲) تفسیر روح المعانی آلوسی (ج ۱۳ ص ۶۸) ۳۔ درمنثور (ج ۵ ص ۱۵۹) فتح القدیر شوکانی (ج ۴ ص ۲۲۸) تفسیر روح المعانی آلوسی (ج ۲۱ ص ۶۸)

”درمنثور، تفسیر شوکانی، تفسیر آلوسی“ اور ابن مسعود اور جابر اور قتادہ قسم کھا کر اس آیت کا مطلب یہی بیان کرتے تھے کہ اس سے مراد گانا ہے لھو الحدیث کا مطلب گانا۔ بتانے والوں میں ابن عباس، ابن عمر، عکرمہ، سعید، مجاہد، کھول، عمرو بن سعید میمول، قتادہ، نخعی، عطاء، علی بن ہذیمہ، اور حسن سرفہرست ہیں، چنانچہ اسکی روایت ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا، ابن منذر، حاکم، بیہقی، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، فریابی اور ابن عساکر کی ہے۔ (۱)

اس کے علاوہ سورۃ نجم میں ﴿وَاَنْتُمْ سَامِدُونَ﴾ (۲) ”اور تم اس قدر غافل ہو“ ارشاد خدا اے ابلیس سے ﴿وَاسْتَقْرٰزَ مِنْ اَسْتَطْعَتْ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ﴾ (سورۃ اسراء ۶۴)، اس میں جس پرانی چکنی چیز یا بات سے قابو پاسکے اور بہکانے اور اپنے چیلوں کے لشکر سوار اور پیادے سب سے چڑھائی کر نے“ سے مراد گانا اور باجہ وغیرہ ہے۔ گانے اور باجے کے متعلق احادیث میں بڑی سرزنش ہے (۳) حدیث رسول ﷺ ہے: گانے والوں کے شانوں کے دونوں طرف خدا و شیطان مسلط کر دیتا ہے، جب تک وہ خاموش نہ ہو یہ شیطان اس پر سوار رہتے ہیں۔ (۴)

اس طرح علامہ امینیؒ سولہ نے احادیث عبدالرحمن بن عوف، عمر بن خطاب، ابو موسیٰ اشعری، ابن عباس، عبداللہ بن عمر، انس، ابو داؤد، ابو امامہ، حضرت علیؓ، ابو ہریرہ، ابن مسکمر، ابن مسعود اور معاویہ سے نقل کی ہے۔ اہلسنت کے چاروں مکاتب فکر بھی غنا کے حرام ہونے پر متفق ہیں، ابو حنیفہؒ گانا حرام اور اس

۱۔ تفسیر طبری ج ۲۱ ص ۳۹، ۴۱ (جلد ۱۱ ج ۲۱ ص ۶۱) سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۲۳، ۲۲۵ شعب الایمان بیہقی (ج ۳ ص ۲۷۸ حدیث ۵۰۹۶) المسند رک علی الصغیر ج ۲ ص ۴۳۱ (ج ۲ ص ۴۳۵ حدیث ۳۵۴۲) تفسیر قرطبی ج ۱۳ ص ۵۱، ۵۲، ۵۳ (ج ۱۳ ص ۳۶، ۳۷) نقد العلم والعلوم ابن جوزی ص ۲۴۶ (تلیس ابلیس ص ۲۳۱) تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۳۱، ۴۳۲ ارشاد الساری ج ۹ ص ۱۶۳ (ج ۱۳ ص ۳۵۰) تفسیر خازن ج ۳ ص ۶۰

۲۔ ادب مفرد بخاری (ص ۲۱۶ حدیث ۸۰۶) سنن بیہقی (ج ۱ ص ۲۱۷) کنز العمال ج ۷ ص ۳۳۳ (ج ۱۵ ص ۲۱۹ حدیث ۴۰۶۶۳) فیض القدیر ج ۵ ص ۳۶۵ (حدیث ۷۲۳۱)

۳۔ سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۳۰۴ (ج ۳ ص ۲۸۱ حدیث ۴۹۲۴) سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۲۲ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۰۶، ۲۸۴ (ج ۲ ص ۲۶۹ نمبر ۲۸۶، ج ۲ ص ۳۵ نمبر ۳۱۵۳)

۴۔ اعلام النبوة قادوری ص ۱۴۰ (۲۱۲، ۲۱۱ باب ۱۹)

کاسنا گناہ کہتے ہیں، امام مالک بھی منع کرتے ہیں، شافعی فقہاء بھی حرام کہتے ہیں اور جولوگ (ابوطیب) اس کو جائز کہتے ہیں ان پر تنقید کی ہے۔ ابن صلاح قائم، مجاہبی، نحاس اور قتال سبھی حرام کہتے ہیں۔ (۱)

عمر بن عبدالعزیز نے اپنے غلام کو خط لکھا کہ مجھے معتبر اہل علم کی بات معلوم ہے کہ باجے اور سامان غنا، نیز گانے بجانے سے دل میں کس طرح نفاق پرورش پاتا ہے، جس طرح پانی سے گھاس اگتی ہے۔ گانے کے متعلق یہ بھی اقوال ہیں کہ یہ دل کا جاسوس ہے مروت چڑھتا ہے عقل ماری جاتی ہے، دل سیاہ ہوتا ہے، خواہشوں کی بھیڑ بھاڑ شروع ہو جاتی ہے، اور پھر لچر اور رعونت پیدا ہونے لگتی ہے، وقار عقل دایما ختم ہو جاتا ہے، علم و حکمت سبھی ختم ہو جاتے ہیں گانا سننے سے عقل و حیاء کم ہونے لگتی ہے (۲) یہ تو گانے کی حالت بیان ہوئی، اب کیا کسی عقل میں یہ بات سما سکتی ہے کہ، رسول اعظم ﷺ نے اپنے سامنے اس کا اہتمام کیا ہوگا، جبکہ وہ معصوم تھے، بھلا وہ شیطان کیسا ہے جو رسول ﷺ سے نہیں ڈرتا اور عمر سے ڈرتا ہے، آخر کون رسول ﷺ گانا بجانا سنے گا اور اجنبی چھو کر یوں کا ناچ دیکھے گا؟ اور پھر یہ کہ مجھے یہودہ باتوں سے ذرا بھی لگاؤ نہیں۔ (۳) رسول تو بجا اور گانا دیکھ رہے ہیں سن رہے ہیں، اور نافع اور ابن عباس انھیں کی حدیث نقل کر رہے ہیں کہ حرام ہے، کیا رسول کے جشی کا ناچ دکھانے اور عائشہ کو کاندھے پر چڑھانا تعجب کی بات نہیں؟ پھر یہ کہ عمر کے ڈانٹنے پر فرماتے ہیں جانے بھی دو اے عمر

-
- ۱- تفسیر طبری ج ۸ ص ۲۸ (جلد ۱۳ ج ۲ ص ۸۲) تفسیر قرطبی ج ۷ ص ۱۲۲ (ج ۱ ص ۸۰) نقد العلم والعلماء ابن جوزی ص ۲۳۶۔ تلمس ابلیس (ص ۲۳۱) غلیظہ ابن اثیر ج ۲ ص ۱۹۵ (ج ۲ ص ۲۱۲) الفائق زحیری ج ۱ ص ۳۰۵ (ج ۲ ص ۱۹۹) تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۶۰، تفسیر خازن ج ۳ ص ۲۱۲ (ج ۳ ص ۲۰۱) درمنثور ج ۶ ص ۱۳۲ (ج ۷ ص ۶۶) تاج العروس ج ۲ ص ۳۸۱، فتح القدیر شوکانی ج ۵ ص ۱۱۵ (ج ۵ ص ۱۱۸) تفسیر روح المعانی آلوسی ج ۲ ص ۷۲، لیل الاوطار ج ۸ ص ۲۶۳
 - ۲- تفسیر طبری ج ۵ ص ۸۱ (جلد ۹ ج ۱ ص ۱۱۸) تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۲۸۸ نقد العلم والعلماء ص ۲۳۷ (تلمس ابلیس ص ۲۳۲) تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۹۹ تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۷۸ (ج ۳ ص ۱۷۰) تفسیر نسفی ج ۳ ص ۱۷۸ (ج ۲ ص ۳۲۰) تفسیر ابن جریر ج ۲ ص ۱۷۵، تفسیر فتح القدیر ج ۳ ص ۲۳۳ (ج ۳ ص ۲۳۱) تفسیر روح المعانی ج ۱ ص ۱۱۱
 - ۳- تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۵۳ تفسیر کشاف ج ۲ ص ۴۱۱ (ج ۳ ص ۳۹۰، ۳۹۱) نقد العلم والعلماء ابن جوزی ص ۲۳۸ (۲۳۲) تفسیر خازن ج ۳ ص ۳۶۰ (ج ۳ ص ۳۲۸) تفسیر نسفی مطبوع بر حاشیہ تفسیر خازن ج ۳ ص ۳۶۰ (ج ۳ ص ۲۷۸) ارشاد الساری ج ۹ ص ۱۶۲ (ج ۱۳ ص ۳۵۱) درمنثور ج ۵ ص ۱۵۹ (ج ۶ ص ۵۰۶) تفسیر فتح القدیر ج ۳ ص ۲۲۸ (ج ۳ ص ۲۳۶)

علی کے اقوال موجود ہیں کہ رسول قبل بعثت بھی عصمت سے سرفراز تھے، پھر یہ حرام کام کیسے کر رہے ہیں، جبکہ خود نبی اعظم ہیں۔

اسکے علاوہ جو حرام کام کیلئے نذر کی جائے اس کا پورا کرنا بھی حرام ہے حدیث ہے لا نذر فی معیصتہ ولا نذر فیما لا یملک ابن آدم گناہ کے کاموں کی نذر صحیح نہیں اور نہ ایسی نذر صحیح ہے جس پر انسان کا اختیار نہ ہو اور اسکے قابو سے باہر ہے۔ (۱)

اس کے علاوہ بھی بہت سی احادیث ہیں (۲) کیا رسول ﷺ اس معصیت کی نذر کی طرف متوجہ نہیں تھے؟

سب سے زیادہ تعجب تو اس بات پر ہوتا ہے کہ خود حضرت عمرؓ فرما ڈالتے رہے ہیں جبکہ عمدۃ القاری (۳) کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ گانے بجانے کو جائز سمجھتے تھے ان میں عثمان، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن عمر، معاویہ، عمرو عاص، نعمان بن بشیر اور حسان کے ساتھ خود حضرت عمرؓ بھی شامل ہیں، شوکانی نیل الاوطار (۴) میں لکھتے ہیں کہ جو لوگ غنا کو جائز سمجھتے تھے ان میں عمرؓ بھی تھے۔ مبرد، بیہقی، ابن منظور، اور ابن عساکر نے صراحت کی ہے۔ (۵)

۱۔ سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۲۴ نقد العلم والعلماء ص ۲۳۶، ۲۳۷ (تلیس ابلیس ص ۲۳۱، ۲۳۸) تفسیر قرطبی ج ۱۳ ص ۵۱، ۵۲، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱

کنز العمال (۱) میں ہے کہ اصحاب رسول نے گلوکار خوات بن جبیر کا گانا سننے کی عمر سے اجازت چاہی تو انھوں نے اجازت دے دی، وہ گانے لگا تو عمر نے تعریف کی۔ رہا ح، عثمان بن نائل، زبیر بن بکر، سائب بن یزید وغیرہ کا بیان ہے کہ سفر میں عمر نے خود اجازت دی تاکہ سفر مزے سے طے ہو سکے۔ (۲) ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول ﷺ کے سامنے ایک چھو کری گاری تھی، ابو بکر و عمر آئے وہ گاتی رہی لیکن جب عثمان آئے تو چپ ہو گئی۔ (۳) آگے حیائے عثمان کی بحث میں مفصل تذکرہ آئے گا۔

اب ذرا شاعر نیل کی بکواس پر غور فرمائیے، جس نے عمر کے کوڑے کو عصائے موسیٰ سے تشبیہ دی ہے کیا اس لئے کہ اس سے کبار صحابہ زخمی ہوئے، رونے والی عورتوں کی پیٹھ لہو لہان ہوئی، ابو بکر پر روتی ام فروہ نے مار کھائی، عصر کے بعد نماز پڑھتے ہوئے تمیم داری اور زید جہنی نے مار کھائی۔ کسی نے آیت کا مطلب پوچھا یا کسی کا نام ابو یحییٰ پڑ گیا تو اس نے مار کھائی، اس کے علاوہ بھی بے شمار مواقع پر کوڑے بر سے (۴) کوئی ایسا بھی ہے جسکی باتیں دنیا میں تم کو بھلی معلوم ہوتی ہیں اور اپنی نیک نیتی پر بار بار خدا کو گواہ ٹھراتا ہے مگر حقیقت میں وہ بدترین دشمن حق ہوتا ہے۔

۴۔ عمر کی چار کرامتیں

۱۔ مصر فتح ہونے کے بعد وہاں کے لوگ عمرو عاص کے پاس آئے، ایک عجمی مہینہ شروع ہو چکا تھا، کہنے لگے اے حاکم! اس دریائے نیل کا مخصوص انداز ہے جس کے بغیر یہ جاری نہیں ہوتا، پوچھا کیا انداز ہے۔؟ کہنے لگے اس مہینے کی تیرہ تاریخ ایک دو شیزہ کو بنا سنوار کر اس کے باپ کی اجازت سے اس میں ڈال دیتے ہیں، عمرو نے کہا یہ طریقہ اسلام میں مناسب نہیں چنانچہ ماہ بوز گذر گیا اور دریائے نیل جاری۔

۱۔ نیل الادوار ج ۸ ص ۲۷۲ (ج ۸ ص ۱۲۰) لسان العرب ج ۱۹ ص ۳۷۴ (ج ۱۰ ص ۱۳۵) سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۲۳، استیعاب ج ۱ ص ۱۷۰ (القسم الثانی ص ۵۷ نمبر ۶۸) الاصلہ ج ۱ ص ۴۵۷ نمبر ۲۲۹۸ کنز العمال ج ۷ ص ۳۳۵ (ج ۱۵ ص ۲۲۸ حدیث ۴۰۶۹۷ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۱۶۳ (ج ۲۵ ص ۲۸۳ نمبر ۳۰۵۱) ۹ کنز العمال ج ۷ ص ۳۳۶ (ج ۵ ص ۲۲۹ حدیث ۴۰۷۰۰)

۲۔ سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۲۳، استیعاب ج ۱ ص ۱۸۶ (القسم الثانی ص ۲۸۶ نمبر ۷۷۴)

۳۔ مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۲، ۳۵۳ دیوان حافظ ابراریم (ج ۱ ص ۹۴)

نہ ہوا، عمرو نے صورتحال کو عمر کے پاس لکھ بھیجا، عمر نے جواب دیا تم نے درست کام کیا ہے کیونکہ اسلام نے جاہلی باتوں کو یکسر ختم کر دیا ہے، میں اس خط میں ایک تحریر بھیج رہا ہوں اسے دریائے نیل میں ڈال دینا، عمرو نے دیکھا کہ اس میں لکھا ہوا تھا، بندۂ خدا عمر کی طرف سے رو د نیل کی طرف۔

اما بعد: اگر تو اپنے انداز پر جاری رہا ہے تو اب مت جاری ہونا اور اگر خدائے واحد و قہار کے حکم سے جاری ہوتا ہے تو ہم خدا ہی سے تیرے جاری ہونے کا سوال کرتے ہیں۔ والسلام

جب یہ تحریر یوم صلیب سے قبل دریا میں ڈالی گئی تو اب سیلاب کا زمانہ آنے کی وجہ سے وہاں سے کوچ کرنے کی سوچ رہے تھے، کیونکہ وہاں صرف پانی ہی پانی آتا تھا، لیکن سولہ ہاتھ پانی کھسک گیا خدا نے اس کے بعد آج تک اہل مصر کو اس مصیبت سے نجات دے دی ہے۔

۲۔ تفسیر رازی میں ہے کہ مدینہ میں زلزلہ آیا، عمر نے کوڑا مارا اور کہا: خدا کے حکم سے ٹھہر جاوہ فوراً ٹھہر گئی اس کے بعد آج تک مدینہ میں زلزلہ نہیں آیا۔

۳۔ تفسیر رازی میں ہے کہ مدینہ میں آگ لگ گئی، جو بجھتی نہ تھی عمر نے تحریر بھیجی: اے آگ خدا کے حکم سے خاموش ہو جاوہ فوراً خاموش (بجھ) ہو گئی۔

۴۔ محاضرة الاوائل میں ہے سب سے پہلا زلزلہ ۱۶ھ میں آیا، یہ حضرت عمر کا عہد تھا، عمر نے یہ کہہ کے نیزہ زمین پر مارا: اے زمین ٹھہر جا کیا میں تجھ پر انصاف نہیں کر رہا ہوں، وہ فوراً ٹھہر گئی اس طرح عمر کے چار کرامات، عناصر ربیعہ کی طرح ظاہر ہوئے، مٹی، پانی پر تصرف رو د نیل سے، ہوا پر کرامت یا ساریہ الجبل سے، آگ لگنے سے اس دیہات میں جس کے لئے عمر نے نام بدلنے کو کہا اور اس نے نام نہیں بدلا، چنانچہ تمبرۃ الاولاد میں اس کی تفصیل ہے۔ (۱)

۱۔ فتوح الشام واندی ج ۲ ص ۳۳ (ج ۲ ص ۶۹) تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۷۸ (ج ۲ ص ۸۸) سیرۃ عمر ابن جزی ص ۱۵۰ (ص ۱۵۷، ۱۵۵ باب ۵۵) ریاض الصغری ج ۲ ص ۱۲ (ج ۲ ص ۲۷۸) البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۱۰۰ (ج ۷ ص ۱۱۳ حوادث ۱۹) تاریخ الخلفاء ص ۸۶ (ص ۱۱۹، ۱۱۷) محاضرة الاوائل سکتواری ص ۱۶۸ خزائن الاسرار ص ۱۳۲ (ص ۹۳) اخبار الدول و آثار الاول قرمانی مطبوعہ حاشیہ الکامل ج ۱ ص ۲۰۳ (ج ۱ ص ۲۸۸) الروض الفائق ص ۲۳۶، الفتوحات الاسلامیہ ج ۲ ص ۳۳۷ (ج ۲ ص ۲۸۲) نوال البصار ص ۶۲ (۱۲۷، ۱۲۸) ج ۲ دھرۃ الکلام قرامولی ص ۴۳

علامہ امینی کا تبصرہ

روایت نیل کا راوی تو صرف عبد اللہ بن صالح ہے جو پکا جھوٹا تھا۔ احمد بن حنبل، ابن صالح، نسائی، ابن مدینی وغیرہ (۱) سبھی جھوٹا سمجھتے ہیں اس شخص نے جابر سے ایک روایت کی ہے، خدا نے میرے اصحاب کو منتخب فرمایا: تمام عالمین میں سوائے انبیاء و رسل کے اور پھر اصحاب میں چار کو منتخب کیا ابوبکر، عمر، عثمان، علی، یہ چاروں میرے بہترین اصحاب ہیں جبکہ میرے سبھی اصحاب اچھے ہیں۔ صاحب میزان الاعتدال (۲) نے اس روایت کے موضوع ہونے کی نشاندہی کی ہے امام رازی (۳) نے جس عہد میں عمر کے زلزلے کی بات کی ہے اس کا تاریخوں میں کہیں پتہ نہیں، پھر یہ کہ تاریخوں میں موجود ہے کہ عہد عمر کے بعد بھی مدینہ میں زلزلے آئے چنانچہ تاریخ بن کثیر میں (۴) ۶۵۳ کے عظیم زلزلے کی خبر ہے اور یہ جو ۲۰ھ میں اول زلزلے کی خبر ہے تو تاریخ خمیس (۵) میں ہے کہ ۶ھ میں زلزلے آنا تو رسولؐ نے فرمایا تمہیں اسی سے عبرت حاصل کرنی چاہیے، ساریۃ الجمل کے متعلق سید محمد بن درویش حوت (۶) کہتے ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے وادی حدی اور تبتلی نے فضائل بوحانے کے لئے لکھ مارا ہے، اسکے علاوہ دیہات جلنے کا واقعہ بھی جھوٹ ہے۔

۵۔ عمر امیر المومنین بن گئے

واقعی نے ابو حمزہ (ابو حمزہ) محمد بن ابراہیم، اور ابو عمر سے روایت کی ہے: عائشہ سے پوچھا کہ عمر کا نام امیر المومنین کس نے رکھا؟ عائشہ نے کہا: رسول خدا ﷺ نے۔ (۷)

- ۱۔ العلل ومعرفۃ الرجال (ج ۳ ص ۲۱۲ نمبر ۲۹۱۹) کتاب الفضلاء والحر وکین (ص ۱۳۹ نمبر ۳۵۱) کتاب البحر وجن (ج ۲ ص ۴۰)
- ۲۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۴۶ (ج ۲ ص ۴۴۲ نمبر ۴۳۸۳)
- ۳۔ منقول از البدایہ والنہایہ ج ۱۲ ص ۱۸۸ (ج ۱۲ ص ۲۳۳ حوادث ۵۱۵ھ)
- ۴۔ البدایہ والنہایہ ج ۱۳ ص ۱۸۸، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲ (ج ۱۳ ص ۲۲۰)
- ۵۔ تاریخ الخلفاء ج ۱ ص ۵۶۵ (ج ۱ ص ۵۰۲)
- ۶۔ اتنی المطالب ص ۲۶۵ (ص ۵۵۳ حدیث ۱۷۶۳)
- ۷۔ البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۱۳۷ (ج ۱ ص ۱۵۴ حوادث ۲۳ھ)

علامہ ابنی فرماتے ہیں:

ابو حرزہ قصہ گو ہے جس نے رسول ﷺ کی جانب جھوٹی باتیں منسوب کر کے عمر کی برتری و فضیلت کو ثابت کیا ہے تاکہ سننے والوں کی توجہات کو مبذول کر سکے۔ اسے تاریخ جھٹلانے کی پرواہ نہ تھی حاکم نے بطریق ابن شہاب لکھا ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے ابو بکر ابن سلیمان سے پوچھا کہ ابو بکر کو تو خلیفہ پکارا جاتا تھا، یہ عمر امیر المومنین کیسے ہو گئے تھے انھوں نے کہا مجھ سے شفا نے بیان کیا جو اول مہاجرین میں تھے کہ عمر نے گور زعراق کو لکھا کہ عراق سے دو آدمیوں کو بھیجوں تاکہ وہاں کے حالات پوچھوں اس نے لبید بن ربیعہ اور عدی بن حاتم کو بھیجا وہ دونوں مسجد میں آ کر اپنی سواری باندھنے لگے اور عمرو عاص سے کہا کہ ذرا امیر المومنین سے باریابی کی اجازت طلب کر لو، عمرو نے کہا: واللہ تم نے صحیح نام رکھا، عمر امیر ہیں اور ہم لوگ مومنین ہیں جھپٹ کے پیونچے اور کہا: السلام علیک یا امیر المومنین، عمر نے پوچھا: عاص کے بیٹے یہ نام کہاں سے مل گیا۔ اس نے کہا لبید اور عدی نے سواری باندھتے ہوئے کہا کہ ذرا امیر المومنین سے اجازت طلب کر لو واللہ انھوں نے صحیح کہا، ہم لوگ مومنین ہیں اور آپ امیر ہیں۔ اس دن سے تحریر و تقریر میں یہ نام جاری ہو گیا۔ (۱) تاریخ طبری (۲) میں ہے کہ حسان کوئی نے کہا: لوگ عمر کو خلیفہ یا خلیفہ رسول کہہ کر پکارتے تھے۔ عمر نے کہا: اس سے بات طول پکڑتی جائے گی اور ہر نئے خلیفہ پر خلیفہ خلیفہ بڑھتا چلا جائیگا، بلکہ معاملہ یہ ہے کہ میں امیر ہوں اور تم لوگ مومنین، اس لئے آج سے مجھے امیر المومنین کہا کرو۔

مقدمہ تاریخ بن خلدون میں ہے کہ متفقہ بات ہے کہ بعض اصحاب نے عمر کو امیر المومنین کہہ کے خطاب کیا تو عمر نے اچھا سمجھا، سب سے پہلے عبد اللہ بن قحش نے کہا: یا عمرو عاص وغیرہ نے کہا یا پھر جب برید فتح کی خبر لایا تو پوچھا امیر المومنین کہاں ہیں، عمرو اور دوسرے اصحاب نے اس کو اچھا سمجھا اور کہا: واللہ تم نے صحیح کہا، پھر اس کے بعد خلفاء نے وراثت میں یہ لقب حاصل کر لیا۔ (۳)

۱۔ المسد رک علی النعمین (ج ۳ ص ۸۷ حدیث ۴۳۸۰) شرح شواہد المغنی سیوطی ص ۵۷ (ج ۱ ص ۱۵۵ نمبر ص ۵۹) تاریخ الخلفاء ص ۹۳ (۱۲۹ م)

۲۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۲ (ج ۳ ص ۲۰۸) ۳۔ مقدمہ ابن خلدون ص ۲۲۷ (ج ۱ ص ۲۸۳ فصل ۳۲)

ان باتوں سے واضح ہوتا ہے کہ خود عمر نے یا اصحاب نے عمر کا امیر المومنین نام رکھا ہے، رسولؐ نے نہیں، ہاں؛ دراصل خدا نے حضرت علیؑ کا نام امیر المومنین رکھا، چنانچہ حلیہ (۱) ابو نعیم میں انس سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے انس سے فرمایا: سب سے پہلے جو اس دروازے سے داخل ہوگا، وہ امیر المومنین ہوگا، سید المسلمین خاتم الوصیین ہوگا، انس نے دعا کی: خدایا! وہ انصار میں سے ہو، اتنے میں حضرت علیؑ دروازے سے داخل ہوئے رسول ﷺ نے پوچھا: اے انس کون آیا؟ میں نے کہا: علیؑ، رسول ﷺ خوش ہو گئے باچھیں کھل گئیں، علیؑ کو لپٹا کر پسینہ پوچھنے لگے، علیؑ نے پوچھا: آج جیسا برتاؤ کبھی نہ دیکھا تھا۔ فرمایا: کیوں نہ ہو تم میری امانت اور قرض ادا کرو گے۔

ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ علیؑ رسول ﷺ کا سر زانو پر رکھے تھے رسولؐ سو رہے تھے، اتنے میں جبریل بصورت وحیہ بکلی آئے اور علیؑ سے کہا: تم امیر المومنین ہو، میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ اسی طرح رسول ﷺ نے ابن عباس اور ام سلمہ سے کہا: گواہ رہو یہ امیر المومنین ہے۔ چنانچہ ابو نعیم کی باتوں سے تائید ہوتی ہے کہ ابن عباس نے کہا: قرآن میں جہاں بھی ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ ہے اس سے مراد علیؑ ہیں۔ (۲)

۶۔ عمر باطل کو پسند نہیں کرتے

ابو نعیم حلیہ الاولیاء (۳) میں اسود بن سریج کی روایت کرتے ہیں کہ میں نے خدمت نبیؐ میں آکر

۱۔ حلیہ الاولیاء ج ۱ ص ۶۳

۲۔ المعجم الکبیر (ج ۱ ص ۲۱۰ حدیث ۱۱۶۸۷) حلیہ الاولیاء ج ۱ ص ۶۳ (نمبر ۴) ریاض الصغریٰ ج ۲ ص ۲۰۶ (ج ۳ ص ۱۵۸) کفایۃ الطالب ص ۵۴ (ص ۱۳۰ باب ۳۱) تذکرۃ الخواص ص ۸ (۱۳) درر السطین (ص ۸۹) صواعق محرقة ص ۷۶ (ص ۱۲۷ کنز العمال ج ۶ ص ۲۱۹ (ج ۱ ص ۶۰۴ حدیث ۳۲۹۲۰) تاریخ الخلفاء ص ۱۱۵ (۱۶۰) تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۷۷ (نمبر ۷۸۸) ج ۳ ص ۲۱۹ (نمبر ۱۹۱۵) المسند رک علیؑ ج ۳ ص ۱۲۹ ج ۳ ص ۱۴۰ حدیث ۴۶۴۳ (تورال ابصار ص ۸۰) ۱۶۳ افراد السطین (ج ۱ ص ۱۵۷ حدیث ۳۲) صواعق محرقة (ص ۱۲۵)

۳۔ حلیہ الاولیاء ج ۲ ص ۴۶

کہا: میں خدا کی اور آپ کی ستائش کرتا ہوں۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: خدا کی ستائش کو پسند کرتا ہے۔ میں نے اشعار پڑھنا شروع کیا، اتنے میں ایک طویل القامت اور بلند پیشانی والا آدمی اجازت لے کر آیا، رسول خدا ﷺ نے مجھے چپ کرادیا، اس نے تھوڑی دیر رسول ﷺ سے بات کی اور چلا گیا، میں پھر شعر پڑھنے لگا، وہ شخص پھر آیا اور آپ نے مجھے چپ کرادیا، اس طرح دو یا تین بار ہوا، میں نے رسول سے پوچھا: یہ کون ہے کہ جب آتا ہے آپ مجھے چپ کرادیتے ہیں، فرمایا کہ یہ عمر ہے یہ شخص کبھی باطل کو پسند نہیں کرتا۔

ایک دوسرے طریق سے اسودتمی کا بیان ہے کہ یہ شعر پڑھنے لگا تو چھوٹی آنکھ والا شخص آیا اور مجھے رسول ﷺ نے چپ کرادیا، پوچھنے پر بتایا کہ یہ عمر ہے جو کبھی باطل کو پسند نہیں کرتا۔ تیسری روایت میں ہے کہ تمیمی شخص چیخ پڑا: ہائے، ہائے، یہ کون ہے۔ تو کہا گیا کہ یہ عمر بن خطاب ہیں۔ خدا کی قسم! میں نے اس وقت سمجھا کہ اگر یہ سن لیتا تو میری ٹانگ گھسیٹ کر قبرستان بقیع تک پہنچا دیتا۔

تبصرہ امینیؒ

ان روایت گزرنے والوں کی آنکھیں نہیں دل اندھے ہو چکے ہیں، وہ شخص تو حمد خدا اور ستائش رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کر رہا ہے بھلا اس میں باطل کیا ہے جسے عمر سے پہلے خود رسول روک رہے ہیں؟ کون ہے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوگا جو خدا سے نہ ڈرے اور لوگوں سے ڈرے۔ اس شخص کو دیکھئے کہ رسول سے نہیں ڈرتا لیکن عمر سے ڈرتا ہے کہ کہیں قبرستان بقیع تک نہ پہنچا دے، کیا عمر کی نظر میں مدح رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اشعار ہوتے تھے؟ کیا روایت وضع کرنے والے ان باتوں کی طرف متوجہ تھے۔

نہیں جانتا ہے تو ہے یہ مصیبت

اگر جانتا ہے تو آفت بڑی ہے

۷۔ فرشتے عمر سے بات کرتے ہیں

صحیح بخاری میں ابو ہریرہ سے منقول حدیث رسول ﷺ ہے: تم سے قبل بنی اسرائیل میں ایسے لوگ ہوتے تھے جو نبی نہیں تھے مگر فرشتے ان سے بات کرتے تھے اگر اس امت میں کوئی ایسا ہے تو وہ عمر ہیں۔ (۱)



اسی بخاری میں حدیث غار کے ذیل میں ہے کہ اگر اس امت میں محدث کوئی ہے تو وہ عمر ہیں یہاں جو ”اگر“ استعمال ہوا ہے مثلاً اگر اس امت میں کوئی صدیق ہے۔ تو یہاں نفی کے معنی میں نہیں ہے بلکہ کمال صداقت کے لئے ہے۔ (۲)

تبصرہ امینیؒ

مجھے نہیں معلوم کہ عمر کے پاس فرشتے کیوں آتے تھے، محض بات چیت کرنے یا جانشین رسولؐ کو غلطیوں سے محفوظ رکھنے، یا سوالات کا صحیح جواب سکھانے جس سے وہ قطعی عاری تھے یا مشکل مسائل کا حل بتانے کہ کہیں شریعت مطہرہ کے برخلاف فتویٰ نہ جھونک دیں؟ میں نے قبل کی جلد میں ان کی غلطیوں اور مہمل فتوؤں کو نقل کیا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ داستان ہی مہمل اور بناوٹی ہے، اس کا صحت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

۸۔ عمر کے کفن میں ”قرطاس“

امام حسن وحسین علیہما السلام عمر سے ملنے گئے، وہ کاموں میں مشغول ہونے کی وجہ سے متوجہ نہ ہوئے جب انتہاء ہوا تو بڑھ کے دونوں کا بوسہ لیا اور ایک ایک ہزار دیا، گھر جا کر دونوں نے باپ سے بیان کیا تو حضرت علیؑ نے فرمایا: میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے کہ عمر اسلام کا نور ہیں دنیا میں اور

۱۔ صحیح بخاری کتاب المناقب باب مناقب عمر (ج ۳ ص ۱۳۳۹ حدیث ۳۲۸۶)

۲۔ صحیح بخاری (ج ۳ ص ۱۲۷۹ حدیث ۳۲۸۲)

جنت والوں کے چراغ ہیں، ان دونوں نے جا کر وہ حدیثِ عمر سے بیان کی تو عمر نے دواتِ قلم منگوا کر لکھ لیا کہ مجھ سے حدیثِ بیان کی سردار جو انانِ جنت نے اپنے باپ سے اور انہوں نے رسولِ خدا سے ایسا ایسا۔ پھر وصیت کر دی کہ میرے کفن کے ساتھ قبر میں اس کو رکھ دینا۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا تو دوسرے دن اس کا غدر لکھا ہوا تھا کہ حسن و حسین علیہما السلام نے سچ کہا، رسولِ خدا ﷺ نے بھی سچ کہا۔

تبصرہ امی

اس خیالی قصے کا مہمل پن اسقدر واضح ہے کہ ابنِ جوزی کی موضوعات سے سیوطی نے تحذیر الخواص میں نقل کر کے لکھا ہے کہ بے شرمی اور بے حیائی اب اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ اس قسم کی مہمل باتیں گڑھی جاری ہیں اور اسے اکابر فقہاء اپنے یہاں نقل کر رہے ہیں۔ (۱)

میرا بھی خیال ہے کہ خدا ان فضائل کے غلو کی بھرمار کرنے والوں کو غارت کرے ان فقہاء کی بھی رگ شرارت کاٹ دے جو عقیدت میں اندھے بہرے ہیں اور عقل سے عاری ہیں۔

۹۔ قلب و زبانِ عمر

مسند احمد میں نوح بن میمون، عبد اللہ عمری، جہم، مسور بن مخرمہ، ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: بے شک خدا عمر کی زبان و دل سے حق کو جاری فرماتا ہے۔ (۲)

تبصرہ امی

دل کی حالت خدا ہی جانے، لیکن جہاں تک زبان کا تعلق ہے تو امام احمد بن حنبل سے پوچھا جاسکتا ہے کہ کیا عمر کی زبان سے اس وقت بھی حق جاری ہوا تھا جب رسولِ قلم و دواتِ طلب کر رہے تھے، تاکہ

۱۔ تحذیر الخواص ص ۵۳ (۲۰۷)

۲۔ مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۱ (ج ۳ ص ۱۱۶ حدیث ۸۹۶۰)

ہدایت کا نوشتہ لکھ دیں، عمر نے کہا کہ یہ شخص ہذیان بک رہا ہے، کیا ترجمان وحی سے ہذیان کی توقع کی جا سکتی ہے؟

کیا ان سو مسائل میں بھی عمر کی زبان سے حق جاری ہوا جنہیں فقہانے نقل کر کے کہا ہے کہ عمر نے غلطی ہوئی، جہاں تک سند روایت کا تعلق ہے، نوح بن میمون غلطی کرتا تھا۔ (۱) عبداللہ عمری کی زیادتی کر دیتا تھا علی بن مدینی کے نزدیک ضعیف تھا، یحییٰ، یعقوب، نسائی، ابن حبان اور بخاری ضعیف کہتے ہیں۔ (۲)

جہم بن جہم کے متعلق ذہبی کہتے ہیں کہ بے وقعت اور غیر معروف آدمی تھا۔

۱۰۔ علم عمر کے متعلق خواب رسول

صحیح بخاری میں حدیث رسول ہے: مجھے خواب میں دودھ کا پیالہ دیا گیا، میں نے پیا یہاں تک کہ میرے ناخنوں میں بھی سرایت کر گیا، پھر میں نے عمر کو دیا، لوگوں نے اس کی تعبیر پوچھی تو فرمایا: علم۔ (۳)

اس کی شرح کرتے ہوئے ابن ابی جرہ ہجۃ النفوس میں کہتے ہیں کہ ذرا اس کی طرف توجہ کیجئے جسے فضیلت کا پیالہ عطا فرمایا گیا کہ اس کے پاس کس قدر قوت علم تک ہے، وہاں تک تو کوئی خلیفہ رسول تک نہ پہنچ سکا، صحابی تو دور کی بات ہے، نہ آئندہ کوئی انسان اس قوت علم پہنچ سکتا ہے۔

تبصرہ ایمنی

اس خواب کی نوعیت یہ ہوئی کہ رسول خدا ﷺ نے یہ خواب عمر کے اسلام لانے کے بعد دیکھا عمر

۱۔ صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب صفۃ الخلیس وجودہ ج ۵ ص ۸۹ کتاب الناقب باب مناقب عمر ج ۵ ص ۲۵۶ (ج ۳ ص ۱۱۹۹)

حدیث ۳۱۲۰ ص ۱۳۲۷ حدیث ۳۲۸۰

۲۔ ارشاد الساری ج ۵ ص ۲۹۰ (ج ۸ ص ۱۹۸ حدیث ۳۶۸۳)

۳۔ صحیح بخاری ج ۵ ص ۳۵۵ (ج ۳ ص ۱۳۳۶ حدیث ۳۲۷۸)

اپنے زمانہ کفر میں تھے تو اس علم سے خالی تھے، ممکن ہے کہ رسول اپنے علم کو صرف عمر سے مخصوص کرنا چاہتے تھے، کیا ایسا شخص آیات قرآنی کا مطلب پوچھنے پر کہہ سکتا ہے کہ مجھے بازاری کاموں کی وجہ سے اس کا مطلب معلوم نہ ہو سکا؟ جسے اس قدر علم ہو وہ کہہ سکتا ہے کہ تمام انسان عمر سے زیادہ علمی بصیرت رکھتے ہیں یہاں تک کہ پردہ نشین عورتیں بھی عمر سے زیادہ جانتی ہیں؟، خدا نے تو انہیں شراب علم پلایا رسول کے ہاتھوں سے اور یہ حضرت، علم سے کورے ہی رہ گئے۔ ان کے فتوؤں سے جہالت نکلتی رہ گئی۔

۱۱۔ عمر سے شیطان کا فرار

صحیح بخاری میں دو جگہ پر سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ رسول ﷺ کی خدمت میں عورتیں ہڑبونگ چائے ہوئے تھیں اتنے میں عمر نے داخل ہونے کی اجازت طلب کی، فوراً تمام عورتیں بھاگ کر پردے میں جا چھپیں۔ رسول ﷺ نے عمر کو آنے کی اجازت دی اور ہنسنے لگے۔ عمر نے پوچھا: خدا کے رسول ﷺ آپ کو خدا ہمیشہ ہنسائے، رسول ﷺ نے فرمایا: یہ عورتیں میرے پاس ہنگامہ کئے ہوئے تھیں، جنہیں دیکھ کر پردہ میں بھاگ گئیں۔

عمر نے کہا: یا رسول اللہ! آپ زیادہ حقدار ہیں کہ آپ سے ڈرا جائے پھر عورتوں سے چلا کر کہا: اے اپنی جان کی دشمنو! تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول ﷺ سے نہیں ڈرتی ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں! تم رسول سے زیادہ فظ و غلیظ (پھو ہڑ اور تلخ مزاج ہو) رسول خدا نے فرمایا: خدا کی قسم! ہمیشہ شیطان تمہیں دیکھ کر دوسری راہ پر چلا جاتا ہے۔

تبصرہ امینیؒ

بے حیا راوی نے اس کو فضائل کے زمرے میں بیان کیا ہے، حالانکہ یادہ گوئی کے زمرے میں رکھنا چاہئے تھا، وہ ہڑبونگ چانے والی عورتیں یا تو ازواج رسول ﷺ تھیں یا اجنبی تھیں۔ اگر ازواج تھیں تو رسول ﷺ کی بارگاہ میں انہیں بے تکلف ہونا ہی چاہیے تھا، عمر چونکہ نامحرم اور اجنبی تھے اس

لئے ان سے پردہ کیا۔

دوسری صورت میں بھی اجنبی عورتوں کا بارگاہ رسول ﷺ میں بیٹھنا روا تھا۔ عمر اجنبی تھے اس لئے پردہ کر لیا، یہ کیسی شیاطین تھیں کہ رسول ﷺ کی عظمت کا ڈرنہ تھا اور عمر کی ہیبت سے ڈر گئیں رسول کی نماز میں تو خلل ڈال دیتا ہے۔ (۱) لیکن عمر سے بھاگتا ہے۔ (۲) چنانچہ طبرانی کی روایت ہے کہ جب سے عمر اسلام لائے شیطان کبھی ان کا سامنا نہیں کرتا، وہ ان کا مطیع ہو گیا ہے۔ (۳) کیا اس وقت بھی شیطان عمر کا مطیع تھا، جب وہ فتح مکہ کے سال ابو طلحہ انصاری کے گھر پر شراب پی رہے تھے اور آیت اتری ﴿ فہل انتم مستہون ﴾ آیا تم اب بھی باز نہ آؤ گے۔ عمر چیخ پڑے: اٹھینا اٹھینا، ہم باز آئے، ہم باز آئے۔

ہمیں اس روایت کا نہیں بلکہ صحیح بخاری کی قدر و قیمت کا بھی اندازہ ہو گیا، ہائے یہ عقیدت کے اندھے۔ (۴)

۱۔ صحیح بخاری کتاب الصلاة باب ما لا يجوز من العمل في الصلاة ج ۱ ص ۱۴۳ (ج ۸ ص ۳۰۵ حدیث ۱۱۵۲) صحیح مسلم باب جواز لمن الشيطان في الصلاة ج ۱ ص ۲۰۴ (ج ۲ ص ۲۳ حدیث ۳۹ کتاب الصلاة)

۲۔ مسند احمد ج ۶ ص ۲۸۵ حدیث ۲۲۳۸۰ سنن ترمذی (ج ۵ ص ۵۸۰ حدیث ۳۶۹۰) الاحسان فی صحیح ابن جبان ج ۱ ص ۳۱۵ حدیث ۶۸۹۲

۳۔ المعجم الکبیر (ج ۲ ص ۳۰۵ حدیث ۷۷۷۳) فیض القدیر ج ۲ ص ۳۵۹ (حدیث ۲۰۳۷)

۴۔ الاصابہ ج ۲ ص ۳۲۶ (نمبر ۵۳۳) فیض القدیر ج ۲ ص ۳۵۲ (حدیث ۲۰۲۶)

فضائل عثمان کے لاف و گزاف

فضائل کی بحث شروع کرنے سے قبل ضروری ہے کہ خلیفہ کے علم، اخلاقی حالات اور پرہیزگاری و ایمان کا تجزیہ کر لیا جائے، اس طرح فضائل کا غائر تجزیہ کیا جاسکے گا۔

۱۔ چھ ماہ کا بچہ پیدا کرنے والی کے متعلق فیصلہ

حفاظ نے بچہ بن عبد اللہ جہنی کی روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے قبیلہ جہینہ کی عورت سے شادی کی، اس نے چھ ماہ میں پورا بچہ پیدا کیا، شوہر نے اس معاملے کو عثمان کے سامنے پیش کیا عثمان نے عورت کو سنگسار کرنے کا حکم دے دیا، جب حضرت علی کو معلوم ہوا تو آپ نے عثمان سے کہا: یہ تم نے کیا کیا؟ اس عورت نے کوئی جرم نہیں کیا ہے، خدا کا ارشاد ہے کہ ”بچے کے حمل اور دودھ بڑھائی کی مدت تیس مہینے ہے۔“ (۱) اور پھر فرماتا ہے کہ مائیں اپنے بچوں کو مکمل دو سال تک دودھ پلائیں، اس طرح دودھ پلانے کی مدت وچوبیس ماہ ہوتی ہے، اور حمل کی مدت چھ ماہ بنتی جاتی ہے، عثمان نے یہ سن کر کہا: خدا کی قسم! یہ بات میری سمجھ میں نہ آسکتی تھی، عثمان نے حکم دیا کہ عورت کو سنگسار نہ کیا جائے لیکن اس کو سنگسار کیا جا چکا تھا، اس عورت نے خود بھی اپنی روتی ہوئی بہن سے کہا تھا: میری بہن گر یہ نہ کر دیکھو نگہ مجھے میرے شوہر کے علاوہ کسی نے بھی ہاتھ نہیں لگایا ہے، پھر جب وہ بچہ جوان ہوا تو اس کی پشت دیکھ کر شوہر نے اقرار کیا کہ یہ ہر لحاظ سے مجھ سے مشابہ ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر اس عورت کا شوہر ایسا بیمار پڑا

کہ بستر پر اس کا عضو کٹ کر گرنا تھا۔ (۱)

تبصرہ امینیؒ

حیرت ہے کہ خلیفہ جی کو قرآن کا واضح علم بھی نہ تھا جب کہ احکام و تقضایا میں اس کے علم کی قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے، معلوم نہیں تھا تو کسی صحابی سے پوچھ لیتے اگر انہیں یہ دونوں آیتیں معلوم نہیں تھیں تو پھر انہوں نے فیصلہ کس بنیاد پر کیا تھا کیا قرآن کی روشنی میں تو وہ آیت کہاں ہے؟ حدیث پر تو اس کی روایت کس نے کی؟ یا قیاس پر تو پھر رائے کی بنیاد کیا تھی؟ اگر محض جاہلانہ فیصلہ تھا تو شاباش ہے مفتی جی!!!۔

۲۔ عثمان سفر میں قصر نماز نہیں پڑھتے تھے

بخاری و مسلم وغیرہ نے عبد اللہ بن عمر کا بیان نقل کیا ہے کہ رسول خدا ﷺ منیٰ میں نماز دو رکعت پڑھتے تھے، ابو بکر و عمر نے بھی اسی طرح پڑھا، عثمان اپنے ابتدائی زمانے میں دو ہی رکعت پڑھتے تھے پھر وہ چار رکعت پڑھنے لگے۔ (۲) ابن حزم نے لکھی میں لکھا ہے کہ ابن عمر نماز پڑھتے تھے تو چار رکعت پڑھتے پھر گھر آ کر وہی نماز دو رکعت پڑھتے۔ (۳)

چنانچہ عروہ اور عائش کا بیان ہے کہ رسول خدا ﷺ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ ابو بکر و عمر بھی دو رکعت پڑھتے تھے، عثمان بھی ابتدائی زمانہ خلافت میں دو ہی رکعت پڑھتے تھے، پھر پوری پڑھنے لگے۔ (۴) مسند احمد، ابوداؤد و سنن کبریٰ میں بھی عبد الرحمن، یزید اور انس سے یہی مروی ہے۔ (۵)

۱۔ الموطا (ج ۲ ص ۸۲۵ حدیث ۱۱)؛ سنن بیہقی (ج ۷ ص ۳۳۲) تفسیر ابن کثیر (ج ۳ ص ۱۵۸)؛ تیسیر الوصول (ج ۲ ص ۱۱)؛ عمدۃ القاری (ج ۲ ص ۱۸)؛ درمنثور (ج ۷ ص ۳۳۱)

۲۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۵۳ (ج ۲ ص ۵۹۶)؛ صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۰ (ج ۲ ص ۱۳۲)؛ کتاب صلاة المسافرين؛ مسند احمد ج ۲ ص ۱۳۸ (ج ۲ ص ۳۱۹)؛ سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۲۶

۳۔ الموطا ج ۱ ص ۲۸۲ (ج ۱ ص ۴۰۲)؛ ۲۰۱/۲

۴۔ لکھی ج ۳ ص ۲۷۰

۵۔ مسند احمد ج ۱ ص ۴۷۸؛ ج ۳ ص ۱۴۵ (ج ۱ ص ۲۵۸)؛ ج ۳ ص ۶۱۱ (ج ۳ ص ۱۲۰)؛ سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۳۰۸ (ج ۲ ص ۱۹۹)؛ سنن نسائی ج ۳ ص ۱۲۰ (ج ۱ ص ۵۸۶)؛ ۱۰۹۵، ۱۰۹۷

بیہقی نے سنن کبریٰ میں حمید کا بیان نقل کیا ہے کہ عثمان نے منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا کہ لوگو! سنت تو وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور عمر و ابو بکر کی ہے لیکن اس سال ایک خاص واقعہ ہو گیا اس لئے میں نے اندیشہ کیا کہ شاید قصر نماز پڑھنا ہمیشہ کا طریقہ بن جائے، ابو داؤد میں ہے کہ عثمان نے زیادہ عربوں کی کثرت دیکھ کر چار رکعتی نماز پڑھائی۔ (۱)

ابن حزم کھلی میں لکھتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ کا بیان ہے کہ عثمان منیٰ میں بہت غمگین تھے، لوگ علی کے پاس آئے اور کہا کہ لوگوں کو نماز پڑھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا: اگر تم کہو تو اس طرح نماز پڑھاؤں جس طرح رسول خدا ﷺ پڑھایا کرتے تھے یعنی دو رکعتیں۔ لوگوں نے کہا: نہیں جس طرح عثمان چار رکعت پڑھاتے ہیں ویسی ہی پڑھائیے حضرت علیؓ نے انکار کیا۔ (۲)

مسند احمد (۳) میں عبد اللہ بن عمر کا بیان ہے کہ ہم نے رسول خدا ﷺ، ابو بکر و عمر کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی لیکن پھر (عثمان) نے خلافت پانے کے چھ سال بعد سے چار رکعت پڑھانی شروع کر دی۔ سنن کبریٰ میں بسند ابی نصرہ مروی ہے کہ ایک شخص نے عمران بن حصین سے پوچھا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی سنت یہی بتائی کہ دو رکعت نماز پڑھتے تھے، کنز العمال میں ابن عباس کی روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے دو ہی رکعت پڑھائی۔ (۴)

مسند احمد میں ہے کہ معاویہ نے حج کیا تو منیٰ میں دو رکعت پڑھائی لوگوں نے کہا کہ تم نے اپنے چچیرے بھائی کی مخالفت کی وہ پوری نماز پڑھاتے تھے، مروان اور عمرو بن عثمان پیش پیش تھے، عباد نے بھی کہا کہ عثمان حج کے لئے آتے تھے تو ظہر و عصر اور عشا چار رکعت پڑھاتے تھے جب منیٰ اور عرفات میں جاتے تو قصر پڑھتے، حج کے بعد منیٰ میں ٹھہرتے تو چار رکعت پڑھتے تھے۔ (۵)

۱۔ سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۳۰۸ (ج ۲ ص ۱۹۹ ح ۱۹۶۴)؛ سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۴۴؛ تیسیر الوصول ج ۲ ص ۲۸۶ (ج ۲ ص ۳۳۳)؛

نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۶۰ (ج ۳ ص ۲۴۱)

۲۔ مسند احمد ج ۲ ص ۴۴ (ج ۲ ص ۱۳۷ ح ۲۱۲۱)؛

۳۔ ذیل سنن بیہقی ابن زکمانی ج ۳ ص ۱۴۴

۴۔ کنز العمال ج ۳ ص ۲۴۰ (ج ۸ ص ۲۳۸ ح ۲۲۷۲۰)

۵۔ فتح الباری ج ۲ ص ۳۵۷ (ج ۲ ص ۵۷۱)؛ نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۶۰ (ج ۳ ص ۲۴۱ ح ۲۴۰)

خیمہ لگایا گیا تھا اور نماز قصر پڑھی، واقدی نے ابن عباس کا بیان نقل کیا ہے کہ سب سے پہلی عثمان پر تنقید اس وقت ہوئی جب خلافت کے چھٹے سال انہوں نے منیٰ میں پوری نماز پڑھی، اکثر اصحاب نے ملامت کی۔ حضرت علیؓ نے بھی کہا کہ بخدا! نہ کوئی حادثہ رونما ہوا نہ کوئی ترک شریعت کی دلیل ہے، عمر و ابو بکر نے بھی سیرت رسول ﷺ کے مطابق قصر نماز پڑھی، اب تم نے کیوں مکمل نماز پڑھی۔ عثمان نے کہا: یہ میری اپنی رائے تھی۔ (۱)

عثمان کی اس حرکت پر عبدالرحمن بن عوف نے بھی تنقید کی، عبدالرحمن نے وہاں قصر نماز پڑھی پھر عثمان سے آکر کہا: کیا رسولؐ نے یہاں قصر نماز نہیں پڑھی؟ کہا: ہاں۔ پوچھا: کیا ابو بکر و عمر نے اور تم نے بھی ابتدائی زمانے میں قصر نماز نہیں پڑھی؟ کہا: ہاں۔ لیکن اے ابو محمد! میری بات سنو کچھ یمن کے لوگوں نے اور کچھ تلخ مزاج عربوں نے مجھ پر تنقید کی کہ جو شخص دس دن کسی شہر میں قیام کرے تو اسے پوری نماز پڑھنی چاہئے اور یہ خلیفہ عثمان قصر نماز پڑھتے ہیں۔ پھر یہ کہ میری بیوی مکے کی ہے، یہاں میں نے شادی کی ہے، طائف میں میری جائداد بھی ہے، اسے دیکھنے جاؤں گا پھر عید النضیٰ کی چودہ کو یہاں آکر ٹھہروں گا۔ عبدالرحمن نے کہا: تمہارا سبھی عذر مہمل ہے۔ تم نے کہا کہ میں نے یہاں شادی کی ہے اور تمہاری بیوی مدینے میں ہے، چاہے وہاں رکھو چاہے یہاں رکھو وہ بہر حال تمہاری زوجہ ہے، تم کہتے ہو کہ طائف میں جائداد ہے، وہاں کا تین دن کا سفر ہے، پھر یہ کہ تم طائف کے باشندے بھی نہیں ہو، لوگ جو تنقید کر رہے ہیں ان کے لئے تمہیں سوچنا چاہئے کہ رسول خداؐ، ابو بکر و عمر نے بھی ایسا ہی کیا تھا، وہاں سے عبدالرحمن نے نکل کر ابن مسعود سے ملاقات کی اور اس موضوع پر بات کی اور مشورہ دیا کہ آپ سنت رسولؐ پر عمل کیجئے۔ ابن مسعود نے کہا کہ اس کی مخالفت سے فتنہ کا اندیشہ ہے، انہوں نے چار رکعت پڑھی تو میں نے بھی پڑھی۔ عبدالرحمن نے کہا کہ ان لوگوں نے چار پڑھی تو میں نے دو رکعت پڑھی اب اگر آپ کہیں تو میں بھی چار رکعت ہی پڑھوں۔ (۲)

۱۔ تاریخ طبری (ج ۳ ص ۲۶۷ حوادث ۲۹ھ)

۲۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۳۹، تاریخ طبری ج ۵ ص ۵۶ (ج ۳ ص ۲۶۸ حوادث ۲۹ھ) تاریخ کامل ج ۳ ص ۳۲ (ج ۲ ص

۲۳۳) البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۱۵۳ (ج ۷ ص ۱۷۳) تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۳۸۶ (ج ۲ ص ۵۸۸)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ عثمان نے ڈوبنے کو تنکے کا سہارا کے مصداق جواب دیا ہے، معمولی فقیہ بھی ایسی لچر بات نہ کہے گا نہ کہ خلیفۃ المسلمین... مان لیا جائے کہ ان کی زوجہ کی قمیص تو کون مہاجر ایسا نہ تھا خود رسول ﷺ بھی تھے تو انہوں نے پوری کیوں نہ پڑھی، صرف اسلئے کہ شریعت نے مطلقاً مسافر کو قصر پڑھنے کا حکم دیا اس سلسلے میں ابن حجر اور ابن قیم کی صفائی قطعی مہمل ہے، بات وہی ہے جو عثمان نے کہی کہ میں نے اپنی رائے سے یہ کام کیا ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا جہاں بھی ہو مرتبہ ولایت پر فائز ہے اس لئے مقیم کے حکم میں ہے، وہ اپنی مملکت میں ہر جگہ وطن کی حالت میں ہے، ظاہر ہے کہ یہ لچر جواب لغوی بنیاد پر دیا گیا ہے جب کہ حکم اور فتویٰ شرعی بنیاد پر ہوتا ہے۔

شریعت کا حکم تو یہ ہے کہ مسافر کو قصر کا حکم عزیمت نہیں ہے رخصت ہے، محبت الدین طبری نے ریاض النضرہ میں لکھا ہے کہ، قصر نماز کا حکم ثابت ہے، مخصوص شریعہ اور ما ثورات نبویہ ثابت نہیں، صحابہ کے اقوال بھی یہی ہیں، حضرت عمر، یعلیٰ بن امیہ، عبداللہ بن عمر ابن عباس، ابن مسعود، اور حفص بن عمر کا فیصلہ، ہیکہ جو شخص سفر میں چار رکعت نماز پڑھے اسے دوبارہ نماز پڑھنی چاہئے، کیوں کہ مسافر کی نماز دو ہی رکعت ہے۔ صفائی دینے والوں کو یہ بات نظر انداز نہ کرنا چاہئے کہ نص کے مقابلے میں اجتہاد کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

بزرگوں کا دین وقتی سیاست تھا

خلیفہ کی متذکرہ حرکت کے علاوہ دوسرے صحابہ کے بے شمار حرکات کو دیکھتے ہوئے ہم پر یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ صحابہ کا دین وقتی سیاست تھا انھیں احکام خدا اور رسول ﷺ سے کوئی دلچسپی نہ تھی، ورنہ کیا وجہ ہے کہ حکم شریعت کے باوجود حکم خلیفہ کی مخالفت کو شریعت سمجھتے ہیں، عبداللہ بن عمر جماعت میں چار رکعت پڑھتے ہیں گھر آ کر اسی کو دو رکعت پڑھتے ہیں جبکہ حدیث رسول ﷺ ہے کہ یہ یاد بدعت سے پاک عمل نبی خدا کے یہاں مقبول ہے یہ عبداللہ بن مسعود ہیں جو سفر میں قصر پڑھتے ہیں لیکن عثمان کی مخالفت کے ڈر سے منیٰ میں پوری پڑھتے ہیں ”یہ عبدالرحمن بن عوف ہیں جو قصر پڑھتے ہیں، عثمان کو قائل

کرتے ہیں کہ ان کی حرکت غلط ہے پھر ابن مسعود سے بات کرنے کے بعد پوری پڑھنے لگتے ہیں“ (۱)
 دوسری طرف حضرت علیؓ ہیں جو منیٰ میں لوگوں کے اصرار پر فرماتے ہیں کہ کہو تو اس طرح نماز
 پڑھاؤں جس طرح رسول ﷺ پڑھتے تھے، لوگ کہتے ہیں کہ نہیں، ہم عثمان والی نماز چاہتے ہیں اور علیؓ
 اس سے انکار کر دیتے ہیں!! (۲) جی ہاں ان خلفاء کا دین اپنی رایوں اور خواہشات کا پابند تھا، وقتی
 سیاست کے تحت امر و نہی پر عمل ہوتا تھا، اس لئے وقت کے ساتھ احکام بھی بدلتے رہتے تھے، رسول کی
 شریعت سہلہ کے مقابل خلیفہ کا ارشاد ہوتا تھا کہ میں اک بات کہہ رہا ہوں اگر صحیح ہو تو خدا کی طرف سے
 ہے اور غلط ہو تو میری طرف سے ہے (۳) وہ مجب کو پانی نہ ملے تو تیمم بجائے نماز چھوڑنے کا حکم دیتے
 تھے نماز کی پہلی رکعت میں سورہ حمد چھوڑ دیتے تھے آخری رکعت میں دہرا دیتے تھے۔ (۴) بعد عصر سنتی نما
 ز سے روکتے تھے۔ (۵) کم از کم سو فیصلے ایسے کئے جو ایک دوسرے کے مخالف تھے، دونوں متعہ جو عہد
 رسولؐ میں رائج تھے حرام کر دیا۔ (۶) ایک روایت میں ہے کہ تین چیزیں زمانہ رسول ﷺ میں رائج

- ۱۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۳۹، تاریخ طبری ج ۵ ص ۵۶ (ج ۳ ص ۲۶۸ حوادث ۲۹) تاریخ کامل ج ۳ ص ۴۲ (ج ۲ ص ۲۴۲)
 البدلیہ والتمہیہ ج ۳ ص ۱۵۴ (ج ۳ ص ۱۷۳) تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۳۸۶ (۵۸۸)
- ۲۔ الکلی ابن حزم ج ۳ ص ۲۷۰، ذیل سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۴۴
- ۳۔ المعص عبد الرزاق (ج ۳ ص ۳۰۴ حدیث ۱۹۹۱) المعص ابن ابی شیبہ (ج ۱۱ ص ۴۱۵ حدیث ۱۱۶۳۶) سنن داری ج ۲ ص ۳۶۵
 تفسیر طبری ج ۶ ص ۳۰ (مجلد ج ۳ ص ۲۸۴) سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۲۳ کنز العمال ج ۶ ص ۲۰ (ج ۱۱ ص ۷۹ حدیث ۱۰۶۹۱) تفسیر
 ابن کثیر ج ۱ ص ۲۶۰ تفسیر خازن ج ۱ ص ۳۶۷ (ج ۱ ص ۳۳۳) اعلام الواعظین ص ۲۹ (ج ۱ ص ۷۲)
- ۴۔ سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۵۳ (ج ۱ ص ۸۸ حدیث ۳۲۲) سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۴۰۰ (ج ۱ ص ۱۸۸ حدیث ۵۶۹) مسند احمد ج ۳ ص
 ۲۶۵ (ج ۵ ص ۳۲۹ حدیث ۱۷۸۶) سنن نسائی ج ۱ ص ۶۱، ۵۹ (ج ۱ ص ۱۳۲ حدیث ۳۰۴، ۳۰۵) سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۰۹
- ۵۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۱۰ (ج ۲ ص ۲۲۷ حدیث ۳۰۲ کتاب صلاۃ المسافرين) مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۵، ۱۰۲ (ج ۵ ص ۷۱ حدیث ۱۶۳۹۶
 ص ۹۱ حدیث ۱۶۵۸۸) الموطا ج ۱ ص ۹۰ (ج ۱ ص ۲۲۱ حدیث ۵۰ کتاب القرآن) اجابہ زکشی ص ۹۴، ۸۳ (۸۳، ۸۴) مجمع الزوائد
 ج ۲ ص ۲۲۲ تفسیر الوصول ج ۲ ص ۲۹۵ (ج ۲ ص ۳۵۴ حدیث ۷) فتح الباری ج ۲ ص ۵۱، ج ۲ ص ۵۱، ج ۲ ص ۸۲ (ج ۲ ص ۶۳ ج ۳
 ص ۱۰۵) کنز العمال (ج ۲ ص ۳۵۴ حدیث ۷) ج ۳ ص ۲۲۵، ۲۲۶ (ج ۸ ص ۱۸۳، ۱۷۹ حدیث ۲۲۳۰۷، ۲۲۳۰۸، ۲۲۳۰۹، ۲۲۳۱۰، ۲۲۳۱۱)
 (۲۲۳۸۰، ۲۲۳۸۱) شرح المواہب زرقاتی ج ۸ ص ۲۳ شرح الموطا زرقاتی ج ۱ ص ۳۹۸ (ج ۱ ص ۳۹ حدیث ۵۱۹)
- ۶۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۹۵ حدیث ۷ کتاب النکاح سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۰۶

تھیں میں انھیں حرام کرتا ہوں۔ (۱) اذان کے بعد دوسری بدعت جاری کی، علیؑ کو صبحہ الحج سے منع کیا تو حضرت نے فرمایا: میں سنت رسول ﷺ نہیں چھوڑوں گا۔ گھوڑے کی زکاۃ لی جبکہ رسول ﷺ نے معاف کر دی تھی سنت کے خلاف عیدین کا خطبہ پہلے پڑھا۔

اور یہ حضرت معاویہ ہیں جنہوں نے رسول ﷺ کی سنت کے مطابق ظہر کی نماز منیٰ میں قصر پڑھی، پھر مردان اور پسر عثمان نے سمجھایا کہ آپ نے چچیرے بھائی کی مخالفت کی تو اعتراف کے باوجود پوری نماز پڑھی، بھائی کی بدعت زندہ کی اور شریعت مصطفویٰ کا تماشا کیا، کینروں میں جمع بین الاقنین کو جائز کیا (۲) سود جائز کیا (۳)، عیدین میں اذان کہلوائی جبکہ اذان نہیں ہے۔ (۴) تکبیرۃ الاحرام میں کمی کی چور کے ہاتھ کاٹنے میں تقصیر کی (۵) عیدین کا خطبہ پہلے پڑھا امیر المومنین حضرت علیؑ پر لعنت کی رسم جاری کی۔ شرم، شرم، شرم۔

۳۔ خلیفہ نے حدود معطل کئے

ابو اسحاق اور واعدی لکھتے ہیں کہ ولید بن عقبہ نے شراب پی کر دو رکعت نماز پڑھا دی، پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا: کہو تو اور زیادہ پڑھاؤں سب نے کہا: جی نہیں، ہم نے نماز پڑھ لی، پھر ابونزب اور حذیب بن زہیر نے نشے کی حالت کا مشاہدہ کر کے اسکی انگوٹھی اتار لی۔ عثمان کے پاس چار آدمی شکایت لیکر آئے، ابونزب، جندب، ابوحنیفہ، اور حبیبہ، اور صحب، بن جشمہ، عثمان نے گواہوں کو ڈرا دھمکا کر بھگا دیا۔ ابونزب سے پوچھا: کیا تم نے میرے بھائی کو شراب پیتے دیکھا؟ انھوں نے کہا: نہیں۔ بلکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ نشے کی حالت میں تے کر رہے تھے اس حالت میں انکی انگوٹھی اتار لی پھر یہ گواہ

۱۔ شرح تجرید قاضی (ص ۲۸۴) الصراط المستقیم (ج ۳ ص ۲۷۷)

۲۔ درمنثور ج ۲ ص ۱۳۷ (ج ۲ ص ۲۷۷)

۳۔ اختلاف الحدیث شافعی مطبوعہ بر حاشیہ کتاب الام ج ۷ ص ۲۳ (۲۸۰)

۴۔ کتاب الام شافعی ج ۱ ص ۲۰۸ (ج ۱ ص ۲۳۵)

۵۔ احکام سلطانیہ ماوردی ص ۲۱۹ (ج ۱ ص ۲۲۸) البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۶ (ج ۸ ص ۱۳۵)

عائشہ سے شکایت کرنے لگے تو ان کے اور عثمان کے درمیان تو توتیس میں ہوئی، عثمان نے گواہوں کو کوڑے بھی مارے تو سبھی گواہ علی کے پاس آئے۔ علی نے بھی عائشہ کی طرح عثمان کو فہمائش کی کہ تم نے حدود معطل کئے، سچے گواہوں کو مارا، عمر نے کہا تھا کہ بنی امیہ اور آل ابی معیط کو لوگوں کی گردن پر مسلط نہ کرنا، عثمان نے کہا: میں کیا کروں؟ حضرت علی نے فرمایا: تمہیں اس کو معزول کرنا چاہیے۔ پھر کبھی اسے کوئی عہدہ نہ دو۔

عائشہ اور عثمان سے بھی بڑی نوک جھونک ہوئی، عثمان نے کہا تم کون ہو تمہیں گھر میں خلی بیٹھنے کا قرآن میں حکم ہے پھر لوگوں میں بحث ومباحثہ اور جوتی بازی ہوئی، رسول خدا ﷺ کے بعد اسلام میں پہلی جوتی بازی اسی وقت ہوئی۔ متعدد طریقوں سے روایت ہے کہ طلحہ وزبیر نے عثمان سے کہا کہ آپ سے منع کیا گیا تھا کہ ولید کو حکمراں نہ بنانا، نتیجہ آپ نے دیکھا کہ اس نے شراب پی کر نماز پڑھائی علی نے فرمایا: ولید کو معزول کر کے اس پر حد جاری کرو چنانچہ عثمان نے سعید بن حاص کو حکمراں بنا دیا، سعید نے جا کر منبر کو غسل دیا اور دارالامارہ کی طہارت کی، ولید آیا تو عثمان نے حد جاری کرنی چاہی۔ ایک قریشی مار نے آیا تو ولید نے قسم دے کر کہا کہ قطع رحمی نہ کرو ورنہ امیر المومنین عثمان تم پر غضبناک ہوں گے، جب یہ حالت دیکھی تو علی نے کوڑا لے لیا اور حسن کے ساتھ اس پر حد جاری کرنے نکلے، ولید نے حضرت علی سے بھی گڑگڑا کر قطع رحمی کا عذر کیا۔ امام حسنؑ نے عرض کی بابا جان ولید سچ کہتا ہے۔ علی نے فرمایا: اگر حد جاری نہ کروں تو مومن نہ رہ جاؤں پھر دوہری چھڑی سے اس کو مارا۔ ولید نے حضرت کو گالی دی۔ ایک روایت میں ہے کہ ولید نے رشتہ داری کا واسطہ دیا تو علی نے فرمایا: اے ابو وہب چپ ہو جا، بنی اسرائیل اسی لئے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے حدود معطل کر دیئے تھے، پھر اسے کوڑے سے مارا۔

ابو جھف اور آغانی وغیرہ میں ہے کہ ولید نے نماز صبح نشے کی حالت میں پڑھائی اور لوگوں سے کہا کہو تو اور زیادہ پڑھا دوں یہ سن کر عتاب نے کہا: جہیں بھلائی نہ ہو بس کرو پھر سنگریزوں سے مار کر کہا: بخدا مجھے حیرت اس پر ہے جس نے تمہارے جیسے کو حکمراں بنایا۔ یزید اور معقل وغیرہ نے کہا کہ عثمان نے اپنے بھائی کی عزت افزائی کر کے امت محمد ﷺ کو ذلیل کر دیا۔ حلیہ نے کچھ اشعار کہے۔

آغانی میں ہے کہ ولید زنا کار اور شرابی تھا اس نے نشے میں نماز صبح پڑھائی اور چار رکعت پڑھا کے لوگوں سے پوچھا کیا اور پڑھا دوں، مستی میں یہ شعر پڑھ رہا تھا کہ میرا دل چنگ و رباب میں اٹکا ہے جب کہ جوانی رخصت ہو چکی ہے۔ مدائنی کے مطابق کوفہ کے اکثر لوگ ولید کی شکایت لے کر آئے تو عثمان نے سب کو سخت ڈانٹ پلائی اور مارا پیٹا اور حد جاری کرنے سے انکار کیا جب کہ عائشہ طلحہ و زبیر اور حضرت علیؓ نے حد جاری کرنے پر اصرار کیا آخر علیؓ نے حد جاری کی۔

تفصیلات کے لئے دیکھئے۔ مسند احمد، سنن بیہقی، تاریخ یعقوبی، کامل بن اثیر، اسد الغابہ، ابوالفداء اصابہ، تاریخ الخلفاء۔ (۱) سیرۃ حلبیہ (۲) میں ہے کہ سجدے میں کہہ رہا تھا مجھے خوب پلا مخراب میں چلایا کہو تو اور پڑھا دوں، ابن مسعود نے للکارا، خدا تمہارا اور جس نے تمہیں حکمراں بنایا دونوں کا برا کرے۔ (۳)

۴۔ خلیفہ کے حکم سے تیسری اذان

بخاری وغیرہ میں سائب بن یزید کا بیان ہے کہ زمانہ رسول ﷺ اور عہد ابو بکر و عمر میں جمعہ کی اذان اس وقت ہوتی تھی، جب امام گھر سے نماز کے لئے نکل پڑتا تھا یا کبھی نماز کے وقت اذان ہوتی تھی لیکن عثمان کے زمانے میں لوگ زیادہ ہو گئے تھے اس لئے تیسری اذان بھی بڑھادی گئی جو آج تک باقی

۱۔ مسند احمد ج ۱ ص ۱۴۲ (ج ۱ ص ۲۳۳ حدیث ۱۲۳۳) تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۴۲ (ج ۲ ص ۱۶۵) سنن بیہقی ج ۸ ص ۳۱۸، تاریخ کامل ج ۳ ص ۴۲ (ج ۲ ص ۲۳۶ حوادث ۳۰) اسد الغابہ ج ۵ ص ۹۱، ۹۲ (ج ۵ ص ۳۵۲ نمبر ۵۳۶۸) انساب بلاذری ج ۵ ص ۳۳، صحیح مسلم (ج ۳ ص ۵۳۹ حدیث ۳۸ کتاب الہود) تاریخ ابوالفداء ج ۱ ص ۱۷۶، الاصابۃ ج ۳ ص ۶۳۸، تاریخ الخلفاء ص ۱۰۴ (ص ۱۴۴)

۲۔ السیرۃ الحلہ ج ۲ ص ۳۱۴ (ج ۲ ص ۲۸۴)

۳۔ اللہ القرین ج ۲ ص ۲۷۳ (ج ۲ ص ۱۱۹) صحیح بخاری مناقب عثمان (ج ۳ ص ۱۳۵۱ حدیث ۳۳۹۳) فتح الباری ج ۷ ص ۴۳ (ج ۷ ص ۵۶) تاریخ طبری ج ۵ ص ۶۰، ۶۱ (ج ۳ ص ۲۷۳) الآغانی ج ۳ ص ۱۷۸ (ج ۵ ص ۱۳۹، ۱۴۱، ۱۴۳) استیعاب ج ۲ ص ۶۲۰ (القسم الرابع ص ۵۵۳ نمبر ۲۷۲)

ہے۔ (۱)

بخاری و ابوداؤد میں ہے کہ جمعہ کی اذان اس وقت ہوتی جب امام منبر پر پہنچ جاتا تھا، یہ طریقہ زمانہ رسول اللہ ﷺ اور عہد ابوبکر و عمر میں رائج تھا، لیکن عثمان نے لوگوں کی کثرت کی وجہ سے تیسری اذان کا بھی محلہ و بازار میں حکم دیا جو آج تک کہی جاتی ہے۔ یہی مفہوم بلاذری، ابن حجر، شوکانی، یحییٰ وغیرہ (۲) نے لکھا ہے کہ پہلی اذان کی بدعت عثمان نے ایجاد کی تاکہ بازار کے لوگوں کو پتہ چل جائے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ مکہ میں اذان کی بدعت حجاج نے اور بصرہ میں زیاد نے ایجاد کی۔

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ لوگوں کی کثرت سے مراد یا مرکز خلافت میں کثرت ہے یا تمام عالم میں؟ اگر تمام دنیا مراد ہے تو اس کے لئے تو ایک ہزار اذانیں بھی ناکافی ہیں۔ اگر صرف مدینہ مراد ہے تو یہ اس وقت صحیح ہوگا کہ ایک ہی وقت میں تمام شہر کے مختلف حصوں میں بہت سے مؤذن اذان دیں، نہ یہ کہ اذان واقامت کے بعد ایک ہی جگہ تیسری اذان شروع کر دی جائے۔

اس سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا، چنانچہ ترکمانی نے سنن کبریٰ کی شرح میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے، اسی لئے صحابہ نے عثمان کی بدعت پر تنقید کی تھی متعدد مؤذنون کی تقرری عثمان ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ یہ تو رسول خدا ﷺ کے عہد میں بھی ہوا ہے چنانچہ بلال، ابن مکتوم تھے۔ (۳)

صالح کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان نے جو بدعت کی تھی وہ یہ کہ تیسری اذان ایجاد کی تھی۔ (۴)

۱۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۵، ۹۶ (ج ۱ ص ۳۰۹ حدیث ۸۷۴، ۸۷۵) صحیح ترمذی ج ۱ ص ۶۸ (ج ۲ ص ۳۹۲ حدیث ۵۱۶) سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۷۱ (ج ۱ ص ۲۸۵ حدیث ۱۰۸۷) سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۳۲۸ (ج ۱ ص ۳۵۹ حدیث ۱۱۳۵) سنن نسائی ج ۳ ص ۱۰۰ (ج ۱ ص ۵۴۷ حدیث ۹۱۷۰ کتاب الام شافعی ج ۱ ص ۱۷۳ (ج ۱ ص ۱۹۵ سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۲۹، ج ۳ ص ۱۹۲، ۲۰۵ تاریخ طبری ج ۵ ص ۶۸ (ج ۲ ص ۲۸۷ حوادث ۳۰۰) تاریخ کامل ج ۳ ص ۴۸ (ج ۲ ص ۲۵۳ حوادث ۳۰۰) فیض الالہ الما لک بجائی ج ۱ ص ۱۹۳ (ج ۱ ص ۲۰۱)

۲۔ انسب بلاذری ج ۵ ص ۳۹ فتح الباری ج ۲ ص ۳۱۵ (ج ۲ ص ۳۹۴) نیل الاوطار ج ۳ ص ۳۳۲ (ج ۳ ص ۲۹۸) المعصن ابن ابی شیبہ (ج ۲ ص ۴۸ حدیث ۳) عمدة القاری (ج ۶ ص ۲۱۱)

۳۔ شرح سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۲۹

۴۔ المعجم الکبیر (ج ۷ ص ۱۳۵ حدیث ۶۶۴۲)

جی ہاں! خلیفہ نے حکم خدا کے ساتھ گستاخی کا دروازہ کھولا پھر ان کے بعد معاویہ، زیاد اور مروان نے بھی اپنی خواہشات کے مطابق شریعت کے ساتھ کھلواڑ کر دیا، ابتدا کرنے والا ہی بڑا ظالم ہے۔

۵۔ خلیفہ نے مسجد الحرام کی توسیع کی

تاریخ طبری (۱) میں ۲۶ھ کے حوادث میں مرقوم ہے کہ اس سال مسجد الحرام کی توسیع کی اور جن پڑوسیوں نے وہاں سے اپنا مکان منتقل کرنے سے انکار کیا، انہیں عثمان نے زبردستی بیت المال سے رقم ادا کر کے بنادیا، وہ لوگ اجتماعی احتجاج کرنے لگے تو سب کو قید کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ تم لوگ میرے حکم کی وجہ سے جری ہو گئے ہو۔ عمر نے یہی کام کیا تھا تو تم نے احتجاج نہیں کیا تھا۔ (۲)

انساب بلاذری میں ہے کہ عثمان نے توسیع کی تو اپنے مال سے دس ہزار درہم دیئے لوگوں نے کہا کہ عثمان نے مسجد رسول ﷺ کی توسیع کر کے سنت بدل دی۔ (۳)

تبصرہ امینی

گویا خلیفہ کے نزدیک حق ملکیت کوئی معنی نہیں رکھتا۔ گویا ان کے کان میں یہ حدیث رسول نہیں پڑی تھی کہ کسی مسلمان کا مال لینا جائز نہیں جب تک وہ خوشی سے نہ دیدے۔ (۴)

خلیفہ نے عہد عمر میں دیکھ لیا تھا کہ عباس کے احتجاج پر عمر مان گئے تھے۔

۶۔ محدثہ الحج کے متعلق خلیفہ کی رائے

بخاری میں مروان بن حکم سے مروی ہے کہ میں نے عثمان اور علیؓ کے متعلق سنا کہ عثمان محدثہ الحج سے

۱۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۷۵ (ج ۳ ص ۲۵۱)

۲۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۴۲ (ج ۲ ص ۱۶۴) تاریخ کامل ج ۳ ص ۳۹ (ج ۲ ص ۲۳۴ حوادث ۵۲۶)

۳۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۳۸

۴۔ مجمع الخلفاء ج ۲ ص ۱۳۴ (حدیث ۷۲۵) ج ۳ ص ۱۱۱ (حدیث ۲۲۳)

لوگوں کو منع کر رہے تھے اور علیؑ نے جب دیکھا تو اپنے اہل کو جمع کر کے عمرہ اور حج کے لئے لبیک کہا یہ دیکھ کر عثمان نے علیؑ سے کہا: کہ میں منع کر رہا ہوں اور آپ وہی کر رہے ہیں۔ علیؑ نے فرمایا: کہ کسی آدمی کے کہنے سے سنت رسول ﷺ نہیں چھوڑوں گا۔

مسند احمد میں ہے کہ مروان اور عثمان نے ایک شخص کو دیکھا کہ تلبیہ کہہ رہا ہے، عثمان نے پوچھا: کون ہے؟ کہا گیا: علیؑ ہیں۔ عثمان نے کہا: میں نے منع کیا ہے اور آپ وہی کر رہے ہیں۔ علیؑ نے فرمایا: ہاں۔ میں تم جیسوں کے کہنے پر سنت رسول ﷺ نہیں چھوڑوں گا۔ یہی مفہوم سعید بن مسیب اور عبد اللہ بن شقیق سے بھی مروی ہے۔ (۱)

تبصرہ امینی:

ہم نے عمر کے حالات میں (علم عمر کے نایاب کارناموں میں) حجۃ الہج کو قرآن وسنت سے تفصیلی انداز میں ثابت کیا ہے اس کو منسوخ کرنے والی کوئی آیت نہیں اتری، نہ رسول ﷺ نے منع کیا، عثمان خود اپنی رائے سے لوگوں کو منع کر رہے تھے، ظاہر ہے کہ علیؑ نفس رسول ﷺ تھے وہ شریعت کے تحفظ کے سلسلے میں حکم عثمان کی مخالف کر رہے تھے، حضرت علیؑ نے جو جواب دیا کہ ہم نے رسول ﷺ کے ساتھ حج تمتع کیا (صحیح مسلم) یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ حجۃ الوداع میں جبکہ ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ تھے، حج تمتع ہوا پھر اس سے روکنے کا عثمان کو کیا حق ہو جاتا ہے؟

۷۔ خلیفہ نے قصاص معطل کیا

کراچی نے ادب القصاص میں نقل کیا ہے کہ عبدالرحمن بن ابی بکر کہتے ہیں کہ بعد قتل عمار ایک دن میں جا رہا تھا کہ دیکھا ہر مزان اور حقیفہ و ابولولو باہم راز دارانہ گفتگو کر رہے ہیں، مجمع دیکھا تو اٹھ کھڑے

۱۔ صحیح بخاری ج ۳ ص ۶۹، ۷۱، (ج ۲ ص ۶۵۷ حدیث ۱۲۸۸) صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۴۹ (ج ۳ ص ۶۸ حدیث ۱۵۸ کتاب الحج)
مسند احمد ج ۱ ص ۶۱، ۹۵، (ج ۱ ص ۹۸ حدیث ۴۴۳، ص ۱۵۳ حدیث ۷۳۵) سنن نسائی ج ۵ ص ۱۴۸، ۱۵۲، (ج ۲ ص ۳۳۵ حدیث ۳۷۰۳) المسند رک علی الصحن ج ۱ ص ۴۷۲ (ج ۲ ص ۶۳۳ حدیث ۱۷۳۵) تیسیر الوصول ج ۱ ص ۲۸۲ (ج ۱ ص ۳۳۳)

ہوئے اور ان کی گود سے دو پھل کا خنجر زمین پر گر پڑا اسی سے عمر کو قتل کیا تھا۔

عبید اللہ بن عمر نے جھپٹ کر اس خنجر کو لے لیا اور اس سے ہرمزان اور ابولولو کی چھوٹی بیٹی ھنیدہ کو قتل کر دیا، پھر ایسا پاگل ہو گیا کہ جیسے تمام مدینہ کے غلاموں کو قتل کر ڈالے گا، عمرو عاص نے عثمان سے مل کر کہا کہ یہ حادثہ آپ کے زمانے میں ہوا، یہ خون ضائع جانا نہیں چاہیے۔

اس روایت کو ادنیٰ تغیر کے ساتھ تاریخ طبری، ریاض نصرۃ اور اصحابہ میں دیکھا جاسکتا ہے۔ (۱)
انساب بلاذری میں ہے کہ عثمان نے منبر پر خطبہ دیا کہ لوگو! میں خطیب نہیں ہوں، اگر زندہ رہا تو اچھی طرح خطبہ بنا کر پیش کروں گا انشاء اللہ۔ صورتحال یہ ہوئی کہ عبید اللہ نے ہرمزان کو قتل کر دیا ہے اور ہرمزان مسلمان تھا۔ اس کا کوئی وارث سوائے مسلمانوں کے نہیں ہے اور میں تم لوگوں کا امام ہوں، میں نے عبید اللہ کو معاف کیا، کیا تم لوگ بھی معاف کرتے ہو؟ سب نے کہا: ہاں۔ (۲)

اس وقت حضرت علیؑ نے کہا کہ بدکار کو سزا ملنی چاہیے اس نے ایک مسلمان کو بے خطا قتل کیا ہے پھر عبید اللہ کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ اے بدکار اگر میں نے کچھ پر قابو پا لیا تو ہرمزان کے بدلے میں تجھے ضرور قتل کروں گا۔ تاریخ یعقوبی (۳) میں ہے کہ خطبہ عثمان کے بعد لوگ ان پر تنقید کرنے لگے تو عثمان نے عبید اللہ کو کوفہ منتقل کر دیا اور وہاں ان کا مکان بنوا دیا جسے کوفہ بن عمر کہا جاتا ہے۔

بیہقی سنن کبریٰ (۴) میں لکھتے ہیں کہ جب عمر زخمی ہوئے تو عبید اللہ نے جھپٹ کر ہرمزان کو قتل کر دیا جب عمر کو معلوم ہوا تو پوچھا: اسے کیوں قتل کیا؟ جواب دیا: اس نے میرے باپ کو قتل کیا ہے۔ پوچھا: اس کا کیا ثبوت ہے؟ کہا کہ میں نے واقعہ قتل سے پہلے اس کو دیکھا تھا کہ ابولولو سے تحلیلہ میں بات کر رہا تھا اسی نے قتل کا حکم دیا تھا۔ عمر نے کہا کہ اگر میں مر جاؤں تو عبید اللہ سے ثبوت طلب کرنا اور ثبوت مل جائے تو میرے خون کا بدلہ ہو جائے گا اور اگر ثبوت نہ دے سکے تو عبید اللہ کو قید کر دینا، جب عمر مر گئے

۱۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۲ (ج ۳ ص ۲۴۰ حوادث ۳۳) ریاض نصرۃ ج ۲ ص ۱۵۰ (ج ۳ ص ۸۹) الاصابۃ ج ۳ ص ۶۱۹

۲۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۲۴

۳۔ سنن بیہقی ج ۸ ص ۶۱

۴۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۴۱ (ج ۲ ص ۱۶۳)

تو عثمان سے کہا گیا کہ آپ وصیت عمر پر عمل کیجئے عثمان نے پوچھا: ہر مزان کا ولی کون ہے؟ کہا گیا: آپ ہی ہیں، عثمان نے کہا: تو میں عبید اللہ کو معاف کرتا ہوں۔

طبقات ابن سعد (۱) میں ہے کہ عبید اللہ نے ابو لولو کی بیٹی کو قتل کیا جو مسلمان تھی، پھر وہ تمام مدینے کے قیدیوں کو قتل کرنے کا عزم ظاہر کرنے لگا، چنانچہ مہاجرین اولین نے اسے پکڑ کر قید کر لیا، عمرو عاص نے اس کی پیشانی پکڑ کر تلوار چھین لی، ایک روایت میں ہے کہ سعد بن ابی وقاص نے عبید اللہ کی پیشانی پکڑ کر قید کیا۔ عمرو عاص نے بات بنا کر اس کے ہاتھ سے تلوار چھین لی۔ اس سے پوچھا گیا کہ تم نے کیوں قتل کیا اس کا کیا جرم تھا، تمام لوگوں کی رائے تھی کہ عبید اللہ کو قتل کیا جائے لیکن عمرو عاص نے عثمان سے بات کی اور چھڑا لیا، حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اگر میں عبید اللہ پر قابو پاؤں گا تو اس سے ضرور قصاص لوں گا۔

ابن جریرؒ کا بیان ہے کہ عثمان نے لوگوں سے رائے مانگی، سب نے کہا کہ ہر مزان کو ودیت دے دی جائے اور عبید اللہ کو قتل نہ کیا جائے، جب علیؑ کی بیعت کی گئی تو آپ نے عبید اللہ سے قصاص لینا چاہا لیکن عبید اللہ بھاگ کر معاویہ کے پاس چلا گیا اور جنگ صفین میں قتل ہوا۔ (۲)

تاریخ طبری (۳) میں بھی ہے کہ عثمان کی بیعت کے بعد عبید اللہ کا معاملہ پیش ہوا، انہوں نے مہاجرین و انصار سے رائے مانگی حضرت علیؑ نے قتل کا مشورہ دیا، بعض مہاجرین نے کہا کہ کل عمر قتل ہوئے آج ان کا بیٹا قتل ہوگا، اس وقت عمرو عاص نے کہا: آپ بادشاہ ہیں، آپ ہی ولی ہیں، عثمان نے کہا: تو پھر میں معاف کرتا ہوں چنانچہ اس سلسلے میں زیاد بن لبید نے اشعار بھی کہے۔

تبصرہ امینیؒ

تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کے اصرار کے باوجود قصاص نہیں لیا حالانکہ حضرت علیؑ نے قتل کا مشورہ دیا تھا، عثمان نے قرآن و سنت کے برخلاف محض اپنی رائے سے اور عمرو عاص جیسے مجہول

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۸۰، ۱۰ (ج ۵ ص ۱۵۱)۔

۲۔ تاریخ کامل ج ۳ ص ۳۲ (ج ۳ ص ۲۲۶ حوادث ۳۲۳ھ) استیعاب (القسم الثالث ص ۱۰۱۲، نمبر ۱۷۱۸) مردع الذہب ج ۲ ص ۲۲ (ج ۲ ص ۲۰۳)۔

۳۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۱ (ج ۳ ص ۲۳۹)۔

النسب کے مشورہ سے عبید اللہ کو معاف کر دیا، ناموس اسلام کی اس پامالی پر کیا جواب دیں گے قاضی القضاۃ اور محب طبری (۱) نے اس سلسلے میں عذر لنگ بھی تراشے ہیں جو قطعی لچر ہیں۔

۸۔ جنابت کے متعلق خلیفہ کی رائے

صحیح مسلم (۲) میں عطاء بن یسار سے مروی ہے کہ زید بن جہنی نے عثمان سے پوچھا: جب کوئی مرد اپنی عورت سے مجامعت کرے اور منی نہ نکلے تو کیا کرے، عثمان نے کہا: نماز کے لئے وضو کرے اور پیشاب کا مقام دھولے میں نے رسول ﷺ سے ایسا ہی سنا ہے، بخاری (۳) میں ہے کہ عثمان سے پوچھا گیا تو کہا کہ اس پر غسل نہیں ہے میں نے رسول ﷺ سے ایسا ہی سنا ہے۔ پھر حضرت علیؓ، زبیرؓ، طلحہؓ اور بن کعب سے پوچھا گیا تو انھوں نے یہی جواب دیا مسند احمد (۴) اور سنن کبریٰ (۵) میں بھی ہے لیکن اس میں حدیث رسول ﷺ سننے کی بات نہیں ہے۔

تبصرہ امینی:

یہ ہے خلیفہ کا مبلغ علم، آیت کہتی ہے کہ بحب ہو جاؤ تو غسل کرو ﴿وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِ سَبِيلٍ حَتَّى تَغْتَسِلُوا﴾ (۶) چنانچہ امام شافعی کہتے ہیں کہ اگر عورت سے جماع کرے اور منی نہ بھی نکلے تب بھی غسل واجب ہے۔ (۷) حدیث بھی یہی کہتی ہے اگر دخول ہو جائے تو چاہے انزال ہو یا نہ ہو غسل واجب ہے، پھر یہ کہ خلیفہ نے حدیث رسول ﷺ کی بھی بات کہہ دی، جب کہ ابو ہریرہؓ، ابو موسیٰؓ، عائشہؓ وغیرہ سے حدیث رسول ﷺ مروی ہے کہ جب دخول ہو اور انزال نہ بھی ہو تو غسل

۱۔ ریاض الصعرة ج ۲ ص ۱۵۰ (ج ۳ ص ۸۸)

۲۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۴۲ (ج ۱ ص ۳۳۳ حدیث ۸۶ کتاب النجس)

۳۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۹ (ج ۱ ص ۱۱۱ حدیث ۲۸۸)

۴۔ مسند احمد ج ۱ ص ۶۳، ۶۴ (ج ۱ ص ۱۰۱ حدیث ۴۵۰، ص ۱۰۳ حدیث ۴۶۰)

۵۔ سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۶۳، ۱۶۵

۶۔ (نساء ۴۳) ۷۔ کتاب الام ج ۱ ص ۳۱ (ج ۱ ص ۳۶)

واجب ہو جاتا ہے یہی فتویٰ ایوب انصاری اور ابوسعید خدری دیتے تھے۔ (۱)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب ختنہ سے ختنہ مل جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے میں نے اور رسول خدا ﷺ نے ایسا ہی کیا پھر غسل کیا۔ (۲)

معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ نے یہ احادیث نہیں سنی تھیں یا سنی تھیں تو جان بوجھ کر سنت کو نظر انداز کیا اس بنیاد پر تمام صحابہ و تابعین اور فقہاء کا فیصلہ ہے کہ ختنہ سے ختنہ مل جانے پر غسل واجب ہو جاتا ہے، خواہ منی نکلے یا نہ نکلے اور ابی بن کعب کی یہ جو حدیث پیش کی جاتی ہے ابتداء میں پانی کی کمی کی وجہ سے اس کی رخصت تھی پھر غسل کا حکم دیا گیا، کپڑے کی کمی کی وجہ سے رخصت تھی پھر بعد میں غسل کا حکم دیا گیا۔ تو یہ ممکن نہیں کہ ابی نے اس کی روایت کی ہو اور عثمان نے اسی بنیاد پر غسل نہ کرنے کا حکم دیا ہو، کیونکہ غسل کا حکم خلیفہ ثانی کے عہد میں پورے طور سے رائج تھا، جو لوگ حدیث ابی کا سہارا لیتے ہیں وہ محض فریب اور مکاری کر رہے ہیں۔ (۳)

ابن حزم نے لکھی میں حیرت انگیز بات لکھی ہے کہ غسل نہ کرنے کا فتویٰ دینے والوں میں علیؑ، ابن عباسؓ، ابی و عثمان وغیرہ کا نام آتا ہے اور غسل کا حکم دینے والوں میں عائشہؓ، ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، ابن عباسؓ اور ابن مسعود کا نام آتا ہے، یہ ساری باتیں صرف اس لئے لکھی ہیں کہ خلیفہ کی حماقت طشت از بام نہ ہو۔ (۴)

۱۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۸ (ج ۱ ص ۱۱۰ حدیث ۲۸۷) صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۴۲ (ج ۱ ص ۳۴۳ کتاب النجس) سنن دارمی ج ۱ ص ۱۹۴، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۶۳، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۳، ۳۳۴، ۳۹۳، ۳۹۴ (ج ۲ ص ۳۶۶ حدیث ۷۱۵۷، ج ۳ ص ۲۳ حدیث ۲۳۶۹، ۸۳۶۹ ص ۱۰۲ حدیث ۸۸۶۳) لکھی ابن حزم ج ۲ ص ۳، مصابیح السنن ج ۱ ص ۳۰ (ج ۱ ص ۲۱۲ حدیث ۲۹۲) الاعتبار ابن حازم ص ۳۰ (۱۲۰) تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۲۰۰ (ج ۵ ص ۱۳۳) تفسیر خازن ج ۱ ص ۳۷۵ (ج ۱ ص ۴۴۳) الموطا ج ۱ ص ۵۱ المدونہ الکبریٰ ج ۱ ص ۳۴ (ج ۱ ص ۳۰)

۲۔ سنن ابن ماجہ (ج ۱ ص ۹۹ حدیث ۶۰۸) مسند احمد ج ۶ ص ۱۱۲، ۱۱۱، ۱۶۱ (ج ۷ ص ۷۷ حدیث ۲۳۶۸۶، ۲۳۶۸۷، ۱۶۳ حدیث ۲۳۲۹۶، ۲۳۲۹۷، ۲۳۲۹۸، ۲۳۲۹۹، ۲۳۳۰۰، ۲۳۳۰۱، ۲۳۳۰۲، ۲۳۳۰۳، ۲۳۳۰۴، ۲۳۳۰۵، ۲۳۳۰۶، ۲۳۳۰۷، ۲۳۳۰۸، ۲۳۳۰۹، ۲۳۳۱۰، ۲۳۳۱۱، ۲۳۳۱۲، ۲۳۳۱۳، ۲۳۳۱۴، ۲۳۳۱۵، ۲۳۳۱۶، ۲۳۳۱۷، ۲۳۳۱۸، ۲۳۳۱۹، ۲۳۳۲۰، ۲۳۳۲۱، ۲۳۳۲۲، ۲۳۳۲۳، ۲۳۳۲۴، ۲۳۳۲۵، ۲۳۳۲۶، ۲۳۳۲۷، ۲۳۳۲۸، ۲۳۳۲۹، ۲۳۳۳۰، ۲۳۳۳۱، ۲۳۳۳۲، ۲۳۳۳۳، ۲۳۳۳۴، ۲۳۳۳۵، ۲۳۳۳۶، ۲۳۳۳۷، ۲۳۳۳۸، ۲۳۳۳۹، ۲۳۳۴۰، ۲۳۳۴۱، ۲۳۳۴۲، ۲۳۳۴۳، ۲۳۳۴۴، ۲۳۳۴۵، ۲۳۳۴۶، ۲۳۳۴۷، ۲۳۳۴۸، ۲۳۳۴۹، ۲۳۳۵۰، ۲۳۳۵۱، ۲۳۳۵۲، ۲۳۳۵۳، ۲۳۳۵۴، ۲۳۳۵۵، ۲۳۳۵۶، ۲۳۳۵۷، ۲۳۳۵۸، ۲۳۳۵۹، ۲۳۳۶۰، ۲۳۳۶۱، ۲۳۳۶۲، ۲۳۳۶۳، ۲۳۳۶۴، ۲۳۳۶۵، ۲۳۳۶۶، ۲۳۳۶۷، ۲۳۳۶۸، ۲۳۳۶۹، ۲۳۳۷۰، ۲۳۳۷۱، ۲۳۳۷۲، ۲۳۳۷۳، ۲۳۳۷۴، ۲۳۳۷۵، ۲۳۳۷۶، ۲۳۳۷۷، ۲۳۳۷۸، ۲۳۳۷۹، ۲۳۳۸۰، ۲۳۳۸۱، ۲۳۳۸۲، ۲۳۳۸۳، ۲۳۳۸۴، ۲۳۳۸۵، ۲۳۳۸۶، ۲۳۳۸۷، ۲۳۳۸۸، ۲۳۳۸۹، ۲۳۳۹۰، ۲۳۳۹۱، ۲۳۳۹۲، ۲۳۳۹۳، ۲۳۳۹۴، ۲۳۳۹۵، ۲۳۳۹۶، ۲۳۳۹۷، ۲۳۳۹۸، ۲۳۳۹۹، ۲۳۴۰۰، ۲۳۴۰۱، ۲۳۴۰۲، ۲۳۴۰۳، ۲۳۴۰۴، ۲۳۴۰۵، ۲۳۴۰۶، ۲۳۴۰۷، ۲۳۴۰۸، ۲۳۴۰۹، ۲۳۴۱۰، ۲۳۴۱۱، ۲۳۴۱۲، ۲۳۴۱۳، ۲۳۴۱۴، ۲۳۴۱۵، ۲۳۴۱۶، ۲۳۴۱۷، ۲۳۴۱۸، ۲۳۴۱۹، ۲۳۴۲۰، ۲۳۴۲۱، ۲۳۴۲۲، ۲۳۴۲۳، ۲۳۴۲۴، ۲۳۴۲۵، ۲۳۴۲۶، ۲۳۴۲۷، ۲۳۴۲۸، ۲۳۴۲۹، ۲۳۴۳۰، ۲۳۴۳۱، ۲۳۴۳۲، ۲۳۴۳۳، ۲۳۴۳۴، ۲۳۴۳۵، ۲۳۴۳۶، ۲۳۴۳۷، ۲۳۴۳۸، ۲۳۴۳۹، ۲۳۴۴۰، ۲۳۴۴۱، ۲۳۴۴۲، ۲۳۴۴۳، ۲۳۴۴۴، ۲۳۴۴۵، ۲۳۴۴۶، ۲۳۴۴۷، ۲۳۴۴۸، ۲۳۴۴۹، ۲۳۴۵۰، ۲۳۴۵۱، ۲۳۴۵۲، ۲۳۴۵۳، ۲۳۴۵۴، ۲۳۴۵۵، ۲۳۴۵۶، ۲۳۴۵۷، ۲۳۴۵۸، ۲۳۴۵۹، ۲۳۴۶۰، ۲۳۴۶۱، ۲۳۴۶۲، ۲۳۴۶۳، ۲۳۴۶۴، ۲۳۴۶۵، ۲۳۴۶۶، ۲۳۴۶۷، ۲۳۴۶۸، ۲۳۴۶۹، ۲۳۴۷۰، ۲۳۴۷۱، ۲۳۴۷۲، ۲۳۴۷۳، ۲۳۴۷۴، ۲۳۴۷۵، ۲۳۴۷۶، ۲۳۴۷۷، ۲۳۴۷۸، ۲۳۴۷۹، ۲۳۴۸۰، ۲۳۴۸۱، ۲۳۴۸۲، ۲۳۴۸۳، ۲۳۴۸۴، ۲۳۴۸۵، ۲۳۴۸۶، ۲۳۴۸۷، ۲۳۴۸۸، ۲۳۴۸۹، ۲۳۴۹۰، ۲۳۴۹۱، ۲۳۴۹۲، ۲۳۴۹۳، ۲۳۴۹۴، ۲۳۴۹۵، ۲۳۴۹۶، ۲۳۴۹۷، ۲۳۴۹۸، ۲۳۴۹۹، ۲۳۵۰۰، ۲۳۵۰۱، ۲۳۵۰۲، ۲۳۵۰۳، ۲۳۵۰۴، ۲۳۵۰۵، ۲۳۵۰۶، ۲۳۵۰۷، ۲۳۵۰۸، ۲۳۵۰۹، ۲۳۵۱۰، ۲۳۵۱۱، ۲۳۵۱۲، ۲۳۵۱۳، ۲۳۵۱۴، ۲۳۵۱۵، ۲۳۵۱۶، ۲۳۵۱۷، ۲۳۵۱۸، ۲۳۵۱۹، ۲۳۵۲۰، ۲۳۵۲۱، ۲۳۵۲۲، ۲۳۵۲۳، ۲۳۵۲۴، ۲۳۵۲۵، ۲۳۵۲۶، ۲۳۵۲۷، ۲۳۵۲۸، ۲۳۵۲۹، ۲۳۵۳۰، ۲۳۵۳۱، ۲۳۵۳۲، ۲۳۵۳۳، ۲۳۵۳۴، ۲۳۵۳۵، ۲۳۵۳۶، ۲۳۵۳۷، ۲۳۵۳۸، ۲۳۵۳۹، ۲۳۵۴۰، ۲۳۵۴۱، ۲۳۵۴۲، ۲۳۵۴۳، ۲۳۵۴۴، ۲۳۵۴۵، ۲۳۵۴۶، ۲۳۵۴۷، ۲۳۵۴۸، ۲۳۵۴۹، ۲۳۵۵۰، ۲۳۵۵۱، ۲۳۵۵۲، ۲۳۵۵۳، ۲۳۵۵۴، ۲۳۵۵۵، ۲۳۵۵۶، ۲۳۵۵۷، ۲۳۵۵۸، ۲۳۵۵۹، ۲۳۵۶۰، ۲۳۵۶۱، ۲۳۵۶۲، ۲۳۵۶۳، ۲۳۵۶۴، ۲۳۵۶۵، ۲۳۵۶۶، ۲۳۵۶۷، ۲۳۵۶۸، ۲۳۵۶۹، ۲۳۵۷۰، ۲۳۵۷۱، ۲۳۵۷۲، ۲۳۵۷۳، ۲۳۵۷۴، ۲۳۵۷۵، ۲۳۵۷۶، ۲۳۵۷۷، ۲۳۵۷۸، ۲۳۵۷۹، ۲۳۵۸۰، ۲۳۵۸۱، ۲۳۵۸۲، ۲۳۵۸۳، ۲۳۵۸۴، ۲۳۵۸۵، ۲۳۵۸۶، ۲۳۵۸۷، ۲۳۵۸۸، ۲۳۵۸۹، ۲۳۵۹۰، ۲۳۵۹۱، ۲۳۵۹۲، ۲۳۵۹۳، ۲۳۵۹۴، ۲۳۵۹۵، ۲۳۵۹۶، ۲۳۵۹۷، ۲۳۵۹۸، ۲۳۵۹۹، ۲۳۶۰۰، ۲۳۶۰۱، ۲۳۶۰۲، ۲۳۶۰۳، ۲۳۶۰۴، ۲۳۶۰۵، ۲۳۶۰۶، ۲۳۶۰۷، ۲۳۶۰۸، ۲۳۶۰۹، ۲۳۶۱۰، ۲۳۶۱۱، ۲۳۶۱۲، ۲۳۶۱۳، ۲۳۶۱۴، ۲۳۶۱۵، ۲۳۶۱۶، ۲۳۶۱۷، ۲۳۶۱۸، ۲۳۶۱۹، ۲۳۶۲۰، ۲۳۶۲۱، ۲۳۶۲۲، ۲۳۶۲۳، ۲۳۶۲۴، ۲۳۶۲۵، ۲۳۶۲۶، ۲۳۶۲۷، ۲۳۶۲۸، ۲۳۶۲۹، ۲۳۶۳۰، ۲۳۶۳۱، ۲۳۶۳۲، ۲۳۶۳۳، ۲۳۶۳۴، ۲۳۶۳۵، ۲۳۶۳۶، ۲۳۶۳۷، ۲۳۶۳۸، ۲۳۶۳۹، ۲۳۶۴۰، ۲۳۶۴۱، ۲۳۶۴۲، ۲۳۶۴۳، ۲۳۶۴۴، ۲۳۶۴۵، ۲۳۶۴۶، ۲۳۶۴۷، ۲۳۶۴۸، ۲۳۶۴۹، ۲۳۶۵۰، ۲۳۶۵۱، ۲۳۶۵۲، ۲۳۶۵۳، ۲۳۶۵۴، ۲۳۶۵۵، ۲۳۶۵۶، ۲۳۶۵۷، ۲۳۶۵۸، ۲۳۶۵۹، ۲۳۶۶۰، ۲۳۶۶۱، ۲۳۶۶۲، ۲۳۶۶۳، ۲۳۶۶۴، ۲۳۶۶۵، ۲۳۶۶۶، ۲۳۶۶۷، ۲۳۶۶۸، ۲۳۶۶۹، ۲۳۶۷۰، ۲۳۶۷۱، ۲۳۶۷۲، ۲۳۶۷۳، ۲۳۶۷۴، ۲۳۶۷۵، ۲۳۶۷۶، ۲۳۶۷۷، ۲۳۶۷۸، ۲۳۶۷۹، ۲۳۶۸۰، ۲۳۶۸۱، ۲۳۶۸۲، ۲۳۶۸۳، ۲۳۶۸۴، ۲۳۶۸۵، ۲۳۶۸۶، ۲۳۶۸۷، ۲۳۶۸۸، ۲۳۶۸۹، ۲۳۶۹۰، ۲۳۶۹۱، ۲۳۶۹۲، ۲۳۶۹۳، ۲۳۶۹۴، ۲۳۶۹۵، ۲۳۶۹۶، ۲۳۶۹۷، ۲۳۶۹۸، ۲۳۶۹۹، ۲۳۷۰۰، ۲۳۷۰۱، ۲۳۷۰۲، ۲۳۷۰۳، ۲۳۷۰۴، ۲۳۷۰۵، ۲۳۷۰۶، ۲۳۷۰۷، ۲۳۷۰۸، ۲۳۷۰۹، ۲۳۷۱۰، ۲۳۷۱۱، ۲۳۷۱۲، ۲۳۷۱۳، ۲۳۷۱۴، ۲۳۷۱۵، ۲۳۷۱۶، ۲۳۷۱۷، ۲۳۷۱۸، ۲۳۷۱۹، ۲۳۷۲۰، ۲۳۷۲۱، ۲۳۷۲۲، ۲۳۷۲۳، ۲۳۷۲۴، ۲۳۷۲۵، ۲۳۷۲۶، ۲۳۷۲۷، ۲۳۷۲۸، ۲۳۷۲۹، ۲۳۷۳۰، ۲۳۷۳۱، ۲۳۷۳۲، ۲۳۷۳۳، ۲۳۷۳۴، ۲۳۷۳۵، ۲۳۷۳۶، ۲۳۷۳۷، ۲۳۷۳۸، ۲۳۷۳۹، ۲۳۷۴۰، ۲۳۷۴۱، ۲۳۷۴۲، ۲۳۷۴۳، ۲۳۷۴۴، ۲۳۷۴۵، ۲۳۷۴۶، ۲۳۷۴۷، ۲۳۷۴۸، ۲۳۷۴۹، ۲۳۷۵۰، ۲۳۷۵۱، ۲۳۷۵۲، ۲۳۷۵۳، ۲۳۷۵۴، ۲۳۷۵۵، ۲۳۷۵۶، ۲۳۷۵۷، ۲۳۷۵۸، ۲۳۷۵۹، ۲۳۷۶۰، ۲۳۷۶۱، ۲۳۷۶۲، ۲۳۷۶۳، ۲۳۷۶۴، ۲۳۷۶۵، ۲۳۷۶۶، ۲۳۷۶۷، ۲۳۷۶۸، ۲۳۷۶۹، ۲۳۷۷۰، ۲۳۷۷۱، ۲۳۷۷۲، ۲۳۷۷۳، ۲۳۷۷۴، ۲۳۷۷۵، ۲۳۷۷۶، ۲۳۷۷۷، ۲۳۷۷۸، ۲۳۷۷۹، ۲۳۷۸۰، ۲۳۷۸۱، ۲۳۷۸۲، ۲۳۷۸۳، ۲۳۷۸۴، ۲۳۷۸۵، ۲۳۷۸۶، ۲۳۷۸۷، ۲۳۷۸۸، ۲۳۷۸۹، ۲۳۷۹۰، ۲۳۷۹۱، ۲۳۷۹۲، ۲۳۷۹۳، ۲۳۷۹۴، ۲۳۷۹۵، ۲۳۷۹۶، ۲۳۷۹۷، ۲۳۷۹۸، ۲۳۷۹۹، ۲۳۸۰۰، ۲۳۸۰۱، ۲۳۸۰۲، ۲۳۸۰۳، ۲۳۸۰۴، ۲۳۸۰۵، ۲۳۸۰۶، ۲۳۸۰۷، ۲۳۸۰۸، ۲۳۸۰۹، ۲۳۸۱۰، ۲۳۸۱۱، ۲۳۸۱۲، ۲۳۸۱۳، ۲۳۸۱۴، ۲۳۸۱۵، ۲۳۸۱۶، ۲۳۸۱۷، ۲۳۸۱۸، ۲۳۸۱۹، ۲۳۸۲۰، ۲۳۸۲۱، ۲۳۸۲۲، ۲۳۸۲۳، ۲۳۸۲۴، ۲۳۸۲۵، ۲۳۸۲۶، ۲۳۸۲۷، ۲۳۸۲۸، ۲۳۸۲۹، ۲۳۸۳۰، ۲۳۸۳۱، ۲۳۸۳۲، ۲۳۸۳۳، ۲۳۸۳۴، ۲۳۸۳۵، ۲۳۸۳۶، ۲۳۸۳۷، ۲۳۸۳۸، ۲۳۸۳۹، ۲۳۸۴۰، ۲۳۸۴۱، ۲۳۸۴۲، ۲۳۸۴۳، ۲۳۸۴۴، ۲۳۸۴۵، ۲۳۸۴۶، ۲۳۸۴۷، ۲۳۸۴۸، ۲۳۸۴۹، ۲۳۸۵۰، ۲۳۸۵۱، ۲۳۸۵۲، ۲۳۸۵۳، ۲۳۸۵۴، ۲۳۸۵۵، ۲۳۸۵۶، ۲۳۸۵۷، ۲۳۸۵۸، ۲۳۸۵۹، ۲۳۸۶۰، ۲۳۸۶۱، ۲۳۸۶۲، ۲۳۸۶۳، ۲۳۸۶۴، ۲۳۸۶۵، ۲۳۸۶۶، ۲۳۸۶۷، ۲۳۸۶۸، ۲۳۸۶۹، ۲۳۸۷۰، ۲۳۸۷۱، ۲۳۸۷۲، ۲۳۸۷۳، ۲۳۸۷۴، ۲۳۸۷۵، ۲۳۸۷۶، ۲۳۸۷۷، ۲۳۸۷۸، ۲۳۸۷۹، ۲۳۸۸۰، ۲۳۸۸۱، ۲۳۸۸۲، ۲۳۸۸۳، ۲۳۸۸۴، ۲۳۸۸۵، ۲۳۸۸۶، ۲۳۸۸۷، ۲۳۸۸۸، ۲۳۸۸۹، ۲۳۸۹۰، ۲۳۸۹۱، ۲۳۸۹۲، ۲۳۸۹۳، ۲۳۸۹۴، ۲۳۸۹۵، ۲۳۸۹۶، ۲۳۸۹۷، ۲۳۸۹۸، ۲۳۸۹۹، ۲۳۹۰۰، ۲۳۹۰۱، ۲۳۹۰۲، ۲۳۹۰۳، ۲۳۹۰۴، ۲۳۹۰۵، ۲۳۹۰۶، ۲۳۹۰۷، ۲۳۹۰۸، ۲۳۹۰۹، ۲۳۹۱۰، ۲۳۹۱۱، ۲۳۹۱۲، ۲۳۹۱۳، ۲۳۹۱۴، ۲۳۹۱۵، ۲۳۹۱۶، ۲۳۹۱۷، ۲۳۹۱۸، ۲۳۹۱۹، ۲۳۹۲۰، ۲۳۹۲۱، ۲۳۹۲۲، ۲۳۹۲۳، ۲۳۹۲۴، ۲۳۹۲۵، ۲۳۹۲۶، ۲۳۹۲۷، ۲۳۹۲۸، ۲۳۹۲۹، ۲۳۹۳۰، ۲۳۹۳۱، ۲۳۹۳۲، ۲۳۹۳۳، ۲۳۹۳۴، ۲۳۹۳۵، ۲۳۹۳۶، ۲۳۹۳۷، ۲۳۹۳۸، ۲۳۹۳۹، ۲۳۹۴۰، ۲۳۹۴۱، ۲۳۹۴۲، ۲۳۹۴۳، ۲۳۹۴۴، ۲۳۹۴۵، ۲۳۹۴۶، ۲۳۹۴۷، ۲۳۹۴۸، ۲۳۹۴۹، ۲۳۹۵۰، ۲۳۹۵۱، ۲۳۹۵۲، ۲۳۹۵۳، ۲۳۹۵۴، ۲۳۹۵۵، ۲۳۹۵۶، ۲۳۹۵۷، ۲۳۹۵۸، ۲۳۹۵۹، ۲۳۹۶۰، ۲۳۹۶۱، ۲۳۹۶۲، ۲۳۹۶۳، ۲۳۹۶۴، ۲۳۹۶۵، ۲۳۹۶۶، ۲۳۹۶۷، ۲۳۹۶۸، ۲۳۹۶۹، ۲۳۹۷۰، ۲۳۹۷۱، ۲۳۹۷۲، ۲۳۹۷۳، ۲۳۹۷۴، ۲۳۹۷۵، ۲۳۹۷۶، ۲۳۹۷۷، ۲۳۹۷۸، ۲۳۹۷۹، ۲۳۹۸۰، ۲۳۹۸۱، ۲۳۹۸۲، ۲۳۹۸۳، ۲۳۹۸۴، ۲۳۹۸۵، ۲۳۹۸۶، ۲۳۹۸۷، ۲۳۹۸۸، ۲۳۹۸۹، ۲۳۹۹۰، ۲۳۹۹۱، ۲۳۹۹۲، ۲۳۹۹۳، ۲۳۹۹۴، ۲۳۹۹۵، ۲۳۹۹۶، ۲۳۹۹۷، ۲۳۹۹۸، ۲۳۹۹۹، ۲۴۰۰۰، ۲۴۰۰۱، ۲۴۰۰۲، ۲۴۰۰۳، ۲۴۰۰۴، ۲۴۰۰۵، ۲۴۰۰۶، ۲۴۰۰۷، ۲۴۰۰۸، ۲۴۰۰۹، ۲۴۰۱۰، ۲۴۰۱۱، ۲۴۰۱۲، ۲۴۰۱۳، ۲۴۰۱۴، ۲۴۰۱۵، ۲۴۰۱۶، ۲۴۰۱۷، ۲۴۰۱۸، ۲۴۰۱۹، ۲۴۰۲۰، ۲۴۰۲۱، ۲۴۰۲۲، ۲۴۰۲۳، ۲۴۰۲۴، ۲۴۰۲۵، ۲۴۰۲۶، ۲۴۰۲۷، ۲۴۰۲۸، ۲۴۰۲۹، ۲۴۰۳۰، ۲۴۰۳۱، ۲۴۰۳۲، ۲۴۰۳۳، ۲۴۰۳۴، ۲۴۰۳۵، ۲۴۰۳۶، ۲۴۰۳۷، ۲۴۰۳۸، ۲۴۰۳۹، ۲۴۰۴۰، ۲۴۰۴۱، ۲۴۰۴۲، ۲۴۰۴۳، ۲۴۰۴۴، ۲۴۰۴۵، ۲۴۰۴۶، ۲۴۰۴۷، ۲۴۰۴۸، ۲۴۰۴۹، ۲۴۰۵۰، ۲۴۰۵۱، ۲۴۰۵۲، ۲۴۰۵۳، ۲۴۰۵۴، ۲۴۰۵۵، ۲۴۰۵۶، ۲۴۰۵۷، ۲۴۰۵۸، ۲۴۰۵۹، ۲۴۰۶۰، ۲۴۰۶۱، ۲۴۰۶۲، ۲۴۰۶۳، ۲۴۰۶۴، ۲۴۰۶۵، ۲۴۰۶۶، ۲۴۰۶۷، ۲۴۰۶۸، ۲۴۰۶۹، ۲۴۰۷۰، ۲۴۰۷۱، ۲۴۰۷۲، ۲۴۰۷۳، ۲۴۰۷۴، ۲۴۰۷۵، ۲۴۰۷۶، ۲۴۰۷۷، ۲۴۰۷۸، ۲۴۰۷۹، ۲۴۰۸۰، ۲۴۰۸۱، ۲۴۰۸۲، ۲۴۰۸۳، ۲۴۰۸۴، ۲۴۰۸۵، ۲۴۰۸۶، ۲۴۰۸۷، ۲۴۰۸۸، ۲۴۰۸۹، ۲۴۰۹۰، ۲۴۰۹۱، ۲۴۰۹۲، ۲۴۰۹۳، ۲۴۰۹۴، ۲۴۰۹۵، ۲۴۰۹۶، ۲۴۰۹۷، ۲۴۰۹۸، ۲۴۰۹۹، ۲۴۱۰۰، ۲۴۱۰۱، ۲۴۱۰۲، ۲۴۱۰۳، ۲۴۱۰۴، ۲۴۱۰۵، ۲۴۱۰۶، ۲۴۱۰۷، ۲۴۱۰۸، ۲۴۱۰۹، ۲۴۱۱۰، ۲۴۱۱۱، ۲۴۱۱۲، ۲۴۱۱۳، ۲۴۱۱۴، ۲۴۱۱۵، ۲۴۱۱۶، ۲۴۱۱۷، ۲۴۱۱۸، ۲۴۱۱۹، ۲۴۱۲۰، ۲۴۱۲۱، ۲۴۱۲۲، ۲۴۱۲۳، ۲۴۱۲۴، ۲۴۱۲۵، ۲۴۱۲۶، ۲۴۱۲۷، ۲۴۱۲۸، ۲۴۱۲۹، ۲۴۱۳۰، ۲۴۱۳۱، ۲۴۱۳۲، ۲۴۱۳۳، ۲۴۱۳۴، ۲۴۱۳۵، ۲۴۱۳۶، ۲۴۱۳۷، ۲۴۱۳۸، ۲۴۱۳۹، ۲۴۱۴۰، ۲۴۱۴۱، ۲۴۱۴۲، ۲۴۱۴۳، ۲۴۱۴۴، ۲۴۱۴۵، ۲۴۱۴۶، ۲۴۱۴۷، ۲۴۱۴۸، ۲۴۱۴۹، ۲۴۱۵۰، ۲۴۱۵۱، ۲۴۱۵۲، ۲۴۱۵۳، ۲۴۱۵۴، ۲۴۱۵۵، ۲۴۱۵۶، ۲۴۱۵۷، ۲۴۱۵۸، ۲۴۱۵۹، ۲۴۱۶۰، ۲۴۱۶۱، ۲۴۱۶۲، ۲۴۱۶۳، ۲۴۱۶۴، ۲۴۱۶۵، ۲۴۱۶۶، ۲۴۱۶۷، ۲۴۱۶۸، ۲۴۱۶۹، ۲۴۱۷۰، ۲۴۱۷۱، ۲۴۱۷۲، ۲۴۱۷۳، ۲۴۱۷۴، ۲۴۱۷۵، ۲۴۱۷۶، ۲۴۱۷۷، ۲۴۱۷۸، ۲۴۱۷۹، ۲۴۱۸۰، ۲۴۱۸۱، ۲۴۱۸۲، ۲۴۱۸۳، ۲۴۱۸۴، ۲۴۱۸۵، ۲۴۱۸۶، ۲۴۱۸۷، ۲۴۱۸۸، ۲۴۱۸۹، ۲۴۱۹۰، ۲۴۱۹۱، ۲۴۱۹۲، ۲۴۱۹۳، ۲۴۱۹۴، ۲۴۱۹۵، ۲۴۱۹۶، ۲۴۱۹۷، ۲۴۱۹۸، ۲۴۱۹۹، ۲۴۲۰۰، ۲۴۲۰۱، ۲۴۲۰۲، ۲۴۲۰۳، ۲۴۲۰۴، ۲۴۲۰۵، ۲۴۲۰۶، ۲۴۲۰۷، ۲۴۲۰۸، ۲۴۲۰۹، ۲۴۲۱۰، ۲۴۲۱۱، ۲۴۲۱۲، ۲۴۲۱۳، ۲۴۲۱۴، ۲۴۲۱۵، ۲۴۲۱۶، ۲۴۲۱۷، ۲۴۲۱۸، ۲۴۲۱۹،

۹۔ خلیفہ نے حدیث نبی چھپائی

مسند احمد میں ابوصالح کا بیان ہے کہ میں نے منبر پر عثمان کو کہتے سنا میں نے ایک حدیث رسول تم سے چھپائی تھی اس خوف سے کہ کہیں تم مجھ سے علیحدہ نہ ہو جاؤ، پھر میں نے فیصلہ کیا کہ تمہیں سنا ہی دوں تاکہ تم اپنے متعلق خود فیصلہ کرو میں نے رسول ﷺ کو فرماتے سنا کہ خدا کی راہ میں محاذ جنگ کا ایک دن گھر کے ایک ہزار دنوں سے بہتر ہے۔ (۱)

اور مصعب کا بیان ہے کہ عثمان نے کینہ کے ڈر سے حدیث چھپانے کا عذر کیا کہ خدا کی راہ میں ایک رات جنگ کا خوف ایک ہزار رات دنوں کے نماز اور روزے سے افضل ہے۔ (۲)

حمران کے مطابق عثمان نے وضو کرتے ہوئے کہا کہ اگر قرآن کی آیت نہ ہوتی تو تم سے یہ حدیث بیان نہ کرتا، حدیث رسول ﷺ ہے جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر نماز پڑھے تو دو نمازوں کے درمیانی گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (۳)

تبصرہ امینی:

امت کو تعلیم محمد سے باز رکھنے اور چھپانے کی جس قدر بھی مذمت کی جائے کم ہے خاص طور سے جہاد، نماز کے متعلق۔ چنانچہ بے شمار احادیث میں ایسے لوگوں کی مذمت ہے؛ جو حدیث چھپاتے ہیں ان پر تمام مخلوقات لعنت کرتے ہیں، قیامت میں آگ کی لجام چڑھائی جائے گی، ایسا شخص خزانہ چھپانے والے کی طرح منحوس ہے۔ دوسری طرف احادیث اور آثار شریعت کو نمایاں کرنے پر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا اور خدا کی نظر رحمت کا مژدہ ہے، ممکن ہے کہ خلیفہ نے اپنے قبل کے خلفاء کی پیروی میں حدیث چھپائی ہو جو ایک خاص کینے میں مخصوص نقطہ نظر والی احادیث کو سختی سے چھپاتے تھے اور بیان نہیں کرنے دیتے تھے۔

۱۔ مسند احمد ج ۱ ص ۶۵ (ج ۱ ص ۱۰۵ حدیث ۴۷۲)

۲۔ مسند احمد ج ۱ ص ۶۵، ۶۱ (ج ۱ ص ۹۸ حدیث ۳۳۵، ص ۱۰۴ حدیث ۳۶۵)

۳۔ مسند احمد ج ۱ ص ۵۷ (ج ۱ ص ۹۲ حدیث ۴۰۲)

۱۰۔ گھوڑوں کی زکوٰۃ کے متعلق خلیفہ کی رائے

انساب بلاذری (۱) میں زہری کا بیان ہے کہ عثمان گھوڑوں کی زکوٰۃ لیتے تھے، لوگوں نے احتجاج کیا کہ رسول خدا نے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ معاف کر دی ہے۔ (۲)

تبصرہ امینی

خلیفہ کا یہ فتویٰ کتاب وسنت کے مخالف ہے، صحاح ستہ میں بیس سے زیادہ احادیث منتخب کر کے علامہ امینی نے درج کی ہیں۔ (۳)

۱۱۔ خلیفہ نے عیدین میں نماز سے قبل خطبہ دیا

ابن حجر فتح الباری میں بروایت ابن منذر حسن بصری کا بیان نقل کرتے ہیں کہ سب سے پہلے قبل نماز عیدین عثمان نے خطبہ دیا، انہوں نے نماز پڑھا کر خطبہ دیا تو لوگ چلے گئے اس لئے ایسا کیا تا کہ لوگ خطبہ بھی سنیں۔ ان کے آنے کے قبل ہی خطبہ شروع کر دیا۔ (۴)

۱۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۲۶

۲۔ المحلی ابن حزم ج ۵ ص ۲۲۷، المصنف عبدالرزاق (ج ۴ ص ۳۵ حدیث ۶۸۸۸) تالیق الآثار قاضی ابو یوسف ص ۸۷

۳۔ معجم بخاری ج ۳ ص ۳۰، ۳۱، (ج ۲ ص ۵۳۲ حدیث ۱۳۹۳، ۱۳۹۵) معجم مسلم ج ۱ ص ۳۶۱، (ج ۲ ص ۳۷۱ حدیث ۸۰۹، ۸۰۹) سنن ترمذی ج ۱ ص ۸۰ (ج ۳ ص ۲۳ حدیث ۶۲۸) سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۵۳ (ج ۲ ص ۱۰۸ حدیث ۱۵۹۳، ۱۵۹۵) سنن ابن ماجہ ج ۱ ص

۵۵۵، ۵۵۶ (ج ۱ ص ۵۷۹ حدیث ۱۸۱۳) سنن نسائی ج ۵ ص ۳۶، ۳۷، (ج ۲ ص ۱۹، ۱۷ حدیث ۲۲۳۶، ۲۲۵۷) سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۱۷، مسند احمد ج ۱ ص ۶۲، ۱۲۱، ۱۳۲، ۱۳۶، ۱۳۸، (ج ۲ ص ۲۳۳، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲) (ج ۱ ص ۱۳۹ حدیث ۷۱۳،

۷۱۴) سنن ابی حاتم ج ۱ ص ۱۹۵ حدیث ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳

یہ وجہ مروان کی بدعت سے مختلف ہے، کیونکہ عثمان بنے پہلے اس لئے خطبہ دینا شروع کیا کہ لوگ نماز میں شامل ہو سکیں اور مروان اس لئے پہلے خطبہ دیتا تھا کہ لوگ خطبہ کی تلقین سے متفرغ تھے، جو گالیوں کے سزاوار نہیں انہیں گالیاں دیتا تھا اور بعض لوگوں کی حد سے زیادہ تعریف کرتا تھا۔ (۱)

تبصرہ امینیؒ

سیرت رسول ﷺ میں بعد نماز خطبہ دینا ثابت ہے چنانچہ ترمذی کی صحیح میں ہے کہ اس پر تمام اہل علم اور اصحاب رسول ﷺ کا عمل تھا کہ بعد نماز خطبہ دیا جاتا تھا (۲) سب سے پہلے مروان نے بدعت کی، بعد نماز خطبہ کی روایت ابن عباس، (۳) ابو سعید خدری، (۴) عبد اللہ بن ثابت، (۵) اور جابر بن عبد اللہ انصاری کی ہے (۶) اور ابو عبیدہ، (۷) کا بیان ہے کہ رسول خدا ﷺ نے بعد نماز عیدین خطبہ فرمایا: ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول ﷺ متواتر بعد نماز خطبہ دیتے رہے، اسی لئے ابو بکر و عمر نے نیز حضرت علیؓ نے بعد نماز خطبہ دیا۔ (۸)

۱۔ نیل الاوطار ج ۳ ص ۳۶۲ (ج ۳ ص ۳۳۲، ۳۳۵) تاریخ المدینۃ ابن شہ (ج ۱ ص ۱۳۵ تاریخ الخطباء ص ۱۱ ص ۱۵۳) حاضریۃ الاولیاء ص ۱۳۵

۲۔ سنن ترمذی ج ۱ ص ۷۰ (ج ۲ ص ۳۱۱ حدیث ۵۳۱)

۳۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۶ (ج ۲ ص ۵۲۵ حدیث ۱۳۸۱) صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۲۵ (ج ۲ ص ۲۸۳ حدیث ۲ کتاب صلاۃ العیدین) سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۷۸، ۱۷۹ (ج ۱ ص ۲۹۷ حدیث ۱۱۳۲) سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۳۸۵ (ج ۱ ص ۳۰۶ حدیث ۱۲۷۳) سنن نسائی ج ۳ ص ۱۸۳ (ج ۱ ص ۵۳۵ حدیث ۱۷۶۶) سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۹۶

۴۔ سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۳۸۹ (ج ۱ ص ۳۸۹ حدیث ۳۰۹) مدوۃ الکبریٰ مالک ج ۱ ص ۵۵ (ج ۱ ص ۱۶۹) سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۹۷

۵۔ سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۳۸۶ (ج ۱ ص ۴۱۰ حدیث ۱۲۹۰) سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۸۰، ۱۸۱ (ج ۱ ص ۳۰۰ حدیث ۱۱۵۵) سنن نسائی ج ۳ ص ۱۸۵ (ج ۱ ص ۵۳۸ حدیث ۱۷۷۹) سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۰۱، ۳۰۲ (ج ۱ ص ۵۸۶)

۶۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۱ (ج ۱ ص ۳۳۲ حدیث ۹۳۵) صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۲۵ (ج ۲ ص ۲۸۳ حدیث ۳ کتاب صلاۃ العیدین) سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۷۸ (ج ۱ ص ۳۳۲ حدیث ۱۷۶۶) سنن نسائی ج ۳ ص ۱۸۶ (ج ۱ ص ۵۳۵ حدیث ۱۷۶۵) سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۹۶، ۲۹۸

۷۔ موطا مالک ج ۱ ص ۱۴۷ (ج ۱ ص ۱۷۸) کتاب الام شافعی ج ۱ ص ۱۷۱ (ج ۱ ص ۱۹۲)

۸۔ کتاب الام شافعی ج ۱ ص ۲۰۸ (ج ۱ ص ۲۳۵) صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۲ (ج ۱ ص ۳۲۷ حدیث ۹۲۰)

کاش ہمیں معلوم ہو سکتا کہ نماز میں سنت خدا کیوں بدل گئی بنی امیہ خطیبوں میں امیر المومنینؓ پر سب دشمن کرتے تھے، اس لئے لوگ خطبے میں شریک نہیں ہوتے تھے، اسی لئے قبل نماز خطبہ شروع کیا گیا تاکہ لوگ مجبوراً خطبہ سنیں۔ (۱) مروان، معاویہ اور عثمان اس بدعت میں ذرا بھی خدا سے نہ ڈرے۔

قصاص و دیت کے بارے میں خلیفہ کی رائے

سنن بیہقی (۲) میں بطریق زہری روایت ہے کہ جذامی نے شام کے نبلی کو قتل کر دیا، یہ معاملہ عثمان کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے قتل کا حکم دے دیا، جب اس بارے میں زیر اور دوسرے اصحاب نے گفتگو کی تو قتل کا حکم واپس لے لیا اور ایک ہزار دینار اس کی دیت مقرر کر دی۔ (۳)

ابن عمر سے روایت ہے کہ ایک مسلمان نے ذمی کو جان بوجھ کر قتل کر دیا، جب مقدمہ عثمان کے پاس گیا تو اسے قتل نہیں کیا بلکہ مسلمان کے برابر دیت متعین کر دی۔ ابو عاصم ضحاک نے دیات میں لکھا ہے کہ جن لوگوں کا نظریہ یہ ہے کہ کافر کے بدلے مسلمان کو قتل کیا جائے ان میں عمر بن عبدالعزیز، ربان بن عثمان اور عبداللہ ہیں اور جو لوگ ذمی کی دیت مسلمان کے برابر قرار دیتے ہیں، ان میں عثمان ہیں۔ (۴)

تبصرہ امینیؒ

سخت تعجب کی بات ہے کہ خلیفہ جی کافر کے بدلے مسلمان کو قتل کرتے ہیں اور کافر کی دیت مسلمان کے برابر قرار دیتے ہیں، یہ دونوں باتیں حجت و سنت سے متصادم ہیں، کون خلیفہ زبیر کی رائے پر اپنا فیصلہ بدلے گا۔؟ کافر کے بدلے مسلمان کو قتل نہ کرنے میں امیر المومنینؓ کی حدیث اور امام شافعیؒ کا فتویٰ ہیکہ

۱۔ المحلی ابن حزم ج ۵ ص ۸۶، بدائع الصالحات، ملک العلماء ج ۱ ص ۲۶، المہموط طبرخی ج ۲ ص ۳۷ شرح سنن ابن ماجہ سندى ج ۱ ص ۳۸۶

کافر کے بدلے مومن کو قتل نہ کیا جائے گا۔ (۱)

لیکن ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ آیہ مائدہ کا عمومی مفہوم کہتا ہے کہ کافر کے بدلے مومن کو قتل کیا جاسکتا ہے چنانچہ آیت ہے۔

﴿كُتِبَ عَلَيْهِمْ لَهُمَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ.....﴾ (۲) اور ہم نے قصاص کے بارے میں لازم قرار دیا ہے کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، اور ناک کے بدلے ناک کا بدلہ لیا جائے گا۔ حالانکہ ان صاحب کو صحیح احادیث کا پتہ نہ تھا، جو اس آیت کی تشریح کرتی ہے، اس سلسلے میں علامہ امینی نے آٹھ احادیث نقل کی ہیں، جو قیس بن عباد (۳)، عائشہ (۴)، ابن عباس، (۵) عمران، (۶) ابن عمر (۷) وغیرہ سے مروی ہیں۔

دوسرا مفہوم کہ کافر کی دیت مسلمان کے برابر نہیں ہو سکتی، اس بارے میں ابو داؤد، ابن ماجہ، اور نسائی وغیرہ کی احادیث ہیں کہ ذمی یا کافر کی دیت مومن کے نصف ہے۔ (۸)

۱۔ صحیح بخاری ج ۱۰ ص ۷۸ (ج ۶ ص ۲۵۳۳ حدیث ۶۵۱۷) سنن داری ج ۲ ص ۱۹۰، سنن ابن ماجہ (ج ۲ ص ۸۸۷ حدیث ۲۶۵۸) سنن نسائی ج ۸ ص ۲۳ (ج ۳ ص ۲۲۰ حدیث ۶۹۳۶) سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۸ سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۶۹ (ج ۳ ص ۱۷۷ حدیث ۱۳۱۲) مسند احمد ج ۱ ص ۷۹ (ج ۱ ص ۱۲۸ حدیث ۶۰۰) کتاب الام شافعی ج ۶ ص ۹۴، ۳۳ (ج ۶ ص ۱۰۵، ۳۸) احکام القرآن حصص ج ۱ ص ۱۶۵ (ج ۱ ص ۱۴۲) الاعتبار ابن حازم ص ۱۹۰ (ص ۳۵۳) تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۱۰ ۲۔ (سورۃ المائدۃ الآیہ ۳۵)

۳۔ الدیات ابو حاتم ص ۲۷، مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۹، ۱۲۲ (ج ۱ ص ۱۹۱ حدیث ۹۶۲، ص ۱۹۶ حدیث ۹۹۳) سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۳۹ (ج ۳ ص ۱۸۰ حدیث ۲۵۳۰) سنن نسائی ج ۸ ص ۲۳ (ج ۳ ص ۲۲۰ حدیث ۶۹۳۸) سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۹، ۱۹۳، احکام القرآن حصص ج ۱ ص ۶۵، الاعتبار ص ۱۸۹ (ص ۳۵۱) نیل الاوطار ج ۷ ص ۱۵۲ (ج ۷ ص ۱۰)

۴۔ الدیات ابو حاتم ص ۲۷، سنن بیہقی ج ۸ ص ۳۰ ۵۔ سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۴۵ (ج ۲ ص ۸۸۸ حدیث ۲۶۶۰) ۶۔ کتاب الام شافعی ج ۶ ص ۳۳ (ج ۶ ص ۳۸) سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۹

۷۔ احکام القرآن حصص ج ۱ ص ۱۶۵ (ج ۱ ص ۱۴۲)

۸۔ سنن ابن داؤد ج ۲ ص ۲۵۱ (ج ۳ ص ۱۸۳ حدیث ۲۶۴۳، ص ۱۹۳ حدیث ۲۵۸۳) سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۳۲ (ج ۲ ص ۸۸۳ حدیث ۲۶۴۳) سنن نسائی ج ۸ ص ۳۵ (ج ۳ ص ۲۳۵ حدیث ۷۰۰۹)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ خلیفہ نے دو غلطیاں کیں، ایک تو سورہ حمد چھوڑا، دوسرے آخری دور کعبتوں میں زور سے پڑھ کر اس کو پورا کیا، دونوں غلطیوں کے خلاف احادیث ہیں، پہلی میں عبادہ بن صامت، (۲) ابو ہریرہ، (۳) عائشہ، (۴) ابو سعید خدری، (۵) سرہ (۶) رفاعہ (۷) وائل بن حجر (۸)

۲- صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۰۲ (ج ۱ ص ۲۶۳ حدیث ۷۲۳) صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۵۵ (ج ۱ ص ۳۷۵ حدیث ۳۴) سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۳۱ (ج ۱ ص ۲۱۷ حدیث ۷۲۲) سنن ترمذی ج ۱ ص ۳۴، ۳۱ (ج ۲ ص ۲۵ حدیث ۲۴۷) سنن نسائی ج ۲ ص ۱۳۷، ۱۳۸ (ج ۱ ص ۳۱۶ حدیث ۹۸۳-۹۸۲) سنن داری ج ۱ ص ۲۸۳ سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۷۶ (ج ۱ ص ۲۷۳ حدیث ۸۳۷) سنن بیہقی ج ۲ ص ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰ مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۴، ۳۲۱ (ج ۶ ص ۳۲۷ حدیث ۲۲۱۹، ۲۲۲۰، ۲۲۲۱، ۲۲۲۲، ۲۲۲۳، ۲۲۲۴، ۲۲۲۵، ۲۲۲۶، ۲۲۲۷، ۲۲۲۸، ۲۲۲۹، ۲۲۳۰، ۲۲۳۱، ۲۲۳۲، ۲۲۳۳، ۲۲۳۴، ۲۲۳۵، ۲۲۳۶، ۲۲۳۷، ۲۲۳۸، ۲۲۳۹، ۲۲۴۰، ۲۲۴۱، ۲۲۴۲، ۲۲۴۳، ۲۲۴۴، ۲۲۴۵، ۲۲۴۶، ۲۲۴۷، ۲۲۴۸، ۲۲۴۹، ۲۲۵۰، ۲۲۵۱، ۲۲۵۲، ۲۲۵۳، ۲۲۵۴، ۲۲۵۵، ۲۲۵۶، ۲۲۵۷، ۲۲۵۸، ۲۲۵۹، ۲۲۶۰، ۲۲۶۱، ۲۲۶۲، ۲۲۶۳، ۲۲۶۴، ۲۲۶۵، ۲۲۶۶، ۲۲۶۷، ۲۲۶۸، ۲۲۶۹، ۲۲۷۰، ۲۲۷۱، ۲۲۷۲، ۲۲۷۳، ۲۲۷۴، ۲۲۷۵، ۲۲۷۶، ۲۲۷۷، ۲۲۷۸، ۲۲۷۹، ۲۲۸۰، ۲۲۸۱، ۲۲۸۲، ۲۲۸۳، ۲۲۸۴، ۲۲۸۵، ۲۲۸۶، ۲۲۸۷، ۲۲۸۸، ۲۲۸۹، ۲۲۹۰، ۲۲۹۱، ۲۲۹۲، ۲۲۹۳، ۲۲۹۴، ۲۲۹۵، ۲۲۹۶، ۲۲۹۷، ۲۲۹۸، ۲۲۹۹، ۲۳۰۰، ۲۳۰۱، ۲۳۰۲، ۲۳۰۳، ۲۳۰۴، ۲۳۰۵، ۲۳۰۶، ۲۳۰۷، ۲۳۰۸، ۲۳۰۹، ۲۳۱۰، ۲۳۱۱، ۲۳۱۲، ۲۳۱۳، ۲۳۱۴، ۲۳۱۵، ۲۳۱۶، ۲۳۱۷، ۲۳۱۸، ۲۳۱۹، ۲۳۲۰، ۲۳۲۱، ۲۳۲۲، ۲۳۲۳، ۲۳۲۴، ۲۳۲۵، ۲۳۲۶، ۲۳۲۷، ۲۳۲۸، ۲۳۲۹، ۲۳۳۰، ۲۳۳۱، ۲۳۳۲، ۲۳۳۳، ۲۳۳۴، ۲۳۳۵، ۲۳۳۶، ۲۳۳۷، ۲۳۳۸، ۲۳۳۹، ۲۳۴۰، ۲۳۴۱، ۲۳۴۲، ۲۳۴۳، ۲۳۴۴، ۲۳۴۵، ۲۳۴۶، ۲۳۴۷، ۲۳۴۸، ۲۳۴۹، ۲۳۵۰، ۲۳۵۱، ۲۳۵۲، ۲۳۵۳، ۲۳۵۴، ۲۳۵۵، ۲۳۵۶، ۲۳۵۷، ۲۳۵۸، ۲۳۵۹، ۲۳۶۰، ۲۳۶۱، ۲۳۶۲، ۲۳۶۳، ۲۳۶۴، ۲۳۶۵، ۲۳۶۶، ۲۳۶۷، ۲۳۶۸، ۲۳۶۹، ۲۳۷۰، ۲۳۷۱، ۲۳۷۲، ۲۳۷۳، ۲۳۷۴، ۲۳۷۵، ۲۳۷۶، ۲۳۷۷، ۲۳۷۸، ۲۳۷۹، ۲۳۸۰، ۲۳۸۱، ۲۳۸۲، ۲۳۸۳، ۲۳۸۴، ۲۳۸۵، ۲۳۸۶، ۲۳۸۷، ۲۳۸۸، ۲۳۸۹، ۲۳۹۰، ۲۳۹۱، ۲۳۹۲، ۲۳۹۳، ۲۳۹۴، ۲۳۹۵، ۲۳۹۶، ۲۳۹۷، ۲۳۹۸، ۲۳۹۹، ۲۴۰۰، ۲۴۰۱، ۲۴۰۲، ۲۴۰۳، ۲۴۰۴، ۲۴۰۵، ۲۴۰۶، ۲۴۰۷، ۲۴۰۸، ۲۴۰۹، ۲۴۱۰، ۲۴۱۱، ۲۴۱۲، ۲۴۱۳، ۲۴۱۴، ۲۴۱۵، ۲۴۱۶، ۲۴۱۷، ۲۴۱۸، ۲۴۱۹، ۲۴۲۰، ۲۴۲۱، ۲۴۲۲، ۲۴۲۳، ۲۴۲۴، ۲۴۲۵، ۲۴۲۶، ۲۴۲۷، ۲۴۲۸، ۲۴۲۹، ۲۴۳۰، ۲۴۳۱، ۲۴۳۲، ۲۴۳۳، ۲۴۳۴، ۲۴۳۵، ۲۴۳۶، ۲۴۳۷، ۲۴۳۸، ۲۴۳۹، ۲۴۴۰، ۲۴۴۱، ۲۴۴۲، ۲۴۴۳، ۲۴۴۴، ۲۴۴۵، ۲۴۴۶، ۲۴۴۷، ۲۴۴۸، ۲۴۴۹، ۲۴۵۰، ۲۴۵۱، ۲۴۵۲، ۲۴۵۳، ۲۴۵۴، ۲۴۵۵، ۲۴۵۶، ۲۴۵۷، ۲۴۵۸، ۲۴۵۹، ۲۴۶۰، ۲۴۶۱، ۲۴۶۲، ۲۴۶۳، ۲۴۶۴، ۲۴۶۵، ۲۴۶۶، ۲۴۶۷، ۲۴۶۸، ۲۴۶۹، ۲۴۷۰، ۲۴۷۱، ۲۴۷۲، ۲۴۷۳، ۲۴۷۴، ۲۴۷۵، ۲۴۷۶، ۲۴۷۷، ۲۴۷۸، ۲۴۷۹، ۲۴۸۰، ۲۴۸۱، ۲۴۸۲، ۲۴۸۳، ۲۴۸۴، ۲۴۸۵، ۲۴۸۶، ۲۴۸۷، ۲۴۸۸، ۲۴۸۹، ۲۴۹۰، ۲۴۹۱، ۲۴۹۲، ۲۴۹۳، ۲۴۹۴، ۲۴۹۵، ۲۴۹۶، ۲۴۹۷، ۲۴۹۸، ۲۴۹۹، ۲۵۰۰، ۲۵۰۱، ۲۵۰۲، ۲۵۰۳، ۲۵۰۴، ۲۵۰۵، ۲۵۰۶، ۲۵۰۷، ۲۵۰۸، ۲۵۰۹، ۲۵۱۰، ۲۵۱۱، ۲۵۱۲، ۲۵۱۳، ۲۵۱۴، ۲۵۱۵، ۲۵۱۶، ۲۵۱۷، ۲۵۱۸، ۲۵۱۹، ۲۵۲۰، ۲۵۲۱، ۲۵۲۲، ۲۵۲۳، ۲۵۲۴، ۲۵۲۵، ۲۵۲۶، ۲۵۲۷، ۲۵۲۸، ۲۵۲۹، ۲۵۳۰، ۲۵۳۱، ۲۵۳۲، ۲۵۳۳، ۲۵۳۴، ۲۵۳۵، ۲۵۳۶، ۲۵۳۷، ۲۵۳۸، ۲۵۳۹، ۲۵۴۰، ۲۵۴۱، ۲۵۴۲، ۲۵۴۳، ۲۵۴۴، ۲۵۴۵، ۲۵۴۶، ۲۵۴۷، ۲۵۴۸، ۲۵۴۹، ۲۵۵۰، ۲۵۵۱، ۲۵۵۲، ۲۵۵۳، ۲۵۵۴، ۲۵۵۵، ۲۵۵۶، ۲۵۵۷، ۲۵۵۸، ۲۵۵۹، ۲۵۶۰، ۲۵۶۱، ۲۵۶۲، ۲۵۶۳، ۲۵۶۴، ۲۵۶۵، ۲۵۶۶، ۲۵۶۷، ۲۵۶۸، ۲۵۶۹، ۲۵۷۰، ۲۵۷۱، ۲۵۷۲، ۲۵۷۳، ۲۵۷۴، ۲۵۷۵، ۲۵۷۶، ۲۵۷۷، ۲۵۷۸، ۲۵۷۹، ۲۵۸۰، ۲۵۸۱، ۲۵۸۲، ۲۵۸۳، ۲۵۸۴، ۲۵۸۵، ۲۵۸۶، ۲۵۸۷، ۲۵۸۸، ۲۵۸۹، ۲۵۹۰، ۲۵۹۱، ۲۵۹۲، ۲

۳۔ سند احمد ج ۲ ص ۲۲۸ (ج ۳ ص ۱۶۳ حدیث ۹۲۴۵) سنن ترمذی ج ۱ ص ۴۰۳ ج ۱ ص ۱۲۱ حدیث ۳۱۲) سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۳۰ (ج ۱ ص ۲۱۶ حدیث ۸۲۰) سنن بیہقی ج ۲ ص ۵۹، ۲۷ المسند رک علی الصحن ج ۱ ص ۲۳۹ (ج ۱ ص ۳۶۵ حدیث ۸۷۲)
۴۔ سن احمد ج ۶ ص ۱۳۲، ۲۷۵ (ج ۷ ص ۲۰۵ حدیث ۲۳۵۷، ۳۹۱ حدیث ۲۵۸۲۳) سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۷۷ (ج ۱ ص ۲۷۴ حدیث ۸۲۰) کنز العمال ج ۵ ص ۹۶، ۹۵ (ج ۷ ص ۳۳۷ حدیث ۱۹۶۶۳، ۳۳۸ حدیث ۱۹۶۶۸)

۵۔ سنن ترمذی ج ۱ ص ۲۲۲ ج ۲ ص ۲۲۸ (سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۷۷ کنز العمال ج ۵ ص ۹۵ ج ۷ ص ۴۳۷ حدیث ۱۹۶۶۶)
۶۔ سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۲۲ (ج ۱ ص ۲۰۶ حدیث ۷۷۷) (سنن ترمذی ج ۱ ص ۳۴ ج ۲ ص ۳۱ حدیث ۲۵۱) (سنن دارمی ج ۱ ص ۲۸۳ سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۷۸ ج ۲ ص ۲۷۵ حدیث ۸۳۵) (المسند رک علی المحسن ج ۱ ص ۲۱۵ ج ۲ ص ۳۳۵ حدیث ۷۸۰)
مصابح السنن ج ۱ ص ۵۶ (ج ۱ ص ۳۱۸ حدیث ۵۷۵) تیسیر الوصول ج ۲ ص ۲۲۹ (ج ۲ ص ۲۷۹)

۷۔ سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۳۷ (ج ۱ ص ۲۲۷ حدیث ۸۵۹) سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۳۵، مسند احمد ج ۳ ص ۳۴۰ (ج ۵ ص ۴۴۹ حدیث ۱۸۵۱۸) کتاب الاسرار شافعی ج ۱ ص ۸۸ (ج ۱ ص ۱۱۰) المسود رک علی المصنوع ج ۱ ص ۲۳۱، ۲۳۲ (ج ۱ ص ۳۶۸ حدیث ۸۸۱، ص ۳۶۹ ج ۳ ص ۸۸۲) المحلی ج ۳ ص ۲۵۶، معجم بخاری ج ۱ ص ۳۱۴ (ج ۱ ص ۲۶۳) معجم مسلم ج ۱ ص ۱۱۷ (ج ۱ ص ۳۷۸ کتاب الصلاة)

٨۔ مجمع الروايد ج ٢ ص ١٣٣

عبدالرحمن ابن ابزی، (۱)

عبدالرحمن بن غنم کی مروی احادیث ہیں کہ جس نے بھی پہلی و دوسری رکعت میں سورہ حمد پڑھنا چھوڑ دیا تو اس کی نماز ناقص ہے۔

اس کا پڑھنا واجب ہے، اس کے متعلق ابو حنیفہ (۲) امام شافعی (۳) امام احمد بن حنبل (۴) اور امام مالک (۵) کا واضح فتویٰ موجود ہے، سبھی نماز ناقص سمجھتے ہیں۔

نماز مسافر کے متعلق خلیفہ کی رائے

ابو عبید (۶) عبدالرازق (۷) طحاوی اور ابن حزم ابولہب سے روایت کرتے ہیں: عثمان نے لکھا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ لوگ تجارت، یا ٹکس کی وصولی یا چوپایوں کے چرانے کے لئے گھر سے نکلتے ہیں تو نماز قصر پڑھتے ہیں، جب کہ قصر نماز صرف اسی صورت میں پڑھی جاسکتی ہے کہ جب کسی شخص کو کام سے بھیجا جائے یا دشمن کے سامنے ہو۔

عباس مخزومی کی روایت کے مطابق اپنے ایک گورنر کو عثمان نے لکھا کہ قصر نماز نہ پڑھے مقیم، دیہاتی، یا تاجر، ٹکس وصول کرنے والا، تاجر اور کسان بھی قصر نماز نہ پڑھے اور لسان العرب میں ہے کہ بکریاں چرانے والا قصر نماز نہ پڑھے بلکہ وہی لوگ پڑھیں جنہیں کام سے بھیجا جائے یا دشمن کے سامنے ہوں۔

۱۔ مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۷ (ج ۳ ص ۳۱۲ حدیث ۱۳۹۳۶)

۲۔ فتح الباری (ج ۲ ص ۲۳۲)

۳۔ کتاب الام شافعی ج ۱ ص ۹۳ (ج ۱ ص ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۷) مختصر کتاب الامام حرمی مطبوعہ حاشیہ کتاب الام ج ۱ ص ۹۱، ۹۰ (ص

۱۷، ۱۸)

۴۔ المحلی ابن حزم ج ۳ ص ۲۳۶

۵۔ المدوۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۶۸ (ج ۱ ص ۶۵، ۶۶)

۷۔ المعصن عبدالرازق (ج ۲ ص ۵۲۱ حدیث ۲۲۸۲)

۶۔ غریب الحدیث (ج ۳ ص ۴۱۹)

تبصرہ امینی

خليفة نے یہ قید کہاں سے لگائی پتہ نہیں جب کہ مروی احادیث میں حکم مطلق ہے اور آیت میں بھی مطلق حکم ہے۔ ﴿اِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ.....﴾ (۱) جب تم سفر کرو تو قصر نماز پڑھنے میں کوئی ہرج نہیں، چنانچہ اسی بنیاد پر ابو حنیفہ، ثوری اور ابو ثور نے کہا ہے کہ اگر سفر معصیت ہو تب بھی قصر نماز پڑھنا چاہیے۔ (۲)

صيد حرم کے متعلق خلیفہ کی رائے

امام احمد بن حنبل وغیرہ (۳) بعد صحیح لکھتے ہیں کہ عبد اللہ بن حارث بن نوفل کا بیان ہے کہ جب عثمان مکہ آئے اور ہم لوگوں نے ان کا استقبال کیا، اس موقع پر ملاحوں نے چکور شکار کر کے ہمیں دیا، ہم نے اسے شوربے میں پکا کر عثمان کی خدمت میں پیش کیا، عثمان کے ساتھیوں نے اسے کھانے سے انکار کر دیا تو عثمان نے کہا کہ یہ شکار ہم نے نہیں کیا نہ شکار کرنے کا حکم دیا جو لوگ محرم نہیں ہیں انہوں نے شکار کر کے ہمیں کھانے کے لئے دیا ہے اس لئے اسے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بس یہ معاملہ حضرت علی کی خدمت میں پیش کیا گیا، حضرت غصے میں بھرے ہوئے آئے اور فرمایا: جب رسول خدا ﷺ کی خدمت میں جنگلی گدھے کا گوشت پیش کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم حالت احرام میں ہیں، جو لوگ احرام کی حالت میں نہیں ہیں انہیں کھلاؤ۔

حضرت علی نے فرمایا: میں یہاں تمام موجود لوگوں کی قسم دیتا ہوں کہ اس بات کی گواہی دیں یہ سن کر بارہ اصحاب رسول ﷺ نے اٹھ کر گواہی دی، پھر آپ نے فرمایا: ایک بار رسول ﷺ کی خدمت

۱۔ (سورۃ النساء: ۱۰۱)

۲۔ سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۷، المحلی ابن حزم ج ۵ ص ۱ (مسئلہ ۵۱۳) خلیفہ ابن اثیر ج ۲ ص ۳۲۵ (ص ۲۷۳) لسان العرب ج ۵ ص

۲۰۷ (ج ۲ ص ۲۸۷) کنز العمال ج ۲ ص ۲۳۹ (ج ۸ ص ۲۳۵ حدیث ۲۲۷۰۴) تاج العروس ج ۳ ص ۱۰۰، ج ۲ ص ۳۰۱

۳۔ المحلی ج ۳ ص ۲۶۶، احکام القرآن ج ۵ ص ۳۱۲ (ج ۲ ص ۲۵۵)

میں شتر مرغ کے انڈے پیش کئے گئے تھے، اس وقت بھی رسول نے فرمایا تھا کہ ہم محرم ہیں جو لوگ احرام میں نہیں ہیں انہیں کھلاؤ، آپ نے حاضرین کو قسم دی تو کم و بیش بارہ افراد نے اس بات کی گواہی دی، یہ سن کر عثمان نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور اپنی قیام پر چلے گئے، تمام گوشت ملاحوں نے کھایا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس مسئلہ کو خود عثمان نے علی سے پوچھا تو حضرت نے متذکرہ بات کہی۔ امام شافعی کی روایت ہے کہ جب عثمان کو چکورو کا ہدیہ پیش کیا گیا تو عثمان نے اسے کھایا اور ان کے ساتھ سب ساتھیوں نے کھایا صرف علی نے کھانے سے انکار کر دیا۔

اس روایت کو تہمتی، طبری، ابن حزم وغیرہ نے بھی لکھا ہے۔

تبصرہ ایٹمی

خليفة كويہ معمولی مسئلہ بھی معلوم نہ تھا، حضرت علی کے بتانے پر بھی باز نہ آئے جب کہ حدیث ہے کہ علی مع الحق والحق مع علی۔ (۱) مزید یہ کہ حضرت کی تائید میں آیت ہے کہ ﴿حُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدٌ.....﴾ (۲) اس کے علاوہ بہت سی حدیثیں بھی ہیں۔

۱۹۔ نزاع کا فیصلہ علی سے کرایا

مسند احمد میں ہے کہ تحسین اور مصفیہ خنس کے غلام و کنیز تھے، مصفیہ نے ایک دوسرے خنس کے غلام سے زنا کرنے کے ایک بچہ پیدا کیا، تحسین نے دعویٰ کیا کہ بچہ میرا ہے، عثمان نے یہ معاملہ علی کی خدمت میں پیش کیا، حضرت نے فرمایا کہ اس کا فیصلہ اسی طرح کروں گا جیسا رسول خدا ﷺ نے کیا تھا۔ فرمایا کہ

۱۔ خطیب بغدادی ج ۱۳ ص ۳۲۱، مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۳۶، الامتداد و المسامحة ج ۱ ص ۶۸ (ج ۱ ص ۷۲) ربيع الاخر و محرمی (ج ۱ ص ۸۲۸) مناقب خوارزمی (ص ۱۷۶ حدیث ۲۱۴) تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۱۱ (ج ۱ ص ۲۰۵) کفایۃ الطالب ص ۱۳۵ (ص ۲۶۵ باب ۶۲) مسند ابی یعلیٰ (ج ۲ ص ۳۱۸ حدیث ۱۰۵۲) نزل الابرار ص ۲۴ (ص ۵۸) المسند رک علی الحسین ج ۳ ص ۱۲۵ (ج ۳ ص ۱۳۵ حدیث ۳۶۲۹) سنن ترمذی ج ۲ ص ۲۱۳ (ج ۵ ص ۵۹۲ حدیث ۳۷۱۴) جامع الاصول (ج ۹ ص ۴۲۰ حدیث ۶۳۷۲) کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۷ (ج ۱۱ ص ۶۳۲ حدیث ۳۳۱۲۴)

قانونی طور سے لڑکا اسی کا ہے اور زنا کار کو سنگسار کرنا چاہیے دونوں کو پچاس تازیانے مارو۔ (۱)

تبصرہ امی

خليفة نے اس لئے حضرت سے فیصلہ کرایا کہ خود ان کو معلوم نہ تھا، انہیں شاید یہ آیت معلوم تھی کہ زانی اور زانیہ کو سو کوڑے لگاؤ (۲) اور اجمالی طور سے یہ بھی جانتے تھے کہ اکثر احکام میں آزاد اور غلام کا فرق کیا ہے۔ لیکن شاید انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ خدا کا مسئلہ بھی اسی زمرے میں آتا ہے، شاید وہ اس آیت کی طرف بھی ملتفت نہ تھے، ﴿وَمَنْ لَّمْ يَسْتِطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا﴾ (۳) اور تم میں سے جو شخص مومنہ عفت دار عورتوں سے نکاح کرنے کی مالی استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ تمہاری ان مومنہ لونڈیوں سے جو تمہارے قبضے میں ہیں نکاح کر سکتا ہے، اور خدا تمہارے ایمان سے اچھی طرح واقف ہے، ایمان کی حیثیت سے تو تم میں ایک دوسرے کا ہم جنس ہے پس بے تامل ان کے مالکوں کی اجازت سے لونڈیوں سے نکاح کرو اور ان کا مہر حسن سلوک سے دے دو مگر انہیں لونڈیوں سے نکاح کرو جو عفت کے ساتھ تمہارے پابند رہیں نہ تو کھلے خزانے زنا کریں اور نہ چوری چھپے آشنائی، پھر جب تمہاری پابند ہو چکیں اس کے بعد کوئی بدکاری کریں تو جو سزا دائی بیویوں کو دی جاتی ہے اس کی آدھی سزا لونڈیوں کو دی جائے گی۔

لیکن ان کے سامنے یہ آیت موجود تھی مگر ان کی سمجھ میں نہ آ سکا سنگسار کی نصف سزا کیا ہوگی، انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ اس کی نصف سزا تازیانہ مارنا ہے جو سنت رسول ﷺ سے ثابت ہے۔ (۴)

۱۔ مسند احمد ج ۱ ص ۱۰۴ (ج ۱ ص ۱۶۷)

۲۔ سورہ نور ۲

۳۔ (نساء ۲۵)

۴۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸ (ج ۱ ص ۲۵۰۹ حدیث ۶۳۳۸) صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷ (ج ۲ ص ۵۳۵ حدیث ۳۰ کتاب الحدود) سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۳۹ (ج ۲ ص ۱۶۰ حدیث ۴۴۱۱) سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۱۹ (ج ۲ ص ۸۵۷ حدیث ۲۵۶۶) سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۴۲، الموطا ج ۲ ص ۱۷۰ (ج ۲ ص ۸۲۷ حدیث ۱۶) کتاب الام ج ۱ ص ۱۲۱ (ج ۱ ص ۱۳۵) تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۱۵۹ (ج ۱ ص ۱۰۷)

اگر انہیں زمانہ رسول ﷺ میں حضرت علیؑ کے ذریعہ سزا دینے کی بات یاد نہ تھی تو زمانہ عمر ہی کی بات یاد کر لیتے کہ انہوں نے تنزیروں کی زنا کاری پر پچاس تازیانے مارے تھے۔ (۱)

بہر حال خلیفہ کو اتنی سمجھ تو آئی کہ صحیح فیصلہ خاندان رسولؐ ہی کر سکتا ہے۔

عدہ مختلفہ کے متعلق خلیفہ کی رائے

ربیع بنت مسعود نے عبداللہ بن عمر سے گزارش کی کہ میں زمانہ عثمان میں شوہر سے خلع لے کر علیحدہ ہو گئی تھی، اس معاملے کو معاذ بن عمران نے عثمان کی خدمت میں پیش کیا اور کہا کہ مسور کی بیٹی نے اپنے شوہر سے خلع لے لیا ہے، کیا وہ شوہر کے گھر سے چلی جائے؟ عثمان نے کہا: وہ گھر سے نکل جائے اب وہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کی میراث بھی نہ لیں گے، اور نہ عدہ کی ضرورت ہے، وہ ایک خون دیکھنے کے بعد دوسری شادی کر سکتی ہے۔

کیونکہ احتمال ہے کہ اس کے پیٹ میں بچہ ہو یہ سن کر عبداللہ بن عمر نے کہا کہ عثمان ہم لوگوں میں افضل ترین اور سب سے بڑے دانشور ہیں۔ (۲)

تبصرہ امیّی؛ قرآن و حدیث کی روشنی میں

مطلقہ عورتوں کو دوسری شادی کرنے کے لئے تین خون دیکھنا ضروری ہے، اس میں کوئی فرق اقسام اخلاق کا نہیں، پس اگر صرف شوہر کی طرف سے طلاق ہے تو اسے طلاق رجعی کہتے ہیں اور اگر زوجہ کی طرف سے ہو تو اسے خلع کہتے ہیں اور اگر دونوں کی طرف سے ہو اسے مبارات کہتے ہیں، ان تینوں

۱۔ موطا مالک ج ۲ ص ۱۷۰ (ج ۲ ص ۸۲۷ حدیث ۱۶) سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۳۲، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۷۶، کنز العمال ج ۳ ص ۸۶ (ج ۵ ص ۳۱۴ حدیث ۱۳۳۶۸)

۲۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۵۰، ۳۵۱، سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۶۳۲ حدیث ۲۰۵۸، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۷۶، المصنف ابن ابی شیبہ (ج ۵ ص ۱۱۵) زاد اللہ لدین ج ۲ ص ۴۰۳ (ج ۴ ص ۲۱۴) کنز العمال ج ۳ ص ۲۲۳ (ج ۶ ص ۱۸۱ حدیث ۱۵۲۶۳) نیل الاوطار ج ۷ ص ۳۵ (ج ۶ ص ۷۸)

اقسام کے طلاق نیز ائمہ مذاہب اربعہ کے فتاویٰ ایک رائے ہیں کہ عدہ خلع کے لئے عورت تین طہر انتظار کرے گی، چنانچہ تفسیر ابن کثیر (۱) میں اس رائے کو لکھ کر کہا گیا ہے کہ یہی نظریہ ہے ابو حنیفہ، شافعی، احمد، اسحاق بن راہور کا اور اس کی روایت عمر، علی، ابن عمر، سعید بن مسیب، سلیمان بن یسار، عروہ اسلم، ابو سلمہ، عمر بن عبدالعزیز، ابن شہاب، حسن، شعبی، ابراہیم نخعی، ابو عباس، خلاص بن عمر، قتادہ، سفیان ثوری، اوزاعی، لیث بن سعد، ابو عبیدہ سے ہے۔ ترمذی کہتے ہیں کہ یہی قول اکثر اہل علم اور صحابہ کا ہے کہ خلع میں بھی دوسری اقسام طلاق کی طرح عدہ ہوگا، اور جو روایت ترمذی میں ہے وہ قصہ زمانہ نبی کا نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض محدثین نے براءت عثمان کے لئے گڑھ لیا ہے پھر اب اس جہالت کے مقابلے میں ابن عمر کا قول دیکھئے جو فرماتے ہیں کہ عثمان ہمارے زمانے کے افضل واعلم ہیں۔ (۲)

گمشدہ شوہر کے متعلق خلیفہ کی رائے

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ عمر نے کہا: جس عورت کا شوہر گم ہو جائے اور اسے معلوم نہ ہو سکے کہ کہاں ہے تو اسے چار سال صبر کرنا چاہئے، پھر مزید چار ماہ دس روز انتظار کرنا چاہیے پھر وہ آزاد ہو جائے گی، عمر کے بعد یہی حکم عثمان نے دیا، ابو عبیدہ کی روایت میں ہے کہ عمر و عثمان چار سال، چار ماہ، دس دن انتظار کے بعد آزاد ہونے کا حکم دیتے ہیں، شیبانی اور زہری کا یہی بیان ہے۔ (۳)

امام شافعی کی عبارت ہے کہ جس عورت کا شوہر گم ہو جائے اور دوسری شادی کرے پھر جماع سے قبل اور شوہر آجائے تو وہی سزاوار ہے لیکن اگر جماع کے بعد آئے تو اختیار دیا جانے کا کہ چاہے تو عورت کا مہر دے دے۔ (۴)

۱۔ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۶۷۲

۲۔ سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۴۲ (ج ۳ ص ۳۹۲ حدیث ۱۱۸۵)

۳۔ سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۴۲ (ج ۳ ص ۳۹۱ حدیث ۱۱۸۵)

۴۔ موطا مالک ج ۲ ص ۲۸ (ج ۲ ص ۵۷۵ حدیث ۵۲) کتاب الامام شافعی ج ۷ ص ۲۱۹ (ج ۷ ص ۲۳۶) سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۳۵،

تبصرہ امینیؒ

ذرا کوئی مجھے بتائے کہ گشدر کی عورت چار سال کیوں انتظار کرے کیا یہ حکم قرآن میں ہے؟ تو آیت کون سی ہے؟ کیا روایت میں ہے تو اس کا راوی کون ہے؟ پھر یہ کہ تمام اہلسنت کے صحاح و مسانید چھان ڈال لیجے کہیں اس حکم کا اتہ پتہ نہیں، انہوں نے اس بنیاد پر فیصلہ کیا ہو کہ خود انہیں کے یہاں حمل کی مدت زیادہ سے زیادہ چار سال بیان کی گئی ہے۔ (۱) کیونکہ امام شافعی اپنی ماں کے پیٹ میں چار سال رہے تھے، امام مالک بھی لکھتے ہیں کہ میرے ہمسائے کی عورت نے تین بچے دیئے ہر ایک لطن مادر میں چار سال رہا۔

اس دلیل کو ابن رشد نے المدوۃ الکبریٰ (۲) میں یہ کہہ کے مسترد کر دیا ہے کہ اگر علت حکم یہی ہے تو چاہیئے کہ آزاد کنیز دونوں کے انتظار کی مدت یکساں ہو کیونکہ حمل کی نوعیت دونوں میں یکساں ہے پھر یہ حمل کی انتہائی مدت فقہاء کے نزدیک مختلف ہے، ابو حنیفہ و ثوری دو سال کہتے ہیں، شافعی چار سال (۳) ابن قاسم پانچ سال اور امام مالک سات سال کہتے ہیں۔ کیونکہ ان سے ایک روایت منقول ہے کہ ابن عجلان کی عورت نے سات سال حمل کے بعد بچہ پیدا کیا۔ (۴)

ممکن ہے ابن عجلان کی بیوی کی طرح دنیا میں اور بھی عورتیں ہوں جو دس بارہ سال تک حاملہ ہو سکتی ہوں۔ (۵)

خلیفہ نے ابی سے مسئلہ پوچھا

سنن بیہقی میں بسند ابو عبیدہ منقول ہے کہ خلیفہ نے ابی کے پاس آدمی بھیج کر مسئلہ پوچھا کہ ایک

۱۔ فیض الالہ مالک ج ۲ ص ۲۶۳

۲۔ مقدمات المدوۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۱۰۱

۳۔ الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۳ ص ۵۳۵

۴۔ مقدمات المدوۃ الکبریٰ ابن رشد ج ۲ ص ۱۰۲

۵۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۱۷

فخص نے اپنی عورت کو طلاق دی پھر تیسرے طہر کے وقت مباشرت کر لی ایسی صورت میں حکم شرعی کیا ہے۔
 ابی نے جواب دیا: میرے خیال میں جب تک وہ تیسرے حیض کا خون دیکھ کر غسل نہ کر لے شوہر
 کے لئے حد بلوغ جائز ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نہیں جانتا کہ اس مسئلے کے علاوہ کبھی عثمان نے کوئی
 مسئلہ پوچھا ہو۔

تبصرہ امی

روایت صاف بتاتی ہے کہ خلیفہ نہیں جانتے تھے تو ابی بن کعب سے پوچھا، ظاہر ہے کہ جس سے
 مسئلہ پوچھا جائے وہ افضل ہوتا ہے۔
 کاش..... مسائل کو علی سے پوچھا جاتا جو سب سے افضل و اعلم تھے۔

خلیفہ نے ایک عورت سے مسئلہ پوچھا

امام شافعی و مالک وغیرہ نے اپنی سند سے فریہ بنت مالک کا واقعہ نقل کیا ہے کہ اس نے رسول مکی
 خدمت میں آکر پوچھا کہ میرا شوہر اپنا غلام ڈھونڈ رہا تھا کہ قتل کر دیا گیا، کیا میں اپنے گھر واپس جاؤں
 ، کیونکہ میرے شوہر نے کوئی مکان مسکونہ میرے لئے نہیں چھوڑا ہے، رسول ﷺ نے فرمایا: ہاں! جب
 میں مسجد یا حجرہ میں آگئی تو رسول ﷺ نے مجھے بلا کر ماجر پوچھا، میں نے تمام واقعہ بیان کر دیا آپ
 نے فرمایا: تم اپنے حال پر ہو جب تک کوئی حکم قرآن نہ نازل ہو جائے۔ فریہ کہتی ہے کہ میں وہاں چار
 مہینے دس دن رہی، جب عثمان کا عہد آیا تو انہوں نے مجھے بلا کر اس مسئلے کے متعلق پوچھا، میں نے اپنا
 واقعہ اور حکم بتایا تو اسی بنیاد پر انہوں نے دوسرے مقدمے کا فیصلہ کیا۔

امام شافعی نے رسالہ میں لکھا ہے کہ عثمان نے اپنی امامت کے زمانے میں بطا و جو علم و فضل کے
 ایک عورت سے مسئلہ پوچھ کر فیصلہ صادر کیا، اور کتاب اختلاف الحدیث میں ہے کہ فریہ نے عثمان کو حکم
 رسول ﷺ سے آگاہ کیا تو انہوں نے اسی بنیاد پر دوسرے مقدمے کا فیصلہ کیا۔

ابن قیم زاد المعاد میں کہتے ہیں کہ یہ واقعہ بہت مشہور ہے، حجاز و عراق میں چنانچہ امام مالک نے

موطا میں اس واقعہ کی بنیاد پر نظریہ قائم کیا۔ ابن عبد البر بھی کہتے ہیں کہ یہ واقعہ علماء مجاز و عراق میں کافی معروف ہے۔

حوالے کے لئے ملاحظہ ہو: (۱)

تبصرہ امینی

یہ واقعہ بھی دوسرے واقعات کی طرح ثابت کرتا ہے کہ خلیفہ کو مسئلہ معلوم نہ تھا، لیکن کس قدر حیرت کی بات ہے کہ ایک عورت سے قوم کا رہبر مسئلہ پوچھے، اس کے باوجود عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ موجودہ زمانے میں عثمان تمام صحابہ سے اعلم ہیں۔
جگ جگ جیو اور نیرنگ زمانہ دیکھو

۲۱۔ قبل میقات احرام کے متعلق خلیفہ کی رائے

بیہقی سنن کبریٰ میں لکھتے ہیں کہ عبد اللہ بن عاص بن کریز نے جب خراسان فتح کیا تو نذرمانی کہ بطور شکر اسی جگہ سے احرام باندھوں گا اور نیشاپور سے احرام باندھا، جب عثمان کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے بڑی ملامت کی اور کہا کہ تم بہت زیادہ مغرور ہو گئے ہو، تم نے حج کی تو جین کی ہے۔ (۲)
ابن حزم محمد بن اسحاق ابن حجر، ابن سرین (۳)

۱۔ الرسالہ ص ۱۱۶ (ص ۳۳۸ حدیث ۱۲۱۲) کتاب الام ج ۵ ص ۲۰۸ (ج ۵ ص ۲۲۷) اختلاف الحدیث مطبوع بر حاشیہ کتاب الام ج ۷ ص ۲۲ (ص ۴۷۹) الموطا مالک ج ۲ ص ۳۶ (ج ۲ ص ۵۹۱ حدیث ۸۷) سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۳۶۲ (ج ۲ ص ۲۹۱ حدیث ۲۳۰۰) احکام القرآن حاص ج ۱ ص ۳۹۶ (ج ۱ ص ۴۱۸) زاد المعاد ج ۲ ص ۴۰۴ (ج ۳ ص ۲۱۵) الاصابہ ج ۲ ص ۳۸۶ نیل الاوطار ج ۷ ص ۱۰۰ (ج ۶ ص ۳۳۵) سنن ترمذی (ج ۳ ص ۵۰۸ حدیث ۱۲۰۴) سنن نسائی (ج ۳ ص ۳۹۳ حدیث ۵۷۲۳) سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۶۵۴ حدیث ۲۰۳۱

۲۔ سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۱

۳۔ النحل ابن حزم ج ۷ ص ۷۷، الاصابہ ج ۳ ص ۶۱ محمد بن احمد بن محمد ج ۵ ص ۲۷۳ (ج ۵ ص ۲۳۹) تیسیر الوصول ج ۱ ص ۲۶۵ (ج ۱ ص ۳۱۲) معجم بخاری (ج ۲ ص ۵۶۵ باب ۳۲ کتاب الحج)

تبصرہ امینی

احرام کے سلسلے میں یہ بات ثابت ہے کہ حج و عمرہ میں مکہ سے نزدیک ترین مقام سے احرام باندھے اور آخری جگہ کہ جہاں سے احرام باندھا جاسکتا ہے یعنی کہ جہاں سے حاجی احرام نہیں باندھ سکتا، جہاں سے گزرے لیکن اس سے پہلے احرام باندھنا، جس شہر سے چاہیں یا مضافات خانہ محرم اگر اس نیت سے ہو کہ محل احرام باندھنے کو میقات شرعی محبوب کرے یہ بدعت ہے اور حرام ہے، لیکن اگر یہ کام اس لئے انجام دے کہ عبادت میں اضافہ ہو یا نذر و عہد پوری کرنا ہو، یہ تمام باتیں کسی طرح بھی حرام نہیں، چنانچہ علامہ امینی نے تبصرے اور تجزیے کے ساتھ پانچ احادیث (۱) اور صحابہ، تابعین اور ائمہ اربعہ (۲) کے فتوؤں کے ساتھ نقل کی ہیں۔ اس صورت حال میں ابن حزم کا کہنا ہے کہ عثمان نے کبھی کسی عمل صالح میں عیب نہیں لگایا کس قدر بھونڈی اور اندھی عقیدت کا مظاہرہ ہے۔

۲۲۔ اگر علی نہ ہوتے تو عثمان ہلاک ہو جاتے

عاصمی زین الفتی میں لکھتے ہیں کہ ایک شخص عثمان کے پاس ایک مردے کی ہڈی لئے ہوئے آیا اور بولا کہ تم لوگ کہتے ہو کہ کافر کی میت پر عذاب ہوتا ہے اور میرے ہاتھ میں کافر کی ہڈی ہے، مجھے تو نار جہنم کا عذاب محسوس نہیں ہوتا۔ یہ سن کر عثمان کی بولتی بند ہو گئی، انہوں نے حضرت علیؑ کے پاس ایک آدمی کو

۱۔ مسند احمد ج ۶ ص ۴۹۹ (ج ۷ ص ۳۲۲ حدیث ۲۶۰۸) سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۷۵ (ج ۲ ص ۱۳۳ حدیث ۱۷۴۱) سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۲۳۵ (ج ۳ ص ۹۹۹ حدیث ۳۰۰۲، ۳۰۰۳) سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۰، مصابیح السنن ج ۱ ص ۱۷۰ (ج ۲ ص ۲۳۱ حدیث ۱۸۲۷) الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۱ (ج ۳ ص ۱۹۰) درمنثور ج ۱ ص ۲۰۸ (ج ۱ ص ۵۰۲) فی الاطوار ج ۵ ص ۲۶ (ج ۳ ص ۳۳۵) مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۲ ص ۱۹۵) تفسیر طبری ج ۲ ص ۱۲۰ (جلد ۲ ج ۲ ص ۲۰۷) المسند رک علیؑ ج ۲ ص ۲۷۶ (ج ۲ ص ۳۰۳ حدیث ۳۰۹۰) احکام القرآن ج ۱ ص ۳۳۷ (ج ۱ ص ۲۸۶، ۳۰۰) تفسیر ابن جریر ج ۱ ص ۷۴، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۱۶۲ (ج ۵ ص ۱۳۳) تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۲۳۳، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۳۰

۲۔ المسند الطائفہ ص ۴۴۲ (ج ۱ ص ۳۳۶ حدیث ۲۶۱) کتاب الام شافعی ج ۲ ص ۱۱۸ (ج ۲ ص ۱۳۸، ۱۳۹) بدائع الصنائع ج ۲ ص

بلانے کے لئے بھیجا، جب وہ آئے تو اصحاب کا مجمع تھا، حضرت علیؓ نے اس شخص سے فرمایا: اپنی بات دہراؤ! اس نے دوبارہ اپنی بات کہی تو عثمان نے کہا: اے ابو الحسن! اس کا جواب دیجئے، حضرت نے فرمایا: چغتاق اور لوہا لاؤ، آپ نے لوہے کو پتھر پر مارا تو اس میں سے آگ نکلی، اس شخص سے فرمایا: اس پتھر پر ہاتھ رکھو تو کیا تمہیں حرارت محسوس ہوتی ہے، یہ سن کر وہ مبہوت ہو گیا اور عثمان چیخ پڑے: اگر علیؓ نہ ہوتے تو عثمان ہلاک ہو جاتا۔

تبصرہ امی

اموی گمرانے کے عثمان کو تنگین کائنات کے اسرار کا کیا علم ہو سکتا تھا، یہ علوم الہی اہل بیت کے در ہی سے حاصل ہو سکتے تھے، لیکن اس شخص کے سامنے خلیفہ جی کی بے بسی دیدنی تھی۔

۲۳۔ دوستی بہنوں کا کنیزی میں ایک ساتھ اپنی ملکیت میں رکھنے کے متعلق خلیفہ کی رائے۔

قبیصہ بن ذویب کا بیان ہے کہ ایک شخص نے عثمان سے مسئلہ پوچھا کہ کیا دوستی بہنوں کو کنیزی میں ایک ساتھ رکھا جاسکتا ہے، عثمان نے جواب دیا: ایک آیت سے اس کا حرام ہونا معلوم ہے اور ایک آیت سے حلال ہونا لیکن میرے خیال میں ایسا نہ کرنا چاہیے۔ وہاں سے وہ شخص ایک دوسرے صحابی کے پاس پہونچا اور یہی مسئلہ پوچھا، اس صحابی نے کہا: اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ کس شخص نے ایسا کام کیا ہے تو میں اسے سزا دوں گا۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ اس صحابی سے مراد حضرت علیؓ ہیں۔ ابن ذویب چونکہ عبدالملک کے مدیم تھے اس لئے حضرت علیؓ کا نام نہیں لیتے تھے۔ (۱)

یہی نے ابن شہاب کی روایت بن ذویب لکھی ہے جس میں اس صحابی نے فرمایا کہ اگر مجھے حکومت مل گئی تو ایسے شخص کو سزا دوں گا۔ ملک العلماء نے بدائع میں لکھا ہے کہ عثمان نے کہا کہ ہر وہ چیز جو

خدا نے آزاد کے لئے حرام قرار دیا ہے وہ غلام کے لئے بھی حرام ہے صرف دو سگی بہنوں کو جمع کرنے کو خدا نے حلال قرار دیا ہے۔ (۱)

بھاص نے احکام القرآن میں لکھا ہے کہ عثمان اور ابن عباس کنیزوں کے جمع بین الاختین کو جائز قرار دیتے ہیں، ایک روایت میں ہے کہ یہ حرام بھی ہے اور حلال بھی اور کہا کہ نہ ہی اس کا حکم دوں گا نہ اس سے روکوں گا۔ زحتری لکھتے ہیں کہ عثمان اور علی کہتے تھے کہ کنیزوں کے جمع بین الاختین کے سلسلے میں ایک آیت اسے حلال کہتی ہے اور ایک آیت حرام۔ امام رازی نے اسے صرف عثمان ہی سے مخصوص قرار دیا ہے۔ ابن عبدالبر کتاب استکار میں کہتے ہیں کہ ابن ذویب اس لئے علی کا نام نہیں لیتے تھے کیونکہ وہ عبدالملک بن مروان کے عدیم تھے اور عبدالملک کو ذکر علی سخت ناپسند تھا۔ (۲)

تبصرہ امینیؒ

اس بحث کو دو صورتوں سے دیکھا جاسکتا ہے: ایک تو یہ کہ کنیزوں میں سگی بہنوں کو ایک ساتھ رکھ کر ان سے وطی کرنا قطعی حرام ہے، تمام جمہور اور ائمہ اربعہ کا متفقہ فیصلہ ہے۔ (۳) اگر کسی نے اس کے خلاف فتویٰ دیا ہے تو اس کی طرف توجہ نہ دینا چاہیے، چنانچہ عثمان نے جو فتویٰ دیا ہے وہ قرآن کی تاویلی غلطی کے مرتکب ہوئے ہیں، بلکہ یہ تحریف ہے۔ عمر، علی، ابن عباس، عمار، ابن عمر، عائشہ اور ابن زبیر سبھی کا فتویٰ یہی ہے کہ دو سگی بہنوں سے وطی خواہ وہ کنیز ہی ہو حرام ہے۔

بھاص، ابن حزم اور ابن حبان نے متذکرہ ناموں کے علاوہ ابن مسعود، زید بن ثابت، ابن مہدی،

۱۔ تفسیر کبیر (ج ۱۰ ص ۳۶)

۲۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۶۳، ۱۶۴، احکام القرآن بھاص ج ۲ ص ۱۵۸ (ج ۲ ص ۱۳۰) المکلی ابن حزم ج ۹ ص ۵۲۲، تفسیر کشاف ج ۱ ص ۳۵۹ (ج ۱ ص ۳۹۶) تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۱۱۷ (ج ۵ ص ۷۷) بدائع الصنائع لک العلماء ج ۲ ص ۲۶۳، تفسیر خازن ج ۱ ص ۳۵۶ (ج ۱ ص ۳۳۲) در منثور ج ۲ ص ۱۳۶ (ج ۲ ص ۷۶) موطا مالک (ج ۲ ص ۵۳۸ حدیث ۳۳) کتاب الام شافعی (ج ۵ ص ۳) المصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۱۸۹ حدیث ۱۷۲۸ (مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۳ ص ۱۶۹) فتح القدیر ج ۱ ص ۳۱۸ (ج ۱ ص ۳۵۳) ۳۔ تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۹۳ (ج ۱ ص ۳۶) تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۷۲ بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۶۳ احکام القرآن بھاص ج ۲ ص ۱۵۸ (ج ۲ ص ۱۳۰، ۱۳۲)

اسحاق بن راہویہ، ابراہیم نخعی، حکم بن عتبہ، حماد، شعبی، حسن بصری، اوزاعی، شافعی، احمد، اسحاق، ابو حنیفہ اور مالک کا نام بھی لیا ہے۔ (۱) قرآن کی آیات اور احادیث رسول ﷺ میں اس کی واضح طور سے تاکید موجود ہے۔

۲۴۔ دو بھائیوں کا ماں کے ٹکٹ حصے کے متعلق خلیفہ کی رائے۔

تفسیر طبری (۲) میں بطریق شعبہ ہے کہ ابن عباس نے عثمان سے کہا کہ دو بھائیوں کی وجہ سے ماں کو ۶۱ کیوں دیا جاتا ہے جب کہ قرآن میں ہے کہ **وَلِلنِّسَاءِ كُنْهَانِ كَمَا لَهٗ اُخُوۃٌ.....** (۱) اور دو بھائی آپ کی زبان میں جمع کے لئے نہیں بولے جاتے۔ عثمان نے کہا کہ قرآن میں ہے کہ میں ان قوانین کو کیسے توڑ سکتا ہوں جو مجھ سے پہلے سے ہوتے چلے آ رہے ہیں، وراثت کا یہ طریقہ بہت پہلے سے برتا جا رہا ہے۔ (۳) علامہ امینی فرماتے ہیں کہ خلیفہ نے جو ابن عباس کو جواب دیا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں عربی زبان کی بھی واقفیت نہیں تھی، اگر ذرا واقف کار ہوتے تو کہہ دیتے کہ جمع کا اطلاق دو پر بھی ہوتا ہے، کلام عرب میں یہ شائع ہے ورنہ رسول خدا ﷺ ایسی غلطی نہ کرتے لیکن جو لوگ لفظ اب کا مطلب نہیں سمجھتے تھے وہ قواعد کی ان باریکیوں کو کیا سمجھیں گے۔

۲۵۔ معترف زنا کے متعلق خلیفہ کا فتویٰ

محمی بن خطاب کہتا ہے کہ خطاب مرے تو ان تمام غلاموں اور کنیزوں کو آزاد کر دیا جو پابند صوم و

۱۔ تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۱۱۷ (ج ۵ ص ۷۷، ۷۸) تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۷۳، احکام القرآن ج ۱ ص ۱۵۸ (ج ۲ ص ۱۳۰) المحلی ابن حزم ج ۹ ص ۵۲۲، ۵۲۳ تفسیر ابن حبان ج ۳ ص ۲۱۳، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۹۳ (ج ۱ ص ۳۶) درمنثور ج ۲ ص ۱۳۷ (ج ۲ ص ۲۷۶) تفسیر فتح القدیر ج ۱ ص ۴۱۱ (ج ۱ ص ۴۴۷)

۲۔ تفسیر طبری ج ۲ ص ۱۸۸

۳۔ المسند رک علی النخعی ج ۴ ص ۳۳۵ (ج ۴ ص ۳۷۲ حدیث ۷۹۶۰) سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۲۷، المحلی ابن حزم ج ۹ ص ۲۵۸، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۶۳ (ج ۹ ص ۲۱۵) تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۵۹، درمنثور ج ۲ ص ۱۶۶ (ج ۲ ص ۴۴۷) روح المعانی ج ۳ ص ۲۲۵

صلوۃ تھے، ان کی ایک نوبہ کثیر تھی جس نے نماز روزہ کیا تھا حاملہ ہو گئی اور وہ بیوہ تھی، یہ خبر عمر کو پہونچائی گئی تو عمر نے اس کثیر سے پوچھا، اس نے اقرار کیا، عمر نے علی و عبدالرحمن سے مسئلہ پوچھا، ان لوگوں نے حد جاری کرنے کا مشورہ دیا، عمر نے کہا: اے عثمان! تم کہو۔ انہوں نے کہا کہ دونوں بھائیوں نے مشورہ دیا۔ عمر نے کہا: تم ہی کہو۔ عثمان نے کہا: تم نے سچ کہا۔ عمر نے کہا: اس کثیر کو سوتا زیا نے مارے جائیں اور ایک سال کے لئے جلا وطن کیا جائے۔ (۱)

اس روایت پر جلد ششم میں عمر کی علمی حالت پر تبصرہ کیا جا چکا ہے کہ عمر نے قانون دین و شریعت پامال کیا۔ (۲) عثمان نے بھی یہ کہہ کے کہ کثیر پر حد جاری نہ کی جائے اپنی قطعی جہالت کا ثبوت دیا، اگر خلیفہ کی بات صحیح مان لی جائے تو تمام اقرار پامال ہو جائیں گے کیونکہ ہر مجرم کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ وہ حد کے متعلق نا آگاہ تھا اگر آگاہ ہوتا تو سزا کے ڈر سے چھپاتا۔

۲۶۔ خلیفہ نے صدقات رسول خریدے

طبرانی نے اوسط میں بطریق سعید بن مسیب روایت نقل کی ہے کہ عثمان کا ایک دربان تھا جو بوقت نماز راستے میں ان کے آگے آگے چلتا تھا ایک دن دربان کے ساتھ ٹکے اور ایک جگہ بیٹھ گئے، رداسمیٹ لی اور تازیانہ سامنے رکھ لیا اتنے میں علی عصا ہاتھ میں لئے سامنے آئے دور ہی سے دربان نے علی کو دیکھ کر عثمان سے کہا کہ علی آرہے ہیں، عثمان سنبھل کے بیٹھ گئے، علی نے کہا کہ تم نے فلاں خاندان کی جائداد اور اس کا پانی خرید لیا ہے جب کہ رسول خدا ﷺ نے اس کو وقف فرمایا تھا، میں جانتا کہ تمہارے سوا اس کو دوسرا کوئی نہ خریدتا، اس بات پر عثمان اور علی میں باہم تلخ کلامی ہونے لگی، قصداً قسمی ہوئی اور عثمان نے تازیانہ اٹھایا اور علی نے بھی عصا مارنے کے لئے اٹھایا اتنے میں عباس

۱۔ سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۳۸، کتاب الام شافعی ج ۱ ص ۱۵۲

۲۔ کتاب الام شافعی ج ۱ ص ۱۳۵ (ج ۱ ص ۱۵۲) اختلاف الحدیث شافعی مطبوع بر حاشیہ الام ج ۷ ص ۱۳۳ (ج ۷ ص ۵۰۷) سنن

بیہقی ج ۸ ص ۲۳۸، جامع بیان العلم ابن عبدالبر ص ۱۳۸ (۳۰۸ حدیث ۱۵۳۸)

نے آکر بیچ بچاؤ کیا دوسرے دن دونوں کو دیکھا گیا کہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔ (۱)

تبصرہ امینی

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ نے وقف رسول ﷺ کو جائز طریقے سے خرید کر ہتھیالیا تھا، پس اگر وہ اس جائیداد کی واقعی حیثیت کو جانتے تھے جیسا کہ روایت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے تو شرم کی بات ہے اور اگر نہیں جانتے تھے تو امام کے بتانے کے بعد لاشیٰ ڈنڈا کرنے کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ جان بوجھ کر حرام خوری پر آمادہ تھے، امام نے تو اپنے منصب امامت کے تحت نبی عن امسکر کا فریضہ انجام دیا تھا، علی کا غصہ صرف خدا کی راہ میں تھا اور بس۔

۲۷۔ خلیفہ شب وفات ام کلثوم

بخاری میں سند (۲) فتح بن سلیمان، انس بن مالک کا بیان ہے کہ ہم دختر رسول ﷺ (ام کلثوم یا رقیہ) کے دفن کے وقت موجود تھے، رسول خدا ﷺ قبر کے سر ہانے بیٹھ کر گریہ فرما رہے تھے، اچانک آپ نے فرمایا: کیا کوئی اس میں ایسا شخص ہے جس نے اپنی عورت سے مقارنہ (ہم بستری) نہ کی ہو؟ ابو طلحہ نے کہا کہ میں ہوں، رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ تم ہی میت کو قبر میں اتارنے کے لئے اترو۔ (۳) طبری کے مطابق ابن بطلال کا بیان ہے کہ رسول ﷺ نے عثمان کو قبر میں اترنے سے روکنے کے لئے، یہ فقرہ ارشاد فرمایا تھا، جو اس سلسلے میں سب سے زیادہ حقدار تھے کیونکہ وہ شوہر تھے، رسول نے فرمایا

۱۔ مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۲۶

۲۔ مجمع بخاری ج ۲ ص ۲۲۵، ۲۲۴ باب عذاب لیت بکاء اہلہ، باب من یغل قبر المرأة (ج ۱ ص ۴۳۲ حدیث ۱۲۲۵، ص ۳۵۰ حدیث ۱۲۷۷)

۳۔ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۳۱ (طبع لیدن) (ج ۸ ص ۲۸) مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۷۰، (ج ۳ ص ۵۷۹ حدیث ۱۱۸۶۶، ج ۴ ص ۱۰۴ حدیث ۱۰۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۱۷۳۹، ۱۷۴۰، ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، ۱۷۴۳، ۱۷۴۴، ۱۷۴۵، ۱۷۴۶، ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ۱۷۵۱، ۱۷۵۲، ۱۷۵۳، ۱۷۵۴، ۱۷۵۵، ۱۷۵۶، ۱۷۵۷، ۱۷۵۸، ۱۷۵۹، ۱۷۶۰، ۱۷۶۱، ۱۷۶۲، ۱۷۶۳، ۱۷۶۴، ۱۷۶۵، ۱۷۶۶، ۱۷۶۷، ۱۷۶۸، ۱۷۶۹، ۱۷۷۰، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۷۳، ۱۷۷۴، ۱۷۷۵، ۱۷۷۶، ۱۷۷۷، ۱۷۷۸، ۱۷۷۹، ۱۷۸۰، ۱۷۸۱، ۱۷۸۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۴، ۱۷۸۵، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۱۷۸۹، ۱۷۹۰، ۱۷۹۱، ۱۷۹۲، ۱۷۹۳، ۱۷۹۴، ۱۷۹۵، ۱۷۹۶، ۱۷۹۷، ۱۷۹۸، ۱۷۹۹، ۱۸۰۰، ۱۸۰۱، ۱۸۰۲، ۱۸۰۳، ۱۸۰۴، ۱۸۰۵، ۱۸۰۶، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۰۹، ۱۸۱۰، ۱۸۱۱، ۱۸۱۲، ۱۸۱۳، ۱۸۱۴، ۱۸۱۵، ۱۸۱۶، ۱۸۱۷، ۱۸۱۸، ۱۸۱۹، ۱۸۲۰، ۱۸۲۱، ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۱۸۲۵، ۱۸۲۶، ۱۸۲۷، ۱۸۲۸، ۱۸۲۹، ۱۸۳۰، ۱۸۳۱، ۱۸۳۲، ۱۸۳۳، ۱۸۳۴، ۱۸۳۵، ۱۸۳۶، ۱۸۳۷، ۱۸۳۸، ۱۸۳۹، ۱۸۴۰، ۱۸۴۱، ۱۸۴۲، ۱۸۴۳، ۱۸۴۴، ۱۸۴۵، ۱۸۴۶، ۱۸۴۷، ۱۸۴۸، ۱۸۴۹، ۱۸۵۰، ۱۸۵۱، ۱۸۵۲، ۱۸۵۳، ۱۸۵۴، ۱۸۵۵، ۱۸۵۶، ۱۸۵۷، ۱۸۵۸، ۱۸۵۹، ۱۸۶۰، ۱۸۶۱، ۱۸۶۲، ۱۸۶۳، ۱۸۶۴، ۱۸۶۵، ۱۸۶۶، ۱۸۶۷، ۱۸۶۸، ۱۸۶۹، ۱۸۷۰، ۱۸۷۱، ۱۸۷۲، ۱۸۷۳، ۱۸۷۴، ۱۸۷۵، ۱۸۷۶، ۱۸۷۷، ۱۸۷۸، ۱۸۷۹، ۱۸۸۰، ۱۸۸۱، ۱۸۸۲، ۱۸۸۳، ۱۸۸۴، ۱۸۸۵، ۱۸۸۶، ۱۸۸۷، ۱۸۸۸، ۱۸۸۹، ۱۸۹۰، ۱۸۹۱، ۱۸۹۲، ۱۸۹۳، ۱۸۹۴، ۱۸۹۵، ۱۸۹۶، ۱۸۹۷، ۱۸۹۸، ۱۸۹۹، ۱۹۰۰، ۱۹۰۱، ۱۹۰۲، ۱۹۰۳، ۱۹۰۴، ۱۹۰۵، ۱۹۰۶، ۱۹۰۷، ۱۹۰۸، ۱۹۰۹، ۱۹۱۰، ۱۹۱۱، ۱۹۱۲، ۱۹۱۳، ۱۹۱۴، ۱۹۱۵، ۱۹۱۶، ۱۹۱۷، ۱۹۱۸، ۱۹۱۹، ۱۹۲۰، ۱۹۲۱، ۱۹۲۲، ۱۹۲۳، ۱۹۲۴، ۱۹۲۵، ۱۹۲۶، ۱۹۲۷، ۱۹۲۸، ۱۹۲۹، ۱۹۳۰، ۱۹۳۱، ۱۹۳۲، ۱۹۳۳، ۱۹۳۴، ۱۹۳۵، ۱۹۳۶، ۱۹۳۷، ۱۹۳۸، ۱۹۳۹، ۱۹۴۰، ۱۹۴۱، ۱۹۴۲، ۱۹۴۳، ۱۹۴۴، ۱۹۴۵، ۱۹۴۶، ۱۹۴۷، ۱۹۴۸، ۱۹۴۹، ۱۹۵۰، ۱۹۵۱، ۱۹۵۲، ۱۹۵۳، ۱۹۵۴، ۱۹۵۵، ۱۹۵۶، ۱۹۵۷، ۱۹۵۸، ۱۹۵۹، ۱۹۶۰، ۱۹۶۱، ۱۹۶۲، ۱۹۶۳، ۱۹۶۴، ۱۹۶۵، ۱۹۶۶، ۱۹۶۷، ۱۹۶۸، ۱۹۶۹، ۱۹۷۰، ۱۹۷۱، ۱۹۷۲، ۱۹۷۳، ۱۹۷۴، ۱۹۷۵، ۱۹۷۶، ۱۹۷۷، ۱۹۷۸، ۱۹۷۹، ۱۹۸۰، ۱۹۸۱، ۱۹۸۲، ۱۹۸۳، ۱۹۸۴، ۱۹۸۵، ۱۹۸۶، ۱۹۸۷، ۱۹۸۸، ۱۹۸۹، ۱۹۹۰، ۱۹۹۱، ۱۹۹۲، ۱۹۹۳، ۱۹۹۴، ۱۹۹۵، ۱۹۹۶، ۱۹۹۷، ۱۹۹۸، ۱۹۹۹، ۲۰۰۰، ۲۰۰۱، ۲۰۰۲، ۲۰۰۳، ۲۰۰۴، ۲۰۰۵، ۲۰۰۶، ۲۰۰۷، ۲۰۰۸، ۲۰۰۹، ۲۰۱۰، ۲۰۱۱، ۲۰۱۲، ۲۰۱۳، ۲۰۱۴، ۲۰۱۵، ۲۰۱۶، ۲۰۱۷، ۲۰۱۸، ۲۰۱۹، ۲۰۲۰، ۲۰۲۱، ۲۰۲۲، ۲۰۲۳، ۲۰۲۴، ۲۰۲۵، ۲۰۲۶، ۲۰۲۷، ۲۰۲۸، ۲۰۲۹، ۲۰۳۰، ۲۰۳۱، ۲۰۳۲، ۲۰۳۳، ۲۰۳۴، ۲۰۳۵، ۲۰۳۶، ۲۰۳۷، ۲۰۳۸، ۲۰۳۹، ۲۰۴۰، ۲۰۴۱، ۲۰۴۲، ۲۰۴۳، ۲۰۴۴، ۲۰۴۵، ۲۰۴۶، ۲۰۴۷، ۲۰۴۸، ۲۰۴۹، ۲۰۵۰، ۲۰۵۱، ۲۰۵۲، ۲۰۵۳، ۲۰۵۴، ۲۰۵۵، ۲۰۵۶، ۲۰۵۷، ۲۰۵۸، ۲۰۵۹، ۲۰۶۰، ۲۰۶۱، ۲۰۶۲، ۲۰۶۳، ۲۰۶۴، ۲۰۶۵، ۲۰۶۶، ۲۰۶۷، ۲۰۶۸، ۲۰۶۹، ۲۰۷۰، ۲۰۷۱، ۲۰۷۲، ۲۰۷۳، ۲۰۷۴، ۲۰۷۵، ۲۰۷۶، ۲۰۷۷، ۲۰۷۸، ۲۰۷۹، ۲۰۸۰، ۲۰۸۱، ۲۰۸۲، ۲۰۸۳، ۲۰۸۴، ۲۰۸۵، ۲۰۸۶، ۲۰۸۷، ۲۰۸۸، ۲۰۸۹، ۲۰۹۰، ۲۰۹۱، ۲۰۹۲، ۲۰۹۳، ۲۰۹۴، ۲۰۹۵، ۲۰۹۶، ۲۰۹۷، ۲۰۹۸، ۲۰۹۹، ۲۱۰۰، ۲۱۰۱، ۲۱۰۲، ۲۱۰۳، ۲۱۰۴، ۲۱۰۵، ۲۱۰۶، ۲۱۰۷، ۲۱۰۸، ۲۱۰۹، ۲۱۱۰، ۲۱۱۱، ۲۱۱۲، ۲۱۱۳، ۲۱۱۴، ۲۱۱۵، ۲۱۱۶، ۲۱۱۷، ۲۱۱۸، ۲۱۱۹، ۲۱۲۰، ۲۱۲۱، ۲۱۲۲، ۲۱۲۳، ۲۱۲۴، ۲۱۲۵، ۲۱۲۶، ۲۱۲۷، ۲۱۲۸، ۲۱۲۹، ۲۱۳۰، ۲۱۳۱، ۲۱۳۲، ۲۱۳۳، ۲۱۳۴، ۲۱۳۵، ۲۱۳۶، ۲۱۳۷، ۲۱۳۸، ۲۱۳۹، ۲۱۴۰، ۲۱۴۱، ۲۱۴۲، ۲۱۴۳، ۲۱۴۴، ۲۱۴۵، ۲۱۴۶، ۲۱۴۷، ۲۱۴۸، ۲۱۴۹، ۲۱۵۰، ۲۱۵۱، ۲۱۵۲، ۲۱۵۳، ۲۱۵۴، ۲۱۵۵، ۲۱۵۶، ۲۱۵۷، ۲۱۵۸، ۲۱۵۹، ۲۱۶۰، ۲۱۶۱، ۲۱۶۲، ۲۱۶۳، ۲۱۶۴، ۲۱۶۵، ۲۱۶۶، ۲۱۶۷، ۲۱۶۸، ۲۱۶۹، ۲۱۷۰، ۲۱۷۱، ۲۱۷۲، ۲۱۷۳، ۲۱۷۴، ۲۱۷۵، ۲۱۷۶، ۲۱۷۷، ۲۱۷۸، ۲۱۷۹، ۲۱۸۰، ۲۱۸۱، ۲۱۸۲، ۲۱۸۳، ۲۱۸۴، ۲۱۸۵، ۲۱۸۶، ۲۱۸۷، ۲۱۸۸، ۲۱۸۹، ۲۱۹۰، ۲۱۹۱، ۲۱۹۲، ۲۱۹۳، ۲۱۹۴، ۲۱۹۵، ۲۱۹۶، ۲۱۹۷، ۲۱۹۸، ۲۱۹۹، ۲۲۰۰، ۲۲۰۱، ۲۲۰۲، ۲۲۰۳، ۲۲۰۴، ۲۲۰۵، ۲۲۰۶، ۲۲۰۷، ۲۲۰۸، ۲۲۰۹، ۲۲۱۰، ۲۲۱۱، ۲۲۱۲، ۲۲۱۳، ۲۲۱۴، ۲۲۱۵، ۲۲۱۶، ۲۲۱۷، ۲۲۱۸، ۲۲۱۹، ۲۲۲۰، ۲۲۲۱، ۲۲۲۲، ۲۲۲۳، ۲۲۲۴، ۲۲۲۵، ۲۲۲۶، ۲۲۲۷، ۲۲۲۸، ۲۲۲۹، ۲۲۳۰، ۲۲۳۱، ۲۲۳۲، ۲۲۳۳، ۲۲۳۴، ۲۲۳۵، ۲۲۳۶، ۲۲۳۷، ۲۲۳۸، ۲۲۳۹، ۲۲۴۰، ۲۲۴۱، ۲۲۴۲، ۲۲۴۳، ۲۲۴۴، ۲۲۴۵، ۲۲۴۶، ۲۲۴۷، ۲۲۴۸، ۲۲۴۹، ۲۲۵۰، ۲۲۵۱، ۲۲۵۲، ۲۲۵۳، ۲۲۵۴، ۲۲۵۵، ۲۲۵۶، ۲۲۵۷، ۲۲۵۸، ۲۲۵۹، ۲۲۶۰، ۲۲۶۱، ۲۲۶۲، ۲۲۶۳، ۲۲۶۴، ۲۲۶۵، ۲۲۶۶، ۲۲۶۷، ۲۲۶۸، ۲۲۶۹، ۲۲۷۰، ۲۲۷۱، ۲۲۷۲، ۲۲۷۳، ۲۲۷۴، ۲۲۷۵، ۲۲۷۶، ۲۲۷۷، ۲۲۷۸، ۲۲۷۹، ۲۲۸۰، ۲۲۸۱، ۲۲۸۲، ۲۲۸۳، ۲۲۸۴، ۲۲۸۵، ۲۲۸۶، ۲۲۸۷، ۲۲۸۸، ۲۲۸۹، ۲۲۹۰، ۲۲۹۱، ۲۲۹۲، ۲۲۹۳، ۲۲۹۴، ۲۲۹۵، ۲۲۹۶، ۲۲۹۷، ۲۲۹۸، ۲۲۹۹، ۲۳۰۰، ۲۳۰۱، ۲۳۰۲، ۲۳۰۳، ۲۳۰۴، ۲۳۰۵، ۲۳۰۶، ۲۳۰۷، ۲۳۰۸، ۲۳۰۹، ۲۳۱۰، ۲۳۱۱، ۲۳۱۲، ۲۳۱۳، ۲۳۱۴، ۲۳۱۵، ۲۳۱۶، ۲۳۱۷، ۲۳۱۸، ۲۳۱۹، ۲۳۲۰، ۲۳۲۱، ۲۳۲۲، ۲۳۲۳، ۲۳۲۴، ۲۳۲۵، ۲۳۲۶، ۲۳۲۷، ۲۳۲۸، ۲۳۲۹، ۲۳۳۰، ۲۳۳۱، ۲۳۳۲، ۲۳۳۳، ۲۳۳۴، ۲۳۳۵، ۲۳۳۶، ۲۳۳۷، ۲۳۳۸، ۲۳۳۹، ۲۳۴۰، ۲۳۴۱، ۲۳۴۲، ۲۳۴۳، ۲۳۴۴، ۲۳۴۵، ۲۳۴۶، ۲۳۴۷، ۲۳۴۸، ۲۳۴۹، ۲۳۵۰، ۲۳۵۱، ۲۳۵۲، ۲۳۵۳، ۲۳۵۴، ۲۳۵۵، ۲۳۵۶، ۲۳۵۷، ۲۳۵۸، ۲۳۵۹، ۲۳۶۰، ۲۳۶۱، ۲۳۶۲، ۲۳۶۳، ۲۳۶۴، ۲۳۶۵، ۲۳۶۶، ۲۳۶۷، ۲۳۶۸، ۲۳۶۹، ۲۳۷۰، ۲۳۷۱، ۲۳۷۲، ۲۳۷۳، ۲۳۷۴، ۲۳۷۵، ۲۳۷۶، ۲۳۷۷، ۲۳۷۸، ۲۳۷۹، ۲۳۸۰، ۲۳۸۱، ۲۳۸۲، ۲۳۸۳، ۲۳۸۴، ۲۳۸۵، ۲۳۸۶، ۲۳۸۷، ۲۳۸۸، ۲۳۸۹، ۲۳۹۰، ۲۳۹۱، ۲۳۹۲، ۲۳۹۳، ۲۳۹۴، ۲۳۹۵، ۲۳۹۶، ۲۳۹۷، ۲۳۹۸، ۲۳۹۹، ۲۴۰۰، ۲۴۰۱، ۲۴۰۲، ۲۴۰۳، ۲۴۰۴، ۲۴۰۵، ۲۴۰۶، ۲۴۰۷، ۲۴۰۸، ۲۴۰۹، ۲۴۱۰، ۲۴۱۱، ۲۴۱۲، ۲۴۱۳، ۲۴۱۴، ۲۴۱۵، ۲۴۱۶، ۲۴۱۷، ۲۴۱۸، ۲۴۱۹، ۲۴۲۰، ۲۴۲۱، ۲۴۲۲، ۲۴۲۳، ۲۴۲۴، ۲۴۲۵، ۲۴۲۶، ۲۴۲۷، ۲۴۲۸، ۲۴۲۹، ۲

کس نے آج کی شب بیوی سے ہم بستری نہیں کی تو یہ سن کر عثمان چپ رہے کیونکہ اس رات انہوں نے اپنی دوسری بیوی سے ہم بستری کی تھی اور دختر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے چینیوں سے بھرپور رات میں دوسری عورت سے داد عیش لی اور زوجہ کی تیار داری نہ کی، ممکن ہے کہ رسول کو وحی کے ذریعے خبر ہو گئی ہو اور آپ نے ان کے حلال کام کے باوجود غیر انسانی فعل بجالانے پر اس سعادت سے انہیں محروم رکھا ہو۔ (۱)

تبصرہ ایٹمی

مقارنہ کے معنی میں علماء کا اختلاف ہے، کسی نے گناہ اور کسی نے گناہ کا کناہ لکھا ہے لیکن ابن بطلال نے زوجہ سے ہم بستری کا مفہوم پیش کیا ہے، بلاشبہ عثمان ہی شوہر ہونے کی وجہ سے قبر میں اترنے کے مستحق تھے لیکن زوجہ کا حق مارنے اور غمگساری اور تیار داری نہ کرنے کی وجہ سے رسول ﷺ نے انہیں نہ صرف یہ کہ اس حق سے محروم رکھا بلکہ ان کا عیب طشت از بام کیا جب کہ دوسروں کا عیب چھپانے کی قرآن و حدیث میں سخت تاکید ہے۔ اس کے باوجود اندھی عقیدت والوں نے فضائل کے غلو میں کیا کیا بکواس کی ہے۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: کہ اگر میری تیسری بیٹی بھی ہوتی تو عثمان ہی سے اس کی شادی کرتا۔ (۲) ایک روایت میں دس بیٹیاں، دوسری میں چالیس بیٹیاں مروی ہیں۔ (۳) ابن عساکر نے ابو ہریرہ کی روایت لکھی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے عثمان سے یہ بات مسجد میں ملاقات کر کے فرمایا کہ جبریل نے مجھے خبر دی ہے کہ رقیہ کے مہر پر ام کلثوم سے تمہارا نکاح کر دوں، کیا ایسے ہی شوہر کے لئے؟ (۴)

۱۔ تاریخ طبری (ج ۱۱ ص ۳۹۸ حوادث ۹) نہایہ ابن اثیر ج ۳ ص ۲۷۶ (ج ۳ ص ۳۶) لسان العرب ج ۱۱ ص ۱۸۹ (ج ۱۱ ص ۲۲۰)

۲۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۸ (ج ۳ ص ۵۶)

۳۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۳ ص ۳۹۲) البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۲۱۲ (ج ۷ ص ۲۳۸ حوادث ۳۵) اخبار الدول قرمائی ص ۱۹۸ (ج ۱ ص ۲۹۵)

۴۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۳ ص ۳۹۰)

۲۸۔ خلیفہ نے قومی چراگاہیں اپنے خاندان کے لئے مخصوص کیں

اسلام نے بارش کے پانی سے آباد چراگاہوں کو کسی مخصوص ملکیت کے بجائے تمام مسلمانوں کے استفادہ کے لئے عام کیا ہے، ہر شخص کے جانور مساوی طور سے بہرہ مند ہو سکتے ہیں، کوئی کسی سے مزاحمت نہ ہو، اسے اپنی مخصوص چراگاہ قرار نہ دے۔ یہ بھی فرمایا کہ پانی کی زیادتی اور بہاؤ کو سرخزاردوں کے سیرابی سے روکنا منع ہے۔ (۱) البتہ زمانہ جاہلیت میں بڑے لوگ جس زمین کو پسند کر لیتے اپنے چوپایوں اور اونٹوں کے لئے زبردستی قبضہ کر لیتے تھے، دوسروں کو اس سے مستفیض نہیں ہونے دیتے تھے، رسول خداؐ نے اس مذموم حرکت کو بند کیا اور فرمایا کہ تمام چراگاہیں خدا اور رسول ﷺ کی ملکیت ہیں۔

امام شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں سرکش لوگ جب کبھی شہر میں وارد ہوتے تو جہاں تک کتوں کی آواز پہنچتی اتنی زمین اپنے لئے مخصوص چراگاہ قرار دے لیتے، کسی دوسرے کو اس سے مستفیض نہیں ہونے دیتے تھے، رسول خدا ﷺ نے اس سے منع فرمایا اور یہ جاہلی رسم متروک ہوئی اور یہ جو فرمایا کہ تمام چراگاہیں خدا اور رسول ﷺ سے مخصوص ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ برائے جہاد جوانٹ اور گھوڑے استعمال کئے جاتے ہیں یا بیت المال کے اونٹ جو بصورت زکوٰۃ حاصل ہوئے ہیں وہ ان چراگاہوں سے مستفیض ہو سکتے ہیں۔ (۲) چنانچہ عمرؓ نے بیع کی چراگاہ بیت المال کے اونٹ اور جہاد کے گھوڑوں کے لئے مخصوص قرار دیا تھا عمرؓ کے نوکر ہی نے اس کو مخصوص کر لیا تھا تو عمرؓ نے اسے ڈانٹا کہ مظلوموں کی آہ سے ڈرو۔

یہ قانون متفقہ طور سے رائج تھا، عثمان نے اپنی خلافت کے زمانے میں ٹیکس کے ذریعہ حاصل شدہ زمینوں کو اپنے اونٹوں کی مخصوص چراگاہ بنالیا۔ (۳)

۱۔ صحیح بخاری ج ۳ ص ۱۱۰ (ج ۲ ص ۸۳۰ حدیث ۲۲۲۶، ۲۲۲۷) الاسوال ابی سعید ص ۲۹۶ (ص ۲۷۳ حدیث ۷۳۱، ۷۳۲) سنن

ابی داؤد ج ۲ ص ۱۰۱ (ج ۳ ص ۲۷۷، ۲۷۸ حدیث ۲۷۷۳، ۲۷۷۴) سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۹۴ (ج ۲ ص ۸۱۸ حدیث ۲۳۷۸)

۲۔ کتاب الام ج ۳ ص ۲۰۸ (ج ۳ ص ۳۷) معجم البلدان ج ۳ ص ۳۷۷ (ج ۳ ص ۳۰۱) نہایۃ ابن اثیر ج ۱ ص ۲۹۷ (ج ۱ ص ۴۴۷)

لسان العرب ج ۱۸ ص ۲۱۷ (ج ۳ ص ۳۲۸) تاریخ الخلفاء ج ۱ ص ۹۹

۳۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۳۷، میرۃ صلیب ج ۲ ص ۸۷ (ج ۲ ص ۷۸)

واقفی کے مطابق حکم کے لئے اور شرح ابن ابی الحدید (۱) کے مطابق اپنے اور تمام امویوں کے لئے مخصوص کر لیا۔ عثمان نے ابدہ و بقیع کی چراگاہیں اپنے لئے مخصوص کر لیں اور مسلمانوں کے جانوروں کو اس سے روک لیا۔ ظاہر ہے کہ یہ حرکت جاہلیت کو واپس لانے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

۲۹۔ خلیفہ نے فذک کو مردان کی جاگیر بنا دیا

ابن قتیبہ (۲) و ابوالفدا (۳) کے مطابق فذک کی جاگیر رسول ﷺ نے فقراء کے لئے وقف کیا تھا اسے عثمان نے مردان کے حوالے کر دی چنانچہ لوگوں کی تنقید کا موضوع ایک یہ مسئلہ بھی تھا۔ ابوفدا لکھتے ہیں کہ فذک صدقہ پیغمبر تھا جسے فاطمہ سلام اللہ علیہا نے بعنوان میراث مطالبہ کیا، ابوبکر نے کہا کہ رسولؐ نے فرمایا: ہم گروہ انبیاء میراث نہیں چھوڑتے، ہم جو چھوڑتے ہیں صدقہ ہوتا ہے لیکن بعد میں عثمان نے اس جاگیر کو مردان کے حوالے کر دیا، یہ فذک اس کے قبضے میں عمر بن عبدالعزیز کے عہد تک رہا، ابن عبد العزیز نے اس خاندان سے لے کر پھر اصلی حالت صدقہ پر قرار دے دیا۔ مردان کو فذک حوالے کرنے پر لوگوں کی تنقید کا اقرار سن کر یحییٰ، عقد الفرید و ابن ابی الحدید میں بھی ہے۔ (۴)

تبصرہ ایٹمی

سمجھ میں نہیں آتا کہ جاگیر مردان کو دینا کسی کے اعتبار سے صحیح تھا اگر فذک غنیمت تھا تو تمام مسلمان کا حق تھا، خاص مردان کو دینا کیا معنی رکھتا ہے؟ اور اگر حق فاطمہ (سلام اللہ علیہا) تھا جیسا کہ آپ نے مرثا دہبہ کے دعوے سے اس کا مطالبہ کیا تو بھی عثمان کو بخشش کا کوئی حق نہ تھا پھر معاویہ نے بھی یہ حکم برقرار رکھا اور مختلف ادوار میں فذک کو الٹا پلٹا جاتا رہا، خود ابوبکر نے اپنے عمل سے فاطمہ کی تصدیق کی

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۶۷ (ج ۱ ص ۱۹۹ خطبہ ۳)

۲۔ المعارف ابن قتیبہ ص ۸۳ (۱۹۵، ۱۹۳)

۳۔ تاریخ ابوالفدا ج ۱ ص ۱۶۸،

۴۔ سنن بیہقی ج ۶ ص ۳۰۱، العقد الفرید ج ۲ ص ۲۶۱ (ج ۳ ص ۱۰۳) شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۶۷ (ج ۱ ص ۱۹۹، ۱۹۸ خطبہ ۳)

اور سند ملکیت فاطمہ کی تحریر لکھ دی تھی، اتنے میں عمر آگئے اور لے کر اسے پارہ پارہ کر دیا۔ (۱)

۳۰۔ اموال و صدقات کے متعلق خلیفہ کی رائے

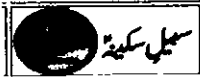
فدک ہی پر منحصر نہیں۔ تمام اموال و غنائم و صدقات کے متعلق خلیفہ کا نقطہ نظر شرمناک تھا وہ کہتے تھے کہ یہ مال خدا ہے اور میں خلیفہ خدا ہوں اس لئے وہ سمجھتے تھے کہ میں جس طرح چاہوں اسے تصرف میں لاؤں، اسی لئے امیر المؤمنین نے ان کے متعلق خطبہ شمشیمیہ میں فرمایا: اس قوم کا تیسرا متکبرانہ انداز میں پیٹ پھلا کے اپنے چارہ اور لید کی چھچھالیدر میں کھڑا ہو گیا اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے باپ کی اولاد بنی امیہ بھی کھڑی ہو گئی اور خدا کا مال خوب چبا چبا کر کھانے لگا جیسے اونٹ فصل ربیع کی گھاس کھاتا ہے۔ (۲)

رسول ﷺ کا انداز تو یہ تھا کہ جس دن غنیمت کا مال آتا اسی دن تقسیم کر کے مجرد کو ایک حصہ اور متاہل کو دو حصہ دے دیتے تھے۔ (۳)

۳۱۔ حکم بن عاص پر عنایات خلیفہ

صدقات قضاء کو اپنے چچا، مطرود بارگاہ رسول ﷺ ”حکم بن ابی عاص“ کو بخش دیا، اس سے پہلے اس کو اپنے سے قریب کیا، اسے اپنا داماد بنایا، جس وقت مدینہ آیا تھا تو اس کے بدن پر چھترے تھے، وہ بکریاں چرایا کرتا تھا جن لوگوں نے اس کی یہ حالت دیکھی تھی، خلیفہ کی دامادی کے بعد دیکھا کہ ریشمی کپڑوں میں ملبوس قبائے اسراف سے آراستہ تھا۔ (۴)

بلاذری کے مطابق اصحاب کا عثمان پر سخت ترین اعتراض ایک یہ بھی تھا۔ (۵) ابن عبد ربہ، ابن



۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۳۵ (ص ۴۹ خطبہ ۲)

۱۔ سیرہ حلبیہ ج ۳ ص ۳۹۱ (ج ۳ ص ۳۶۲)

۳۔ سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۵ (ج ۳ ص ۱۳۶ حدیث ۲۹۵۳) مسند احمد ج ۶ ص ۲۹ (ج ۷ ص ۴۵ حدیث ۲۳۳۸۸) سنن بیہقی ج ۶ ص ۳۳۶

۵۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۲۸

۴۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۴۱ (ج ۲ ص ۱۶۴)

تھیہ اور ذہبی بھی لکھتے ہیں کہ عثمان نے حکم کو جسے رسول ﷺ نے نکال دیا تھا، پناہ دی اور ایک لاکھ درہم

ودینار بھی عطا کیا جب کہ ابوبکر و عمر نے بھی اسے پناہ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ (۱)

عبدالرحمن بن یسار کا بیان ہے کہ رات میں عثمان عامل صدقات کے پاس آئے اور حکم کو عطا کرنے کا حکم دیا اس نے اس سے باز رکھنے کی کوشش کی تو عثمان اصرار کرنے لگے کہ تم میرے خزانچی ہو جو حکم دیا جائے اس پر عمل کرو۔ اس نے کہا: بخدا! میں آپ کا خزانچی نہیں، مسلمانوں کا خزانچی ہوں چنانچہ جمعہ کے دن جب عثمان خطبہ پڑھ رہے تھے، وہ آکر مسلمانوں سے بولا کہ لوگو! عثمان سمجھتے ہیں کہ میں ان کا خزانچی ہوں جب کہ میں مسلمانوں کا خزانچی ہوں۔ یہ کہہ کر بیت المال کی کنجی پھینک دی اور عثمان نے اسے زید بن ثابت کے سپرد کر دی۔ (۲)

تبصرہ امینی

اسی قسم کا واقعہ زید بن ارقم اور عبداللہ بن مسعود کے متعلق بھی نقل کیا جاتا ہے، شاید اس قسم کے واقعات دوسرے عامل صدقات کے ساتھ بھی پیش آئے ہوں۔ یہ حکم بکروں کے خصی کرنے کا ذلیل پیش کرتا تھا۔ (۳) مکہ میں رسول ﷺ کا پڑوسی تھا، اس نے اور ابولہب نے رسول ﷺ کو بہت زیادہ اذیتیں دی تھیں۔ (۴) طبرانی کے مطابق یہ رسول اللہ ﷺ کی نقل کرتا تھا، رسول ﷺ نے بدعادی تو ہمیشہ پلک چمکا تا رہا۔ مالک بن دینار کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ مسخرہ پن کرنے لگا اور بدعائے رسول ﷺ کی وجہ سے ہمیشہ جسم میں ریشہ رہا اور ایک مہینہ بے ہوش بھی رہا۔ (۵)

۱۔ العارف ابن تھیہ (۸۴) لحد الفرید ج ۲ ص ۲۶۱ (ج ۳ ص ۱۰۳) محاضرات رافع ج ۲ ص ۲۱۲ (مجلد ۲ ج ۳ ص ۲۷۶) مرا

۲۔ البیہان ج ۱ ص ۸۵، تاریخ اسلام ذہبی (ص ۳۶۶، ۳۶۵، ۳۶۷) حوادث (۳۱۵)

۳۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۳۵ (ج ۲ ص ۱۶۸)

۴۔ حیا النجی ان دیمیری ج ۱ ص ۱۹۳ (ج ۱ ص ۲۷۶)

۵۔ سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۵ (ج ۲ ص ۵۷)

۵۔ الاما ص ۳۳۵، ۳۳۶ (نمبر ۱۷۸) سیرۃ حلبیہ ج ۱ ص ۳۳۷ (ج ۱ ص ۳۱۷) الفائق زحیری ج ۲ ص ۳۰۵ (ج ۲ ص

بلاذری کے مطابق اس کی خرافات سے تنگ آ کر رسول ﷺ نے اسے طائف میں جلا وطن کر دیا تھا۔ (۱) واقدی کہتے ہیں کہ زمانہ عثمان میں مدینہ میں اسکا انتقال ہوا، عثمان نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور قبر پر چادر چڑھائی، اس کے متعلق لعنت رسول ﷺ کے اکثر واقعات منقول ہیں۔ (۲) قرآن میں بھی اس پر لعنت ہے۔ (۳)

۳۲۔ مروان کو بخشش و عطا

حکم کے بیٹے اور اپنی بیٹی ام ابان کے شوہر ”مروان“ کو افریقہ کے مال غنیمت کا سارا خس پانچ لاکھ عطا کیا۔ چنانچہ اس بارے میں عبدالرحمن جحی نے اشعار بھی کہے ہیں: (۴)

ابن کثیر کے مطابق واقدی بیان کرتا ہے کہ عثمان نے افریقہ سے دو لاکھ دینار اور بیس ہزار دینار طلائی پر مصالحت کر لی، عثمان نے وہ ساری رقم کشادہ دستی کے ساتھ حکم یا مروان کو مرحمت فرمادی۔ کامل بن اشیر میں ہے کہ لوگوں نے اس بارے میں بھی عثمان کی بہت زیادہ مذمت کی، مروان بھی حکم کی طرح بزبان رسول ﷺ ملعون تھا اس کے سیاہ کارناموں سے تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔ (۵)

۱۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۲۷

۲۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۱۲۶، المسد رک علی النعمین ج ۳ ص ۲۸۱ (ج ۳ ص ۵۲۸ حدیث ۸۲۸۲) سیرۃ حلبیہ ج ۱ ص ۳۳۷ (ج ۱ ص ۳۱۷)

حیاۃ النبی ان ج ۲ ص ۲۹۹ (ج ۲ ص ۲۲۲) الصوامع المکر قس ۱۰۸ کنز العمال ج ۶ ص ۹۰ (ج ۱۱ ص ۳۵۷ حدیث ۳۱۷۲۹) تاریخ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۳ (ج ۲ ص ۱۹۱)

۳۔ درمنثور ج ۳ ص ۱۹۱ (ج ۵ ص ۳۰۹، ۳۱۰) سیرۃ حلبیہ ج ۱ ص ۳۳۷ (ج ۳ ص ۲۳۱) (ج ۳ ص ۲۳۰) تفسیر روح المعانی ج ۱۵ ص ۷۰۷ تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۲۸۶ (ج ۱ ص ۱۸۵) تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۶۹ (ج ۶ ص ۱۱۱) (ج ۱ ص ۱۹۱)

۴۔ المعارف ص ۸۴ (ص ۱۹۵) تاریخ ابوالفداء ج ۱ ص ۱۶۸، انساب بلاذری ج ۵ ص ۲۸ المسد الفریذ ج ۲ ص ۲۶۱ (ج ۳ ص ۱۰۳)

۵۔ البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۱۵۲ (ج ۷ ص ۱۷۰ احادیث ۲۷۷) (ج ۷ ص ۱۷۰)

۳۳۔ حارث بن حکم کو بذل و بخشش

اپنی دوسری بیٹی عاتشہ کے شوہر اور حکم کے بیٹے حارث کو تین لاکھ درہم عطا کر دیئے پھر صدقات کے تمام اونٹ بھی بخش دیئے، رسول خدا ﷺ نے مدینہ کے علاقے میں مہرون کا بازار صدقہ جاریہ قرار دیا تھا، عثمان نے وہ حارث کے حوالے کر دیا۔ (۱)

تبصرہ امینیؒ

ان تینوں عطایا کی کوئی شرعی یا منطقی توجیہ نہیں کی جاسکتی، آخر کیا جواز تھا کہ جسے رسولؐ نے تمام مسلمانوں کی ملکیت قرار دیا ہو اسے ایک بدکار کے حوالے صرف اس لئے کر دیا جائے کہ وہ داماد ہے، حضرت علیؑ نے تو اپنے بھائی عقیل کے اصرار پر ایک پھوٹی کوڑی بھی نہ دی اور وہ معاویہ کے پاس شام چلے گئے۔ (۲)

۳۴۔ سعید بھی نہال ہو گئے

خلیفہ نے سعید بن عاص کو ایک لاکھ درہم دے دیئے۔ لوگوں نے اس بات پر بھی عثمان کی بہت مذمت کی۔ یہ عاص بھی رسول ﷺ کو بہت ستاتا تھا۔ (۳) سعید اسی کا بیٹا ہے۔ جب ولید کی حالت نماز میں شراب خوری پر اسے برطرف کیا گیا تو کوفے کا وہی گورنر بنا تھا۔ انتہائی بدکار۔ اس نے عراق کے مرغزاروں کو باغ بنا دیا تھا۔

۳۵۔ ولید بن عقبہ بھی نہال ہو گئے

خلیفہ نے اپنے مادری بھائی ولید بن عقبہ بن ابی معیط بن ابی عمر بن امیہ کے لئے عبداللہ بن مسعود سے

۱۔ تاریخ کامل ج ۳ ص ۳۸ (ج ۲ ص ۲۳۷)

۲۔ المعارف ص ۸۳ (۱۹۵) انساب بلاذری ج ۵ ص ۵۲، العقد الفرید ج ۲ ص ۲۶۱ (شرح ابن ابی اللہ ج ۱ ص ۶۷ (ج ۱ ص ۱۹۸ خطبہ ۳) معاضرات راف ج ۲ ص ۲۱۲ (مجلد ج ۳ ص ۳۷۶) سیرۃ حلبیہ ج ۲ ص ۸۷ (ج ۲ ص ۷۸)

۳۔ طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۸۵ مطبوعہ مصر (ج ۱ ص ۲۰۱) اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۹۱ نمبر ۲۰۸۲

بیت المال کا تمام مال قرض مانگا، ایسا عموماً عمل کیا کرتے تھے۔ ابن مسعود نے دے دیا پھر جب دوبارہ مانگا تو ابن مسعود نے پہلے قرض کا مطالبہ کیا، ولید نے عثمان سے خط و کتابت کی کہ ابن مسعود قرض کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ عثمان نے ابن مسعود کو لکھا کہ تم صرف میرے خزانچی ہو، ولید سے آئندہ قرض کا مطالبہ نہ کرنا۔ ابن مسعود نے یہ کہتے ہوئے نجیاں پھینک دیں کہ میں سمجھتا تھا کہ میں مسلمانوں کا خزانچی ہوں، اگر تمہارا خزانچی ہوں تو مجھے نوکری کی ضرورت نہیں۔ پھر وہ کوفے ہی میں سکونت پذیر ہو گئے۔ (۱)

یہ ولید وہی ہے جس کا باپ عقبہ رسول کا پڑوسی تھا اور سب سے زیادہ رسول ﷺ کو اذیت پہونچاتا تھا، عائشہ کی روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: میرے دو پڑوسی بڑے موذی ہیں ایک ابولہب اور دوسرا عقبہ۔ (۲) یہ رسولؐ کی دشمنی میں حد سے تجاوز کر گیا تھا۔ (۳) یہ تو باپ تھا بیٹے کی سنیے: ولید بزبان قرآن فاسق اور زنا کار تھا، ہمیشہ نشے میں دھت رہتا، اس کی شان میں آیات مندرجہ ذیل ہیں:

﴿ان جانکم فاسق.....﴾ (۴) اگر بدکار کوئی خبر لے کر آئے تو اسی سے ثبوت مانگو، نیز یہ کہ مومن و فاسق یکساں نہیں ہیں؟ (۵) اسی نے مسجد کوفہ میں حالت سجدہ میں قئے کر دیا اور پھر ماموین سے پوچھا: کہو تو مزید چار رکعت پڑھا دوں پھر مستی میں اشعار پڑھنے لگا۔

۳۶۔ بیت المال سے عبداللہ کو بخشش

خلیفہ نے عبداللہ بن خالد کو تیس ہزار درہم بخش دیئے۔ (۶)

۲۔ طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۸۶ مطبوعہ مصر (ج ۱ ص ۲۰۱)

۱۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۳۰

۳۔ سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۵ (ج ۲ ص ۵۷)

۴۔ استیعاب ج ۲ ص ۶۲۰ (القسم الرابع ص ۱۵۵۳ نمبر ۲۷۱) اسد الغابہ ج ۵ ص ۹۰ (ج ۵ ص ۴۵۱ نمبر ۵۴۶۸)

۵۔ حمزہ الخطیب ج ۲ ص ۲۳ تفسیر طبری ج ۲ ص ۶۲ (مجلد ۱۱ ج ۲ ص ۱۰۷) الآفانی ج ۲ ص ۱۸۵ (ج ۵ ص ۱۵۳) تفسیر خازن ج ۳ ص ۴۷۰ (ج ۳ ص ۴۴۷)

۶۔ اتحاد التریخ ج ۲ ص ۲۶۱ (ج ۳ ص ۱۰۳) المعارف ابن قتیبہ ج ۲ ص ۸۲ (۱۹۵) شرح نفع البلاغ ج ۱ ص ۶۶ (ج ۱ ص ۱۹۸ خطبہ

(۳) تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۴۵ (ج ۲ ص ۱۶۸) استیعاب (القسم الثالث ص ۸۶۶ نمبر ۱۳۶۹) الاصلہ (ج ۲ ص ۴۷۲ نمبر ۴۵۲۵)

تبصرہ امینی

آخر شریعت نے بیت المال کی دولت کے حساب کتاب کا حکم دیا ہے یا نہیں؟ تو پھر لوگوں میں برابر تقسیم کرنے اور عدل کرنے کا حکم کیا معنی رکھتا ہے۔ بیت المال کی دولت بھائی بھتیجیوں اور دامادوں کے لئے تو نہیں ہونی چاہیے۔

۳۷۔ ابوسفیان کو عطیہ

ابن ابی الحدید کے مطابق جس دن خلیفہ نے ابوسفیان کو ایک ہزار دینے کا حکم دیا اسی دن پھر دو ہزار مزید دینے کا حکم صادر کیا۔ (۱)

تبصرہ امینی

ابوسفیان کسی قسم کے بخشش کا مستحق نہ تھا، اسے بخشش سے سرفراز کرنا اسلام کی کھلی خلاف ورزی تھی، استیجاب کے مطابق وہ شروع ہی سے منافقوں کا سرغنہ تھا، زمانہ جاہلیت میں زندیق تھا۔ بروز یرموک رومیوں کی شکست پر ہاتھ ملتے دیکھ کر زبیر نے کہا تھا: اس کا ناس ہو جائے کیا ہم رومیوں سے افضل نہیں؟ حضرت علیؑ نے فرمایا تھا کہ تو ہمیشہ اسلام کا دشمن رہا۔ عثمان کو خلافت ملی تو آکر کہا کہ خاندان عدی و تیم کے بعد حکومت جمہیں ملی ہے اسے گیند کی طرح اپنے دائرے میں نہ چاؤ۔ بنی امیہ کے افراد سے اس کی بنیادوں کو مضبوط کر دو کیونکہ یہ حکومت ہے ہم نہیں سمجھتے کہ جنت و جہنم بھی کوئی چیز ہے۔ (۲) تاریخ ابن عساکر میں ہے کہ ابوسفیان عثمان کے پاس آیا (یہ اس وقت کی بات ہے جب ابوسفیان اندھا ہو گیا تھا) پوچھا: یہاں کوئی ہے تو نہیں؟ کہا گیا: نہیں تو دعا مانگی: خدایا! اس حکومت کو جاہلیت کی طرف لوٹا دے اور غاصبانہ طرز حکومت اور امویوں کے افراد سے اس کی بنیادوں کو استوار کر دے۔ یہ اس شخص کا حال

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۶۷ (ج ۱ ص ۱۹۹، خلیفہ ۳) استیجاب ج ۲ ص ۶۹۰ (القسم الرابع ص ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱،

ہے، نہ کبھی اس کو اسلام سے واسطہ رہا نہ کفر سے بے تعلقی۔ کیا ایسا شخص مسلمانوں کے مال سے کچھ پانے کا مستحق ہو سکتا ہے۔

۳۸۔ غنائم افریقہ کی بخشش

اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو غنائم افریقہ کا پانچواں حصہ عطا کر دیا، جو ابو القداء کے مطابق پانچ لاکھ دینار تھا پھر ایران کی غنیمت سے تین لاکھ عطا کیا۔ (۱)

بلاذری کہتے ہیں کہ عثمان نے اکثر علاقوں پر بنی امیہ کو حکمران بنا دیا تھا، اصحاب رسول ﷺ اکثر اسی لئے ان سے خفا تھے، انہوں نے عبداللہ بن سرح کو حکومت مصر کا والی بنا دیا تھا، وہاں کے لوگ اسکے مظالم کی شکایت لے کر آئے تو شکایت کرنے والوں کو عثمان نے مار پیٹا، کچھ لوگوں کو قتل کر دیا وہ لوگ مسجد میں جا کر جم گئے اور نماز کے بعد یہ معاملہ اٹھایا چنانچہ طلحہ اور عاتشہ نے عثمان کی بڑی سرزنش کی، حضرت علیؑ نے بھی فرمایا کہ ان لوگوں کے کہنے کے مطابق ابن ابی سرح کو معزول کر دو۔ یہ آمادہ ہو گئے اور محمد بن ابی بکر کو حکمران بنا دیا اور اس کا شرمناک واقعہ تاریخوں میں موجود ہے کہ کس طرح عثمان نے ابن ابی سرح کو لکھا کہ محمد کے ساتھ جو لوگ جائیں انہیں دردناک موت سے دو چار کر دو اور خود جے رہو، وہ قاصد پکڑا گیا اور لوگ پھر واپس آئے تو عثمان نے خط اور مہر سے انکار کیا معلوم ہوا کہ مروان نے یہ حرکت کی تھی۔ (۲)

تبصرہ امینی

یہ ابن ابی سرح وہی ہے جو فتح مکہ سے پہلے اسلام لایا تھا پھر مرتد اور مشرک ہو گیا، جب فتح مکہ کے بعد رسول ﷺ داخل مکہ ہوئے تو اسے قتل کرنے کا حکم دیا تھا، اس نے عثمان کی پناہ لی، عثمان نے لے کر

۱۔ اسد الغلبہ ج ۳ ص ۱۷۳ (ج ۳ ص ۲۶۰ نمبر ۲۹۷) البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۱۵۲ (ج ۷ ص ۱۷۰ حوادث ج ۲) شرح نج

البلاغہ ابن ابی اللہ ید ج ۱ ص ۶۷ (ج ۱ ص ۱۹۹ خطبہ ۳)

۲۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۲۶

آئے تو رسول خدا دیر تک خاموش رہے کہ کوئی اسے قتل کر دے، بعد میں جب وہ چلا گیا تو ایک انصاری سے آپ نے خاموشی کی وجہ بیان کی اس نے کہا: پھر آپ نے اشارہ کیوں نہ فرمایا، ہم اسے قتل کر دیتے۔ فرمایا: رسول ﷺ کے لئے نظر کی خیانت جائز نہیں۔ (۱) اس کے کفر کی شہادت کے طور پر قرآن میں آیت بھی نازل ہوئی۔ (۲)

۳۹۔ برکت خلیفہ سے بھرے پرے خزانے

اکثر ارباب سیاست اور بڑے لوگوں نے دولت جما کر رکھی تھی، اونچے اونچے محل بنوار کھے تھے۔ یہ سب کچھ اموی حکومت کی برکت تھی جو کتاب خدا اور سنت رسول ﷺ کے برخلاف صرف دنیا پرستی پر استوار تھی، ان کی فہرست دیکھئے:

زبیر بن عوام، ایک گھر کوفہ و مصر میں، ایک مدینہ میں اور بصرہ میں دو گھر تھے، چار بیویاں تھیں جنہیں ترکے میں ایک لاکھ بیس ہزار ایک کو ملا۔ تمام دولت ۵۹۸۰۰۰۰۰ تھی (۳)
طبقات ابن سعد میں ہے کہ زبیر نے مصر و اسکندریہ اور کوفہ میں جائیدادیں خریدی تھیں۔ (۴)

۱۔ سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۲۰ (ج ۳ ص ۱۲۸ حدیث ۴۳۵۹) انساب بلاذری ج ۵ ص ۴۹، المسند رک علیٰ محمد ج ۳ ص ۱۰۰ (ج ۳ ص ۱۰۷) استیعاب ج ۱ ص ۳۸۱ (القم الثانی ص ۹۱۸ نمبر ۱۵۵۳) تفسیر قرطبی ج ۷ ص ۳۰ (ج ۷ ص ۲۸) اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۷۳ (ج ۳ ص ۲۵۹ نمبر ۲۹۷) الاصابہ ج ۲ ص ۳۱۷ (نمبر ۱۱۷۱) تفسیر فتح القدیر شوکانی ج ۲ ص ۱۳۴ (ج ۲ ص ۱۳۱)
۲۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۴۹ تفسیر قرطبی ج ۷ ص ۳۰ (ج ۷ ص ۲۸) تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۳۹۱ (ج ۱ ص ۳۱۲) تفسیر کشاف ج ۱ ص ۳۶۱ (ج ۲ ص ۶۴) تفسیر کبیر ج ۳ ص ۹۶ (ج ۳ ص ۸۴) تفسیر خازن ج ۲ ص ۳۷ (ج ۲ ص ۳۵) تفسیر نسفی مطبوعہ ج ۲ ص ۳۷ تفسیر خازن ج ۲ ص ۳۷ (ج ۳ ص ۱۱۶) تفسیر فتح القدیر شوکانی ج ۲ ص ۱۳۳، ۱۳۵ (ج ۲ ص ۱۳۰) تفسیر طبری (جلد ۵ ص ۷۲۴)

۳۔ صحیح بخاری کتاب الجہاد باب برکتہ الغازی فی ماندہ ج ۵ ص ۲۱ (ج ۳ ص ۱۱۳۸، ۱۱۳۹ حدیث ۲۹۶۱) فتح الباری (ج ۶ ص ۲۳۳) ارشاد الساری (ج ۷ ص ۵۰) عمدة القاری ج ۱۵ ص ۵۳ حدیث ۷۳ (شذرات الذهب ج ۱ ص ۴۳) (ج ۱ ص ۲۰۸ حوادث ۳۶) البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۲۴۹ (ج ۲ ص ۲۷۸ حوادث ۳۵)

۴۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۷۷ (ج ۳ ص ۱۱۰)

ان سے اتنا غلہ آتا تھا کہ مدینہ کے کئی گودام بھر جاتے تھے، مسعودی کے مطابق ہزار گھوڑے، ہزار غلام و ہزار کنیریں تھیں۔ (۱)

طلحہ بن عبید اللہ نے کوفہ میں سر بفلک قصر بنوایا تھا، عراق سے جو غلہ آتا تھا اس کی قیمت ہزار دینار طلائی روزانہ تھی مسرات کے غلے اس سے کہیں زیادہ تھے۔

طلحہ کی بیوی کہتی ہیں کہ ان کے خزانے میں ۲۲۰۰۰۰ تھا، جائیداد اور درختوں کی قیمت ۳۰۰۰۰۰۰۰ تھی، عمرو عاص کہتے تھے کہ طلحہ کی دولت سو گائے کی کھال میں بھر جائے گی۔ بعض روایات میں ہے کہ تین سو گائے کی کھال۔ (۲)

عثمان نے ترکے کا ہمالیائی ڈھیر دیکھ کر کہا تھا کہ ناس ہو جائے اس کا، میں نے اس قدر اسے دولت بخشی پھر بھی وہ میرے خون کا پیاسا تھا۔

عبدالرحمن بن عوف کے پاس ایک ہزار اونٹ ۱۳۰۰۰ بکریاں اور سو گھوڑے تھے جو بیع کی چراگاہ میں چرتے تھے، مقام جرف میں صرف بیس اونٹ آب پاشی کے لئے مخصوص تھے، اس قدر سونا چھوڑا تھا کہ انہیں تقسیم ترکے کے لئے بھالے سے توڑنا پڑا، ان کی چار بیویاں تھیں ہر ایک کو اسی (۸۰) ہزار سکے ملے، ایک عورت کو مرض الموت میں طلاق دی تھی تو اسے تراسی ہزار دینار طلا پر راضی کیا گیا، ایک قصر بنوایا تھا، جس میں سو گھوڑے ایک ہزار اونٹ اور دس ہزار بکریاں تھیں۔ (۳)

سعد بن وقاص نے دولاکھ پچاس ہزار درہم ترکہ چھوڑا، قصر عقیق بڑا شاندار بنوایا تھا۔ (۴) یعلیٰ

۱۔ مروج الذهب ج ۱ ص ۴۳۴ (ج ۲ ص ۳۵۰)

۲۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۵۸ (ج ۳ ص ۲۲۲، ۲۲۱) انساب بلاذری ج ۵ ص ۷، مروج الذهب ج ۱ ص ۴۳۴ (ج ۲ ص ۳۵۰)
(الحق الفرید) (ج ۲ ص ۲۷۹) (ج ۳ ص ۱۲۹) ریاض الصرۃ ج ۲ ص ۲۵۸ (ج ۳ ص ۲۲۸، ۲۲۷) دول الاسلام ذہبی ج ۱ ص ۱۸
(ص ۲۲، ۲۳) خلاصۃ الخزرجی ص ۱۵۲ (ج ۲ ص ۱۲ نمبر ۳۱۹۵)

۳۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۹۶ مطبوعہ لیدن (ج ۳ ص ۱۳۶) مروج الذهب ج ۱ ص ۴۳۴ (ج ۲ ص ۳۵۰) تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۱۶ (ج ۲ ص ۱۷۰) مصنف الصلوۃ ج ۱ ص ۱۳۸ (ج ۱ ص ۳۵۵ نمبر ۸) ریاض الصرۃ ج ۲ ص ۲۹۱ (ج ۳ ص ۲۷۲)

۴۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۰۵ (ج ۳ ص ۱۳۹، ۱۳۸) مروج الذهب ج ۱ ص ۴۳۴ (ج ۲ ص ۳۵۰)

بن امیہ نے پانچ لاکھ دینار طلائی چھوڑا اس کے علاوہ لوگوں پر ان کا بہت زیادہ قرض تھا۔ (۱)
 زیاد بن ثابت جو عثمان کے پکے حمایتی تھے، ان کے سونے کی اینٹوں کو بھالے سے توڑا گیا تو ترکہ تقسیم
 ہوا۔ (۲)

یہ تو تاریخ میں آگیا اس کے علاوہ نہ جانے کتنے سرمایہ دار تھے، جنہیں تاریخ نے تفصیل سے بیان
 نہ کیا، خود عثمان کے پاس جو دولت تھی اس کا اندازہ مشکل ہے، سونے چاندی کے آراستہ شاہانہ لباس پہنتے
 تھے اور اس میں کوئی ہرج نہیں سمجھتے تھے، محمد بن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے عثمان کے پاس سودینار کی ریشمی
 چادر دیکھی، مجھ سے فرمایا: یہ میری بیوی نائلہ کی ہے جو صرف وہی استعمال کرتی ہے۔، ابو عامر بھی کہتے
 ہیں کہ میں نے عثمان کے پاس سودینار کی قیمتی چادر دیکھی تھی۔ (۳)

بلاذری کہتے ہیں کہ عثمان نے بیت المال کے جواہرات لے لئے تو لوگوں نے بڑی لے دے
 بچائی، وہ غصے میں کہنے لگے: یہ خدا کا مال ہے اور میں خدا کا خلیفہ ہوں اس لئے جس طرح چاہوں
 استعمال کروں، حضرت علی نے فرمایا کہ اگر تم نے ایسا کیا تو ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔

ابن سعد (۴) اور مسعودی (۵) کے مطابق عثمان جس دن قتل کئے گئے ان کے خزانے میں
 کروڑوں تھے، ربذہ میں سوانٹ تھے، خیبر اور برادیس میں جو صدقات تھے ان کی قیمت دو لاکھ دینار
 تھی۔ ذہبی (۶) کہتے ہیں کہ سوغلام ترکے میں چھوڑے اس کے علاوہ بہت زیادہ گھوڑے اور اونٹ تھے
 جن افراد پر دل کھول کر فیاضی کی وہ مندرجہ ذیل ہیں:

مروان: ۵۰۰۰۰۰ حکم: ۲۰۰۰۰۰

۱۔ مروج الذهب ج ۱ ص ۳۳۳ (ج ۲ ص ۳۵۱)

۲۔ مروج الذهب ج ۱ ص ۳۳۳ (ج ۲ ص ۳۵۱)

۳۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۲۰ مطبوعہ لیدن (ج ۳ ص ۵۸) انساب بلاذری ص ۳، ۴ (ج ۵ ص ۴۸) استیعاب ج ۲ ص ۴۷۶
 اقسام الرجال ص ۴۲ نمبر ۱۷۷۸

۴۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۵۳ (ج ۳ ص ۷۶، ۷۷)

۵۔ مروج الذهب ج ۱ ص ۳۳۳ (ج ۲ ص ۳۵۰، ۳۳۹) ۶۔ دول الاسلام ج ۱ ص ۱۲ (ص ۱۶)

ابوسفیان: ۲۰۰۰۰۰	ابن ابی سرح: ۱۰۰۰۰۰
حکم کی اولادیں: ۲۰۲۰۰۰۰	مردان: ۲۰۰۰۰۰
طلحہ: ۲۰۰۰۰۰	حارث: ۳۰۰۰۰۰
طلحہ: ۲۲۰۰۰۰۰	عبدالرحمن: ۲۵۶۰۰۰۰
ولید: ۱۰۰۰۰۰	زبیر: ۵۹۸۰۰۰۰
زید بن ثابت: ۱۰۰۰۰۰	عبداللہ: ۳۰۰۰۰۰۰
ابن ابی وقاص: ۲۵۰۰۰۰۰	

خود حضرت عثمان کی دولت کا تخمینہ ۳۰۸۵۰۰۰۰ ہوتا ہے۔

ایک طرف تو عثمان اور ان کے قبیلے کے لوگ نیز ان کے حمایتی دولت میں ڈوبے ہوئے تھے اور دوسری طرف تمام اہل اسلام کی غربت اس حد کو پہنچی ہوئی تھی کہ زندگی کی بنیادی ضرورتیں بھی میسر نہ تھیں۔ کیا ان عطایا کی کوئی توجیہ کی جاسکتی ہے؟

۴۰۔ خلیفہ اور شجرہ ملعونہ

بنی امیہ کی فرد خلیفہ اپنے خاندان کی محبت میں بری طرح گرفتار تھے جب کہ قرآن میں اسے شجرہ ملعونہ کہا گیا ہے وہ بنی امیہ کے افراد کو دوسروں پر فضیلت دیتے اور ان کے مفادات کی فکر میں ابتدائے خلافت ہی سے جھٹلاتے، یہ بات اس قدر معروف تھی کہ خود عمر نے ابن عباس سے کہا تھا کہ اگر میں عثمان کو خلیفہ بنادوں تو وہ بنی امیہ کو لوگوں کی گردن پر مسلط کر دے گا، اور اگر اس نے ایسا کیا تو لوگ اسے قتل کر دیں گے۔ (۱)

آثار ابو یوسف میں (۲) ابو حنیفہ کی اس مفہوم پر مشتمل روایت ہے انہوں نے عثمان سے وصیت کی

۱۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۱۶،

۲۔ آثار ابو یوسف ص ۲۱۷ (ص ۲۱۷ باب ۳۳ حدیث ۹۶۰)

تھی کہ اگر خلیفہ ہو جاؤ تو خدا سے ڈرنا اور لوگوں کی گردن پر بنی امیہ کو مسلط نہ کر دینا۔ (۱) اسی وصیت کی بنیاد پر طلحہ وزبیر نے احتجاج کیا تھا کہ عمر نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ بنی امیہ کو مسلط نہ کرنا۔ یہ سن کر ان کی بولتی بند ہو گئی تھی۔ (۲)

ان کی تمام تر مساعی اس پر مرکوز تھی کہ تمام بلاد اسلام پر امویوں کا اقتدار مستحکم ہو جائے لیکن تقدیر نے اس کے برخلاف جرم کیا، آج امویوں کے نام لیوا جاہلانہ ان کے آثار سرمایہ نازش ہیں، خلیفہ نے دلیرانہ طریقے سے ابوسفیان کے مشورے کے پیش نظر خلافت کو گیند کی طرح اچھالا، حساس شہروں میں امویوں کو مسلط کر دیا جو دوسرا دستگرد ظالم تھے۔ (۳)

ابو عمر کا بیان ہے کہ شہابی بن خالد عثمان کے پاس آکر بولا: اے گروہ قریش! کیا تمہارے خاندان میں کوئی بچہ بھی نہیں ہے جسے اوپر اٹھاؤ، کوئی محتاج نہیں جسے دولت مند بناؤ کوئی گناہ نہیں جسے بام شہرت پر پہنچاؤ، آخر تم نے عراق کو اس اشعری (ابوموسیٰ اشعری) کے حوالے کیوں کر دیا۔ عثمان نے پوچھا: پھر کون مناسب رہے گا؟ لوگوں نے عبداللہ بن عامر کا نام پیش کیا جس کی عمر سولہ سال تھی، اسی کو عراق کا حکمران بنادیا، یہی چھوکرے تمام شہروں پر مسلط ہو گئے، انہیں اپنے کردار و گفتار کی کوئی پرواہ نہ تھی نہ خلیفہ ان کے خلاف کسی شکایت پر کان دھرتے تھے، رسول اکرم ﷺ نے انہیں چھوکرے کے متعلق پیشین گوئی فرمائی تھی کہ بلاشبہ میری امت کی جاہی قریش کے احق چھوکرے کے ہاتھوں ہوگی۔ کعب بن عجرہ سے کہا کہ خدا تمہیں احق حکمرانوں سے بچائے۔ پوچھا: احق چھوکرے کون؟ فرمایا: یہ حکمران میرے بعد ہوں گے ان میں میری سیرت کی ذرا بھی بوباس نہ ہوگی۔ (۴)

آپ نے مجمع سے بھی خطاب فرمایا کہ میرے بعد ایسے احق جھوٹے و ستم پیشہ حکمران ہوں گے جو

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۲۴۷ (ج ۳ ص ۳۳۰) انساب بلاذری ج ۵ ص ۱۶ ریاض الصغریٰ ج ۲ ص ۷۶ (ج ۲ ص ۳۵۶)

۲۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۳۰

۳۔ استیعاب (القسم الثانی ص ۶۹۳ نمبر ۱۱۵۵)

۴۔ مجمع بخاری کتاب الفتن ج ۱ ص ۱۴۶ (ج ۳ ص ۱۳۱۹ حدیث ۳۴۱۰، ج ۶ ص ۳۵۸۹) المسد رک علیٰ التحسین ج ۳ ص ۴۷۰

(ج ۳ ص ۵۱۷ حدیث ۸۴۵۰)

ان کی تائید کرے وہ مجھ سے نہیں، جس نے ان کے مظالم کو سراہا وہ میرا ماننے والا نہیں۔ میرے بعد ایسے حکمران ہوں گے جو کہیں گے وہ کریں گے نہیں، ان کی سیرت اسلام کے خلاف ہوگی۔ (۱)

جی ہاں! عثمان نے یہ سب جانتے ہوئے بھی ان چھوکروں کے حوالے حکومت کی جب کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ جو شخص مسلمانوں پر ایسے حکمران بنائے جو کمتر ہو اور یہ جانتا ہو کہ اس سے بہتر موجود ہے تو اس نے مسلمانوں کے ساتھ خیانت کی۔ (۲)

اس طرح بنی امیہ کا زمانہ امت محمد ﷺ کی جاہی کا زمانہ کہنا چاہئے فتنوں سے بھرپور ان کا زمانہ ایسے فرماں رواؤں سے بھرا تھا، جو چھپکلی کے بچے، لعنت زدہ، اور تباہ کار تھے، خلیفہ کی ہر وقت خواہش تھی کہ دنیا ہی میں آخرت بھی انہیں کے حوالے کر دیں، ایک بار اصحاب کے مجمع سے کہا: جس میں عمار بھی تھے کہ میں تم سے ایک بات پوچھوں صحیح صحیح جواب دینا، کیا تم نہیں جانتے کہ رسول خدا ﷺ قریش کو تمام لوگوں پر اور بنی ہاشم کو قریش پر ترجیح دیتے تھے؟ سبھی خاموش رہے تو کہا کہ اگر جنت کی کنجیاں میرے ہاتھ میں دی جائیں تو میں بنی امیہ کے حوالے کر دوں تاکہ آخری فرد بھی جنت میں داخل ہو جائے۔ (اس کے تمام اسناد صحیح و موثق ہیں) (۳)

۳۱۔ خلیفہ نے ابوذر کو ربذہ جلا وطن کیا

بلاذری کی روایت ہے کہ جب عثمان نے حکم کے بیٹے مروان و حارث اور زید بن ثابت کو لاکھوں درہم دے ڈالے تو ابوذر نے یہ آیت پڑی ﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ﴾ ”جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر رہے ہیں اور اس کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔“ (۴)

۱۔ تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۰۷ (نمبر ۵۰۰) ج ۵ ص ۳۶۲ (نمبر ۲۸۸۶) مسند احمد ج ۱ ص ۴۵۶، ج ۳ ص ۲۶۷ (ج ۲ ص ۴۱)

حدیث ۴۳۵۰، ج ۵ ص ۳۳۳ حدیث ۱۷۸۸۹

۳۔ مسند احمد ج ۱ ص ۶۲ (ج ۱ ص ۱۰۰ حدیث ۴۴۱)

۲۔ سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۱۸، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۱۱

۴۔ (سورہ توبہ ۳۴)

مردان نے یہ خبر عثمان کو دی، انہوں نے آدمی بھیج کر ابوذر کو بلوایا اور کہا کہ مجھے تمہارے متعلق ایسی باتیں معلوم ہوئی ہیں، تم اس سے باز آ جاؤ، ابوذر نے عثمان سے کہا: مجھے آیات قرآنی پڑھنے سے منع کرتے ہو ہم تو ایسے لوگوں کی مذمت میں آیات پڑھ رہے ہیں جو احکام خدا کو نظر انداز کر رہے ہیں، بخدا خوشنودی خدا عثمان کے غصے میں ہے تو مجھے انتہائی محبوب ہے، میں عثمان کی خوشنودی کے لئے خدا کو ناراض نہ کروں گا۔ عثمان کو یہ سن کر بڑا غصہ آیا اور دل میں کینہ رکھ لیا، ایک دن لوگوں کے جمع میں پوچھا: کیا امام کے لئے یہ جائز نہیں کہ بیت المال سے کچھ لے لے پھر جب وہ مالدار ہو جائے تو واپس کر دے، کعب الاحبار نے کہا: کوئی حرج نہیں، ابوذر نے ڈپٹ پلائی: اے یہودی کے بچے! تو مجھے دین کی تعلیم دے رہا ہے، عثمان نے مداخلت کی اور کہا کہ تم میرے دوستوں کو بہت زیادہ پریشان کر رہے ہو تم کسی سرحدی مقام یعنی شام چلے جاؤ، اتنے میں حج کے ایام آ گئے اور ابوذر نے اجازت مانگی کہ مجھے جوار قبر رسول پر رہنے دو عثمان نے اجازت دے دی، سرحدی مقام شام جانے کی وجہ بھی یہ تھی کہ لوگ فلک بوس عمارتیں بنا رہے تھے، عثمان نے کہا کہ میں نے رسول ﷺ سے سنا ہے کہ جب فلک بوس عمارتیں بننے لگیں تو وہاں سے الگ ہو جاؤ، مجھے شام جانے دو تا کہ وہاں راہ خدا میں جہاد کروں، شام میں معاویہ کی غلط حرکتوں پر تنقید کرنے لگے، معاویہ نے انہیں تین سو دینار طلائی بھیجے۔ ابوذر نے کہا کہ اگر اس سال کا حق ہے تو میں لے لوں گا اور اگر بخشش و انعام ہے تو مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ (۱) حبیب بن مسلمہ فہری نے دو سو دینار بھیجے تو ابوذر نے کہا: کیا مجھ سے زیادہ غریب یہاں کوئی نہ تھا یہ کہہ کے واپس کر دیا۔ معاویہ نے دمشق میں سبز محل بنوایا، ابوذر نے کہا: اگر یہ مسلمانوں کے مال سے بنوایا ہے تو خیانت کی ہے اور اگر اپنے مال سے بنوایا ہے تو اسراف کیا ہے، معاویہ خاموش ہو گیا، ابوذر کہتے رہے: بخدا اب ناپسند امور دیکھنے میں آرہے ہیں، یہ سب کتاب خدا و سنت رسول ﷺ کی مخالفت ہے، بخدا حق کو ضائع کیا جا رہا ہے، باطل زندہ کیا جا رہا ہے سچ کو جھٹلایا جا رہا ہے، کرداروں میں پرہیزگاری کا کوئی خیال نہیں، نیک لوگوں کے حقوق غصب کئے جا رہے ہیں۔ حبیب بن مسلم نے معاویہ سے کہا کہ ابوذر شام کو

برباد کر دیں گے، اگر تمہیں اس کی ضرورت ہے تو جلد شامیوں کی خبر لو، معاذیہ نے عثمان کو خط لکھا تو عثمان نے جواب دیا کہ انہیں سرکش سواری پر بٹھا کر سنگلاخ راستوں سے میرے پاس بھیج دو، جب ابوذر مدینہ آئے تو عثمان سے کہا کہ تم نے چھو کروں کو حکومت دے دی ہے، قوی چراگا ہیں اپنی ملکیت بنالی ہیں، غلام بچوں کو مقرب بنالیا ہے، عثمان نے کہا کہ جہاں تمہارا جی چاہے چلے جاؤ، ابوذر نے پوچھا: مکہ جاؤں؟ کہا: نہیں، پوچھا: بیت المقدس جاؤں۔ کہا: نہیں۔ پوچھا: بصرہ یا کوفہ جاؤں۔ کہا: نہیں، میں تمہیں ربذہ جلاوطن کروں گا، ابوذر وہیں رہے یہاں تک کہ انتقال کیا۔ (۱)

محمد بن سمان کا بیان ہے کہ میں نے عثمان سے کہا کہ ابوذر کہتے ہیں کہ آپ ہی نے انہیں ربذہ جلاوطن کیا ہے۔ جواب دیا کہ تعجب ہے، ایسا کیسے ہو سکتا ہے، میں ان کی سبقت اسلامی سے واقف ہوں، وہ تمام صحابہ میں معزز ترین ہیں۔ اور کمیل بن زیاد کہتے ہیں کہ جب ابوذر کو شام جلاوطن کیا تو میں مدینہ ہی میں تھا اور جب ایک سال بعد ربذہ جلاوطن کیا گیا تو بھی مدینہ ہی میں تھا۔

قتادہ کا بیان ہے کہ ابوذر کی بات پر عثمان نے انہیں جھٹلایا تو ابوذر نے کہا کہ میں سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ کوئی مجھے جھٹلائے گا جب کہ میرے بارے میں رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ ابوذر سے زیادہ سچے انسان پر آسمان وزمین نے سایہ نہیں کیا جب انہیں ربذہ جلاوطن کیا گیا تو فرمایا کہ حق گوئی نے میرا ایک بھی دوست باقی نہ رکھا، نیز فرمایا کہ ہجرت مدینہ رسول ﷺ کے بعد مجھے صحرائین پر مجبور کیا گیا۔ قتادہ کا یہ بھی بیان ہے کہ ابوذر کو رخصت کرنے کے لئے حضرت علیؑ شہر کے باہر تک تشریف لے گئے۔ مروان نے آپ کو روکا حضرت نے اس کی پیٹھ پر تازیانہ مارا، اس سلسلے میں عثمان کی کونائپسند کیا اور پھر بیچ بچاؤ کیا گیا، یہ بھی روایت ہے کہ عثمان کو ابوذر کے انتقال کی خبر ملی تو کہا: خدا ان پر رحمت نازل کرے۔ عمار یاسر نے بھی کہا کہ خدا ہم سب کی طرف سے بھی رحمت نازل کرے، عثمان نے انہیں گالی دے کر کہا کہ کیا تم مجھے ہو کہ میں ابوذر کو جلاوطن کر کے شرمندہ ہوں۔؟

ابن خراش کہتے ہیں کہ میں نے ابوذر کو ایک جھونپڑی میں دیکھا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے اس

قدر برائیوں سے روکا کہ میرے حق گوئی نے ایک بھی دوست باقی نہ رکھا۔ ابراہیم تمبی کا بیان ہے کہ میرے باپ نے ابوذر سے پوچھا کہ آپ ربذہ جلاوطن کیوں کئے گئے؟ فرمایا: خیر خواہی اور عثمان اور معاویہ کو نصیحت کرنے کی وجہ سے بشر بن حوشب فزاری کا بیان ہے کہ میرے باپ نے کہا کہ میرے عیال شربہ میں تھے میں اپنی چند بکریاں وہاں سے مدینہ لارہا تھا ربذہ یہو نچا تو وہاں ایک بوڑھے کو دیکھا جس کے تمام بال سفید ہو چکے تھے ایک جمو پڑی میں چند بکریوں کے ساتھ قیام پذیر تھا، لوگوں سے پوچھا: یہ کون ہے؟ کہا گیا: صحابی رسول ﷺ ”ابوذر“ ہیں۔ میں نے پوچھا: آپ کا قبیلہ یہاں تو نہیں رہتا آپ یہاں کیسے ہیں؟ فرمایا: زبردستی مجھے یہاں جلاوطن کیا گیا ہے۔ بشر کا بیان ہے کہ میں نے یہ بات سعید بن مسیب سے کہی تو انہوں نے انکار کیا کہ عثمان نے انہیں جلاوطن نہیں کیا ہے بلکہ وہ خود یہاں قیام کے خواہشمند تھے اور صحیح بخاری میں زید بن وہب کا بیان ہے کہ ربذہ میں ابوذر سے پوچھا کہ آپ یہاں کیوں جلاوطن کئے گئے؟ فرمایا: میں نے معاویہ کی سرمایہ پرستی کے خلاف آیات قرآنی کی تلاوت کی، جو لوگ سونے چاندی جمع کرتے ہیں انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔ وہ کہنے لگا کہ یہ یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ میں نے کہا: یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور مسلمانوں کے بارے میں بھی اس نے عثمان سے میری شکایت لکھ ماری، انہوں نے مجھے مدینہ بلایا لوگ مجھے دیکھنے کے لئے اس قدر امنڈ پڑے جیسے انہوں نے مجھے کبھی دیکھا ہی نہ تھا، انہوں نے کہا: اگر اگر چاہو تو مجھ سے علیحدہ رہو اور میرے شہر کے نزدیک رہو، یہی وجہ ہے کہ مجھے یہاں رہنا پڑ رہا ہے۔ لوگوں نے ابوذر سے کہا کہ آپ کا اسی میں انتقال۔ (۱) ہو جائے گا، ابوذر نے جواب دیا: افسوس ہرگز نہیں، پھر آپ نے ربذہ جلا وطنی اور وہاں غریب کی موت وغیرہ کی پیشین گوئی کو دہرایا، عثمان کے پاس جا کر فرمایا کہ میں نے حدیث رسول ﷺ سنی ہے کہ جب ابوالعاص کے فرزند بیس تک پہنچ جائیں گے تو بندگان کو غلام اور مال خدا کو ذاتی ملکیت سمجھیں گے اسی دن عبدالرحمن بن عوف کا ترکہ میراث کی تقسیم کے لئے عثمان کے پاس لایا گیا تھا، دولت کا ڈھیر اس قدر ہو گیا تھا کہ ادھر کا آدمی ادھر سے دکھائی نہیں

دیتا تھا۔ عثمان نے کہا: میں عبدالرحمن کے حق میں خیر و بھلائی ہی کی توقع رکھتا ہوں، انہوں نے صدقہ دیا مہمان نوازی کی اور پھر اتنا مال بھی چھوڑا جو تم لوگ دیکھ رہے ہو، کعب نے کہا: امیر المومنین نے سچ فرمایا ابو ذر نے یہ سن کر کعب کے سر پر ڈنڈا گھسیٹ مارا اور اس کی اذیت کی پرواہ کئے بغیر دھاڑے اے یہودی کے بچے! جس شخص نے اتنا مال چھوڑا ہے اس کے متعلق تو دنیا و آخرت کی بھلائی کا متوقع ہے، میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے کہ مجھے یہی پسند ہے کہ مردوں تو ایک پھوٹی کوڑی بھی نہ چھوڑوں۔ عثمان نے کہا: میرے سامنے سے دور ہو جاؤ، ابو ذر نے کہا: مکہ چلا جاؤں کہا: ہرگز نہیں۔ ابو ذر نے کہا: مجھے خانہ خدا میں آخر دم تک عبادت کرتے رہنے سے روک رہے ہو؟ کہا: ہاں خدا کی قسم تمہیں وہاں نہیں جانے دوں گا پوچھا: تو پھر شام چلا جاؤں۔ کہا: بخدا وہاں بھی نہیں، پھر پوچھا: بصرہ جاؤں۔ کہا: نہیں میں تمہیں ربذہ جلا وطن کر دوں گا۔ ابو ذر نے کہا: اللہ اکبر رسول خدا نے سچ فرمایا تھا۔ مجھے ان تمام باتوں کی پہلے ہی خبر دے چکے ہیں۔ عثمان نے پوچھا: کیا خبر دے چکے ہیں؟ فرمایا: مجھے مدینہ و مکہ میں جانے نہیں دیا جائے گا، میری موت ربذہ میں ہوگی اور عراق سے حجاز جاتے ہوئے قافلے کے لوگ میری تجھیز و تکفین کریں گے۔

ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ لوگوں کی بھینٹ اس لئے جمع ہو گئی تھی کہ وہ شام سے واپس آنے کا حال ابو ذر سے پوچھ رہے تھے، جس طرح معاویہ کو خوف دامنگیر ہوا تھا، ویسا ہی خوف عثمان کو ہوا، عثمان کے قول کی تشریح میں ”چاہو تو میرے شہر کے نزدیک رہو۔“ ابو ذر نے کہا: خدا کی قسم! میں لوگوں کو برائیوں سے روکنے سے باز نہیں آؤں گا۔ (۱)

مسعودی نے واقعہ ابو ذر یوں لکھا ہے کہ ایک دن عثمان کی بزم میں ابو ذر بھی موجود تھے، عثمان نے کہا: تم لوگوں کا کیا خیال ہے، اگر کوئی شخص زکوٰۃ دے تو اس کے مال میں دوسرا کوئی حق باقی رہ جاتا ہے، کعب نے کہا: نہیں اے امیر المومنین! ابو ذر نے کعب کے سینہ پر گھونسا مار کر کہا: اے یہودی کے بچے! تم نے جھوٹ کہا، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿إِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ قُلُوبُ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ﴾ ”نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے پر رب یا بچہم کی طرف کرلو۔“ (۲)

عثمان نے کہا: کیا تم اس میں عیب دیکھتے ہو کہ ہم بیت المال سے کچھ مال لے کر اپنے کار گزاروں کو بخش دیں، کعب نے کہا: اس میں کوئی ہرج نہیں، ابوذر نے عصا اس کے سینے پر مار کر کہا: تو دین کے معاملے میں کس قدر گستاخ ہو گیا ہے، عثمان دھاڑے: تم مجھے بہت زیادہ اذیت دینے لگے ہو، میرے سامنے سے دور ہو جاؤ، اور انہیں شام جلا وطن کر دیا، وہاں سے معاویہ نے عثمان کو خط لکھا کہ ابوذر یہاں معاشرے میں فساد پھیلا رہے ہیں، اگر آپ کو شام اپنے قبضہ میں رکھنا ہے تو انہیں اپنے پاس بلا لیجئے، عثمان نے جواب دیا کہ انہیں سرکش سواری پر بٹھا کر روانہ کر دو۔

عثمان نے ابوذر کو جلا وطن کرنے کے لئے ایک اونٹ بھیجا جس پر اپنی بیوی یا بیٹی کو سوار کر کے ربذہ کی طرف تشریف لے گئے، جب مدینہ سے نکلنے لگے تو رخصت کرنے کے لئے حضرت علیؓ، امام حسنؓ، امام حسینؓ، عقیل اور عبد اللہ بن جعفر و عمار آئے مروان نے اس پر اعتراض کیا کہ امیر المومنین نے منع کیا ہے کہ کوئی ابوذر کو الوداع کہنے نہ نکلے، میرا کام تھا حکومت کے آڈر سے باخبر کر دینا۔ یہ سن کر حضرت علیؓ نے مروان کی سواری کے دونوں کانوں کے درمیان کوڑا مار کر کہا: دور ہو جا! خدا تجھے واصل جہنم کرے پھر آپ وداع کر کے پلٹنے لگے تو ابوذر نے کہا: اے اہلبیت! خدا تم پر رحمت نازل کرے، اے ابوالحسن! میں آپ کو اور آپ کے بچوں کو دیکھتا ہوں تو رسول خدا ﷺ یاد آ جاتے ہیں۔ مروان نے عثمان سے حضرت علیؓ کی شکایت کی تو عثمان نے لوگوں سے کہا کہ اب کوئی علیؓ کی کیا صفائی دے سکتا ہے انہوں نے میرے پیغام پر کوئی پرواہ نہ کی اور اس کے ساتھ برابر تاؤ کیا، خدا کی قسم میں اس کا بدلہ ضرور لوں گا، جب حضرت علیؓ ابوذر کو ربذہ پہنچا کر واپس آئے تو لوگوں نے آپ سے کہا کہ عثمان آپ پر برہم ہیں، کیونکہ آپ ابوذر کو الوداع کہنے گئے تھے۔ حضرت نے فرمایا: سواری کا غصہ لجام پر؟

پھر آپ شب میں عثمان سے ملنے گئے عثمان نے کہا: کیا میں نے آپ کو ابوذر کی مشایعت سے منع نہیں کیا تھا؟ حضرت نے فرمایا: کیا میں تمہارا ہر صحیح و غلط مان لیا کروں؟ واللہ مجھ سے یہ ہرگز نہ ہوگا۔ عثمان نے کہا: آپ نے مروان کو گالی دی ہے اور اس کی سواری پر تازیانہ مارا ہے؟ فرمایا: تو یہ میری سواری موجود ہے وہ بھی تازیانہ مارے لیکن اگر اس نے مجھے گالی دی تو میں اس کا منہ توڑ دوں گا۔ عثمان

نے کہا: وہ گالی کیوں نہ دے گا آپ نے بھی تو اسے گالی دی ہے۔ آپ میری نگاہ میں اس سے افضل نہیں ہیں۔ حضرت علیؓ کو غصہ آ گیا تم اب یہ بکواس کرنے لگے مجھ سے مروان کا مقابلہ کرتے ہو، خدا کی قسم میں تم سے بھی افضل ہوں میرا باپ تمہارے باپ سے افضل تھا، میری ماں تمہاری ماں سے افضل تھی، یہ سن کر عثمان غصے میں بھوت ہو گئے اور گھر کے اندر چلے گئے، حضرت علیؓ بھی گھر چلے آئے، آپ نے لوگوں سے فرمایا: بخدا میں نے ابوذر کو خدا کے لئے الوداع کہا تھا۔ (۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: ابوذر کا مرتبہ ایمان و حق انتہائی بلند و استوار تھا۔ ان کا علم و دانش، صداقت و زہد اور بغض فی اللہ رسول خدا ﷺ خراج تحسین وصول کر چکا تھا، ان کی توحید کے متعلق طبقات بن سعد میں ہے کہ ابوذر فرماتے تھے کہ میں مسلمان ہونے کے تین سال قبل نماز پڑھا کرتا تھا، عبد اللہ بن صامت نے پوچھا کہ کس کے لئے نماز پڑھتے تھے، کہا: خدا کے لئے، پوچھا: تمہارا رخ کدھر ہوتا تھا۔ فرمایا: جدھر خدا رخ کر دیتا تھا ابو معشر نجج کے طریقے سے نقل ہوا ہے کہ ابوذر جاہلیت میں خدا پرست تھے اور لا الہ الا اللہ کہتے تھے جنوں کی پرستش نہیں کرتے تھے بعثت کے بعد ایک شخص نے ان سے کہا کہ مکہ میں ایک شخص نے وہی اعلان کیا ہے جو تم کہتے ہو ان کا گمان ہے کہ وہ پیغمبر ہے پھر اس کے بعد اسلام لانے کا واقعہ نقل کیا ہے۔ ان کی خدا پرستی کا حال حلیۃ ابو نعیم، مصنفہ صفوہ ابن جوزی، صحیح مسلم، مستدرک حاکم، استیعاب میں موجود ہے۔ (۲)

۲۔ طبقات بن سعد میں ہے کہ ابوذر تیسرے یا چوتھے پانچویں شخص اسلام لانے والوں میں تھے۔ (۳)

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۶۱، ۱۶۲ (ج ۳ ص ۲۲۲، ۲۲۳)

۲۔ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۵۷، السیرۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۳۳۲ (ج ۳ ص ۳۸۵ حدیث ۵۴۵۹) استیعاب ج ۱ ص ۸۳، ج ۲ ص ۶۶۳ (القسم الاول ص ۲۵۲ نمبر ۳۳۹، القسم الرابع ص ۱۶۵۳ نمبر ۲۹۳۳) صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۵۳ (ج ۲ ص ۷۲ حدیث ۱۳۲۲) ب فضائل الصحابہ (ص ۷۶) صفوۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۲۲۸ (ج ۱ ص ۵۸۵ نمبر ۶۱)

۳۔ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۵۷ (ج ۳ ص ۳۸۵ حدیث ۵۴۵۹) استیعاب ج ۱ ص ۸۳ ج ۲ ص ۶۶۳ (القسم الاول ص ۲۵۲ نمبر ۳۳۹، القسم الرابع ص ۱۶۵۳ نمبر ۲۹۳۳) اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۸۶ (ج ۱ ص ۳۵۷ نمبر ۸۰۰) شرح جامع الصغیر منادی ج ۵ ص ۴۲۳، الاصابہ ج ۳ ص ۶۳ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۶۱ (ج ۳ ص ۲۲۳)

طبقات ابن سعد میں ابو ذر کا بیان ہے کہ میں اولین شخص ہوں کہ رسول پر صلوات پڑھی تو رسولؐ نے مجھ پر صلوات پڑھی۔ (۱)

ابن سعد، بخاری اور مسلم نے بطریق ابن عباس روایت کی ہے کہ جب ابو ذر کو معلوم ہوا کہ مکے میں ایک شخص نے دعویٰ رسالت کیا ہے تو اپنے بھائی کو بھیجا کہ وہاں کے حالات معلوم کر کے آئے انہوں نے واپس جا کر بتایا کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے اور اچھے اخلاق کی تعلیم دیتا ہے۔ ابو ذر نے کہا: تم نے میرے درد کی دوا نہ کی اور کچھ سامان سفر لے کر مکہ تشریف لائے اپنے کو ظاہر نہ کیا کہ کہیں لوگ ان کے مقصد سے واقف نہ ہو جائیں، جب رسول ﷺ سے ملاقات نہ ہوئی تو گوشہ مسجد میں رات گزاری، صبح ہوئی تو حضرت علیؓ آئے، پوچھا: تم کون ہو؟ جواب دیا: قبیلہ غفار کی فرد ہوں۔ فرمایا: میرے ساتھ آؤ، راستے میں کسی نے کچھ بات نہ کی، دوسرے دن بھی ابو ذر سے رسول ﷺ کی ملاقات نہ ہوئی، وہ نہیں چاہتے تھے کہ کسی کو ان کا بعید معلوم ہو، وہ رات میں سو رہے، صبح کو حضرت علیؓ آئے اور فرمایا: کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ اپنی منزلت پہچانو پھر انہیں لے گئے، راستے میں کسی نے کچھ بات نہ کی، تیسرے دن ابو ذر نے علیؓ سے بیان لیا کہ میرے دل کا راز فاش تو نہ کیجئے گا۔ علیؓ نے فرمایا: ہاں! پوچھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک شخص نے یہاں دعویٰ نبوت کیا ہے، میں نے اپنے بھائی کو بھیجا تھا اس نے تسکین بخش جواب نہ دیا، اسلئے خود ان سے ملاقات کرنے آیا ہوں، حضرت علیؓ نے فرمایا: کل میرے ہمراہ چلنا اگر کہیں خطرہ محسوس کروں گا تو ذرا جھک کر اشارے سے تمہیں مطلع کر دوں گا تم میرے پیچھے پیچھے چلتے رہنا، اس طرح ابو ذر نے رسول ﷺ سے ملاقات کی اور آپ کے ارشادات سن کر اسی وقت مسلمان ہو گئے اور رسول خدا ﷺ سے پوچھا: آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: اپنے قبیلہ میں واپس جاؤ۔

ابو ذر نے قسم کھا کر کہا کہ جب تک اپنے اسلام کا مسجد الحرام میں اعلان نہ کر دوں گا واپس نہ جاؤں

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۶۱ (ج ۳ ص ۲۲۱) صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۵۵، ۱۵۴ (ج ۵ ص ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷ حدیث ۱۳۲ کتاب فضائل الصحابہ)
 حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۵۹، ۱۵۸ (تیسرا ج ۲ ص ۲۶۲) (الشمس الرابع ص ۱۶۵۲ نمبر ۲۹۴۳)

کا، مسجد الحرام میں بلند آواز سے کلمہ پڑھا، مشرکوں نے چلاتے ہوئے کہا اس نے اپنا دین بدل دیا ہے ان پر ٹوٹ پڑے، انہیں اتنا مارا کہ بے ہوش ہو گئے، عباس نے قریش کو سمجھایا کہ تم لوگ تجارت کرتے ہو اور یہ غفاری قبیلہ کا آدمی ہے اگر اس کی موت ہو گئی تو اس کا قبیلہ تم کو صحیح سلامت سفر نہ کرنے دے گا، یہ سن کر لوگوں نے چھوڑ دیا، دوسرے دن پھر ابو ذر نے علانیہ کلمہ پڑھا اور لوگوں نے پیٹا۔ (۱)

علمی حیثیت

ابن سعد نے طبقات کبریٰ میں بطریق زاذان نقل کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے ابو ذر کے متعلق فرمایا کہ وہ علم سے بھرے پڑے تھے، بڑے محتاط اور دین کے حریص نیز علم کے حریص تھے۔ (۲)

ابو عمر کہتے ہیں: وہ مفید اور شاندار علم سے بھرے پڑے تھے، زہد و ورع اور حق بات کے دہنی تھے، حضرت علیؑ سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ وہ شخص اس قدر علم سے بھرا پڑا تھا کہ دوسرے اس کے حصول سے عاجز رہے، پھر اس نے علم کو محفوظ بھی کر لیا، ذرا بھی اپنے قلب و دماغ سے نہ نکلنے دیا۔ (۳)

طبرانی و حاکمی نے امالی میں ابو ذر سے نقل کیا ہے: خدا نے جو کچھ جبریل و میکائیل کے ذریعہ سینہ رسول ﷺ میں انا دیلا وہ سب میرے سینے میں رسول ﷺ نے انا دیل دیا۔ (۴)

ابو نعیم نے حلیہ میں لکھا ہے کہ ابو ذر دنیا پر لات مارنے والے عبادت گزار تھے، منفرد، قناعت پسند

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۶۵، ۱۶۶ (ج ۳ ص ۲۲۵، ۲۲۶) صحیح بخاری کتاب الناقب باب اسلام ابو ذر ج ۶ ص ۲۴ (ج ۳ ص ۱۲۹۳ حدیث ۳۳۲۸) صحیح مسلم کتاب الناقب ج ۷ ص ۱۵۶ (ج ۵ ص ۷۶ حدیث ۱۳۲) دلائل النبوة ابو نعیم ج ۲ ص ۸۶ (ج ۱ ص ۳۳۶ حدیث ۱۹۷) حلیہ الایام ج ۱ ص ۱۵۹ الحدیث رک علی النعمین ج ۳ ص ۳۲۸ (ج ۳ ص ۳۸۲ حدیث ۵۳۵۶) استیعاب ج ۲ ص ۶۶۳ (القسم الرابع ص ۱۶۵۳ نمبر ۲۹۳۳)

۲۔ طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۱۷۰ (ج ۳ ص ۲۳۲)

۳۔ استیعاب ج ۱ ص ۶۶۳ (القسم الاول ص ۲۵۵ نمبر ۳۳۹ القسم الرابع ص ۱۶۵۵ نمبر ۲۹۳۳) اسد اللہ ج ۵ ص ۱۸۶ (ج ۶ ص ۱۰۱ نمبر ۵۸۶) شرح جامع الصغیر متاوی ج ۵ ص ۴۲۳، الاصل ج ۲ ص ۶۴

۴۔ امالی حاکمی (ص ۱۰۱، ۱۰۰، ۱۰۱ حدیث ۶۰) المعجم الکبیر ج ۲ ص ۱۳۹ حدیث ۱۶۲۳ مجمع الروا ک ج ۹ ص ۱۳۳۰ الاصل ج ۳ ص ۳۸۳

چوتھائی اسلام اور اسلام سے قبل ہی بتوں سے کنارہ کش تھے، قبل بعثت عبادت خدا کرتے تھے، سب سے پہلے رسول ﷺ کو سلام تحفہ بھیجا، حق کے معاملے میں کسی ملامت کی پرواہ نہ کی، امراء و حکام سے ذرا نہیں ڈرے، علم و باوقار کے پہلے متکلم تھے، مصائب و آلام میں ثابت قدم رہے، وصیتوں اور عہدوں کا تحفظ کیا، مصائب میں صبر کیا، لوگوں سے گھٹنے ملنے میں خود داری کی یہاں تک کہ دوسری دنیا کا رخت سفر باندھ لیا۔ (۱)

جی ہاں! ابوذر غفاری نے خدمت رسول ﷺ کی، اصول سکھے اور فضول و مہملات کو چھوڑ دیا۔ آگے لکھتے ہیں: شیخ فرماتے ہیں کہ ابوذر ہمیشہ رسول ﷺ سے وابستہ رہے، علم و دانش کے حصول میں بڑے حریص تھے اور مفید باتوں کے قیام سے مانوس تھے، انہوں نے رسول سے اصول و فروع حاصل کئے، ایمان و احسان اور دیدار الہی کے متعلق پوچھا: خدا کے محبوب ترین کلام کے متعلق پوچھا، یہ بھی پوچھا کہ لیلۃ القدر انبیاء کے بعد اٹھائی گئی یا ابھی باقی ہے؟ انہوں نے ہر چیز پوچھ لی یہاں تک کہ نماز میں سنگ ریزہ کا مس کرنے کے متعلق مسئلہ بھی پوچھ لیا پھر ابولیلی نے ابوذر سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول سے سنگ ریزے کے مس کرنے کے متعلق پوچھا، فرمایا: ایک بار مس کر دو چھوڑ دو۔ (۲)

مسند احمد، اصابہ ابن حجر میں بھی یہی روایت ہے، نیز اصابہ میں ہے کہ ابوذر علم و دانش میں ہم دوش ابن مسعود تھے۔ (۳)

صداقت وزہد

ابن سعد اور ترمذی نے بطریق عبداللہ بن عمرو عاص روایت کی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ابوذر سے زیادہ سچے انسان پر نہ تو آسمان نے سایہ کیا اور نہ ہی زمین نے بوجھ اٹھایا (یہ روایت ابن عمر اور ابوذر داسے بھی منقول ہے)

ترمذی کی روایت میں ہے کہ ابوذر سے زیادہ سچا اور وفادار تر نہ تھا اور وہ عیسیٰ بن مریم کی شبیہ تھے یہ سن کر عمر نے حسد سے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ انہیں ان صفات سے پہچانتے ہیں؟ فرمایا: ہاں! اسے پہچان لو۔

جاسم کی روایت میں ہے کہ اس حدیث کو سن کر عمر نے کہا: کیا میں انہیں صفات سے انہیں پہچانوں؟ فرمایا: ہاں! انہیں صفات سے پہچانو۔

ابن ماجہ میں ابن عمر سے روایت ہے کہ انبیاء کے بعد ابوذر سے زیادہ سچے انسان پر آسمان نے سایہ نہیں کیا، نہ زمین نے اس کا بوجھ اٹھایا۔ ابونعیم نے خود ابوذر سے یہی روایت نقل کی ہے۔ طبقات ابن سعد میں بطریق ابو ہریرہ ہے:

ابوذر سے زیادہ سچے انسان پر آسمان و زمین نے سایہ نہ کیا، جسے پسند ہو کہ وہ عیسیٰ کا تواضع دیکھے اسے ابوذر کی طرف نظر کرنا چاہئے۔

ابونعیم کی روایت میں ہے کہ جو شخص عبادت، زہد و نیکی میں عیسیٰ کی سب سے زیادہ متوازن شبیہ دیکھنا چاہتا ہو وہ ابوذر کو دیکھے۔

اس مفہوم کی روایت جمیع بن قیس، علی ابن ابی طالب، ابو ہریرہ اور ابوذر داء سے مروی ہے: ابن سعد، ترمذی، ابن ماجہ، احمد، ابن ابی شیبہ، ابن جریرہ ابن عمر، ابونعیم، حاکم، ابن عساکر، طبرانی، ابن جوزی۔ (۱)

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۶۷، ۱۶۸ (ج ۲ ص ۲۲۸) سنن ترمذی ج ۲ ص ۲۲۱ (ج ۵ ص ۶۲۸ حدیث ۳۸۰۱، ۳۸۰۲) سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۶۸ (ج ۱ ص ۵۵ حدیث ۱۵۶) مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۳، ۱۷۵، ۲۲۳ ج ۵ ص ۱۹۷ ج ۶ ص ۳۴۲ (ج ۲ ص ۳۷۷) حدیث ۶۲۸۳، ۶۲۶۶ ج ۳ ص ۳۶۶ حدیث ۶۵۹۳ ج ۴ ص ۳۶۱ حدیث ۶۰۳۸ ج ۶ ص ۲۵۵ حدیث ۲۱۲۱ ج ۷ ص ۵۹۵ حدیث ۲۶۹۴ (المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۳۴۲، ج ۴ ص ۳۸۰) (ج ۳ ص ۳۸۵ حدیث ۵۳۶۰ ج ۴ ص ۵۲۷، ۵۲۸ حدیث ۸۲۷۸) مصابیح النبی ج ۲ ص ۲۲۸ (ج ۴ ص ۲۲۰ حدیث ۲۸۹۷ ج ۲ ص ۲۲۱ حدیث ۲۸۹۸) تیز الطیب من الخلف ص ۱۳۷ (ص ۱۵۹ حدیث ۱۱۷ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۲۹، الاصابہ ج ۳ ص ۶۲۲ ج ۴ ص ۶۲، جامع الصغیر سیوطی (ج ۲ ص ۲۸۵ حدیث ۷۸۲۵) شرح جامع الصغیر متاوی ج ۵ ص ۴۲۳، کنز العمال ج ۶ ص ۱۶۹ ج ۸ ص ۱۵۱، (ج ۱۱ ص ۶۶۶، ۶۶۸ حدیث ۳۳۲۲۲، ۳۳۲۲۱، ۳۳۲۲۹ ج ۱۳ ص ۳۱۶ حدیث ۳۶۸۹۸)

صحیح ترمذی میں ہے کہ رسول نے فرمایا: ابو ذر زمین پر یوں چلتے ہیں جیسے عیسیٰ اپنے زہد کے ساتھ چلتے تھے، کسی میں زہد ہے کسی میں نیکی اور کسی میں عبادت عیسیٰ سے مشابہت ہے، بلبرانی نے مختلف طرق سے اخراج کیا ہے۔ (۱)

حدیث فضیلت

۱۔ بریدہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خدا نے مجھے چار کی محبت کا حکم دیا ہے، علی، ابو ذر، مقداد، سلمان۔ (۲)

۲۔ رسول نے فرمایا: خدا ابو ذر پر رحمت نازل کرے ان کی رفتار اکیلی ہے، اکیلے رہیں گے اور اکیلے اٹھائے جائیں گے۔ (۳)

۳۔ رسول نے فرمایا: جنت تین کی مشاق ہے: علی، عمار اور ابو ذر۔ (۴)

۴۔ رسول ﷺ نے فرمایا: جبریل نے مجھ سے کہا: اے محمد! خدا تمہارے اصحاب میں تین سے محبت کرتا ہے، تم بھی ان سے محبت کرو: علی، مقداد، ابو ذر۔ (۵)

۵۔ جب بھی ابو ذر داء نے ابو ذر کو یاد کیا تو کہا: رسول ﷺ نے انہیں اسی وقت امین سمجھا جس وقت کسی کو امین نہ سمجھا تھا، اس وقت سے راز کی بات کہی جب کسی سے راز کی بات نہ کہی۔ (۶)

- ۱۔ سنن ترمذی ج ۳ ص ۲۲۱ (ج ۵ ص ۶۲۹ حدیث ۳۸۰۲) المعجم الکبیر (ج ۳ ص ۱۳۹ حدیث ۱۶۲۶، ۱۶۲۷) استیعاب ج ۸ ص ۸۴، ج ۳ ص ۶۶۲
- ۲۔ سنن ترمذی ج ۲ ص ۲۱۳ (ج ۵ ص ۵۹۳ حدیث ۳۷۱۸) سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۶۶ (ج ۱ ص ۵۳ حدیث ۱۳۹) المسند رک علی
- ۱۔ تفسیر ج ۳ ص ۱۳۰ (ج ۳ ص ۱۴۱ حدیث ۳۶۴۹) استیعاب ج ۳ ص ۵۵۷ (القم ۱ ص ۶۳۶ نمبر ۱۰۱۴) جامع الخضر سیوطی
- ج ۱ ص ۲۵۸ حدیث ۱۶۹۲ (شرح جامع الخضر متاوی ج ۲ ص ۲۱۵، شرح سند ابن ماجہ (ج ۱ ص ۶۶) الاصابہ ج ۳ ص ۳۵۵
- ۳۔ میرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۱۷۹ (ج ۳ ص ۱۶۸، ۱۶۷) طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۱۷۰ (ج ۳ ص ۲۳۵) استیعاب ج ۱ ص ۸۳
- القم الاول ص ۲۵۳ نمبر ۳۳۹ اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۸۸ (ج ۳ ص ۱۰۱ نمبر ۵۸۶۲) الاصابہ ج ۳ ص ۶۳
- ۵۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۳۰
- ۶۔ مسند ابی یعلیٰ (ج ۱۲ ص ۱۳۳ حدیث ۶۷۷۷) مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۳۰

۶۔ ابوذر داء کا ایک دوسرا تذکرہ بھی ہے۔ وہ کہتے تھے: خدا کی قسم! جب بھی وہ رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ہم لوگوں کو نظر انداز کر کے انہیں سے قریب ہوتے جب وہ غائب ہوتے تو انہیں تلاش کرتے۔ (۱) میں جانتا ہوں کہ ان کے متعلق رسول ﷺ نے فرمایا کہ زمین و آسمان نے ابوذر سے زیادہ صادق اللہجہ کا پوچھ نہیں اٹھایا۔ (۲)

۷۔ ابوالاسود دؤلی کہتے تھے: میں نے اصحاب رسول ﷺ کو دیکھا ہے لیکن ابوذر کے مانند کوئی نہ تھا۔ (۳)

۸۔ جبریل امین رسول ﷺ کی خدمت میں بصورتِ دیہ کلبی موجود تھے، اتنے میں ابوذر ادھر سے گزرے تو جبریل نے کہا: یہ ابوذر ہیں۔ اگر انہوں نے مجھے سلام کیا ہوتا تو میں جواب دیتا۔ رسول نے پوچھا: جبریل تم انہیں پہچانتے ہو؟ جبریل نے کہا: اس خدا کی قسم! جس نے آپ کو برحق مبعوث کیا، وہ ساتوں ملکوتِ سادات میں زمین سے زیادہ مشہور ہیں۔ پوچھا: انہیں مرتبہ کیسے ملا؟ عرض کی: اس دنیائے قانی سے قطعی بے تعلقی کی بنا پر۔ (۴)

رسول اعظم کا ابوذر سے عہد

مستدرک حاکم، حلیہ ابویہم اور طبقات بن سعد میں ثقہ اور حسن سند کے ساتھ مروی ہے کہ رسول نے ابوذر سے فرمایا: تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تم ذلیل لوگوں کے درمیان ہو گے اور اپنی انگلیوں کو باز کیا، میں نے عرض کی: فرمائیے اس وقت میں کیا کروں۔ فرمایا: صبر کرنا، صبر کرنا، صبر۔ لوگوں سے ان کے اخلاق کے جواب میں حسن سلوک اور ان کے اعمال کی مخالفت کرنا۔

۱۔ محمد یب الآثار (۱۶۰ حدیث ۲۶۰) کنز العمال ج ۸ ص ۱۵ (ج ۱۳ ص ۳۱۱ حدیث ۳۶۸۸۶) مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۷ (ج ۶ ص ۲۵۶ حدیث ۲۱۲۱۷) المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۳۳۳ (ج ۳ ص ۳۸۷ حدیث ۵۳۶۷)

۲۔ کنز العمال ج ۸ ص ۱۵ (ج ۳ ص ۳۱۱ حدیث ۳۶۸۸۷) الاصابہ ج ۳ ص ۶۳

۳۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۳۱، مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۱ (ج ۶ ص ۲۳۱ حدیث ۲۱۰۶۵)

۴۔ المسطر ف ج ۱ ص ۱۶۶ (ج ۱ ص ۱۳۸، ۱۳۷) ریض الابرار و تحری باب ۲۳ (ج ۱ ص ۸۳۳)

اور مسند احمد میں ہے کہ میں نے عرض کی: اس وقت میں تلوار چلاؤں گا چاہے مارا جاؤں، فرمایا: اس سے بہتر کی نشاندہی کروں کہ تم صبر کرنا، اس روایت کے تمام راوی ثقہ و معتبر ہیں۔ (۱)

واقدی نے ابوالاسود دؤلی کا بیان نقل کیا ہے: میں چاہتا تھا کہ ابوذر سے مل کر ان کی جلا وطنی کا سبب دریافت کروں، چنانچہ ربذہ جا کر پوچھا: آپ مدینہ سے یہاں خود اپنی مرضی سے آئے ہیں یا زبردستی جلا وطن کیا گیا ہے؟ فرمایا: میں سرحدی شہر میں تھا، وہاں سے مدینہ بھیج دیا گیا، میں نے سوچا تھا کہ وہ میری ہجرت کا شہر ہے لیکن وہاں سے بھی نکال دیا اور اب تم مجھے یہاں دیکھ رہے ہو۔ پھر فرمایا: میں رسول ﷺ کے زمانے میں ایک دن مسجد میں سو گیا تھا اتنے میں رسول خدا ﷺ گزرے اور مجھے ٹھوکر سے مار کر اٹھایا اور کہا: اب کبھی مسجد میں سوتا ہوا نہ دیکھوں، میں نے عرض کی: آپ پر میرے ماں باپ قربان! میرے اوپر نیند کا غلبہ تھا۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہیں اس شہر سے جلا وطن کیا جائے گا؟ عرض کی: تب میں شام چلا جاؤں گا کہ وہ مقدس شہر بقعہ اسلام اور سرحدی مقام ہے۔

پھر پوچھا: تمہارا کیا حال ہوگا جب وہاں سے بھی نکال دئے جاؤ گے؟

میں نے عرض کی: تب میں آپ کی مسجد ”مدینہ“ میں پناہ لوں گا۔ فرمایا: اور اگر وہاں سے بھی نکالے گئے؟

میں نے عرض کی: تب میں تلوار اٹھا لوں گا اور ان سے جنگ کروں گا۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس سے بہتر مشورہ نہ دوں؟ تم انہیں میں کھل مل کر رہو، ان کی باتوں کو سنو، اطاعت کرو۔ لہذا میں ان کی باتیں سنتا اور اطاعت کرتا رہا۔ آج بھی سن کر اطاعت کر رہا ہوں خدا کی قسم عثمان میرے معاملے میں خدا کے مجرم ہیں۔ (۲)

۱۔ المسند رک علیٰ التحسین ج ۳ ص ۳۳۳ (ج ۳ ص ۳۸۶ حدیث ۵۴۶۳) حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۶۲ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۶۶

مطبوعہ لندن (ج ۳ ص ۲۲۶) مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۰ (ج ۶ ص ۲۲۹، ۲۲۸ حدیث ۱۰۴۹، ۱۰۴۸)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۲۴۱ (ج ۳ ص ۵۸، ۵۷، ۵۶ خطبہ ۴۳) مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۶ (ج ۶ ص ۱۹۴ حدیث ۴۰۸۷)

اس روایت کے تمام ثقہ اور معتبر راوی یہ ہیں۔

علی بن عبد اللہ مدنی، معمر بن سلمان، داؤد بن ابی الہند، ابو الحرب دوکلی، ابو الاسود دوکلی گذشتہ صفحات میں بیان کیا گیا کہ جب عثمان نے کہا: میں تمہیں ربذہ جلاوطن کر رہا ہوں تو ابو ذر نے کہا: اللہ اکبر! رسولؐ نے سچ فرمایا تھا اور تمام باتوں کی خبر دی تھی۔ پوچھا: کیا خبر دی تھی۔ فرمایا کہ تمہیں مکہ و مدینہ سے نکالا جائے گا اور ربذہ میں موت ہوگی۔ (۱)

یہ ابو ذر ہیں

یہ ابو ذر کے فضائل و محاسن، علم و تقویٰ، اسلام و ایمان، شائستہ کرداری، اور پسندیدہ اخلاق کے حالات ہیں، ان میں کون سا فعل ایسا تھا جس کی وجہ سے خلیفہ نے ابو ذر کو مجرمانہ اذیت دی اور جلاوطن کیا....؟ ربذہ جیسی بے آب و گیاہ جگہ پر سک سک کر مر گئے، نہ کوئی منوس و غنوار تھا، نہ مریض کی عیادت کرنے والا تھا، تنہائی میں اڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے کی رسول ﷺ کی پیشین گوئی صحیح ہو گئی اور اب خدا ہی ظالم سے مظلوم کا انتقام لے گا۔

واقعی خلیفہ نے اپنے خاندان پر دل کھول کر فیاضی دکھائی، چنانچہ وہ لکھ پتی ہو گئے، ان میں کوئی بھی سبقت اسلامی یا شائستہ کرداری میں ابو ذر کی گرد پا بھی نہ تھا۔ پھر آخر کیوں انہیں ان کے حق سے محروم کیا گیا؟ مدینہ رسول ﷺ سے جلاوطن کیا گیا؟ شام میں ان سے کسی کو ملنے نہیں دیا جاتا تھا۔ آخر کیوں عثمان نے مدینہ میں بھی ان کی زندگی اجیرن کر دی تھی؟ ان سے بات کرنے کی اجازت نہ تھی؟ ربذہ جلاوطن کیا تو کسی کو مشایعت کرنے تک کی اجازت نہ تھی؟ انہیں مختلف طریقوں سے ڈرایا دھمکایا گیا؟ گویا ابو ذر مصائب ہی کے لئے پیدا ہوئے تھے۔

ان کی جو احادیث کی روشنی میں عظمت تھی وہ گذشتہ صفحات میں پیش کی گئیں، اس کے باوجود ان پر عتاب اسلام کے لئے انتہائی باعث شرم ہے۔

جی ہاں! ابوذر کی تنقید اس لئے تھی کہ دولت کے بادل صرف نالائقوں ہی پر کیوں برستے ہیں، بخشش و عطا صرف امویوں پر ہی کیوں ہے، جو مخالف سنت رسول ﷺ ہیں اسی لئے اکابر صحابہ نے عثمان کی مخالفت کی اور سلطنت متزلزل ہو گئی، خلیفہ چونکہ خواہشوں کے غلام تھے اور ابوذر ان پر کھل کر تنقید کر رہے تھے اس لئے ان سے کسی کو ملنے نہیں دیا جاتا تھا، ورنہ ابوذر صحیح طریقہ سے حاصل شدہ دولت کے مخالف نہیں تھے، وہ شرعی ملکیت کے بھی مخالف نہیں تھے بلکہ وہ حقوق مسلمین پر ڈاکہ ڈالنے والوں کے مخالف تھے، جو مال خدا کو فصل ربیع کی گھاس سمجھ کر ہضم کر رہے تھے، وہ انہیں دردناک عذاب کی بشارت دیتے تھے۔

مسند احمد (۱) میں اخف بن قیس کا بیان ہے کہ میں نے مدینہ میں ایک شخص کو دیکھا کہ لوگ اس سے دور بھاگتے ہیں، میں نے ان سے پوچھا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں صحابی رسول ﷺ ابوذر ہوں پوچھا: لوگ آپ سے بھاگ کیوں رہے ہیں؟ فرمایا: میں لوگوں کو سونے چاندی جمع کرنے سے اسی طرح منع کر رہا ہوں جس طرح رسول خدا ﷺ منع کیا کرتے تھے۔

مختلف عبارتوں میں یہی روایت سنن بیہقی، حلیۃ الوعیم اور صحیح مسلم میں بھی ہے۔ (۲)

فتح الباری (۳) میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ ابوذر صرف بادشاہوں پر تنقید کرتے تھے، جو سونا چاندی جمع کرتے تھے اور دولت کو اپنے لئے مخصوص کر رہے تھے، اسے خرچ نہیں کرتے۔ علامہ نوذی نے اس بات کو نقل کر کے تردید کی ہے کیونکہ اس زمانے میں بادشاہوں سے مراد عمر، ابو بکر عثمان ہیں یہ کبھی خیانت نہیں کر سکتے تھے حالاں کہ اس تردید میں جو دھاندلی کی گئی ہے وہ واضح ہے کیونکہ ابوذر کی ابو بکر پر تنقید نہیں تھی بلکہ عثمان پر تھی ان دونوں کے عہد میں ابوذر خاموش تھے، عثمان سے ابوذر نے کہا تھا: عثمان شرم کرو! کیا تم نے رسول خدا ﷺ، ابو بکر و عمر کا زمانہ نہیں دیکھا تھا؟ کیا ان کا یہی رویہ تھا؟ تم تو سرکش ظالم کی طرح ہو رہے ہو۔ کبھی فرماتے: عثمان! ابو بکر و عمر کی پیروی کرو، پھر کوئی تم پر تنقید نہ کرے گا۔

۱۔ مسند احمد ج ۵ ص ۱۶۳، ۱۷۶ (ج ۶ ص ۲۰۶ حدیث ۲۰۹۳۰ ص ۲۲۲ حدیث ۲۱۰۲۳)

۲۔ سنن بیہقی ج ۶ ص ۳۵۹، صحیح مسلم ج ۳ ص ۷۷ (ج ۲ ص ۳۸۵ حدیث ۳۵) حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۶۲

۳۔ فتح الباری ج ۳ ص ۲۱۳ (ج ۳ ص ۲۷۵)

ابوذر کی دعوت صرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تھی، وہ صبح و شام اس آیت کی تلاوت کرتے رہتے تھے کہ ”تم میں کچھ ایسے لوگوں کو ضرور ہونا چاہیے جو نیکی کی دعوت دیتے ہوں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہوں اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔ (۱)

ابن خراش کہتے ہیں کہ میں نے ابوذر کو ربذہ میں پریشان حالت میں دیکھا وہ فرما رہے تھے کہ میں نے اتنا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا کہ اب میرا کوئی بھی دوست باقی نہیں۔ (۲)

ابوذر نے معاویہ پر بھی تنقید کی جو روم و ایران کے بادشاہوں کا طریقہ اپنائے ہوئے تھے، وہ دولت سے کھیل رہے تھے۔ جب کہ زمانہ رسول ﷺ میں ان کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ (۳) وہ پھنچر حالت میں رہتے تھے۔ (۴)

ایسی صورت حال میں ابوذر کیا کرتے؟ کیا ان سے رسول خدا ﷺ نے (۵) یہ عہد نہیں لیا تھا کہ وہ ہر حال میں حق بات کہتے رہیں چاہے وہ تلخ ہو اور یہ کہ خدا کے معاملے میں کسی ملامت کی پروا نہ کریں انہوں نے عثمان سے بھی یہی کہا تھا۔ جب عثمان نے کہا: تمہیں اس سے کیا مطلب؟ آپ نے فرمایا تھا کہ میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فرض ادا کر رہا ہوں، ابوذر اکیلے ہی قرآن و سنت کا اعلان کرتے رہے، حالانکہ اس سلسلے میں سختیاں اٹھائیں اور مصائب جھیلے اور جلا وطنی کی زندگی بسر کی، اگر ابوذر کا یہ اقدام قرآن و سنت کے مخالف ہوتا تو رسول ﷺ بھی ان سے عہد نہیں لیتے، جو ان پر شورش کا الزام لگاتے ہیں انہیں سمجھ لینا چاہئے کہ ابوذر زہد و عبادت، نیکی و جہاد اور صداقت میں حضرت عیسیٰ کے مانند تھے۔ حضرت علیؑ نے ان کے لئے یہی تو فرمایا تھا جو موسیٰ کے سلسلے میں مومن آل فرعون نے کہا تھا۔ اس سلسلے میں حضرت علیؑ اور عثمان سے سخت تلخ کلامی بھی ہوئی عثمان نے غصہ میں حضرت علیؑ سے کہا: کہ تم میرے نزدیک مروان سے افضل نہیں ہو۔ ہائے کیا چھپکلی زادہ ملعون حضرت علیؑ سے افضل ہو سکتا ہے؟

۱۔ (آل عمران ۱۰۴) ۲۔ الانساب ج ۵ ص ۵۵

۳۔ صحیح مسلم کتاب النکاح و الطلاق ج ۳ ص ۱۹۵ (ج ۳ ص ۲۹۰ حدیث ۳۶) سنن نسائی ج ۶ ص ۷۵ (ج ۳ ص ۲۷۴ حدیث

۵۳۵۲) سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۳۵

۴۔ صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۹۹ (ج ۳ ص ۲۹۵ حدیث ۳۸) ۵۔ طبقات ابن سعد ص ۱۶۳ (ج ۳ ص ۲۲۹)

لیکن یہ لوگ تو اپنی خواہشوں کے غلام تھے۔

تاریخ کی مجرمانہ روش

ارباب فضیلت کے سلسلے میں تاریخ نے مجرمانہ روش اپنا کر انکی زندگی، حسن اخلاق اور آثار و اقوال کو بری طرح سخی کیا ہے، کہیں ان کا تذکرہ نظر انداز کیا، کہیں فضیلت سے چشم پوشی کی اور کہیں ان کے اقوال کی تحقیر کی، ابوذر کے واقعات میں یہ سب واضح طور پر دیکھنے کو ملتا ہے، چنانچہ بلاذری نے ابوذر کی ربذہ جلا وطنی کو مختلف طریقوں سے نقل کیا ہے انکی صداقت کا قرار بھی کیا ہے پھر آگے سعید بن مصعب کا جھوٹ بھی چپکا دیا کہا ابوذر کو جلا وطن نہیں کیا گیا تھا بلکہ اپنی مرضی سے ربذہ سکونت پذیر ہوئے تھے، حالانکہ ابوذر کی جلا وطنی کے سلسلے میں رسول خدا کی پیشین گوئی حضرت علی کی تقریر اور عمار کے احتجاج کی تکذیب ہوتی ہے، خود عثمان کی بھی تکذیب ہوتی ہے، جس کی بلاذری نے روایت کی ہے کہ ابوذر کے انتقال کے بعد عثمان نے کہا کہ خدا ان پر رحمت نازل کرے، عمار نے کہا کہ خدا ہم سب کی طرف سے ان پر رحمت نازل کرے تو عثمان نے خشم میں کہا: اے گنوار! کیا تو سمجھتا ہے کہ میں ابوذر کو جلا وطن کر کے شرمندہ ہوں، اس کے علاوہ بھی بے شمار شواہد کی تکذیب ہوئی جس میں ابوذر کی جلا وطنی کا تفصیلی حال درج ہے۔

دوسرے مورخ ابن جریر طبری ہیں (۱) انہوں نے ۳۰ھ کے حالات میں ابوذر کے تمام حالات لکھے ہیں پھر آگے لکھتے ہیں کہ بہت سے حالات ایسے ہیں جن کا درج کرنا مناسب نہیں۔ آگے انہوں نے ابوذر کی مطلق جھوٹی اور بے سروپا باتیں بھی لکھ ماری ہیں جن کے اسناد بہت زیادہ ضعیف ہیں، انہیں جھوٹ کے پلندوں کو ابن عساکر، ابن اثیر (۲)، ابن کثیر (۳) ابن خلدون اور ابوالفداء نے اپنی تاریخوں میں لکھ مارا ہے جو کچھ انہوں نے چھوڑ دیا تھا، اس گندگی کو ابن اثیر و ابن کثیر نے انتہائی گھناؤنے انداز میں اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔

۲۔ تاریخ کامل (ج ۲ ص ۲۵۱) حوادث ۳۰ھ

۱۔ تاریخ طبری (ج ۲ ص ۲۸۳)

۳۔ البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۱۵۵ (ج ۷ ص ۱۷۵) حوادث ۳۰ھ (ج ۷ ص ۱۶۵)

دولت کے متعلق ابوذر کا نظریہ

حضرت ابوذر بھی دوسرے صحابہ کی طرح قرآن و سنت کی روشنی میں اصلاح معاشرہ اور قومی فلاح کے خواہشمند تھے، معاشرتی کجی کو کسی حال میں بھی برداشت نہ کر سکتے تھے، بخل کی وجہ سے حقداروں کی حق تلفی پر تنقید کرتے تھے، وہ دیکھتے تھے کہ ایک طرف تو غریبوں کے حقوق غصب کئے جا رہے ہیں اور دوسری طرف مالداروں کے سونے چاندی جانوروں کی کھال میں بھرے جا رہے ہیں، ان سرمایہ داروں کا ترکہ تقسیم کرنے میں کلہاڑیاں استعمال کرنی پڑتی ہیں، نہ وہ واجبی حقوق، غمّس و زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور نہ فی سبیل اللہ خرچ کرتے ہیں دولت کے انبار لگے ہیں لیکن لوگ محروم ہیں، حالانکہ خدا چاہتا ہے کہ مال و دولت متمدنہ ہونے پائیں، ہاتھوں ہاتھ پھرتے رہیں تاکہ معاشرہ ارتقاء پذیر اور آسودہ رہے، شہر آباد اور دانش پھلے پھولے۔

ابوذر کا اعتراض معاویہ جیسے لوگوں پر تھا چنانچہ وہ اس کے عمل کے سامنے آیت پڑھتے تھے: ﴿ہٰذَا

الَّذِينَ يَكْنُزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ﴾

جو لوگ سونے چاندی جمع کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سناؤ۔ جب وہ دولت سے بھری اونٹوں کی قطار دیکھتے تو فرماتے: آگ سے بھری اونٹوں کی قطار آرہی ہے۔ وہ مروان پر تنقید کرتے جسے افریقہ کا غمّس عطا کر دیا گیا، عبدالرحمن بن عوف کی مذمت کرتے جن کی میراث تقسیم کرنے میں کلہاڑیاں استعمال کی گئیں۔ زید بن ثابت، طلحہ جیسے لوگوں پر برستے تھے۔ (۱) جو دولت جمع کئے ہوئے تھے اور لوگوں پر خرچ نہیں کرتے۔ عثمان پر تنقید کرتے تھے جنہوں نے ابو موسیٰ کے لائے ہوئے تمام مال کو اپنے بیوی بچوں میں تقسیم کر دیا وہ انہیں قیامت میں اسی دولت سے دانے جانے کی بشارت دیتے، کیا کوئی دیدار خزانوں کو دیکھ کر چپ رہ سکتا ہے؟ ابوذر کے سامنے تو یہ حدیث بھی تھی کہ جب فرزند ان ابوالعاص تیس تک پہنچ جائیں گے تو مال خدا کا تیاپانچ کریں گے، بندگان خدا کو غلام بنائیں گے، اور دین خدا کو جاہلی کے گھاٹ لگا دیں گے وہ دیکھ رہے تھے کہ یہ تیس

سے تجاوز کر گئے ہیں اور حکومت سے گیند کی طرح کھیل رہے ہیں۔ ابو ذر ان حالات پر کبھی صبر نہیں کر سکتے تھے، وہ دینی خطرات پر چیخ اٹھے اور آیات قرآنی کے ذریعہ ان کی بجا بگ دلی مذمت کرنے لگے، وہ دولت کے مخالف نہ تھے جن لوگوں نے واجبی حقوق ادا کرنے کے بعد دولت جمع کی تھی ان سے کبھی جھگڑا نہ کیا۔

قیس بن سعد تھے جو حقوق واجبی ادا کرنے کے بعد لاکھوں راہ خدا میں خرچ کرتے تھے، ابوسعید خدری تھے، جن کے متعلق ہے کہ انصار میں سب سے زیادہ دولت مند تھے، (۱)

عبداللہ بن جعفر کا تذکرہ شہروں شہروں ہوتا تھا۔ (۲) عبداللہ بن مسعود تھے جنہوں نے نوے ہزار ترکہ چھوڑا تھا حکیم بن خرام نے ایک لاکھ میں دارالندوہ کی ملکیت معاویہ کے ہاتھوں بیچ ڈالی، عبداللہ بن زبیر نے طنز کیا کہ آپ نے قریش کی سرفرازی کا وسیلہ بیچ ڈالا فرمایا: بھیجئے تقویٰ کے سوا تمام وسائل سرفرازی برباد ہو چکے ہیں، میں نے ان کے بدلے جنت کا گھر خرید لیا ہے اور تجھے گواہ بنانا ہوں کہ یہ سب دولت راہ خدا میں خرچ کر رہا ہوں، وہ حج کے لئے گئے اور وہاں سو گائیں راہ خدا میں قربان کیں، ایک ہزار بھیڑیں حرم کو وقف کیں۔ (۳)

ان کے علاوہ بھی بہت سے ارباب دولت تھے کبھی کسی نے ان کے خلاف ابو ذر کی تنقید نہ سنی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ انہوں نے جائز طریقہ سے دولت جمع کی ہے اور یہ لوگوں کے حقوق کا خیال رکھتے ہیں، وہ صرف معاویہ کے قصر محل کو دیکھ کر کہتے تھے کہ اگر تو نے اپنے مال سے بنایا ہے تو اسراف کیا ہے اور اگر مسلمانوں کے مال سے بنایا ہے تو خیانت کی ہے معاویہ کی بولتی بند ہو گئی، آپ فرماتے تھے: بخدا! میں دیکھ رہا ہوں کہ حق خاموش ہو رہا ہے، اور باطل زندہ کیا جا رہا ہے، بیچ کو جھٹلایا جا رہا ہے اور غلط طریقہ سے بٹوری ہوئی دولت کو اپنایا جا رہا ہے۔ اس کے برخلاف مقداد کو دیکھتے ہیں کہ مقداد نے اپنا قصر سنگ مرمر سے بنوایا ہے لیکن ان سے کچھ نہیں بولتے، ظاہر ہے کہ ان دونوں تعمیرات میں واضح فرق تھا۔

۱۔ مقلد الصلوٰۃ ج ۱ ص ۳۰۰ (ج ۱ ص ۱۵ نمبر ۱۰۵)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۳۲۵، ۳۲۴، ۳۲۵ (ج ۷ ص ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰ نمبر ۳۲۲) الحکم (ج ۶ ص ۲۱۲ نمبر ج ۷ ص ۲۷)

۳۔ مقلد الصلوٰۃ ج ۱ ص ۳۰۴ (ج ۱ ص ۲۵ نمبر ۱۰۹)

مصنوعی مورخین نے ابوذر پر تہمت لگائی ہے کہ وہ ہر دولت کے مخالف تھے، ابوذر پر یہ جھوٹا الزام ہے وہ ہرگز اس کے قائل نہ تھے، وہ کیسے کہتے ہیں جب کہ وہ خدا و رسول کے احکام کی بھرپور بصیرت رکھتے تھے۔

ابوذر اور اشتراکیت

انگوں نے مثیل عیسیٰ حضرت ابوذر پر جو تیر بارانی کی تھی اسی روش پر چلتے ہوئے آج کے قلم کاروں نے ابوذر پر الزام لگایا ہے کہ وہ کمیونسٹ تھے، کیا یہ عقل کے دشمن کمیونزم کے اصول سے واقف ہیں؟ کیا ان کے سامنے دعوت ابوذر کا بے لاگ تجزیہ ہے؟ ممکن ہے کہ یہ الزام ایسے نام نہاد مسلمانوں نے ابوذر پر لگایا ہو جو خدا کی ربوبیت کے بجائے کمیونزم پر ایمان رکھتے ہیں، اگر ابوذر اپنے احتجاج کی روشنی میں کمیونسٹ تھے تو جو اصحاب ابوذر کے ہمنوا تھے وہ بھی کمیونسٹ ہوئے؟ حضرت علی، حسین، عمار یا سر جو حدیث رسول ﷺ کی روشنی میں حق کے ساتھ تھے۔ ابوذر اپنے احتجاج میں اکیلے نہ تھے۔ جی ہاں! جو لوگوں کا مال خدا کو فصل بہار کی ہریالی کی طرح ہضم کر رہے تھے، جو ناجائز طریقہ سے خزانے جمع کر رہے تھے، تمام منافع اور پیداوار کو اپنے لئے مخصوص کر رہے تھے، ان کے خلاف عام نفرت کے احساس پرورش پارہے ہیں، انہیں لوگوں کے خلاف یزید بن قیس نے جنگ صفین میں تقریر کی تھی کہ اس ظالم پارٹی کے خلاف جہاد کرو کیونکہ یہ حکم خدا کے خلاف اپنی روش اپنائے ہوئے ہیں اگر یہ کامیاب ہو گئے تو تمہیں تباہی کے گھاٹ لگا دیں گے۔ (۱)

کیا ان عظیم بزرگوں اور دانشوروں کو راہ حق سے منحرف کہا جاسکتا ہے؟ پھر یہ کہ خود اصول اشتراکیت کا تجزیہ کیا جائے تو ابوذر کے جہاد باللسان کے مقابل واضح فرق نظر آئے گا انہوں نے معاویہ و عثمان کو دولت جمع کرنے یا اسراف کرنے سے منع کیا۔ یہودی بچے! کعب کو عثمان کی بے جا تائید پر سرزنش کی، کہاں کعب جیسا نو مسلم اور کہاں ابوذر جیسا سابق الاسلام۔

۱۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۰ (ج ۵ ص ۱۸ حوادث ۳۷) تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۲۸ (۲ ص ۳۷۳ حوادث ۳۷) شرح ابن ابی

الحدیث ج ۱ ص ۲۸۵ (ج ۵ ص ۱۹۳ خطبہ ۶۵)

ستائش ابوذر پر ایک نظر

جلاوطنی کے وقت حضرت علیؑ نے ابوذر سے فرمایا کہ تم نے محض خوشنودی خدا کے لئے قصہ کیا ظاہر ہے کہ اس کو دینی دعوت کی تائید ہی کہا جاسکتا ہے، آپ کا ایک دوسرا فقرہ بھی تائید ابوذر ہی میں ہے: اے ابوذر! تم صرف حق سے مانوس ہو اور صرف باطل سے بیزار ہو۔ (۱) اس خالص دینی دعوت کو کیونرم سے ہم آہنگ کیسے کیا جاسکتا ہے، لیکن ایک طرف تو حضرت علیؑ، ابوذر کی تعریف کرتے ہیں اور دوسری طرف عثمان کو عذاب خداوندی سے ڈراتے ہیں جب وہ ابوذر کو جلاوطنی کا حکم صادر کرتے ہیں۔ کیا حضرت علیؑ بھی کیونٹ تھے؟

اسی طرح امام حسنؑ بھی ان کی پذیرائی فرماتے ہیں، امام حسینؑ بھی جلاوطنی کے وقت ابوذر کو دین پرستی اور ارباب حکومت کی دنیا پرستی کا برملا اظہار فرماتے ہیں کیا یہ تمام تائیدیں مسلک اشترائیت سے ہم آہنگ ہیں؟ عمار نے بھی یہی بات کہی جو ان دو موصوموں نے کبھی تھی، حدیث رسول ﷺ کی روشنی میں عمار حق کے ساتھ ہیں اور حق عمار کے ساتھ ہے ان کے علاوہ مہاجرین و انصار کے تمام افراد جنہوں نے اپنی تقریروں یا حکومت کے خلاف اقدامات کے ذیل میں ابوذر کی جلاوطنی کا الزام بھی عثمان پر لگایا اور گھر کا محاصرہ کر کے انہیں قتل کیا اس سے بھی مسلک ابوذر کے خالص دینی ہونے کی نشاندہی کرتی ہے۔

خود حضرت رسول خدا کو ابوذر کے ان تمام کارناموں کا پتہ تھا آپ نے ان کی قبل ہی تائید و ستائش فرمائی اگر وہ ذرا بھی دین سے منحرف تھے تو رسول خدا ﷺ ان کی ستائش نہ فرماتے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوذر نیک اور اصلاح پسند تھے، انہوں نے ارباب حکومت کو خالص دینی تبلیغ فرمائی لیکن قوم نے جہالت میں ان کی باتوں کو نظر انداز کر دیا۔

جامعۃ الازہر کی مجلس فتویٰ پر ایک نظر

مصر کے وزیر داخلہ نے جامعۃ الازہر کے وائس چانسلر کے پاس ایک خط بھیجا جو حضرت ابوذر کے

نظریات پر مبنی تھا، جس میں یہ پوچھا گیا تھا کہ کیا اسلام میں کیونزم ہے، وائس چانسلر نے اس خط کو مجلس فتویٰ کے حوالے کیا، جس کے سرپرست شیخ عبدالمجید تھے انہوں نے اس سلسلے میں فتویٰ صادر کر کے وزارت داخلہ کے حوالے کر دیا اس فتوے کا متن مندرجہ ذیل ہے:

اسلام میں کیونزم نہیں ہے

آئین اسلام کی ایک مشق مالکیت کا احترام ہے یعنی ہر انسان شرعی طریقہ سے دولت فراہم کر سکتا ہے، اور اس میں اضافہ کر سکتا ہے وہ اس کا مالک کہا جائے گا، اکثر صحابہ اور اسلام کے دانشور حضرات کا نظریہ ہے کہ دو ملتوں کی دولت میں دوسروں کا صرف اتنا ہی حق ہے کہ زکوٰۃ کی شکل میں خدا نے واجب قرار دیا ہے، اس کے علاوہ جو مجبوروں اور محتاجوں کو کفارے کی شکل میں دیا جائے یا اسلامی حکومت کے ٹیکس یا وطن کے دفاع میں صرف کیا جائے، یہی حکم قرآن، حدیث اور فقہ اسلامی میں موجود ہے، اس کے علاوہ ہر مسلمان اپنی طاقت اور خواہش کے مطابق نیک کاموں میں خرچ کر سکتا ہے لیکن اس میں اسراف نہ کرے اکثر حدیثوں سے یہی معلوم ہوتا ہے لیکن ابوذر کا نظریہ یہ تھا کہ جو دولت اپنی ضرورت سے فاضل بچ جائے اسے راہ خدا میں صرف کر دینا چاہیے اس کا جمع کرنا جائز نہیں ہے۔

یہ ابوذر کا نظریہ تھا اور کسی بھی صحابی رسول ﷺ کو نہیں جانتے جو ابوذر کا ہم خیال ہو بعد کے تمام مسلمان دانشوروں نے اصحاب رسول ﷺ کی تائید کی ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ ابوذر کا خیال صحیح نہیں تھا، ان کا یہ نظریہ حیرت ناک تھا، حیرت ہے کہ وہ اسلام کی واضح بنیادی بات سے واقف نہیں تھے، چنانچہ لوگوں نے ان کے نظریے کو ناپسند کیا۔

آلویؒ کہتے ہیں کہ بہت سے لوگوں نے ابوذر کے اس دعوے پر اعتراض کیا اور ابوذر کے جواب میں میراث والی آیت پڑھ کر کہا: اگر تمام دولت خرچ کر دینے کا حکم ہے تو میراث کا حکم قرآن میں کیوں ہے؟ (۱)

یہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوذر کا نظریہ صحیح نہیں تھا، انہوں نے اپنے اجتہاد میں غلطی کی لیکن انہیں بخش دیا جائے گا اور اسی اجتہاد پر ایک اجر بھی دیا جائے گا۔

چونکہ اس نظریہ کی غلطی واضح ہے اس لئے اس کی پیروی نہیں کرنی چاہئے کہ قرآن و حدیث اور اسلام کے بنیادی احکام سے میل نہیں کھاتا۔

ابوذر کا یہ نظریہ اسلامی مملکت میں شورش اور فتنے کا سبب بن گیا تھا اس لئے امیر شام معاویہ نے عثمان کو خط لکھ کر انہیں مدینہ واپس کر دیا یہاں ابوذر نے اپنے نظریے کا پرچار کر کے لوگوں میں شورش پیدا کرنی چاہیے چنانچہ عثمان نے لوگوں سے دور ربذہ میں سکونت اختیار کرنے کا حکم دے دیا۔

تفسیر ابن کثیر (۱) میں ہے کہ ابوذر کا نظریہ یہ تھا کہ اپنی ضرورت سے زیادہ دولت جمع کرنا حرام ہے وہ اپنے اس فتویٰ پر لوگوں کو ابھارتے تھے، معاویہ نے عثمان سے شکایت کی تو عثمان نے انہیں مدینہ بلا کر وہاں سے ربذہ جلا وطن کر دیا، وہاں وہ خلافت عثمان کے زمانے میں اکیلے مر گئے۔

ابن حجر نے فتح الباری (۲) میں لکھا ہے کہ مفسدہ کا دفاع کرنا جلب مصلحت پر مقدم ہے اسی لئے عثمان نے حکم دیا کہ وہ ربذہ میں سکونت اختیار کریں حالانکہ اگر وہ مدینے میں رہتے تو طالبان علم کو بہت فائدہ پہنچتا لیکن چونکہ ان کے نظریے سے سماج میں مفسدہ پھیل رہا تھا اس لئے ان کا جلا وطن ہونا ضروری تھا۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے بنیادی احکام سے کیونز م میل نہیں کھاتا اس لئے یہ بات واضح ہوگئی کہ اسلام میں کیونز م نہیں ہے، بنا براین جس شخص نے کیونز م اور اسلام نامی کتاب لکھی ہے، وہ اسلامی سماج کے لئے نقصان دہ ہے، اس سے کمزور ایمان والے اور جاہل لوگوں کے بھکنے کا اندیشہ ہے لہذا اس کتاب کی اشاعت ممنوع ہونی چاہیے۔

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ اگر وزارت داخلہ نے ایسی مجلس فتویٰ کے حوالے کیا ہوتا جو کتب حدیث و

تفسیر سے پوری طرح آگاہ اور خواہشات نفسانی سے الگ ہوتے تو صحیح فتویٰ ملنے کی امید تھی لیکن افسوس یہ ہے کہ ابوذر کی دعوت سے یہ لوگ قطعی نابلد تھے، ابوذر کبھی بھی ملکیت کے مخالف نہیں رہے، وہ صرف ان لوگوں کے مخالف تھے جو سونے چاندی جمع کر کے راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے تھے، فتوے میں کہا گیا ہے کہ جو کچھ انسان کی ضرورت سے فاضل ہو اسے دوسروں کو دے دینا چاہیے۔ ابوذر پر جھوٹی تہمت ہے، فتویٰ دینے والے ابوذر کے طریقہ کار سے قطعی ناواقف تھے، کاش فتویٰ دینے والے کوئی حوالے بھی دیتے، ممکن ہے کہ محمد خضریٰ، احمد امین، صادق عرجون، عمر ابو نعیم اور عبد المجید عبادی جیسے اناڑی دانشوروں نے مواد فراہم کیا ہو، یہ لوگ ابوذر کے احتجاج کی بنیاد ہرگز نہیں جانتے تھے۔

ابوذر کا اسلام کے بنیادی احکام سے ناواقف رہنا انتہائی متعجبہ چیز ہے، ابوذر تو مسلمان ہونے سے پہلے بھی بتوں کی پرستش نہیں کرتے تھے، بحث سے پہلے نماز پڑھتے تھے، وہ جو فتوائی اسلام تھے، اپنی زندگی کا زیادہ تر حصہ رسول خدا ﷺ سے علم حاصل کرنے میں گزارا اپنا دل شفاف آئینہ کی طرح اسلام کے لئے وقف کر دیا ابوذر رسول ﷺ کے نزدیک ہوتے تھے تو آپ دوسرے صحابہ کو نظر انداز کر کے انہیں کی طرف متوجہ ہوتے، اور جب غائب ہوتے تو آپ کو تلاش کراتے، وہ علم کے حریص بھی تھے، باب مدیہ العلم حضرت علی نے ان کے متعلق فرمایا کہ ان کا ظرف دانش سے لبریز کر کے بند کر دیا گیا، کیا یہ حیرت کی بات نہیں ہے کہ جس کے یہ فضائل ہوں وہ اسلام کے بنیادی احکام سے بھی واقف نہ ہو، کیا تازہ اسلام قبول کرنے والا یہودی کعب الاحبار ان سے زیادہ دینی واقفیت رکھتا تھا، ہم مجلس فتویٰ کی بات مان لیتے، لیکن حافظوں اور محدثوں نے جو فضائل ابوذر میں صحیح حدیثیں نقل کی ہیں، انہیں کہاں لے جائیں۔ پھر ہم مجلس فتویٰ سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا جن لوگوں نے ابوذر کی مخالفت کی وہ ابوذر سے زیادہ دانشور تھے؟ کیا حکم بن عاص، حارث بن حکم، ولید بن عقی، معاویہ ابن ابی سفیان، سعید بن عاص، عبد اللہ بن خالد، عبد اللہ بن صاد، یعنی یہ بنی امیہ کے چھوکرے جو دولت کے لالچی تھے اور اسلامی معاشرے کو لوٹ رہے تھے، کیا یہ ابوذر سے زیادہ جانتے تھے، ابوذر کی تائید تو حضرت علی امام حسن و حسین اور عمار یا سر جیسے لوگوں نے کی ہے:

”ہم بھی ہیں پانچویں سواروں میں“

اس فتوے کی تائید میں ایک عیسائی صحافی جبران ملکوں نے ایک ادارہ لکھا جو جمادی الاولیٰ ۱۳۹۵ میں شائع ہوا، وہ بے چارہ کیا جانے کے اسلام کیا ہے اس نے ابوذر کی اسی لئے مخالفت کی کہ انہوں نے ضرورت سے زیادہ دولت کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا فتویٰ دیا چنانچہ ابوذر کی بنیادی غلطی یہی تھی، کاش اس نے بغداد میں رہ کر نزدیک کے شہر نجف اشرف کے علماء سے پوچھ لیا ہوتا تو دور کے شہر مصر کے علماء کی تائید نہ کرتا، اسے معلوم ہو جاتا کہ ابوذر پر کیونرم کی تہمت غلط ہے۔

فتویٰ دینے والے نے آلوسی (۱)، ابن کثیر (۲) ابن حجر جیسے دشمنان اہل بیت کی گواہیاں نقل کی ہیں، سمجھ میں نہیں آتا کہ بے شمار محدثین کو چھوڑ کر ان کینہ تو زوں پر بھروسہ کیوں کیا گیا، لیکن وہ لوگ اپنے مخصوص نظریے کی اشاعت میں کہیں عبارتیں حذف کر دیتے ہیں، اس طرح ان کی عبارت ناقص کا شکار ہو جاتی ہے، آلوسی نے اپنی تفسیر میں ﴿الذین یکنزون الذہب والفضۃ﴾ کے ذیل میں لکھا ہے کہ ابوذر اس آیت کے ظاہری مفہوم کی بنا پر واجب جانتے تھے کہ ضرورت سے زیادہ دولت کو خدا کی راہ میں خرچ کر دیا جائے اس سلسلے میں ابوذر اور معاویہ کے درمیان اختلاف، معاویہ کا عثمان سے شکایت کرنا، ابوذر کا مدینہ میں بھیجا جانا، کعب کو ڈنڈا مارنا نقل کیا ہے اور پھر وہ لکھتے ہیں کہ اس واقعے کو شیعہ اس انداز سے پیش کرتے ہیں جس سے عثمان کی مذمت کا پہلو نکل سکے۔

آلوسی کی تحریر میں ظاہر آیت کہنا دھاندلی ہے کیونکہ آیت کا ظاہری و باطنی مفہوم الگ نہیں ہوتا، دوسرے یہ کہ معاویہ سے ابوذر کا اختلاف آلوسی کے بیان کئے گئے طریقہ پر نہیں ہے، پھر یہ کہ آلوسی نے ابوذر کو تند کہا ہے جب کہ رسول خدا ﷺ نے انہیں زہد و اخلاق میں عیسیٰ کے مانند قرار دیا ہے، نیز یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ اکثر صحابہ نے ابوذر کی مخالفت کی، کاش کچھ مخالف صحابہ کا نام بھی بتایا ہوتا، ظاہر ہے کہ امویوں کے سوا کوئی مخالف نہیں تھا وہ یہ بھی الزام لگاتے ہیں کہ ابوذر کی وجہ سے فتنہ پھیل رہا تھا، لہذا

عثمان سے مشورہ کر کے ربذہ میں سکونت اختیار کی، یہ بہت بڑا جھوٹ ہے کیونکہ انہیں جلا وطن کیا گیا تھا اور جاتے وقت کسی کو ملنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی، اپنے غلط عقیدے کو جس اطمینان کے ساتھ آلوئی نے پیش کیا ہے اور ثابت حقیقت کا جس طرح مذاق اڑایا ہے وہ بجائے خود حیرت انگیز اور شرمناک ہے۔

مجلس فتویٰ کے دوسرے گواہ دشمن اہلیت ابن کثیر ہیں انہوں نے اپنی تفسیر و تاریخ میں جھوٹ و تہمت کا انبار لگایا ہے، جھوٹی حدیثیں پیش کی ہیں اور ابو ذر کی طرف عجیب فتویٰ منسوب کیا ہے کہ وہ دولت کے مخالف تھے حالانکہ کوئی ثبوت پیش نہیں کیا جاسکتا۔

تیسرے گواہ ابن حجر ہیں، کاش مجلس فتویٰ نے ان کی اصل عبارت پیش کی ہوتی جو فتح الباری میں لکھی ہے، (۱) ہم فتویٰ دینے والوں سے کہنا چاہتے ہیں کہ تم ابو ذر کے کیونٹ ہونے پر کوئی ثبوت فراہم نہیں کر سکتے، کیونکہ تم یہی تو کہنا چاہتے ہو کہ ابو ذر انسان کی ضرورت سے زیادہ مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے حق میں تھے، ظاہر ہے کہ اس مفہوم کی بے شمار احادیث رسول ﷺ مسانید میں موجود ہیں اور جن لوگوں نے ابو ذر کو کیونٹ کہا ہے، ان میں عبد المجید، خضریٰ، احمد امین، محمد احمد، صادق ابراہیم عرجون اور عبد الوہاب پیش پیش ہیں، ان لوگوں کی کتابوں کا تحلیل و تجزیہ کیا جائے تو علمی و تاریخی لچر پن واضح ہو سکتا ہے ان کا کہنا ہے کہ ابو ذر نے کیونٹ کو عبد اللہ بن سبا سے حاصل کیا، ان لوگوں کے استدلال کا مدرک ذہبی طبری کی روایت جو مرثی، شعیب، سیف عطیہ اور یزید نخعی سے مروی ہے جو جھوٹے، حدیث ساز، باطل نواز اور گمنام ہیں، خود اس روایت کا متن اس کے بناوٹی ہونے کا پتہ دیتا ہے، پھر یہ کہ عبد اللہ بن سبا خود یہودی تھا جو مسلمان کے معاشرے میں شورش و پراگندگی پیدا کر رہا تھا۔ تمام معروا لے اس کے قبضے میں تھے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ غلیفہ کو قتل کرنے اور فتنہ پھیلانے کیلئے مسلمانوں کے بڑے بڑے شہروں میں چکر لگاتا رہتا تھا، اس نے لوگوں کے عقائد خراب کئے لیکن عثمان کے کسی بھی عامل نے اس کی پکڑ دھکڑ نہ کی اور نہ اس کو مسلمانوں سے الگ کیا اور نہ ہی جلا وطن، لطف یہ ہے کہ اس یہودی کے بہکاوے میں جو عظیم صحابہ آئے ان میں ابو ذر، ابن مسعود، عمار یا سراک، اشتر، زید

صعہ، جندب بن ظہیر، کعب بن عہدی، یزید اوجی، عامر بن قیس، عمر بن حقی، غزوہ بارتی اور کمیل بن زیاد جیسے فقہاء اور اسلامی احکام کے ماہرین تھے، ہم دیکھتے ہیں کہ ان لوگوں کو تو جلا وطن کیا گیا، اور سختیاں کی گئیں، لیکن شورش کا سرغنہ عبداللہ بن سبا اسلامی معاشرے میں آزادانہ گھومتا رہا، خود حضرت علی کو عثمان نے منع میں جلا وطن کرنا ضروری سمجھا لیکن ابن سبا اور اس کے ساتھی آزاد تھے کیا ایسا ہنگامہ پسند انسان خلیفہ کی آنکھوں کے سامنے نہیں تھا، کیا خلیفہ کے سامنے اس کی شورش نہیں تھی۔

خود اسلامی سماج میں کوئی مسلمان نہیں جو اسے موت کے گھاٹ اتار دیتا؟ کیا خلیفہ نے اس گمراہ شخص کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے صحابہ سے مشورہ کیا، جیسا کہ ابوذر کے خلاف مشورہ کیا تھا جیسا کہ ابوذر کے لئے رائے لی تھی کہ مجھے بتاؤ اس دروغ گو بڑھے کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے؟ اسے مارا جائے یا قید میں ڈال دیا جائے یا جلا وطن کیا جائے۔؟

لیکن عبداللہ بن سبا حق پوشی اور جاہلی کی علامت بن کے سارے معاشرے میں فساد پھیلاتا رہا، عثمان کے خلاف ساری شورش اسی نے پیدا کی انقلابیوں کو اسی نے آمادہ کیا، پتہ نہیں کیونزوم کے صحیح اصول سے واقف تھا کہ نہیں، یہ سب کچھ اس بنا پر ہے کہ سری، شعیب اور سیفہ کی روایت کو صحیح مان لیں، لیکن یہ بھی جھوٹے، گمناہ اور عالموں کے نزدیک بے وقعت تھے، جن مسلمانوں نے عثمان کے خلاف شورش پیدا کی وہ خود عظیم اصحاب رسول ﷺ اور دین سے واقفیت رکھتے تھے، وہ لوگ دوسروں کو دین سمجھاتے تھے، کسی کی بات کیا سنتے؟

آخری بات

اگر جامعہ الازہر کے اساتذہ کیونزوم کے اصول اور ابوذر کی تحریک کو صحیح طریقے سے سمجھتے تو ان دونوں میں کافی فاصلہ دکھائی دیتا، وہ سمجھ جاتے، کہ ابوذر جیسا صحابی کبھی کیونست نہیں ہو سکتا، وہ شخص کیونست کیسے ہو سکتا ہے جو جانتا ہے کہ خود اسلام نے محتاجوں کی خبر گیری کے متوازن قوانین بنائے ہیں، قرآن وحدیث میں اقتصادی توازن کے لئے احکام ہیں تاکہ بھوکے اور برہنہ لوگ تکلیف سے دوچار نہ

ہوں، دولتمندوں کو خرچ کرنے پر واجب و مستحب احکام نافذ کر کے ابھارا ہے۔ اسلام کبھی اس معاشرے کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا، جس میں دولتمند مطمئن ہوں، اور دوسری سمت بھوکوں، تنگوں کی تعداد زیادہ ہو، ارشاد ہوتا ہے:

”لیکن جب انسان کو پرودگار آزماتا ہے اور عزت و نعمت دیتا ہے تو کہتا ہے کہ میرے رب نے عزت دی ہے لیکن اس کی روزی تنگ کر کے آزماتا ہے تو بھول اٹھتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کیا ہے ہرگز نہیں۔“ (۱)

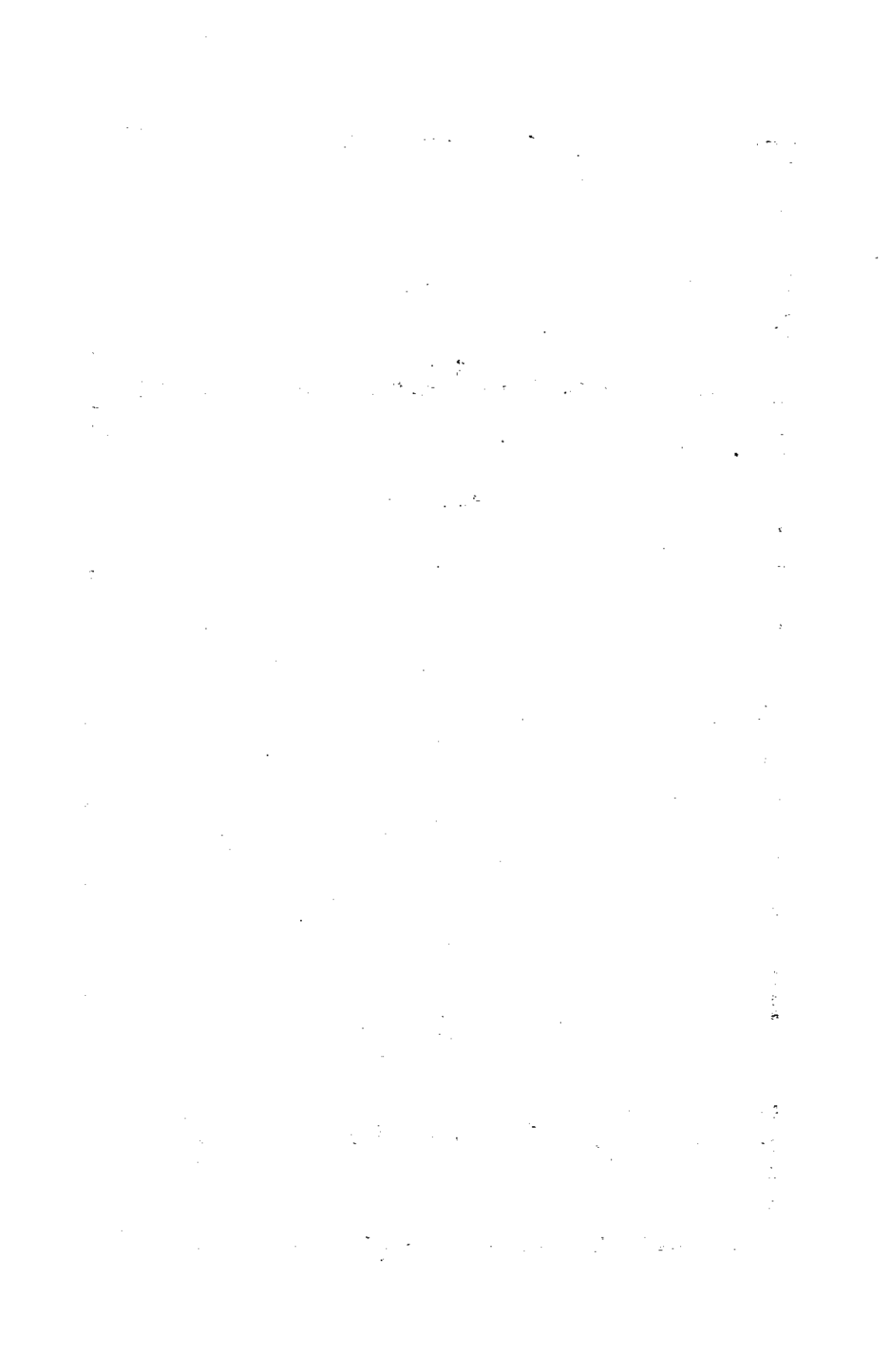
غدير
قرآن، حدیث اور ادب میں
نویں جلد

مؤلف
حضرت علامہ عبدالحسین الایمنی لنجھی



ترجمہ و تلخیص

ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گو پال پوری



عن الصادق عليه السلام

والله لو عرف الناس فضل هذا اليوم بحقيقته
لصافحتهم الملائكة في كل يوم عشر مرات و ما

اعطى الله لمن عرفه ما لا يحصى بعدد



سبیل سکینه

”صادق آل محمدؑ مآتے ہیں:

”خدا کی قسم! اگر لوگ ”روز غدیر“ کی واقعی حقیقت سے آشنا ہو
جاتے تو فرشتے ایک دن میں دس مرتبہ ان سے مصافحہ کرتے۔ جس
نے اس دن کی معرفت حاصل کر لی ہے اس پر خداوند عالم کی بخشش
قابل شمارش نہیں ہے۔“ (مصباح المتعجد ص ۷۳۸)



فہرست مطالب

۴۰۵.....	۴۱۔ عثمان نے عبداللہ بن مسعود کو غصہ میں مسجد سے باہر نکالا
۴۰۷.....	ابن مسعود کی شخصیت
۴۱۱.....	۴۲۔ عمار یا سر کے ساتھ سلوک
۴۲۰.....	۴۳۔ عثمان نے شائستہ کردار مومنین کو فہ کو شام جلا وطن کیا
۴۲۳.....	۴۴۔ عثمان نے کعب بن عبدی کو مارا پیٹا اور جلا وطن کیا
۴۲۴.....	۴۵۔ زاہد و پارسا عامر کی جلا وطنی
۴۲۵.....	۴۶۔ عبدالرحمن جعی کی جلا وطنی
۴۲۵.....	۴۷۔ حضرت علی کی جلا وطنی
۴۲۶.....	۴۸۔ عثمان کے لئے نزول آیت
۴۲۸.....	۴۹۔ عثمان راہ نجات نہیں جانتے تھے
۴۲۹.....	۵۰۔ خلیفہ نے نماز کی تکبیریں ترک کیں
۴۳۲.....	عثمان کے متعلق حضرت علی کے ارشادات
۴۳۹.....	عائشہ کا تذکرہ
۴۳۹.....	عبدالرحمن بن عوف
۴۴۹.....	نظریہ طلحہ... ممبر شوری، عشرہ مبشرہ کی فرد
۴۵۸.....	نظریہ زبیر بن عوام، عشرہ مبشرہ کی فرد، ممبر شوری

۴۶۰.....	عثمان کے خلاف طلحہ و زبیر کی ساٹھ گانٹھ
۴۶۶.....	عبداللہ بن مسعود؛ بدری صحابی
۴۶۷.....	عمار یاسر؛ بدری صحابی، خدا و رسول کے محبوب
۴۷۰.....	مقداد؛ جنگ بدر کے شہسوار
۴۷۲.....	عبدالرحمن بن حسان عزی
۴۷۳.....	ہاشم مرقال
۴۷۴.....	حجاء بن ۴۷ سعید؛ بیعت رضوان کے آراستہ صحابی
۴۷۵.....	ابوایوب انصاری؛ مجاہد بدر، سابقین صحابہ کی فرد
۴۷۶.....	قیس بن سعد؛ سردار خزرج، بدر صحابی
۴۷۸.....	فروہ بن عمرو انصاری
۴۷۸.....	محمد بن عمرو انصاری
۴۷۸.....	جابر بن عبداللہ انصاری
۴۷۹.....	جبلہ بن عمرو؛ بدری صحابی
۴۸۰.....	محمد بن مسلمہ؛ بدری صحابی
۴۸۱.....	ابن عم رسول، حیر امت ”عبداللہ بن عباس“
۴۸۳.....	عمرو بن عاص
۴۸۶.....	بزرگ صحابی عامر بن وائلہ
۴۸۶.....	سعد بن ابی وقاص؛ نمبر شوری، عشرہ مبشرہ کی فرد
۴۸۸.....	مالک اشتر
۴۸۹.....	عبداللہ بن حکیم کے خیالات
۴۹۰.....	محمد بن حذیفہ

۴۹۲.....	عمر بن زرارہ
۴۹۲.....	رئیس قبیلہ صحصہ بن صوحان کنڈی
۴۹۳.....	حکیم بن جبہ
۴۹۳.....	ہشام بن ولید مخزومی
۴۹۴.....	معاویہ بن ابی سفیان اموی
۴۹۷.....	عثمان کی رائے خود اپنے بارے میں
۴۹۷.....	خود شناسی
۴۹۸.....	نظریہ مجاہدین و انصار
۵۰۲.....	مدینہ والوں کا خط سرحدی صحابہ کو
۵۰۳.....	مجاہدین کا خط مصریوں کے نام
۵۰۳.....	مدینہ والوں کا خط عثمان کے نام
۵۰۳.....	عثمان اور اجماع
۵۰۴.....	قصہ پہلے محاصرے کا
۵۰۶.....	خلیفہ نے قرآن و سنت پر عمل کیا (۳۵ھ)
۵۰۸.....	دوسرا عہد و توبہ
۵۱۱.....	دوسرا محاصرہ
۵۱۴.....	عثمان توبہ کا ر، توبہ شکن
۵۱۶.....	ایام محاصرہ عثمان
۵۱۸.....	محاصرے کی مدت
۵۱۹.....	زمانہ محاصرہ میں عثمان نے خطوط لکھے
۵۲۱.....	خطوط عثمان پر ایک نظر

۵۲۲.....	خانہ عثمان پر جنگ
۵۲۸.....	عثمان کا قتل
۵۳۲.....	خلیفہ کا دفن و کفن
۵۳۹.....	جعلی روایات
۵۵۶.....	تفصیلی صورت
۵۵۸.....	اس وضعی روایت کا تجزیہ
۵۶۱.....	چند تالیفات پر ایک نظر
۵۶۵.....	وصیت رسول عثمان سے
۵۶۹.....	ان روایات پر ایک نظر
۵۷۰.....	مناقب عثمان پر ایک نظر
۶۱۲.....	خلفائے ثلاثہ کی فضیلت میں غلو

عثمان نے عبداللہ ابن مسعود کو غصے میں مسجد سے باہر نکالا

بلاذری، انساب الاشراف (۱) میں لکھتا ہے کہ جس وقت عبداللہ ابن مسعود بیت المال کے خزانچی تھے، خزانے کی کھجیاں ولید ابن عقیل کے سامنے پھینکتے ہوئے کہا: جو شخص دین میں تبدیلی پیدا کرے گا خدا اس کے حالات میں تبدیلی پیدا کر دے گا، میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں اصل میں یہ تمہارے ساتھی عثمان کی بدعتیں ہیں، کیا سعد ابن وقاص جیسے شخص کی جگہ ولید کو گورنر بنایا جاسکتا ہے؟ سب سے بہتر بات قرآن کی ہے اور محمد ﷺ کی ہدایت ہے اور سب سے بدتر بات بدعت پیدا کرنا ہے۔ (۲)

ولید نے ان تمام باتوں کو عثمان کے یہاں لکھ مارا اور یہ کہ وہ آپ کی بہت زیادہ عیب جوئی کرتے ہیں، عثمان نے جواب دیا کہ انھیں مدینہ بھیج دو، کوفے کے لوگوں نے عبداللہ ابن مسعود کا حلقہ کر لیا کہ آپ یہیں رہیں، ہمارے ہوتے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جواب دیا: عثمان کی بات ماننا میری ذمہ داری ہے، میں شورش پیدا کرنے والا پہلا شخص نہیں بننا چاہتا، (۳) پھر کوفے والوں کو تقویٰ اور قرآن پر عمل کرنے کی ہدایت کی۔



جس وقت عبداللہ ابن مسعود مدینے پہنچے عثمان منبر پر تقریر کر رہے تھے۔ عبداللہ کو دیکھتے ہی دھاڑے کہ اب تمہارے سامنے ایک گمراہ جانور آ رہا ہے، ابن مسعود نے کہا: میں ایسا نہیں ہوں بلکہ صحابی پیغمبر ﷺ ہوں اور میں جنگ بدر اور بیعت رضوان میں حاضر تھا۔ عائشہ نے فریاد کی: افسوس ہے اے عثمان! کہ تم صحابی رسول ﷺ کو ایسا کہہ رہے ہو۔ پھر عثمان نے حکم دیا اسے مسجد سے نکال باہر کر دو۔

۲۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۱۳۸ (نمبر ۲۱)۔

۱۔ انساب الاشراف ج ۵ ص ۳۶ (ج ۶، ص ۱۳۶)

۳۔ استیعاب، ج ۳ ص ۳۷۔ (القسم الثانی ص ۹۹۳، نمبر ۱۶۵۹)۔

عبداللہ ابن زمعہ نے انھیں زمین پر اس طرح پٹکا کہ ان کی پسلیاں ٹوٹ گئیں۔

اس وقت حضرت علیؓ نے فرمایا: اے عثمان! اولید کے خط پر تم صحابی رسولؐ کے ساتھ یہ برتاؤ کر رہے ہو۔ عثمان نے جواب دیا کہ یہ برتاؤ ولید کی وجہ سے نہیں بلکہ زبیر ابن صلت کندی کو میں نے کوفہ بھیجا تھا، اس نے آکر بتایا کہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ عثمان کا خون حلال ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: زبیر بھی معجز نہیں ہے۔ واقدی نے یہی واقعہ لکھا ہے لیکن وہ لکھتا ہے کہ ابن مسعود شب جمعہ کو مدینے میں وارد ہوئے اور پسلیاں ٹوٹنے کے بعد ابن مسعود نے کہا تھا: ابن زمعہ نے کافر عثمان کے حکم سے مجھ کو مار ڈالا۔

بلاذری (۱) کے مطابق حضرت علیؓ نے ابن مسعود کو گمربک پہنچایا، جب اچھے ہوئے تو عثمان سے دوسرے شہر جانے کی اجازت مانگی یا کسی سرحدی شہر میں جانا چاہا۔ لیکن مروان نے رائے دی کہ ابن مسعود نے عراق میں شورش پیدا کی اب شام میں بھی فتنہ اٹھا بیٹھے، اب کہیں جانے کی اجازت نہ دی جائے۔ اس طرح جبری طور سے دو سال مدینے میں رہے اور قتل عثمان کے دو سال قبل انتقال کیا۔

بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ سعد ابن ابی وقاص کی مگرانی میں تھے اور مرض الموت کے وقت عثمان ملاقات کے لیے پہنچے اور پوچھا: کیا تکلیف ہے؟ جواب دیا: گناہوں کی۔ پوچھا: کیا چاہتے ہو؟ کہا: رحمت پروردگار۔ پوچھا: طیب کو بلاؤ؟ جواب دیا: طیب نے عی تو بیمار کر ڈالا ہے۔ پوچھا: تمہارا جو وظیفہ روک دیا تھا، ادا کر دو؟ جواب دیا کہ جب مجھے اس کی ضرورت تھی تو تم نے روک لیا، اب ضرورت نہیں ہے تو دینا چاہتے ہو۔ کہا کہ تمہارے بچوں کے کام آئے گا۔ جواب دیا کہ ان کا رازق اللہ ہے، میں نے انھیں تاکید کر دی ہے کہ روزانہ سورۃ واقعہ کی تلاوت کریں وہ کبھی محتاج نہ ہوں گے۔ عثمان نے کہا: میری بخشش کی دعا کیجئے۔ ابن مسعود نے کہا کہ میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ میرا حق تم سے لے لے اور وصیت کر دی کہ عثمان میرے جنازے میں شریک نہ ہو۔ جب ابن مسعود دفن ہو گئے تو عثمان بہت غصہ ہوا کہ مجھے اطلاع کیوں نہ دی تو عمار یا سرنے جواب دیا کہ ابن مسعود نے وصیت کی تھی کہ تم ان کی نماز - جنازہ نہ پڑھو۔ (۲)

حاکم، ابو عمر اور ابن کثیر کے مطابق ابن مسعود کے وحی زبیر ابن عوام تھے۔ (۱)
تاریخ خمیس (۲) میں ہے کہ عثمان نے ابن مسعود اور ابوذر کا وظیفہ بند کر دیا تھا، ابوذر کو ربذہ جلا وطن کیا، وہ وہیں مر گئے۔ ابن مسعود نے اپنا وحی زبیر کو بنایا تھا، ان کے مرنے کے بعد عثمان نے ابن مسعود کے بیٹوں کو وظیفہ دینا چاہا اور یہ کہ عثمان مجتہد تھے وہ ابن مسعود کا حق مارنا نہیں چاہتے تھے صرف اخلاقی تادیب میں روک لیا تھا جب اصلاح نہ ہوئی تو ان کا وظیفہ دینے لگے۔
سیرت حلبیہ (۳) میں ہے کہ عثمان پر جو تنقیدیں ہوئیں ان میں ایک یہ بات بھی تھی کہ انہوں نے عبد اللہ ابن مسعود کو قید اور جلا وطن کیا، ابی ابن کعب کا وظیفہ بند کیا، عبادہ کو معاویہ کی شکایت پر شام سے جلا وطن کیا، عمار یا سرگو مارا پٹیا، کعب ابن عبدہ کو بیس تازیانہ مار کر پہاڑی علاقوں میں جلا وطن کر دیا اور عبد الرحمن سے کہا کہ تو منافق ہے۔

ابن مسعود کی شخصیت

عثمان کی گستاخیوں کو سمجھنے کے لیے ابن مسعود کی عظمت سے واقف ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم اور ابن ماجہ میں سعد کا قول ہے کہ ﴿ولا قطرد الذین...﴾ (۴) چھ آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی ان میں عبد اللہ ابن مسعود بھی ہیں۔ (۵)

- ۱۔ المسد رک علی النعمین، ج ۳، ص ۳۱۳، (ج ۳، ص ۳۵۲، حدیث ۵۳۶۳) استیعاب، ج ۱، ص ۳۷۳۔ (القسم الثالث، ص ۹۹۳، نمبر ۱۶۵۹) البدایہ والنہایہ ج ۷، ص ۱۶۳۔ (ج ۷، ص ۱۸۳، حوادث ۳۳۲)
- ۲۔ تاریخ خمیس، ج ۲، ص ۲۶۸۔
- ۳۔ السیرۃ الحلہ ج ۲، ص ۸۷، ج ۲، ص ۷۸۔ (انعام ۵۲)۔
- ۵۔ صحیح مسلم (ج ۵، ص ۳۱) حدیث ۲۵ فضائل الصحابہ (حسن ابن ماجہ (ج ۲، ص ۱۳۸۳، حدیث ۳۱۳۸) و تفسیر طبری ج ۷، ص ۱۱۸) جلد ۵ ج ۵، ص ۲۰۲) المسد رک علی النعمین ج ۳، ص ۳۱۹ (ج ۳، ص ۳۶۰، حدیث ۵۳۹۳) و تاریخ ابن مساکر ج ۶، ص ۱۰۰ (ج ۲، ص ۳۳۰، نمبر ۲۳۲۲، ج ۳، ص ۳۳، ص ۷۴، نمبر ۳۵۷۳) تفسیر قرطبی، ج ۱۶، ص ۳۳۲، ۳۳۳ (ج ۶، ص ۶۷۸) تفسیر ابن کثیر ج ۲، ص ۱۳۵ تفسیر ابن جری، ج ۲، ص ۱۰۔ در المنثور ج ۳، ص ۱۳ (ج ۳، ص ۷۷۴) تفسیر فتح القدیر، ج ۲، ص ۱۱۵، ج ۲، ص ۱۴۱۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ ﴿الذین استجابوا لله﴾ (۱) اٹھارہ آدمیوں کے لیے نازل ہوئی ان میں عبد اللہ بن مسعود بھی ہیں۔ (۲)

شرہنی اور خازن نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ آیہ مبارکہ ﴿لمن هو قانت آناء الليل...﴾ (۳) ابن مسعود، عمار یا سر اور سلمان فارسی کے حق میں نازل ہوئی۔ (۴)

حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ ابن مسعود قیامت کے دن میزان میں کوہ احد سے بھی گراں تر ہونگے۔ (۵)

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: جو شخص نزول قرآن کے مطابق قرآن کی تلاوت کرنا چاہتا ہے وہ ابن مسعود کی قرأت کو اپنائے۔ (۶)

عبد اللہ ابن مسعود کی روایت ہے رسول خدا ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کہ میں تمہیں اجازت دیتا

۱۔ (آل عمران ۱۷۲)

۲۔ طبقات ابن سعد ج ۳، ص ۱۰۸ (وج ۳، ص ۱۵۳، ۱۵۴)؛ تفسیر ابن کثیر ج ۱، ص ۱۳۰۔ تفسیر خازن (ج ۱، ص ۳۰۵)

۳۔ (زمر ۹)

۴۔ تفسیر خازن، ج ۳، ص ۵۰۔

۵۔ المسد رک علی النخسین، ج ۳، ص ۳۱۷۔ وج ۳، ص ۳۵۸ حدیث ۵۳۸۵۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۱۲۷۔ استیعاب، ج ۱، ص ۳۷۱، القسم الثالث، ص ۹۸۹، نمبر ۱۶۵۹۔ حلیۃ الصغریٰ، ج ۱، ص ۱۵۷۔ وج ۱، ص ۳۹۹۔ نمبر ۱۔ البدیۃ والنہیۃ، ج ۷، ص ۱۶۳۔ وج ۷، ص ۱۸۳، حوالہ ۳۲۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۲۸۹۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۴۴، حدیث ۳۹۸۱۔ مسند ابی یعلیٰ، ج ۹، ص ۲۰۹، حدیث ۵۳۱۰۔ المعجم الکبیر، ج ۹، ص ۷۸، حدیث ۸۳۵۳۔ ۸۳۵۲۔

۶۔ مسند احمد ج ۱، ص ۴۴، حدیث ۱۸۱۔ دشمن نسائی، ج ۵، ص ۷۱، حدیث ۸۲۵۵۔ تاریخ الکبیر بخاری، ج ۷، ص ۱۹۹، نمبر ۸۷۵۔ و مجمع ابن خزیمہ، ج ۲، ص ۱۸۶، حدیث ۱۱۵۶۔ الاحسان فی تفریب مجمع ابن حبان، ج ۱، ص ۵۴۲، حدیث ۷۰۶۶۔ تاریخ ابن عساکر ج ۳، ص ۶۲، حدیث ۳۵۷۳۔ مسند یزید، البحر الزخار، ج ۴، ص ۲۳۰۔ المعجم الکبیر، ج ۹، ص ۶۷، حدیث ۸۳۱۵۔ مسند ابی یعلیٰ، ج ۱، ص ۱۷۲، حدیث ۱۹۴، سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۶۳، ج ۱، ص ۴۹، حدیث ۱۴۸۔ المسد رک علی النخسین، ج ۳، ص ۱۳۸، و ج ۳، ص ۳۵۹، حدیث ۵۳۹۰۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۱۲۳، استیعاب، ج ۱، ص ۳۷۱۔ القسم الثالث، ص ۹۹۰، نمبر ۱۶۵۹۔ حلیۃ الصغریٰ، ج ۱، ص ۱۵۶۔ وج ۱، ص ۳۹۹، نمبر ۱۹۔ طرح المخریج، ج ۱، ص ۸۵، وج ۱، ص ۷۵۔ الاصابہ، ج ۲، ص ۳۶۹۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۲۸۷۔ کنز العمال، ج ۱، ص ۱۸۱۔ وج ۱۱، ص ۷۱۰، حدیث ۳۳۳۶۳۔ ۳۳۳۶۱۔ وج ۱۳، ص ۴۶۰، حدیث ۳۷۱۹۷۔

ہوں کہ تم میرے گھر کا پردہ پکڑ کر گھریلو باتیں سن سکتے ہو جب تک میں تمہیں منع نہ کروں۔ (۱)
ترمذی (۲) کی روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ابن مسعود کا طریقہ اپناؤ۔ ایک دوسری عبارت میں ہے کہ عمار کا طریقہ اپناؤ اور ابن مسعود کی حدیثوں کو صحیح سمجھو اور تصدیق کرو۔ (۳)
اس طرح کی بہت سی روایات صحاح ستہ، مستدرک، مسند احمد، حلیہ، تاریخ ابن کثیر، استیعاب، اصابہ، ابن عساکر، تفسیر قرطبی، در المنثور، خازن، شریبی اور شوکانی وغیرہ میں موجود ہیں۔

یہ ان کی عظمت اور اسلامی سبقت تھی، وہ راز دار رسول ﷺ تھے، حبشہ اور مدینہ ہجرت کی، جنگ بدر میں شریک رہے۔ استیعاب کی روایت میں ہے کہ یہ بھی ان دس افراد میں تھے جنہیں جنت کی بشارت دی گئی تھی۔ اس طرح وہ علوم قرآنی اور سنت نبویؐ کے داعی تھے، لوگوں کو اصول اور فروع نیز معاشرتی آداب تعلیم فرماتے تھے، کوئی بھی ان کی شخصیت میں داغ نہیں لگا سکتا۔ حضرت عمر کے زمانے میں عمار یاسر کوفے کے گورنر تھے، تو انھیں درس دین و قرآن کے لیے وہاں بھیجا گیا تھا۔ ان دونوں کے متعلق عمر نے لکھا تھا کہ یہ دونوں بدری صحابی ہیں ان کی پیروی کرو۔ میں ابن مسعود کو استفادے کے خیال سے اپنے اوپر ترجیح دیتا ہوں۔ (۴) خود کوفے والوں نے ابن مسعود سے کہا تھا: آپ نے ہمیں اچھی طرح قرآن تعلیم فرمایا۔ آپ بہتر مسلمان اور بہترین دمساز تھے۔

ابن مسعود پہلے شخص تھے جنہوں نے مکہ میں اعلانیہ قرآن کی تلاوت کی۔ ایک دن اصحاب رسولؐ نے جمع ہو کر رائے کی کہ بخدا! ابھی تک قریش کے کانوں میں قرآن کی آواز نہیں پہنچی ہے۔ انھیں کون جا کر

۱۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۳۸۸۔ ج ۲، ص ۶۴۲، حدیث ۳۶۷۵۔ سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۶۳۔ ج ۲، ص ۴۹، حدیث ۱۳۹۔ استیعاب، ج ۱، ص ۳۷۱، القسم الثانی، ص ۹۸۸، نمبر ۱۶۵۹۔ حلیہ الاولیاء، ج ۲، ص ۱۲۶، البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۱۶۲، ج ۷، ص ۱۸۲، حوادث ۳۲۔ الاصابہ، ج ۳، ص ۳۶۹۔

۲۔ سنن ترمذی، ج ۵، ص ۶۳۰، حدیث ۳۸۰۵۔

۳۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۳۸۵۔ ج ۲، ص ۵۳۳، حدیث ۲۲۷۵۔ حلیہ الاولیاء، ج ۱، ص ۱۲۸۔ البدایہ والنہایہ، ج ۲، ص ۱۶۲، ج ۷، ص ۱۸۳، حوادث ۳۲، کنز العمال، ج ۷، ص ۵۵۔ ج ۱۳، ص ۴۶۵، حدیث ۳۷۱۱۔ الاصابہ، ج ۲، ص ۳۶۹۔

۴۔ استیعاب، ج ۱، ص ۳۷۳۔ ج ۲، ص ۴۳۶، القسم الثانی، ص ۹۸۸، نمبر ۱۶۵۹، ص ۱۱۴۰، نمبر ۱۸۶۳۔ الاصابہ، ج ۲، ص ۶۳۹، نمبر ۱۳۹۵۔

سنائے گا؟ ابن مسعود نے کہا: میں حاضر ہوں۔ لوگوں نے کہا: کہ ہمیں ڈر ہے کہ تم کو قریش ضرر پہنچائیں گے، کسی قرشی ہی کو یہ کام کرنا چاہیے۔ فرمایا: خدا میری حفاظت کرے گا۔ اور جا کر ان کی بزم میں سورہ رجن کی تلاوت کرنے لگے۔ انھوں نے آپس میں پوچھا کہ یہ کثیر زادہ کیا پڑھ رہا ہے؟ جب معلوم ہوا کہ قرآن کی تلاوت ہو رہی ہے تو ان پر حملہ کر کے منہ پر طمانچے مارنے لگے۔ اور یہ اسی طرح تلاوت کرتے رہے۔ جب واپس آئے تو لوگوں نے چوٹیں دیکھ کر کہا کہ ہم کو اسی کا خوف تھا، جواب دیا: میں اسی طرح دشمنانِ خدا کو ذلیل اور کمزور کرتا رہوں گا، اگر تم لوگ چاہو تو یہ کام کرتا رہوں۔ لوگوں نے کہا تم نے ان کے کانوں تک قرآنی آیات پہنچا دی یہی کافی ہے۔ (۱) اس طرح کا جہاد اور سختیوں میں صبر کر کے ابن مسعود نے خدا کے نزدیک بلند درجہ حاصل کیا۔ وہ بلند مقاصد کے لیے کسی غصے کی پروا نہ نہیں کرتے تھے نہ ان کی کوئی ذاتی فرض ہوتی تھی۔ وہ ہمیشہ اپنے حق سے باطل کو پریشان کرتے رہے، اسی لیے اصحاب رسول ﷺ کے نزدیک ان کا احترام کیا جاتا تھا۔ ان کی نصیحتوں پر کسی کو اعتراض کی ہمت نہیں تھی۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ ابن مسعود نے ایک شخص سے کہا: اپنا دامن اونچا کر دو۔ اس نے کہا: آپ بھی اپنا دامن اونچا کیجئے۔ آپ نے فرمایا: میرے اور تمہارے حالات میں فرق ہے، میری پنڈلیاں پتلی ہیں اور لمبا آدمی ہوں اس لیے میں اپنا دامن زیادہ لمبا رکھتا ہوں۔ جب اس کی خبر حضرت عمرؓ کو ہوئی تو اس شخص کو سزا دی اور کہا: تو ابن مسعود سے بدزبانی کرتا ہے۔ (۲)

علقہ کا بیان ہے کہ ایک شخص عمر سے ملنے کے لیے عرفات میں پہنچا اور کہا: میں نے کوفہ میں ایک شخص کو دیکھا کہ قرآن کو زبانی پڑھتا ہے۔ یہ سن کر عمر کو بہت غصہ آیا۔ پوچھا: کون ہے؟ اس نے کہا: عبداللہ ابن مسعود۔ یہ سن کر عمر کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور کہا کہ بخدا! میں اس سلسلے میں ان سے زیادہ موزون شخص نہیں جانتا ہوں۔ (۳)

۱۔ سیرۃ ابن ہشام، ج ۱، ص ۳۳۷ (ج ۱، ص ۳۳۶)

۲۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۳، نمبر ۳۵۷۳۔ سید اعلام العلماء (ج ۱، ص ۴۹۲-۴۹۱، نمبر ۸۷): الاصاب (ج ۲، ص ۳۷۰، نمبر

۴۹۵۳) کنز العمال، ج ۷، ص ۵۵ (ج ۱۳، ص ۴۶۳، نمبر ۳۷۲۰۶)

۳۔ استیعاب، ج ۱، ص ۳۷۲، القسم الثالث، ص ۹۹۲، نمبر ۱۶۵۹۔

ایسے عظیم بدری مجاہد کا دو سال تک وظیفہ روک لیا گیا، ان کو اس طرح پریشان کیا گیا کہ انھوں نے اپنے حق کے مطالبے کی دعا کی۔ وصیت کر دی کہ میرا حق تارنے والا میرے جنازے میں شریک نہ ہو۔ ان کی توہین کی گئی، مسجد سے نکالا گیا۔ اتنا مارا گیا کہ دانت ٹوٹ گئے، چونکہ وہ ولید ابن عقبہ کی خیانت کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ انھیں چالیس تازیانے مارے گئے، کیونکہ انھوں نے ابوذر کے جنازے میں شرکت کی تھی اور انھیں دفن کیا تھا، ان کا علم و ایمان ابوذر جیسے عظیم صحابی کو بے گور و کفن نہیں دیکھ سکتا تھا۔

آخر یہ کیسا غلیفہ ہے جو اصلا ح پسندوں کو سزا دیتا ہے، ایسے بدری اصحاب کی توہین کرتا ہے جن کی رسول خدا ﷺ نے تعریف کی تھی، حالانکہ روایات میں ہے کہ ایک بدری مجاہد سے کوئی جرم سرزد ہو گیا تھا۔ حضرت عمر نے رسول خدا ﷺ سے اجازت طلب کی کہ اس کا سر قلم کر دوں، فرمایا: ابن خطاب! ٹھہرو، تم جانتے ہو کہ اس نے جنگ بدر میں شرکت کی تھی، تمہیں معلوم نہیں، شاید خدا اہل بدر کو اپنے دامن رحمت میں ڈھانپ لے۔ پھر فرمایا: جو جی چاہے کر دو، میں تمہیں معاف کر دوں گا۔ (۱)

عثمان کے طرفداروں نے ابن مسعود کے بدری صحابی ہونے سے انکار کیا ہے حالانکہ تمام تاریخوں کا اجماع ہے کہ یہ بدری صحابی تھے، ابن مسعود اور ابوذر جیسے اصحاب رسول ﷺ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر کمر باندھ لی تھی، اس سلسلے میں انھوں نے کسی ستم کی پرواہ نہیں کی۔ جو لوگ اس بارے میں عثمان کے مجتہد ہونے کا شوشہ چھوڑتے ہیں، وہ اصل میں نادانوں کے سامنے پاپ چھپانے کی کوشش ہے لیکن ارباب نظر دھوکہ نہیں کھا سکتے۔ (۲)

۴۲۔ عمار یا سر کے ساتھ سلوک

بلاذری، انساب الاشراف میں لکھتا ہے کہ مدینے کے بیت المال میں کچھ زیورات و جواہرات

۱۔ احکام القرآن قرطبی، ج ۳، ص ۵۳۵، وج ۳، ص ۳۳۵۔

۲۔ التعمید باقلائی، ص ۲۲۱۔ ریاض الصرۃ، ج ۲، ص ۱۳۵۔ وج ۳، ص ۸۲۔ الصواعق المحرقة، ص ۶۷۔ ۱۱۳۔ تاریخ الخلفاء،

تھے جسے عثمان نے اپنے ایک خاندان کی فرد کو پہننے کے لیے دے دیا۔ اس پر لوگوں نے ان کی سخت تنقید کی تو عثمان نے غصے میں خطبہ دیا کہ میں اس مال غنیمت میں سے اپنی ضرورت کے وقت ضرور لوں گا چاہے لوگوں کو کتنا ہی برا لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انھیں ٹوکا کہ اگر تم نے ایسا کیا تو تمہیں اس سے روک دیا جائے گا۔ اور عمار یاسر نے کہا کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ سب سے پہلے میں مخالفت کروں گا۔ یہ سن کر عثمان نے کہا کہ اے لایا ابی عورت کے فرزند۔ تو مجھ سے گستاخی کرتا ہے! پھر حکم دیا کہ گرفتار کر لیا جائے پھر انھیں اتارا گیا کہ وہ بیہوش ہو گئے۔ لوگ انھیں اٹھا کر ام سلمہ کے گھر لے گئے اور ان کی ظہر، عصر اور مغرب کی نماز قضا ہو گئی۔ جب غش سے افادہ ہوا تو وضو کر کے نماز پڑھی اور کہا: اس خدا کا شکر ہے کہ یہ پہلا دن نہیں ہے کہ مجھے خدا کے بارے میں اذیت دی گئی ہے۔ بنو مخزوم عمار کے حلیف تھے۔ ہشام مخزومی نے کہا کہ اے عثمان! حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بولنے کی تمہیں ہمت نہیں ہوئی لیکن میرے بھائی کو تم نے روند ڈالا۔ بخدا! اگر یہ مر گئے تو میں بنی امیہ کے ایک ایک معزز شخص کو مار ڈالوں گا۔ عثمان نے کہا: اے ذلیل عورت کے بیٹے! تمہاری یہ ہمت؟ مغیرہ نے بھی اسی طرح جواب دیا تو عثمان نے انھیں نکال باہر کر دینے کا حکم دیا۔ وہ وہاں سے ام سلمہ کے گھر آئے تو دیکھا کہ حضرت عائشہ اور ام سلمہ دونوں ہی برہم ہیں۔ عائشہ نے تو غصے میں رسول خدا ﷺ کا بال، کپڑا اور جو تا حجرے سے باہر کر کے فریاد کی کہ ابھی رسول خدا ﷺ کا بال، کپڑا اور جو تا بھی میلا نہیں ہوا کہ تم نے سنت پیغمبر ﷺ کو ترک کر دیا۔ اس صورتحال پر عثمان کو اتنا غصہ تھا کہ اول فول بک رہے تھے اور لوگوں کو ان کی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ مسجد میں آئے تو لوگوں نے تنقید کی: سبحان اللہ سبحان اللہ! چونکہ عمر عاص کو تازہ گورنری سے معزول کیا تھا اسی لئے ان کی آواز سب سے تیز تھی، لوگوں میں اس واقعہ کے بعد عثمان سے سخت نفرت پیدا ہو گئی۔ (۱)

بلاذری (۲) نے یہ بھی لکھا ہے کہ مقداد، عمار، طلحہ وزیر اور دوسرے اصحاب رسول ﷺ نے عثمان کے پاس خط لکھ کر ان کی بدعتوں کا تذکرہ کیا اور دھمکی دی کہ اگر ان سے باز نہ آئے تو ہم تم پر چڑھ دوڑینگے۔ وہ خط عمار یاسر لے کر عثمان کے پاس گئے، عثمان نے خط پڑھ کر کہا: تم ہی سب کے لیڈر ہو۔

عمار نے کہا: میں تمہارا سب سے زیادہ خیر خواہ ہوں۔ عثمان نے کہا: تم جھوٹے ہو اور پھر انہیں بری طرح مارا پٹا۔ یہاں تک کہ وہ بیہوش ہو گئے اور عارضہ شک لاحق ہو گیا۔ حضرت عمار بہت بوڑھے اور کمزور تھے۔ اس واقعہ کو شرح ابن ابی الحدید اور استیعاب میں بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ (۱)

ابن قتیہ کے مطابق اصحاب رسول ﷺ نے عثمان کی مندرجہ ذیل بدعتیں گنائی تھیں:

۱۔ افریقہ کا فُس مروان کو بخش دیا ہے۔

۲۔ مکان کی تعمیر میں اسراف کیا ہے یہاں تک کہ بیٹی، بیوی وغیرہ کے لیے الگ الگ سات فلک بوس عمارتیں بنوائیں ہیں۔

۳۔ مروان نے ذی شہب کا مکان افریقہ کے فُس سے تعمیر کرایا ہے۔

۴۔ حکومت کے تمام عہدے بنی امیہ کے چھو کروں کو سونپ دیا ہے۔

۵۔ ولید نے حالت مستی میں صبح کی دو کے بجائے چار رکعت پڑھا دی۔

۶۔ عثمان نے ولید پر حد جاری نہیں کی۔

۷۔ انصار و مہاجرین سے حکومت کے معاملے میں مشورے نہیں کرتے ہیں۔ استبدادی طریقہ

اپنایا ہے۔

۸۔ مدینے کے اطراف کی چراگاہوں کو ذاتی ملکیت بنا لیا ہے۔

۹۔ حکومت کی املاک پر بنی امیہ کے ذلیل چھو کرے قابض ہیں۔

۱۰۔ بجائے چھڑی کے تازیانوں سے سزا دی جاتی ہے جبکہ سابق خلفاء چھڑی یا کوڑا استعمال

کرتے تھے۔

اس خط کو عمار یا سر لے کر گئے اور متذکرہ واقعہ پیش آیا، یعقوبی کے مطابق عثمان کے غصے کی وجہ یہ

بھی تھی کہ ابوذر کی خبر وفات پر عمار نے کہا: خدا نے انہیں ہمارے ہاتھوں سے نجات دی۔ عثمان نے عمار کو

جلا وطن کرنا چاہا لیکن حضرت علیؓ اور بنی مخزوم کے آڑے آنے سے باز آئے نیز یہ کہ عمار یا سر نے

ابن مسعود کے کفن دفن میں عثمان کو خبر نہیں کی تھی پھر مقداد کے انتقال کے بعد بھی عثمان کو خبر نہیں کی۔ عثمان نے غصے میں کہا: میں اس کثیر سیاہ کے فرزند عمار کو خوب پہچانتا ہوں۔ (۱)

طبقات ابن سعد میں ہے کہ عمار کا قاتل عقیل ابن عامر تھا۔ اور اسی نے عثمان کے حکم سے عمار کو بہت مارا پیٹا تھا۔ (۲)

علامہ ابنی فرماتے ہیں کہ یہ خلیفہ کے کالے کرتوت ہیں، اس عظیم انسان کے خلاف جس کے اطمینان قلب کی قرآن گواہی دیتا ہے، جس نے سب سے پہلے عبادت کے لیے اپنے گھر کو مسجد بنایا، (۳) رسول خدا ﷺ نے جس کی بہت زیادہ تعریف کی اور لوگوں کو اس سے نفرت و عداوت رکھنے سے منع کیا۔ تمام عظیم صحابہ ان کا بہت زیادہ احترام کیا کرتے تھے۔ خود حضرت عثمان کی روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: اے آل یاسر! صبر کرو تمہارا گھانا جنت ہے۔ (۴) دوسری حدیث میں ہے کہ اے اللہ! آل یاسر کو بخش دے۔ (۵)

بے شمار طریقوں سے روایت ہے کہ عمار کو گروہ باغی قتل کرے گا جو اسلام سے منحرف ہوگا اور عمار کی آخری غذا دودھ کا پیالہ ہوگی۔ اس حدیث کے راوی عثمان ابن عفان، عمرو عامر، معاویہ، حذیفہ، ابن عمر خزیمہ، کعب ابن مالک، جابر، ابن عباس، انس، ابو ہریرہ، عبد اللہ ابن مسعود، ابو سعد، ابو عامر، ابو رافع، ابو قتادہ، ابن ابی اوفی، عمار یاسر، عبد اللہ ابن ابی ہذیل، ابوالیسر، زیاد ابن فرد، جابر ابن سمرہ، عبد اللہ

۱۔ الامۃ واسیۃ، ج ۱، ص ۳۵۔

۲۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۱۸۵۔ وج ۳، ص ۲۵۹۔

۳۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۱۷۸۔ والبدایۃ والنہایۃ، ج ۷، ص ۳۳۵، حوادث، ج ۳۔ المسد رک علی النعمان، ج ۳، ص ۳۳۳ نمبر ۶۱۸۲۔ تاریخ اسلام، ذہبی، ۵۷۲ھ، مجد خلفاء الراشدین۔ المصنف ابن ابی شیبہ، ج ۷، ص ۵۲۳۔

۴۔ المعجم الکبیر، ج ۲۳، ص ۳۰۳۔ حدیث ۷۶۹۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۲۹۳۔ تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۳۳۳۔ نمبر ۶۱۸۲۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، ج ۱۸، کنز العمال، ج ۶، ص ۱۸۵۔ وج ۱۱، ص ۷۲۸۔ حدیث ۳۳۵۶۸۔ المسد رک علی النعمان، ج ۳، ص ۳۳۲۔

۵۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۶۲، ج ۱۰، ص ۱۰۰۔ حدیث ۳۳۱۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۲۹۳۔ وصلة المفقود، ج ۱، ص ۳۳۳۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، ج ۱۸، ص ۲۰۸۔ کنز العمال، ج ۷، ص ۷۲۔ وج ۱۳، ص ۵۲۸۔ حدیث ۷۳۶۵۔ تاریخ اسلام ذہبی، ص ۵۷۲۔ مجد خلفاء الراشدین۔

ابن عمر وعاص، ام سلمہ اور عائشہ ہیں۔ (۱)

عمار قرآن مجید کی روشنی میں

عمار کی شان میں کئی آیتیں نازل ہوئیں ہیں ان میں:

پہلی آیت:

﴿اَمِنْ هُوَ قَائِتٌ اِنَّاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ﴾ ”کیا جو شخص رات کے اوقات میں سجدہ کر کے اور کھڑے کھڑے خدا کی عبادت کرتا ہو اور آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے پروردگار کی رحمت کا امیدوار ہو، ناشکرے کافر کے برابر ہو سکتا ہے؟“۔ (۲)

ابن عباس وغیرہ کی روایت ہے کہ یہ آیت عمار یا سر، ابو حذیفہ، ابن مسعود اور سلمان فارسی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (۳)

دوسری آیت:

﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاوَةِ وَالْعَشَىٰ يُرِيدُونَ وَجْهَ مَا عَلَيْكَ مِنَ

۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۱۸۰، وج ۳، ص ۲۵۱۔ سيرة ابن هشام، ج ۲، ص ۱۱۴۔ وج ۲، ص ۱۳۲۔ البحر رک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۳۸۶۔ وج ۳، ص ۳۳۵۔ حدیث ۵۶۵۷۔ حدیث ۵۶۵۸۔ حدیث ۴۴۲۲۔ حدیث ۵۶۷۶۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۳۶۔ (القسم الثالث) ج ۱، ص ۱۱۴۰، نمبر ۸۶۳، طرح التکریب، ج ۱، ص ۸۸، تیسیر الوصول، ج ۳، ص ۲۷۸، وج ۳، ص ۳۲۳، حدیث ۲۔ وشرح ابن ابی الجہید، ج ۲، ص ۲۷۴، وج ۸، ص ۲۳، خطابیہ، ۱۲۳، البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۲۶۷۔ وج ۷، ص ۲۹۶، ۲۹۸۔ حوادث، ج ۳، ص ۲۹۶۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۲۹۶۔ وفتح باب التحدیب، ج ۷، ص ۳۰۹، وج ۷، ص ۳۵۸، وکنز العمال، ج ۶، ص ۱۸۴، وج ۷، ص ۷۳، وج ۷، ص ۷۴۔ وج ۱۱، ص ۷۲۶، حدیث ۳۳۵۵۵۔ وج ۱۳، ص ۵۲۹، حدیث ۳۷۳۷۰، وج ۷، ص ۵۳۶، حدیث ۳۷۳۰۰۔ الاصابہ، ج ۲، ص ۵۱۲۔ انصاف النکیر فی سیدتی، ج ۲، ص ۲۳۹۔

۲۔ زمر ۹

۳۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۱۷۸۔ وج ۳، ص ۲۵۰۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، ج ۱۸، ص ۲۱۰۔ و تفسیر قرطبی، ج ۱۵، ص ۲۳۹۔ وج ۱۵، ص ۱۵۶۔ و تفسیر کشاف، ج ۳، ص ۲۲۔ وج ۳، ص ۱۱۷۔ و تفسیر خازن، ج ۳، ص ۵۳۔ وج ۴، ص ۵۰۔ تفسیر در المنثور، ج ۵، ص ۲۲۳۔ وج ۷، ص ۲۱۴۔ فتح القدر، ج ۴، ص ۴۳۲۔ وج ۴، ص ۴۵۴۔

حسابہم من شئی کے ”جو لوگ صبح وشام اپنے پروردگار سے اس کی خوشنودی کی تمنا میں دعائیں مانگا کرتے ہیں ان کو اپنے پاس سے نہ دھکا دو“۔ (۱)

ابن ماجہ کے مطابق یہ آیت عمار یاسر، صہیب، بلال اور خباب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (۲)

تیسری آیت:

﴿الَا مِنْ اَكْرَهٍ وَ قَلْبِهِ مَطْمَئِنَّ بِالْاِيْمَانِ﴾ ”اس شخص کے سوا جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کی طرف سے مطمئن ہو“۔ (۳)

اکثر حفاظ اور مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت عمار کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس ذیل میں واقعہ بھی تحریر کیا ہے۔ (۴)

چوتھی آیت

﴿الْمَنْ وَعَدْنَاهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيهِ كَمَنْ مَتَعْنَاهُ مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْمُحْضَرِينَ﴾ ”کیا وہ شخص جس سے ہم نے بہشت کا بہترین وعدہ کیا ہے اور اسے وہ پا کر رہے گا، اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جسے ہم نے دنیاوی زندگی کے تھوڑے سے فائدے عطا

۱۔ انعام ۵۲

۲۔ سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۱۳۸۳، حدیث ۳۱۲۸۔ تفسیر طبری، ج ۷، ص ۱۴۷، ص ۱۲۸۔ وج ۷، ص ۲۰۱۔ ۲۰۰۔ تفسیر قرطبی، ج ۱۶، ص ۳۳۲۔ وج ۱۶، ص ۲۷۸۔ تفسیر بیضاوی، ج ۱، ص ۱۸۰، وج ۱، ص ۳۰۲۔ تفسیر کشاف، ج ۱، ص ۳۵۳۔ وج ۲، ص ۲۷۔ تفسیر کبیر، ج ۴، ص ۵۰۔ وج ۱۲، ص ۲۳۳۔ در المنثور، ج ۳، ص ۱۲۔ وج ۳، ص ۲۷۳۔ تفسیر خازن، ج ۲، ص ۱۸۔ فتح القدیر، ج ۲، ص ۱۱۵۔ وج ۲، ص ۱۲۰۔

۳۔ نمل ۱۰۶

۴۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۱۷۸، ج ۳، ص ۲۳۹۔ تفسیر طبری، ج ۱۳، ص ۱۲۲۔ وج ۸، ج ۱۳، ص ۸۱۸۱۔ اسباب النزول واحدی، ص ۲۱۲۔ ص ۱۹۰۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۷، ص ۵۲۳۔ المسند رک علیٰ رحمۃ اللہ، ج ۲، ص ۳۵۷۔ وج ۲، ص ۳۸۹، حدیث ۳۳۶۲۔ احتیاج، ج ۲، ص ۳۳۵، القسم الثالث، ص ۱۱۳۶، نمبر ۱۸۶۳۔ تفسیر قرطبی، ج ۱۰، ص ۱۸۰۔ وج ۱۰، ص ۱۱۸۔ تفسیر کشاف، ج ۲، ص ۱۷۶، وج ۲، ص ۲۳۶۔ تفسیر بیضاوی، ج ۱، ص ۶۸۳۔ ج ۱، ص ۵۵۸۔ تفسیر کبیر، ج ۵، ص ۳۶۵، وج ۲۰، ص ۱۲۱۔ تفسیر ابن جریر، ج ۲، ص ۱۶۲۔ تفسیر غیشا پوری، مطبوع بر حاشیہ تفسیر طبری، ج ۱۳، ص ۱۲۲۔ وج ۳، ص ۳۰۹۔ بھیج المحافل، ج ۱، ص ۹۳۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۵۸۔ در المنثور، ج ۳، ص ۱۳۲، وج ۵، ص ۱۷۹۔ تفسیر خازن، ج ۳، ص ۱۳۳۔ وج ۳، ص ۱۳۶۔ الاصلیہ، ج ۲، ص ۵۱۲۔ فتح القدیر، ج ۳، ص ۱۹۱۔ وج ۳، ص ۱۹۸۔ تفسیر روح المعانی، ج ۱۳، ص ۲۳۷۔

کیئے ہیں۔“ (۱)

واحدی نے سدی سے روایت کی ہے کہ یہ آیت عمار یاسر اور ولید ابن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (۲)

پانچویں آیت:

”وَإِذَا مَنِكَ الْمُنَافِقُونَ يُعَذِّبُهُمْ وَيُنَادِيهِمْ أُمُوتُوا هَٰؤُلَاءِ يَسْتَسْرِئُونَ مِنْهُ فَبِأَیْنَ عَیْنٍ یَّحِیُّونَ“
 تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس کے لیے ایک نور بنایا جس کے ذریعہ وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہو۔ (۳)
 ابو عمر، ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت عمار یاسر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (۴)
 ان آیات کے علاوہ خود رسول خدا ﷺ نے عمار یاسر کی ستائش میں بہت سی احادیث فرمائیں ہیں:

۱۔ عبد اللہ ابن عباس کی روایت ہے کہ عمار یاسر، سر سے ہر تک ایمان سے پھر پور ہیں اور ایمان ان کے گوشت و خون میں کھل مل گیا ہے۔ (۵)
 اس مفہوم کی روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ، ہانی ابن ہانی وغیرہ سے بھی مذکور ہے۔ (۶)

۱۔ قصص راہ

۲۔ اسباب النزول واحدی، ص ۲۵۵، و ص ۲۲۹، تفسیر قرطبی، ج ۱۳، ص ۳۰۳۔ و ج ۱۳، ص ۲۰۰۔ تفسیر کشاف، ج ۲، ص ۲۸۶۔ و ج ۳، ص ۳۲۵۔ تفسیر خازن، ج ۳، ص ۳۳۔ و ج ۳، ص ۳۰۹۔ تفسیر سراج منیر شربنی، ج ۳، ص ۱۰۵، و ج ۳، ص ۱۱۲۔

۳۔ انعام ۱۲۲

۴۔ استیعاب، ج ۲، ص ۲۸۶۔ القسم الثالث، ص ۱۱۳۔ نمبر ۱۸۶۳۔ تفسیر ابن جریر، ج ۲، ص ۲۰۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۱۷۲۔ تفسیر بیضاوی، ج ۲، ص ۳۰۰۔ و ج ۱، ص ۳۱۹۔ و در المنثور، ج ۳، ص ۳۳۔ و ج ۳، ص ۳۵۲۔ تفسیر خازن، ج ۲، ص ۳۲۔ و ج ۲، ص ۵۰۔ تفسیر سراج منیر شربنی، ج ۱، ص ۳۲۹۔ تفسیر فتح القدیر، ج ۲، ص ۱۵۲۔ و ج ۲، ص ۱۶۰۔

۵۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۱۳۹، تفسیر کشاف، ج ۲، ص ۱۷۶۔ و ج ۲، ص ۲۳۶۔ تفسیر خازن، ج ۳، ص ۱۳۳۔ و ج ۱، ص ۵۵۸۔ مجمع المحافل، ج ۱، ص ۹۴۔ و تفسیر کبیر رازی، ج ۵، ص ۳۶۵۔ و ج ۲، ص ۱۲۱۔ تفسیر خازن، ج ۳، ص ۱۳۳۔ و ج ۳، ص ۱۳۶۔ و کنز العمال، ج ۲، ص ۱۸۳، و ج ۷، ص ۷۵۔ تفسیر روح المعانی، ج ۱۳، ص ۲۳۷۔

۶۔ مختصر تاریخ ابن مساکر، ج ۱۸، ص ۲۱۳، مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۲۹۵، سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۶۵۔ و ج ۱، ص ۹۵، حدیث ۱۴۷۔ الاصلیہ، ج ۲، ص ۵۱۲۔

۲۔ ابن سعد کی روایت ہے کہ عمار حق کے ساتھ ہیں اور حق عمار کے ساتھ، جدھر جدھر عمار پھرتے ہیں ادھر ادھر حق پھرتا ہے اور قاتل عمار جہنمی ہے۔ (۱)

نیز ملاحظہ ہو: طبرانی، بیہقی، حاکم نیشاپوری، ابن کثیر اور سیوطی۔ (۲)

ابراہیم دیزیل لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے ابن مسعود سے پوچھا: اگر داخلی فتنہ برپا ہو جائے تو آپ کے خیال میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟ انھوں نے کہا کہ قرآن سے وابستہ رہو۔ پوچھا: اگر دونوں گروہ قرآن کا واسطہ دے رہے ہوں اس وقت میں کیا کروں؟ جواب دیا: میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے کہ جب لوگ باہم اختلاف کر رہے ہوں تو فرزند سمیہ حق کے ساتھ ہوگا۔ یعنی اس گروہ میں رہو جس میں عمار یا سر ہیں۔

۳۔ انس ابن مالک سے روایت ہے کہ بہشت چار آدمیوں کی مشتاق ہے: علیؑ، عمار، سلمان، اور مقداد، ایک روایت میں تین کا نام ہے علی، عمار اور سلمان، اور دوسری میں علی، عمار اور بلال کا نام ہے۔ (۳)
۴۔ حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: عمار کا گوشت اور خون جہنم پر حرام ہے۔ (۴)

۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۱۸۷۔ وج ۳، ص ۲۶۲۔

۲۔ المعجم الکبیر، ج ۱۰، ص ۹۵۔ حدیث ۱۰۰۷۱۔ دلائل النبوة، ج ۱، ص ۳۲۲۔ المسند رک علیؑ، ج ۳، ص ۳۴۲۔ حدیث ۵۶۷۶۔ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۲۷۰۔ وج ۷، ص ۳۰۰، حوادث، ج ۳، ص ۱۸۳۔ وج ۱۱، ص ۷۲۱۔ وج ۱۱، ص ۷۲۱۔ حدیث ۳۳۵۲۵۔

۳۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۱۴۲، المسند رک علیؑ، ج ۳، ص ۲۳۷۔ وج ۳، ص ۱۳۸۔ سنن ترمذی، ج ۵، ص ۶۲۶۔ حدیث ۳۷۹۷۔ المعجم الکبیر، طبرانی، ج ۶، ص ۲۱۵۔ تفسیر قرطبی، ج ۱۰، ص ۱۸۱ و ج ۱۰، ص ۱۱۹، البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۳۱۱۔ وج ۷، ص ۳۵۴۔ حوادث، ج ۳، ص ۳۰۷۔ مجمع الروائد، ج ۹، ص ۳۰۷۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۳، ص ۳۰۶۔ ج ۱۹۸۔ وج ۱۰، ص ۳۵۱، نمبر ۹۷۴۔ ج ۲۱، ص ۳۱۱۔ ج ۳۱۰۔ نمبر ۲۵۹۹۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، ج ۵، ص ۲۵۹۔ ج ۱۰، ص ۴۰۔ وج ۱۸، ص ۲۱۲۔ احتیاج، ج ۲، ص ۳۳۵۔ القسم، ج ۱، ص ۱۱۳۸۔ نمبر ۱۸۶۳۔

۴۔ مختصر ابن عساکر، ج ۱، ص ۲۱۵۔ مجمع الروائد، ج ۹، ص ۲۹۵۔ کنز العمال، ج ۶، ص ۱۸۴۔ وج ۷، ص ۷۵۔ وج ۱۱، ص ۷۲۱۔ حدیث ۳۳۵۲۱۔ وج ۱۳، ص ۵۳۹۔ حدیث ۳۷۷۱۲۔

۵۔ احمد ابن حنبل، خالد ابن ولید سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: جو شخص عمار سے دشمنی کرے خدا اس کا دشمن ہوگا۔ جو عمار سے کینہ رکھے خدا اس سے کینہ رکھے گا۔ (۱)
اس کی روایت بے شمار طریقوں سے کی گئی ہے۔

۶۔ حذیفہ سے پوچھا گیا کہ عثمان قتل ہو چکے اب کیا کیا جائے؟ جواب دیا عمار کے ساتھ رہو۔ لوگوں نے کہا: عمار تو علی کے ساتھ ہیں۔ فرمایا: حسد انسان کو جاہ کر دیتا ہے تم لوگ صرف اس لیے عمار سے دور ہو کہ وہ علی سے نزدیک ہیں، حالانکہ علی کو عمار پر اسی طرح برتری حاصل ہے جیسے آسمان کو زمین پر۔ (۲)

۷۔ مسطرف میں ہے کہ جنگ احد میں جبریل نازل ہوئے اور رسول خدا ﷺ سے پوچھا کہ آپ کے اصحاب کہاں گئے؟ پھر پوچھا: یہ کون ہے جو آپ کا دفاع اور پاسداری کر رہا ہے؟ فرمایا: عمار یا سر ہیں۔ جبریل نے کہا: انھیں بشارت دیدیجئے کہ عمار پر آتش دوزخ حرام ہے۔ (۳)

آیات و احادیث کے مطالعے سے یہ تسلیم شدہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ان پر جو بھی سختیاں ہوئیں، قطعی ناروا اور شرمناک تھیں اور ان کی کوئی بھی توجیہ پیش نہیں کی جاسکتی۔ اگر کہا جائے کہ خلیفہ نے تادیب کے خیال سے سختیاں کیں تو یہ تادیب اسے کی جاتی ہے جو باطل بات یا بہتان زبان پر لائے یا اسلامی احکام کی مخالفت کرے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ عمار کی شخصیت اس سے بہت بلند ہے۔ انھوں نے صرف دعوت حق اور اسلامی تعلیمات کے لیے یہ ستم سہے، وصیت پر عمل کیا، یا صالح موئین اور اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر مشتمل جو میمورڈم تیار کیا تھا اسے خلیفہ تک پہنچایا۔ آخر اس میں کون سی بات تھی جو شرعیت اسلام کے خلاف تھی، خلیفہ مسلمانوں کے جان و مال

۱۔ مسند احمد، ج ۵، ص ۵۰، ۵۲۔ حدیث ۱۶۳۷۳۔ ۱۶۳۸۰۔ المسند رک علی الصمیمین، ج ۳، ص ۳۹، ۴۰، ۴۱۔ حدیث

۵۶۶۳۔ ۵۶۶۴۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۲۹۳، مختصر تاریخ، ابن عساکر، ج ۱۸، ص ۲۱۴۔ المعجم الکبیر، ج ۴، ص ۱۱۲، حدیث

۳۸۳۱۔ تاریخ بغداد، ج ۱، ص ۱۵۲۔ اسد الغابۃ، ج ۴، ص ۴۵۔

۲۔ کنز العمال، ج ۷، ص ۷۳، ج ۱۳، ص ۵۳۲، حدیث ۳۷۳۸۵۔

۳۔ المسطرف، ج ۱، ص ۱۶۶، ج ۱، ص ۱۳۷۔

کا محافظ ہوتا ہے اسے من مانی کرنے کا کوئی اختیار نہیں۔ سوائے اس کے کہ حکومت اسلامی، استبداد کا رویہ اپنا کر مطلق العنان ہو جائے۔

اگر خلیفہ کو تاکید کرنی ہی تھی تو عبداللہ ابن عمر، حکم ابن عاص، مردان، ولید، سعید جیسے پاپیوں کو سزا دینی چاہیے تھی۔ کیونکہ انھوں نے احکام اسلامی کا مذاق اڑایا تھا اور ان کی تادیب لازم تھی، عثمان کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی نیک اور خیر خواہ ملت اسلامی کے احترام کے قائل نہیں تھے۔ کبھی حضرت علیؓ کے ساتھ گستاخی کی۔ کیا انھوں نے زبان رسالت سے فضائل علیؓ نہیں سنے تھے۔ یا حساس ترین موقع پر ان کی شجاعت و فداکاری کا مشاہدہ نہیں کیا تھا؟ سب میدان جنگ سے بھاگ جاتے تھے اور وہ اکیلے رسول اللہ ﷺ اور اسلام کی پاسداری کرتے تھے، کچھ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ خلیفہ نماز شب میں پورا قرآن ایک رکعت میں ختم کر دیے تھے، اگر یہ دعویٰ صحیح ہے تو کیا وہ اس میں آیہ تطہیر یا آیہ مبالغہ کی تلاوت نہیں کرتے تھے۔ جس کی ایک اہم فرد حضرت علیؓ بھی تھے۔ یا ان کی عقل پر تالے پڑ گئے تھے۔

میں نہیں جانتا کہ ابن حجر اور ابن کثیر جیسے لوگ ابوذر، ابن مسعود اور مالک اشتر پر عثمانی مظالم کی کیا توجیہ کریں گے۔ حضرت علیؓ کے خلاف گستاخیوں پر کیا کہیں گے۔ یہ سبھی لوگ خیر خواہانہ طور پر شوکت اسلامی باقی رکھنے کے لیے نیکی کا حکم دیتے تھے اور برائیوں سے روکتے تھے۔ آخر ابوذر، عمار، ابن مسعود اور حضرت علیؓ پر ظلم اور جلا وطنی میں کون سی اسلامی مصلحت تھی۔ کیا حضرت علیؓ، عین صلاح و مصلحت نہیں تھے؟ بات یہ ہے کہ عثمان اپنی ذاتی مصلحت کو عمومی مصلحت سمجھتے تھے، یہ اندھے متعصب عظیم شخصیتوں کو کبھی داغدار نہیں کر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر عثمان نصیحتوں پر کان دھرتے تو نہ خلافت کی توہین ہوتی نہ ظلم و ستم کا بازار گرم ہوتا۔

۴۳۔ عثمان نے شائستہ کردار مومنین کو فہ کو شام جلا وطن کیا

بلاذری نے ابو مخنف کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب عثمان نے ولید ابن عقبہ کو کوفہ کی گورنری

سے معزول کیا تو سعید ابن عاص کو معمور کرتے ہوئے لوگوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنے کی تاکید کی۔ اسی لیے اس نے کوفہ کے دانشوروں اور قاریوں کے ساتھ محبت شروع کر دی۔ ان میں مالک اشتر، زید، مصعبہ ابن صوحان، حرقوم، جندب، شریح، کعب ابن عبدہ، عدی ابن حاتم، کدام، مالک ابن حبیب، قیس، زیاد، یزید وغیرہ لائق ذکر ہیں۔ ایک دن یہ سب بعد نماز عصر آپس میں گفتگو کرنے لگے اور بات نکل گئی چڑاگا ہوں اور کوہستانی زمینوں کی، حسان ابن محدود آگے آگے بات کر رہا تھا۔ اتنے میں کوئال شہر عبدالرحمن ابن خنیس نے کہا: میرا دل چاہتا ہے کہ کاش یہ زمینیں سعید ابن عاص کی ملکیت ہوتی اور تم لوگ اس سے بہتر زمین کے مالک ہوتے۔ مالک اشتر نے اس سے کہا کہ گورز کے لیے دوسری زمینوں کی خواہش کرو ہماری زمینوں پر آنکھ نہ کڑاؤ۔ عبدالرحمن نے کہا: میری خواہش میں تمہارا کون سا نقصان ہو گیا کہ تم ہمیں آنکھ دکھا رہے ہو، بخدا اگر گورز چاہے تو اس پر قبضہ کر سکتا ہے۔ مالک اشتر نے کہا: اگر وہ چاہے بھی تو نہیں لے سکتا ہے۔ سعید ابن عاص نے غصے میں کہا کہ کوفہ و بصرہ کی ان زمینوں پر قریش کا حق ہے، مالک اشتر نے کہا: کہ جن زمینوں کو ہم نے جنگ کر کے حاصل کیا ہے ان پر تم قبضہ جمانا چاہتے ہو۔ اگر کسی نے ایسی ہمت کی تو اسے مار مار کے سیدھے کر دیا جائے گا۔ یہ کہہ کے جھپٹ کر عبد الرحمن کا گر بیان تمام لیا۔ لوگوں نے بیچ بچاؤ کر دیا۔

سعید ابن عاص نے سارا واقعہ عثمان کو لکھ مارا کہ مالک اشتر اور ان کے ساتھیوں کو دانشور کہا جاتا ہے۔ لیکن وہ احمق ہیں، ان کے ہوتے میرا کوفہ پر کوئی زور نہیں چل سکتا۔ عثمان نے جواب خط میں حکم دیا کہ ان لوگوں کو شام جلا وطن کر دو۔ اور مالک اشتر کو لکھا کہ میں جانتا ہوں کہ تم ایسی نیت رکھتے ہو کہ جسے ظاہر کر دیا جائے تو تمہارا خون بہانا جائز ہو جائے۔ میرا خط پاتے ہی شام کی طرف روانہ ہو جاؤ کیونکہ تم نے کوفہ کے باشندوں کو خراب کر ڈالا ہے۔ سعید ابن عاص نے مالک اشتر، زید، مصعبہ، عائد، کمیل، جندب، حارث، یزید، ثابت، اصغر وغیرہ کو جلا وطن کر دیا۔ یہ قاریان قرآن دمشق میں عمرو ابن زرارہ کے یہاں ٹھہرے۔ معاویہ نے ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا اور احترام سے پیش آیا، لیکن مالک اشتر سے تکرار ہو گئی جس کی وجہ سے معاویہ نے انھیں جیل میں ڈال دیا۔ عمرو نے کہا کہ ہم انھیں جیل سے آزاد

کرالیں گے۔ تو معاویہ نے عمرو کو بھی جیل میں ڈال دیا۔ دوسرے لوگوں نے مداخلت کی کہ تمہارے ساتھ بیٹھنے سے کیا فائدہ۔ خاص طور سے زید نے کہا کہ اگر ہم نے ظلم کیا ہے تو خدا کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہیں۔ اس طرح زید رہا ہو کر کوفہ واپس کر دئے گئے۔ پھر معاویہ کو خبر ملی کہ دمشق والے مالک اشتر اور ان کے ساتھیوں سے بحث و گفتگو کر رہے ہیں۔ معاویہ نے عثمان کو خط لکھا کہ یہ لوگ یہاں کے لوگوں میں شورش پیدا کر رہے ہیں۔ عثمان نے جواب دیا کہ ان لوگوں کو قصص جلاوطن کر دو۔ جہاں کا گورنر عبدالرحمن ابن خالد ہے۔ (۱) وہ بہت زیادہ سختی سے پیش آتا تھا ان لوگوں کو گالیاں دیتا تھا اور بہت زیادہ ڈراتا دھمکتا تھا یہ نیک لوگ سخت اذیت میں مبتلا ہو گئے۔ حالانکہ معاویہ کی نرمی بھی سیاسی تھی اور عبدالرحمن کی سختی بھی سیاسی ہی تھی۔

یہ سارا واقعہ اس لیے پیش آیا کہ عثمان کی بدعتیں لوگوں میں کافی مشہور ہو گئی تھیں، سبھی ان کی مذمت کر رہے تھے۔ بنی امیہ کی بے ایمانی اور ظالمانہ حکومت کے خلاف عام طور سے نفرت پھیل رہی تھی۔ عظیم صحابہ عمار یاسر، ابوذر اور ابن مسعود جیسوں پر ڈھائے گئے مظالم نے اور بھی آگ لگائی، ولید کی شراب خواری نے اس واقعہ کو کچھ اور بھی ہوا دی۔ یہ تمام اصحاب عوام میں احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ مالک اشتر صحابی رسول ﷺ اور سب کی نظر میں لائق تعریف تھے۔ (۲) حضرت علیؑ نے مصر کی گورنری دیتے ہوئے انھیں خدائی تلوار کا لقب (۳) دیا تھا ان کے انتقال پر حضرت علیؑ پھوٹ پھوٹ کر روئے تھے۔ (۴)

۱۔ الانساب، بلاذری، ج ۵، ص ۳۳-۳۹، ج ۶، ص ۱۵۶-۱۵۱۔

۲۔ تاریخ الثقات، ج ۳۱۷، نمبر ۱۵۲۰۔ الثقات ابن جہان، ج ۵، ص ۳۸۹۔ حماد بن محمد، ج ۱۰، ص ۱۲۔ ج ۱۰، ص ۱۱۔

۳۔ تاریخ طبری، ج ۶، ص ۵۵، ج ۵، ص ۹۶، حواشی ۲۸۔ نصح البلاغ، ج ۲، ص ۶۱۔ دس ۳۱۰، خطبہ ۳۸۔ شرح ابی الہدیہ، ج ۲، ص ۳۰۔ ج ۶، ص ۷۷، ج ۷، ص ۶۷۔

۴۔ نصح البلاغ، ج ۲، ص ۲۳۰۔ ج ۵، ص ۳۸۹-۵۵۳، خطبہ ۳۳۳۔ شرح ابن ابی الہدیہ، ج ۲، ص ۳۰۔ ج ۶، ص ۷۷، خطبہ ۶۷۔ لسان العرب، ج ۴، ص ۳۳۶، ج ۱۰، ص ۳۳۳۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۱۵۳، ج ۲، ص ۳۱۰۔ تاج العروس، ج ۲، ص ۳۵۴۔

زید ابن صوحان کو زید الخیر بھی کہا جاتا تھا۔ صحابی رسولؐ تھے نیک، پارسا اور قوم کے سردار تھے۔ حضرت علیؑ سے مروی حدیث رسولؐ ہے کہ جو شخص ایسے کو دیکھنا چاہتا ہے کہ جس کے بدن کا بعض حصہ پہلے جنت میں پہنچا ہو وہ زید ابن صوحان کو دیکھے۔ ان کا ایک ہاتھ جنگ قادسیہ میں شہید ہو گیا تھا۔ (۱) ان کے بھائی مصعب بھی بہت بہادر اور عظیم خلیب (۲) تھے، جنہب بھی صحابی تھے اور جنگ جمل وصفین میں شاندار کارنامے کئے تھے۔ (۳) کعب کو بلا ذری (۴) نے زاہد و پارسا کے نام سے یاد کیا ہے، عدی بھی صحابی رسولؐ تھے اور ان کے ساتھ مالک، یزید، عمرو، عمرو، اصغر بھی عظیم صحابہ میں تھے۔ کھیل اور حارث نیک و پارسہ اور ثقہ راویوں میں شمار کئے جاتے ہیں، یہ سبھی عشق علیؑ میں سرشار تھے۔

۴۴۔ عثمان نے کعب بن عبدہ کو مارا پیٹا اور جلا وطن کیا

اکثر کوفے کے قاریان قرآن نے عثمان کو اس مضمون کا خط لکھا کہ سعید نے یہاں کے اکثر نیک اور پارسا لوگوں پر بہت مظالم ڈھائے ہیں، ہم امت محمد ﷺ کے متعلق خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ عوام میں فتنہ پھیل جائے۔ کیونکہ سعید جیسے لوگ تمہارے ظالم مددگار ہیں۔

خط لکھنے والوں میں معقل، عبد اللہ ابن طفیل، مالک، یزید، حجر ابن عدی، عمرو ابن حمق، سلیمان ابن صرد خزائی، متیب، زید، کعب، زیاد اور مسلمہ وغیرہ تھے۔ خط میں کسی نے اپنا نام نہیں لکھا اور ابوربیعہ کے ہاتھ عثمان کے پاس بھیج دیا۔ عثمان نے ابوربیعہ سے خط بھیجنے والوں کا نام پوچھا، لیکن انھوں نے نام نہیں بتایا، جب سزا دینے کا ارادہ کیا تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہ شخص پیغام رسا ہے۔ اسے قید کرنا مناسب

۱۔ تاریخ ابن مساکر، ج ۶، ص ۱۳، ۱۱ (ج ۱۹، ص ۳۳۳-۳۳۶-۳۳۸-نمبر ۲۳۳۹)۔ تاریخ بغداد، ج ۸، ص ۴۴۰، استیعاب، ج ۱، ص ۱۹۷۔ القسّم الثالث، ص ۵۵۶-۵۵۵-نمبر ۸۵۲۔ اسد الغابۃ، ج ۳، ص ۲۳۳۔ ج ۲، ص ۲۹۱، نمبر ۱۸۳۸۔ بحجۃ الحافل، ج ۲، ص ۲۳۷۔ الاصلۃ، ج ۱، ص ۵۸۲۔

۲۔ مروج الذهب، ج ۲، ص ۸۳-۷۶۔ تاریخ ابن مساکر، ج ۶، ص ۳۲۷-۳۲۳۔ اشاعت، ج ۴، ص ۳۸۲۔

۳۔ استیعاب، القسّم الاول، ص ۲۵۸-نمبر ۳۳۳۔ اسد الغابۃ، ج ۱، ص ۳۵۹-نمبر ۸۰۲۔ الاصلۃ، ج ۱، ص ۲۳۸، نمبر ۱۲۱۷۔

۴۔ انساب الاشراف، ج ۶، ص ۱۵۴۔

نہیں۔ عثمان نے سعید کو خط لکھا کہ کعب ابن عبدہ کو میں تازیانے مار کر میرے پاس بھیج دو، سعید نے حکم پر عمل کیا۔ بعد میں عثمان اپنے کئے پر شرمندہ ہوئے اور کعب سے کہا کہ تم اپنا قصاص مجھ سے لے لو۔ (۱) لوگوں میں اس واقعے سے کافی نفرت پھیل گئی۔

۳۵۔ زاہد و پارسا عامر کی جلا وطنی

طبری (۲) کی روایت ہے کہ مسلمانوں نے ایک جلسہ کر کے عثمان کی کارستانیوں پر بحث کی اور طے پایا کہ ایک نمائندہ کو بھیج کر ان کی بدعتوں سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا جائے، چنانچہ عامر کو پیغام رسا بنایا گیا۔ انھوں نے عثمان سے جا کر کہا: اکثر مسلمانوں نے اجتماع کر کے تمہاری غلط کاریوں پر ناپسندیدگی ظاہر کی، اس لیے خدا سے ڈرو اور اپنی کارستانیوں سے توبہ کر کے دستبردار ہو جاؤ۔ عثمان نے کہا: ذرا اس شخص کو دیکھو تو لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ معلم قرآن ہے، یہ مجھ کو پڑھانے چلا ہے، بخدا! یہ بھی نہیں جانتا ہے کہ خدا کہاں ہے؟ عامر نے جواب دیا: میں جانتا ہوں کہ خدا تمہاری گمات میں ہے۔

ان حالات کے نتیجہ میں عثمان نے مختلف گورنروں معاویہ، عبداللہ بن سعد، سعید بن عاص، عمرو بن عاص اور عبداللہ ابن عامر کو مشورے کے لیے بلوایا، جب یہ سب جمع ہو گئے تو ان سے کہا: تم لوگ میرے وزیر اور معتمد ہو، لوگ مجھ سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ میں تم لوگوں کو معزول کر دوں اور اپنی ان کاروائیوں سے دستبردار ہو جاؤں۔ اب تم لوگ اپنی رائے دو۔ عبداللہ ابن عامر نے کہا: ان سب کو کسی جہاد میں الجھا دیجئے تاکہ ان سیاسی باتوں کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ سعید ابن عاص نے کہا: ان قبیلوں کے سرداروں کو اپنے قبضے میں کر لیجئے۔ معاویہ نے کہا: ہر گورنر اپنی اپنی جگہ کے لوگوں سے نپٹ لے۔ عبداللہ ابن سعید نے کہا: لوگ لالچی ہیں انھیں خزانے سے کچھ دولت دے دیجئے۔ آخر میں عمرو عاص نے کہا: میرے خیال میں، آپ اپنے میں تبدیلی پیدا کیجئے اگر تبدیلی نہیں پیدا کر سکتے تو خلافت سے الگ ہو جائیے۔

۱۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۳۳-۳۴، ج ۶، ص ۱۵۵-۱۵۳۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۳۷-۱۳۸، ج ۴، ص ۴۰۱، حوادث ۳۵ھ۔

ریاض الصغریٰ، ج ۲، ص ۱۳۹-۱۴۰، ج ۳، ص ۷۶-۷۷۔ الصواعق المحرقة، ص ۶۸-۱۱۳۔

۲۔ تاریخ طبری، ج ۴، ص ۳۳۳، حوادث ۳۳ھ۔

عثمان نے اس سے کہا: کیا تم میری مخالفت کرنا چاہتے ہو؟ عمرو عاص نے کہا: آپ مجھے بہت زیادہ عزیز ہیں، میں نے یہ باتیں اس لیے کہی ہیں کہ لوگوں کو میری مخالفت کا پتہ چل جائے، تاکہ جب شورش ہو تو میں آپ کا تحفظ کر سکوں۔ عثمان نے تمام گورنروں کو اپنے صوبوں میں واپس کر کے حکم دیا کہ مخالفین کے ساتھ سختی کا برتاؤ کریں اور انھیں اتنا محتاج کر دیں کہ مجبوراً وہ فرمانبرداری پر آمادہ ہوں۔ (۱)

۴۶۔ عبدالرحمن نجفی کی جلا وطنی

عبدالرحمن صحابی رسول ﷺ تھے جنھیں عثمان نے خیبر کے علاقے ”حموص“ میں جلا وطن کر دیا۔ یعقوبی اور ابو عمرو نے لکھا ہے کہ جب عثمان نے افریقہ کا پانچ لاکھ ٹمس مروان کو بخش دیا تو عبدالرحمن نے مذمت میں کچھ اشعار کہے۔ عثمان نے حکم دیا کہ انھیں خیبر میں قید کر دیا جائے۔ (۲) یہ عبدالرحمن جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔ (۳)

۴۷۔ حضرت علی علیہ السلام کی جلا وطنی

حضرت علی علیہ السلام اور عثمان کے درمیان پیش آمدہ حالات کی تفصیل بہت طویل ہے۔ شاید کچھ لوگوں کے دل پر چوٹ بھی لگے اس لیے ان ناپسندیدہ واقعات کو نظر انداز کرتے ہیں۔ کیا جو شخص ایمان اور تسلیم سے بہرہ رکھتا ہے وہ حضرت علی علیہ السلام کے فضائل و محاسن، فداکاری اور اسلام سے شدید وابستگی کو نظر انداز کر سکتا ہے؟ کیا ایسے شخص کو کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے مروان کو گالی کیوں دی؟ بخدا! میرے نزدیک آپ ان سے معزز نہیں ہیں۔

۱۔ انساب، بلاذری، ج ۵، ص ۳۳۔ وج ۶، ص ۱۵۶۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۹۲، وج ۲، ص ۲۷۵۔ حوادث، ج ۳۳، ص ۳۳۔ تاریخ ابن خلدون، ج ۲، ص ۳۹۰۔ وج ۲، ص ۵۹۲۔

۲۔ تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۱۷۳۔ استیعاب، القسم الثانی، ص ۸۲۸۔ الاصابہ، ج ۲، ص ۳۹۵، نمبر ۵۱۰۷۔

۳۔ تاریخ طبری، ج ۶، ص ۲۵۔ وج ۵، ص ۴۶۔ حوادث، ج ۳۳، ص ۱۵۰، وج ۲، ص ۱۷۳۔ استیعاب، ج ۲، ص ۳۱۰۔ القسم الثانی، ص ۸۲۸، نمبر ۱۳۰۱۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۶۶، وج ۱، ص ۱۹۸، خطبہ ۳۔ الاصابہ، ج ۲، ص ۳۹۵۔

جب کہ مردان طرید رسول ﷺ ہے پھر کہتے ہیں: اے ابوالحسن! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہاری زندگی کی تمنا کروں یا موت کی۔ تم میرے نزدیک عاق شدہ فرزند کی طرح ہو، کبھی کہا: تم عمار سے زیادہ جلا وطنی کے مستحق ہو۔ بعض تو ایسی فحش باتیں کی ہیں کہ انھیں مورخین نے لکھنا مناسب نہیں سمجھا۔ ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ اس لیے تھا کہ لوگوں کی نظر سے حضرت علیؑ کو گرانا چاہتے تھے اور توہین کر کے ان کی قدر و منزلت کم کرنا چاہتے تھے۔

۳۸۔ عثمان کے لیے نزول آیت

واحدی و ثعلبی نے ابن عباس، سعدی، کلبی اور مسیب بن شریک سے روایت کی ہے کہ سورہ نجم کی آیت: ﴿المرء یت الذی تولیٰ و اعطٰی قلیلاً و اکدیٰ، اعنہ علم الغیب فہو یری﴾ ”بھلا تم نے اس شخص کو بھی دیکھا جس نے روگردانی کی اور تھوڑا سا خدا کی راہ میں عطا کیا اور پھر بند کر دیا۔ کیا اس کے پاس علم غیب ہے کہ وہ دیکھ رہا ہے۔“ (۱) عثمان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت عثمان اکثر کچھ خیرات دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان کے رضاعی بھائی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے ان سے کہا: تم اتنا خرچ کرتے ہو کہ مجھے تمہاری مفلسی کا خوف دامنگیر ہے۔ عثمان نے جواب دیا: میں نے بڑے بڑے گناہ کئے ہیں، اس لیے خیرات کرتا ہوں کہ شاید خدا معاف کر دے۔ عبداللہ بولا: یہ بار سے لدا اونٹ مجھے دے دو۔ تو میں تمہارے تمام گناہوں کا بوجھ اپنے اوپر لے لوں۔ حضرت عثمان نے فوراً دے دیا اور دو گواہ بھی کر لئے۔ اس کے بعد خیرات وغیرہ بند کر دی تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی، تو عثمان اپنی خیرات بند کرنے سے باز آئے۔

بعض نے کہا ہے کہ روگردانی کرنے سے جنگ احد میں بھاگنا مراد ہے۔ (۲)

جو شخص عبد اللہ کے چال چلن اور زمانہ کفر و اسلام واردہ میں اس کی حرکات سے واقف ہے وہ اس کی اس ذلیل و لچر بات پر حیرت نہ کرے گا۔ حیرت تو اس بات پر ہوگی کہ عثمان نے اس کی مہمل اور پوچ بات کو مان لیا اور بارلدا ہوا اونٹ دے بھی دیا کہ گناہوں کا بوجھ ہلکا ہو۔ کیا یہ بعید از عقل و انصاف بات حیرت انگیز نہیں کہ ایک فاسق کی بات پر یقین کر کے اپنا مال بھی دیا اور خیرات وغیرہ سے ہاتھ بھی کھینچ لیا؟

اپنی عاقبت اور محشر کا حساب کتاب ابن ابی سرح کے سپرد کر دیا۔ کیا عثمان کو علم غیب تھا کہ ایسا کرنے سے واقعی گناہوں کا بوجھ دوسرے کی گردن پر چلا جائے گا۔ شاید انھوں نے آیات فراموش کر دی تھیں جن میں:

﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطَايَاكُمْ وَمَاهُمْ بِحَامِلِينَ مِنْ خَطَايَاهُمْ مِنْ شَيْءٍ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ، وَلِيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَ انْقَالُوا مَعِ انْقَالَهُمْ وَ لَيْسَ لَنَا بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴾ ”اور کفار ایمان والوں سے کہنے لگے کہ ہمارے طریقے پر چلو اور قیامت میں تمہارے گناہوں کے بوجھ کو ہم اپنے سر لے لیتے، حالانکہ یہ لوگ ذرا بھی ان کے گناہ اٹھانے والے نہیں ہیں۔ یہ لوگ یقینی جھوٹے ہیں اور یہ لوگ اپنے گناہ کے بوجھ تو اٹھائیں گے ہی اپنے ہاتھ ان کے بھی بوجھ اٹھائیں گے۔“ (۱)

﴿مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ وَلَا يَكِدْ لَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلْيَا وَلَا نَصِيرًا ﴾ ”اور جو برا کام کرے گا اس کا بدلہ دیا جائے گا اور پھر خدا کے سوا کسی کو نہ تو اپنا سرپرست پائے گا اور نہ مددگار۔“ (۲)

﴿مَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَ مَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ﴾ ”جو شخص ذرا بھی نیکی یا بدی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔“ (۳)

اسی طرح مدثر ۳۸، غافر ۱۷ اور جاثیہ ۲۲، کی آیات بھی اسی مفہوم کو واضح کرتی ہیں۔

انصاف کی بات تو یہ ہے کہ ابن ابی سرح نے اس قسم کی مضحکہ خیز اور ذلیل بات کے لیے خود گناہ کے بوجھ کو بڑھایا اور گستاخانہ بات کے ذریعہ عذاب کو حقیر قرار دیا اور نیکی کرنے والے کو روکا، وہ اس کا بدلہ پائے گا۔ نہ کہ عثمان کے گناہوں کو اپنے سر لے لے گا۔

عثمان کی نادانی دیکھئے کہ ایک مضحکہ خیز اور طنزیہ بات کو مان لیا پھر اس کے مطابق عمل بھی کر گذرے یہاں تک کہ آیات قرآنی نے سرزنش کی۔ میں نے بان لیا کہ عثمان پھر اتفاق کی طرف مائل ہو گئے لیکن ایک کافر منش کے طنزیہ بات کو مان بھی تو گئے۔ ہم تو کہتے ہیں کہ کاش! وہ آیت نازل ہونے کے بعد پھر اتفاق کی طرف مائل نہ ہوتے۔ کیونکہ پھر تو ان کی حالت یہ ہو گئی کہ مولائے متعلیان ﷺ کے بقول مال خدا کو یوں چرنے لگے جیسے اونٹ فصل بہار کی گھاس چرتا ہے۔

۳۹۔ عثمان راہ نجات نہیں جانتے تھے

تاریخ بن عساکر (۱) میں ہے کہ حضرت عمر، عثمان کی طرف سے گذرے اور سلام کیا تو عثمان نے جواب سلام نہیں دیا تو وہ ابو بکر صدیق کے پاس آکر بولے: اے رسول خدا کے جانشین! میں آپ کو ایک مصیبت سنانے آیا ہوں جو بعد رسول مجھ پر پڑی ہے، میں نے عثمان کو سلام کیا تو انھوں نے جواب نہیں دیا۔ ابو بکر نے حیرت سے پوچھا: کیا واقعی ایسا ہوا؟ عمر نے کہا: ہاں۔ ابو بکر نے عمر کا ہاتھ پکڑا اور عثمان کے پاس آئے پوچھا: کیا درست ہے کہ تم نے سلام عمر کا جواب نہیں دیا۔ عثمان نے کہا: بخدا! اے خلیفہ! میں نے انھیں نہیں دیکھا۔ پوچھا: کس سوچ میں تھے؟ جواب دیا: میں سوچ رہا تھا کہ رسول گذر گئے اور ہم ان سے یہ نہ پوچھ سکے کہ جہنم سے نجات کیسے ہو سکتی ہے؟ ابو بکر نے کہا: واللہ! میں نے رسول خدا ﷺ سے یہ بات پوچھی تھی۔ یہ سن کر عثمان کی باچھیں کھل گئیں۔ ابو بکر نے کہا: رسول خدا ﷺ نے فرمایا: کہ عروۃ النعمیٰ سے مضبوطی کے ساتھ وابستہ رہو یعنی ”لا الہ الا اللہ“ کہو۔

تبصرہ اعلیٰ:

کیا اس شخص کے کان بہرے تھے کہ رسول خدا ﷺ بعثت سے لے کر آخری دم تک رات دن کلمہ توحید سے وابستہ ہونے کو راہ نجات میں منحصر ہونے کا اعلان کرتے رہے۔ قرآن نے بھی: ﴿وَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَلَوْ مِنْ بِاللّٰهِ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى﴾، ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اُولٰٓئِكَ اصْحَابُ الْجَنَّةِ﴾ کے اعلان کئے ہیں۔

رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے: ”قولوا لا اله الا الله تفلحوا“ (۱) اس کے علاوہ احادیث میں ”لا اله الا الله محمد رسول الله“ کہنے والے پر جہنم حرام ہونے کا اعلان ہے۔ اس شخص نے یہ اعلانات سنے تھے لیکن فراموش کر دیا تھا۔ پھر سوال یہ ہے کہ جب یہ معمولی اور عام بات فراموش کر دی تھی تو آخر کون سے بات یاد رکھی ہوگی؟ رسول خدا ﷺ نے حق تبلیغ تو ادا کیا تھا لیکن جن کے کان اور دل و دماغ قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوں ان کا علاج ہی کیا ہے۔

۵۰۔ خلیفہ نے نماز کی تکبیریں ترک کیں

مسند احمد میں مطرف سے عمران بن حصین کا قول نقل ہے: میں نے علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو رسول خدا ﷺ کی اور دونوں خلیفہ کی نماز یاد آ گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب بھی سجدے میں جاتے یا رکوع سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے تھے۔ میں نے پوچھا: سب سے پہلے کس نے تکبیریں ترک کیں؟ جواب دیا: عثمان نے، جب وہ بوڑھے ہو گئے تو آواز کمزور ہو گئی اور تکبیر چھوڑ دی۔ (۲)

نماز میں تکبیرات، سنت رسول ﷺ ہے جس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے اور صحابہ اس پر عمل کرتے رہے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سنت کو سب سے پہلے عثمان نے ترک کیا، ان کی پیروی میں معاویہ اور بنی امیہ کے افراد نے بھی چھوڑ دیا اور آج بھی لوگ اسی اموی سنت کو اپنائے ہوئے ہیں۔

۱۔ تاریخ البخاری، ج ۳، القسم الثانی، ص ۱۳، جلد ۸، ص ۱۳، نمبر ۱۹۷۔

۲۔ مسند احمد، ج ۴، ص ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ج ۵، ص ۵۹۰، حدیث ۱۹۳۳۹۔ دس ۵۹۳، حدیث ۱۹۳۵۹۔ دس ۵۹۷، حدیث ۱۹۳۸۰، ص ۶۰۹، حدیث ۱۹۳۵۰، دس ۶۱۶، حدیث ۱۹۳۹۳۔

زرقانی شرح موطا (۱) میں احمد کے توسط سے عمران کا قول نقل کرتے ہیں کہ سب سے پہلے عثمان نے ضعیفی کی وجہ سے تکبیر چھوڑی۔ طبری نے قول ابو ہریرہ نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے معاویہ نے تکبیر چھوڑی۔ ابو عبیدہ کی روایت میں زیاد کا نام ہے۔ لیکن ان روایات میں تضاد نہیں ہے کیونکہ عثمان کی بیروی میں معاویہ اور زیاد نے تکبیر چھوڑ دی تھی۔ اکثر علماء نے صفائی میں کہا ہے کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان آہستہ سے تکبیر کہتے تھے۔ لیکن کیا روایات میں جو ترک کرنے کا لفظ ہے اس سے یہ توجیہ میل کھاتی ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تکبیر کہنے میں بھی تو یہ تصریح نہیں ہے کہ آہستہ کہتے تھے یا زور سے کہتے تھے پھر یہ کہ روایت میں ہے کہ اولین بار جس نے ترک کیا۔ یہ فقرہ نہیں ہے کہ اولین بار جس نے آہستہ کہا۔ اس کے علاوہ ابن حجر، (۲) شوکانی (۳) اور دوسروں نے روایت کی ہے کہ عثمان کے ترک کرنے کی وجہ سے معاویہ نے ترک کیا۔ اس ترک کا مطلب ناقص کرنا یا کم کرنا ہے۔ کہیں بھی آہستہ یا انفاء کے مفہوم کی گنجائش نہیں ہے۔ واضح بات ہے کہ عثمان نے یہ بدعت کی تھی جس کی بیروی معاویہ نے کی۔

نتیجہ بحث... جو کچھ بھی بیان کیا گیا وہ غرض آلود تاریخ کا بہت تھوڑا سا حصہ ہے، اس سے زیادہ اہم واقعات اور مسائل و حقائق کو تاریخوں نے تعصب کی وجہ سے نقل نہیں کیا ہے۔ حالانکہ تاریخ کا فرض ہے کہ وہ حقائق کو غیر جانبدارانہ انداز میں پیش کرے۔ اس کے برخلاف مورخین نے حقائق و مفاہیم میں شرمناک تحریف کر کے تاریخی روایات کو اپنے مطلب کے مطابق ہی نقل کیا ہے۔ مثلاً تاریخ طبری (۴) میں ہے کہ واقدی نے مصریوں کی عثمان کی طرف پیش رفت اور ذؤشب میں چھاؤنی ڈالنے کے بہت سے واقعات نقل کئے ہیں۔ ان میں کچھ کو بیان کیا گیا اور کچھ کو اس لئے چھوڑ دیا گیا کہ قابل اعتراض باتیں تھیں۔ اور اکثر (۵) قاتلان عثمان کے دلائل کو جو قتل کے سلسلے میں پیش کئے گئے ہیں میں نے ذکر

۱۔ شرح مصطا، ج ۱، ص ۱۳۵، وج ۱، ص ۱۵۹، حدیث ۱۶۳۔ مسند احمد، ج ۵، ص ۵۹۷، حدیث ۵۹۸۰۔

۲۔ فتح الباری، ج ۲، ص ۲۷۰۔

۳۔ نیل الاوطار، ج ۲، ص ۲۶۸۔

۴۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۰۹، وج ۴، ص ۳۵۶، حوادث ۳۵۔

۵۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۱۳، وج ۴، ص ۳۶۵، حوادث ۳۵۔

کیا اور اکثر کو نامناسب ہونے کی وجہ سے میں نے چھوڑ دیا ہے۔

محمد ابن ابی بکر (۱) جب علیؑ کی طرف سے مصر کے گورنر ہوئے تو معاویہ کو خطوط لکھے۔ جن کا تاریخوں میں تذکرہ ہے لیکن میں نے انہیں درج کرنا اس لیے مناسب نہ سمجھا کہ ان کے مطالب کو سننے کی عام لوگوں میں طاقت نہیں۔

واقفی (۲) نے حضرت علیؑ اور عثمان کے درمیان تلخ باتوں کو لکھتے ہوئے کہا ہے کہ عثمان نے علیؑ سے سخت اور قابل اعتراض باتیں کیں۔ جن کا نقل کرنا مناسب نہیں اور علیؑ نے بھی اسی طرح کی بات کی۔

ابن اثیر (۳) لکھتے ہیں کہ قاتلان عثمان کے اکثر دلائل کو میں نے چھوڑ دیا ہے کیونکہ ان کا ذکر کرنا مناسب نہیں۔

ابن کثیر (۴) نے بھی حوادث و واقعات کو لکھتے ہوئے اسی قسم کی بات کی ہے، ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ ایک خاص مقصد کے تحت لکھا گیا تاکہ جعلی روایات کا پردہ باقی رہ سکے۔
ڈاکٹر احمد فرید رفاعی اپنی کتاب ”عصر مامون“ (۵) میں لکھتے ہیں:

لیکن ہم ایک دوسری صورت حال سے دوچار ہیں، ہمیں عثمان کے بارے میں اپنی رائے کو ظاہر نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ وہ عظیم صحابی تھے، جمع قرآن کے سلسلے میں ابد آثار کام کئے اور سہل اور آسان دین اس بات پر بہر حال پابند نہیں کرتا کہ تمام لوگ زندگی میں زہد ہی کو برتیں، اسی طرح ہم سے بھی یہ مطالبہ نہیں کیا جاسکتا کہ حکومت عثمان کی کمزوریوں کو ثابت کریں، ہمیں صرف حوادث کو اختصار کے ساتھ بیان کر دینا چاہیے، اس کے علاوہ بھی قدیم و جدید تذکروں میں حقائق چھپانے کے بہانے بیان کئے گئے

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۲۳۲، دج ۴، ص ۵۵۷، حوادث ۳۶۔

۲۔ شرح نفع البلاغ ابن ابی اللہ، ج ۸، ص ۲۵۹، خطبہ ۱۲۔

۳۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۷۰، دج ۲، ص ۲۸۶، حوادث ۳۵۔

۴۔ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۱۶۶، دج ۷، ص ۱۸۶، حوادث ۳۳۔

۵۔ عصر مامون، ج ۱، ص ۵۔

ہیں۔ ان سے دین پر تورم نہیں ہوتا بلکہ اندھی عقیدت کا پتہ چلتا ہے۔

اب ذرا حضرت عثمان کے عقائد و اخلاق کو انہی کے ہم عصروں سے معلوم کیا جائے جو انہوں نے اپنی رائے ظاہر کرنے کے سلسلے میں بیان کئے ہیں اور وہ کردار عثمان کے معنی گواہ بھی ہیں:

عثمان کے متعلق حضرت علیؑ کے ارشادات

قتل عثمان کے سلسلے میں آپ نے فرمایا: اگر میں نے قتل کا حکم دیا ہوتا تو میں ان کا قاتل کہا جاتا یا اگر قتل سے روکا ہوتا تو ان کا مددگار کہا جاتا۔ جس نے ان کی مدد کی وہ بھی اور جس نے انہیں قتل کیا وہ بھی دونوں میں کوئی بھی مجھ سے افضل نہیں۔ میں عثمان کے بارے میں جامع ترین بات کہتا ہوں کہ وہ جمعیض کے قاتل ہوئے اور بدتر جمعیض کے، غلط کار لوگوں کو ترجیح دی۔ تم لوگوں نے ان کے خلاف غم و غصہ کو غلط ڈھنگ سے برتا۔ (۱) ابن ابی الحدید (۲) نے اس کی شرح کرتے ہوئے کہا ہے کہ امام کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے عثمان کی مدد کی ان سے وہ لوگ بہتر تھے جنہوں نے انہیں چھوڑ دیا۔ کیونکہ ان کے مددگار، مردان جیسے بدکار تھے اور مہاجرین و انصار نے ان کو چھوڑ دیا تھا۔

جب ابن عباس کے ذریعے عثمان نے علیؑ سے بیعت چلے جانے کو کہا تو فرمایا: ابن عباس! عثمان مجھے شتر آشکش بنائے ہوئے ہیں ایک بار پیغام دیتے ہیں کہ جاؤ، پھر کہتے ہیں چلے آؤ۔ اب کہا ہے کہ باہر چلے جاؤ۔ بخدا! ان کا دفاع اس قدر کیا ہے کہ اب ڈرتا ہوں کہیں گنہگار نہ ہو جاؤں۔ (۳) ابو حاذہ اور عمار یاسر کی روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: نہ میں نے انہیں قتل کیا نہ قتل میں مدد کی، نہ اس قتل سے ناخوش ہوا۔ (۴) اس بات کی گواہی اموی شاعر کعب بن جحیل نے بھی دی ہے۔ (۵)

۱۔ صحیح البلاغہ، ج ۱، ص ۷۶، ۷۳، خطبہ ۳۰۔ ۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۱۵۸، دوج ۲، ص ۱۲۸، خطبہ ۳۰۔

۳۔ صحیح البلاغہ، ج ۱، ص ۳۶۸، دوج ۳۵۸، خطبہ ۲۳۰۔

۴۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۸۲۔ انساب، بلاذری، ج ۵، ص ۹۸۔ ۱۰۱۔ دوج ۶، ص ۲۲۱۔ ۲۲۳۔

۵۔ کتاب صفین، ص ۶۳، ۵۷۔ الھدی الفرید، ج ۲، ص ۲۶۷، دوج ۴، ص ۱۱۱۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۱۵۸، دوج ۲، ص ۱۲۸، خطبہ ۳۰۔

معاویہ کے وفد نے جب حضرت علیؓ سے کہا کہ عثمان مظلوم قتل ہوئے اور جن لوگوں نے انھیں ناحق قتل کیا ہم ان سے بیزار ہیں تو امامؓ نے چند آیات پڑھیں کہ مردوں، اور اندھوں بہروں کو تبلیغ کرنا بیکار ہے۔ (۱)

حضرت علیؓ نے عثمان سے فرمایا: حق جو جھل مگر شفا بخش ہے اور باطل ہلکا مگر رنجیدہ کرنے والا ہے، تم سے اگر کچھ کہا جاتا ہے تو غصہ ہوتے ہو اور جھوٹ کہا جاتا ہے تو خوشنود ہو جاتے ہو۔ (۲)

عثمان نے حضرت علیؓ کی عیادت کے بہانے آکر بڑی تلخ شکایات کیں، مردان بھی سچ سچ میں لقمہ دے رہا تھا تو عثمان نے اسے ڈانٹا، حضرت علیؓ نے جواب میں یعقوب والی صبر جیل کی آیت پڑھی۔ (۳) معاویہ کو خط لکھتے ہوئے حضرات نے اپنے علیحدہ ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔ (۴)

طبری (۵) لکھتا ہے کہ ایک دن بروز جمعہ عثمان تقریر کر رہے تھے کہ ایک شخص نے کہا: قرآن کا نفاذ کرو۔ عثمان نے اسے بٹھا دیا۔ اس طرح تین بار اس نے مطالبہ کیا۔ پھر تو اس کے بعد زبردست چہرے تنگیوں کے ساتھ حکام ہو گیا۔ وہ گھر میں آکر بیہوش ہو گئے۔ حضرت علیؓ ان کی عیادت کے لیے گئے تو امویوں نے ہنگامہ کیا کہ یہ مصیبت آپ کی لائی ہوئی ہے۔ بخدا! جس کی آپ تمنا کئے ہوئے ہیں وہ پوری ہوگئی تو دنیا آپ پر تاریک ہو جائیگی۔ حضرت علیؓ غصے میں بھرے وہاں سے چلے آئے۔

ابن قتیہ (۶) لکھتا ہے کہ عمرو عاص نے ایک سوار سے بعد قتل عثمان بیعت علیؓ ہونے کی تفصیل پوچھی۔ عمرو عاص نے پوچھا: علیؓ نے قاتلان عثمان کے ساتھ کیا کیا؟ جواب دیا: انھیں پناہ دی ہے،

۱۔ کتاب صفین، ج ۲، ص ۲۰۲۔ تاریخ طبری، ج ۶، ص ۴، دوج ۵، ص ۸، حوادث ۳۵۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۱۲۵۔
۲۔ انساب بلاذری، ج ۵، ص ۴۳، دوج ۶، ص ۱۵۶۔

۳۔ العهد القرطبی، ج ۲، ص ۲۷۴۔ دوج ۴، ص ۱۲۰۔ الامت والسیاسة، ج ۱، ص ۳۰، دوج ۱، ص ۳۶۔

۴۔ کتاب صفین، ج ۱، ص ۹۰۔ العهد القرطبی، ج ۲، ص ۲۰۶۸۔ دوج ۴، ص ۱۲۸۔ تلخیص البلاغ، ج ۲، ص ۱۰۔ ص ۳۶۸۔ خطبہ۔
شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۴۰۹۔ دوج ۱۵، ص ۷۸، کتاب ۹۔

۵۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۱۳۔ دوج ۴، ص ۳۶۳۔ حوادث ۳۵۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۶۷۔ دوج ۲، ص ۲۸۲۔ حوادث ۳۵۔

۶۔ الامت والسیاسة، ج ۱، ص ۴۲، دوج ۱، ص ۲۸۔

مردان نے کہا کہ اگر آپ نے قتل نہیں کیا تو قاتل آپ کی پناہ میں ہیں۔ عمرو عاص نے کہا: بخدا! علی نے آشفۃ بات کہی ہے۔

۹۔ ابن ابی الحدید نے قیس بن حازم کا بیان نقل کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے منبر کوفہ پر فرمایا: کفر کے سرداروں اور باقی مانعہ مشرکین سے جنگ کے لیے نکلو۔ یہ لوگ ایسے شخص کے انتقام کا مطالبہ کر رہے ہیں جو اپنے گناہوں کا بوجھ بھی لے گیا اور قیامت تک کے تمام انسانوں کے گناہوں کا بوجھ بھی لے گیا۔ (۱) ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ یہ روایت غلط ہے کیونکہ قیس دشمن علیؑ اور بدکار تھا۔ اور دشمن علی کی روایت معتبر نہیں ہوتی۔ علاوہ اس کے گناہوں کا بوجھ اٹھانے والے سے مراد عثمان نہیں بلکہ معاویہ ہے۔ علامہ امینی فرماتے ہیں کہ اگر یہی معیار بنالیا جائے کہ دشمن علیؑ کی روایت غیر معتبر ہے تو تمام صحاح و مسانید مہمل ہو جائیں گی۔ قیس کی روایات بخاری و مسلم جیسوں (۲) نے نقل کی ہے۔ دوسرے یہ کہ گناہوں کے بوجھ سے عثمان کے بجائے معاویہ کو مراد لینا ایسی ہی تاویل ہے جیسی جنگ صفین میں قتل عمار یا سر کے وقت کی گئی تھی۔

۱۰۔ حضرت امیر المومنینؑ نے لوگوں کو معاویہ کے خلاف جنگ میں سستی دکھانے پر سرزنش کی۔ اشعث بن قیس نے کہا: کہ آپ بھی وہی کام کیوں نہیں کرتے جو عثمان نے کیا۔ فرمایا: عثمان نے ایسے کام کئے جو شرمناک تھے۔ اور جس کے پاس دین اور قانون نہیں وہ شرمسار ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جو شخص دشمنوں کو کھال کھینچنے اور کوٹنے کی مہلت دے وہ سست رائے، ذلیل اور گندے دماغ کا ہوتا ہے، تم اگر چاہتے ہو تو ایسے ہی ہو جاؤ مگر میں اپنے کو دشمن کے حوالے نہ کروں گا۔ بہر حال اس سے جنگ کروں گا۔ (۳)

۱۱۔ حضرت علیؑ نے مالک اشتر کو پردانہ مصر دیتے ہوئے لکھا ہے: بندہ خدا، علیؑ امیر المومنین

۱۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۱۷۹، د ج ۲، ص ۱۹۳، و خطبہ ۳۳۔

۲۔ صحیح بخاری، ج ۴، ص ۱۶۷۱، حدیث ۴۳۰۵۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۲۱۳۔ حدیث ۲۹۹، کتاب الایمان۔ و مسند احمد، ج ۵، ص ۲۸۲، حدیث ۱۸۷۰۸۔

۳۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۱۷۸۔ د ج ۲، ص ۱۹۱، خطبہ ۳۴۔

کی طرف سے اس قوم کو پیغام جو روئے زمین پر احکام خدا کی پامالی پر غضبناک ہوئے اور غیر اسلامی نظام حاکمیت کے خلاف شورش پر آمادہ ہو گئے۔ (۱)

ابن ابی الحدید اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس پروانے کی تاویل میرے لیے سخت دشوار ہے کیونکہ سبھی جانتے ہیں کہ مصروالے عثمان کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہوئے تھے اور انھوں نے عثمان کو قتل کیا تھا۔ پھر اس کی لچر تاویل کی ہے۔ ابن ابی الحدید کی اس تکلف آمیز تاویل کو گولی ماریے۔ حضرت علی نے تو ایسے واضح ارشادات ہزاروں مرتبہ فرمائے ہیں۔ (۲)

۱۲۔ جب امیر المومنینؓ کے پاس لوگ جمع ہو کر آئے اور عثمان کی غلط باتوں کا شکوہ کیا اور چاہا کہ حضرت ان کی طرف سے ان سے بات چیت کریں اور ان سے لوگوں کی رضا مندی کا مطالبہ کریں۔ چنانچہ آپ تشریف لے گئے اور فرمایا:

لوگ میرے پیچھے (خطر) ہیں اور مجھے اس مقصد سے بھیجا ہے کہ میں تمہارے اور ان کے قضیوں کو بچاؤں۔ خدا کی قسم میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں تم سے کیا کہوں، جب کہ میں ایسی کوئی بات نہیں جانتا جس سے تم بے خبر ہو، نہ کوئی ایسی چیز بتانے والا ہوں جس سے تم لاعلم ہو۔ جو تم جانتے ہو وہ ہم جانتے ہیں، نہ تم سے پہلے ہمیں کسی چیز کی خبر تھی کہ تمہیں بتائیں اور نہ علیحدگی میں کچھ سنا ہے کہ تم تک پہنچائیں، جیسے ہم نے دیکھا ہے ویسا ہی تم نے بھی دیکھا ہے۔

جس طرح ہم صحبت رسولؐ میں رہے تم بھی رہے اور حق پر باقی رہنے کی ذمہ داری ابو بکر و عمر سے زیادہ تم پر ہونی چاہیے۔ کیونکہ تم رسولؐ کے رشتہ دار اور داماد ہو۔ وہ ایسے نہ تھے، کچھ اپنے دل میں خوف خدا کر دو۔ بخدا! تمہیں اس لیے نہیں سمجھایا جا رہا ہے کہ تمہیں کچھ نظر نہ آ سکتا ہو۔ نہ لاعلمی کی وجہ سے تمہیں یہ چیزیں بتائی جا رہی ہیں۔ جب کہ راہ شریعت واضح اور دین کے نشانات قائم ہیں۔ یاد رکھو! خدا کے نزدیک بہتر اور انصاف پسند حاکم وہی ہے جو خود بھی ہدایت پائے اور دوسروں کو بھی ہدایت کرے اور

۱۔ تاریخ طبری، ج ۶، ص ۵۵۔ ج ۵، ص ۹۶، حوادث، ۳۸ھ۔ منہج البلاغہ، ج ۲، ص ۶۳۔ ص ۴۱۰، خطبہ ۳۸۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۲۹۔ ج ۱، ص ۷۷، خطبہ ۳۸۔

۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۴، ص ۵۸، ج ۱۶، ص ۱۵۶۔ کتاب ۳۸۔

سنت معلومہ کو قائم کرے، انجانی بدعتوں کو ختم کرے، سنتوں کے نشانات جگمگارہے ہیں، اور بدعتوں کی علامتیں بھی واضح ہیں۔ سب سے بدتر وہ حکمراں ہے جو گمراہی میں خود بھی پڑا رہے اور دوسروں کو بھی مبتلا رکھے۔ سنتوں کو تباہ اور بدعتوں کو زندہ کرے۔ میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے کہ بروز قیامت اس کو اس طرح لایا جائے گا کہ کوئی نہ تو اس کا مددگار ہوگا، نہ عذر خواہ اور سیدھا جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ وہ اس میں گھمایا جاتا رہے گا۔ تمہیں خدا کی قسم! ایسے حکمران نہ بنو کہ جسے قتل ہی ہوتا ہے، کیونکہ کہا جاتا ہے کہ اس امت میں ایک حکمراں قتل ہوگا، جس کی وجہ سے قیامت تک خوریزی ہوتی رہے گی۔ اور تمام امور مشتبہ رہیں گے اور فتنے پھیل گئے۔ وہ لوگ حق کو باطل سے الگ کر کے نہ دیکھ سکیں گے۔ اور موج فتنوں میں تھپڑے کھاتے رہیں گے۔ تم مردان کی سواری نہ بن جاؤ کہ وہ تمہیں جہاں چاہے کھینچتا پھرے۔ جب کہ تم رسیدہ ہو چکے ہو اور عمر بھی بیت چکی ہے۔ عثمان نے کہا: آپ ان لوگوں سے مہلت مانگیے تاکہ ان کی حق تلفیوں سے عہدہ برآ ہو سکیں۔ تو آپ نے فرمایا: مدینے کے معاملات میں تو مہلت کی ضرورت نہیں۔ لیکن جو جگہیں اوجھل ہیں ان میں مہلت دی جاسکتی ہے کہ وہاں تک تمہارا حاکم پہنچ جائے۔ (طبری، انساب الاشراف، نسج البلاغہ، کامل ابن اثیر) (۱)

۱۳۔ ابن سنان نے عطا سے روایت کی ہے کہ عثمان نے استخافہ کے لیے علیؑ کو بلوایا۔ حضرت نے ان سے کہا کہ اگر تم اپنے دونوں بھائی، ابو بکر و عمر کی پیروی کرو تو میں ذمہ لیتا ہوں کہ کوئی تمہاری مخالفت نہ کرے گا۔ (ریاض النضرہ) (۲)

۱۴۔ حضرت نے خطبہ شمشعیہ میں عثمان کے لیے فرمایا ہے: یہاں تک کہ قوم کا تیسرا شخص پیٹ پھلائے اپنے چارے اور لید کے درمیان اپنے بھائی بندوں کے ساتھ اٹھا۔ وہ لوگ مال خدا کو یوں کھا رہے تھے جیسے اونٹ فصل بہار کی گھاس کھاتا ہے۔ آخر اس کے کس بل نکل گئے اور اپنے کئے کی سزا

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۹۶، ج ۳، ص ۳۳۷، انساب، بلاذری، ج ۵، ص ۶۰، ج ۶، ص ۱۷۵، نسج البلاغہ، ج ۱، ص ۳۰۳، ج ۲، ص ۲۳۳۔ خطبہ ۱۶۲۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۶۳ (ج ۲، ص ۲۷۵۔ حوادث ۳۳ھ) البدایہ والنہایہ (ج ۷، ص ۱۸۸۔

حوادث ۳۳ھ)

۲۔ ریاض النضرہ، ج ۲، ص ۱۴۹ (ج ۳، ص ۶۲)

پا گیا۔ (نسخ البلاغہ) (۱)

۱۵۔ حسان بن ثابت نے حضرت علیؓ سے کہا: آپ ہی فرماتے ہیں کہ میں نے انھیں قتل نہیں کیا ہے لیکن اسے چھوڑ ضرور دیا تھا۔ میں نے قتل کا حکم نہیں دیا لیکن منع بھی نہیں کیا۔ بنا بریں انھیں چھوڑنے والا اور قتل سے منع نہ کرنے والا بھی شریک قتل ہوتا ہے۔ (عقد الفرید) (۲)

۱۶۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ عثمان نے عباس سے علیؓ کی شکایت کی: ماموں جان! علی نے میرے ساتھ قطع رحم کیا۔ آپ کے فرزند نے لوگوں کو میرے خلاف بھڑکایا۔ خدا کی قسم! اے عبدالمطلب کے فرزند! اپنی عدی و تحیم سے زیادہ ہم لوگ اس بات کے حقدار تھے کہ ہم سے تم حسد نہ کرتے جبکہ تم نے انھیں برداشت کیا۔ عباس نے سر جھکا کر کچھ دیر سوچا اور فرمایا: بھانجے! تم نے علیؓ کے ساتھ کیا بھلائی کی ہے کہ ان سے بھلائی کی توقع رکھتے ہو، تمہارے حق قرابت و ریاست سے ہم انکار کہاں کرتے ہیں۔ اگر تم لوگ باہم ایک دوسرے کا حفظ مراتب کرو تو قریب آ سکتے ہو، یہ صلہ رحمی کے مناسب بات بھی ہوگی عثمان نے قبول کرتے ہوئے کہا: یہ کام آپ ہی انجام دیجئے۔ لیکن جیسے ہی عباس باہر نکلے، مردان نے عثمان کا خیال بدل دیا۔ تھوڑی دیر بعد عثمان کا فرستادہ آ کر عباس کو بلا کر لے گیا۔ عثمان نے کہا: ماموں جان! اس معاملے کو ابھی ٹالنے تاکہ میں حالات کو سمجھ سکوں۔ والد ماجد نے باہر آ کر مجھ سے فرمایا: یہ شخص۔ حکومت کے معاملے میں اپنا ذرا بھی اختیار نہیں رکھتا۔ پھر خدا سے دعا کی کہ خدایا! قتل سے قبل ہی مجھے اٹھالے۔ اس دعا کے بعد جمعہ نہ گذرا تھا کہ بابا جان گذر گئے۔ (۳)

۱۷۔ انساب بلاذری (۴) ہی میں ہے کہ عباس نے عثمان سے کہا: میں تمہیں علیؓ، عباس، داماد اور ساتھی کے بارے میں خدا کو یاد دلاتا ہوں، کیونکہ میں نے سنا ہے کہ تم ان کے خلاف کاروائی کرنا

۱۔ ظل الشریع، ج ۱، ص ۱۸۳، حدیث ۱۳۔ معانی الاخبار، ص ۳۶۰، ابوالطی، ص ۳۷۲، ۳۷۳، حدیث ۸۰۳۔ شرح ابن میثم، ج ۱، ص ۲۵۳، ۲۵۴۔ خطبہ ۳، شرح ابن الحدید، ج ۱، ص ۲۰۵، خطبہ ۳، ضحاج البریل، ج ۳، ص ۱۳۲۔

۲۔ عقد الفرید، ج ۲، ص ۲۶۷، دج ۴، ص ۱۱۱۔

۳۔ انساب الاشراف، بلاذری، ج ۵، ص ۱۳۔ دج ۶، ص ۱۱۶۔

۴۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۱۳۔ دج ۶، ص ۱۱۷۔

چاہتے ہو۔ جواب دیا: میں آپ کی سفارش قبول کرتا ہوں، اس لئے کہ اگر علی چاہیں تو ان کا مرتبہ میرے نزدیک سب سے بلند ہوتا لیکن وہ ایسا نہیں چاہتے کیونکہ ہمیشہ اپنی مرضی سے عمل کرتے ہیں عباس نے جب علی سے عثمان کی باتیں بیان کیں تو حضرت علیؑ نے فرمایا: اگر عثمان مجھے گھر سے نکلنے کو کہیں تو میں نکل جاؤں گا۔

۱۸۔ حضرت علیؑ نے معاویہ کو لکھا: عثمان کو تمہارے سوا کسی نے قتل نہیں کیا ہے، اب میں امید کرتا ہوں کہ تمہیں بھی انھیں کے پاس پہنچا دوں گا۔ ان کے گناہ کے بوجھ کے ساتھ یا اس سے بڑے گناہ کے ساتھ۔ (۱)

آخر کلام میں حسان کے تین اشعار بھی پیش نظر رکھنا چاہئے: آزاد مردوں کو صبر کا شیوہ اختیار کرنا چاہئے، کیونکہ کبھی صبر کا پھل بیٹھا ہوتا ہے، کاش مجھے پرندے سے معلوم ہو سکتا کہ عثمان کے بارے میں علیؑ کا رویہ کیا تھا؟ بہت جلد تم یہ فریاد سناؤ گے کہ اللہ اکبر! انتقام خون عثمان کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ (۲)

پوری بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت علیؑ عثمان کو امام عادل نہیں سمجھتے تھے کہ ان کی موت کو ناپسند سمجھتے یا ان کے خلاف بغاوت کو برا سمجھتے۔ عثمان کی حکومت سے آپ قطعی علیحدہ رہے بلکہ آپ کا خیال تھا کہ ان کی مدد کرنے میں گنہگار ہو جائیں گے۔ باغیوں کو آپ گنہگار نہیں سمجھتے تھے ورنہ بغاوت کی مذمت کرتے، جب کہ آپ زمانہ بغاوت میں قطعی خاموش رہے بلکہ مصری خط سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے باغیوں کی تعریف کی ہے، باغیوں کو مددگاروں سے افضل سمجھتے تھے۔ یہی دلیل ہے کہ آپ عثمان کو امام عادل نہیں سمجھتے تھے۔ عباس کی روایت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ سے ان کا اختلاف بڑا طویل اور سنگین تھا۔ گھر سے نکلنے کی بات سے حضرت یہ سمجھنا چاہتے تھے کہ ہمارا عثمان سے اختلاف شخصی نہیں ہے بلکہ اجرائے قانون الہی کے لیے ہے۔ پھر یہ کہ آپ نے فرمایا کہ جو مال یا روپیہ عثمان نے کسی کو دیا ہے اسے بیت المال میں واپس ہونا چاہئے۔ اگر آپ عثمان کو امام عادل سمجھتے تو بیت المال میں واپس کرنے کی بات نہ فرماتے۔

عائشہ کا تذکرہ

۱۔ ابن سعد (۱) لکھتے ہیں کہ ایام محاصرہ میں عائشہ نے حج کا ارادہ کیا۔ مروان اور زید و عبدالرحمن نے ان سے کہا: آپ اگر یہیں قیام فرمائیں تو بہتر تھا۔ کیونکہ عثمان محاصرے میں ہیں اور آپ ان کا دفاع کر سکتی ہیں۔ عائشہ نے کہا: میں تیاری کر چکی ہوں اب رک نہیں سکتی۔ مروان نے بطور تمثیل یہ شعر پڑھا ”قیس نے ملک میں آگ لگائی۔ جب شعلے بھڑکنے لگے تو اپنی راہ لی“۔ عائشہ نے جواب دیا: میرا بس چلے تو عثمان کو سمندر میں پھینک دوں۔ (۲)

۲۔ ابن عباس نے مکہ میں عائشہ سے ملاقات کی۔ وہ عثمان کی طرف سے امیر الحاج بنائے گئے تھے، عائشہ نے کہا: ابن عباس! خدا نے تمہیں عقل و فہم اور قوت بیان عطا کی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اس طاغی (عثمان) کی طرف لوگوں کو مائل کرنے لگو۔ (۳)

۳۔ قتل عثمان کے موقع پر عائشہ و ام سلمہ حج کے لیے گئیں تھیں۔ خبر قتل سنی تو مکہ میں شامیانہ لگوا کر تقریر کی: میرے خیال میں عثمان اپنی قوم کو وہی حزرہ چکھائیں گے جو ابوسفیان نے جنگ بدر میں اپنی قوم کو چکھایا تھا۔ (۴)

۴۔ عمر بن شیبہ کی روایت ہے کہ مکہ میں عائشہ نے اخضر نامی شخص سے پوچھا: لوگوں نے کیا کیا؟ اخضر نے کہا: عثمان نے مصریوں کو قتل کر دیا۔ عائشہ نے کلمہ ”استرجاع پڑھ کر کہا: کیا ایسے لوگوں کو قتل کیا جاتا ہے جو حق کا مطالبہ کر رہے ہیں اور ظلم کو ناپسند کر رہے ہیں؟ واللہ! میں کبھی اسے پسند نہیں کر سکتی۔ اتنے میں دوسرا آیا اس سے پوچھا: لوگوں نے کیا کیا؟ اس نے جواب دیا: عثمان کو مصریوں نے قتل کر دیا۔ عائشہ نے کہا: تعجب ہے اخضر! اس نے مقتول کو قاتل بنا دیا تھا۔ پھر تو مثل ہی بن گئی ”اکذب من اخضر“

۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۳۶۔

۲۔ انساب الاشراف، ج ۶، ص ۱۹۲۔

۳۔ انساب الاشراف، ج ۶، ص ۱۹۳۔ تاریخ طبری، ج ۴، ص ۳۰۷۔ حوادث، ج ۳۵۔ شرح نوح البلاغ، ابن ابی الحدید، ج ۱۰، ص ۴۰۵۔

۴۔ خطبہ ۱۷۵۔

۵۔ انساب الاشراف، ج ۶، ص ۲۱۲۔

اخضر سے بھی زیادہ جھوٹا۔ (۱)

۵۔ ولید کی شراخیاری کے گواہوں نے عائشہ کے یہاں پناہ لی تھی۔ صبح کو عثمان نے کہا: عراقی مرتدوں کو عائشہ کے گھر ہی میں پناہ ملی۔ عائشہ نے رسول ﷺ کی جوتی نکال کر فریاد کی: تم نے ان کی سنت کو ترک کر دیا۔ (۲)

۶۔ عمار کے ظلم و ستم کے موقع پر بھی عائشہ نے رسول ﷺ کے بال، کپڑے اور جوتے نکال کر فریاد کی: ابھی رسول ﷺ کا یہ سامان بھی میلانہ ہوا اور تم نے سنت رسول ﷺ ترک کر دی۔ یہ سن کر عثمان کو بڑا غصہ آیا۔ (۳)

۷۔ حضرت علیؑ نے عائشہ کو خط لکھا جب وہ طلحہ وزیر کے ساتھ بصرہ پہنچ چکی تھیں تم نے حکم خدا کی مخالفت کر کے گھر سے باہر قدم نکالا۔ کہتی ہو کہ اصلاح مسلمین کے لیے نکلی ہوں۔ عورتوں کو فوجی قیادت سے کیا سروکار؟ تم نے قتل عثمان کے بدلے کا بھی گہا کر کیا ہے جب کہ تم خود چلاتی تھیں، نعل کو قتل کر دو یہ کافر ہو گیا ہے۔ آج قصاص طلب کر رہی ہو۔ ارے خدا سے ڈرو اپنے گھر واپس جاؤ۔ (۴)

۸۔ طبری و ابن قتیبہ لکھتے ہیں، قبیلہ جہنیہ کے جوان نے ایک عابد سے جنگ جمل میں پوچھا: قاتلین عثمان کون ہیں؟ جواب دیا: تین طرح کے لوگ تھے: کچھ لوگ وہ ہیں جو عائشہ کے ہودج کے پاس جمع ہیں، کچھ وہ ہیں جو طلحہ کے پاس ہیں اور کچھ لوگ علی ابن ابی طالبؑ کی طرف ہیں۔ نو جوان نے ہنستے ہوئے کہا اور علیؑ کی فوج میں چلا گیا کہ پھر تو ہم گمراہی میں گرفتار ہیں۔ (۵)

۹۔ طبری (۶) نے دو طریقوں سے نقل کیا ہے: جب عائشہ مقام سرف پہنچیں تو عبد بن ام

۱۔ تاریخ طبری، (ج ۳، ص ۴۴۹، حوادث ۳۳۰)

۲۔ الآقانی، ج ۳، ص ۱۸۰-۱۷۴ (ج ۵، ص ۱۳۹-۱۳۳) تاریخ ابوالفداء، ج ۱، ص ۱۷۶-۱۷۵، الاصلیہ، ج ۳، ص ۶۳۸، تاریخ الخلفاء، ص ۱۰۴-۱۰۳

۳۔ انساب بلاذری، ص ۸۸، ج ۶، ص ۲۰۹ - تذکرہ الخواری، ص ۶۹ -

۵۔ تاریخ طبری، ج ۳، ص ۳۶۵ - حوادث، ج ۳، ص ۱۷۵ و ۱۷۴ - ج ۱، ص ۶۱ -

۶۔ تاریخ طبری، ج ۴، ص ۴۵۸ - حوادث، ج ۳، ص ۱۷۵ - تذکرہ الخواری، ص ۶۳ -

کلاب سے ملاقات ہوئی اور اسی سے مدینہ کے حالات پوچھے۔ جواب دیا: لوگوں نے عثمان کو قتل کر دیا اور آٹھ دن تک حالات جوں کے توں رہے۔ پوچھا: پھر کیا ہوا؟ جواب دیا: لوگوں نے بہترین صلاحیت والے کو حکومت سونپ دی۔ لوگ علیؑ پر متفق الرائے ہو گئے۔ عائشہ نے کہا: بخدا! اگر لوگوں نے تمہارے صاحب کو حکومت دے دی تو مجھے، واپس کرو مجھے واپس کرو۔ خدا کی قسم! عثمان ناحق قتل ہوئے۔ بخدا! میں ضرور ان کا انتقام لوں گی۔ عبد نے کہا: ایسا کیوں؟ آپ ہی نے تو انہیں کہا تھا کہ نعل کو قتل کر دو بخدا وہ کافر ہو گیا ہے۔ عائشہ نے کہا: لوگوں نے ان سے توبہ کرائی پھر قتل کر دیا۔ میں نے انہیں کافر ضرور کہا تھا لیکن اب میرا یہ قول پہلے قول سے بہتر ہے عبد نے چھ شعر لکھتے ہوئے پڑھے:

آپ ہی نے ابتدا کی، آپ ہی نے پھر تبدیلی بھی کی۔ آپ ہی ہوا چلاتی ہیں اور آپ ہی پانی برساتی ہیں، آپ ہی نے قتل امام کا حکم دیا اور انہیں کافر کہا۔ ہمارے نزدیک قاتل تو وہی ہے جو حکم قتل دے۔ آسمان کیوں پھٹ پڑے۔ چاند، سورج کیوں تیرہ ہوں؟ کیا اس لیے کہ لوگوں نے ایسے کو حکمران بنایا ہے، جو اندھیروں میں اجالا پھیلانے کا۔

۱۰۔ استیعاب (۱) میں ہے کہ احنف بن قیس دیندار، عقلمند، صاحب الرائے اور ذہین تھے، سخور اور سیاست مدار تھے۔ عائشہ بصرہ پہنچیں تو آدمی بھیج کر احنف کو بلوایا۔ وہ نہیں آئے، دوبارہ بھیجا تو آئے۔ عائشہ نے پوچھا: وائے ہوتم پر! آخر تم امیر المومنین عثمان کے قاتلوں کے خلاف لڑنے کے لیے کیا عذر رکھتے ہو؟ کیا لوگ کم ہیں؟ احنف نے کہا: یہ سب کچھ نہیں بلکہ ایک سال قبل تک آپ ہی عثمان کی مذمت کر کے قتل کا حکم دیتی تھیں۔ ہم آپ کی پہلی بات کو مانتے ہیں یہ دوسری بات میرے لیے قابل قبول نہیں۔ ۱۱۔ ابو مسلم نے شامیوں سے حضرت عائشہ کی مثال سر میں آنکھ سے دی جو آنکھ والے کو اذیت دیتی ہے۔ (ابن عساکر) (۲)

۱۲۔ ابن ابی الحدید (۳) لکھتے ہیں کہ تمام تذکرہ نگاروں نے متفقہ طور سے یہ بات لکھی ہے کہ

۱۔ استیعاب (القسم الثانی، ص ۷۶، نمبر ۱۲۰۹)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید (ج ۶، ص ۲۱۵، خطبہ ۷۹)

۳۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۳، ص ۳۲۱، نمبر ۳۲۱۳)

عثمان کی مخالفت میں سب سے زیادہ تلخ و تند حضرت عائشہ تھیں۔ جامعہ رسول ﷺ کو گھر میں لٹکا رکھا تھا، جو بھی آتا اس سے کہتی تھیں: دیکھو ابھی جامعہ رسول ﷺ بھی میلا نہیں ہوا کہ عثمان نے ان کی سنت ترک کر دی۔

۱۳۔ مدائن لکھتا ہے کہ عائشہ کو قتل عثمان کی خبر شراف میں معلوم ہوئی۔ انھیں یقین تھا کہ اب حکومت طلحہ کو ملے گی۔ فرماتی تھیں کہ عثمان ہلاک ہو، طلحہ خوش آمدید۔ خوش آمدید میرا چچا ابھائی۔ طلحہ نے قتل عثمان کے وقت خزانے کی چابیاں، امیل گھوڑے اور عثمان کے گھر کا کچھ اثاثہ اپنی تحویل میں لے لیا تھا۔ بعد میں جب معاملہ دگرگوں ہوا تو یہ سب سامان علی رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا۔ (۱)

۱۴۔ عائشہ کو جب قتل عثمان کی خبر معلوم ہوئی تو بہت خوش ہوئیں اور کہا: خوشحال طلحہ! اس کے سوا کوئی حقدار خلافت نہیں۔ لیکن شراف میں عبید نے کہا: بہترین امت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت سونپ دی گئی تو کہنے لگیں: کاش! آسمان پھٹ پڑتا۔ پھر کہا: سوچ کے بتاؤ سچ کہہ رہے ہو؟ عبید نے کہا: ام المومنین کی یہ کیا حالت ہے۔ بخدا! سب سے زیادہ حقدار خلافت علی رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ لیکن عائشہ نے کچھ جواب نہ دیا۔ دوسری روایات میں بھی عائشہ کی عثمان کے خلاف باتیں مندرج ہیں۔ (ابو جعفر لوط بن یحییٰ) (۲)

۱۵۔ قیس بن حازم کا بیان ہے (ابو جعفر بھی اس روایت سے ملتی جلتی روایت نقل کرتے ہیں) کہ پھر عائشہ نے سواری موڑنے کا حکم دیا اور فوراً ہی کہنے لگیں: بخدا! عثمان ناحق قتل ہوئے۔ قیس نے پوچھا: آپ تو سب سے بڑی مخالف تھیں۔ جواب دیا: ہاں لیکن اب غور کیا ہے تو سمجھی کہ توبہ کے بعد قتل کیا گیا ہے۔ (۳)

۱۶۔ دوسرے طرق سے بھی روایت کی گئی ہے کہ خبر قتل عثمان سن کر عائشہ نے کہا: خدا اس کا ناس کرے! وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے قتل ہوا، خدا نے اس کی بدکرداری کا انتقام لیا۔ اے قریش کے لوگو! کہیں تم پر قوم خود کا عذاب نہ آجائے۔ اب تم لوگ طلحہ کو حکمراں بنا لو۔ لیکن جب متواتر خبر ملی کہ علی رضی اللہ عنہ کی

۱۔ شرح ابن ابی الہدیہ (ج ۶، ص ۲۱۵، خطبہ ۷۹)

۲۔ تاریخ طبری (ج ۳، ص ۳۵۸، حوادث ۳۱۰) تذکرۃ الخواص، ص ۶۴، شرح ابن ابی الہدیہ (ج ۶، ص ۲۱۵، خطبہ ۷۹)

۳۔ شرح ابن ابی الہدیہ (ج ۶، ص ۲۱۶، خطبہ ۷۹)

بیعت ہو گئی ہے تو کہا: ان لوگوں پر خاک پڑے، یہ لوگ نہیں چاہتے کہ قبیلہ تیم میں پھر حکومت واپس آئے اور طلحہ وزبیر نے خط لکھ کر عائشہ کو مشورہ دیا کہ انتقام خون عثمان کا نعرہ لگائیے۔ یہ خط ابن زبیر کے ذریعہ بھیجا گیا تھا عائشہ نے خط پڑھ کر نعرہ بلند کر دیا۔ ام سلمہ نے بھی اس سال حج کیا تھا، عائشہ کا انداز دیکھ کر انھوں نے حمایت علی کا اعلان کیا اور علی کی مدد کرنے پر تیار ہو گئیں۔ (۱)

۱۷۔ ابو جحیف لکھتا ہے کہ عائشہ نے ام سلمہ کو خرچ دے کر اپنی طرف کرنا چاہا، ان سے کہا کہ آپ تمام ازواج میں من اور اولین مہاجر ہیں، آپ ہی کے گھر پر ہمارے سهام تقسیم ہوتے تھے فرشتہ وحی آپ کے یہاں سب سے زیادہ آتا تھا۔ ابن زبیر نے مجھ سے کہا ہے کہ لوگوں نے عثمان سے توبہ کرائی، پھر روزے کی حالت میں ماہ حرام میں انھیں قتل کر دیا۔ میں طلحہ وزبیر کے ساتھ بصرہ جا رہی ہوں۔ آپ بھی ہمارے ساتھ چلئے شاید خدا حکومت کی اصلاح کر دے۔ جواب دیا: میں ام سلمہ ہوں، کل تم نے سب سے زیادہ عثمان کے خلاف بھڑکایا، اسے نعلن کہا، تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ رسول ﷺ کی نظر میں علی کی کیا قدر و منزلت تھی۔ (۲)

۱۸۔ ابن عبد رب (۳) نے لکھا ہے کہ بنی لیث کے آدمی نے زبیر سے پوچھا: کیا حال ہے؟ کہا: میں اپنے فرزند کے ہاتھوں مجبور ہو کر رہ گیا ہوں۔ پھر وہ آدمی مدینہ آیا اور سعد سے پوچھا: عثمان کو کس نے قتل کیا؟ سعد نے کہا: عائشہ نے نکواری نکالی، طلحہ نے تیز کی، علی نے زہر میں بھجائی۔ پوچھا: زبیر نے کیا کیا؟ جواب دیا: انھوں نے کچھ کیا نہیں لیکن ہاتھ سے اشارہ کیا۔ ابن قتیبہ (۴) نے بھی سعد کا یہ فقرہ نقل کیا ہے۔

۱۹۔ مغیرہ نے عائشہ سے ملاقات کی تو عائشہ نے کہا: تم نے جنگ جمل میں مجھے دیکھا ہوتا کہ ہودج کے ادھر ادھر تیر برابر آرہے تھے۔ مغیرہ نے کہا: کاش ایک تیر آپ کو لگ جاتا۔ عائشہ نے کہا: خیریت تو ہے ایسا کیوں کہہ رہے ہو؟ مغیرہ نے کہا: آپ نے عثمان کے خلاف شورش برپا کی۔ عائشہ نے کہا: میں

۱۔ شرح ابن ابی الحدید (ج ۶، ص ۲۱۶، خطبہ ۷۹)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۶، ص ۲۱۷، خطبہ ۷۹۔

۳۔ المعجم الفری، ج ۳، ص ۱۱۱۔

۴۔ الاممۃ والسیاستہ، ج ۱، ص ۴۸۔

نے کہا تو تھا لیکن یہ مقصد نہ تھا کہ انھیں قتل کر دیا جائے، خدا جانتا ہے کہ میں چاہتی تھی لوگ عثمان سے لڑیں۔ خدا نے ایسے حالات پیدا کئے کہ لوگ مجھ ہی سے لڑے۔ میں چاہتی تھی عثمان کو تیر مارے جائیں لیکن مجھ ہی کو تیر مارے گئے، میں چاہتی تھی کہ لوگ ان کی اطاعت نہ کریں، میری خود ہی نافرمانی کی گئی، اگر خدا کو معلوم ہوتا کہ میرا مقصد عثمان کو قتل کرنا ہے تو میں قتل بھی ہو جاتی۔ (۱)

۲۰۔ ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ مکے میں کچھ لوگ عائشہ کے خیے میں تھے، اتنے میں عثمان ادھر سے گذرے، انھیں دیکھ کر میرے سوا سب نے ان پر لعنت کی۔ ان میں ایک کوئی بھی تھا اور عثمان کو فیوں سے سخت نالاں تھے۔ کوئی سے کہا: ابے تو مجھے ملامت کرتا ہے۔ پھر مدینہ جا کر اس کی سرزنش کی۔ اس کو فی سے کہا گیا تم طلحہ سے سفارش کر لو۔ طلحہ گئے تو عثمان نے کہا: میں تجھے سوتا زیانے ماروں گا۔ طلحہ نے کہا: بخدا! تم نہیں مار سکتے اس نے زنا نہیں کیا ہے۔ عثمان نے کہا: میں اس کا وظیفہ بند کر دوں گا۔ طلحہ نے کہا: خدا روزی دیتا ہے۔ (۲)

۲۱۔ ابن اشیر، فیروز آبادی اور ابن منظور زبیدی نعل کا مطلب لکھتے ہیں: احمق بڑھا اور نعل ایک مدینہ کا یہودی باشندہ تھا چنانچہ حمیر میں ہے، عثمان کو نعل سے تشبیہ دیتے تھے۔ جو لمبی داڑھی والا مصری باشندہ تھا۔ ابوسعید کہتے ہیں کہ عثمان کو شقاقت اور مذمت کی غرض سے لوگوں نے ان کا نام نعل رکھ دیا تھا۔ عثمان ایک دن تقریر کر رہے تھے تو ایک شخص نے عثمان کی مذمت کی۔ عبد اللہ بن سلام نے اس کو ٹوکا تو وہ خاموش ہو گیا۔ اس سے لوگوں نے کہا: اگر عبد اللہ بن سلام کی قدر و منزلت کی وجہ سے ان کو کچھ نہیں کہہ سکتے تو نعل کو گالی دو کیونکہ ابن سلام شیعہ عثمان ہے۔ دشمنان عثمان نے اسے نعل کہنا شروع کر دیا۔ عائشہ کہتی تھیں: نعل کو قتل کر دو۔ خدا اسے قتل کرے اور ان کی مراد نعل سے عثمان تھے۔ یہ انھوں نے اس وقت کہا جب انھوں نے عثمان سے خفا ہو کر مکہ جانے کا ارادہ کیا۔ حیاۃ الحیوان میں ہے کہ نعل ”زردندہ“ کو کہتے ہیں اور دشمنان عثمان انھیں نعل کہتے تھے۔ (۳)

۲۲۔ بلاذری الانساب میں لکھتے ہیں کہ عائشہ روتی ہوئی گھر سے باہر نکلیں اور کہتی جاتی تھیں: عثمان قتل کردئے گئے خدا انھیں بخشے۔ عمار یا سرنے ان سے کہا: کل تم نے ان کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا اور آج ان کا ماتم کر رہی ہو؟ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں یہ روایات واضح طور سے ہمیں بتاتی ہیں کہ عائشہ کبھی عثمان کو سزا اور خلافت نہیں سمجھتی تھیں۔ ہمیشہ انھیں پانی سمجھتی رہیں۔ ان کا بس چلتا تو پتھر میں باندھ کے دریا میں ڈال دیتیں۔ تیروں کی زد پر لے آتیں۔ اسی لیے لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکاتی رہیں۔ جامہ رسول دکھاتی رہیں۔ عثمان کے قتل ہونے کے بعد بھی اپنے اسی نظریہ پر باقی تھیں۔ لیکن جب طلحہ کو حکومت نہ مل سکی جس کے لیے یہ سب پاؤں بیلے تھے تو اب رخ بدل گیا اور آسمان پھٹ پڑنے کی بات کرنے لگیں۔ لوگوں کو انتقام خون عثمان کے لیے ابھارنے لگیں کہ اس طرح طلحہ کو حکومت مل جائے۔ ورنہ قصاص کا حق عائشہ کو ہرگز نہ تھا وہ دوسرے خاندان کی تھیں۔ پھر یہ کہ عورتوں کو فوجی ترتیب اور جنگ سے بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ خود رسول خدا نے انھیں جنگ جمل میں شرکت سے منع کیا تھا۔ چنانچہ مقام حوآب پر کتوں کے بھونکنے کے بعد رسول کی پیش گوئی یاد آئی تو واپسی کا ارادہ کیا لیکن طلحہ وزیر کی سیاسی کرتب بازیوں سے اپنی باغیانہ حرکت پر باقی رہ گئیں۔ آخر جب طلحہ موت کے گھاٹ اتر گئے تو ان کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا اور خلافت علی بھی مستحکم ہو گئی۔

۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۵۔ وج ۵، ص ۳۶۔ انساب بلاذری، ج ۵، ص ۷۰۔ ۷۵۔ ۹۱۔ (ج ۴، ص ۱۸۷۔ ۱۳۹)۔ ۲۱۲۔
الاملاء والسماء، ج ۱، ص ۴۳، ص ۴۶، ص ۵۷۔ (ج ۱، ص ۵۱، ۴۷)۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۳۰۔ ۱۶۶، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹

عبدالرحمن بن عوف: بدری مجاہد، ممبر شوری، عشرہ مبشرہ کی فرد

۱۔ بلاذری لکھتا ہے کہ ابوذر کے ربذہ جلاوطن ہونے کے بعد علی اور ابن عوف نے عثمان کی اس غلط حرکت پر گفتگو کی۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: یہ سب تمہارا کیا ہوا ہے۔ ابن عوف نے کہا: اگر آپ چاہیں تو ہم اور آپ ان سے جنگ کریں کیونکہ عثمان نے تمام عہد و پیمان کو پھیر دیا تلو روعدڈ الا ہے۔

۲۔ تاریخ ابوالقد امیں ہے کہ جب عثمان نے اموی چھو کروں کو گورز بنا دیا تو لوگوں نے ابن عوف سے کہا: یہ سب آپ کا کیا ہوا ہے۔ جواب دیا: میں نہیں سمجھتا تھا وہ ایسے ہو جائیں گے اب میں عہد کرتا ہوں کہ کبھی اس سے بات نہ کروں گا۔ مرتے دم تک بات نہ کی۔ عیادت کے موقع پر منہ پھیر لیا۔

۳۔ بلاذری لکھتا ہے مرض الموت میں ابن عوف سے عثمان کا تذکرہ کیا گیا تو کہا: حکومت استوار ہونے سے قبل ہی اس کا کام تمام کر دو۔ جب عثمان کو معلوم ہوا تو ابن عوف کے ریوڑ اور کنوئیں کو قبضے میں کر لیا۔ ابن عوف نے بدعا کی تو کنواں خشک ہو گیا۔

۴۔ انھوں نے قسم کھائی تھی کہ کبھی عثمان سے بات نہ کریں گے۔

۵۔ سعد بن ابی وقاص کا بیان ہے کہ ابن عوف نے وصیت کی تھی کہ عثمان ان کی نماز جنازہ نہ پڑھائیں۔

۶۔ ابن عبد ربہ لکھتے ہیں کہ جب عثمان نے اموی چھو کروں کو حکمران بنایا تو لوگوں نے ابن عوف کو طعنہ دیا۔ وہ غصہ میں عثمان کے پاس گئے اور کہا: میں نے تمہیں دوسروں پر ترجیح دی کہ تم سیرت ابو بکر و عمر اختیار کرو گے، لیکن تم اسے نظر انداز کر کے اپنے خاندان والوں کو مسلمانوں کی گردن پر سوار کرنے لگے۔ عثمان نے کہا: عمر نے خدا کے لیے خاندان والوں کو نظر انداز کیا اور میں خدا ہی کے لیے خاندان والوں کا خیال رکھتا ہوں۔ ابن عوف نے عہد کر لیا کہ عمر بھر عثمان سے کلام نہ کریں گے۔ مرض الموت میں عیادت کے لیے عثمان گئے تو منہ دیوار کی طرف کر لیا۔ (۱)

۱۔ انساب، بلاذری، ج ۵، ص ۵۷، (ج ۶، ص ۱۷۱-۱۷۲)۔ المعجم القریب، ج ۲، ص ۲۵۸، ۲۶۱، ۲۷۲- (ج ۳، ص ۱۰۱، ۱۱۸)۔

تاریخ ابوالقد ام، ج ۱، ص ۱۶۶۔

۷۔ مسور کا بیان ہے کہ عثمان کے پاس کچھ صدقات کی مالیات آئی وہ سب حکم کو بخش دیا۔ جب یہ

خبر ابن عوف کو ہوئی تو مسور کو مامور کیا کہ تم جا کر اس کو حکم سے لے کر مسلمانوں میں تقسیم کر دو۔ (۱)

۸۔ ابو حلال عکری کتاب اوائل میں لکھتے ہیں کہ عثمان اور ابن عوف کے حق میں دعائے علیؑ

مستجاب ہو گئی، یہ دونوں مرتے دم تک ایک دوسرے کے دشمن رہے عثمان نے قصر بنوا کردعوت کی، ابن

عوف نے دیکھ کر کہا: لوگ تمہارے بارے میں جو کچھ کہتے ہیں میں اسے مانتا نہیں تھا آج سمجھا ہوں کہ

درست کہتے تھے۔ میں اپنی بیعت پر خدا کی پناہ طلب کرتا ہوں۔ یہ سن کر عثمان نے انھیں نوکر کے ذریعے

گھر سے نکال باہر کیا اور لوگوں کو ملنے سے منع کر دیا۔ نتیجے میں کوئی ان سے نہ ملتا تھا صرف ابن عباس علم

قرآن سیکھنے جاتے تھے۔ (۲)

ابو ہلال (۳) نے شوری کے موقع پر دعائے علیؑ کا جو اشارہ کیا ہے اس میں علیؑ نے فرمایا تھا

کہ خدا تم دونوں میں متاد پیدا کر دے۔ اور ابن عوف کے قول ”لوگ تمہارے بارے میں جو کچھ کہتے ہیں

میں اسے مانتا نہیں تھا“ سے اشارہ ہے شوری کے وقت عثمان کی بدعتوں کے اندیشے سے نیز یہ کہ بنی امیہ

حکومت کو گیند بنالیں گے۔

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ اب یہاں غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ ہنگام بیعت روش عمرو ابو بکر کی جو شرط کی

گئی تھی وہ سنت رسولؐ کے مخالف تھی یا موافق۔ اگر موافق تھی تو شرط کرنا مہمل تھا۔ اگر مخالف تھی تو کسی مسلمان

کو اسے قبول نہیں کرنا چاہئے۔ اس لیے حضرت علیؑ نے سیرت شیعین کے شرط پر بیعت سے انکار کیا تھا۔ (۴)

کاش! ابن عوف جب سیرت شیعین پر عمل کی شرط پیش کر رہے تھے تو اس نکتے کی طرف بھی متوجہ

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۱۳۔ (ج ۳، ص ۳۶۵، حوادث ۳۵)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۷۰۔ (ج ۲، ص ۲۸۶، حوادث

۳۵) شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۱۶۵۔ (ج ۲، ص ۱۴۹، خطبہ ۳۰)۔

۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۵۶، ۶۶۔ (ج ۱، ص ۱۹۶، خطبہ ۳)۔

۳۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۶۳۔ (ج ۱، ص ۱۸۸، خطبہ ۳)۔

۴۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۷۵۔ (ج ۱، ص ۱۲۰، حدیث ۵۵۸)۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۳۰۔ ۲۳۸۔ تمہید باطلانی، ص ۲۰۹۔

البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۱۳۶۔ (ج ۷، ص ۱۶۵، حوادث ۲۴)۔

ہوتے، پتہ نہیں وہ سمجھ بھی رہے تھے یا نہیں کہ سیرت شیخین کی شرط کرنا سنت رسول ﷺ کے مخالف ہونے کا ثبوت ہے۔ بالفرض اگر ابن عوف اس نکتے کو نہیں سمجھ رہے تھے تو بے سمجھے بوجھے کوئی بات پیش کرنا صریحی جہالت ہے چہ جائیکہ اسلامی معاشرے کی تنظیم و تربیت کے انحصار کے حساس موقع پر مجہول بات پیش کرنا سخت نقصان رساں ہے۔

باقلائی نے اس شرط کی توجیہ کی ہے کہ ہر معلم کو پڑھنے سے قبل سمجھ لینا ضروری ہے، عثمان سے تو ایسی توقع کی ہی نہیں جاسکتی کہ وہ سمجھتے نہ ہوں گے۔ (۱)

اب ذرا عثمان کی طرف آئیے۔ کیا جب سیرت شیخین کی شرط قبول کر رہے تھے تو سمجھ بھی رہے تھے کہ اس کا مطلب ہے سنت رسول ﷺ سے مخالف ایک شق پر عمل کرنا؟ پھر یہ کہ کیا وہ اس سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت اپنے اندر پارہے تھے یا نہیں؟ اگر صلاحیت نہیں پارہے تھے تو ایسی شرط قبول کیوں کی؟ دوسری صورت میں امت اسلامی کے ہتھ و انحصار کا اہم معاملہ ان کے پیش نظر تھا ایسے موقع پر غیر سنجیدہ حرکت کیوں کی؟ اگر بالفرض وہ ان تمام باتوں سے باخبر تھے تو آخر شرط بیعت کے خلاف کیوں عمل کیا؟ پھر جب بن عوف نے انھیں سرزنش کی تو یہ صفائی کیوں دی کہ عمر اپنے طور پر عمل کر رہے تھے میں اپنے انداز پر عمل کر رہا ہوں۔ اس معضل بہانے کو مسند احمد بن حنبل (۲) میں پیش کیا گیا ہے کہ ابن عوف کے جواب میں عثمان نے کہا کہ میں سیرت شیخین پر عمل کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ (۳) میں پوچھتا ہوں کہ جب عمل کی طاقت نہ تھی تو اسے قبول کیوں کیا تھا؟ اور اگر جانتے تھے کہ سیرت عمر مطابق سنت رسول ہے تو آپ نے یہ بھی تسلیم کر لیا کہ ہم میں سیرت رسول ﷺ پر عمل کی بھی صلاحیت نہیں۔ ان تمام سوالات و جوابات کا عبرت ناک پہلو یہ ہے کہ بن عوف نے کہا: میں نے تمہاری بیعت کر کے غلطی کی اب خدا کی پناہ طلب کرتا ہوں۔ امیر المومنین کو تلووار اٹھانے اور جنگ کی رائے دے رہے ہیں۔ اس سے تو واضح ہے کہ وہ عثمان سے جنگ کرنا اور انھیں قتل کرنا جائز سمجھتے ہیں بلکہ دوسروں کو ابھار بھی رہے ہیں۔ عثمان کو

۱۔ التحدید باقلائی۔ ۲۱۰۔

۲۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۶۸۔ (ج ۱، ص ۱۰۹۔ حدیث ۳۹۲۔)

۳۔ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۲۰۶۔ (ج ۷، ص ۲۳۱، حوادث ۳۵۔)

ایسا پالی سمجھ لیا کہ نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے۔ عثمان سے مرتے دم تک بات نہ کرنے کا عہد کرتے ہیں۔ سیرت عثمان کو مطابق قرآن نہیں سمجھتے۔ یہی وہ انداز تھا کہ عثمان نے ابن عوف کو منافق کہا۔ ابن حجر (۱) نے اس کی مضحک توجیہ یہ کی ہے کہ بن عوف کے آنے سے عثمان بہت زیادہ ہراساں ہوتے تھے اس لیے ایسی بات کہی۔ اس توجیہ کی طرف حلی (۲) نے سیرت النبیؐ میں اشارہ کیا ہے لیکن مضحک ہونے کی وجہ سے اسے نقل نہیں کیا ہے۔

اس کے علاوہ اس قوم سے پوچھا جائے کہ جو شرط عثمان سے کی گئی تھی اسے انھوں نے پورا کیا یا نہیں۔ کیا عثمان کو اختیار تھا کہ وہ چاہیں تو اس پر عمل کریں چاہیں تو نہ کریں؟ اگر بشرط لازم تھی تو انھوں نے اس پر عمل کیوں نہ کیا۔ آخر وارث علم رسول ﷺ حضرت علیؑ نے اس شرط کو کیوں ٹھکرا دیا تھا؟ کیا یہ شرط اس اہمیت کی حامل تھی کہ اگر خلیفہ عمل نہ کرے تو اسے معزول کر دیا جائے؟ پھر جب صحابہ نے اس شرط پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے معزول کرنا چاہا تو انھوں نے مقاومت کیوں کی؟ پھر ایسا کیوں ہوا کہ جب خلع خلافت پر آمادہ نہ ہوئے تو انھیں قتل کر دیا گیا؟ جب کہ اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ تمام وہ افراد جو بغاوت میں شامل تھے سب کے سب عادل تھے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر حضرت علیؑ نے سیرت شیعین کے عمل کو ٹھکرایا تو انھیں خلافت کیوں نہیں سپرد کی گئی؟

نظر یہ طلحہ: ممبر شوریٰ۔ عشرہ مبشرہ کی فرد

۱۔ حضرت علیؑ نے طلحہ کی حالت کے متعلق فرمایا ہے: خدا کی قسم! اس نے خون عثمان کا بدلہ لینے کے لیے اس لیے تیزی دکھائی ہے کہ اسے یہ ڈر ہے کہ کہیں اس سے خون عثمان کا مطالبہ نہ ہونے لگے۔ کیونکہ لوگوں کا گمان غالب اس کے متعلق یہی ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ باغیوں میں اس سے بڑھ کر عثمان کے خون کا پیاسہ کوئی نہ تھا۔ چنانچہ اس نے خون کا عوض لینے میں جو فوجیں فراہم کی ہیں اس سے یہ چاہتا ہے کہ لوگوں کو مغالطہ دے تاکہ حقیقت مشتبہ ہو جائے۔ خدا کی قسم! اس نے عثمان کے معاملے میں

ان تین باتوں میں ایک پر بھی تو عمل نہ کیا۔ اگر بن عفان جیسا کہ ان کا خیال تھا عالم تھے تو اسے چاہیے تھا کہ ان کے قاتلوں کی مدد کرتا یا ان کے مددگاروں سے علیحدگی اختیار کر لیتا۔ اگر مظلوم تھے تو مناسب تھا کہ قتل سے روکنے والوں کی طرح عذر معذرت کرتا اور اگر ان دونوں باتوں میں شبہ تھا تو اس صورت میں چاہیے تھا کہ ان سے کنارہ کش ہو کر ایک گوشے میں بیٹھ جاتا۔ اور انھیں لوگوں کے ہاتھوں میں چھوڑ دیتا۔ لیکن اس نے ان باتوں میں سے کسی ایک پر بھی عمل نہ کیا اور ایک بات کو سامنے لے کر آگیا ہے کہ جس کی صحت کی کوئی صورت ہی نہیں اور نہ اس کا کوئی عذر درست ہے۔ (۱)

ابن ابی الحدید (۲) اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اگر کہا جائے کہ طلحہ پہلے قتل عثمان کو جائز سمجھتے تھے۔ پھر بعد میں بدل گئے اور قاتلوں سے انتقام لینے لگے تو ہم کہیں گے کہ ایسی صورت ہوتی تو حضرت علیؑ متذکرہ تین قسمیں بیان نہ کرتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طلحہ کا عقیدہ بدلا نہیں تھا اور تاریخ بھی اس کی گواہ ہے۔ کبھی طلحہ نے اپنے کئے پر شرمندگی کا مظاہرہ بھی نہیں کیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ پھر حضرت علیؑ نے ان تینوں قسموں میں سے کسی پر عمل کیوں نہ کیا تو ہم جواب دیں گے کہ علیؑ تو عثمان کو ظالم سمجھ ہی رہے تھے اس لیے وہ اس تقسیم میں داخل نہیں ہیں۔

۲۔ طبری کی روایت ہے کہ ایام محاصرہ میں حضرت علیؑ نے طلحہ سے فرمایا کہ تمہیں خدا کی قسم ہے لوگوں کو عثمان سے دور کرو۔ طلحہ نے کہا: ہرگز نہیں کروں گا تا کہ بنی امیہ اپنے کیفر کردار کو پہنچیں۔ اس لیے حضرت علیؑ فرمایا کرتے تھے کہ خدا طلحہ سے سمجھے، عثمان نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا اور اس نے کیا کیا۔ (۳)

۳۔ طبری نے عبد اللہ بن عباس بن ابی ربیعہ کا بیان نقل کیا ہے کہ میں عثمان کے گھر پر آیا تو بڑی دیر بات کی تھی کہ سرگوشیوں کی آواز آنے لگی۔ ایک بولا: کس بات کا انتظار ہے؟ دوسرے نے کہا: بظہر و شاید اپنے رویے سے باز آجائے۔ اتنے میں طلحہ آگئے اور عدیس کو پوچھا۔ جب عدیس آیا تو طلحہ نے کچھ اس

۱۔ نفع البلاغ، ج ۱، ص ۳۲۳۔ (ص ۲۳۹، خطبہ ۱۷۴۔)

۲۔ شرح نفع البلاغ، ج ۲، ص ۵۰۶۔ (ج ۱، ص ۹، خطبہ ۱۷۵۔)

۳۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۳۹۔ (ج ۴، ص ۴۰۵) حوادث ۳۵۰۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۱۶۸، (ج ۲، ص ۱۶۱، خطبہ،

۳۰۔ (ج ۱، ص ۵، خطبہ ۱۷۵۔)

کے کان میں کہا پھر عدلیس نے آکر کہا: اب کوئی اس گھر میں نہ آئے نہ جاسکے۔ عثمان نے مجھ سے کہا: دیکھو یہ طلحہ نے حکم دیا ہے۔ پھر طلحہ کو بدعا کی: خدا یا! اس نے لوگوں کو میرے خلاف بھڑکایا ہے، میرے حقوق پامال کئے ہیں۔ اسے خلافت تک نہ پہنچنے دینا، اسے قتل کر دینا۔ چونکہ اس نے میرا خون مباح کیا ہے جب کہ تین حالتوں ہی میں انسان کا خون مباح ہوتا ہے۔ قتل، زنا، محسنہ یا ارتداد۔ مجھے پتہ نہیں یہ لوگ کس جرم میں مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ پھر عثمان اپنے کمرے میں چلے گئے۔ میں محمد بن ابی بکر سے اجازت لے کر باہر آ گیا۔ (۱)

۴۔ طبری حسن بصری نے نقل کرتے ہیں کہ طلحہ نے عثمان سے اپنی زمین سات لاکھ درہم میں بیچ دی۔ جب روپے لئے تو طلحہ نے کہا: آدمی اتنے روپے گھر میں رکھ کر مغرور ہو جاتا ہے۔ جب کہ وہ جانتا ہو کہ خدا کا کیا امر پیش آنے والا ہے۔ پھر وہ مدینے کی گلیوں میں درہم تقسیم کرنے لگے۔ یہاں تک کہ صبح تک ایک درہم بھی باقی نہ رہا۔ حسن کہتے ہیں: پھر وہ خود ہی عثمان کے اقتدار ہتھیانے کی سعی کرنے لگے۔ (۲)

۵۔ عثمان طلحہ سے پچاس ہزار درہم کے طلبگار تھے۔ ایک دن طلحہ نے ان سے مسجد کے راستے میں کہا: تمہارا روپیہ فراہم کر لیا ہے لے لو۔ عثمان نے کہا: وہ تمہارا ہی ہے اب اسے اپنے حوصلے کے مطابق بخشش کر دو۔ ایام محاصرہ میں سزائے معکوس کے طور پر اکثر اس کا تذکرہ کرتے تھے۔ (۳)

ابن ابی الحدید کہتے ہیں کہ طلحہ سب سے زیادہ بغاوت میں آگے آگے تھے۔ زیر ان سے کم تھے۔ عثمان کہتے تھے: طلحہ کا ناس ہو۔ میں نے اسے اس قدر زروسیم دیا لیکن اب وہ میرے خون کا پیاسہ ہے۔ خدا یا! اسے خلافت تک نہ پہنچنے دینا کوئی انجام کا مزہ چکھانا۔ تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ ایام محاصرہ میں طلحہ کپڑے سے اپنا منہ چھپائے رہتے تھے تاکہ کوئی پہچان نہ سکے اور تیر اندازی کرتے تھے۔

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۲۲۔ (ج ۴، ص ۳۷۸) حوادث ۳۵۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۷۳۔ (ج ۲، ص ۲۹۱) حوادث ۳۵۔

۲۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۳۹۔ (ج ۴، ص ۳۰۵) حوادث ۳۵۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۷، ص ۸۱۔ (ج ۲، ص ۲۵) مختصر تاریخ

ابن عساکر، ج ۱۱، ص ۲۰۱۔

۳۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۳۹۔ (ج ۴، ص ۳۰۵) (حوادث ۳۵)۔

محاصرہ کے وقت دروازے سے جانا ممکن نہ تھا تو طلحہ ہی نے پڑوس کے انصاری کا دروازہ کھلوا کر لوگوں کو اندر گھسنے کا راستہ دیا۔ (۱)

۶۔ مدائنی منقول عثمان میں لکھتے ہیں کہ طلحہ نے تین دن تک عثمان کو دفن ہونے سے روکا اور حضرت علیؑ نے پانچ روز تک لوگوں سے بیعت نہیں لی۔ حکیم بن حزام اور جبر بن مطعم نے حضرت علیؑ سے دفن عثمان میں کمک مانگی۔ طلحہ نے کچھ لوگوں کو مامور کر دیا تھا کہ جنازے پر سنگباری کریں۔ عثمان کے چند خاندان والوں کے سوا کسی نے جنازے میں شرکت نہ کی۔ انھیں یہودیوں کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا جب جنازہ وہاں پہنچا تو تابوت پر سنگباری کرنے لگے تو حضرت علیؑ نے پیغام بھیجا کہ اس کام سے باز آؤ تو وہ لوگ رکے۔ مردان اور تین نوکر اور بیٹی کے سوا کوئی نہ تھا۔ بیٹی رو رہی تھی اور لوگ ڈھیلے پھٹک کر نعل، نعل کا شور مچا رہے تھے۔ پھر آواز دی گئی: دیوار کی طرف، دیوار کی طرف! نتیجہ میں وہیں دیوار کے کنارے دیر سلج میں جو یہودیوں کا قبرستان تھا دفن کر دیا گیا۔ (۲)

۷۔ طلحہ ہی نے عثمان کو دیر سلج میں دفن کرنے کو کہا جو یہودیوں کا قبرستان ہے وہاں صرف طلحہ تھے۔ (۳)

۸۔ عثمان کا محاصرہ کی گیا تو حضرت علیؑ اپنی زمینداری خیبر میں تھے۔ جب وہ آئے تو عثمان نے آپ کو بلوایا عثمان نے ان سے کہا: تم پر میرا حق مسلمانی و برادری ہے، تم جانتے ہو کہ رسول خدا ﷺ نے مواخاۃ میں تم کو اور مجھے بھائی بنایا تھا۔ پھر حق قرابت و دامادی بیان کیا اور عہد و پیمان کا حق بیان کیا۔ ہم لوگ زمانہ جاہلیت میں ایک ساتھ تھے۔ پھر قبیلہ تیم نے ہم لوگوں کے ہاتھ سے حکومت اچک لی ہے۔ پھر حضرت علیؑ نے حمد و ثنائے الہی کے بعد کہا: تم نے تمہی کے حکومت اچکنے کی بات صحیح کہی۔ پھر آپ گھر سے باہر آئے آپ نے اسامہ کو بلوایا پھر طلحہ کے پاس تشریف لے گئے۔ علیؑ نے ان سے کہا: اے طلحہ! یہ تم نے کیا تماشے پھیلار کھے ہیں۔ طلحہ نے کہا: یہ میں نے اس وقت کیا جب چاقو بڑیوں تک پہنچ چکا تھا۔

۱۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۳۰۴، (ج ۹، ص ۳۶-۳۵) (خطبہ ۱۳۶)۔

۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۷۷-۷۶، خطبہ ۷۵۔

۳۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۳۲، (ج ۴، ص ۴۱۲) (حوادث ۳۵)۔

آپ وہاں سے خزانے کے پاس آئے دروازہ کھلوانا چاہا تو چابی نہ ملی۔ آپ نے دروازے توڑنے کو کہا اور مالیات کو نکلوا کر تقسیم کرانا شروع کیا۔ جب طلحہ کے پاس بیٹھے لوگوں کو معلوم ہوا تو آہستہ آہستہ وہاں سے الگ ہو کر علی کے پاس آنے لگے۔ طلحہ اکیلے رہ گئے۔ عثمان کو اس کی خبر ہوئی تو خوش ہوئے۔ اس وقت طلحہ عثمان سے ملاقات کے لیے گئے۔ اندر جا کر کہا: اے امیر المومنین میں خدا سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں، میں نے ایک معاملہ سوچا تھا خدا درمیان میں حائل ہو گیا۔ عثمان نے کہا: بخدا! تم ہرگز نہ آتے۔ جب شکست کھائی ہے تو آئے ہو۔ خدام سے سمجھے گاے طلحہ! (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: تاریخ کو خائن ہاتھوں نے کھلواڑ بنا کر حدیث مواخاۃ کو اس روایت میں ٹھوس دیا ہے۔ حالانکہ عثمان کی باتوں میں حق مسلمانی، قرآنی اور عہد و پیمان کا ہی تذکرہ ہے۔ میں نے الغدیر کی جلدوں میں تفصیل سے بحث کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے حضرت علی کو اپنا بھائی بنایا تھا۔ ۹۔ بلاذری لکھتا ہے کہ طلحہ نے عثمان سے کہا: کہ تم نے ایسی بدعتیں پھیلا رکھی ہیں کہ عوام جنہیں جانتی بھی نہیں۔ عثمان نے کہا: میں نے بدعتیں نہیں پھیلائی ہیں بلکہ تم عوام کو میرے خلاف بھڑکار رہے ہو۔ (۲)

۱۰۔ بلاذری و ابوجہف لکھتے ہیں کہ بلوایوں نے عثمان کا محاصرہ اس طرح سخت کیا کہ کسی کو آنے جانے نہیں دیتے تھے تو سعید بن عامر نے کہا: میں جامہ احرام پہن کر مکہ جاؤں گا۔ بلوایوں کو معلوم ہوا تو انھوں نے قسم کھائی کہ اگر وہ نکلا تو اس سے جم کے لڑائی ہوگی۔ طلحہ نے محاصرہ سخت کر کے پانی بھی بند کر دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت علی کو غصہ آ گیا اور آپ نے عثمان کے یہاں پانی سے بھرے مشکیزے بھجوائے۔ (۳) ۱۱۔ بلاذری لکھتا ہے طلحہ وزیر تمام معاملات پر چھائے ہوئے تھے۔ طلحہ نے عثمان پر پانی بند کر دیا

۱۔ تاریخ طبری، ج ۶، ص ۱۵۳، (ج ۳، ص ۲۳۰) (حادث ۳۵۰)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۷۰۔ (ج ۲، ص ۲۸۶)۔ (حادث ۳۵۰) شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۱۶۵۔ (ج ۲، ص ۱۲۸) (خلفہ، ۳۰)۔ تاریخ ابن خلدون، ج ۲، ص ۳۹۷، (ج ۲، ص ۹۵۸)۔

۲۔ انساب بلاذری، ج ۵، ص ۴۴۔ (ج ۵، ص ۱۵۶)۔

۳۔ انساب بلاذری، ج ۵، ص ۷۱، (ج ۶، ص ۱۸۸)۔

تھا۔ اس وقت حضرت علیؑ مدینے سے باہر تھے آپ نے کہلایا کہ عثمان پر پانی بند نہ کرو۔ اسے پیاسہ قتل نہ کرو، طلحہ نے بات نہ مانی۔ (۱)

الامۃ والسیاستہ میں ہے کہ کوئی اور مصری بلوائیوں نے محاصرہ سخت کر دیا، طلحہ نے کہا: جب تک عثمان پر کھانا پانی بند نہ کرو گے وہ خوف نہیں کھائیں گے اس پر پانی بند کر دو۔ (۲)

۱۲۔ طلحہ سے مجمع بن جاریہ نے کہا: میرا خیالی ہے تم لوگ عثمان کو قتل ہی کر دو گے۔ طلحہ نے جواب دیا: اگر وہ قتل ہو جائے تو نہ وہ فرشتہ مقرب ہے نہ رسول اور نبی ہے۔ (۳)

۱۳۔ بلاذری لکھتا ہے کہ عثمان نے ایک مجمع میں جس میں طلحہ تھے سلام کیا۔ انھوں نے جواب سلام نہیں دیا۔ عثمان نے طلحہ سے کہا: میں نہیں سوچتا تھا کہ کبھی زندگی کا ایسا موقع بھی آئے گا جب تم جواب سلام نہ دو گے۔ (۴)

۱۴۔ ایام محاصرہ میں کمان طلحہ کے ہاتھ تھی۔ عثمان نے بن حارث کے ذریعے ایک شعر لکھ کر مدد طلب کی۔ حضرت علیؑ اس دن نماز پڑھا رہے تھے۔ حضرت نے لوگوں کو پراگندہ کر دیا، طلحہ نے یہ دیکھ کر عثمان سے معافی مانگی۔ عثمان نے کہا: اے حضری بیچ! تو لوگوں کو میرے خلاف بھڑکا رہا تھا، اب ناکامی ہوئی ہے تو معافی مانگنے آیا ہے، خدا تجھے کبھی معاف نہ کرے۔ (۵)

۱۵۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ سب سے بڑے مخالف عثمان، محاصرہ میں طلحہ تھے۔ (۶)

۱۶۔ جنگ جمل میں طلحہ نے کہا: خون عثمان سے میرا دامن آلودہ ہے اس لیے اب یہ دھبہ اسی طرح دھویا جاسکتا ہے کہ ان کے خون کا بدلہ لیا جائے۔ خدا یا! آج خون عثمان کا بدلہ مجھ سے لے تا کہ تو راضی

۱۔ انساب بلاذری، ص ۹۰ (ج ۶، ص ۲۱۱)۔

۲۔ الامۃ والسیاستہ، ج ۱، ص ۳۳۔ (ج ۱، ص ۴۰)۔

۳۔ انساب بلاذری، ج ۵، ص ۷۴۔ (ج ۶، ص ۱۹۲)۔

۴۔ انساب بلاذری، ج ۵، ص ۷۶، ج ۶، ص ۱۹۵، تاریخ الخلفاء، ج ۲، ص ۲۶۰۔

۵۔ انساب بلاذری، ج ۵، ص ۷۷، ج ۶، ص ۱۹۶۔

۶۔ انساب بلاذری، ج ۵، ص ۸۱۔ (ج ۶، ص ۲۰۱) المعجم المفرد، ج ۲، ص ۲۶۹، (ج ۳، ص ۱۱۳)۔

ہو جائے۔ (۱)

۱۷۔ ابن عساکر میں ہے کہ جنگ جمل میں مروان نے تیر مار کر طلحہ کو ہلاک کیا۔ پھر ابان بن عثمان سے کہا: میں نے تمہارے باپ کا بدلہ لے لیا۔ مروان کا تیر طلحہ کے زانو میں لگا تھا۔ کسی طرح نکل نہیں رہا تھا سخت اذیت تھی۔ خود سے کہنے لگے: اے مت نکالو کہ اے خدا نے بھیجا ہے۔ (۲)

استیعاب (۳) میں ہے کہ تمام تذکروں میں ہے کہ بلاشبہ مروان بن عی نے طلحہ کو تیر مارا تھا جب کہ وہ انھیں کے لشکر میں تھا۔

(ابن حجر اصابہ، مستدرک حاکم، طبری اور دوسری معتبر تاریخیں اس کی شہادت دیتی ہیں (۴))

۱۸۔ عبد الملک بن مروان کہتا تھا: اگر امیر المومنین مروان نے خود نہ کہا ہوتا کہ میں نے طلحہ کو قتل کیا ہے تو میں طلحہ کی ذریت میں کسی کو بھی خون عثمان کے بدلے قتل کئے بغیر نہ چھوڑتا۔ (طبقات بن سعد) (۵)

۱۹۔ نوادر حمیدی میں ہے کہ موسیٰ بن طلحہ سے ولید نے کہا: تم جب میرے سامنے آتے ہو تو قتل کا ارادہ کرتا ہوں لیکن چونکہ مروان نے مجھ سے کہا تھا کہ میں نے طلحہ کو قتل کیا ہے یہی سوچ کر باز آ جاتا ہوں۔ (۶)



۲۰۔ طبری لکھتا ہے کہ طلحہ وزیر نے لوگوں کے سامنے تقریر کی: بصرے والو! میں نے عثمان سے

۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۲۲۲۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۷، ص ۸۴۔ (ج ۲۵، ص ۱۰۹) (نمبر ۲۹۸۳)۔ مختصر تاریخ، ابن عساکر ج ۱۱، ص ۲۰۳۔ تذکرہ الخواص، ص ۴۴، ص ۷۷۔

۲۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۷، ص ۸۴، (ج ۲۵، ص ۱۱۳-۱۱۲) (نمبر ۲۹۸۳)۔ مختصر، ابن عساکر، ج ۱۱، ص ۲۰۷۔

۳۔ استیعاب، القسم الثالث، ص ۶۶، نمبر ۱۲۸۔

۴۔ الاصابہ، ج ۲، ص ۲۳۰۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۳۷۰۔ (ج ۳، ص ۳۱۸) (حدیث ۵۵۹۱)۔ ریاض البصیرۃ، ج ۲، ص ۲۵۹۔ (ج ۳، ص ۲۳۰)۔ انساب، بلاذری، ج ۶، ص ۲۶۷۔ مردج الذهب، ج ۲، ص ۳۸۲۔ المعجم القرطبی، ج ۴، ص ۱۲۸۔ تاریخ کامل، ج ۲، ص ۳۳۸، حوادث، ج ۳، ص ۳۶۔

۵۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۲۲۳۔

۶۔ محمد بن احمد یب، ج ۵، ص ۲۲۔ (ج ۵، ص ۲۰)۔

صرف باز پرس کا ارادہ کیا تھا انھیں قتل کرنا مقصود نہ تھا۔ لیکن چند احمقوں نے انھیں قتل کر دیا۔ اب تم اس سے توبہ کرو۔ لوگوں نے کہا: اے طلحہ! لیکن تم نے ہمیں جو خط لکھا تھا اس میں دوسری ہی بات تھی۔ (۱)

۲۱۔ مسعودی لکھتا ہے کہ حضرت علیؑ نے طلحہ کو آواز دے کر پوچھا: تم کیوں جنگ پر آمادہ ہو؟ کہا کہ عثمان کا بدلہ۔ علیؑ نے کہا: ہم دونوں میں سے جو بھی ذمہ دار ہو خدا اسے قتل کرے۔ (۲) (دعائے علیؑ اسی وقت مستجاب ہوئی اور طلحہ قتل ہو گئے۔)

۲۲۔ طلحہ وزیر جب بصرے کے مقام پہنچے تو عبداللہ بن حکیم جیسی ان خطوط کے ساتھ ملے آیا جو پہلے لکھے گئے تھے۔ پوچھا کیا یہ خط آپ لوگوں کے نہیں ہیں؟ جواب دیا: ہاں!

عبداللہ نے کہا: آپ نے ہمیں پہلے تو کا عثمان کو معزول کرنے اور قتل کرنے کا حکم دیا اب ان کے انتقام کا نعرہ بلند کر رہے ہیں۔ بخدا ایہ آپ کا نظریہ صرف اس لیے ہے کہ اس کے ذریعے دنیا حاصل کیجئے ذرا ہوش میں آئیے۔ اگر آپ کا یہی عقیدہ ہے تو حضرت علیؑ نے جس وقت بیعت لینی چاہی تھی کیوں خوشی خوشی بیعت کی۔ اب آپ نقص بیعت کر کے ہم لوگوں کو بغاوت و کفر میں گھسیٹنے آئے ہیں۔ (۳)

۲۳۔ ابن قتیبہ لکھتا ہے کہ جب عائشہ و طلحہ وزیر بصرہ وار ہوئے تو لوگوں نے صف باندھ کر ان سے پوچھا: اے ام المومنین! آپ کس لیے گھر سے باہر نکلی ہیں؟ جب لوگ بار بار اس سوال کو دہرانے لگے تو ایک طراز سخور نے کھڑے ہو کر حمد و ثنائے الہی کے بعد کہا: لوگو! عثمان ایسے بھی نہ تھے کہ ان کا قتل واجب ہوتا، وہ مظلوم قتل ہوئے۔ ہم اس پر غصہ ہو جاتے ہیں کہ تمہیں کوئی ناحق تازیانہ مارے۔ پھر عثمان کے قتل پر کیوں نہ قیام کریں گے۔ اب قاتلوں سے انتقام لے کر معاملے کو شورٹی پر چھوڑ دینا چاہیے۔ ایک شخص نے ٹوکا کہ غلط کہتا ہے۔ دوسرا ابوالا: صحیح کہتا ہے۔ اس پر تو میں میں ہونے لگی۔ اسی درمیان ایک شخص نے طلحہ کا خط نکال کر دکھایا جس میں قتل عثمان پر ابھارا گیا تھا۔ پوچھا: کیا یہ خط آپ کا ہے؟ انھوں

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۷۰۔ (ج ۳، ص ۳۶۹۔ حوادث ۳۶)۔

۲۔ مروج الذهب، ج ۲، ص ۱۱۔ (ج ۲، ص ۳۸۳)۔

۳۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۵۰۰ (ج ۹، ص ۳۱۸) (خطبہ ۱۷۳)۔

نے کہا: ہاں۔ اس نے پوچھا: کل تم نے قتل پر ابھارا اور قتل ہوئے ہر اعتبار سے سزاوار شخص کی بیعت کر لی مگنی۔

تم نے بھی ان کی خوشی خوشی بیعت کر لی۔ طلحہ نے کہا: جب ہم سے کہا گیا تو ہم نے قتل کے خوف سے بیعت کر لی تھی کیونکہ علی ؓ نے عام بانہ خلافت پر قبضہ کر لیا تھا اور لوگوں نے بھی بیعت کر لی تھی۔ پوچھا: اب آپ کی کیا رائے ہے؟ جواب دیا: اب ہمیں انتقام خون عثمان کے لیے کھڑا ہونا چاہیے۔ پوچھا: تو کیا کیا جائے؟ جواب دیا: تم لوگ ہمارے ہاتھوں پر انتقام خون عثمان کی بیعت کرو۔ اور علی ؓ کی بیعت توڑ دو۔ پوچھا: تمہارے بعد دوسرا کوئی آکر یہی کہے تو ہم کیا کریں؟ جواب دیا: اس کی بیعت نہ کرنا۔ لوگوں نے کہا: تم نے انصاف کی بات نہیں کہی۔ ہمیں علی ؓ سے جنگ کا حکم دے رہے ہو جن کی بیعت خود تم نے کی ہے۔ سن لو کہ ہم نے علی ؓ کی بیعت کر لی ہے۔ اب ہم تمہارے باتیں ہاتھ پر بیعت کر سکتے ہیں لوگ یہ باتیں سن کر منتشر ہو گئے۔ کچھ لوگ عثمان بن حنیف گورنر کی طرف اور کچھ طلحہ کی طرف ہو گئے۔ پھر جاریہ بن قدامہ نے عائشہ سے پوچھا: خدا نے آپ کی حرمت معین کی ہے اور گھر میں بیٹھنے کا حکم دیا ہے۔ آپ اس حرمت کو توڑ کر اس ملعون اونٹ پر آئی ہیں۔ جو آپ سے جنگ کرے وہ گویا آپ کے قتل پر راضی ہے۔ اگر آپ اپنی رائے سے آئی ہیں تو اپنے گھر واپس جائیے اور اگر دوسروں کی رائے سے آئی ہیں تو اس سے باز پرس کیجئے۔ (الامۃ والسیاسة) (۱)

۲۴۔ ابو جحیف لکھتا ہے کہ حضرت علی ؓ نے دعا فرمائی خدا یا! طلحہ نے میری بیعت توڑ دی اور لوگوں کو ابھار کر عثمان کو قتل کرایا پھر مجھ پر اتہام رکھا۔ خدا یا! اسے مہلت نہ دے۔ خدا یا! زبیر نے قطع رحم کیا، میری بیعت توڑی، علانیہ میری مخالف کی۔ آج اس کے شر سے مجھ کو بچا۔ (۲)

۲۵۔ عاتقہ بن وقاص لیشی کہتا ہے کہ جب طلحہ وزبیر و عائشہ نے قیام کیا تو میں نے اکیلے میں طلحہ سے ملاقات کر کے سینہ سے لپٹایا۔ طلحہ نے کہا: کل ہم تم پہاڑ کی طرح ایک تھے آج دو حصوں میں بٹ گئے ہیں

اور خون کے پیا سے ہیں۔ میں نے عثمان کے خلاف شورش کی اب اس کی توبہ یہی ہے کہ انتقام کا نعرہ بلند کروں اور اس طرح میرا خون بہہ جائے۔ (تاریخ طبری) (۱)

طلحہ کے لیے توبہ کا بہترین راستہ یہ تھا کہ اولیاء مقتول یا امام وقت کے حوالے اپنے کو کر دیتے نہ یہ کہ امام کی بیعت توڑ کے شورش پیدا کریں۔ اس طرح سے ہزاروں بے گناہ افراد کا خون بہہ گیا اور قتل و خون کا ایک لاتنامی سلسلہ چل نکلا۔

نظریہ زیر بن عوام: عشرہ مبشرہ کی فرد، ممبر شوریٰ

۱۔ طبری (۲) حالات جنگ جمل میں لکھتا ہے کہ حضرت علیؑ نے زیر کو بلوایا۔ وہ آکر برابر کھڑے ہو گئے۔ علیؑ نے پوچھا: تم کیوں آئے ہو؟ زیر نے کہا: تمہیں حقدار خلافت نہیں سمجھتا، نہ تم مجھ سے اس معاملہ میں افضل ہو۔ علیؑ نے پوچھا: کیا میں بعد عثمان حقدار خلافت نہیں ہوں؟ میں تمہیں عبد المطلب کی اولاد سمجھتا تھا جب تک تمہارا بد معاش بیٹا پیدا نہ ہوا تھا۔ اس نے تم کو مجھ سے جدا کر دیا۔ اس کے علاوہ زیر کی بد سلوکیاں گنتائیں۔

پھر فرمایا رسولؐ نے ایک بار تم سے کہا تھا کہ تم علیؑ کے خلاف ظالمانہ بغاوت کرو گے۔ (۳)

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۸۳۔ (ج ۴، ص ۲۷۶) حوادث، ج ۳۶۔

۲۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۲۰۴۔ (ج ۴، ص ۵۰۸) حوادث، ج ۳۵۔ مروج الذهب، ج ۲، ص ۱۰، (ج ۲، ص ۳۸۰)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۱۰۲۔ (ج ۲، ص ۳۳۵)۔ حوادث، ج ۳۶۔

۳۔ المسد رک علیٰ صحیحین، ج ۳، ص ۳۶۶۔ (ج ۳، ص ۴۱۳) حدیث، ۵۵۷۴، ۵۵۷۵۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۲۰۴۔ (ج ۴، ص ۵۰۲)۔ حوادث، ج ۳۵۔ الآغانی، ج ۱۶، ص ۱۳۱۔ (ج ۱۸، ص ۶۰، ۶۲)۔ المعجم الطبری، ج ۲، ص ۲۷۹۔ (ج ۴، ص ۱۲۹)۔ مروج الذهب، ج ۲، ص ۱۰۔ (ج ۲، ص ۳۸۰)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۱۰۲۔ (ج ۲، ص ۳۳۵)۔ حوادث، ج ۳۶۔ ریاض الصغریٰ، ج ۲، ص ۲۷۳۔ (ج ۴، ص ۲۳۸)۔ مجمع الزوائد، ج ۷، ص ۲۳۵، فتح الباری، ج ۱۳، ص ۳۶۔ (ج ۱۳، ص ۵۵)۔ المواہب الدنیہ، ج ۲، ص ۱۹۵۔ (ج ۳، ص ۵۶۷)۔ النہج فی الکبریٰ، ج ۲، ص ۱۳۷۔ (ج ۲، ص ۱۳۷)۔ (ج ۲، ص ۲۳۳)۔ شرح المواہب زرقانی، ج ۳، ص ۳۱۸۔ (ج ۷، ص ۲۱۷)۔ سیرۃ حلبیہ، ج ۳، ص ۳۱۵، ج ۳، ص ۲۸۷۔

زبیر یہ سن کر واپس جانے لگے تو بیٹے نے طعنہ دیا کہ تم موت کے ڈر سے بھاگ رہے ہو۔ زبیر نے کہا: وائے ہوا میں نے قسم کھائی ہے کہ علیؑ سے جنگ نہ کروں گا۔ بیٹے نے کہا: غلام آزاد کر کے کفارہ دے دو۔ اور حضرت علیؑ فرماتے تھے کہ تم مجھ سے خون عثمان کا بدلہ لینا چاہتے ہو جب کہ تم نے ہی انھیں قتل کیا، خدا اس کو قتل کرے جس نے انھیں قتل کیا ہے۔ اس روایت کو حافظ عاصمی نے زین الفقی میں اور مسعودی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔

۲۔ مسعودی لکھتا ہے کہ مردان نے جنگ جمل میں کمان اٹھائی۔ ایک سمت طلحہ تھے اور دوسری سمت زبیر تھے۔ کہنے لگا مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ ادھر تیر ماروں یا ادھر۔ پھر طلحہ کو تیر مار کر ہلاک کر دیا۔ (۱)
۳۔ شرح ابن ابی الحدید میں ہے کہ طلحہ و زبیر سب سے زیادہ قتل عثمان میں کوشاں تھے۔ زبیر کہتے تھے کہ اسے قتل کر دو کیونکہ اس نے تمہارا دین بدل دیا ہے۔ لوگوں نے کہا: آپ کا فرزند ان کے دروازے پر محافظ ہے۔ کہنے لگے: قتل بھی کر دو چاہے میرا بیٹا ہی پہلے قتل ہو جائے۔ یہ بھی کہتے تھے کہ عثمان کل پل صراط پر مردار کی طرح ہوگا۔ (۲)

۴۔ انساب بلاذری میں ہے کہ زبیر نے عثمان سے جا کر کہا: مسجد میں کچھ لوگ، تمہارے ظلم پر احتجاج کر رہے ہیں اور اجرائے قانون الہی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ ازواج رسول ﷺ بھی ہیں آپ ان کا سامنا کیجئے۔ عثمان نے قبول کیا اور گھر سے نکلے۔ لوگوں نے اسلحہ اٹھا لیا۔ عثمان نے زبیر سے کہا: میں تو کسی کو ظلم کے خلاف احتجاج کرتے نہیں دیکھتا نہ کوئی حق کا مطالبہ کر رہا ہے۔ پھر عثمان اپنے گھر چلے گئے اور زبیر نے اپنے گھر کی راہ لی۔ (۳)

۵۔ بلاذری نے بحوالہ صالح علی لکھا ہے کہ عثمان نے زبیر سے نزاع کیا۔ زبیر نے کہا: میں تم سے تلوار سے جنگ کرنے پر آمادہ ہوں۔ (۴)

۱۔ مردج الذهب، ج ۲، ص ۱۱۔ (ج ۲، ص ۳۸۲)۔

۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۴۰۴۔ (ج ۹، ص ۳۶-۳۵)۔ خطبہ ۱۳۷۔

۳۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۷۶۔ (ج ۶، ص ۱۹۵)۔

۴۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۱۴۔ (ج ۶، ص ۱۱۷)۔

عثمان کے خلاف طلحہ وزبیر کی سانٹھ گانٹھ

۱۔ طلحہ وزبیر کے بارے میں امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! انھوں نے مجھ پر کوئی سچا الزام نہیں لگایا اور نہ انھوں نے میرے اور اپنے درمیان انصاف برتا۔ وہ مجھ سے اس حق کا مطالبہ کرتے ہیں جسے خود ہی انھوں نے چھوڑ دیا اور اس خون کا بدلہ چاہتے ہیں جسے انھوں نے خود بہایا ہے۔ اب اگر اس میں ان کا شریک تھا تو پھر اس میں ان کا بھی تو حصہ نکلتا ہے۔ اور اگر وہی اس کے مرتکب ہوئے ہیں میں نہیں تو پھر اس کا مطالبہ صرف انھیں سے ہونا چاہیئے۔ اور ان کے عدل و انصاف کا پہلا قدم یہ ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے خلاف حکم لگائیں۔ اور میرے ساتھ میری بصیرت کی جلوہ گری ہے۔ نہ میں نے خود ان کو کبھی دھوکا دیا اور نہ مجھے واقعی کسی سے دھوکا ہوا اور بلاشبہ یہی وہ باغی گروہ ہے جس میں ایک ہمارا سگا (زبیر) اور ایک بچھوکا ڈنک (حمیرا) ہے۔ (۱)

استیعاب (۲) میں حالات طلحہ کے تحت حضرت کا اسی سے ملتا جلتا کلام درج ہے۔ آخر میں امام نے فرمایا: بخدا! طلحہ، زبیر اور عائشہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں حق پر ہوں اور وہ باطل پر ہیں۔

۲۔ امیر المومنین نے کوفے والوں کو خط لکھا: مسئلہ عثمان کے بارے میں تم کو ایسی اطلاع دیتا ہوں جو مثل چشم دید گواہ کے بنادے گی۔ لوگوں نے ان پر تنقید کی، میں مجاہدوں کی ایک فرد تھا جو ان کے کاموں پر سرزنش کرتا تھا، زبیر نے آسان ترین سہی میں بھی تندروی دکھائی، اس پر عائشہ نے آگ برسائی، ایک جماعت نے آکر انھیں قتل کر دیا اور لوگوں نے بغیر کسی جبر و اکراہ کے میری بیعت کر لی۔ (۳)

۳۔ بلاذری لکھتا ہے کہ حضرت علی ایک اموی کے گھر سے گزرے۔ اندر سے کسی لڑکی کے نغمے کی تان سنائی دی: قتل عثمان کی ذمہ داری زبیر پر ہے، اس سے بھی زیادہ ظالم طلحہ تھا، ان دونوں نے آگ

۱۔ فتح البلاغ، ج ۱، ص ۲۵۳، (ص ۱۹۴) خطبہ ۱۳۷۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۹، ص ۳۳، خطبہ ۷، ص ۱۳۷۔

۲۔ استیعاب، القسم الثانی، ص ۷۶۷۔ نمبر ۱۲۸۔

۳۔ فتح البلاغ، ج ۲، ص ۳۶۳۔ کتاب ۱۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۲۹۰، (ج ۱۳ ص ۷) کتاب ۱۔ الاملاۃ و التیاسات، ج ۱، ص ۵۸۔ (ج ۱، ص ۵۸) (ج ۱، ص ۶۳)

بھڑکائی۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: خدا اس لڑکی کو قتل کرے۔ خوب سمجھتی ہے کہ انتقام کس سے لیا جائے۔ (۱)
 ۴۔ طبری نے ابن عباس کا بیان نقل کیا ہے: قتل عثمان کے پانچ روز بعد مکہ سے مدینہ آیا اور علیؑ کے گھر گیا۔ مجھ سے کہا گیا کہ مغیرہ حضرت کی خدمت میں ہے تھوڑی دیر بعد مغیرہ نے نکل کر سلام کر کے پوچھا: کب آئے؟ میں نے کہا: ابھی آیا ہوں۔ پھر میں نے حضرت کی خدمت میں جا کر سلام کیا۔ مجھ سے پوچھا: تم نے طلحہ و زبیر کو دیکھا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! انواصف میں تھے۔ پوچھا: ان کے ساتھ کون کون تھا؟ میں نے کہا: ابو سعید بن حارث اور ہشام، ان کے ساتھ کچھ اور لوگ۔ فرمایا: یہ لوگ پلٹیں گے نہیں اور خون عثمان کی گہار بچا کے قیام کریں گے۔ حالانکہ بخدا ادھ جانتے ہیں کہ وہ خود ہی قاتل عثمان ہیں۔ (۲)

۵۔ طبری لکھتا ہے سعید نے مروان کے جرگے کے ساتھ اس سے ذات عرق پر ملاقات کی، ان سے کہا: کہاں جاتے ہو قصاص والے تو اسی شتر پر سوار ہیں۔ انھیں قتل کر کے گھر واپس جاؤ۔ اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ انھوں نے کہا: نہیں، ہم اس لیے جا رہے ہیں کہ شاید سبھی قاتلوں کو قتل کر سکیں۔ پھر سعید نے طلحہ و زبیر سے ملاقات کی اور ان سے پوچھا: کامیابی کے بعد حکومت کس کو سونپو گے۔ سچ بتانا؟ انھوں نے کہا: ہم دونوں میں سے جس کی بھی بیعت کر لی جائے۔ بولا: ان کو فرزند ان عثمان کے سپرد کر دو۔ کیا تم خون عثمان کا مطالبہ نہیں کر رہے ہو؟ انھوں نے کہا: کامیابی کے بعد بوڑھے مہاجرین کے بیٹوں میں سے کسی کو حکومت سونپ دی جائیگی۔ سعید نے کہا: نہیں بلکہ خلافت قبیلہ عبد مناف سے باہر آنی چاہیے۔ مغیرہ نے کہا: سعید کی بات صحیح ہے بنا بریں ہر ثقفی کو کنارہ کشی اختیار کر لینی چاہیے۔ (۳)

۶۔ ابن عباس نے معاویہ کو لکھا: طلحہ و زبیر نے عثمان کے خلاف شورش پھیلائی۔ خود ہی علیؑ کی بیعت کر کے توڑی اور حکومت ہتھایا نے میں لگ گئے۔ ہم نے اسی لیے ان سے جنگ کی۔ جس طرح تجھ

۱۔ انساب الاشراف، ج ۶، ص ۲۲۹۔

۲۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۶۰۔ (ج ۴، ص ۴۴۰) حوادث، ج ۳۵۔

۳۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۶۸۔ (ج ۴، ص ۴۵۳) حوادث، ج ۳۶۔

سے اس لیے جنگ کر رہا ہوں کہ تو باغی گروہ ہے۔ (۱)

۷۔ قبیلہ طے کے سردار حابس نے معاویہ کے سامنے اپنے چچیرے بھائی کو پیش کیا کہ یہ قتل عثمان اور بعد کے تمام حالات کا چشم دید گواہ ہے اس سے تفصیل معلوم کر لیجئے کیونکہ معتبر اور سچا آدمی ہے۔ معاویہ نے تفصیل پوچھی تو کہا: محمد بن ابی بکر اور عمار یا سر قتل عثمان کے عہدار تھے۔ عدی بن حاتم، مالک اشتر اور عمرو بن حنظل اس میں بہت زیادہ بھرتی دکھارہے تھے لیکن سب سے زیادہ کوشش طلحہ و زبیر نے کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان تمام معاملات سے قطعی علیحدہ تھے۔ پھر لوگ حضرت علیؑ کی بیعت کرنے اس طرح ٹوٹ پڑے کہ جو تیاں گرم ہو گئیں، عبائیں دوش سے گر گئیں اور بوڑھے کچل گئے۔ کسی نے اس درمیان عثمان کا نام تک نہ لیا۔ (۲)

۸۔ مستدرک حاکم میں حسن بصری کا بیان نقل ہے کہ طلحہ و زبیر بصرہ آئے۔ لوگوں نے ان سے آنے کی وجہ پوچھی تو کہا کہ خون عثمان کا بدلہ لینے آئے ہیں۔ حسن بصری کہتے ہیں: اے سبحان اللہ! لوگ اتنی بھی عقل نہیں رکھتے تھے کہ ان سے پوچھتے: بخدا قسم! تمہارے علاوہ کس نے انہیں قتل کیا ہے؟ (۳)

۹۔ جب عائشہ بصرہ کے قریب پہنچیں تو عثمان بن حنیف نے ابو الاسود دؤلی کو بھیجا کہ آنے کی وجہ پوچھیں۔ عائشہ نے کہا: خون عثمان کا بدلہ لینے۔ جواب دیا: یہاں بصرہ میں کوئی قاتل عثمان نہیں۔ عائشہ نے کہا: صحیح ہے لیکن مدینے میں علیؑ کے پاس ہیں۔ میں آئی ہوں کہ بصرہ والوں کو لے کر علیؑ سے جنگ کروں۔ تم لوگ عثمان کے ہاتھ سے تازیانہ کھاتے تھے تو میں غصہ ہوتی تھی۔ عثمان کے قتل پر تلوار کیوں نہ اٹھاؤں۔ کہا گیا: آپ کو تازیانہ اور شمشیر سے کیا کام۔ آپ کو خدا نے گھر میں بیٹھنے کا حکم دیا ہے۔ عورتوں سے جہاد ساقط ہے۔ پھر یہ کہ خود علیؑ آپ کے مقابلے میں عثمان کے رشتہ دار ہیں، انہیں عبد مناف کے خاندان میں ہونے کا شرف حاصل ہے، انہیں آپ سے زیادہ قصاص کا حق حاصل ہے۔ عائشہ نے کہا:

۱۔ وقتہ (کتاب) صفین، ج ۲، ص ۴۷۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۲۸۹۔ (ج ۸، ص ۶۶) خطبہ ۱۳۴۔

۲۔ الاممۃ والسیاسة، ج ۱، ص ۷۴۔ (ج ۱، ص ۷۸) کتاب صفین، ج ۲، ص ۷۵۔ (ج ۶۵) شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۲۵۹۔

ج ۳، ص ۱۱۱۔

۳۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۱۸۔ ج ۳، ص ۱۲۸۔ حدیث ۶۶۰۶۔

میں نے جو ارادہ کر لیا ہے اسے بجالائے بغیر واپس نہ جاؤں گی۔ اے ابو الاسود! کیا تم سوچ سکتے ہو کہ کوئی مجھ سے بھی جنگ کرنے کی جرأت کرے گا۔ جواب دیا: جی ہاں! آپ سے سخت ترین جنگ ہوگی۔ پھر ابو الاسود دو ٹوٹی زبیر سے ملاقات کی اور کہا: لوگوں نے ابو بکر کی بیعت کے وقت تمہیں دیکھا تھا کہ قبضہ شمشیر پر ہاتھ رکھے ہوئے چلا رہے تھے کہ کوئی بھی علیؑ سے زیادہ حقدار خلافت نہیں ہے۔ یہ آج تمہاری حالت کیا ہے؟ زبیر نے خون عثمان کی بات کہی تو ابو الاسود نے کہا: مجھے تو معلوم ہوا ہے کہ تم نے اور طلحہؓ نے انہیں قتل کر لیا۔ پھر طلحہ سے ملنے گئے تو دیکھا کہ وہ جنگ اور فتنہ ہی کی بات کر رہا ہے۔ (۱)

۱۰۔ عثمان بن حنیف اپنے ساتھیوں کے ساتھ طلحہ و زبیر سے ملنے گئے تاکہ خدا کو درمیان میں لا کر بیعت علیؑ کی یاد دلانیں۔ انھوں نے کہا: ہم انتقام خون عثمان لینا چاہتے ہیں۔ کہا گیا: تم سے کیا ربط؟ ان کے بیٹوں کو انتقام لینا چاہیے۔ نہیں، خدا کی قسم! ایسا نہیں ہے جب تم لوگوں نے دیکھا کہ لوگ علیؑ کی بیعت و خلافت پر متفق ہو گئے ہیں تو ان پر حسد کرنے لگے۔ خود خلافت ہتھیانے کی فکر میں لگ گئے جو ہاتھ سے نکل گئی۔ یہ سن کر طلحہ و زبیر عثمان بن حنیف کو ماں بہن کی گندی گالیاں دینے لگے۔ (۲)

۱۱۔ جب طلحہ و زبیر و عائشہ خیر کے مقام اوطاس پر پہنچے تو سعید بن عاص نے مغیرہ کے ساتھ ان سے ملاقات کی۔ عائشہ سے پوچھا: کہاں جا رہی ہیں ام المومنین! جواب دیا: برائے انتقام خون عثمان بصرہ جا رہی ہوں۔ کہا: قاتلان عثمان تو آپ ہی کے ساتھ یہ لوگ ہیں۔ پھر مردان کی طرف رخ کر کے یہی کہا کہ قاتلان عثمان تو تمہارے ہی ساتھ یہ دونوں طلحہ و زبیر ہیں۔ انھوں نے عثمان کو قتل کیا کہ حکومت حاصل کر لیں۔ جب حکومت نہ حاصل کر سکے تو اب خون سے اپنا گناہ دھونا چاہتے ہیں۔ پھر مغیرہ نے لوگوں کی طرف رخ کر کے کہا:

لوگو! تم نے ام المومنین کے ساتھ قیام کیا ہے۔ اگر انہیں گھر میں واپس کر دو تو تمہارے حق میں بہتر ہے۔ قاتلان عثمان تو تمہارے ہی ساتھ ہیں۔ ورنہ پھر بتاؤ کہ علیؑ کے کون سے اقدام سے تم لوگ

۱۔ الامامہ والسیاسة، ج ۱، ص ۵۷۔ (ج ۱، ص ۶۱)۔ العهد الفرید، ج ۲، ص ۲۷۸۔ (ج ۳، ص ۱۳۳)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲،

ص ۸۱، (ج ۶، ص ۲۲۵)۔ خطبہ ۷۹۔

۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۵۰۰۔ (ج ۹، ص ۳۱۹)۔ خطبہ ۱۳۷۔

ناراض ہو۔ خدا کو یاد کرو، کیا ایک سال میں دو فتنے برپا ہوں گے؟ لیکن لوگوں نے مغیرہ کی بات نہ مانی۔ (۱)
۱۲۔ جب طلحہ وزبیر نے بصرہ میں چھاؤنی ڈالی تو امین حنیف نے عمران بن حصین اور ابوالاسود کو سمجھانے بجانے کے لیے بھیجا۔ ان دونوں نے بلند آواز سے طلحہ کو آواز دی۔ جب وہ سامنے آئے تو ابوالاسود نے کہا: تم نے بغیر ہمارے مشورے کے عثمان کو قتل کیا اور اسی طرح علی کی بیعت کر لی۔ ہمیں نہ تو قتل عثمان پر غصہ آیا نہ بیعت علی پر۔ اب تم رائے بدل کے بیعت علی توڑنے پر آمادہ ہو جب کہ ہم بیعت پر قائم ہیں۔ اب تم ہی کو اس کے تصفیہ کی صورت نکالنی چاہیے۔

اس کے بعد عمران صحابی رسول ﷺ نے تقریر شروع کی:

اے طلحہ! تم نے عثمان کو قتل کیا تو ہم اس پر غصہ نہ ہوئے پھر تم نے علی کی بیعت کر لی تمہاری بیعت کے بعد ہم نے بیعت کی، اب اگر قتل عثمان صحیح تھا تو تم نے یہ راستہ کیوں اپنایا؟ اور اگر صحیح نہیں تھا تو اس خرابی میں تمہارا حصہ زیادہ ہے۔ تمہیں سب سے زیادہ اس کی سزا ملنی چاہیے۔ طلحہ نے کہا: تمہارے صاحب علی کا نظریہ یہ ہے کہ کسی کو خلافت میں شریک نہ کیا جائے۔ اب ہمارے بیعت توڑنے کا معاملہ دوسرا ہے، بخدا قسم! ہم ضرور علی کو قتل کریں گے۔ ابوالاسود نے عمران سے کہا: اب آپ نے سمجھ لیا کہ یہ صرف حکومت کے چکر میں سارا ڈھونگ رچائے ہوئے ہیں۔

پھر یہ دونوں زبیر کے پاس گئے اور کہا: ابھی ہم نے طلحہ سے گفتگو کی ہے۔ یہ سن کر زبیر نے کہا: میں اور طلحہ ایک جان دو قالب ہیں۔ آپ لوگ سمجھ لیجئے کہ عثمان کے معاملے میں ہم سے کچھ غلطیاں ہوئی ہیں اب ہم انتقام کے ذریعے ان کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔ اگر حالات زمانہ ہمارے موافق ہوئے تو۔ (۲)

۱۳۔ عمار یا سر نے تقریر میں فرمایا: کونے والو! اگرچہ تم موجود نہیں تھے لیکن تمہیں تمام حالات معلوم ہو گئے ہیں، قاتلان عثمان کو ان کے قتل سے انکار نہیں ہے، نہ عذر و توبہ کر رہے ہیں۔ وہ قرآن کو فیصلے کی بنیاد بنانا چاہتے ہیں تاکہ مخالفوں کے سامنے بات چیت ہو سکے۔ خدا اسے زندہ رکھے جو تعلیمات

قرآن کو زندہ رکھے اور اسے قتل کرے جو اسے مردہ کرے۔ طلحہ وزیر نے سب سے پہلے زبان طعن کھولی اور سب سے آخر تک قتل عثمان کا حکم دیتے رہے انھیں دونوں نے سب سے پہلے علی کی بیعت کی اور جب ان کی امیدوں کے برخلاف گذرا تو بیعت توڑ دی۔ حالانکہ علی سے کوئی بدعت سرزد نہیں ہوئی تھی۔ (۱)

۱۴۔ بلاذری نے بحوالہ مدائنی نقل کیا ہے کہ عبدالملک نے علقمہ بن صفوان کو مکہ کا گورنر بنایا۔ اس نے منبر پر جا کر طلحہ وزیر کو گالیاں دیں۔ اور نیچے آ کر ابان بن عثمان سے پوچھا: میں نے تمہارے باپ کے قاتلوں کو گالیاں دیں تو تم خوش ہوئے؟ ابان نے کہا: نہیں ہرگز نہیں مجھے بہت برا لگا۔ کیونکہ میں تم کو بھی قتل عثمان میں شریک سمجھتا ہوں۔ (۲)

۱۵۔ حضرت علی نے تقریر میں فرمایا:

طلحہ وزیر کی سنو کہ ان دونوں نے میری بیعت کی تم جانتے ہو۔ بھرخیانیت کرتے ہوئے بیعت توڑ کر عائشہ کو لیے ہوئے بصرہ چلے گئے تاکہ اتحاد اسلامی کو پارہ پارہ کر دیں۔ خدایا! ان کے کروت پر ان سے سخت انتقام لے اور انھیں مہلت زندگی نہ دے کیونکہ یہ ایسا مطالبہ کر رہے ہیں جس کے خود مرتکب ہیں۔ (۳)

۱۶۔ بحوالہ بکلی شرح ابن ابی الحدید میں حضرت کا ایک اور خطبہ ہے:

طلحہ وزیر کیا کہتے ہیں؟ انھیں میری حکومت پر نہ کوئی حق اعتراض ہے نہ شرکت۔ انھوں نے ایک سال یا چند مہینے بھی صبر نہ کیا اور نافرمانی کر کے بغاوت پر کمر بستہ ہو گئے۔ حالانکہ آزادانہ بیعت کے بعد بیعت توڑنے کا انھیں کوئی حق نہیں۔ یہ مردہ بدعت کو زندہ کرنا چاہتے ہیں۔ کیا یہ خون عثمان کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ یہ تو خود اس کے مرتکب ہوئے ہیں انھیں خود اپنے سے انتقام لینا چاہیے۔ میں تو اسی پر راضی ہوں کہ خدا انھیں مجرم قرار دیتا ہے۔ (۴)

۱۔ الامامہ السیاسة، ج ۱، ص ۵۹۔ (ج ۱، ص ۶۴۔)

۲۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۱۲۰۔ (ج ۶، ص ۲۳۹۔)

۳۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۱۰۲۔ (ج ۱، ص ۳۰۷، ۳۰۸۔) خطبہ ۲۲۔

۴۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۱۰۲، ج ۱، ص ۳۰۷، ۳۰۸۔ خطبہ ۲۲۔

۱۔ مالک اشتر نے امیر المومنین علیہ السلام سے عرض کیا:

ہم پر طلحہ، زبیر اور عائشہ کا معاملہ بخوبی روشن ہے۔ یہ ہمیں دھوکہ نہیں دے سکتے، انھوں نے راضی خوشی آپ کی بیعت کی اور بغیر کسی وجہ کے آپ سے باغی ہو گئے۔ اب وہ انتقام کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اگر ایسا ہی ہے تو خود اپنے سے انتقام لیں۔ کیونکہ پہلے انھوں نے ہی عثمان کے خلاف شورش پیدا کی پھر خون بہایا۔ خدا گواہ ہے اگر انھوں نے آپ کی بیعت نہ کر لی ہوتی تو میں عثمان کے پاس انھیں بھی پہنچا دیتا۔ کیونکہ تلواریں ہمارے کاندھوں پر تھیں اور آج بھی وہی دل ہمارے سینوں میں ہے۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: اس قسم کی روایات پچاس سے اوپر ہیں۔ ان کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں دونوں نے عثمان کے خلاف شورش پیدا کی اور خون عثمان بہانا جائز سمجھتے تھے۔ اس سلسلے میں انھوں نے ایسا رویہ اپنایا جسے کوئی مسلمان جائز نہیں سمجھ سکتا۔ مثلاً طلحہ نے عثمان پر پانی بند کر دیا، جواب سلام نہ دیا، دفن میں رکاوٹ پیدا کی، جنازے پر سنگباری کی۔ وہ چاہتے تھے کہ عثمان کو حش کوکب میں دفن کیا جائے، جو یہودیوں کا قبرستان ہے۔ کیا یہ وہی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہیں عادل کہا جاتا ہے، عشرہ مبشرہ کی فرد ہیں جنہیں جنت کی بشارت دی گئی؟ ان غلط حرکتوں کی بھلا کیا توجیہ کی جاسکتی ہے؟ لیکن ہمیں تو صرف اس نقطہ نظر سے غور کرنا چاہیے کہ عثمان کو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کیا۔

جہاں تک بیعت توڑنے اور توبہ کرنے کی بات ہے وہ واضح ہے کہ صرف حکومت ہتھیانے کے لیے یہ دھوکہ رچایا گیا تھا۔ یہی بات زبیر پر بھی صادق آتی ہے، اس گناہ سے یہ توبہ زیادہ بڑا پاپ ہے، اس توبہ کی وجہ سے ہزاروں بے گناہ مسلمانوں کی جان گئی، زوجہ رسول کو گھر سے باہر نکالا اور امام عادل کے خلاف مسلحانہ جنگ کی۔ ظاہر ہے کہ یہ توبہ بالکل جھوٹی تھی۔

عبداللہ بن مسعود بدری صحابی

گذشتہ صفحات (۲) میں عبداللہ ابن مسعود کے ساتھ عثمان کا رویہ بیان کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا

ہے کہ ابن مسعود عثمان کے سخت مخالف اور بدعتوں پر تنقید کر کے عراقیوں کو بھڑکایا کرتے تھے، اسی لیے انھیں جیل اور جلاوطنی کے علاوہ اپنے وظیفے سے بھی ہاتھ دھونا پڑا۔ عثمان نے غصے میں مسجد رسولؐ سے نکال باہر کیا۔ نوکروں نے پھل کر پسلیاں توڑ دیں اور خود عثمان نے چالیس تازیانے مارے۔ ابن مسعود نے عثمان کو اتنا برا آدمی سمجھا کہ عمر بھر غصہ رہے اور وصیت کر دی کہ عثمان میری نماز جنازہ نہ پڑھائیں۔ کیونکہ وہ امام عادل نہیں ہیں۔ طہ حسین (۱) لکھتے ہیں کہ کوفے کے زمانہ قیام میں ابن مسعود عثمان کا قتل جائز سمجھتے تھے اور ان کی بدعتوں پر تنقید کیا کرتے تھے۔ (۲) یہ ہے ایک عظیم بدری صحابی کی رائے جسے رسول اکرمؐ کا شبیہ کہا جاتا تھا، بہت اہم ہے کہ اس کے بعد عثمان کی صفائی دینے کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی۔

عمار یاسر: بدری صحابی، خدا اور رسولؐ کے محبوب

۱۔ عمار نے جنگ صفین میں تقریر کی: خدا کے بندو! ہمارے ساتھ ان لوگوں سے جنگ کے لیے کھڑے ہو جاؤ جو ایک ظالم، پاپی مقتول کے انتقام کا دعویٰ کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسے نیک لوگوں نے قتل کیا۔ ہم نے اس کی بدعتوں کی وجہ سے موت کے گھاٹ اتارا۔ وہ دولت دنیا پر ٹوٹا ہوا تھا۔ اب یہ بھی اپنی دنیا کے لیے جنگ کر رہے ہیں انھیں خوف ہے کہ علیؑ کی حکومت ہوگئی تو انھیں دنیا نہیں مل سکتی۔ انھیں سبقت اسلامی حاصل نہیں اور نہ حکومت کے لائق ہیں۔ یہ سیاسی بہانہ مطلق العنان بادشاہی کے لیے ہے۔ (۳)

۲۔ حضرت علیؑ نے ایک وفد معاویہ کے پاس بھیجا جس میں شہب بن ربیع بھی تھا۔ معاویہ سے شہب نے پوچھا: کیا آپ عمار یاسر پر قابو پا جائیں گے تو قتل کر دیں گے؟ معاویہ نے کہا: ہم کیوں نہ عمار کو

۱۔ الفتح الکبریٰ۔ ص ۱۷۱۔ (المجموعۃ الکاملۃ لمؤلفات طہ حسین جلد ۴، ص ۳۶۶)۔

۲۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۱۳۸۔ نمبر ۲۱۔

۳۔ کتاب صفین، ص ۳۶۱-۳۶۹ تاریخ طبری، ج ۷، ص ۲۱۔ (ج ۵، ص ۳۹) حوادث، ۱۳ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۱۲۳۔ (ج ۲، ص ۳۸۰) حوادث، ۳۷ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۵۰۳۔ ج ۵، ص ۲۵۲۔ خطبہ ۶۵۔ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۲۶۶ (ج ۷، ص ۲۹۶) حوادث، ۳۷۔ تحفۃ المصنف، ج ۱، ص ۸۱۔ (ج ۱، ص ۳۵۷) خطبہ ۲۳۵۔

قتل کریں گے؟ بخدا! اگر فرزند سید (عمار یا سر) میرے قابو میں آجائے تو غلام عثمان کے بدلے میں ان کو قتل کر دیں گے۔ حبیب نے کہا: خدائے آسمان کی قسم! تم عمار یا سر کو اس وقت تک قتل نہیں کر سکتے جب تک کشتوں کے پٹے نہ لگ جائیں۔ (۱)

۳۔ حضرت علیؓ نے امام حسنؓ کو عمار کے ساتھ کوفہ بھیجا۔ سب سے پہلے مسروق بن اجدع نے عمار یا سر سے پوچھا: آپ نے عثمان کو کیوں قتل کیا؟ جواب دیا: چونکہ وہ ہماری عزت سے کھیلتا تھا اور ہمارے لیے درد سر تھا۔ مسروق نے کہا: بخدا! تم اپنی سزا کو نہیں پہنچے۔ پھر ابو موسیٰ آئے اور امام حسنؓ کو سینے سے لگا کر عمار کی طرف مخاطب ہوئے: تم نے قاتلان عثمان کا ساتھ دے کر اپنے کو ظالموں میں کر لیا۔ عمار نے کہا: ہم نے یہ کام نہیں کیا لیکن قتل کو برا بھی نہ سمجھا۔ (۲)

۴۔ باقلانی کہتے ہیں کہ روایت ہے کہ عمار کہتے تھے عثمان کافر ہو گئے ہیں پھر وہ قتل عثمان کے بعد کہتے تھے کہ جب انھیں قتل کیا تو وہ کافر تھے۔ (۳)

اس کے بعد باقلانی نے عثمان کی صفائی میں ادب آموزی کا خلیفہ کی طرف سے غور کیا ہے لیکن عمار کی شان میں صحاح و مسانید میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں یا قرآن میں جو مدح سرائی وارد ہوئی ہے اس کے بعد یہ صفائی کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔

۵۔ ابو حنفیہ ایک شخص کا واقعہ نقل کرتے ہیں کہ مقام قادسیہ میں امام حسنؓ کو عمار یا سر کو میں نے دیکھا کہ آپ فرما رہے تھے: مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ لوگوں نے عثمان کی لاش نکال کر آگ میں کیوں نہ جلا دی۔ (۴)

۱۔ کتاب صفین، ص ۲۲۳، تاریخ طبری، ج ۶، ص ۳۔ (ج ۵، ص ۶) حوادث، ج ۲، تاریخ کامل، ج ۳، ص ۱۲۳۔
 (ج ۲، ص ۳۶۸) حوادث، ج ۲، ص ۳۳۳۔ (ج ۴، ص ۲۱) خطبہ، ۵۴۔ البدلیہ والصلیہ، ج ۷، ص ۲۵۷۔
 ۲۵۷۔ حوادث، ج ۲، ص ۳۳۳۔ خطبہ، ج ۱، ص ۳۳۳۔ خطبہ، ۲۲۳۔
 ۲۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۸۷، ج ۴، ص ۲۸۲، حوادث، ج ۲، ص ۳۳۳۔ شرح ابن ابی اللہ، ج ۳، ص ۲۸۵، (ج ۱۴، ص ۱۹) تاریخ کامل، ج ۳، ص ۹۷، (ج ۲، ص ۳۲۷) حوادث، ج ۲، ص ۳۶۷۔
 ۳۔ التہذیب باقلانی، ص ۲۲۰۔
 ۴۔ شرح ابن ابی اللہ، ج ۳، ص ۲۹۲، (ج ۴، ص ۱۱) خطبہ۔

۶۔ نصر بن حزام نے عمار اور عمرو عاص کے درمیان گفتگو کو نقل کیا ہے۔ عمرو نے عمار سے پوچھا: عثمان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ عمار نے کہا: انھوں نے ہر برائی کا دروازہ کھولا۔ عمرو نے کہا: اسی لیے علیؑ نے انھیں قتل کیا؟

عمار نے کہا: نہیں، خدا کی قسم! خدا نے انھیں قتل کیا اور علیؑ خدا کے ساتھ تھے۔

عمرو نے پوچھا: آپ بھی ان قاتلوں میں ہیں؟

عمار نے کہا: میں قاتلوں کے ہمراہ تھا اور آج بھی انھیں کے ساتھ ہو کر جنگ کر رہا ہوں۔

عمرو نے پوچھا: انھیں قتل کیوں کیا؟ عمار نے کہا: چونکہ اس نے ہمارا دین بدل دیا تھا۔

عمرو نے اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے کہا: سنئے نہیں ہو، یہ خود قتل عثمان کا اعتراف کر رہے

ہیں۔ عمار نے کہا: اسی طرح فرعون نے رخ کر کے اپنے ساتھیوں سے کہا تھا: سنئے نہیں ہو.... (۱)

۷۔ عمار نے جنگ صفین میں لاکارا:

کہاں ہیں وہ لوگ جو رضائے خدا کے لیے دولت و مال سے دل ہٹا چکے ہیں۔ یہ سن کر ایک

جماعت نکلی۔ ان سے فرمایا: ان لوگوں سے جنگ کرو جو دعویٰ کرتے ہیں کہ عثمان مظلوم قتل ہوئے۔ بخدا!

عثمان نے خود اپنے اوپر ظلم کیا اور حکم خدا کے خلاف حکومت کی۔ (۲)

طہ حسین لکھتے ہیں عمار یا سر عثمان کو کافر کہتے تھے۔ ان کا خون مباح سمجھتے تھے اور نعل کی نام سے

خطاب کرتے تھے۔ (۳)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ عقیدہ ہے ایک عظیم صحابی کا، جس کی مدح میں قرآن و حدیث میں ہے

کہ وہ سر تا پا ایمان سے لبریز ہے، حق اس کے ساتھ ہے اور وہ حق کے ساتھ۔ ان تمام تعریفوں کے ساتھ

عمار یا سر عثمان تھا کہ عثمان ظالم تھے اور انھوں نے دین بدل دیا تھا لہذا ان کا قتل جائز ہے۔ جو لوگ ان

کے انتقام میں کھڑے ہوئے تھے ان کو باغی گردہ سمجھتے ہیں اور سخت محض ہیں کہ ان کی لاش نکال کر

۱۔ کتاب صفین، ص ۳۸۴، ص ۳۸۸۔ شرح ابن ابی اللہ، ج ۲، ص ۲۷۳، (ج ۸، ص ۲۲) خطبہ ۱۳۳۔

۲۔ کتاب صفین، ص ۳۶۰، ص ۳۶۶۔

۳۔ المعیۃ الکبریٰ، ص ۱۷۱۔ المجموعۃ الکاملۃ لمؤلفات طہ حسین جلد ۴، ص ۳۶۶۔

آگ میں کیوں نہ جلادی گئی اور پھر وہ جنگ صفین میں باغی گردہ کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

مقداد: جنگ بدر کے شہسوار

یعقوبی (۱) نے خلافت عثمان کے ذیل میں لکھا ہے کہ مقداد حضرت علی کے طرفدار تھے اور عثمان کی سخت مذمت کرتے تھے۔ ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے مسجد میں ایک شخص کو دوڑا تو بیٹھے ہوئے دیکھا جو ایسے سرد آہ کھینچ رہا تھا جیسے اس کی ساری پونجی لٹ گئی ہو اور کہہ رہا تھا: مجھے قریش پر حیرت ہے کہ انھوں نے حکومت کو خاندان بنیغیر سے نکال لیا۔ حالانکہ علی سابق الایمان، ابن عم رسول، عالم، افتخار اور سب سے زیادہ دین کے معاملے میں تکلیف اٹھانے والے تھے۔ وہ ہادی بھی تھے اور مہدی بھی تھے۔ اب امت صلاح سے دور ہو گئی ہے۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے، تو معلوم ہوا کہ یہ مقداد ابن اسود ہیں۔ ان کی تائید ابوذر اور ابن مسعود نے کی۔

ابن عبد ربہ لکھتے ہیں کہ بیعت عثمان کے موقع پر عمار نے ابن عوف سے کہا: مسلمانوں میں اختلاف نہ ہونے کی ایک صورت ہے کہ علی کی بیعت کی جائے۔ مقداد نے کہا: عمار صحیح کہتے ہیں۔ اگر علی کی بیعت کی گئی تو ہم سب اطاعت شعار ہو جائیں گے۔ عبد اللہ بن ابی سرح نے کہا: اگر چاہتے ہو کہ قریش میں اختلاف نہ ہو تو عثمان کی بیعت کرو اگر عثمان کی بیعت ہوئی تو ہم فرمان بردار ہو گئے۔ عمار نے ابن ابی سرح کو گالی دیکر کہا: تو کب سے مسلمانوں کا ہمدرد بن گیا۔ پھر تقریر کی: لوگو! خلافت کو اہلیت رسول سے الگ نہ کرو۔۔۔۔

مسعودی لکھتا ہے کہ عمار کی تقریر کے بعد مقداد نے کہا: میں نے کسی رسول کو نہیں دیکھا کہ اس کی وفات کے بعد اس کے خاندان کو اذیت دی گئی ہو۔

ابن عوف نے کہا: خلافت کا معاملہ تم سے متعلق نہیں ہے۔ مقداد نے کہا: بخدا! میں مشق رسول میں ڈوب کر کہتا ہوں کہ میرا بھی خلافت سے تعلق ہے۔ تم نے قریش کو مسلمانوں پر مسلط کر دیا ہے۔ بخدا! اگر

مجھے مددگار مل جائیں تو قریش کے خلاف بے دھڑک جنگ کروں، جس طرح رسولؐ کے ساتھ ان سے جنگ کی تھی۔ (۱)

اس سے قبل لکھا جا چکا ہے کہ مقداد نے عثمان کو خط لکھ کر ان کی بدعتیں گناہی تھیں اور خدا سے ڈراتے ہوئے کہا تھا: اگر تم اس سے باز نہ آئے تو تم پر چڑھائی کی جائیگی۔ (۲)

مقداد بزرگ صحابی رسول ﷺ تھے۔ دیندار، صالح اور دونوں جبروتوں سے سرفراز تھے۔ اولین اسلامی جنگ، بدر میں رسولؐ کے ساتھ تھے۔ اہلسنت انھیں سات ان افراد میں گنتے ہیں جو اسلام لائے۔ رسولؐ نے انھیں شب زندہ دار کا لقب دیا تھا۔ (۳) ایسا بزرگ صحابی جس سے محبت کرنے کا خدا نے رسولؐ کو حکم دیا تھا۔ عثمان کے سخت مخالف تھے۔ گویا ان کی پوری پونجی ہی لٹ گئی ہو۔ لوگوں کو عثمان کے خلاف بغاوت پر ابھارتے تھے۔ ان کی حکومت کو نافر جام اور مایہ بدبختی سمجھتے تھے۔ چلاتے ہیں کہ اگر مددگار مل جائیں تو چڑھ دوڑوں۔ (۴)

حجر بن عدی، زاهد کوفہ

معاویہ نے مغیرہ کو والی کوفہ بنایا تو وصیت کی کہ علیؑ پر لعن اور عثمان پر رحمت و استغفار بہت زیادہ کرنا۔ مغیرہ نے اس پر سختی سے عمل کیا۔ وہ سات سال کچھ مہینے کوفہ کا گورنر رہا۔ اس درمیان جب بھی علیؑ

۱۔ لحد الفرید، ج ۲، ص ۲۶۰، (ج ۴، ص ۱۰۰)۔ مروج الذهب، ج ۱، ص ۳۳۰، (ج ۲، ص ۳۶۰)۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۳۷، (ج ۴، ص ۲۳۲)۔ حوادث، ج ۲، ص ۳۲، تاریخ کامل، ج ۳، ص ۲۹، ۳۰، (ج ۲، ص ۲۲۳)۔ حوادث، ج ۲۳، شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۶۵، خطبہ، ج ۳، ۲۔ انساب الاشراف، بلاذری، ج ۶، ص ۱۶۲۔

۳۔ المسند رک علیؑ، ج ۳، ص ۳۸۴، ۳۸۹، (ج ۳، ص ۳۹۱)۔ حدیث، ۵۳۸۴، ص ۳۹۲، حدیث، ۵۳۸۷، استیعاب، ج ۱، ص ۲۸۹، القسم الرابع، ج ۱۳۸۱، نمبر ۲۵۶۱، اسد الغابہ، ج ۴، ص ۴۱۰، (ج ۵، ص ۲۵۱)۔ نمبر ۵۰۶۹، الاصابہ، ج ۳، ص ۳۵۵، نمبر ۸۱۸۳۔

۴۔ سنن ترمذی، ج ۵، ص ۵۹۴، حدیث، ۳۷۱۸، استیعاب، ج ۱، ص ۲۹۰، القسم الرابع، ۱۳۸۲، نمبر ۲۵۶۱، اسد الغابہ، ج ۴، ص ۴۱۰، (ج ۵، ص ۲۵۲)۔ الاصابہ، ج ۳، ص ۳۵۵، نمبر ۸۱۸۳۔

پر لعنت، عثمان پر رحمت اور قاتلوں پر نفرین کرتا تھا تو حجر بن عدی عثمان اور ان کے حمایتی افراد پر لعنت کیا کرتے تھے۔ ۵۱ھ میں زیادہ گورنر ہوا تو اس نے بھی یہی رویہ اختیار کیا۔ حجر نے اس کے ساتھ بھی یہی طریقہ اپنایا۔ ایک دن خطبہ جمعہ کو طول دیا تو حجر نے کنکریاں مار کر نماز زیاد دلوائی۔ زیاد نے یہ ماجرا معاویہ کو لکھ بھیجا اور معاویہ کے حکم سے ان صلحاء کو فہ کو جن میں ارقم بن عبد اللہ، شریک بن شداد، صفی بن فسیل، قبیصہ، کریم بن عقیف، عاصم بن عوف، ورقاء بن سخی، کد ام بن حیان، عبد الرحمن بن حسان، محرز بن شہاب اور عبد اللہ بن حویہ کو مرج عذر میں قید کر دیا گیا۔ اور کہا گیا کہ اگر تم نے محبت علیؑ سے براۃ نہیں کی تو تمہیں زندہ دفن کر دیا جائے گا۔ جب انھوں نے انکار کیا تو حجر، شریک، صفی، قبیصہ، محرز اور کد ام کو قتل کر دیا گیا۔ (۱)



یہ نظریہ تھا عثمان کے بارے میں صحابی عظیم حجر کا، جو پھانسی کے پھندے پر بھی کہہ رہے تھے کہ عثمان نے سب سے پہلے ظالمانہ حکم اور باطل کو تقویت دی۔ وہ قتل ہو گئے لیکن اپنے عقیدے سے باز نہ آئے۔

عبد الرحمن بن حسان عنزی

حجر اور ان کے دوستوں کے قتل کے بعد عبد الرحمن بن حسان اور کریم بن عقیف نے معاویہ کے کارندوں سے کہا: مجھے معاویہ کے پاس لے چلو تا کہ علیؑ کے متعلق اس کے نظریہ کا اظہار کیا جائے۔ معاویہ سے پوچھا گیا تو اس نے دمشق بھیجنے کو کہا۔ ان دونوں نے حجر کی لاش دیکھ کر کہا: ہم تم سے دور نہیں ہیں۔ تم کیا ہی اچھے مسلمان تھے۔ پھر انھیں معاویہ کے پاس لے جایا گیا۔ کریم نے معاویہ سے کہا: تم فانی دنیا سے آخرت کی طرف بہر حال جاؤ گے خدا کو کیا جواب دو گے؟ پوچھا: علیؑ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔ کہا: میں وہی کہتا ہوں جو تو کہتا ہے۔ لیکن کیا تو دین علیؑ سے بیزاری اختیار کر سکتا ہے؟ شمر بن

۱۔ الآفانی ج ۱، ص ۱۶۶۔ (ج ۱، ص ۱۷۵-۱۵۹)۔ تاریخ طبری، ج ۶، ص ۱۶۰-۱۴۱۔ (ج ۵، ص ۲۸۵-۲۵۳)۔ حوادث، ۵۱ھ۔ (تاریخ ابن عساکر، ج ۲، ص ۳۸۱-۳۷۰)۔ (ج ۸، ص ۲۷-۲۱، نمبر ۵۸۸)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، ج ۳، ص ۲۳۸۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۲۱۰-۲۰۲۔ (ج ۲، ص ۳۸۸، حوادث، ۵۱ھ)۔ البدیۃ والنہایۃ، ج ۸، ص ۵۵-۳۹۔ (ج ۸، ص ۵۹-۵۳)۔ (حوادث، ۵۱ھ)۔

عبداللہ جو ان کا ہم قبیلہ تھا اس نے معاویہ سے شقارش کی۔ معاویہ نے ایک ماہ کی قید کے بعد اس شرط سے رہا کیا کہ کبھی کوفہ نہ جائیں۔

عبدالرحمن بن حسان سے معاویہ نے علی کے متعلق رائے پوچھی تو فرمایا: وہ یاد خدا میں مستغرق اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنے والے تھے۔ عثمان کے متعلق پوچھا تو فرمایا: اس نے ظلم کا دروازہ کھولا اور حق کی راہیں بند کیں۔ معاویہ نے زیاد کو تاکید کی کہ بدترین موت مارو۔ اس نے مقام قیس ناطف میں انھیں زندہ دفن کر دیا۔ (۱)

ہاشم مرقال

جنگ صفین میں معاویہ کے لشکر سے ایک جوان رجز پڑھتا ہوا نکلا کہ میں شاہان غسان کا فرزند اور دین عثمان پر ہوں۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ علی نے عثمان کو قتل کیا ہے... پھر وہ حملہ کر کے حضرت علیؑ کو برا بھلا کہنے لگا۔

ہاشم مرقال نے اس سے فرمایا: تو جو کچھ کہہ رہا ہے خدا کے یہاں اس کا جواب دینا ہوگا۔ جوان نے کہا: میں تم سے اس لیے جنگ کر رہا ہوں جیسا کہ مجھے بتایا گیا ہے تمہارا صاحب (علیؑ) نماز نہیں پڑھتا ہے، تم بھی نماز نہیں پڑھتے۔ تمہارے صاحب نے ہمارے غلیفہ کو قتل کیا اور تم نے قتل میں مدد کی۔ ہاشم نے فرمایا: تمہیں عثمان سے کیا مطلب؟ انھیں تو دیندار اصحاب رسولؐ نے قتل کیا جو امور مسلمین کے زیادہ حقدار تھے۔ میں نہیں سمجھتا کہ تم نے چند لمحے بھی امت یا دین کے متعلق اعتنا کی ہوگی۔ جوان نے کہا: ہاں، ہاں! میں جھوٹ نہیں بولوں گا کیونکہ جھوٹ سے بدبختی ملتی ہے۔ ہاشم نے کہا: چونکہ تمہیں اس کے متعلق زیادہ واقفیت نہیں اس لیے اس چکر میں نہ پڑو۔ جوان نے کہا: میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے مجھے اچھی نصیحت کی۔ ہاشم بولے: تم نے کہا کہ حضرت علیؑ نماز نہیں پڑھتے۔ تو سن لو کہ علیؑ نے سب سے پہلے

۱۔ الآغانی، ج ۱۶، ص ۱۰، (ج ۱۷، ص ۱۵۶)۔ تاریخ طبری، ج ۶، ص ۱۵۵، (ج ۵، ص ۲۷۶)۔ حوادث، (۵۱ھ)۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۲، ص ۳۷۹۔ (ج ۸، ص ۲۷۶-۲۶۸)۔ (نمبر ۵۸۸)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۲۰۹۔ (ج ۲، ص ۳۹۸)۔ حوادث، (۵۱ھ)۔

رسولؐ کے ساتھ نماز پڑھی۔ دین کے سب سے بڑے فقیہ اور منصب ولایت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ اور یہ جو فوج کی قطار دیکھ رہے ہو یہ سب قاری قرآن اور عابد شب زندہ دار ہیں۔ لہذا تم دین کے معاملے میں دھوکا نہ کھاؤ۔ جو ان نے کہا: آپ مجھے مرد صالح دکھائی پڑتے ہیں اور میں گہنگار و خطا کار ہوں کیا میرے توبہ کی سبیل ہے؟ فرمایا: ہاں! توبہ کرو کیونکہ خدا توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ (۱)

یہ ہاشم مرقال بزرگ صحابی رسول ﷺ اور دیندار بہادر ہیں۔ ان کی رائے عثمان کے بارے میں ہے کہ انھیں ان کی مخالفت قرآن اور بدعتوں کی وجہ سے اصحاب رسول ﷺ اور صاحبان قرآن دینداروں نے قتل کیا ہے۔ (۲)

حجاء بن سعید: بیعت رضوان سے آراستہ صحابی

عثمان ایک بار خطبہ دے رہے تھے کہ حجاء نے ان کی طرف لپکتے ہوئے فرمایا: اے عثمان! نیچے اتر دو کہ تمہیں اسی عبا میں لپیٹ کر جبل دخان سے پھینک دوں، جہاں تم نے دیندار اصحاب رسولؐ کو جلاوطن کیا ہے۔

پھر عثمان سے عصا چھین کر گھٹنے سے توڑ دیا۔ عصا کا ایک ٹکڑا ان کے زانو پر لگا اور اسے زخم آلود کر دیا جس کی وجہ سے انھیں خورہ ہو گیا۔ یہ ایام محاصرہ کے کچھ دن پہلے کی بات ہے۔ (۳)

یہ بیعت رضوان والے صحابی حجاء ہیں جو عثمان کو دخان پہاڑ سے نیچے پھینکنے پر آمادہ ہیں تاکہ

- ۱۔ کتاب صفین، ۴۰۲، (۳۵۳)۔ تاریخ طبری، ج ۶، ص ۲۳، (ج ۵، ص ۴۳)۔ حوادث، ج ۲، (۳۵۳)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۲۷۸ (ج ۸، ص ۳۵)۔ خطبہ، ۱۲۲)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۱۳۵ (ج ۲، ص ۳۸۴)۔ حوادث، ج ۲، (۳۵۳)۔
- ۲۔ استیعاب، القسم الاول، ص ۲۶۸، نمبر ۳۵۲۔ اسد الغابہ، ج ۱، ص ۳۶۵، نمبر ۸۱۸۔ الاصلیہ، ج ۱، ص ۲۵۳، نمبر ۱۲۳۵۔
- ۳۔ انساب الاشراف بلاذری، ج ۵، ص ۴۷، (ج ۶، ص ۱۶۰)۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۱۲ (ج ۴، ص ۶۶)۔ حوادث، ج ۲، (۳۵۳)۔ استیعاب القسم الاول، ص ۲۶۹، نمبر ۳۵۲۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۷۰، (ج ۲، ص ۲۸۷)۔ حوادث، ج ۲، (۳۵۳)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۱۵۶، (ج ۲، ص ۱۳۹)۔ خطبہ، ۳)۔ ریاض الصغرة، ج ۲، ص ۱۲۳ (ج ۳، ص ۵۵)۔ البدلیہ والنصاریہ، ج ۷، ص ۱۷۵ (ج ۷، ص ۱۹۷)۔ حوادث، ج ۲، (۳۵۳)۔ الاصلیہ، ج ۱، ص ۲۵۴، تاریخ الخلفاء، ج ۲، ص ۲۶۰۔

بدعتوں کا خاتمہ ہو جائے۔ ان کے خورہ کو عثمان کی کرامت نہیں کہا جاسکتا۔ جس طرح عبداللہ مخزومی گورنر عثمان کے گھوڑے سے گر کر ہلاک ہونے کو عثمان سے متعلق نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ یہ عام حالات اور اتفاقی حادثہ ہے، پھر یہ کہ ڈاکٹری اعتبار سے اس کی کوئی حقیقت بھی نہیں۔

سہل بن حنیف انصاری بدری

رفاعہ بن رافع انصاری بدری

حجاج بن غزیہ انصاری

بلاذری (۱) لکھتا ہے کہ زید بن ثابت انصاری نے جماعت انصار سے کہا: تم نے رسولؐ کی مدد کر کے انصار لقب پایا اس لیے خلیفہ رسولؐ کی مدد کرو۔ اکثر انصاریوں نے ان کی حمایت کا اعلان کیا لیکن سہل بن حنیف نے کہا: اے زید! عثمان نے مدینہ کے باغوں کے پھل سے تمہارا پیٹ بھر دیا ہے۔ زید نے کہا: یہ بڑھا عثمان اپنی موت آپ مر جائے گا اسے کیوں مارتے ہو۔ حجاج نے کہا: بخدا! اگر آدھے دن بھی اس کی عمر باقی ہے تو اسے قتل کر کے ہم تقرب خداوندی حاصل کریں گے۔ رفاعہ بن مالک اپنے ساتھ آگ لے ہوئے آئے تھے۔ عثمان کے مکان میں پھونک دیا اور لوگ دوسرے دروازے سے کھس گئے۔

یہ تینوں اصحاب رسولؐ با عظمت تھے اور حجاج کی توجح کے بارے میں حدیث رسولؐ بھی مروی ہے۔ (۲)

ابو ایوب انصاریؓ، مجاہد بدر، سابقین صحابہ کی فرد

اپنی تقریر میں فرمایا: امیر المؤمنین علیؓ کی بات وہی سنے گا جس کے پاس نصیحت پذیر سماعت اور

۱۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۷۸، ج ۶، ص ۱۹۷۔ (ج ۵، ص ۹۰) (ج ۶، ص ۲۱۱)۔

۲۔ الاصابہ، ج ۱، ص ۳۱۳۔

حق پسند دل ہوگا۔ خدا نے تمہیں کرامت سے نوازا لیکن تم نے انہیں قبول نہ کیا، تمہارے درمیان ابن عم رسول ﷺ، خیر مسلمین اور بعد رسول افضل و سید موجود ہے۔ اسے بھرپور دینی بصیرت ہے اور وہ ایسے لوگوں کے خلاف جہاد کے لیے لگا رہا ہے جن کا خون مباح ہے۔ لیکن تم لوگ کان میں تیل ڈالے بیٹھے ہو۔ بندگان خدا! کیا تم اس سے قبل کے گواہ نہیں ہو جب ظلم وعدوان کا دور دورہ تھا، جو تمام لوگوں پر محیط تھا، اس وقت حقدار محروم تھا، اس کی عزت لوٹی جا رہی تھی، مقدسات کی توہین ہو رہی تھی۔ طمانچہ، پیٹ پکھنا، خاک چٹانا، عام تھا۔ لیکن جب امیر المومنین کی حکومت ہوئی تو حق کا بول بالا ہوا، انصاف رواج پایا، قرآن پر عمل ہونے لگا۔ لہذا تمہیں شکر خدا ادا کرنا چاہیے کہ اس نے نعمتوں سے نوازا... تم تکوار اٹھا لو اور جہاد کے لیے آمادہ ہو جاؤ۔ (۱)

یہ بزرگ صحابی رسول ﷺ ہیں جن کے گھر ہجرت میں رسول ﷺ نے قیام فرما کر اعزاز بخشا۔ اگر عثمان کی ظالمانہ حکومت کے سلسلے میں یہی ایک گواہی ہو تو بھی فیصلے کے لیے کافی ہے۔

قیس بن سعد: سردار خزرج، بدری صحابی

۱۔ مصر کے باشندوں کو بیعت علی کی دعوت دیتے ہوئے تقریر کی: لوگو! ہمارے نزدیک بعد رسول افضل ترین کی بیعت کی گئی ہے لہذا تم بھی قرآن و سنت پر عمل کی شرط کے مطابق ان کی بیعت کرو۔ (۲)
۲۔ معاویہ نے ایک خط میں عثمان کی کارستانیوں کے اعتراف کے ساتھ اس بات کا اقرار کیا کہ سب سے زیادہ تمہارا قبیلہ انصاری قتل عثمان میں آگے آگے تھا۔ پھر قیس کو گورنری کی لالچ دے کر اپنی بیعت کا مطالبہ کیا۔

قیس نے جواب لکھا: تم نے لکھا ہے کہ علی نے قتل عثمان کے سلسلے میں کمک کی، مجھے اس کی اطلاع

۱۔ الامۃ والسماۃ، ج ۱، ص ۱۱۲، ج ۱، ص ۳۱۳، تفسیر الطیب، ج ۱، ص ۲۳۶۔ (ج ۱، ص ۲۲۳)۔ (ج ۱، ص ۲۲۳، خطبہ، ۳۲۱)۔

۲۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۲۲۸۔ (ج ۳، ص ۵۳۹، حوادث، ۳۶)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۱۱۵۔ (ج ۲، ص ۳۵۳، حوادث، ۳۶)۔

۳۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۲۳۔ (ج ۲، ص ۵۹، خطبہ، ۶۷)۔

نہیں لیکن یہ جو تم نے لکھا کہ میرے قبیلہ انصار نے سب سے زیادہ قتل عثمان میں پیش رفتی دکھائی تو یہ صحیح ہے اور قبیلہ انصار پر اس کی زیادہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے۔ (۱)

۳۔ قیس بن سعد سے نعمان بن بشیر انصاری کی گفتگو جنگ صفین کے موقع پر ہوئی۔ نعمان نے کہا: کہ قبیلہ انصار نے ایام محاصرہ عثمان میں عثمان کی کوئی مدد نہ کر کے سخت غلطی کی۔ جنگ جمل میں عائشہ کی مخالفت کی اور اب شام پر حملہ آور ہیں۔ اب اگر تم علی کو چھوڑ کر ہم لوگوں کے ساتھ آ جاؤ تو اس کی تلافی ہو جائیگی۔

قیس یہ سن کر بے اور فرمایا: تم کس قدر گستاخ ہو گئے ہو، اپنے بھائی کے ساتھ دو غلہ پن کر رہے ہو سن لو کہ عثمان کو ان لوگوں نے قتل کیا جو تم سے بہتر و افضل تھے۔ جمل والوں سے بیعت توڑنے کی وجہ سے ہم نے جنگ کی۔ اور شامیوں سے تو چاہے تمام عرب بھی بیعت کر لیں ہم بہر حال جنگ کریں گے۔ سن لو کہ ہماری آج وہی حالت ہے جو عہد رسول ﷺ میں تھی۔ ہم اس وقت تک لڑتے رہے جب تک حق استوار نہ ہو گیا۔ ادھر دیکھو کہ تمہاری طرف طلقاء اور دیہاتی ہیں۔ ادھر دیکھو کہ قاریان قرآن، مہاجرین اور انصار اور مردان صالح ہیں... اور تمہیں بھی کیا افتخار حاصل ہے؟ (۲)

۴۔ قیس مدینہ آئے تو حسان جو طرفدار عثمان تھے بولے: علی نے تمہیں دھوکہ دیا کہ تم نے عثمان کو قتل کیا (تم سے گورزی چھین کر) تمہارا اچھا شکر یہ ادا نہیں کیا علی نے۔ گناہ تمہاری گردن پر باقی رہ گیا۔ قیس نے کہا: ابے دل کے اندھے! اگر ہمارے اور تمہارے قبیلوں میں جنگ ہوتی تو تیری گردن مار دیتا۔ نکل جا یہاں سے، دفعان ہو جا۔ (۳)

یہ جوان مرد سردار خزرج ہے جو فضائل مکارم سے آراستہ ہوتے ہوئے عثمان کے قاتلوں میں انصار

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۴۷۷۔ (ج ۴، ص ۵۵۰، حوادث، ۳۶ھ)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۱۱۶۔ (ج ۲، ص ۳۵۵، حوادث، ۳۶ھ)

شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۲۳۔ (ج ۶، ص ۶۰، خطبہ ۶۷)۔ الخوم الزہراء، ج ۱، ص ۹۹۔ تحفۃ الراسل، ج ۱، ص ۵۲۳۔

۲۔ کتاب صفین، ص ۵۱۱، ص ۳۲۸۔ الامت والسیاسة، ج ۱، ص ۹۳۔ ج ۱، ص ۹۷۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۲۹۸۔ (ج ۸، ص ۸۷)۔

ص ۸۷۔ خطبہ ۱۲۲)۔ تحفۃ الخطب، ج ۱، ص ۱۹۰، (ج ۱، ص ۳۶۷، ۳۶۸، خطبہ ۲۵۶، ۲۵۷)۔

۳۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۲۳۱۔ (ج ۴، ص ۵۵۵، حوادث، ۳۶ھ)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۲۵۔ (ج ۶، ص ۶۳، خطبہ ۶۷)۔

کے ہونے کا اقرار کرتا ہے اور امیر المومنین علیہ السلام کے اجراء قانون الہی کا اعتراف کرتا ہے۔

فروہ بن عمرو انصاری

امام مالک نے موطا میں باب (الصل فی القرأۃ) میں ان سے مروی ایک حدیث لکھی ہے لیکن ان کا نام نہیں لیا ہے۔ بلکہ صرف لقب (بیاضی) لکھا ہے۔ ابن وضاح اور ابن مزین نے اس کی وجہ بیان کی ہے کہ چونکہ فروہ قتل عثمان میں شریک تھے اس لیے ان کا نام نہیں لیا۔ ابو عمر نے استیعاب میں اس توجیہ کو لچر قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ یہ مہمل بات ہے یہ بات وہی کہہ سکتا ہے جو یوم الدار انصار کے اقدامات سے ناواقف ہے۔ (۱)

علامہ ابی نعیم فرماتے ہیں کہ اگر صرف اس لیے قتل عثمان میں شریک ہونا ایسا جرم ہے کہ عدالت سے خارج ہو جائے اور اس کی حدیث نقل نہ کی جائے، سخت مہمل بات ہے۔ فروہ فضائل و محاسن سے آراستہ اصحاب کی صف میں ہیں۔ اور ان کی حدیثیں عامہ کے یہاں حجت ہیں۔ پھر یہ کہ اگر یہ جرم ہے تو پھر تمام انصار شامل ہیں۔ اسی بات کی طرف ابو عمر نے اشارہ کیا ہے۔ بہر حال فروہ بھی عثمان کی غلط حرکتوں کے مخالف تھے۔ (۲)

محمد بن عمرو انصاری

ان کا نام خود رسول خدا نے محمد رکھا تھا جو ان کے افتخار کے لیے کافی ہے۔ ابو عمر لکھتے ہیں کہ عثمان کے سخت مخالفین میں چند افراد ایسے تھے جن کا نام محمد تھا: محمد بن ابی بکر، محمد بن ابو حذیفہ، محمد بن عمرو بن حزم۔

جابر بن عبد اللہ انصاری

حجاج نے ابن زبیر سے فراغت پائی تو ایک یا دو ماہ مدینہ میں قیام کیا۔ وہاں شہریوں کے ساتھ

۱۔ استیعاب القسم الثلث، ص ۱۲۶۰۔ نمبر ۲۰۷۔ اند الخلیۃ، ج ۴، ص ۱۷۹۔ ج ۴، ص ۳۵۷۔ نمبر ۳۲۱۳۔ الاصابۃ، ج ۳، ص ۲۰۳۔ شرح الموطا زرقانی، ج ۱، ص ۱۵۲۔ ج ۱، ص ۱۶۷۔ حدیث ۱۷۳۔

۲۔ استیعاب القسم الثلث، ص ۱۳۷۵۔ نمبر ۲۳۳۹۔

انتہائی برابر بنا دیا۔ کہتا تھا کہ یہ لوگ قاتلان عثمان ہیں۔ چنانچہ جابر بن عبد اللہ انصاری کے ہاتھ پر مہر کی جیسا کی ذمیوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ انس بن مالک کی گردن پر مہر کی۔ سہل بن سعد کو بلا کر کہا: تم نے عثمان کی مدد کیوں نہ کی تھی؟ انھوں نے کہا: میں نے مدد کی تھی۔ کہا: جھوٹ بکتے ہو اور ان کی گردن پر مہر کر دی۔ (۱)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حجاج نے چند اصحاب رسول ﷺ کو سخت اذیت دی محض اس جرم میں کہ انھوں نے قتل عثمان میں شرکت کی تھی۔ جابر جیسے صحابی کو بھی نہ چھوڑا جو مسجد رسول ﷺ میں درس قرآن دیتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ درمیان عوام یہ بات مشہور تھی کہ اکثر اصحاب رسول قتل عثمان میں شریک تھے۔ اس شہرت کی بناء پر حجاج نے انھیں اذیتیں دیں۔ تحفظ ناموس صحابہ والے کیا کہتے ہیں اس بارے میں؟

جبلہ بن عمرو: بدری صحابی

طبری لکھتا ہے کہ جبلہ اپنے گھر کے سامنے کھڑے تھے۔ عثمان ادھر سے گزرے تو جبلہ نے کہا: اے نعل! میں تجھے ضرور قتل کروں گا۔ اور کوہ آتش فشاں (دامند) سے پھینک دوں گا۔ ایک بار اور جب عثمان منبر پر تھے تو انھیں اتار لیا۔ سب سے پہلے جبلہ ہی نے زبان تنقید کھولی۔ ایک بزم میں لوگ بیٹھے تھے عثمان ادھر سے گزرے تو سلام کیا سب نے جواب سلام دیا۔ جبلہ نے سب کو ڈانٹا کہ ایسے بد بخت کے سلام کا جواب تم لوگوں نے کیوں دیا؟ پھر عثمان کی طرف رخ کر کے کہا: اگر تم نے اپنا رویہ نہ بدلاتو یہ پھندا تیری گردن میں ڈال کر کھینچوں گا۔ (۲)

عثمان نے پوچھا۔ کیسا رویہ؟ جواب دیا: تم نے مردان کو اپنا مشیر بنا لیا ہے، معاویہ کو اپنا لیا ہے۔

۱۔ انساب بلاذری، ج ۵، ص ۳۷۳۔ (ج ۷، ص ۱۳۳)۔ تاریخ طبری، ج ۷، ص ۲۰۶۔ (ج ۶، ص ۱۹۵، حوادث، ج ۲، ص ۷۷) تاریخ

کامل، ج ۴، ص ۱۳۹۔ (ج ۳، ص ۷۲، حوادث، ج ۳، ص ۷۷)۔

۲۔ انساب الاشراف بلاذری، ج ۵، ص ۴۷۔ (ج ۶، ص ۱۶۰)۔

ان لوگوں کی قرآن نے مذمت کی ہے: مروان، معاویہ، ابن عامر، عبداللہ بن سعد۔ جبکہ کے زبان کھولتے ہی سب کی زبانیں دراز ہو گئیں۔ (۱)

عثمان نے حارث بن حکیم کو بازار سوپ دیا تھا جو ارزاں خرید کر گراں بیچتا تھا۔ اس نے سخت افراتفری چا رکھی تھی۔ لوگوں نے عثمان سے کہا کہ اس سے بازار لے لیکن نہ مانے۔ (۲) جبکہ سے کہا کہ عثمان کی تنقید سے باز آؤ، تو انھوں نے جواب دیا: ہرگز نہیں، ہم کل قیامت میں خدا سے یہ نہیں کہہ سکتے ”انا اطعنا سادتنا و کبرائینا فاضلونا السہیل“ ”ہم بڑے لوگ کی دھونس میں آگئے تھے انھوں نے ہمیں گمراہ کر دیا“۔ اصابہ میں ہے کہ جبکہ ہی نے بقیع میں عثمان کو دفن ہونے سے روکا تو لوگ حش کو کب میں لے گئے۔ (۳)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: جبکہ بدری صحابی اور بافضل فقہاء صحابہ میں تھے۔ (۴) وہ عثمان کو دھمکی دیتے ہیں کہ اپنی بدعتوں سے باز آ جاؤ، جواب سلام نہیں دیتے جو واجب شرعی ہے، انھیں مسلمانوں کے قبرستان میں بھی دفن ہونے سے روکتے ہیں۔ اور یہ سب کام عدول صحابہ کے سامنے بجالائے۔ اگر صحابہ عثمان کے ساتھ ہوتے تو انھیں ضرور روکتے۔ اور پھر ان کی مخالفت نہ سرگرمی سر پڑ جاتی۔

محمد بن مسلمہ: بدری صحابی

طبری نے ان کا بیان نقل کیا ہے کہ ہم نے اپنے چند قبیلے کے لوگوں کے ساتھ مصریوں کو سمجھانا چاہا جن کے سردار عبدالرحمن بن عدیس، سودان بن حمران، عمرو بن حمق اور ابن انباع تھے۔ میں نے ان سے کہا: عثمان کے قتل سے بہت بڑا داغ ملی فتنہ کھڑا ہو جائے گا۔ اس لیے اس کام سے باز آؤ۔ ہم اس کا

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۱۳۔ (ج ۴، ص ۳۶۵۔ حوادث ۳۵ھ)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۷۰، (ج ۲، ص ۱۳۹۔ خطبہ ۳۰)۔ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۱۷۶، (ج ۷، ص ۱۹۷۔ حوادث ۳۵ھ)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۱۶۵۔ (ج ۲، ص ۱۳۹۔ خطبہ ۳۰)۔
۲۔ انساب الاشراف، بلاذری، ج ۵، ص ۴۷، (ج ۶، ص ۱۶۰)۔

۳۔ الاصابہ، ج ۱، ص ۲۲۳۔ نمبر ۱۰۸۰۔ تاریخ المدینہ، ج ۱، ص ۱۱۲، ج ۴، ص ۱۱۳۰۔

۴۔ استیعاب القسم الاول، ص ۲۳۶، نمبر ۳۱۷۔

ذمہ لیتے ہیں کہ وہ اپنے بدعتی کاموں سے باز آجائیں گے۔ انھوں نے کہا: اگر وہ باز نہ آئے تو کیا ہوگا؟ میں نے کہا: پھر تمہیں اختیار ہوگا۔ وہ راضی ہو گئے۔ ہم عثمان کے پاس آئے اور تنہائی میں ان سے کہا: خدا کے لیے اپنے اوپر رحم کرو۔ یہ لوگ تمہارے قتل کی نیت سے آئے ہیں۔ سبھی تمہارے خلاف ہیں۔ عثمان راضی ہو گئے اور مجھے بہت دعا دی۔ لیکن کچھ دن بعد عثمان نے تقریر میں کہا: یہ مصری لوگ غلط فہمی میں آئے تھے جب حقیقت حال کی اطلاع ہوئی تو واپس چلے گئے۔ میں نے چاہا کہ عثمان کی اس تقریر پر انھیں سرزنش کروں۔

پھر معلوم ہوا کہ مصری واپس آ گئے ہیں اور مقام سویداء پر مقیم ہیں۔ گھبرا کر عثمان نے مجھے خبر بھیجی کہ مصری واپس آرہے ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کیوں آرہے ہیں لیکن اچھے خیالات لے کر نہیں آتے ہوں گے۔ مجھ سے عثمان نے کہا: انھیں سمجھا بچھا کر واپس کر دو۔ میں نے کہا: بخدا! میں یہ نہ کروں گا کیونکہ تم نے وعدہ کیا تھا کہ غلط حرکتوں سے باز آ جاؤ گے لیکن ذرا بھی ٹس سے مس نہ ہوئے۔ بولے: خدا مددگار ہے۔ میں عثمان کے گھر سے چلا آیا اور مصریوں نے آ کر خانہ عثمان کا محاصرہ کر لیا۔ ابن عباس نے مجھ سے آ کر کہا: تم نے عثمان سے بات کر کے ہمیں واپس کر دیا تھا کہ اب غلط حرکت نہ کریں گے۔ پھر ایک خط دکھایا جو ایک شترسوار سے حاصل ہوا تھا وہ عثمان کا نوکر تھا۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: ملاحظہ فرمائیے کہ محمد بن مسلمہ عثمان کی غلط حرکتوں سے باز آنے کی فہمائش کرتے ہیں لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ جس کے بعد ان کی ایک غلط حرکت سے داخلی فتنہ عروج پر پہنچ جاتا ہے۔ پھر عثمان کمک چاہتے ہیں تو صاف انکار کر دیتے ہیں۔

ابن عمر رسول ﷺ حبر امت: عبد اللہ بن عباس

۱۔ ابو عمر نے استیعاب (۲) میں حضرت علیؑ کے حالات زندگی کے ذیل میں لکھا ہے کہ کچھ لوگ

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۱۸ (ج ۲، ص ۲۷۲، ۲۷۳)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۷۰ (ج ۲، ص ۲۸۷، حوادث ۳۵)۔

۲۔ استیعاب (القسم الثالث، ص ۱۱۲۹، نمبر ۱۸۵۵)۔

ابن عباس کے پاس مسائل پوچھنے آئے، فرمایا: جو دل چاہے پوچھو۔ پوچھا: ابو بکر کیسے آدمی تھے؟ جواب دیا: سراپا خوب تھے یا کہا کہ ان کا وجود سراسر خیر تھا مگر غصہ بھی جلد آ جاتا تھا۔ پوچھا: عمر کیسے تھے؟ کہا: وہ ایسا پرندہ تھے جو سمجھتا ہو کہ ہر راستے میں جال بچھا ہوا ہے۔ پوچھا: عثمان کیسے تھے؟ کہا: وہ نیند میں ایسے پڑے تھے کہ بیداری سے غافل ہو گئے۔ پوچھا: علی کیسے تھے؟ کہا: ان کا وجود دانشمندانہ رائے سے سرشار، دانش سے بھرپور اور انتہائی بہادر تھے۔ دوسروں کو کو سہارا دیتے۔ اس کے علاوہ رسول کے پھرے بھائی تھے۔ بروقت اقدام کرتے اور فضول کام سے باز رہتے تھے۔

۲۔ معاویہ نے ابن عباس کو لکھا اپنی جان کی قسم! تمہیں عثمان کے بدلے ضرور قتل کروں گا۔ اس طرح مجھے امید ہے کہ رضائے خدا اور رائے صحابہ حاصل ہوگی۔ کیونکہ تم نے ان کے قتل میں سخت کوشش کی تھی۔ انھیں چھوڑ دیا تھا، ان کا خون بہایا اب تم سے مصالحت ممکن نہیں، نہ تمہیں امان ہے۔ (۱)

ابن عباس نے اس کا مفصل جواب لکھا: تم نے جو لکھا ہے تو خدا کی قسم! تم ہی ان کے قتل کے انتظار میں تھے اور چاہتے تھے کہ عثمان قتل ہو جائیں۔ جان بوجھ کر تم نے لوگوں کو مدد سے روکا حالانکہ عثمان نے مدد کی تم سے درخواست بھی کی تھی مگر تم نے توجہ نہ دی۔ ٹال مٹول کرتے رہے۔ تم سمجھ رہے تھے کہ محاصرین قتل کئے بغیر نہ چھوڑیں گے پھر وہ تمہارے خیال کے مطابق قتل بھی ہو گئے۔ تو تم چلانے لگے کہ عثمان مظلوم قتل ہوئے۔ اگر وہ مظلوم قتل ہوئے تو تم سب سے بڑے ظالم ہو۔ اب تم جاہلوں کو ان کے انتقام پر ابھار کے حکومت پا گئے، سمجھ لو کہ چند دن کی بہار ہے۔

اگرچہ حیرامت ابن عباس نے واقعہ قتل عثمان میں کوئی مداخلت نہیں کی۔ بلکہ وہ تو اس سال امیر الحاج بنا کر بھیجے گئے تھے۔ لیکن وہ عثمان کے سلسلے میں کسی احترام کے قائل نہیں نظر آتے۔ وہ انھیں سویا ہوا خلیفہ بتاتے ہیں، عوامی مصلحتوں سے قطعی بے پرواہ، دینی امور سے غافل۔ یہی وجہ تھی حج کے موقع پر جب نافع بن طریف کا خط استمداد خلیفہ کے لیے پہنچا تو ابن عباس نے کوئی توجہ نہ دی، حالانکہ حاجیوں کو مدد پر ابھار سکتے تھے۔ چاہے خلیفہ سے اختلاف ہو یا انقلابیوں سے ہمدردی ہو۔ عائشہ نے بھی

راہ مکہ میں ابن عباس سے کہا تھا کہ دیکھو حاجیوں کو عثمان کی حمایت میں نہ ابھارنا۔

ابن عباس بھی اسی لیے معاویہ سے خائف تھے چنانچہ جب حضرت علیؑ نے انھیں شام کا گورنر بنانا چاہا تو کہا کہ مجھے معاویہ سے ڈر ہے کہ وہ عثمان کے انتقام یا آپ کی رشتہ داری کی وجہ سے قتل کر دے گا۔ (۱)
اسی وجہ سے وہ قاتلین عثمان پر لعنت سے احتراز فرماتے تھے۔ جب معاویہ نے ان سے کہا: عثمان کے قاتلوں پر لعنت کرو تو انھوں نے کہا: اس کے لیے عثمان کے فرزند اور رشتہ دار موجود ہیں (۲)

عمرو بن عاص

طبری لکھتا ہے کہ عمرو عاص عثمان کی طرف سے مصر کے گورنر تھے، عثمان نے ان سے مالیات چھین کر امامت نماز میں محدود کر دیا اور عبد اللہ ابن سعد کو مالیات کا انچارج بنادیا۔ کچھ دن بعد امامت نماز بھی چھین لی۔ عمرو مدینے آ کر عثمان پر تنقید کرنے لگے۔ ایک دن عثمان نے خاص جلسے میں انھیں ڈانٹا بھی اور تلخ کلامی میں نوبت یہاں تک پہنچی کہ عمرو عاص نے کہا: میرا باپ تمہارے باپ عفان سے افضل تھا۔ (اگر عاص جیسا مجہول النسب عفان سے افضل ہے تو عفان کو کیا کہا جائے۔) عثمان نے کہا: جاہلیت کی باتیں چھوڑو۔ پھر مروان نے اشتعال دلاتے ہوئے کہا: اے امیر المؤمنین! اب یہ نوبت پہنچ گئی ہے کہ عمرو بھی آپ کے باپ کی تحقیق کرنے لگا ہے۔ عثمان نے کہا: چھوڑو بھی جو کسی کے باپ کو کہے گا اپنے باپ کی سنے گا۔

عمرو عاص عثمان کے خلاف کبھی علیؑ کو بھڑکاتا اور کبھی طلحہ و زبیر کو۔ کبھی حاجیوں کے قافلے میں عثمان کی بدعتوں کے خلاف تقریر کرتا۔ پھر وہ محاصرہ کے زمانے فلسطین چلا گیا۔ ایک دن مدینے کے سوار سے عثمان کا حال پوچھا۔ تو جواب ملا کہ سخت محاصرے میں چھوڑ آیا ہوں۔ اچانک دوسرا سوار نظر آیا اور قتل کی خبر دی تو عمرو نے کہا: مجھے عمرو عاص کہتے ہیں، جب زخم کریدتا ہوں تو چھیل کر دکھ دیتا ہوں۔ سلامہ ابن

۱۔ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۲۳۸۔ (ج ۷، ص ۲۵۵، حوادث ۳۵)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۸۳۔ (ج ۲، ص ۳۰۷، حوادث ۳۵)۔

۲۔ الاہلبیۃ والسیاسة، ج ۱، ص ۱۳۸ (ج ۱، ص ۱۵۵)۔

روح نے اس سے کہا:

اے گروہ قریش! تمہارے اور عرب کے درمیان ایک مضبوط دروازہ تھا، جسے تم نے توڑ دیا۔ عمرو عاص نے کہا: ہم نے چاہا کہ حق کو باطل کے شکم سے نکال لیں تاکہ تمام لوگوں کو مساویانہ حقوق حاصل ہو جائیں۔ عمرو عاص کی زوجیت میں عثمان کی مادری بہن ام کلثوم تھیں۔ جب عثمان نے اسے معذول کیا تو اسے طلاق دے دی۔ (۱)

پہلی بار جب مصریوں نے مہاجرین و انصار سے عثمان کی شکایت کی اور علی کے کہنے پر مصری واپس چلے گئے تو مردان کے کہنے سے عثمان نے تقریر کی:

مصر والوں نے امام کے بارے میں بے بنیاد باتیں سنی تھیں اور جب انھیں یقین ہو گیا کہ غلط تھیں تو واپس چلے گئے۔ یہ سن کر عمرو عاص نے گوشہ مسجد سے آواز دی: اے عثمان! خدا سے ڈرو کیونکہ تم نے ہم لوگوں کو مصیبتوں میں پھنسا دیا ہے۔ عثمان نے کہا: ابے نابغہ کے جنے! جب سے میں نے تمہیں معذول کیا ہے تم میرے مخالف ہو گئے ہو۔ پھر تو چاروں طرف سے آواز آنے لگی: عثمان تو بہ کرو۔ عثمان نے ہاتھ اٹھا کر توبہ کی اور اپنے گھر چلے گئے۔ عمرو عاص وہاں سے نکل کر یہ عہد کرتے ہوئے فلسطین چلے گئے کہ میں چرواہے تک کو عثمان کے خلاف بھڑکاؤں گا۔ (۲)

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۰۸-۲۰۳۔ (ج ۴، ص ۳۵۶، حوادث، ۳۵ھ)۔ (ص ۵۵۸، حوادث، ۳۶ھ)۔ انساب، بلاذری، ج ۵، ص ۷۴۔ (ج ۶، ص ۱۹۲)۔ الامم والسیارہ، ج ۱، ص ۳۲، (ج ۱، ص ۴۷)۔ استیعاب (القسم الثالث، ص ۹۱۹، نمبر ۱۵۵۳)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۶۳۔ (ج ۲، ص ۱۳۳، خطبہ، ۳۰)۔ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۱۷۰۔ (ج ۷، ص ۱۹۱، حوادث، ۳۵ھ)۔

۲۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۱۰-۱۱۳۔ (ج ۴، ص ۳۵۹-۳۶۶، حوادث، ۳۵ھ)۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۷۴۔ (ج ۶، ص ۱۹۲)۔ استیعاب (القسم الثالث، ص ۱۰۳۱-نمبر ۱۷۷۸)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۱۱۳۔ (ج ۲، ص ۱۳۳، خطبہ، ۳۰)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۶۸۔ (ج ۲، ص ۲۸۳، حوادث، ۳۵ھ)۔ الفائق، زبیری، ج ۲، ص ۲۹۶۔ (ج ۴، ص ۳۵)۔ نہایہ ابن اثیر، ج ۴، ص ۲۹۶۔ (ج ۵، ص ۱۳۳)۔ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۱۷۵، (ج ۷، ص ۱۹۶، حوادث، ۳۵ھ)۔ تاریخ خلدون، ج ۲، ص ۳۹۶۔ (ج ۲، ص ۵۹۷)۔ لسان العرب، ج ۷، ص ۹۸۔ (ج ۱۳، ص ۲۹۹)۔ تاج العروس، ج ۳، ص ۵۹۲۔

ابن قتیبہ (۱) لکھتا ہے کہ ہمدان کے بردنامی شخص نے عمرو عاص سے پوچھا: کیا حدیث غدیر صحیح ہے؟ عمرو عاص نے کہا: صحیح ہے بلکہ میں اضافہ کرتا ہوں کہ علی کے برابر فضائل کسی صحابی کے نہیں ہیں۔ اس جوان کو بہت تعجب ہوا۔ عمرو عاص نے کہا: لیکن عثمان کے خلاف ان کی حرکتوں سے سارے فضائل ختم ہو گئے۔ بردنے پوچھا: کیا علیؑ نے قتل کیا یا حکم دیا؟ جواب دیا: نہیں، بلکہ قاتلوں کو پناہ دی۔ بردنے پوچھا: کیا لوگوں نے یہ جانتے ہوئے ان کی بیعت کی؟ جواب دیا: ہاں۔ پوچھا: پھر کس دلیل سے بیعت توڑ دی؟ جواب دیا: چونکہ ان پر قتل عثمان کا الزام تھا۔ بردنے کہا: تم پر بھی تو الزام ہے۔ کہا: ہاں! لیکن میں فلسطین چلا گیا تھا۔ بردنے واپس جا کر اپنے قبیلے والوں سے کہا: میں ایسی قوم کے پاس سے آ رہا ہوں جو اپنی ہی باتوں سے باطل ہونا ثابت کرتے ہیں۔ لہذا تم لوگ علیؑ کی پیروی کرو۔

طبری (۲) دو اقدی کے مطابق قتل عثمان کی خبر سن کر عمرو عاص نے کہا: میں نے یہاں وادی سباغ میں بیٹھے بیٹھے عثمان کو قتل کر دیا اب اگر طلحہ خلیفہ ہوا، تو لا ابالی جوان ہے اور اگر علیؑ خلیفہ ہوئے تو حتماً قانون اسلام نافذ کریں گے۔ یہ بات مجھے سخت ناپسند ہے۔

امام حسنؑ نے عمرو عاص کو عثمان کے خلاف بھڑکانے کی یاد دہانی کرائی۔

ابو عمر (۳) لکھتا ہے کہ عمرو عاص عثمان پر تنقید کیا کرتے تھے اور لوگوں کو بھڑکا کر بساط حکومت اکھاڑنا چاہتے تھے۔ فلسطین میں جب قتل عثمان کی خبر پہنچی تو کہا: زخم کھرچ کر خون نکال دیتا ہوں۔ ابن حجر (۴) بھی لکھتے ہیں کہ چونکہ عثمان نے عمرو عاص کو مصر سے معذول کر دیا تھا۔ اس لیے ان کی مذمت کیا کرتے تھے، ایک دن عثمان نے ان کی شرز نش کی تو وہ فلسطین چلے گئے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ عثمان کے بارے میں عمرو عاص کا نظریہ آپ کو معلوم ہو گیا۔ لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکانا، حکومت گرانے کی کوشش، قتل پر خوشی کا اظہار۔ یہ سب غم و غصہ حکومت مصر چھین لینے کی

۱۔ الامامة والسياسة، ج ۱، ص ۹۳۔ (ج ۱، ص ۹۷)۔

۲۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۲۳۳۔ (ج ۴، ص ۵۶۰)۔

۳۔ استیعاب (القسم الثالث)، ص ۹۱۹۔ نمبر ۱۵۵۳)۔

۴۔ الاصابہ، ج ۳، ص ۳۸۱۔

وجہ سے تھا۔

جو بھی ہو، اگر عمرو عاص صحابی تھے اور عادل تھے تو عمرو عاص کے اس نظریے کے متعلق کیا کہا جائے

گا؟

بزرگ صحابی عامر ابن وائلہ

ابو طفیل (عامر بن وائلہ) اپنے بھائی سے ملنے شام گئے۔ تو معاویہ نے انھیں بلوا کر پوچھا: کیا تم نے بھی امیر المومنین عثمان کو قتل کیا؟ جواب دیا: نہیں، لیکن موجود ہوتے ہوئے بھی ان کی مدد نہیں کی کیونکہ مہاجر و انصار نے بھی ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ معاویہ نے کہا: ان کی مدد تمہاری اور سب کی دینی ذمہ داری تھی۔ ابو طفیل نے پوچھا: آپ نے مدد کیوں نہیں کی؟ جواب دیا: میں ان کے انتقام کے ذریعہ سے مدد کر رہا ہوں۔ ابو طفیل نے ہنستے ہوئے شعر پڑھا: مرنے کے بعد نوحہ خوانی اور زندگی میں مدد سے روگردانی۔ (۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ بزرگ صحابی خود اقرار کرتا ہے کہ میں نے اور مہاجرین و انصار نے بھی موجود ہوتے ہوئے بھی مدد نہیں کی۔ اور انھیں شرمندگی بھی نہیں تھی۔ گویا غلطی نہیں تھی۔ وہ دینی لحاظ سے لازمی فرض نہیں سمجھتے تھے۔ اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عمر کے آخری حصے تک اپنے اس نظریے پر باقی رہے۔

سعد بن ابی وقاص: مہمبہ شوری، عشرہ مبشرہ کی فرد

عمرو عاص نے سعد سے قتل عثمان اور قاتلوں کے متعلق خط لکھ کر دریافت کیا۔ سعد نے جواب لکھا: تم نے خط میں قتل عثمان کے متعلق پوچھا ہے تو تمہیں اطلاع دی جاتی ہے کہ وہ اس تلوار سے قتل ہوئے جسے عائشہ نے نیام سے باہر نکالا، طلحہ نے تیز کیا، علی بن ابی طالب نے زہر آلود کیا اور زبیر نے خاموش رہ کر

۱۔ الامامۃ والسیادۃ، ج ۱، ص ۱۵۸۔ (ج ۱، ص ۱۶۵)۔ مروج الذهب، ج ۲، ص ۶۲۔ (ج ۳، ص ۲۵)۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۷، ص ۲۰۱۔ (ج ۲، ص ۱۱۷-۱۱۶ نمبر ۳۰۶۳)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، ج ۱۱، ص ۲۹۳۔ استیعاب (القسم الرابع، ص ۱۶۹۷ نمبر ۳۰۵۴)۔ تاریخ الخلفاء (ص ۱۳۳)۔

ہاتھ سے اشارہ کیا۔ ہم نے ان کی مدد نہیں کی۔ لیکن اگر چاہتے تو جان بچا سکتے تھے۔ چونکہ عثمان نے قوانین اسلامی میں تبدیلیاں کر دی تھیں اور بدعتیں ایجاد کی تھیں۔ اس کے علاوہ کچھ غلط صحیح کام کئے تھے... اگر ہم نے مدد نہ کر کے صحیح کیا تھا تو ٹھیک ہے، اگر غلط کیا تھا تو خدا سے مغفرت کی طلبگار ہیں۔ (۱)

ابو حبیہ کہتا ہے کہ قتل عثمان کے دن میں نے دیکھا کہ سعد عثمان کے گھر گئے پھر واپس آئے ان کی عجیب حالت تھی۔ مروان نے ان سے کہا: اب تمہیں شرمندگی ہوئی ہے۔ سعد نے کہا: میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ لوگ اس قدر جرأت کر بنیں گے اور قتل پر آمادہ ہو جائیں گے۔ میں تھوڑی دیر قبل عثمان سے مل چکا ہوں انھوں نے تمام قابل اعتراض باتوں سے توبہ کر لی تھی۔ اور کہا تھا کہ اب اس سے زیادہ گمراہی کا موقع نہ دوں گا کیونکہ جو شخص انحراف اسلامی کو طول دیتا ہے وہ ہدایت سے دور تر ہوتا جاتا ہے بنا بریں میں توبہ کر کے اپنی حرکتیں چھوڑتا ہوں۔

مروان نے کہا: اگر تم مدد کرنا چاہتے ہو تو علی کو تلاش کرو کیونکہ اب وہ اس سے دامن کشاں ہیں اور عثمان کے بلانے پر آتے ہی نہیں۔ سعد نے حضرت علی سے قبر رسول اور منبر کے درمیان ملاقات کر کے کہا: ابوالحسن! تشریف لے چلے۔ بخدا! میں ایک نیک کام کے لیے آیا ہوں۔ اس قوم سے اپنے رشتہ دار کی مدد کیجئے تاکہ ان کی گردن پر بزرگانہ احسان رکھے۔ قتل سے بچائیے تاکہ جس طرح ہم لوگ چاہتے ہیں حکومت کا کاروبار چل سکے۔ اب خلیفہ جی بات ماننے پر آمادہ ہیں۔ حضرت نے فرمایا: خدا قبول کرے۔ بخدا! میں نے ان کا اس قدر دفاع کیا ہے کہ اب دفاع کرتے شرم آتی ہے لیکن مروان، معاویہ، ابن عامر اور سعید بن عاص نے یہ حالات پیدا کئے ہیں۔ جب بھی ہم نے مشفقانہ طریقے سے انھیں باز آنے کی نصیحت کی انھوں نے مجھ سے دعا بازی کی یہاں تک کہ یہ نوبت پہنچ گئی۔ اتنے میں محمد بن ابی بکر نے آکر حضرت کے کان میں کچھ کہا۔ حضرت نے ہاتھ اٹھا کر کہا: اس توبہ سے کیا فائدہ؟ بخدا! ابھی اپنے گھر بھی نہ پہنچا تھا کہ آواز سنی کہ عثمان قتل کر دئے گئے۔ بخدا! اس دن سے آج تک شرم میں ڈوبا ہوا ہوں۔ (۲)

۱۔ الامامۃ والسیاسة، ج ۱، ص ۴۳، (ج ۱، ص ۴۸)۔

۲۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۲۱ (ج ۴، ص ۴۷۷، حوادث، ص ۳۵)۔

ہم دیکھتے ہیں کہ سعد نے محاصرہ سخت ہوتے دیکھا اور مدینہ کی۔ جب کہ ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے کہ مسلمان کو قتل ہونے سے بچائے سوائے اس کے کہ جس شخص کا خون مباح ہو۔ آخر سعد نے کس دلیل سے ان کی جان نہیں بچائی؟ وہ خود ہی جواب دیتے ہیں کہ چونکہ عثمان نے قوانین اسلام بدل دئے تھے اور بدعتیں ایجاد کی تھیں۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ اگر ہم نے مدینہ کر کے اچھا کام کیا تو ٹھیک ورنہ خدا سے مغفرت طلب کریں گے۔ گویا عثمان کی مدد نہ کرنا گناہ تھا تو بہت معمولی گناہ تھا جو توبہ سے دھویا جاسکتا ہے پھر وہ قتل عثمان کی ذمہ داری بزرگ اصحاب رسول، مہاجرین و انصار اور زوجہ رسول پر ڈالتے ہیں۔ کچھ بھی ہو سعد کی نظر میں عثمان کی جان بچانے کی صلاحیت ہوتے ہوئے بھی جان نہ بچانا صحیح و درست کام تھا۔

مالک اشتر

بلاذری (۱) لکھتا ہے کہ عثمان نے مالک اشتر اور ان کے ساتھیوں کو خط لکھ کر عبدالرحمن بن ابی بکر اور مسور بن مخرمہ کے ہاتھوں بھیجا۔ جس میں اپنی فرمان برداری کی دعوت دی تھی۔ عثمان نے لکھا کہ سب سے پہلے تم ہی لوگوں نے تفرقہ کی راہ اپنائی۔ اب خدا سے ڈرو اور حق کی طرف پلٹ آؤ۔ جو چاہتے ہو مجھے لکھو۔

مالک اشتر نے جواب لکھا:

مالک اشتر کی طرف سے اس خلیفہ کی طرف جو پاپ میں غلطاں، خطا کار اور سنت نبوی سے منحرف ہے اور قانون اسلام و قرآن کو پس پشت ڈال دیا ہے۔

تمہارا خط پڑھا۔ تم نے اور تمہارے وزراء و حکام نے مظالم کے دروازے کھول دئے ہیں اور صالح افراد کو جلا وطن کیا ہے۔ اگر ان باتوں کو ترک کر دو تو ہم تمہاری اطاعت کے لیے حاضر ہیں۔ تم نے اپنے زعم میں سمجھ لیا ہے کہ ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اسی پندار نے تمہیں گمراہی میں ڈال رکھا ہے۔ اور

باطل کو حق اور ظلم کو عدالت سمجھنے لگے ہو۔ ہم اسی وقت تم سے محبت کر سکتے ہیں جب تم پاپ سے باز آ کر استغفار کرو، نیک مردوں کی جلا وطنی ختم کرو اور چھو کروں کو گورنری دینا بند کرو۔ مصر میں عبداللہ بن قیس یا ابو موسیٰ کو اشعری گورنر بنا دیا حدیفہ کو کیونکہ ہم ان سے راضی ہیں۔ اور ولید و سعید اور دوسرے امویوں کو گورنری سے برطرف کرو جو تمہیں خود سری وہوس کی طرف تھمیت رہے ہیں۔ والسلام

اس خط کو یزید بن قیس، مسروق بن اجدع، عبداللہ بن ابی سرح، علقمہ بن قیس اور خارجہ بن صلت لے کر گئے۔ خط پڑھ کر عثمان نے کہا: خدایا! میں توبہ کرتا ہوں۔ پھر ابو موسیٰ کو خط لکھا کہ تم کو فہ کا چارج لے کر لے لو کیونکہ وہاں کے لوگ تم سے راضی ہیں اور تم پر مجھے اعتبار بھی ہے۔ اس طرح ابو موسیٰ اور حدیفہ نے کوفہ کا چارج لے لیا۔ ابو موسیٰ نے کوفہ والوں کو اپنے انتظام سے مطمئن کیا۔ اس پر عتبہ بن وعل نے شعر کہا کہ عثمان نے ابو موسیٰ کو چند دن گورنر بنا کر ہم پر احسان کیا۔ عثمان نے کہا: بلکہ چند ماہ تک۔ یہ مالک اشتر کا نظریہ تھا۔ تفصیل گذشتہ صفحات میں پیش کی جا چکی ہے۔ مالک اشتر اس شرط پر عثمان سے راضی ہوں گے جب قرآن و اسلامی احکام پر عمل کیا جائے اور خلیفہ نے جو پچھلے گناہ کئے ہیں ان سے توبہ کرے۔ خلیفہ نے جو بلی کی توبہ کی اس کی حقیقت اگلے صفحات میں بیان کی جائے گی۔

عبداللہ بن حکیم کے خیالات

بلاذری لکھتا ہے کہ عبداللہ جنہی صحابی رسولؐ نے کہا: عثمان کے بعد کسی خلیفہ کے قتل میں شریک نہ ہوں گا۔ پوچھا گیا: کیا تم قتل عثمان میں شریک تھے؟ جواب دیا: میں اس کے گندے کردار کو لوگوں کے سامنے بیان کرنے کو قتل میں شریک ہونا سمجھتا ہوں۔ (۱)

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ صحابی رسولؐ بھی عثمان کو بدکردار اور مخالف اسلام سمجھتے تھے اس لیے انھوں نے واجب شرعی سمجھا کہ ہر بزم میں عثمان کی مذمت کر کے لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکائیں۔ اور یہ بھی قتل میں کمک کے مترادف ہے۔ پھر یہ کہ انھوں نے خود اعتراف بھی کیا۔

محمد بن ابی حذیفہ

محمد بن ابی حذیفہ عثمان کے شدید ترین مخالف تھے۔ وہ لوگوں سے کہتے تھے کہ عثمان نے ایسے شخص کو گورنر بنا دیا ہے جس کا خون رسول خداؐ نے بروز فتح مکہ مباح کر دیا تھا، اس کے خلاف آیات نازل ہوئیں۔ اسی (عبداللہ بن سعد بن ابی سرح) نے کہا تھا ”سأَنْزِلَ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ“ (میں بھی خدا کی طرح آیات دنازل کروں گا۔)

۳۳ھ میں حملہ ذات الصواری کیا۔ عبداللہ بن سعد نماز پڑھا رہا تھا کہ محمدؐ نے فلک شکاف تکبیر کا نعرہ مارا جس سے ابن سعد کا کلیجہ دہل گیا۔ وہ محمدؐ کی تہدید کرنے لگا۔ وہ اکثر کہتے تھے کہ اے مصر والو! میں اس حملہ کو ملتوی کر رہا ہوں، اب عثمان پر حملہ کروں گا۔

محمد بن ابی حذیفہ اور محمد بن ابی بکر نے مصر کا رخ کیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب عثمان کی مذمت دھڑلے سے ہو رہی تھی اور مصر کا گورنر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تھا۔ رات کے وقت مصر میں پہنچے اور صبح کو مسجد میں بلند آواز سے نماز پڑھنے لگے۔ ابی سرح نے پوچھا: کون ہے؟ جواب ملا: ایک سفید قام شخص ہے، انھیں حاضر کیا گیا تو پوچھا: یہاں کیوں آئے ہو؟ جواب دیا: جہاد خارجی کے لیے آیا ہوں۔ پوچھا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ جواب دیا: محمد بن ابی بکر۔ ابن ابی سرح نے کہا: بخدا! تم صرف اس لیے آئے ہو کہ لوگوں کو بھڑکاؤ اور ہماری اطاعت سے خارج کرو۔ پھر انھیں قید کر دیا۔ کچھ دن بعد آزاد کر کے افریقہ کی مہم پر بھیجنا چاہا۔ اس درمیان محمد بن ابی بکر بیمار پڑ گئے تو ان کی وجہ سے محمد بن ابی حذیفہ بھی رک گئے۔ پھر کچھ دن بعد افریقہ کی مہم پر گئے۔ وہاں سے واپس آئے تو ان کے ساتھ جتنے بھی لوگ تھے ان کے دل عثمان کی نفرت سے بھر گئے تھے۔ کہتے ہیں کہ عثمان نے ہزاروں درہم اور سواریاں خلعت کے ساتھ محمد بن ابی حذیفہ کے پاس بھیجیں۔ محمدؐ نے لوگوں کے سامنے وہ سامان لا کر رکھا اور کہا: دیکھو عثمان مجھے رشوت دے کر دین میں دھوکہ دینا چاہتا ہے۔

مصر والوں نے ان تنقیدوں کا اثر لیا اور محمد بن ابی حذیفہ کی حمایت کر کے انھیں مصر کا گورنر بنا دیا۔ جب یہ خبر عثمان کو معلوم ہوئی تو عمار یا سر کو بلا کر ان سے جو بدسلوکی کی تھی اس کے لئے معذرت کی اور

استغفار کے بعد کہا: اب اپنا کینہ نکال دو مجھے تم پر اعتماد ہے اور مصر جا کر محمد بن ابی حذیفہ کے معاملے کی تحقیقات کرو اور جو لوگ مجھ پر تنقید کر رہے ہیں ان سے دفاع کرو۔ جب عمار یا سر مصر پہنچے تو لوگوں سے عثمان کے خلاف شکایتیں کیں اور عثمان کو معزول کرنے کا مشورہ دیا۔ محمد بن ابی حذیفہ اور محمد بن ابی بکر کی تائید کی، انھیں سمجھایا کہ مدینے کی طرف حرکت کرو۔ عبداللہ بن ابی سرح نے سارا واقعہ عثمان کو لکھ بھیجا اور اجازت طلب کی کہ عمار کو مرزا دوں۔ عثمان نے عبداللہ کی سرزنش کی اور لکھا کہ عمار کو احترام کے ساتھ میرے پاس بھیج دو۔ لوگوں نے جوش و خیرت سے کہنا شروع کیا کہ عمار کو جلاوطن کیا جا رہا ہے۔ اس درمیان محمد بن ابی حذیفہ نے لوگوں کو مدینے کی طرف پیش قدمی کی دعوت دی اور لوگوں نے قبول کر کے حرکت کی۔ (۱)

ابو عمر کنڈی لکھتا ہے کہ عبداللہ بن ابی سرح مصر کا گورنر تھا۔ جب مصر والے عثمان کے خلاف مشتعل ہوئے تو ۳۵ھ میں عقبہ بن عامر کو اپنا جانشین بنا کر مدینہ چلا گیا۔ محمد بن ابی حذیفہ مصر ہی میں تھے۔ انھوں نے بغاوت کر کے ابن عامر کو مصر سے نکال دیا اور خود فرمان روا ہو گئے۔ یہ سوال کے مبینہ کا واقعہ ہے اور لوگوں کو دعوت دی کہ عثمان کی بیعت توڑ دیں اور بغاوت پر آمادہ ہو جائیں۔ (۲)

ابن حجر نے بطریق لیث و عبد الکریم حضری روایت نقل کی ہے کہ محمد بن ابی حذیفہ نے ازواج کے مذمت عثمان پر مشتمل جعلی خطوط کچھ لوگوں کو دئے کہ باہر سے آکر لوگوں سے کہنا کہ ہمارے پاس کچھ خبر نہیں ہے خبر اس خط میں ہے پھر مسجد میں ان خطوط کو پڑھ کر سنانا۔ لوگوں نے جب امہات المؤمنین کی عثمان کے خلاف شکایتیں سنیں تو مدینہ پر چڑھ دوڑے۔ محمد بن ابی حذیفہ نے انھیں مقام بجرود تک پہنچایا پھر پلٹ آئے۔

علامہ قمر ماتے ہیں: کیا آپ اس عظیم صحابی کو ملاحظہ فرما رہے ہیں، کہ کس قدر جدوجہد فرما رہے ہیں انھیں کسی ملامت کی پرواہ نہیں۔ خط کو دھوپ میں گرم کیا تاکہ پرانا معلوم ہو پھر لوگوں سے کہا کہ اسے اس

۱۔ انسب بلاذری، ج ۵، ص ۵۱، ۳۹ (ج ۳، ص ۱۶۵-۱۶۳)۔ البدیۃ والنہایۃ (ج ۷، ص ۱۵۷) (ج ۷، ص ۱۷۷) حوادث،

۳۱ھ۔

۲۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۰۹ (ج ۳، ص ۳۵۷، حوادث، ۳۵ھ)۔ استیعاب، ج ۱، ص ۲۳۳ (القسم الثانی، ص ۱۳۶۹، نمبر

(۲۳۲۶)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۶۷ (ج ۲، ص ۲۸۰، حوادث، ۳۵ھ)۔ الاصابۃ، ج ۳، ص ۲۷۳ (نمبر ۷۷۷۷)۔

طرح سناؤ کہ لوگوں پر اثر ہو۔ کسی طرح تو عثمان کا فتنہ فرو ہو۔ لیکن کیا امہات المؤمنین کے خطوط جعلی ہو سکتے ہیں جو خود کہتی ہوں کہ اس نعل کو قتل کر دو یہ کافر ہو گیا ہے۔ مروان سے کہتی ہیں کہ تمہیں اور عثمان کو چکی میں باندھ کر سمندر میں ڈبو دیا جائے، ابن عباس سے کہیں کہ دیکھو اس طاغیہ کے خلاف لوگ مشتعل ہیں تم انہیں ٹھنڈا نہ کرنا۔

عمر و بن زرارہ

بلاذری لکھتا ہے کہ سب سے پہلے عثمان کی بیعت توڑنے کا اعلان عمرو بن زرارہ اور کمیل بن زیاد نخعی نے کیا۔ عمرو نے کہا: لوگو! عثمان حق سے جان بوجھ کر منحرف ہو گئے ہیں، انہوں نے اموی چھو کر دوس کو گور بنا دیا ہے۔ ولید کو معلوم ہوا تو اس نے عثمان کو لکھ بھیجا۔ عثمان نے لکھا کہ عمرو تو اجڈ اور خوسر دیہاتی ہے اسے شام جلاوطن کر دو کہ مالک اشتر اور قیس کے پاس پہنچ جائے۔ قیس بن قہدان نے اس واقعہ پر یہ شعر پڑھے: خدائے کعبہ کی قسم! میں کوشش میں ہوں کہ ولید و عثمان کو حکومت سے معزول کر دوں۔

ابن اثیر لکھتے ہیں کہ اس شعر کا کہنے والا بھی کوفے سے شام جلاوطن ہوا تھا۔ (۱)

اس عظیم صحابی کا نظریہ بھی واضح دروہن ہے کسی تبصرے کی حاجت نہیں۔



ریس قبیلہ عبدالقیس: مصعبہ بن صوحان کنذی

ابن عساکر (۲) لکھتا ہے کہ عثمان تقریر کر رہے تھے اتنے میں مصعبہ نے اٹھ کر کہا: اے امیر المؤمنین! آپ اسلام سے منحرف ہو گئے ہیں جس کی وجہ سے ملت بھی اسلام سے منحرف ہے، آپ راہ راست پر آئیے تاکہ ملت راہ راست پر آئے۔

۱۔ انساب بلاذری، ج ۵، ص ۳۰۔ (ج ۶، ص ۱۳۹)۔ اسد الغابہ، ج ۳، ص ۱۰۴۔ (ج ۴، ص ۲۲۳)۔ (نمبر ۳۹۲۰)۔ الاصابہ، ج ۱، ص ۵۳۸۔ (ج ۲، ص ۵۳۶)۔

۲۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۶، ص ۳۲۴۔ (ج ۲، ص ۸۳)۔ ۸۸۔ (نمبر ۲۸۸۱)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، ج ۱۱، ص ۸۵۔

ایک دن اور اس طرح مصحف نے ٹوکا تو عثمان نے کہا: اس بے ہودہ لفاظ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ خدا کہاں ہے۔ مصحف نے جواب دیا: وہ تمہارے جیسے ظالموں کی تاک میں ہے پھر یہ آیت پڑھی۔ ﴿اذن للذین بانہم ظلموا﴾ (۱) عثمان نے کہا: یہ آیت بھی ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے جب ہم کے سے ناحق نکالے گئے تھے۔

مصحف کے فضائل و عباد گزشتہ صفحات میں لکھے گئے ہیں۔ وہ عثمان کو حق سے منحرف اور امت کو گمراہ کرنے کا ذمہ دار بتاتے ہیں۔ (۲)

حکیم بن جبلة

اس عظیم صحابی کی مدح سرائی ابو عمر اور مسعودی نے کی ہے۔ آپ قتل عثمان میں شریک تھے۔ خود ابو عمر لکھتے ہیں کہ عثمان کی سخت مذمت کرتے تھے اور ان کے گورنروں کی چٹھاڑ چاتے تھے۔ آپ جنگ جمل میں رگ کھل کٹ جانے کی وجہ سے شہید ہوئے۔ (۳)

ایسا بزرگ و عظیم صحابی رسول عثمان کا شدید مخالف تھا اور ان کا خون بہانا چاہتا تھا۔ اس کے باوجود ان کی زہد و طاعت کی داستانیں کتب رجال میں موجود ہیں۔

ہشام بن ولید مخزومی، برادر خالد بن ولید

گزشتہ صفحات میں لکھا گیا کہ جب عثمان نے عمار یا سر کو اس قدر مارا کہ بیہوش ہو گئے۔ تو اسی ہشام نے کہا: اے عثمان! چونکہ تم علیؑ کے خاندان سے ڈرتے ہو اس لیے ان سے کچھ نہیں بولتے

۱۔ (سورہ حج آیت ۳۹)

۲۔ مردح الذهب، ج ۲، ص ۸۳۔ ۷۶۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۶، ص ۴۲۷۔ ۴۲۳۔

۳۔ کتاب صفین، ص ۸۲۔ مردح الذهب، ج ۲، ص ۷۔ (ج ۲، ص ۳۶۱۔ ۳۷۵)۔ استیعاب، ج ۱، ص ۱۲۱ (القسم الاول، ص ۳۶۶۔ نمبر ۵۴۰)۔ دول الاسلام، ذہبی، ج ۱، ص ۱۸۔ (ص ۲۳۔ حوادث، ۳۶)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص:

۲۵۹۔ (ج ۳، ص ۱۱۱، خطبہ ۲۳)

لیکن میرے قبیلے کی فرد کو اس قدر مارا ہے کہ بیہوش ہو گیا ہے۔ بخدا! اگر یہ مر گئے تو بنی امیہ کی ایک ایک فرد کو قتل کر ڈالوں گا۔ (۱)

عثمان نے کہا: اے پسر قسریہ! اب تمہاری یہ ہمت؟ ہشام نے کہا: ہاں، میں قبیلہ بجیلہ کے قسری خاندان سے ہوں اور میری ماں بھی۔ عثمان نے حکم دیا اسے نکال باہر کر دو۔ (۲)

ہشام کے یہ اشعار بھی عثمان کے بارے میں ہیں:

میری زبان بڑی لمبی ہے۔ اس سے ڈرو۔ اور میری تلوار زبان سے بھی زیادہ لمبی ہے۔
اس ”عادل“ صحابی کے رائے بھی واضح ہے، وہ عثمان کی زبردستی میں قتل کی دھمکی دیتا ہے، پھر اشعار میں جھوٹ بھی کر رہا ہے۔ ذرا بھی احترام خلیفہ نہیں۔ کیا اس کے بعد بھی کہا جاسکتا ہے کہ ہشام عثمان کو خلیفہ عادل سمجھتا تھا؟

معاویہ بن ابی سفیان اموی

۱۔ امیر المومنین علیہ السلام نے معاویہ کو خط لکھا:

ارے واہ! بدعتی خواہشوں سے تمہاری وابستگی کتنی گہری ہے اور بے راہ روی میں تمہارے قدم کیسے تیز ہیں؟ ساتھ ہی حقائق کو ضائع کرنا اور ان وثیقوں کو پس پشت ڈال دینا بھی جو رضائے الہی کے لیے مطلوب اور بندوں پر حجت ہیں۔ عثمان اور ان کے قاتلوں کے بارے میں تمہارے اس مسلسل جدل کی حقیقت یہ ہے کہ عثمان کی مدد خود تمہارے اپنے لیے تھی۔ مگر عثمان کو تم نے اس وقت چھوڑے رکھا جب تمہاری مدد ان کے کام آسکتی تھی۔ (۳)

۲۔ ایک دوسرے خط میں تحریر فرمایا: واللہ! تمہارے ابن عم کو تمہارے سوا کسی نے قتل نہیں کیا ہے۔

۳۔ ایک اور خط میں تحریر فرمایا: عثمان کے بارے میں تم نے بہت گہار مچائی۔ اپنی جان کی قسم! انھیں

۱۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۳۸، (ج ۶، ص ۱۶۱)۔

۲۔ فتح البلاء، ج ۲، ص ۶۲۔ (ص ۳۱۰۔ کتاب ۳)۔

۳۔ الاسابۃ، ج ۳، ص ۶۰۶۔

صرف تمہیں نے قتل کیا ہے۔ تم نے انہیں بے بس چھوڑ دیا، پھر ان کے برے دن کا انتظار کرنے لگے پھر ان کی موت ہو گئی۔ تمہارے انداز سے تو یہی پتہ چلتا ہے۔

۴۔ ابن عباس نے معاویہ کو خط لکھا: تم نے ہماری اموی حکمرانوں سے نفرت و تنقید کا تذکرہ کیا ہے تم نے مدد کے وقت عثمان کی مدد نہ کی۔ اس طرح تم نے اپنا مقصد پایا۔ اس کی گواہی ولید دے گا۔ (۱)
۵۔ ایک دوسرے خط میں ابن عباس نے اپنے قتل عثمان کے الزام کے سلسلے میں لکھا: تم خود عثمان کے قتل کا انتظار کر رہے تھے حالانکہ وہ مدد کے لیے مسلسل خطوط لکھ رہے تھے لیکن تم نے کوئی توجہ نہ دی اور وہ قتل ہو گئے۔

پھر جب تم نے دیکھا کہ لوگ تمہیں ہمارے برابری کا نہیں سمجھتے تو عثمان کی نوحہ خوانی میں لگ گئے اور الزام قتل ہم پر لگا دیا۔ اگر واقعی وہ مظلوم قتل ہوئے ہیں تو اس کی ذمہ داری تم پر ہے۔

۶۔ بلاذری (۲) لکھتا ہے کہ جب عثمان نے معاویہ سے کمک چاہی تو اس نے یزید بن اسد، والی عراق کو لکھا کہ مدینے کے پاس ذوق شب میں چھاؤنی ڈال دینا اور دیکھو یہ نہ کہنا کہ موجودہ چیزیں دیکھتا ہے جو غائب نہیں دیکھتا۔ کیونکہ میں حاضر ہوں اور تو غائب ہے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ جب عثمان قتل ہو گئے تو معاویہ نے اسے واپسی کا حکم دیا۔ یہ اس لیے کیا تا کہ عثمان قتل ہو جائیں تو لوگوں کو اپنی حکمرانی کی دعوت دے۔ (۳)
۷۔ حبیب بن ربیع نے معاویہ سے کہا: بخدا! ہم پر تیری مراد چھپی نہیں ہے، تم اپنا مطلب حاصل کرنے کے لیے قصاص عثمان کا نعرہ بلند کر رہے ہو۔ اس طرح نادان افراد تمہارے حلقہ میں آگئے ہیں۔ ہم پر اچھی طرح واضح ہے کہ تم نے مدد سے ہاتھ کھینچا، تمہارا دل چاہتا تھا کہ عثمان قتل ہو جائیں تو انتقام کا نعرہ بلند کر سکو۔ (۴)

۱۔ شرح ابن ابی الہدیہ، ج ۳، ص ۳۱۱۔ (ج ۱۵، ص ۸۴، کتاب ۱۰)۔

۲۔ انساب الاشراف، ج ۶، ص ۱۸۸۔

۳۔ شرح ابن ابی الہدیہ، ج ۴، ص ۵۷۔ (ج ۱۶، ص ۱۵۴، کتاب ۴۷)۔

۴۔ کتاب صفین، ص ۲۱۰، ص ۱۸۷، تاریخ طبری، ج ۵، ص ۲۴۳۔ (ج ۴، ص ۵۷۳، حوادث، ج ۳)۔ تاریخ کامل،

ج ۳، ص ۱۲۳۔ (ج ۲، ص ۳۶۵، حوادث، ج ۳)۔ شرح ابن ابی الہدیہ، ج ۱، ص ۳۴۲۔ (ج ۴، ص ۱۵، خطبہ ۵۴)۔

۸۔ ابویوب انصاری نے معاویہ کو لکھا: ہمیں قتل عثمان سے کیا سروکار؟ تم نے خود قتل عثمان کا انتظار کیا پھر شامیوں کو ان کی مدد سے روکا۔ جنھوں نے عثمان کو قتل کیا وہ انصار کے علاوہ لوگ تھے۔ (۱)
۹۔ محمد بن مسلمہ نے معاویہ کو لکھا:

اب عثمان کے انتقام کے ذریعے ان کی مدد کر رہے ہو، تم نے تو زندگی میں انھیں چھوڑ دیا تھا۔ ہم اور انصار و مہاجرین یہاں مناسب سیرت پر استوار ہیں۔ (۲)

۱۰۔ معاویہ اور ابوطیفیل کنڈی میں بات چیت ہوئی... معاویہ نے پوچھا: آپ نے عثمان کو قتل کیا؟ ابوطیفیل نے کہا: نہیں، لیکن وہاں موجود رہے کے بھی مدد نہ کی۔ پوچھا: کیوں جب کہ ان کی مدد آپ پر فرض تھی؟ جواب دیا: جس طرح تم شام میں ان کی موت کا انتظار کر رہے تھے۔ معاویہ نے کہا: مگر اب تو انتقام کا مطالبہ کر رہا ہوں، یہ بھی تو مدد ہے۔ جواب دیا: لیکن بقول شاعر تمہاری حالت یہ ہے کہ زندگی میں تو مدد نہ کی اب بعد موت نوحہ خوانی ہو رہی ہے۔ (۳)

۱۱۔ جب قتل عثمان کے بعد علی نے بیعت کا مطالبہ کیا تو سخت پشیمانی کے عالم میں معاویہ نے سات اشعار میں تاسف کا اظہار کیا ہے کہ کیوں عثمان کی مدد نہ کی۔ (۴)

ان تمام باتوں کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مہاجرین و انصار کی طرح معاویہ بھی قتل عثمان کے متمنی تھے، لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ مہاجرین و انصار ہجوم کر کے ایک فاسق خلیفہ کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ لیکن معاویہ کا مقصد یہ تھا کہ یہ قتل ہو جائے تو ان کی آڑ میں اپنا الوسیدھا کر سکیں۔ اسی لیے حضرت علی و ابن عباس وغیرہ نے فرمایا کہ عثمان کو صرف تمہیں نے قتل کیا ہے۔

۱۔ الامت والسیاسة ج ۱، ص ۹۳۔ (ج ۱، ص ۹۷)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۲۸۱، (ج ۸، ص ۴۴، خطبہ، ۱۲۳)۔

۲۔ الامت والسیاسة، ج ۱، ص ۸۷۔ (ج ۱، ص ۹۱)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۲۶۰، (ج ۳، ص ۱۱۵، خطبہ، ۳۳)۔

۳۔ الامت والسیاسة ج ۱، ص ۱۵۸۔ (ج ۱، ص ۱۶۵)۔ وروج الذهب، ج ۲، ص ۶۲، (ج ۳، ص ۲۵)۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۷، ص ۲۰۱۔ (ج ۲، ص ۱۱۷-۱۱۶، نمبر ۳۰۶۲)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، ج ۱۱، ص ۲۹۳۔ استیعاب (القم الرابع، ص ۱۶۹، نمبر ۳۰۵۲)۔ تاریخ الخلفاء، ص ۱۳۳، ۱۸۶۔

۴۔ کتاب صفین، ص ۸۸، ۷۹۔

عثمان کی رائے خود اپنے بارے میں

محاصرے کے زمانے میں مغیرہ نے عثمان سے کہا: امیر المومنین! یہ لوگ آپ کے قتل کے درپے ہیں۔ لہذا آپ مکہ چلے جائیے یا پھر شام چلے جائیے وہاں معاویہ اور شامی لوگ آپ کے حمایتی ہیں یا پھر فرمائیے تو ہم لوگ نکل کر ان لوگوں سے مقابلہ کریں۔ عثمان نے جواب دیا: تم نے مکہ جانے کو کہا تو میں نے رسول خدا سے سنا ہے کہ ایک لحد مکہ میں دفن ہوگا اس پر نصف امت کا عذاب کیا جائے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ شخص میں ہوں۔ ”انشاء اللہ“۔ (۱)

خود شناسی

مریدوں نے عثمان کی فضیلت میں جو روایات مثلاً عشرہ مبشرہ والی گڑھی ہیں، ان کے برخلاف عثمان کا یہ فقرہ بتاتا ہے کہ وہ خود مطمئن نہیں تھے ورنہ ایک مجہول لحد کے دفن کے سلسلے میں انھیں اندیشے نہ ہوتے۔ وہ قتل ہو گئے لیکن ایام محاصرہ میں مکہ نہیں گئے۔

عثمان کس قدر اندیشے میں مبتلا ہیں کہ کہیں وہی لحد نہ ہو جائیں جس پر نصف قوم کا عذاب ہونے والا ہے۔ جب کہ مریدوں کا کہنا ہے کہ حضرت عثمان چاہہ رومہ خرید کے جنت خرید چکے ہیں۔ (۲) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھیں جنت کی بشارت دے چکے ہیں۔ وہ رسول خدا کے رفیق ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے فضائل کی تمام احادیث وضعی ہیں۔ ثبوت میں ابو معاذ (۳)، ہمام بن غفل (۴)

۱۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۶۷، (ج ۱، ص ۱۰۷، حدیث ۲۸۳)۔ الامامۃ والسیاسة، ص ۳۵۔ (ج ۱، ص ۳۱)۔ تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۲۷۲۔ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۲۹۔ ج ۳، ص ۶۲۔ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۲۱۰۔ (ج ۸، ص ۳۷۴)۔ حوادث ۳۹ھ۔ مجمع الزوائد، ج ۷، ص ۲۳۰۔ الصواعق المحرقة، ص ۶۶۔ ص ۱۱۱۔ تاریخ الخلفاء، ص ۱۰۹، (۱۵۱)۔ سیرۃ حلبیہ، ج ۱، ص ۱۸۸۔ (ج ۱، ص ۱۷۵)۔ تاریخ الخلفاء، ج ۲، ص ۲۶۳۔ ازالۃ الخفاء، ج ۲، ص ۳۳۳۔

۲۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۰۷۔ (ج ۳، ص ۱۱۵)۔ حدیث ۳۵۷۰۔

۳۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۱۰۵۔ (ج ۶، ص ۲۲۹)۔ بیہم الشراء، مرزبانی، ص ۳۹۔

۴۔ کتاب مصنفین، ص ۳۳۵۔ ص ۳۸۳۔

فضل بن عباس (۱) اور مالک اشتر (۲) کے اشعار پیش کئے جاسکتے ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ ہم نے عثمان یا نعل کوان کی دین بیزاری، شقاوت اور بدعتوں کی وجہ سے قتل کیا ہے۔

نظریہ کہا جریں و انصار

۱۔ حضرت علیؑ نے معاویہ کو خط لکھا: تم اس بھروسے میں ہو کہ میری بیعت فاسد ہو گئی ہے عثمان کو پناہ نہ دینے کی وجہ دے۔ اپنی جان کی قسم! میں بھی مہاجرین و انصار کی ایک فرد ہوں، جو ان سے ہوا وہی مجھ سے ہوا، جس بات سے انھوں نے ہاتھ کھینچا اس سے میں نے بھی ہاتھ کھینچا۔ خدا انھیں گمراہی پر ایکا نہیں کر سکتا نہ ان سے اجتماعی طور سے بے بصیرتی ہو سکتی ہے۔ نہ میں نے حکم دیا کہ اس کی خطا کا الزام مجھ پر آئے گا۔ نہ میں نے قتل کیا ہے کہ قصاص کا خوف ہو۔ (۳)

۲۔ بلاذری لکھتا ہے کہ ثابت بن عبد اللہ بن زبیر کی نظر شام والوں پر پڑی تو کہا: میں ان سے شدید نفرت رکھتا ہوں۔ سعید بن خالد نے کہا: تم اس لیے ان سے نفرت کرتے ہو کہ انھوں نے تمہارے باپ کو قتل کیا ہے؟ جواب دیا: تم نے سچ کہا، میرے باپ کو شام کے اوباشوں نے قتل کیا اور تمہارے دادا (عثمان) کو مہاجرین و انصار نے قتل کیا۔ (۴)

۳۔ ابن قتیبہ نے الامامة والسیاسة (۵) میں لکھا ہے کہ ابو ہریرہ اور ابو درداء نے معاویہ سے محض میں ملاقات کی اور فصیح کرتے ہوئے کہا: آخر تم کس دلیل سے علیؑ سے برسر پیکار ہو؟ وہ تم سے فضیلت اور سبقت اسلامی میں بڑھے ہونے کی وجہ سے خلافت کے تم سے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ وہ

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۵۱۔ (ج ۴، ص ۳۲۶۔ حوادث، ۳۵۰ھ)۔

۲۔ کتاب صفین، ج ۱۹۹۔ (ص ۱۷۸)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۳۳۰۔ (ج ۳، ص ۳۲۹۔ خطبہ، ۵۱)۔

۳۔ الامامة والسیاسة، ج ۱، ص ۸۷۔ (ج ۱، ص ۹۱)۔ العقد الفرید، ج ۲، ص ۲۸۳۔ (ج ۳، ص ۱۳۷)۔ کامل میر، ج ۱، ص ۱۵۷۔

(ج ۱، ص ۲۷۱)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۲۵۲۔ (ج ۳، ص ۸۹۔ خطبہ، ۳۳)۔

۴۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۳۷۲، ۱۹۵۔ (ج ۶، ص ۳۵۰-۱۳۳)۔

۵۔ الامامة والسیاسة، ج ۱، ص ۹۲۔ (ج ۱، ص ۹۶)۔

مہاجرین اولین میں سے ہیں، ان پہلے لوگوں میں ہیں جو نیکوں سے ہمیشہ وابستہ رہے۔ اور تمہاری یہ حالت ہے کہ تم آزاد کردہ ہو اور تمہارا باپ مشرکین کا سرغنہ تھا۔ بخدا! یہ اس لئے نہیں کہا جا رہا ہے کہ عراق شام سے زیادہ پسند ہے بلکہ اس لیے کہا جا رہا ہے کہ فنا سے بقاء بہتر ہے اور فساد سے صلاح زیادہ محبوب ہے۔ معاویہ نے جواب دیا: میں بھی اپنے کو علیؑ سے زیادہ مستحق خلافت نہیں سمجھتا ہوں لیکن میں صرف قاتلان عثمان سے بدلہ لینے کے لیے ان سے جنگ کر رہا ہوں۔ ان دونوں نے پوچھا: اگر قاتلوں کو تمہارے حوالے کر دیا جائے تو کیا کرو گے؟ جواب دیا: میں بھی عام مسلمانوں کی طرح ہوں گا اور خلافت کو بذریعہ شوریٰ طے کیا جائے گا۔

یہ سن کر وہ لوگ علیؑ کے لشکر میں آئے۔ مالک اشتر نے ان سے کہا تم لوگ حُب معاویہ میں وہاں نہیں گئے تھے۔ تمہارا خیال ہے کہ معاویہ قاتلان عثمان کو طلب کر رہا ہے۔ وہ دعویٰ کرتا ہے کہ علیؑ نے عثمان کو قتل کیا ہے۔ خدا سے ڈرو۔ عثمان کو مہاجرین و انصار نے اس لیے قتل کیا ہے کہ عثمان نے دین خدا بدل دیا تھا۔ میں خود اس معاملے کا معنی گواہ ہوں۔ تم لوگ وہاں موجود نہیں تھے۔ وہ لوگ چلے گئے۔ دوسرے دن خدمت علیؑ میں آئے اور کہا: آپ کی فضیلت و برتری سے انکار نہیں۔ آپ کا صفین کے لیے نکلنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی جوان مرد کسی احمق کی سرکوبی کے لیے نکلے۔ معاویہ آپ سے قاتلان عثمان کا مطالبہ کر رہا ہے تو آپ اسے حوالے کر دیجئے اور اگر پھر بھی معاویہ آپ سے برسر پیکار ہو تو ہم دونوں آپ کے ساتھ ہو کر معاویہ سے جنگ کریں گے۔ حضرت بنے محمد بن ابی بکر، عمار یا سراور مالک اشتر کو کہا انھیں پہچانتے ہو۔ ابو ہریرہ و ابو درداء نے کہا: جی ہاں! آپ نے کہا: یہی قاتلین عثمان ہیں، انھیں لے لو وہ دونوں انھیں گرفتار کرنے آئے تو دس ہزار سے زیادہ افراد لشکر سے نکل کر کہنے لگے: ہم نے عثمان کو قتل کیا ہے۔ ان دونوں نے کہا: اب تو معاملہ بڑا سنگین ہو گیا۔ ابو ہریرہ اور ابو درداء اپنے گھر حص واپس چلے گئے۔ وہاں یہو نچے تو عبدالرحمن بن عثمان نے ان کے سفر کا حال دریافت کیا۔ انھوں نے تمام واقعہ سنایا۔ عبدالرحمن نے کہا: مجھے تم دونوں اصحاب رسولؐ پر سخت حیرت ہے۔ بخدا! اگر تم نے عثمان کی مدد سے ہاتھ روک لیا تھا تو زبان بھی روکتے۔ کیا تم علیؑ سے قاتلان عثمان کو طلب کر رہے تھے۔ حالانکہ اگر

مہاجرین و انصار نے قتل عثمان کو غلط سمجھا ہوتا تو علی سے قصاص عثمان ہی کی شرط پر بیعت کرتے۔ کیا انھوں نے ایسا کیا؟ تمہاری حرکت پر تعجب ہے۔ تم مہاجرین و انصار کو تو کچھ کہتے نہیں اور علی سے قاتلوں کا مطالبہ کر رہے ہو اور خلافت سے ہٹانا چاہتے ہو اور شوری کے ذریعے خلیفہ طے کرنا چاہتے ہو۔ تم جانتے ہو کہ جو لوگ علی کی خلافت سے راضی ہیں وہ ان لوگوں سے بہتر ہیں جنھوں نے علی کی بیعت نہیں کی ہے پھر یہ کہ تم سفیر بنے تھے طلحہ کے، جسے حق خلافت کہیں سے حاصل نہیں۔ یہ بات پھیل گئی تو معاویہ نے عبدالرحمن کے قتل کا ارادہ کیا لیکن خاندان اور قبیلے والوں کو دیکھتے ہوئے اپنا ارادہ بدل دیا۔

نصر بن مزاحم لکھتا ہے کہ ابوامامہ باہلی اور ابوذر داء نے معاویہ سے کہا: علی کی سبقت اسلامی اور اولویت خلافت کے باوجود ان سے کیوں جنگ کر رہے ہو؟ معاویہ نے کہا: وہ قاتلوں کو ہمارے حوالے کر کے معاملہ خلافت شوری کے ذریعے طے کریں۔ یہ لوگ علی کے لشکر میں گئے تو بیس ہزار افراد نے نکل کر کہا ہم قاتل عثمان ہیں۔ (۱)

۴۔ ابوظیفیل نے معاویہ کو جواب دیا: میں نے عثمان کی مدد اس لیے نہیں کی کہ مہاجرین و انصار نے عثمان کی مدد نہ کی۔ (۲)

۵۔ شعبہ کہتے ہیں کہ قاضی ابواسحاق کسی مدینہ والے کی گواہی قبول نہ کرتا تھا۔ میں نے وجہ پوچھی تو جواب دیا: چونکہ انھوں نے عثمان کو قتل کیا تھا۔ (۳)

۶۔ ابن عساکر (۴) نے یہ واقعہ بھی لکھا ہے کہ ایک اندھے نے دعا کی: خدایا! عثمان پر اور اس کی ذریت پر لعنت فرما۔ ابومسلم خولانی نے غصہ میں کہا: مدینہ والو! خدا تمہارا برا کرے۔ تم قوم شمود سے بدتر ہو۔ قوم شمود نے ناقۃ النہل قتل کیا تھا اور تم نے خلیفۃ اللہ کو قتل کیا اور خلیفہ خدا ناتے سے زیادہ بزرگ ہوتا ہے۔ علامہ امینی فرماتے ہیں: اس واقعے سے صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ مدینے والوں نے اجتماعی

۱۔ کتاب وقۃ صفین، ص ۲۱۳۔ ۱۹۰۔

۲۔ الاملۃ والیسامۃ، ج ۱، ص ۱۵۸، (ج ۱، ص ۱۶۵)۔ تاریخ الخلفاء، ص ۱۳۳۔

۳۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۶، ص ۸۳۔ (ج ۲، ص ۲۲۳)۔ (نمبر ۲۲۱)۔ تہذیب ابن عساکر، ج ۶، ص ۸۵۔

۴۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۷، ص ۳۱۹۔ (ج ۲، ص ۲۲۰)۔ (نمبر ۳۲۱۳)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، ج ۱۲، ص ۶۳۔

طور سے عثمان کو مسترد کر دیا اور انھیں قتل کیا۔ اب رہ گئی ابومسلم خولانی کی بات تو اس کا جواب مالک اشتر وغیرہ کے اقوال سے دیا جاسکتا ہے کہ عثمان نے دین بدل دیا تھا، بدعتیں ایجاد کی تھیں اس لیے انھیں قتل کیا گیا۔

۷۔ واقدی اپنی مسند میں لکھتا ہے کہ ۳۴ھ میں بعض اصحاب نے خط لکھ کر سرحدی علاقوں میں مصروف جہاد اصحاب رسول ﷺ کو باخبر کیا کہ عثمان نے بدعتیں ایجاد کی ہیں اور دینی تبدیلیاں دھڑے سے کر رہے ہیں ان پر اعتراض کیا جاتا ہے تو مانتے نہیں، لہذا تم اگر حفاظت دین کے لیے جہاد کرنا چاہتے ہو تو مدینے آ کر عثمان سے جنگ کرو۔ اس خط کا زید بن ثابت، ابواسید ساعدی، کعب بن مالک اور حسان بن ثابت کے علاوہ سب نے اثر لیا۔ انھوں نے حضرت علی سے کہا کہ آپ عثمان کو جا کر سمجھائیے آپ گئے اور عثمان کو سمجھایا کہ میں تمہارے پاس آیا ہوں اور میری پشت پر لوگ ہیں کہ تم سے حکومت کے غلط رویے پر گفتگو کروں۔ ایسا نہیں کہ تم ناواقف ہو، تم نے بھی اسی طرح احادیث رسول سنی ہیں جس طرح میں نے سنی ہیں۔ ابوبکر و عمر تم سے زیادہ اجراء قانون الہی کے ذمہ دار نہ تھے۔ تم تو قرابت رسول بھی رکھتے ہو، ان کے داماد بھی ہو، خدا کا خوف کرو۔ عثمان نے کہا: اگر آپ میری جگہ ہوتے اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحم کرتے، آوارہ لوگوں کو پناہ دیتے تو میں آپ کی مخالفت نہ کرتا۔ (ذرا دیکھئے تو کس طرح بے مہل طریقے سے اپنی بدعتوں اور انحراف قرآنی کی صفائی دے رہے ہیں۔) میں نے انھیں کو گورزی دی ہے، جنہیں عمر نے گورزی دی تھی۔ علی نے کہا: عمر اپنے گورزوں کی باز پرس کرتے تھے، تم نہیں کرتے۔

تم اپنے رشتہ داروں سے نرمی برتتے ہو۔ عثمان نے کہا: وہ آپ کے بھی تو رشتہ دار ہیں۔ حضرت علی نے فرمایا:

اپنی جان کی قسم! وہ میرے رشتہ دار ہیں لیکن دوسروں میں ان سے زیادہ فضائل ہیں۔ عثمان نے کہا: کیا معاویہ کو عمر نے خلیفہ نہیں بنایا؟ حضرت نے فرمایا: معاویہ تو عمر کے غلام یرقاع سے بھی ڈرتا تھا اور اب تو وہی تمہاری جگہ حکمرانی کر رہا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ عثمان کی جگہ وہی حکومت کر رہا ہے۔ تمہیں خبر ملتی

ہے تو معاویہ سے کوئی باز پرس نہیں کرتے۔ (۱)

۸۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ (۲) عثمان نے محاصرے کے درمیان کہا: لوگو! مجھے قتل نہ کرو۔ میں تمہارا حکمراں اور مسلمان کا بھائی ہوں... پھر دعا کی: خدایا! ان سے بھرپور بدلہ لینا۔
 مجاہد کہتے ہیں کہ اسی لیے خدا نے ان فتنہ پردازوں کو قتل کیا۔ یزید نے بیس ہزار فوج بھیجی جنہوں نے مدینہ والوں کا جی بھر کے خون بہایا اور خوب کھیل کھیلا۔ حسان بن ثابت (۳) اور حمید بن ثور (۴) نے مدینہ والوں کے خلاف اشعار بھی کہے ہیں۔

مدینہ والوں کا خط سرحدی صحابہ کو
 طبری لکھتا ہے:

جب لوگوں نے عثمان کی غلط حرکات دیکھیں تو ان اصحاب کو خط لکھا جو مختلف سرحدوں پر مصروف جنگ تھے:

تم دین محمدی ﷺ کی حفاظت کے لیے سرحدوں پر جنگ کر رہے ہو۔ یہاں عثمان نے دین فاسد کر دیا ہے لہذا دین محمدی ﷺ کی جلد خبر لو۔ (دین محمد ﷺ کو خلیفہ نے فاسد کر دیا ہے لہذا اسے معزول کرو)

اس خط پر مختلف علاقوں سے صحابہ مدینہ آ گئے اور انھیں قتل کر دیا۔ (۵)

-
- ۱۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۶۰، (ج ۶، ص ۱۷۴)۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۹۷، (ج ۳، ص ۳۳۶)۔ حوادث، ج ۳۳، (ج ۳۳)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۶۳۔ (ج ۲، ص ۲۷۵)۔ حوادث، ج ۳۳، (ج ۳۳)۔ تاریخ ابن خلدون، ج ۲، ص ۳۹۱۔ (ج ۲، ص ۵۹۳)۔
 - ۲۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۴۷۔ (ج ۳، ص ۶۷)۔
 - ۳۔ مروج الذهب، ج ۱، ص ۳۴۲۔ (ج ۲، ص ۳۶۳)۔ العهد الفرید، ج ۲، ص ۲۶۷۔ (ج ۳، ص ۱۱۲)۔
 - ۴۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۳، ص ۴۵۸۔ (ج ۱، ص ۱۵۳)۔ نمبر ۱۷۹۰۔ محمد یب ابن عساکر، ج ۳، ص ۳۶۱۔
 - ۵۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۱۵۔ (ج ۳، ص ۳۶۷)۔ حوادث، ج ۳۵، (ج ۳۵)۔ تاریخ کامل، ج ۵، ص ۷۰۔ (ج ۲، ص ۲۸۷)۔ حوادث، ج ۳۵، (ج ۳۵)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۱۶۵۔ (ج ۲، ص ۱۳۹)۔ خطبہ، ص ۳۰۔

مہاجرین کا خط مصریوں کے نام

مہاجرین اولین اور باقی ماندہ افراد شوریٰ کی طرف سے مصر میں مقیم صحابہ و تابعین کی طرف: اما بعد قبل اس کے کہ خلافت رسول کو مستحقوں سے اچک لیا جائے جلد یہاں پہنچئے۔ کیونکہ قرآن بدل دیا گیا ہے۔ سنت رسول متغیر کر دی گئی اور ابو بکر و عمر کے احکامات بدل دیئے گئے ہیں۔ لہذا تمام اصحاب و تابعین کو خدا کی قسم دی جاتی ہے کہ تم جلد آؤ اگر تم خدا اور رسول پر ایمان رکھتے ہو۔ اور حق کو روشن مناروں پر قائم کرو۔ جس طرح رسول خدا اور شیخین نے استوار کیا تھا۔ کل تک یہ خلافت، محمدی و باعث رحمت تھی اور آج خود سرشہنشاہیت بن گئی۔ جس کی لاشی اس کی بھینس کا رواج ہو گیا ہے۔ (۱)

مدینہ والوں کا خط عثمان کے نام

تاریخ طبری (۲) میں ہے کہ زبیر کہتے ہیں کہ مدینے والوں نے عثمان کو خط لکھا: تم توبہ کرو اور حجت کے ساتھ قسم کھاؤ کہ اگر عہد خداوندی کو تم نے انجام نہ دیا تو تمہیں قتل کئے بغیر چھوڑا نہ جائے گا۔ عثمان نے قتل کے خوف سے اپنے ہمدردوں اور رشتہ داروں سے مشورہ کیا۔

عثمان اور اجماع

ان دو سو سے اوپر تاریخی روایات کے انبوه سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام صحابہ و تابعین اور مہاجرین و انصار نے عثمان کی بھرپور مذمت کی۔ صرف چار افراد نے ان کی تائید کی: زید بن ثابت، حسان بن ثابت، کعب بن مالک اور اسید ساعدی۔

ان چار کے سوا سب نے قتل عثمان میں شرکت کی۔ کسی نے قتل کیا، کسی نے قتل پر ابھارا، کسی نے قاتلوں کی تعریف کی، کسی نے عثمان کی بدعتوں پر انھیں لٹاڑا، کسی نے حکومت کو ختم کرنے میں سعی کی

۱۔ الامۃ والسیاسة، ج ۱، ص ۳۲۔ (ج ۱، ص ۳۷)۔

۲۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۱۶۔ (ج ۴، ص ۳۶۹، حوادث، ص ۳۵)۔

کسی نے عثمان کو دشنام دیا۔ اس طرح یہ لوگ عثمان کی باطل خلافت کو ختم کرنے میں ہر توانائی صرف کر رہے تھے۔ یہ اجماع اس بات کی واضح دلیل ہے کہ عثمان کا طریقہ کار قطعی غیر اسلامی تھا، جس کی وجہ سے اصحاب رسول کو صبر کا یا ر نہ تھا۔ انھوں نے اجماع کر کے قتل کر دیا۔ اور اصحاب کے اجماع کو غلط نہیں کہا جاسکتا، جب کہ ان میں حضرت عائشہ، عبدالرحمن بن عوف، طلحہ، زبیر، عمار، یاسر، مقداد، حجر بن عدی، ہاشم، مرقال، حجاجہ، بھل بن حنیف، عمرو عاص، مالک اشتر، صعصعہ، معاویہ، عمرو بن حنظل، جابر بن عبد اللہ، زید بن صوحان، قیس بن سعد جیسے معروف ترین اصحاب، مہاجرین، انصار اور بدری و بیعت شجرہ کے فضائل سے آراستہ اصحاب تھے۔ ان سب کے اوپر خود حضرت علی نے عثمان کی مذمت کی اور انھیں بدعتی و خائن کہا۔

قصہ پہلے محاصرے کا

بلاذری وغیرہ نے لکھا ہے کہ کوفہ، بصرہ اور مصر کی عوام مسجد الحرام میں قتل عثمان کے سال میں جمع ہوئی۔ کوفہ والوں کا سردار کعب بن عبدہ، بصرہ کا شعی بن مخریہ عبدی اور مصر والوں کا سردار کنانہ بن بشر تھا۔ ان لوگوں نے باہم مذاکرہ کر کے عثمان کی بدعتوں اور بدعہد یوں پر تنقید کی۔ اور کہا کہ ہمیں اس پر چپ نہیں رہنا چاہیئے۔ اس کے بعد طئے پایا کہ سب لوگ اپنے شہر واپس جائیں اور مکہ میں اپنا نمائندہ بھیج کر لوگوں کو ہم خیال بنایا جائے۔ پھر ایک سال بعد عثمان کے پاس جا کر اپنا مطالبہ رکھیں، اگر وہ نہ مانیں تو نئے مشورہ کے بعد اسے نافذ کیا جائے۔

متعینہ وقت پر مالک اشتر دوسو کوفیوں کے ساتھ مدینہ آئے (یا ایک ہزار کوفیوں کے ساتھ۔ ابن قتیبہ) یہ لوگ چار حصوں میں تقسیم تھے، ان حصوں کے سردار زید بن صوحان عبدی، زیاد بن نضر حارثی، عبد اللہ بن اسم اور عمرو بن اہتم۔ بصرہ والوں کو لے کر حکیم بن جبہ ایک سو آدمیوں کے ساتھ آئے۔ پچاس مزید آگئے تو ڈھیڑ سو ہو گئے۔ ان کے ہمراہ ذریع بن عباد، بشر بن شریح اور ابن محرش تھے۔ مصر سے چار سو، پانچ سو، چھ سو یا ہزار آئے (یا دو ہزار۔ ابن ابی الحدید) ان کے رؤسا محمد بن ابی بکر، سودان بن حمران، مسیرہ سکونی اور عمرو بن حنظل تھے۔ مصریوں کے سردار چار افراد تھے:

عمرو بن بدیل بن ورقا خزاعی، عبدالرحمن بن عدیس، عروہ بن شیم، کنانہ بن بشیر۔ ان سب کے سردار عافقی بن حرب تھے اور ایام محاصرہ میں وہی امام جماعت بھی تھے۔
طبری کے مطابق یہ بھی دو افراد کے تابع تھے: عمرو بن بدیل خزاعی (صحابی پیغمبرؐ) اور عبدالرحمن بن عدیس۔

جب یہ لوگ مدینہ پہنچے تو کچھ مہاجرین و انصار بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔ جیسے عمار یا سبدری، رفاعہ بن رافع بدری، ججاج بن غزیہ صحابی اور عامر بن بکیر۔

زوجہ عثمان، نائلہ نے معاویہ کو خط لکھا تھا کہ مصر والے سارے معاملات میں حضرت علیؓ، محمد بن ابی بکر، عمار یا سبدری اور طلحہ و زبیر کے مطیع تھے۔ انھیں لوگوں نے قتل عثمان کا حکم دیا تھا، جو قبیلہ مصریوں کے ساتھ تھے ان کے نام ہیں: خزاعہ، سعد بن بکر، ہذیل اور کچھ جہنیہ و مزیہ کے لوگ اور کچھ یثرب کے بنی۔

سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ عثمان نے ابن مسعود، عمار یا سبدری اور ابوذر کے ساتھ بدسلوکی کی تھی، اس لیے قبیلہ ہذیل، بنی زہرہ، بنی غفار اور ان کے حلیفوں کے دل میں کینہ بھڑک رہا تھا۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ محاصرہ کرنے والوں میں بنی زہرہ، عبداللہ بن مسعود کی وجہ سے تھے۔ کیونکہ وہ ان کے حلیف تھے۔ قبیلہ ہذیل ان کے حمایتی تھے۔ عمار یا سبدری کی وجہ سے بنی مخزوم اور ان کے حلیف تھے اور قبیلہ غفار اور ان کے حلیف ابوذر کی وجہ سے تھے۔ اور قبیلہ تیم محمد بن ابی بکر کی وجہ سے تھے اور دوسرے قبائل بھی تھے۔ جن کے ذکر کی اس کتاب میں گنجائش نہیں۔ یہ اولین محاصرہ تھا۔ (۱)

۱۔ طبقات، ابن سعد، ج ۳، ص ۳۹۔ (ج ۳، ص ۶۶)۔ انساب الاشراف، ملاذری، ج ۵، ص ۲۶، ۵۹۔ (ص ۱۳۳-۱۴۳)۔
الاملاء والسیاسة، ج ۱، ص ۳۴۔ (ج ۱، ص ۳۵)۔ المعارف ابن قتیہ، ص ۸۳۔ ۱۹۶۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۱۶۔ (ج ۴، ص ۳۶۹)۔ حوادث، (۳۵ھ)۔ سرور الذہب، ج ۱، ص ۳۴۱۔ العقد الفرید، ج ۲، ص ۲۶۲-۲۶۳-۲۶۹۔ (ج ۴، ص ۱۰۶-۱۰۸)۔
۱۱۳۔ ریاض الصغرة، ج ۲، ص ۱۲۳-۱۲۴۔ (ج ۳، ص ۶۸-۵۶)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۶۶، ۶۷۔ (ج ۲، ص ۲۸۰)۔ حوادث، (۳۵ھ)۔ تاریخ ابن خلدون، ج ۲، ص ۳۹۳۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۱۰۲۔ (ج ۲، ص ۱۴۰، خطبہ ۱۴۷)۔ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۱۴۰، ۱۴۳۔ (ج ۷، ص ۱۹۳-۱۹۵)۔ (ج ۷، ص ۱۹۵)۔ (ج ۷، ص ۱۹۵)۔ (ج ۷، ص ۱۹۵)۔ (ج ۷، ص ۱۹۵)۔ (ج ۷، ص ۱۹۵)۔
الاصابة (ج ۲، ص ۳۱۱)۔ (نمبر ۵۱۶۳)۔ الصواعق المحرقة، ص ۶۹، (ص ۱۱۶)۔ تاریخ الخلفاء، ص ۱۰۶-۱۰۸۔ تاریخ الخلفاء، ج ۲، ص ۲۵۹۔ (ج ۲، ص ۲۶۱)۔

مصریوں کا خط عثمان کے نام

ابن زبیر کا بیان ہے کہ مصریوں نے مقام سلیم یا ذوق شہب سے عثمان کو خط لکھا۔ عثمان نے خط پڑھ کر قاصد کو گھر سے نکال دیا۔ خط کا متن یہ تھا:

بسم الله الرحمن الرحيم

اما بعد... سمجھ لو کہ خدا نے کبھی کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلی جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔ خدا کو پہچانو، دنیا فانی ہے اور آخرت اسی سے وابستہ ہے، اپنی آخرت کا حصہ فراموش نہ کرو۔ دنیا ہی پر نہ رہتے رہو۔ سمجھ لو کہ ہم صرف خدا کے لیے غضبناک و خوشنود ہوتے ہیں۔ جب تک تم واضح توبہ نہ کر لو گے، ہم کا نہ سے تلواریں گے۔ یہ ہمارا آخری فیصلہ ہے۔ (۱)

خليفة نے قرآن و سنت پر عمل کا عہد کیا۔ ۳۵ھ

بلاذری (۲) نے بحوالہ ابو جعفر لکھا ہے کہ مصریوں نے عثمان کے گھر کا محاصرہ کیا تو مغیرہ بن شعبہ انھیں سمجھانے بھانے آئے، تو مصریوں نے کہا: ابے بھیکے! واپس جا۔ اوبدکار! واپس جا۔ اے کینے! واپس جا۔ وہ واپس گئے تو عثمان نے عمرو عاص کو بھیجا کہ قرآن درمیان میں لاؤ۔ وہ پہنچے تو مصریوں نے لکارا: دشمن خدا! بھاگ جا۔ نابزد کے بنے! واپس جا۔ یہ دیکھ کر ابن عمر نے عثمان کو رائے دی کہ علیؑ کے سوا کوئی انھیں سمجھا نہیں سکتا۔ حضرت علیؑ اشرف لائے تو عثمان نے کہا: آپ انھیں کتاب خدا اور سنت رسولؐ کی دعوت دیجئے۔ حضرت نے فرمایا: جس بات کی ضمانت لوں گا اسے وفا کرو گے؟ عثمان نے کہا: ہاں! آپ مجمع میں گئے تو لوگوں نے کہا: واپس جائیے۔ آپ نے فرمایا: واپس نہیں جاؤں گا، تم سے بات کروں گا۔ میں قرآن کی روشنی میں دیکھوں گا کہ عثمان سے کیا کیا غلط باتیں سرزد ہوئی ہیں۔ سب نے کہا: کیا آپ ضامن ہیں؟ فرمایا: ہاں... یہ سن کر کچھ اشراف عثمان کے گھر آئے اور یہ توبہ نامہ

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۱۶۔ (ج ۴، ص ۳۶۹۔ حوادث، ۳۵ھ)۔

۲۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۶۲۔ (ج ۶، ص ۱۷۹)۔

لکھا گیا: تحریر بندہ خدا عثمان امیر المومنین کی طرف سے ان مومنوں کو لکھی جا رہی ہے جو عثمان پر تنقید کرتے ہیں کہ اب عثمان تمہارے درمیان کتاب خدا اور سنت رسول پر عمل کریں گے۔ حقدار کا حق دیا جائے گا، خائف مطمئن رہے گا، جلاوطن اپنے گھر آئیں گے، عوامی نمائندوں کے اختیارات سلب نہیں کئے جائیں گے، مال غنیمت کو فراخی سے تقسیم کیا جائے گا، حضرت علی ابن ابی طالب اس بات کے ضامن ہیں کہ عثمان اس تحریر پر عمل کریں گے۔

گواہ: زبیر، طلحہ، سعد بن مالک، عبد اللہ بن عمر، زید بن ثابت، بھل بن حنیف، ابویوب، خالد بن زید۔ مرقومہ ذی القعدہ ۳۵ھ۔ تمام لوگوں نے اس تحریر کی ایک ایک کاپی لی اور واپس چلے گئے۔ حضرت علیؑ نے عثمان سے کہا: لوگوں کے سامنے تقریر کر دیجیئے تاکہ لوگ منتشر ہو جائیں اور جو کچھ دل میں ہے خدا کو گواہ بنا دیجیئے۔ کیونکہ لوگ بغاوت پر آمادہ ہیں، ممکن ہے بصرہ اور کوفہ سے بھی لوگ آجائیں تب آپ کہیں کہ یا علیؑ! انھیں سمجھائیے۔ اور میں قبول نہ کروں تو کہیں کہ آپ نے حق قربت ادا نہیں کیا۔ یہ سن کر عثمان نے منبر پر جا کر اپنی غلطیوں کا اعتراف کیا اور استغفار کیا۔ پھر کہا: میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ جو پھسل جائے اسے راہ راست پر آ جانا چاہیے۔ میں پہلا شخص ہوں اس حدیث کو ماننے والا۔ اگر اب مجھ سے غلطی ہو جائے تو اشراف آ کر مجھے رائے صائب کے ذریعے رہنمائی کر دیں۔ کیونکہ بخدا! اگر کوئی غلام بھی مجھے راہ راست دکھائے تو میں مان جاؤں گا۔ اب مجھے راہ خدا اپنانے کے سوا چارہ نہیں۔

یہ تقریر سن کر تمام لوگ خوش خوش عثمان کے گھر پر آئے۔ اتنے میں مروان نے نکل کر ان لوگوں کو ڈپٹا: تم پر پھٹکار، یہاں کیوں جمع ہوئے ہو؟ امیر المومنین سے تمہیں کیا لینا دینا۔ جسے کوئی کام ہوتا ہے صدا لگانے لگتا ہے۔ واپس جاؤ۔ جب یہ خبر حضرت علیؑ کو ہوئی تو آپ غصے میں بھرے ہوئے عثمان کے پاس آئے اور فرمایا: مروان اور تمہارا معاملہ صرف یہ ہے کہ وہ تمہارے دین اور عقل کو غارت کرے۔ میں پیش گوئی کرتا ہوں کہ یہ تمہیں کنوئیں میں جھونک دے گا۔ اب کبھی تمہارے پاس نصیحت کے لیے نہ آؤں گا۔ زوجہ عثمان نائلہ نے عثمان سے کہا: سنتے ہو علیؑ نے مروان کے بارے میں کیا کہا۔ اب وہ کبھی تمہاری

مدد نہ کریں گے۔ تم مروان کی بات مانتے ہو جس کا کوئی لوگوں میں احترام نہیں نہ اثر ہے۔ عثمان نے دوبارہ علیؑ کے پاس آدی بھیج کر بلوایا لیکن وہ نہ آئے۔

ابن سعد نے ابوعون کا بیان نقل کیا ہے کہ عبدالرحمن بن اسود نے مروان کو بدو عادی کے کہا کہ عثمان نے ردو ہو کر لوگوں کو راضی کیا لیکن مرہان نے سب چوٹ کر دیا۔ (۱)

تو بہ عثمان کو ایک دوسری طرح بھی علامہ امینیؒ نے ذرا تفصیل کے ساتھ طبری کے حوالے سے لکھا ہے۔ واقعات یہی ہیں۔ اس روایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ عثمان کو اصل میں مروان نے گمراہ کیا تھا۔ اور ناکہ مروان سے اس سلسلے میں نوک جھونک بھی ہوئی۔ (۲)

طبری ہی کے حوالے سے ایک تیسری روایت تو بہ بھی نقل کی گئی ہے۔ اس میں حضرت علیؑ کے انکار کے بعد خود عثمان کا شب کے پردے میں علیؑ کے پاس جانا منقول ہے۔ (۳)

دوسرا عہد و توبہ

پہلا عہد جس میں کتاب خدا و سنت رسولؐ پر عمل کرنے اور بدعتوں سے باز آنے کا اقرار تھا ٹوٹ گیا بلکہ کسی ایک عہد پر بھی عثمان نے عمل نہ کیا۔ ان کی بدعتوں میں اضافہ ہی ہوا۔ اس لیے عوام نے دوبارہ انھیں پابند کرنا چاہا۔

۱۔ تاریخ طبری، ج ۴، ص ۳۶۳، حوادث، ۳۵ھ۔ تاریخ کامل ج ۲، ص ۲۸۵۔ حوادث، ۳۵ھ۔ حیاۃ النبیان، ج ۱، ص ۵۳۔ ج ۱، ص ۷۷۔

۲۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۶۴، ۶۵۔ (ج ۶، ص ۱۷۷-۱۷۹)۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۱۱، (ج ۴، ص ۳۶۰، حوادث، ۳۵ھ)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۶۸۔ (ج ۲، ص ۲۸۵۔ حوادث، ۳۵ھ)۔ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۱۷۲۔ (ج ۷، ص ۱۹۳، حوادث، ۳۵ھ)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۱۶۳-۱۶۴۔ (ج ۲، ص ۱۳۷-۱۳۶۔ خطبہ، ۳۰)۔ تاریخ ابن خلدون، ج ۲، ص ۳۹۷-۳۹۸۔ ج ۲، ص ۵۹۸-۵۹۷۔

۳۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۱۲ (ج ۴، ص ۳۶۳۔ حوادث، ۳۵ھ)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۹۶ (ج ۲، ص ۲۸۶۔ حوادث، ۳۵ھ)۔

طبری، ابن زبیر کا بیان نقل کرتا ہے کہ مدینے والوں (مہاجرین و انصار) نے عثمان کو خط لکھ کر توبہ کرنے کو کہا۔ انھوں نے قسم کھائی کہ اگر عثمان نے عہد توڑ دیا تو قتل کئے بغیر نہ چھوڑیں گے۔ چنانچہ عثمان نے قتل کے خوف سے امویوں سے مشورہ کیا۔ امویوں نے انھیں مشورہ دیا کہ حضرت علی سے کہہ کر ان بلوایوں کو دور کیا جائے۔ حضرت علی ؓ نے فرمایا: یہ ٹال مٹول مناسب نہیں۔ میں نے پہلی بار بیچ بچاؤ کیا تھا۔ اس کا انجام تم نے دیکھ لیا۔ مروان نے عثمان سے کہا: آپ بزرگ ہیں، اگر بلوایوں کی بات مانتے رہے تو جو آپ کے دوست ہیں وہی آپ کے دشمن ہو جائیں گے۔ اس لیے اب بلوایوں سے کچھ مہلت لے کر باہر سے فوجی کمک منگوائیے۔ کیونکہ یہ سب بغاوت پر آمادہ ہیں۔ ان سے عہد کر کے اس پر باقی رہنا مناسب نہیں۔ عثمان نے آدمی بھیج کر علی کو بلوایا اور کہا: مجھے اطمینان نہیں ہے، یہ مجھے قتل کئے بغیر نہ چھوڑیں گے۔ آپ انھیں مجھ سے دور کیجئے۔ اب میں قانون اسلام کے اجراء کا پوری طرح عہد کرتا ہوں چاہے اس میں میرا خون ہی بہہ جائے۔ حضرت علی نے فرمایا: لوگ آپ کے قتل کا نہیں بلکہ انصاف کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ وہ لوگ عہد پر عمل کے سوا کسی بات پر راضی نہ ہوں گے۔ ان کے پہلے دستے سے آپ نے وعدہ کیا تھا اسے وفا نہ کیا۔ میں نے آپ کے خدا گواہ پر اعتبار کر کے انھیں دور کر دیا۔ لیکن آپ نے ایک بھی وعدے کو وفا نہ کیا، نہ کوئی عہد پورا کیا۔ اب آپ اس بھڑے میں نہ رہیں کہ دوبارہ مجھے دھوکہ دے سکیں گے۔ کیونکہ میں صرف امور حق ہی میں آپ کی حمایت کر سکتا ہوں۔

عثمان نے کہا: ٹھیک ہے۔ آپ صرف امور حق ہی میں میری مدد کیجئے۔ خدا کی قسم! جو عہد میں نے کئے ہیں اسے پورا کروں گا۔ حضرت علی ؓ لوگوں کے درمیان گئے اور فرمایا: لوگو! تمہارا مطالبہ صحیح و درست ہے اس لیے اس کی موافقت کی جائے گی۔ عثمان دعویٰ کرتے ہیں کہ تمہارے ساتھ انصاف برتیں گے اور تمہاری مرضی کے خلاف نہ کریں گے۔ ان کی بات مان لو۔ لوگوں نے کہا: ہم نے مان لیا، لیکن اب صرف زبان جمع خرچ سے کام نہ چلے گا عمل بھی ہونا چاہیے۔ حضرت علی ؓ نے فرمایا: یہ تمہارا حق ہے میں اسے انجام دوں گا۔ پھر عثمان کے پاس آکر ساری روداد سنائی۔ عثمان نے کہا: ان سے مہلت لے لیجئے، کیونکہ میں ایک روز میں تو ان کے تمام مطالبات کو پورا نہ کر سکوں گا اور نہ اعتراضات کو

دفع کر سکوں گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: جو مدینے سے متعلق معاملہ ہے اس میں مہلت کی گنجائش نہیں مدینہ سے باہر کے معاملات کو اس وقت تک کا موقع دیا جاسکتا ہے جب تک آپ کا حکم وہاں پہنچ جائے۔ عثمان نے کہا: ٹھیک ہے، لیکن مدینہ کے لیے تین روز کا موقع دیجیئے۔ حضرت علیؓ امان گئے۔ اور عوام کے درمیان جا کر تحریری معاہدہ عثمان اور عوام کے درمیان ہو گیا۔ انھوں نے تین روز کا موقع دیا کہ تمام گذشتہ مظالم کی تلافی اور حق کا استحکام ہو۔ اور تمام نامناسب گورنروں کی برطرف کیا جائے۔ پھر سخت اور موکد ترین عہد جو خداوندوں کے درمیان ہو سکتا ہے عثمان سے کرایا گیا۔ اور اس پر مہاجرین و انصار گواہ ہوئے۔ نتیجہ میں مسلمانوں نے ان سے دست برداری اختیار کی تاکہ وہ اپنے عہد پر عمل کر سکیں لیکن عثمان نے خود کو جنگ کے لیے آمادہ کر لیا۔ اپنی پوزیشن مضبوط کرنے لگے، اسلحہ جمع کرنے لگے۔ اور غنائم خنس کے غلاموں (گورنمنٹ فوج) کو فراہم کرنے لگے۔ جب مہلت کے تین دن ختم ہو گئے تو حالات جوں کے توں تھے۔ عثمان نے کوئی تبدیلی نہیں کی تھی نہ تو ناپسندیدہ گورنروں کو برطرف کیا تھا۔ یہ دیکھ کر تمام عوام بھڑک اٹھی۔ عمرو بن حزم انصاری مصریوں کے پاس گئے جو مقام ذوقب میں ڈیرا ڈالے ہوئے تھے۔ اور انھیں تمام معاملات کی اطلاع دی۔ پھر ان کے ہمراہ مدینہ آ کر عثمان کو پیغام بھیجا کہ تم نے کسی عہد پر عمل نہ کیا، نہ توبہ کی، نہ حکومت میں کوئی تبدیلی کی، نہ عہد خداوندی کو پورا کیا۔ عثمان نے کہا: ہاں! میں اپنے عہد پر باقی ہوں۔ لوگوں نے کہا: تو پھر یہ خط کیسا ہے۔..... (۱)

جب مصر والے مدینہ آئے تو حضرت علیؓ نے انھیں سمجھا بجا کر اپنے شہروں کو واپس جانے پر آمادہ کر لیا تھا۔ پھر مقام ذوقب تک پہنچا کر مدینہ میں عثمان کو اطلاع دی کہ مصری واپس گئے۔ عثمان نے وہ دن گزار دیا۔ دوسرے دن مروان آیا اور عثمان سے کہا: لوگوں کو تقریر کر کے مطلع کر دیجیئے کہ مصر والوں کو جس وقت معلوم ہوا کہ امام و حکمران کے خلاف ساری باتیں جو معلوم ہوئی تھیں، غلط تھیں تو واپس چلے گئے۔ آپ کا یہ حکم اس قدر نافذ ہونا چاہیئے کہ عوام اپنے اپنے شہروں اور صوبوں کو واپس

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۱۶۔ (ج ۳، ص ۳۶۹، حوادث، ۳۵۰) تاریخ کامل، ج ۳، ص ۷۱۔ ۷۲۔ (ج ۲، ص ۲۸۹۔ ۲۸۸۔

حوادث، ۳۵۰)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۱۶۶۔ (ج ۲، ص ۱۴۹، خطبہ، ۳۰)۔

جائیں۔ کیونکہ اس طرح وہ حکومت پر مسلط ہو جائیں گے۔ عثمان اس بات پر آمادہ نہیں ہو رہے تھے۔ مگر مروان نے اس قدر زور دیا کہ مجبور ہو کر عثمان نے منبر پر جا کر کہا کہ یہ مصر کے عوام اس لیے آئے تھے کہ انھیں حکمرانوں کے خلاف بے بنیاد اور غلط باتیں معلوم ہوئی تھیں۔ جب انھیں یقین ہو گیا کہ وہ سب غلط تھیں تو واپس چلے گئے۔

یہ سنتے ہی چاروں طرف سے فریاد و غوغا بلند ہو گیا: عثمان! خدا سے ڈرو، خدا کی بارگاہ میں توبہ کرو۔ سب سے پہلے عمرو عاص نے کہا: عثمان خدا سے ڈرو، تم نے پاپ کر کے ہمیں بھی اس دلدل میں گھسیٹ دیا ہے۔ اب خدا سے توبہ کرو تا کہ ہم بھی توبہ کریں۔..... (۱)

دوسرا محاصرہ (۲)

بلاذری بحوالہ ابو جحف لکھتا ہے کہ مصریوں نے عثمان سے قرارداد لکھوا کر اپنے شہروں کا رخ کیا۔ راستے میں مقام ”ایلہ“ یا اس کے آس پاس پہنچے تھے۔ دیکھا کہ ایک سوار آرہا ہے اس کا رخ مصر کی

-
- ۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۱۰-۱۱۲۔ (ج ۴، ص ۳۵۹-۳۶۶۔ حوادث، ۳۵ھ)۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۷۴-۷۵۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۹۲۔ استیعاب (القسم الثانی، ص ۱۰۴-۱۰۷ نمبر ۱۷۸)۔ شرح ابن ابی الجہد، ج ۲، ص ۱۱۳۔ (ج ۲، ص ۱۲۳۔ خطبہ، ۳۰)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۶۸-۶۹۔ (ج ۲، ص ۲۸۳۔ حوادث، ۳۵ھ)۔ الفائق زختری، ج ۲، ص ۲۹۶۔ (ج ۴، ص ۳۵) نہایہ ابن اثیر، ج ۴، ص ۱۹۶، ج ۵، ص ۱۳۴۔ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۱۷۵۔ (ج ۷، ص ۱۹۶۔ حوادث، ۳۵ھ)۔ تاریخ ابن خلدون، ج ۲، ص ۳۹۶۔ (ج ۲، ص ۵۹۷)۔ لسان العرب، ج ۷، ص ۹۸۔ (ج ۱۴، ص ۲۹۹)۔ تاریخ العروس، ج ۳، ص ۵۹۲۔
- ۲۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۶۹-۷۰-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵-۹۶-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲-۱۰۳-۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸-۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۳-۱۱۴-۱۱۵-۱۱۶-۱۱۷-۱۱۸-۱۱۹-۱۲۰-۱۲۱-۱۲۲-۱۲۳-۱۲۴-۱۲۵-۱۲۶-۱۲۷-۱۲۸-۱۲۹-۱۳۰-۱۳۱-۱۳۲-۱۳۳-۱۳۴-۱۳۵-۱۳۶-۱۳۷-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۰-۱۴۱-۱۴۲-۱۴۳-۱۴۴-۱۴۵-۱۴۶-۱۴۷-۱۴۸-۱۴۹-۱۵۰-۱۵۱-۱۵۲-۱۵۳-۱۵۴-۱۵۵-۱۵۶-۱۵۷-۱۵۸-۱۵۹-۱۶۰-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶-۱۶۷-۱۶۸-۱۶۹-۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶-۱۷۷-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۶-۱۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۰-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴-۱۹۵-۱۹۶-۱۹۷-۱۹۸-۱۹۹-۲۰۰-۲۰۱-۲۰۲-۲۰۳-۲۰۴-۲۰۵-۲۰۶-۲۰۷-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۰-۲۱۱-۲۱۲-۲۱۳-۲۱۴-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۶-۲۲۷-۲۲۸-۲۲۹-۲۳۰-۲۳۱-۲۳۲-۲۳۳-۲۳۴-۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷-۲۳۸-۲۳۹-۲۴۰-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۳-۲۴۴-۲۴۵-۲۴۶-۲۴۷-۲۴۸-۲۴۹-۲۵۰-۲۵۱-۲۵۲-۲۵۳-۲۵۴-۲۵۵-۲۵۶-۲۵۷-۲۵۸-۲۵۹-۲۶۰-۲۶۱-۲۶۲-۲۶۳-۲۶۴-۲۶۵-۲۶۶-۲۶۷-۲۶۸-۲۶۹-۲۷۰-۲۷۱-۲۷۲-۲۷۳-۲۷۴-۲۷۵-۲۷۶-۲۷۷-۲۷۸-۲۷۹-۲۸۰-۲۸۱-۲۸۲-۲۸۳-۲۸۴-۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷-۲۸۸-۲۸۹-۲۹۰-۲۹۱-۲۹۲-۲۹۳-۲۹۴-۲۹۵-۲۹۶-۲۹۷-۲۹۸-۲۹۹-۳۰۰-۳۰۱-۳۰۲-۳۰۳-۳۰۴-۳۰۵-۳۰۶-۳۰۷-۳۰۸-۳۰۹-۳۱۰-۳۱۱-۳۱۲-۳۱۳-۳۱۴-۳۱۵-۳۱۶-۳۱۷-۳۱۸-۳۱۹-۳۲۰-۳۲۱-۳۲۲-۳۲۳-۳۲۴-۳۲۵-۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸-۳۲۹-۳۳۰-۳۳۱-۳۳۲-۳۳۳-۳۳۴-۳۳۵-۳۳۶-۳۳۷-۳۳۸-۳۳۹-۳۴۰-۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳-۳۴۴-۳۴۵-۳۴۶-۳۴۷-۳۴۸-۳۴۹-۳۵۰-۳۵۱-۳۵۲-۳۵۳-۳۵۴-۳۵۵-۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸-۳۵۹-۳۶۰-۳۶۱-۳۶۲-۳۶۳-۳۶۴-۳۶۵-۳۶۶-۳۶۷-۳۶۸-۳۶۹-۳۷۰-۳۷۱-۳۷۲-۳۷۳-۳۷۴-۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷-۳۷۸-۳۷۹-۳۸۰-۳۸۱-۳۸۲-۳۸۳-۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶-۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹-۳۹۰-۳۹۱-۳۹۲-۳۹۳-۳۹۴-۳۹۵-۳۹۶-۳۹۷-۳۹۸-۳۹۹-۴۰۰-۴۰۱-۴۰۲-۴۰۳-۴۰۴-۴۰۵-۴۰۶-۴۰۷-۴۰۸-۴۰۹-۴۱۰-۴۱۱-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۱۵-۴۱۶-۴۱۷-۴۱۸-۴۱۹-۴۲۰-۴۲۱-۴۲۲-۴۲۳-۴۲۴-۴۲۵-۴۲۶-۴۲۷-۴۲۸-۴۲۹-۴۳۰-۴۳۱-۴۳۲-۴۳۳-۴۳۴-۴۳۵-۴۳۶-۴۳۷-۴۳۸-۴۳۹-۴۴۰-۴۴۱-۴۴۲-۴۴۳-۴۴۴-۴۴۵-۴۴۶-۴۴۷-۴۴۸-۴۴۹-۴۵۰-۴۵۱-۴۵۲-۴۵۳-۴۵۴-۴۵۵-۴۵۶-۴۵۷-۴۵۸-۴۵۹-۴۶۰-۴۶۱-۴۶۲-۴۶۳-۴۶۴-۴۶۵-۴۶۶-۴۶۷-۴۶۸-۴۶۹-۴۷۰-۴۷۱-۴۷۲-۴۷۳-۴۷۴-۴۷۵-۴۷۶-۴۷۷-۴۷۸-۴۷۹-۴۸۰-۴۸۱-۴۸۲-۴۸۳-۴۸۴-۴۸۵-۴۸۶-۴۸۷-۴۸۸-۴۸۹-۴۹۰-۴۹۱-۴۹۲-۴۹۳-۴۹۴-۴۹۵-۴۹۶-۴۹۷-۴۹۸-۴۹۹-۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴-۵۰۵-۵۰۶-۵۰۷-۵۰۸-۵۰۹-۵۱۰-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۴-۵۱۵-۵۱۶-۵۱۷-۵۱۸-۵۱۹-۵۲۰-۵۲۱-۵۲۲-۵۲۳-۵۲۴-۵۲۵-۵۲۶-۵۲۷-۵۲۸-۵۲۹-۵۳۰-۵۳۱-۵۳۲-۵۳۳-۵۳۴-۵۳۵-۵۳۶-۵۳۷-۵۳۸-۵۳۹-۵۴۰-۵۴۱-۵۴۲-۵۴۳-۵۴۴-۵۴۵-۵۴۶-۵۴۷-۵۴۸-۵۴۹-۵۵۰-۵۵۱-۵۵۲-۵۵۳-۵۵۴-۵۵۵-۵۵۶-۵۵۷-۵۵۸-۵۵۹-۵۶۰-۵۶۱-۵۶۲-۵۶۳-۵۶۴-۵۶۵-۵۶۶-۵۶۷-۵۶۸-۵۶۹-۵۷۰-۵۷۱-۵۷۲-۵۷۳-۵۷۴-۵۷۵-۵۷۶-۵۷۷-۵۷۸-۵۷۹-۵۸۰-۵۸۱-۵۸۲-۵۸۳-۵۸۴-۵۸۵-۵۸۶-۵۸۷-۵۸۸-۵۸۹-۵۹۰-۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۵۹۴-۵۹۵-۵۹۶-۵۹۷-۵۹۸-۵۹۹-۶۰۰-۶۰۱-۶۰۲-۶۰۳-۶۰۴-۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۶۰۸-۶۰۹-۶۱۰-۶۱۱-۶۱۲-۶۱۳-۶۱۴-۶۱۵-۶۱۶-۶۱۷-۶۱۸-۶۱۹-۶۲۰-۶۲۱-۶۲۲-۶۲۳-۶۲۴-۶۲۵-۶۲۶-۶۲۷-۶۲۸-۶۲۹-۶۳۰-۶۳۱-۶۳۲-۶۳۳-۶۳۴-۶۳۵-۶۳۶-۶۳۷-۶۳۸-۶۳۹-۶۴۰-۶۴۱-۶۴۲-۶۴۳-۶۴۴-۶۴۵-۶۴۶-۶۴۷-۶۴۸-۶۴۹-۶۵۰-۶۵۱-۶۵۲-۶۵۳-۶۵۴-۶۵۵-۶۵۶-۶۵۷-۶۵۸-۶۵۹-۶۶۰-۶۶۱-۶۶۲-۶۶۳-۶۶۴-۶۶۵-۶۶۶-۶۶۷-۶۶۸-۶۶۹-۶۷۰-۶۷۱-۶۷۲-۶۷۳-۶۷۴-۶۷۵-۶۷۶-۶۷۷-۶۷۸-۶۷۹-۶۸۰-۶۸۱-۶۸۲-۶۸۳-۶۸۴-۶۸۵-۶۸۶-۶۸۷-۶۸۸-۶۸۹-۶۹۰-۶۹۱-۶۹۲-۶۹۳-۶۹۴-۶۹۵-۶۹۶-۶۹۷-۶۹۸-۶۹۹-۷۰۰-۷۰۱-۷۰۲-۷۰۳-۷۰۴-۷۰۵-۷۰۶-۷۰۷-۷۰۸-۷۰۹-۷۱۰-۷۱۱-۷۱۲-۷۱۳-۷۱۴-۷۱۵-۷۱۶-۷۱۷-۷۱۸-۷۱۹-۷۲۰-۷۲۱-۷۲۲-۷۲۳-۷۲۴-۷۲۵-۷۲۶-۷۲۷-۷۲۸-۷۲۹-۷۳۰-۷۳۱-۷۳۲-۷۳۳-۷۳۴-۷۳۵-۷۳۶-۷۳۷-۷۳۸-۷۳۹-۷۴۰-۷۴۱-۷۴۲-۷۴۳-۷۴۴-۷۴۵-۷۴۶-۷۴۷-۷۴۸-۷۴۹-۷۵۰-۷۵۱-۷۵۲-۷۵۳-۷۵۴-۷۵۵-۷۵۶-۷۵۷-۷۵۸-۷۵۹-۷۶۰-۷۶۱-۷۶۲-۷۶۳-۷۶۴-۷۶۵-۷۶۶-۷۶۷-۷۶۸-۷۶۹-۷۷۰-۷۷۱-۷۷۲-۷۷۳-۷۷۴-۷۷۵-۷۷۶-۷۷۷-۷۷۸-۷۷۹-۷۸۰-۷۸۱-۷۸۲-۷۸۳-۷۸۴-۷۸۵-۷۸۶-۷۸۷-۷۸۸-۷۸۹-۷۹۰-۷۹۱-۷۹۲-۷۹۳-۷۹۴-۷۹۵-۷۹۶-۷۹۷-۷۹۸-۷۹۹-۸۰۰-۸۰۱-۸۰۲-۸۰۳-۸۰۴-۸۰۵-۸۰۶-۸۰۷-۸۰۸-۸۰۹-۸۱۰-۸۱۱-۸۱۲-۸۱۳-۸۱۴-۸۱۵-۸۱۶-۸۱۷-۸۱۸-۸۱۹-۸۲۰-۸۲۱-۸۲۲-۸۲۳-۸۲۴-۸۲۵-۸۲۶-۸۲۷-۸۲۸-۸۲۹-۸۳۰-۸۳۱-۸۳۲-۸۳۳-۸۳۴-۸۳۵-۸۳۶-۸۳۷-۸۳۸-۸۳۹-۸۴۰-۸۴۱-۸۴۲-۸۴۳-۸۴۴-۸۴۵-۸۴۶-۸۴۷-۸۴۸-۸۴۹-۸۵۰-۸۵۱-۸۵۲-۸۵۳-۸۵۴-۸۵۵-۸۵۶-۸۵۷-۸۵۸-۸۵۹-۸۶۰-۸۶۱-۸۶۲-۸۶۳-۸۶۴-۸۶۵-۸۶۶-۸۶۷-۸۶۸-۸۶۹-۸۷۰-۸۷۱-۸۷۲-۸۷۳-۸۷۴-۸۷۵-۸۷۶-۸۷۷-۸۷۸-۸۷۹-۸۸۰-۸۸۱-۸۸۲-۸۸۳-۸۸۴-۸۸۵-۸۸۶-۸۸۷-۸۸۸-۸۸۹-۸۹۰-۸۹۱-۸۹۲-۸۹۳-۸۹۴-۸۹۵-۸۹۶-۸۹۷-۸۹۸-۸۹۹-۹۰۰-۹۰۱-۹۰۲-۹۰۳-۹۰۴-۹۰۵-۹۰۶-۹۰۷-۹۰۸-۹۰۹-۹۱۰-۹۱۱-۹۱۲-۹۱۳-۹۱۴-۹۱۵-۹۱۶-۹۱۷-۹۱۸-۹۱۹-۹۲۰-۹۲۱-۹۲۲-۹۲۳-۹۲۴-۹۲۵-۹۲۶-۹۲۷-۹۲۸-۹۲۹-۹۳۰-۹۳۱-۹۳۲-۹۳۳-۹۳۴-۹۳۵-۹۳۶-۹۳۷-۹۳۸-۹۳۹-۹۴۰-۹۴۱-۹۴۲-۹۴۳-۹۴۴-۹۴۵-۹۴۶-۹۴۷-۹۴۸-۹۴۹-۹۵۰-۹۵۱-۹۵۲-۹۵۳-۹۵۴-۹۵۵-۹۵۶-۹۵۷-۹۵۸-۹۵۹-۹۶۰-۹۶۱-۹۶۲-۹۶۳-۹۶۴-۹۶۵-۹۶۶-۹۶۷-۹۶۸-۹۶۹-۹۷۰-۹۷۱-۹۷۲-۹۷۳-۹۷۴-۹۷۵-۹۷۶-۹۷۷-۹۷۸-۹۷۹-۹۸۰-۹۸۱-۹۸۲-۹۸۳-۹۸۴-۹۸۵-۹۸۶-۹۸۷-۹۸۸-۹۸۹-۹۹۰-۹۹۱-۹۹۲-۹۹۳-۹۹۴-۹۹۵-۹۹۶-۹۹۷-۹۹۸-۹۹۹-۱۰۰۰-۱۰۰۱-۱۰۰۲-۱۰۰۳-۱۰۰۴-۱۰۰۵-۱۰۰۶-۱۰۰۷-۱۰۰۸-۱۰۰۹-۱۰۱۰-۱۰۱۱-۱۰۱۲-۱۰۱۳-۱۰۱۴-۱۰۱۵-۱۰۱۶-۱۰۱۷-۱۰۱۸-۱۰۱۹-۱۰۲۰-۱۰۲۱-۱۰۲۲-۱۰۲۳-۱۰۲۴-۱۰۲۵-۱۰۲۶-۱۰۲۷-۱۰۲۸-۱۰۲۹-۱۰۳۰-۱۰۳۱-۱۰۳۲-۱۰۳۳-۱۰۳۴-۱۰۳۵-۱۰۳۶-۱۰۳۷-۱۰۳۸-۱۰۳۹-۱۰۴۰-۱۰۴۱-۱۰۴۲-۱۰۴۳-۱۰۴۴-۱۰۴۵-۱۰۴۶-۱۰۴۷-۱۰۴۸-۱۰۴۹-۱۰۵۰-۱۰۵۱-۱۰۵۲-۱۰۵۳-۱۰۵۴-۱۰۵۵-۱۰۵۶-۱۰۵۷-۱۰۵۸-۱۰۵۹-۱۰۶۰-۱۰۶۱-۱۰۶۲-۱۰۶۳-۱۰۶۴-۱۰۶۵-۱۰۶۶-۱۰۶۷-۱۰۶۸-۱۰۶۹-۱۰۷۰-۱۰۷۱-۱۰۷۲-۱۰۷۳-۱۰۷۴-۱۰۷۵-۱۰۷۶-۱۰۷۷-۱۰۷۸-۱۰۷۹-۱۰۸۰-۱۰۸۱-۱۰۸۲-۱۰۸۳-۱۰۸۴-۱۰۸۵-۱۰۸۶-۱۰۸۷-۱۰۸۸-۱۰۸۹-۱۰۹۰-۱۰۹۱-۱۰۹۲-۱۰۹۳-۱۰۹۴-۱۰۹۵-۱۰۹۶-۱۰۹۷-۱۰۹۸-۱۰۹۹-۱۱۰۰-۱۱۰۱-۱۱۰۲-۱۱۰۳-۱۱۰۴-۱۱۰۵-۱۱۰۶-۱۱۰۷-۱۱۰۸-۱۱۰۹-۱۱۱۰-۱۱۱۱-۱۱۱۲-۱۱۱۳-۱۱۱۴-۱۱۱۵-۱۱۱۶-۱۱۱۷-۱۱۱۸-۱۱۱۹-۱۱۲۰-۱۱۲۱-۱۱۲۲-۱۱۲۳-۱۱۲۴-۱۱۲۵-۱۱۲۶-۱۱۲۷-۱۱۲۸-۱۱۲۹-۱۱۳۰-۱۱۳۱-۱۱۳۲-۱۱۳۳-۱۱۳۴-۱۱۳۵-۱۱۳۶-۱۱۳۷-۱۱۳۸-۱۱۳۹-۱۱۴۰-۱۱۴۱-۱۱۴۲-۱۱۴۳-۱۱۴۴-۱۱۴۵-۱۱۴۶-۱۱۴۷-۱۱۴۸-۱۱۴۹-۱۱۵۰-۱۱۵۱-۱۱۵۲-۱۱۵۳-۱۱۵۴-۱۱۵۵-۱۱۵۶-۱۱۵۷-۱۱۵۸-۱۱۵۹-۱۱۶۰-۱۱۶۱-۱۱۶۲-۱۱۶۳-۱۱۶۴-۱۱۶۵-۱۱۶۶-۱۱۶۷-۱۱۶۸-۱۱۶۹-۱۱۷۰-۱۱۷۱-۱۱۷۲-۱۱۷۳-۱۱۷۴-۱۱۷۵-۱۱۷۶-۱۱۷۷-۱۱۷۸-۱۱۷۹-۱۱۸۰-۱۱۸۱-۱۱۸۲-۱۱۸۳-۱۱۸۴-۱۱۸۵-۱۱۸۶-۱۱۸۷-۱۱۸۸-۱۱۸۹-۱۱۹۰-۱۱۹۱-۱۱۹۲-۱۱۹۳-۱۱۹۴-۱۱۹۵-۱۱۹۶-۱۱۹۷-۱۱۹۸-۱۱۹۹-۱۲۰۰-۱۲۰۱-۱۲۰۲-۱۲۰۳-۱۲۰۴-۱۲۰۵-۱۲۰۶-۱۲۰۷-۱۲۰۸-۱۲۰۹-۱۲۱۰-۱۲۱۱-۱۲۱۲-۱۲۱۳-۱۲۱۴-۱۲۱۵-۱۲۱۶-۱۲۱۷-۱۲۱۸-۱۲۱۹-۱۲۲۰-۱۲۲۱-۱۲۲۲-۱۲۲۳-۱۲۲۴-۱۲۲۵-۱۲۲۶-۱۲۲۷-۱۲۲۸-۱۲۲۹-۱۲۳۰-۱۲۳۱-۱۲۳۲-۱۲۳۳-۱۲۳۴-۱۲۳۵-۱۲۳۶-۱۲۳۷-۱۲۳۸-۱۲۳۹-۱۲۴۰-۱۲۴۱-۱۲۴۲-۱۲۴۳-۱۲۴۴-۱۲۴۵-۱۲۴۶-۱۲۴۷-۱۲۴۸-۱۲۴۹-۱۲۵۰-۱۲۵۱-۱۲۵۲-۱۲۵۳-۱۲۵۴-۱۲۵۵-۱۲۵۶-۱۲۵۷-۱۲۵۸-۱۲۵۹-۱۲۶۰-۱۲۶۱-۱۲۶۲-۱۲۶۳-۱۲۶۴-۱۲۶۵-۱۲۶۶-۱۲۶۷-۱۲۶۸-۱۲۶۹-۱۲۷۰-۱۲۷۱-۱۲۷۲-۱۲۷۳-۱۲۷۴-۱۲۷۵-۱۲۷۶-۱۲۷۷-۱۲۷۸-۱۲۷۹-۱۲۸۰-۱۲۸۱-۱۲۸۲-۱۲۸۳-۱۲۸۴-۱۲۸۵-۱۲۸۶-۱۲۸۷-۱۲۸۸-۱۲۸۹-۱۲۹۰-۱۲۹۱-۱۲۹۲-۱۲۹۳-۱۲۹۴-۱۲۹۵-۱۲۹۶-۱۲۹۷-۱۲۹۸-۱۲۹۹-۱۳۰۰-۱۳۰۱-۱۳۰۲-۱۳۰۳-۱۳۰۴-۱۳۰۵-۱۳۰۶-۱۳۰۷-۱۳۰۸-۱۳۰۹-۱۳۱۰-۱۳۱۱-۱۳۱۲-۱۳۱۳-۱۳۱۴-۱۳۱۵-۱۳۱۶-۱۳۱۷-۱۳۱۸-۱۳۱۹-۱۳۲۰-۱۳۲۱-۱۳۲۲-۱۳۲۳-۱۳۲۴-۱۳۲۵-۱۳۲۶-۱۳۲۷-۱۳۲۸-۱۳۲۹-۱۳۳۰-۱۳۳۱-۱۳۳۲-۱۳۳۳-۱۳۳۴-۱۳۳۵-۱۳۳۶-۱۳۳۷-۱۳۳۸-۱۳۳۹-۱۳۴۰-۱۳۴۱-۱۳۴۲-۱۳۴۳-۱۳۴۴-۱۳۴۵-۱۳۴۶-۱۳۴۷-۱۳۴۸-۱۳۴۹-۱۳۵۰-۱۳۵۱-۱۳۵۲-۱۳۵۳-۱۳۵۴-۱۳۵۵-۱۳۵۶-۱۳۵۷-۱۳۵۸-۱۳۵۹-۱۳۶۰-۱۳۶۱-۱۳۶۲-۱۳۶۳-۱۳۶۴-۱۳۶۵-۱۳۶۶-۱۳۶۷-۱۳۶۸-۱۳۶۹-۱۳۷۰-۱۳۷۱-۱۳۷۲-۱۳۷۳-۱۳۷۴-۱۳۷۵-۱۳۷۶-۱۳۷۷-۱۳۷۸-۱۳۷۹-۱۳۸۰-۱۳۸۱-۱۳۸۲-۱۳۸۳-۱۳۸۴-۱۳۸۵-۱۳۸۶-۱۳۸۷-۱۳۸۸-۱۳۸۹-۱۳۹۰-۱۳۹۱-۱۳۹۲-۱۳۹۳-۱۳۹۴-۱۳۹۵-۱۳۹۶-۱۳۹۷-۱۳۹۸-۱۳۹۹-۱۴۰۰-۱۴۰۱-۱۴۰۲-۱۴۰۳-۱۴۰۴-۱۴۰۵-۱۴۰۶-۱۴۰۷-۱۴۰۸-۱۴۰۹-۱۴۱۰-۱۴۱۱-۱۴۱۲-۱۴۱۳-۱۴۱۴-۱۴۱۵-۱۴۱۶-۱۴۱۷-۱۴۱۸-۱۴۱۹-۱۴۲۰-۱۴۲۱-۱۴۲۲-۱۴۲۳-۱۴۲۴-۱۴۲۵-۱۴۲۶-۱۴۲۷-۱۴۲۸-۱۴۲۹-۱۴۳۰-۱۴۳۱-۱۴۳۲-۱۴۳۳-۱۴۳۴-۱۴۳۵-۱۴۳۶-۱۴۳۷-۱۴۳۸-۱۴۳۹-۱۴۴۰-۱۴۴۱-۱۴۴۲-۱۴۴۳-۱۴۴۴-۱۴۴۵-۱۴۴۶-۱۴۴۷-۱۴۴۸-۱۴۴۹-۱۴۵۰-۱۴۵۱-۱۴۵۲-۱۴۵۳-۱۴۵۴-۱۴۵۵-۱۴۵۶-۱۴۵۷-۱۴۵۸-۱۴۵۹-۱۴۶۰-۱۴۶۱-۱۴۶۲-۱۴۶۳-۱۴۶۴-۱۴۶۵-۱۴۶۶-۱۴۶۷-۱۴۶۸-۱۴۶۹-۱۴۷۰-۱۴۷۱-۱۴۷۲-۱۴۷۳-۱۴۷۴-۱۴۷۵-۱۴۷۶-۱۴۷۷-۱۴۷۸-۱۴۷۹-۱۴۸۰-۱۴۸۱-۱۴۸۲-۱۴۸۳-۱۴۸۴-۱۴۸۵-۱۴۸۶-۱۴۸۷-۱۴۸۸-۱۴۸۹-۱۴۹۰-۱۴۹۱-۱۴۹۲-۱۴۹۳-۱۴۹۴-۱۴۹۵-۱۴۹۶-۱۴۹۷-۱۴۹۸-۱۴۹۹-۱۵۰۰-۱۵۰۱-۱۵۰۲-۱۵۰۳-۱۵۰۴-۱۵۰۵-۱۵۰۶-۱۵۰۷-۱۵۰۸-۱۵۰۹-۱۵۱۰-۱۵۱۱-۱۵۱۲-۱۵۱۳-۱۵۱۴-۱۵۱۵-۱۵۱۶-۱۵۱۷-۱۵۱۸-۱۵۱۹-۱۵۲۰-۱۵۲۱-۱۵۲۲-۱۵۲۳-۱۵۲۴-۱۵۲۵-۱۵۲۶-۱۵۲۷-۱۵۲۸-۱۵۲۹-۱۵۳۰-۱۵۳۱-۱۵۳۲-۱۵۳۳-۱۵۳۴-۱۵۳۵-۱۵۳۶-۱۵۳۷-۱۵۳۸-۱۵۳۹-۱۵۴۰-۱۵۴۱-۱۵۴۲-۱۵۴۳-۱۵۴

طرف ہے۔ اس سے پوچھا: تم کون ہو؟ جواب دیا: امیر المومنین (عثمان) کا قاصد ہوں، گورنر مصر عبداللہ بن ابی سرح کے پاس جا رہا ہوں۔ میں امیر المومنین کا نوکر ہوں۔ وہ سیاہ قام تھا۔ آپس میں سب نے اس کی تفتیش کرنے کی بات طے کی۔ ممکن ہے گورنر کو ہم لوگوں کے متعلق کوئی حکم لکھا ہو۔ تفتیش کے بعد کچھ نہ ملا۔ آخر کنانہ بن بشر کی تاکید پر اس کی مشک دیکھی گئی تو ایک بند شیشی میں عثمان کا خط تھا۔ جس میں لکھا تھا: جب مصر میں عمرو بن بدیل پہنچے تو گردن مار دو، ابن عدیس و کنانہ کے ہاتھ پاؤں قطع کر دو تاکہ تڑپ کر مر جائیں، پھر ان کی لاش شاخِ خرمالہ پر لٹکا دینا۔

کہتے ہیں کہ یہ خط مردان نے بغیر عثمان کی اطلاع کے لکھ دیا تھا۔ جب مصریوں کو خط کے مضمون سے آگاہی ہوئی تو کہا عثمان اپنے عہد سے پھر گئے ہیں۔ وہ لوگ پھر مدینہ واپس ہوئے اور خط کو حضرت علیؑ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ عثمان کے پاس گئے۔ عثمان نے قسم کھائی کہ میں نے نہیں لکھا ہے، نہ اس کی خبر ہے۔ لیکن یہ تسلیم کیا کہ خط ان کے کاتب ہی کا لکھا ہوا ہے۔ حضرت علیؑ غصے میں یہ کہتے ہوئے چلے آئے کہ بلکہ تمہارا خود کا لکھا ہوا ہے۔

ابو جحف کا بیان ہے کہ عثمان کی مہر جمران بن ابان کے پاس تھی۔ اسے مردان نے لے لیا تھا، جب وہ بصرہ جانے لگا تھا۔

جیم فہری کا بیان ہے کہ عثمان نے حضرت علیؑ کو جواب دیا کہ میرا نہیں میرے فشی کا لکھا ہوا ہے بلکہ آپ کا لکھا ہوا ہے کیونکہ بلوائی آپ کے تابع ہیں اور آپ مجھ سے دور نہیں کرتے۔ میں تو آپ ہی کو الزام دوں گا۔

پھر تو مصریوں نے عثمان کے گھر پر دھاوا بول دیا۔ کہنے لگے: کس قدر شرم کی بات ہے کہ تمہاری مہر سے ایسا حکم صادر ہو جس کی تمہیں خبر نہ ہو۔ تم جامہ خلافت اتار دو۔ عثمان نے کہا: جو جامہ خدا نے مجھے پہنایا ہے میں ہرگز نہ اتاروں گا۔ بنی امیہ چلانے لگے: یا علی! یہ سارا معاملہ آپ ہی نے خراب کیا ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: ابے احمق! تم جانتے ہو کہ نہ وہ ناقہ میرا تھا نہ قاصد۔ میں نے تو مصریوں کو واپس کر کے حالات درست کرنے کی کئی بار ہر ممکن کوشش کی۔ اب کیا تدبیر کروں؟ پھر یہ کہتے ہوئے

واپس ہو گئے: خدایا! میں ان کی باتوں سے بیزار ہوں اور اس خون سے بیزار ہوں جو ایک کے بعد ایک نہتے۔

جب عثمان کا محاصرہ کیا گیا تو عثمان نے عوام کے لئے ایک خط جس کو ابن زبیر نے لوگوں کے درمیان پڑھ کر سنایا: بخدا نہ وہ خط میں نے لکھا نہ مجھے اس کی کوئی اطلاع ہے اور میں تم لوگوں کو زبان دیتا ہوں کہ تمہاری کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کروں گا۔ بنا بریں ہر شخص اپنی پسند کا آدمی خود منتخب کر لے یہ خزانے کی چابی بھی حاضر ہے جسے چاہو حوالے کر دو۔

لوگوں نے کہا: ہم نے خط لکھنے کا الزام تم پر دیا ہے لہذا تم خلافت چھوڑ دو۔

ابن سعد نے جابر بن عبد اللہ انصاریؓ کا بیان نقل کیا ہے جس میں واپس ہوتے ہوئے مصریوں کا عثمان کے نوکر سے خط پانا اور مصریوں کا مدینہ واپس آنا، محمد بن مسلمہ کو ان کے پاس عثمان کا بھیجنا اور مصریوں کے محاصرے کا حال مرقوم ہے۔

اس سلسلے میں دوسرے تاریخی روایات کو بھی علامہ امینیؒ نے درج کیا ہے۔ سعید بن مسیب نے انھیں متذکرہ واقعات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ چنانچہ آخر میں ابن مسیب کا بیان ہے کہ لوگوں نے عثمان کا محاصرہ کر کے پانی بند کر دیا۔ عثمان نے بام خانہ سے پوچھا: یہاں علیؓ ہیں؟ جواب ملا: نہیں۔ پوچھا: سعد ہیں؟ جواب ملا: نہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد کہا: تم میں کوئی ایسا ہے جو علیؓ کو خبر کر دے کہ مجھے پانی پہنچا دیں۔ جب علیؓ کو خبر ہوئی تو آپؐ نے پانی کی تین مشکلیں پہنچوائیں۔ چنانچہ اس جھڑپ میں بنی امیہ اور بنی ہاشم کے چند غلام بھی زخمی ہوئے۔ مشہور مورخ واقدی نے بھی انھیں تفصیلات کو لکھا ہے۔

طبری کا بیان ہے کہ عثمان کا خط مصر لے جانے والے کا نام ابو اعدا سلسلی تھا۔ (۱) حضرت علیؓ اسی کے لیے اکثر نمازوں میں لعنت فرماتے تھے۔ (۲)

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۱۵۔ ج ۴، ص ۳۶۷۔ حوادث، ۳۵ھ۔

۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۱۶۵۔ ج ۲، ص ۱۵۰، خطبہ ۳۰۔ تاریخ طبری، ج ۶، ص ۴۰، ج ۵، ص ۷۱، حوادث، ۳۵ھ۔ تاریخ ابوالفداء، ج ۱، ص ۱۷۹۔ استیعاب، القسم الرابع، ص ۱۶۰۰۔ نمبر ۲۸۳۹۔

طبری یہ بھی لکھتا ہے کہ عثمان بن محمد افسی کا بیان ہے کہ عثمان کا محاصرہ مصریوں کے آنے سے قبل ہی شروع ہو چکا تھا۔ مصر والے جمعہ کے دن مدینہ پہنچے اور عثمان کو بعد جمعہ قتل کر دیا گیا۔ (۱)

عثمان تو بہ کار، تو بہ شکن

طبری نے سفیان بن ابی العوجاء کا بیان نقل کیا ہے کہ پہلی دفعہ مصری آئے تو عثمان نے محمد بن مسلمہ سے بات کر کے انھیں واپس کر دیا۔ جب وہ لوگ مقام بویب پہنچے تو عثمان کے نوکر کا خط پکڑا اور واپس مدینہ آ کر مالک اشتر اور حکیم بن جبہ سے سارا ماجرا بیان کیا۔ وہ لوگ خط کو عثمان کے سامنے لے گئے۔ انھوں نے پوچھا تو عثمان نے انکار کیا اور کہا کہ یہ خط جعلی ہے۔ پوچھا: کیا یہ خط آپ کا لکھا نہیں؟ کہا: میرا لکھا ہے لیکن میری مہر نہیں نہ میرے حکم سے لکھا گیا ہے۔ پوچھا: کیا یہ نوکر آپ کا نہیں؟ جواب دیا: ہے، لیکن میری اجازت کے بغیر گیا تھا۔ پوچھا: یہ اونٹ جس پر سوار ہو کر گیا آپ کا نہیں ہے؟ جواب دیا: ہے، لیکن میری اجازت کے بغیر حاصل کیا گیا۔ کہا گیا: دو حال سے خالی نہیں یا آپ سچے ہیں یا جھوٹے۔ اگر جھوٹے ہیں تو حکومت چھوڑ دیے۔ کیونکہ ناحق ہمارے قتل کا حکم دیا۔ اگر سچے ہیں تو بھی حکومت چھوڑ دیے کیونکہ آپ کمزور اور غافل ہیں۔ اور اپنے ارد گرد گندے لوگوں کو جمع کر رکھا ہے۔ کیا کسی حکمران کے لیے ایسا غافل اور ست ہونا روا ہے، جس کی طرف سے حکم صادر ہو اور اسے پتہ نہ ہو؟ مزید کہا: آپ کو اصحاب رسولؐ نے نصیحت کی کہ غلط بدعتوں کو چھوڑ دیے، قانون اسلام کا نفاذ کیجئے۔ آپ نے انھیں سخت سزائیں دیں۔

عثمان نے کہا: ہر حکمران کبھی غلطی کرتا ہے، کبھی صحیح کام کرتا ہے۔ آپ لوگوں کو غلطیوں پر انتقام لینے کا حق نہیں۔ کہا گیا: آپ نے سنگین غلطیاں کی ہیں۔ آپ حکومت سے دستکش ہو جائیے۔ جب آپ سے بات ہوئی ہے آپ تو بہ کرتے ہیں اور پھر اپنی سی کرنے لگتے ہیں۔ یہ دوبار ہو چکا ہے۔ یہاں تک کہ محمد بن مسلمہ آپ کی حرکتوں سے نفرت کرنے لگے ہیں۔ اب انھوں نے عہد کیا ہے کہ عثمان کے معاملے میں

کبھی دخل نہ دیں گے۔ ہم پہلی بار واپس گئے تاکہ آپ کو بہانہ نہ مل سکے، اب ہمیں اس واپسی پر شرمندگی ہے۔ دوسری بار آپ نے ہمارے قتل کا فرمان صادر کر دیا۔ اب آپ اپنے خط کا بھی انکار کرنے لگے۔ اب آپ حکومت چھوڑیئے تاکہ آپ کی زحماتوں سے ہمیں چھٹکارا ملے اور آپ بھی ہمارے ہاتھوں محفوظ رہیں۔ جب سب کہہ چکے تو عثمان نے تقریر کی: تم نے انصاف کی بات نہیں کی۔ کیونکہ تم حکومت چھوڑنے کو کہتے ہو، جس جاے کو خدا نے پنھایا ہے ہم اسے نہ اتاریں گے۔ البتہ ہم توبہ کر سکتے ہیں کہ اب ان غلطیوں کو نہیں دہرائیں گے لوگوں نے کہا: ہم اس سے قبل آپ کو موقع دے چکے ہیں۔ آپ نے وہی غلطیاں دہرائی تھیں۔ پھر ہماری گردن زدنی کا بھی حکم دے دیا۔ ہمیں امید ہے کہ پھر آپ وہی حرکتیں کریں گے۔ اب ہم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ آپ کی جگہ دوسرے کو بٹھا کر ہی دم لیں گے۔ اگر آپ کے قبیلے نے جنگ کی تو گھسان کی جنگ ہوگی یا ہم قتل ہوں گے یا آپ۔ عثمان نے کہا: اگر تم ہمیں قتل بھی کر دو تو ہم حکومت نہ چھوڑیں گے۔ اور اگر تم مجھ سے جنگ کرو گے تو ہم اپنے کسی آدمی کو جنگ کا حکم نہ دیں گے کہ تم سے جنگ کرے۔ (حالانکہ ان کے قبیلے کا کوئی بھی وہاں ایسا نہ تھا جو ان کی حمایت میں جنگ کرتا۔ سبھی خائف و گریزاں تھے۔ ام حبیبہ کی پناہ میں تھے۔)

بخدا! اگر ہم چاہتے تو تم سے جنگ کے لیے لشکر بلا لیتے، تم سے جنگی بہادروں کا مقابلہ کراتے اب تم لوگ اپنی جان پر رحم کرو۔ اگر میری زندگی کی فکر نہیں تو اپنی زندگی کی فکر کرو۔ کیونکہ میرے قتل کے بعد انتقام کا چکر چل نکلے گا۔ آخر وہ لوگ عثمان کے پاس سے چلے آئے اور اعلان جنگ کر دیا۔ عثمان نے مجھے (محمد بن مسلمہ) آدمی بھیج کر بلوایا تاکہ معاملے کو رفع دفع کروں لیکن میں نے انکار کر دیا۔ (۱)

متذکرہ تاریخی واقعات کا تجزیہ

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان کو قتل کرنے والے مہاجرین و انصار تھے، اصحاب رسول تھے، عثمان کی طرف صرف چار افراد تھے۔

مہاجرین و انصار کے افراد جو مصر، کوفہ، بصرہ وغیرہ سے آئے تھے انھوں نے عثمان کی اصلاح میں کوئی کوتاہی نہ کی۔ ان کا مقصد محض عثمان کو بدعتوں سے روکنا تھا۔ باہر سے آئے ہوئے، عظیم الشان اصحاب رسول ﷺ تھے۔ جن کی دینداری، تقویٰ اور فضیلت کا کبھی اقرار کرتے تھے۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں: زید، مالک، اشتر، کعب بن عبدہ، زیاد بن نضر حارثی، عمرو بن اہتم، (۱) عمرو بن حق خزاعی، عمرو بن بدیل خزاعی، عبد اللہ بن بدیل خزاعی، (۲) عبد الرحمن بن عدیس، محمد بن ابی بکر (۳) اور حکیم بن جبلة عبدی۔ (۴)

یہ بھی مردان صالح اور زبان رسالت سے اپنی دینداری کی سند حاصل کر چکے تھے۔

ایام محاصرہ عثمان

جو کچھ کشمکش سامنے آئیں اور گفتگو و مباحثات، سوال جواب کی باتیں ہوئیں۔ ان سے لوگوں کے صلاح و تقویٰ کا پورا ثبوت ملتا ہے۔ نیز یہ کہ مخالفین عثمان فقط خدا کے لیے اور اس کے قانون و شریعت کے اجراء کے لیے بغاوت پر آمادہ ہوئے تھے۔ وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ حکم الہی پر عمل ہو۔ ان کے قیام کا مقصد صرف یہ تھا کہ معاشرے میں الہی حکومت قائم ہو۔ باغیوں کا مقصد ہرگز یہ نہ تھا کہ وہ حکومت پر قبضہ کر لیں یا مال و دولت حاصل کر لیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب بھی عثمان نے بدعتوں سے توبہ کی تو ان سے راضی ہو گئے اور جب انھوں نے انحراف کا مشاہدہ کیا یا عثمان کو عہد و پیمان سے پھرتے دیکھا تو شورش پر آمادہ ہو گئے۔ باغیوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بلند ترین مظاہرہ کیا۔ جب حکومت

۱۔ استیعاب (القسم الثالث، ص ۱۱۶۳، نمبر ۱۸۹۲)۔ اسد الغابہ، ج ۳، ص ۱۹۶، نمبر ۳۸۶۲۔ الاصابہ، ج ۲، ص ۵۲۴، نمبر ۵۷۷۰۔

۲۔ استیعاب القسم الثالث، ص ۸۷۲، نمبر ۱۳۸۱، اسد الغابہ، ج ۳، ص ۱۸۳، نمبر ۲۸۳۲۔ الاصابہ، ج ۲، ص ۲۸۰، نمبر ۳۵۵۹۔

۳۔ استیعاب القسم الثالث، ص ۱۳۶۷، نمبر ۳۲۲۰۔ الاصابہ، ج ۳، ص ۴۷۲، نمبر ۸۲۹۳۔

۴۔ استیعاب القسم الاول، ص ۳۶۶، نمبر ۵۳۰۔ مروج الذهب، ج ۲، ص ۷، ج ۲، ص ۳۷۵۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۹۶، ج ۲، ص ۳۶۶، حوادث، ج ۳۶۔

میں سیاسی تباہی کے آثار دیکھے تو حق کے نفاذ کے لیے کوشاں ہونے لگے۔ اگر اس جماعت کا مقصد اس کے علاوہ کچھ ہوتا تو حضرت علیؓ ان کی ستائش نہ کرتے۔ چنانچہ مصر والوں کے متعلق اپنے ایک خط میں اشارہ کیا کہ لوگوں نے جب مملکت میں نافرمانی کے آثار دیکھے، حق کو پامال ہوتے دیکھا تو شورش پر آمادہ ہو گئے۔ اسی طرح دوسرے اصحاب نے بھی ان لوگوں کی تعریف کی ہے۔ ایسی شورش کے موقعوں پر عزت داروں کا احترام باقی نہیں رہتا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جو لوگ عثمان کے خلاف بغاوت کر رہے تھے انھوں نے تمام اصحاب اور ارباب حق کی عزت کا تحفظ کیا۔

دوسرے یہ کہ ان تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان جرائم کے مرتکب ہوئے تھے اور مسلمانوں نے ان کی مذمت کی۔ خود عثمان نے بھی ان جرائم کا اعتراف کیا اور یہ کہ جرم اور اسلامی قانون کے خلاف عمل کرنا گناہ ہے۔ اسی لئے انھوں نے توبہ بھی کی اور عہد کیا کہ ان گناہوں سے باز آ جائینگے۔ کچھ ہی دن بعد پھر توبہ توڑ دی اور اسلامی احکام کی مخالفت کرنے لگے۔ مجھے نہیں معلوم کہ ان دونوں حالتوں میں کس پر عمل کیا آیا بدعتوں کے اقرار اور اظہار توبہ پر یا اس صورتحال پر کہ جب مردان نے ان کو کھیلونے کی طرح منبر پر پہنچوا کر کھلوا یا کہ یہ مصر والے غلط فہمی میں حاکم کے خلاف شورش پر آمادہ تھے لیکن جب انھوں نے سمجھ لیا کہ یہ تمام باتیں غلط اور بے بنیاد ہیں تو اپنے اپنے ملکوں میں واپس گئے۔

تیسرے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ انھوں نے اسلام کی مخالفت کے رویے سے باز آنے کا تاکید عہد کیا تھا۔ یہ عہد ان حکم ناموں سے معلوم ہوتا ہے جو انھوں نے مختلف گورنروں کے نام لکھ کر باغیوں کے حوالے کیا تھا۔ پھر انھوں نے اس عہد و پیمان کو توڑ ڈالا اور جن کی ضمانت حضرت علیؓ اور محمد ابن مسلمہ جیسے عظیم الشان صحابیوں نے لی تھی اسے پیروں تلے روند ڈالا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان کو اپنے عہد و پیمان کا پاس دلچاظ نہیں تھا۔ نہ وہ ضمانت داروں کا احترام کرتے تھے۔ وہ عہد توڑنے کو جرم و گناہ نہیں سمجھتے تھے۔ لہذا اس میں کوئی شک نہیں کہ عادل اور راست رواد اصحاب کے متعلق مسلمانوں کی تاویلات کا کوئی وزن نہیں رہ جاتا۔

چوتھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ محاصرہ اول کے زمانے میں جو عہد نامہ لکھا گیا اور جس میں یہ شرط

رکھی گئی تھی کہ عثمان قرآن و سنت پر عمل کریں اور اب تک جن بدعتوں کے مرتکب ہوئے ہیں، ان سے باز آئیں۔ اس عہد نامے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان کی حکومت قرآن و سنت سے منحرف تھی اور کسی حاکم کا قرآن و سنت سے منحرف ہونا اس کی ذلت کی دلیل ہے۔

پانچویں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ زبان رسالت سے طرید و لعین لقب پایا ہوا مروان ابن حکم اس قدر عثمان کے معاملات میں دخیل تھا کہ بقول مولا علی عثمان کے دین و عقل کو غارت کر چکا ہے اور وہ انھیں اونٹ کے مہار کی طرح جہاں چاہتا ہے گھسیتا رہتا ہے۔ اسی کی وجہ سے کئی بار عہد و پیمان ہوئے اور ٹوٹے۔ عثمان پر حیرت ہے کہ وہ اپنے کو ایسے ملعون کے قبضے میں کیسے دیئے ہوئے تھے کہ جس کے پاس نہ دین تھا نہ ایمان و امانت؟ اچھی طرح جانتے تھے کہ ساری بدبختی اس کی لائی ہوئی ہے، یہ حادثے اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ مر گئے اور مروان جیسے بے دین کے چنگل سے نہ نکل سکے۔

اس سے زیادہ حیرت کی بات یہ کہ عثمان نے حضرت علیؑ اور دیگر اصحاب کی نصیحتوں پر قطعی توجہ نہیں دی، (۱) نہ ان کے محکم استدلال و ہدایت پر کان دھرے۔ حالانکہ جانتے تھے کہ یہ لوگ ان کے ہمدرد ہیں۔ اور نیکی کا حکم دے کر اور برائی سے روک کر اپنی ذمہ داری سے سبک دوش ہو رہے ہیں۔ ان کی دعوت سر اسران کی اور امت اسلامی کی نجات کی ضامن ہے۔

محاصرے کی مدت (۲)

تاریخی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ مدت محاصرہ میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہ اختلاف تاریخی

۱۔ المسند رک علی الصمیس، ج ۳، ص ۴۷۹، ج ۴، ص ۵۲۶، حدیث ۸۴۷۷۔ حیاۃ الخو ان، ج ۲، ص ۳۹۹، ج ۲، ص ۳۲۲۔ الصواعق المحرقة، ص ۱۰۸۔ ۱۸۱۔ سیرۃ حلبیہ، ج ۱، ص ۳۳۷، ج ۱، ص ۳۱۷۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۵۶۔ ج ۶، ص ۱۵۵، خطبہ ۷۲۔
۲۔ الامتہ ولسیاء، ج ۲، ص ۳۳۔ ج ۱، ص ۳۸۔ ۳۷۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۷۱۔ ۷۲۔ ج ۶، ص ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۰۵، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۹۔ ج ۳، ص ۳۵۱، ۳۶۷، ۳۶۹، ۳۷۳۔ حوادث، ج ۵، ص ۳۵۔ تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۱۵۲۔ ج ۲، ص ۱۷۵۔
تاریخ کامل، ج ۵، ص ۷۱، ۷۲۔ ج ۲، ص ۲۸۸۔ ۲۸۷۔ حوادث، ج ۵، ص ۳۵۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۱۶۵۔ ج ۲، ص ۱۵۰۔ خطبہ ۳۰۔
تاریخ ابن خلدون، ج ۲، ص ۳۹۳۔ ج ۲، ص ۵۹۵۔ المغزۃ الکبریٰ ص ۶۲۶۔ المجموعۃ الکاملۃ لمؤلفات طہ حسین، ج ۲، ص ۴۲۱۔

روایات کے ظاہری معنی میں ہے۔ اگر غور کیا جائے تو محاصرے کا واقعی زمانہ لگ بھگ دریافت کیا جاسکتا ہے۔ واقعی لکھتا ہے کہ عثمان کا انچاس روز تک محاصرہ کیا گیا تھا۔ زیر دو مہینہ بیس دن یا چالیس دن اور ابن کثیر ایک مہینے سے زیادہ یا چالیس سے اوپر کچھ دن محاصرے کی نشاندہی کرتے ہیں۔ شععی نے دو سو بیس دن کہا ہے، طبری کی روایت میں ہے کہ انقبالیوں کے مدینہ آنے اور قتل ہونے کی مدت ستر دن تھی، بعض روایتوں میں ہے کہ حجابہ کے واقعے کے بعد بیس روز تک محاصرہ چلتا رہا۔ ممکن ہے ان روایات میں دو محاصروں کی مدت بیان کی گئی ہو۔ یا محاصرے کی ابتداء اس وقت سے سمجھی گئی ہو جب شورش پسند مدینہ پہنچے اور عثمان کے گھر کو فوجی گھیرے میں لے لیا۔ یا پھر محاصرے کا آغاز اس وقت سے سمجھا گیا ہو جب ان پر عرصہ حیات تنگ کیا گیا تھا یا جب سے ان پر پانی بند کیا گیا اور لوگوں کو آنے جانے سے روکا گیا۔ یا اس وقت سے سمجھا گیا ہو کہ صوبوں کے مخالفین مدینے میں آئے یا اس زمانے میں کہ جب مدینے والوں نے شورش پسندوں کے ساتھ شامل ہو کر عثمان کا گھر گھیر لیا۔ مدت محاصرہ کے اختلاف کو انھیں صورتوں سے دفع کیا جاسکتا ہے۔

زمانہ محاصرہ میں عثمان نے خطوط لکھے

طبری لکھتا ہے کہ مصر والے اپنے شہروں کو واپس جاتے ہوئے اس لیے پلٹ آئے کہ عثمان کا نوکر ایک اونٹ پر سوار گورنر مصر کے لیے خط لے کر جا رہا تھا جس میں تحریر تھا کہ ان میں سے بعض کو قتل کر دو یا دار پر چڑھا دو۔ جب مصر والوں نے واپس آ کر پوچھا: یہ آپ کا نوکر ہے تو جواب دیا: ہاں میرا نوکر ہے، لیکن میری اجازت کے بغیر گیا تھا۔ پوچھا: یہ اونٹ آپ کا ہے؟ اسے بے اجازت لے گیا تھا۔ پوچھا: خط پر آپ کی مہر ہے؟ جواب دیا: کسی نے مہر لگا دی ہوگی۔ اس پر عبدالرحمن ابن عدیس نے کچھ اشعار بھی کہے۔ جب عثمان نے اپنے سر پر مصیبت دیکھ لی اور بغاوت میں سب کا اتفاق ملاحظہ کر لیا تو معاذیہ کو شام میں ایک خط لکھا کہ مدینے والے کافر ہو گئے ہیں اور اطاعت کا انکار کر کے بیعت توڑ دی ہے، اس لیے کسی طرح بھی میرے پاس شامیوں کی فوج بھیجو۔ عثمان نے ایک خط شام والوں کے لیے

بھی لکھا تھا کہ شورش پسند میرے قتل میں جلدی کرنا چاہتے ہیں، انھوں نے مجھے اختیار دیا ہے کہ یا تو مجھے جلاوطن کر دیں یا اس لباس خلافت کو جسے خدا نے میرے جسم پر آراستہ کیا ہے، مجھ سے اتار لیں۔ حالانکہ حاکم کبھی اپنے کاموں میں غلطی بھی کر جاتا ہے۔ اس لیے تم لوگ میری مدد کرو، میرے سوا تمہارا کوئی حاکم نہیں۔ جلدی کرو۔ اے معاویہ! خود آ کر میری مدد کرو۔ حالانکہ میں جانتا ہوں کہ تو میری مدد نہ کرے گا۔

ایک خط عبداللہ ابن عامر کو لکھا کہ بصرے والوں کو میرے پاس بھیجو۔ عبداللہ نے لوگوں کو جمع کر کے عثمان کا خط سنایا اور مدد پر ابھارا۔ جاشع ابن مسعود اور قیس ابن یسہم نے اپنی تقریروں میں مدد کرنے کو کہا اور لوگ مدینہ جانے کے لیے تیار بھی ہوئے۔ مگر عبداللہ نے جاشع کو سردار بنا کر مدینہ روانہ کیا لیکن وہ ابھی صرار کے پاس پہنچے تھے کہ عثمان کے قتل ہونے کی اطلاع ملی۔ طبری کے مطابق عثمان نے دوسرے صوبوں کے باشندوں سے مدد طلب کی اور سلسلہ خلافت کے پیش نظر شوریٰ کے ذریعے اپنے خلیفہ معین ہونے اور اچھی طرح انتظام حکومت کرنے کی باتیں لکھی۔ جب یہ خط لوگوں کو ملا تو ہر چہار جانب سے لوگ ان کی مدد کو پہنچنے لگے۔

ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ عثمان نے ایک خط نافع کے ذریعے کئے والوں کو بھیجا کہ حاجیوں کے درمیان پڑھ کے سنا دیا جائے اور ان سے مدد طلب کی۔ نافع بروز عرفہ مکہ پہنچا۔ اس سال عثمان نے عبداللہ ابن عباس کو حاجیوں کی سرپرستی پر مامور کیا تھا۔ نافع جب عثمان کا خط پڑھنے لگا تو ابن عباس نے اسے روک کر خود تقریر شروع کر دی اور مدد کرنے کی کوئی بات نہیں کی۔ عثمان کا خط بہت اچھے مطالب پر مشتمل تھا جسے طحسین نے نقل کیا ہے لیکن اس کی تاریخی سند مشکوک ہے کیونکہ اس خط کی نشاندہی ابن ابی سبرہ نے کی ہے وہ نہایت جھوٹا انسان تھا۔ محدثین اس کی روایات پر اعتبار نہیں کرتے۔ (۱)

۱۔ تاریخ، ج ۳، ص ۱۵۷، نمبر ۶۵۹۔ تاریخ الکبیر، جلد ۸، ص ۹، نمبر ۶۵، کتاب الکتی۔ کتاب الضعفاء والمتردین، ص ۲۶۲، نمبر ۶۹۷۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، ج ۷، ص ۲۹۷، نمبر ۲۲۰۰۔ کتاب البحر وحین، ج ۳، ص ۱۳۷۔ تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۳۷۲۔ ۳۶۷۔ نمبر ۷۶۹۔ تہذیب التہذیب، ج ۱۲، ص ۲۷، ج ۱۲، ص ۳۱۔

خطوط عثمان پر ایک نظر

ان خطوط کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان نے مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے جو طریقہ اختیار کیا وہ خود شورش کا سبب تھا۔ وہ مدینے کے مہاجر و انصار کے متعلق لکھتے ہیں: مدینے والے کافر ہو گئے ہیں، انھوں نے میری بیعت و اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا ہے یا یہ فقرہ کہ مشرک اور جنگجو قبیلے اسی طرح میرے اوپر ٹوٹ پڑے ہیں جس طرح رسول اللہ ﷺ پر احزاب والے ٹوٹ پڑے تھے یا جنگ احد کی طرح لوگ مجھ پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ ان قبائل یا مدینے والوں سے مراد وہی اصحاب رسول ہیں جو مہاجر و انصار کی فرد تھے اور جن کے متعلق تمام اہل سنت کا فیصلہ ہے کہ وہ عادل اور ہدایت یافتہ ہیں، وہ انھیں اصحاب کے قول و عمل کو حجت سمجھتے ہیں کیونکہ ان کی عدالت پر سبھی مطمئن ہیں۔ ان کا اعتقاد ہے کہ مہاجر و انصار کا ہر اقدام ہدایت سے بھرپور ہوتا تھا۔ کیا جو لوگ ایسا ایمان و عقیدہ اصحاب رسول کے لیے رکھتے ہیں ان کے متعلق اس طرح کا دشنام اور تہمت برداشت کر سکتے ہیں کہ وہ مشرک قبیلے ہیں اور پیغمبر ﷺ پر حملہ کر بیٹھے ہیں، اور وہ کافر ہو گئے ہیں۔ کیا اس سے بڑی کوئی توہین ہو سکتی ہے؟ کیا ان کے پاس دین کا ذرا بھی احساس نہیں رہ گیا تھا؟ کیا وہ دفاع حق کی صلاحیت سے بالکل محروم ہو چکے تھے؟ یہی سبب تھا کہ عثمان کا خط دیکھ کر عام طور سے لوگ ان کے خلاف شورش پر آمادہ ہو گئے۔ پھر وہ لکھتے ہیں کہ مدینے والے یعنی مہاجر و انصار نے میری اطاعت سے سرتابی کی ہے حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ مسلمان فقط خدا اور رسول ﷺ کا مطیع ہے۔ اسی امام کا حکم مانے گا جو قرآن و سنت پر عمل کرے۔ اور جن لوگوں نے عثمان کے خلاف بغاوت کی تھی ان کا متفقہ فیصلہ تھا کہ عثمان قرآن و سنت پر عمل نہیں کر رہے ہیں۔ ایسی صورت میں آخر وہ کس کی فرمانبرداری کرتے اور یہ شکایت آخر کیا معنی رکھتی ہے؟

بیعت اسی وقت لازم ہوتی ہے جب صاحب بیعت شرائط پر باقی رہے اور لوگوں نے قرآن، سنت اور سیرت شیخین کی پیروی پر بیعت کی تھی۔ وہ اپنی شرط سے منحرف ہو چکے تھے۔ اس لیے مسلمان اپنے بیان بیعت پر کیسے باقی رہتا۔ تمام مسلمانوں اور اصحاب رسول ﷺ کا عقیدہ تھا کہ وہ قرآن و سنت سے پھر گئے ہیں۔ اس لیے ان لوگوں نے بیعت بھی توڑ دی۔ اب عثمان کی یہ گہار کہ مسلمان نے

بیعت توڑ دی ہے بیکار رہے۔

چونکہ چاروں طرف سے لشکر آرہے تھے اس لیے اصحاب رسول ﷺ اور مسلمانوں نے عظیم الشان قتل و خون سے بچنے کے لیے ان کا کام تمام کر دیا۔ آخر یہ وہی اصحاب تھے جنہوں نے اسلام اور پیغمبر ﷺ کی نصرت کی تھی۔ بے سہارا مہاجرین کو پناہ دی تھی اور جانبازی و فداکاری دکھا کر پرچم اسلام کو بلند کیا تھا۔ عثمان کے خطوں میں انھیں جنگجو اور مشرک قبیلہ کہنا اور خندق اور احد سے تشبیہ دینا حیرت ناک بات تھی۔

اس کے علاوہ قابل غور بات یہ ہے کہ عثمان کی توبہ میں تذبذب اور دوغلو پن تھا۔ اصحاب رسول کے سامنے مسجد میں منبر پر عہد کیا اور حضرت علیؓ سمیت دوسرے لوگ اس کے گواہ ہوئے۔ اس توبہ میں اعتراف کیا گیا تھا کہ انھوں نے قرآن و سنت سے انحراف کر کے غلطی کی ہے۔ یہ اقرار کیا تھا کہ اب اسلامی رو یہ اپنا کر قرآن و سنت پر عمل کریں گے۔ تھوڑے دن بعد اپنی توبہ توڑ دی اور پچھلی باتوں کی کوئی اصلاح نہیں کی۔ آخر ایسا کیوں کیا؟ ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ اسی گمان پر تھا کہ اگر حمایتیوں اور گورنروں نے فوجی کمک بھیج دی تو ان کے ذریعے سے مخالفوں کی سرکوبی کر دیں گے۔ اسی مقصد کے تحت گورنروں کو خط بھی لکھا تھا۔ وہ خطوط میں اپنے انحراف سے انکار بھی کرتے ہیں۔ مثلاً کئے والوں کو لکھتے ہیں کہ نہ مجھے توبہ کی مہلت دی جا رہی ہے اور نہ میرے استدلال پر کان دھرے جا رہے ہیں۔ مدینے والوں نے ان سے کہا: اے خلیفہ! کیا تم نے بار بار توبہ نہیں کی لیکن اپنی توبہ توڑتے رہے اور گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے رہے۔ معاملے کو نال کر صوبوں سے فوجیں بلانے کا ارادہ ہے تاکہ لوگوں کا خون بہا کر اسلامی شہروں کو ویران کیا جائے۔ چنانچہ یزید ابن کرز نے کہا بھی تھا کہ اگر میں مدینہ پہنچ جاؤں گا تو وہاں کے ایک بھی بالغ کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ ان لوگوں نے عثمان کی بدینتی تاڑ لی تھی۔ اور وہ سمجھ گئے تھے کہ مردان انھیں جدھر چاہتا ہے مہار تھام کر گھسینا پھر رہا ہے۔ اس لیے دین اسلام اور معاشرے کی بقاء کے لیے عثمان کا کام تمام کر دیا گیا۔

یہاں ایک دوسری بات بھی لائق توجہ ہے۔ میں عثمان سے پوچھتا ہوں: آخر تمہارا اس سے

کیا مقصد تھا کہ خدا نے جس جامہ خلافت کے میرے بدن پر آراستہ کیا ہے اسے ہرگز نہیں اتاروں گا؟ یہ بات گفتگوؤں، تقریروں اور خطوں میں مکرر کی ہے۔ کیا تمہارے ذہن میں یہ بات نہیں تھی کہ لوگ اس جملے کا تجربہ بھی کر چکے؟ اس وقت تمہارے طرفداروں کے پاس کیا جواب ہوگا؟ آخر یہ قبائے خلافت خدا نے تمہیں کب پہنائی؟ حالانکہ ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ جس عبدالرحمن ابن عوف نے یہ قبائیں پہنائی تھی، اس نے تم سے مرتے دم تک بات نہیں کی تھی۔ تم اسے منافق اور نامعلوم کیا کیا کہتے رہے۔ اسی لیے ابن عوف نے وصیت کی تھی کہ تم اس کی نماز جنازہ نہ پڑھنا۔ اور حضرت علیؓ سے کہا تھا آپ بھی تلوار اٹھائیے اور میں بھی تلوار اٹھاؤں کیونکہ عثمان اپنے معاہدوں سے پھر گئے ہیں۔ وہ تمہارے خلاف لوگوں کو بھڑکاتے رہے۔ قسم کھائی تھی کہ مرتے دم تک تم سے بات نہ کروں گا۔ تم ان کی عیادت کے لیے گئے تو انھوں نے اپنا منہ دیوار کی طرف کر لیا۔ اس کے علاوہ شوریٰ کے تمام ارکان تمہارے مخالف تھے۔

اور اگر ہم ابو بکر اور عمر کی سیرت کو میزان قرار دیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ خلیفہ معین کرنا خدا پر لازم نہیں ہے بلکہ خدا نے یہ کام امت کے حوالے کر دیا ہے کہ جس کو چاہے منتخب کر لے۔ حالانکہ ارشاد خداوندی ہے کہ اللہ جس کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے منتخب کرتا ہے اور انتخاب کا حق بندوں کو نہیں۔ کسی بھی مومن مرد و عورت کو جب کہ خدا اور اس کا رسول ﷺ فرمان صادر کر دیں تو انھیں اپنے معاملات میں اختیار نہیں رہ جاتا۔ اس مفہوم کی حدیثیں بھی موجود ہیں۔ اس صورت میں شاید تمہارا خیال ہے کہ جن لوگوں نے تمہارا انتخاب کیا ان کی تائید خدا نے بھی کر دی؟ کیا خدا نے مسلمانوں کو ذمہ داریوں کو واضح نہیں کر دیا اور امام یا جانشین رسول ﷺ کو معین نہیں کر دیا ہے؟ کیا یہ ہوس انگیز رائے تنقید کے قابل نہیں؟ آخر اس جمہوری انتخاب کو خلعت الہی سے تشبیہ دینا کیا معنی رکھتا ہے یہ قطعی جاہلانہ خیال ہے کہ جس جامہ کو خدا نے میرے بدن پر آراستہ کیا ہے ہرگز نہیں اتاروں گا۔

بہر حال ہم اس پہلی قبائے خلافت کو دیکھتے ہیں کہ غیر قانونی انتخاب کے ذریعے دھوس و دھمکی کے ساتھ پہن لی گئی اور جس میں بے شمار بد مختیاں پیدا ہوئیں۔ حالانکہ بقول حضرت علیؓ: وہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ امت کے درمیان ایسا شخص موجود ہے جس کی حیثیت چکی میں قطب کی ہے اور اس کی

بلندیوں تک طائر خیال کی رسائی نہیں۔ وہ ہر خیر و برکت کا سرچشمہ ہے۔ اس کے باوجود اس نے مرنے وقت اس خلعت کو پسر خطاب کے حوالے کر دیا۔ یہ اس سے زیادہ حیرتناک بات تھی حالانکہ وہ سمجھ رہے تھے کہ حضرت علیؓ مجھ سے بہر حال افضل ہیں۔ پھر یہ قبائے خلافت عثمان کے حوالے عبدالرحمنؓ نے کی اور پھر علیؓ سے کہنے لگے کہ بیعت کرو ورنہ گردن ماری جائے گی۔ حضرت علیؓ غصے میں وہاں سے چلے آئے۔ آخر یہ خلافت قبائے الہی کیسے ہو گئی؟ یہ بحث طولانی ہے جس میں بہت سے مسائل پر بات ہو سکتی ہے۔ اس لیے اس کی تشریح کچھ زیادہ مناسب نہیں۔

لیکن ہاں جس خلافت کو خلعت الہی کہا جائے وہ خدا کی معین کی ہوئی اور پیغمبر اکرم ﷺ کی تبلیغ کے ذریعے امت تک پہنچتی ہے۔ یہ وہی ہے جس کی تبلیغ پیغمبر ﷺ نے بعثت کے پہلے ہی دن کر دی تھی۔ اس خلافت کا وارث خلعت کو خود کبھی اتار نہیں سکتا اور نہ اپنی ذمہ داریوں کو نظر انداز کر سکتا ہے۔ یہ خلافت، ولایت خدا اور رسول ﷺ سے وابستہ ہے اور اسی کے ذریعہ دین کامل ہوا۔ یہ خلافت الہی کہاں اور لوگوں کے ذریعہ منتخب شدہ خلافت کہاں؟

سیاسی انتخاب میں غلبہ و تسلط اور غاصبانہ قبضے کی بات آجاتی ہے۔ وہ عوام کے ذریعہ تشکیل پاتی ہے اور ختم ہو جاتی ہے۔ اس خلافت کو رہبرانہ ذمہ داریوں کے اعتقادی و اخلاقی پہلو، تہذیب نفس یا تبلیغ احکام اور امت کو معراج انسانیت تک پہنچانے کا احساس نہیں ہوتا۔ ایسی حکومت کے افراد اعتقاد و اخلاق سے محروم ہوتے ہیں۔ یہ حقیقت ان تمام حکام کے یہاں دیکھی جاسکتی ہے جو بغیر حکم الہی حاکم ہو گئے۔

خانہ عثمان پر جنگ

ابن سعد (۱) نے مروان کے آزاد شدہ غلام ابو حصصہ کا بیان نقل کیا ہے کہ جب عثمان کے گھر پر جنگ چھڑ گئی تو مروان رجز پڑھتا ہوا سامنے آیا کہ میرے مقابل کون آئے گا؟ عروہ اس سے جنگ کو نکلے اور اس کی گدی پر تلواریں اور وہ خون میں لوٹنے لگا۔ یہ دیکھ کر عبید چھری لے کر اس کا سر قلم کرنے کے

لیے بڑھے۔ یہ دیکھ کر مردان کی ماں نے اس سے کہا اگر تمہیں مارنا تھا تو اسے مار چکے، اب اسے کلڑے کلڑے کیوں کرتے ہو۔ عبید نے خجالت کے ساتھ اسے چھوڑ دیا۔

عیاش لکھتا ہے کہ اس موقع پر موجود ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے ابن بیاع کو دیکھا کہ مردان سے جنگ کے لیے نکلا اور مردان کی گدی پر تلوار ماری کہ گردن کٹ گئی۔ اس کا سر قلم کرنا چاہا تو کہا گیا کہ اس کا گوشت کلڑے کلڑے کیوں کر رہے ہو۔ یہ سن کر اسے چھوڑ دیا گیا۔

بلاذری (۱) نے خالد ابن حرب کا بیان نقل کیا ہے کہ قتل عثمان کے دن بنی امیہ نے زوجہ رسول ام حبیبہ کے گھر پناہ لی تھی۔ ام حبیبہ نے عاص، ابوالعاص اور اسید کے گھرانے والوں کو اپنے گھر میں رکھا اور دوسروں کو دوسری جگہ پر چھپا دیا۔ ایک دن معاویہ نے عمرو ابن سعید کو اکڑ کے چلتے ہوئے دیکھ کر کہا: میرے ماں باپ ام حبیبہ پر قربان ہو جائیں! اس گھرانے کو بہت اچھی پہنچائی تھیں کہ اسے گھر کے اناج کی کوٹھی میں چھپا دیا تھا۔

بہر حال لوگ بنی حزم انصاری کے گھر کی طرف سے عثمان کے گھر میں گھس گئے۔ ان لوگوں کے مقابلے میں قریش کے تین آدمی اٹھے۔ عبداللہ بن وہب، عبداللہ ابن عوف اور عبداللہ ابن عبدالرحمن، یہ دیکھ کر عبداللہ ابن عبدالرحمن نے کہا: اللہ کے بندو! ہمارے اور تمہارے درمیان یہ قرآن فیصلہ کرے گا۔ لیکن لوگوں نے بغیر کچھ پرواہ کئے ان تینوں کو عثمان کے گھر میں قتل کر ڈالا۔

اتنے میں مالک اشتر عثمان کی تلاش میں آئے تو دیکھا ان کے پاس کوئی نہیں ہے تو واپس جانے لگے۔ مسلم ابن کریب ہمدانی نے مالک اشتر سے کہا: آپ ہی نے مجھے اس شخص کو قتل کرنے کی دعوت دی اب اسے دیکھ کر واپس کیوں جا رہے ہیں؟ اشتر نے کہا: چھوڑو بھی، کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو کہ اس وقت یہ بے سہارا ہے۔ اشتر کو واپس جانا دیکھ کر عثمان کے آزاد کردہ غلام ناطل نے کہا: اس کی شامت آئی ہے۔ بخدا! اسی اشتر نے تمام مملکت کو امیر المومنین عثمان کے خلاف بھڑکایا۔ اب اگر اسے میں قتل نہ کروں تو خدا مجھے قتل کرے۔ یہ کہہ کر مالک اشتر پہ حملہ کر دیا۔ عمرو ابن عبید ہمدانی نے اشتر کو آواز دی: دیکھو

پیچھے سے حملہ ہو رہا ہے۔ مالک اشتر نے مڑ کر دیکھا اور نائل کے بائیں ہاتھ کو کاٹ دیا۔ پھر زخمی نائل کا پیچھا کر کے ان دونوں قتل کو کر دیا۔ اس سلسلے میں مروان کے بھی کچھ اشعار ہیں۔ (۱) ابو مخنف نے بھی قتل عثمان کے انہی واقعات کو نقل کیا ہے۔ تاریخ طبری میں ابو حصصہ کا بیان یوں نقل ہے کہ بخدا! جب عثمان کے گھر کا محاصرہ ہوا تو میں وہاں موجود تھا۔ (۲) بنی امیہ مقابلے پر آمادہ ہوئے، جنگ میں نہ ہی بھڑکانی تھی۔ قبیلہ اسلم کے نیار نامی شخص کو کوٹھے سے ایک تیر مار کر قتل کر دیا۔ جس کی وجہ سے جنگ شروع ہو گئی۔ پھر میں کوٹھے سے نیچے اترا، لوگ گھر پر ہنگامہ کئے ہوئے تھے کہ قاتل نیار کو میرے حوالے کر دے۔ عثمان نے کہا: میں ان کے قاتل کو نہیں پہچانتا۔ وہ شب جمعہ تھی۔ لوگ مشعل روشن کئے ہوئے تھے۔ صبح ہوئی تو لوگوں نے مشعلوں سے دروازے میں آگ لگا دی۔ ہم لوگ جنگ کرتے رہے اور گھر کے لکڑی کے حصے جلتے رہے۔ یہ دیکھ کر عثمان نے اپنے ساتھیوں سے کہا: گھر میں آگ لگ چکی ہے تم لوگوں کے مدد کی ذمہ داری میں اٹھائے لیتا ہوں۔ تم لوگ گھر واپس جاؤ۔ پھر مروان سے کہا: بیٹھو گھر کے باہر مت جاؤ۔ مروان نے نافرمانی کرتے ہوئے کہا: کہ بخدا میں تمہیں اکیلے قتل ہوتا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔ پھر مروان نے لوگوں کی طرف رخ کیا۔ میں نے مروان سے کہا کہ تمہیں تنہا نہیں چھوڑوں گا۔ اور اس کی مدد پر کمر بستہ ہو گیا۔ ہم تھوڑے لوگ تھے اور مروان رجز پڑھ رہا تھا۔

ابو بکر ابن حارث کا بیان ہے کہ عبدالرحمن ابن عدیس مسجد رسول ﷺ سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ اتنے میں مروان میدان میں آیا۔ عبدالرحمن نے عروہ کے بیٹے سے کہا: اس سے مقابلہ کرو۔ یہاں تک عبید ابن رفاعہ نے اس کا سر قلم کر دیا۔ (ابن سعد کا بھی یہی بیان ہے۔)

حسین بن عیسیٰ اپنے باپ کا بیان نقل کرتا ہے کہ عید قربان کے تین دن بعد عثمان کے گھر کا محاصرہ کیا گیا۔ وہ کسی کی ایک بات بھی ماننے پر تیار نہ تھے۔ اڑے رہے کہ حکومت سے دستبردار نہ ہوں گے نہ اپنا طریقہ بدلیں گے۔

۱۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۸۱-۸۸، ج ۶، ص ۱۹۹-۱۹۷۔

۲۔ تاریخ طبری، ج ۴، ص ۳۷۹، حوادث، ص ۳۵۰۔

اپنے فوجیوں اور مصاحبوں کو پیام دیا کہ میرے پاس آجائیں۔ اتنے میں بزرگ صحابی رسول نیار بن عیاض (جو کافی مسن تھے) نے اٹھ کر عثمان کو آواز دی۔ عثمان بام خانہ پر نمودار ہوئے اور دونوں میں گفتگو ہونے لگی۔ اسی درمیان عثمان کے ایک حمایتی نے نیار کو تاک کر تیر مارا اور وہ قتل ہو گئے۔ بعض کا خیال ہے کہ تیر مارنے والا کثیرین صلت کندی تھا۔ یہ دیکھ کر بلوایوں نے قاتل نیار کو حوالے کرنے کا مطالبہ کیا تا کہ ان کے بدلے میں اسے قتل کیا جائے۔ عثمان نے جواب دیا:

جو شخص اس وقت میری مدد کر رہا ہے اسے تمہارے حوالے نہیں کر سکتا۔ یہ سن کر بلوایوں نے پھانک پرجوم کر کے آگ لگا دی۔ مردان بن حکم نے چند ساتھیوں کے ساتھ بلوایوں پر حملہ کر دیا، ساتھ میں مغیرہ بن افضس ثقفی بھی تھا۔ (۱)

اس طرح جنگ نے شدت پکڑ لی۔ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بلوایوں کو معلوم ہوا کہ بصرہ اور شام سے کمک آگئی ہے اور وہ مدینے سے ایک شب کے فاصلے پر مقام صرار میں پہنچ گئے ہیں۔ ادھر سے افضس حملہ کر رہا تھا اور ادھر بلوایوں کی طرف سے عبداللہ بن بدیل بن ورقا خزاعی حملہ آور تھے۔ رفاعہ بن مردان پر حملہ کیا اور وہ خاک پر لوٹنے لگا۔ اسے مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا گیا۔ ابن زبیر نے بھی کچھ زخم کھائے اور عثمان کے حمایتی بھاگ کر دارالابارہ میں گھس گئے۔ دروازے پر جنگ میں زیاد بن نعم فہری بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ مارا گیا۔ جنگ شدید تھی اتنے میں عثمان کے پڑوسی عمرو ابن حزم اپنے گھر کا دروازہ کھول کر آواز دی: لوگو! میرے گھر کے اندر سے عثمان کے گھر میں داخل ہو جاؤ۔ بلوایوں کے گھستے ہی عثمان کے حمایتی شہر میں ادھر ادھر بھاگ گئے۔ عثمان اپنے چند ساتھیوں اور گھر کے افراد کے ساتھ تہارہ گئے اور قتل کئے گئے۔ خالد بن عقبیٰ ابن ابی معیط اس جنگ سے فراری ہوا۔ ابن افضس قتل ہوا، اسی نے دروازہ جلتے وقت کہا تھا کہ ہرگز آپ کو اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔ یہ کہہ کر بلوایوں پر حملہ آور ہوا، لوگوں نے اس کے پاؤں کاٹ کر قتل کر دیا۔ بنی زہرہ کے ایک شخص نے طلحہ سے کہا: ابن افضس قتل ہو گیا۔ اس نے

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۲۵-۱۲۲۔ (ج ۳، ص ۳۷۹-۳۷۸۔ حوادث ۳۵ھ)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۷۳-۷۴۔ (ج ۲، ص ۲۹۳،

حوادث ۳۵ھ)۔

کہا: حلیف قریش کا سردار قتل ہو گیا۔ (۱)

ابن کثیر (۲) کا بیان ہے کہ عثمان کے حمایتیوں میں ابن نعیم، ابن اخطب اور نيار وغیرہ مشاہیر قتل ہوئے۔

ان تاریخی روایات کو میں نے اس لیے لکھا کہ تاریخی روایات کا بیان ہے کہ عثمان کے ہمراہ صرف چند اموی اور ان کے چند نوکر چاکر تھے۔ ان کے خلاف مہاجر و انصار اور عظیم اصحاب رسول ﷺ کی ایک جمیعت تھی۔ دوسری بات یہ کہ نيار ابن عبد اللہ کو عثمان کے حمایتیوں میں شمار کیا گیا۔ اس بات کو ابن کثیر وغیرہ نے اس لیے لکھا مارا ہے کہ خلیفہ کے حمایتیوں کو تعداد زیادہ پیش کی جائے حالانکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ وہ بوڑھے صحابی رسول ﷺ عثمان کی نصیحت کے لیے آگے بڑھے تھے لیکن مروان کے نوکر نے انہیں تیر سے مار ڈالا اور اسی کے بعد جنگ شروع ہو گئی۔

عثمان کا قتل

طبری وغیرہ نے یوسف ابن عبد اللہ ابن سلام کا قول نقل کیا ہے کہ جب عثمان محاصرہ میں تھے اور لوگ چاروں طرف سے ان کا گھیراؤ کئے ہوئے تھے تو لوگوں کے سامنے آ کر کہنے لگے: میں تم لوگوں کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا حضرت عمر کے قتل کے وقت تم لوگوں نے خدا سے دعا نہیں کی تھی کہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور بہترین شخص کا انتخاب ہو جائے، کیا خدا نے تمہاری دعا قبول نہیں کی اور اپنی ان باتوں سے تم خدا کی اہانت نہیں کر رہے ہو حالانکہ جانتے ہو کہ اس وقت مسلمانوں کے لیے سیاسی اتحاد کی ضرورت ہے... دیکھو مجھے قتل نہ کرو کیونکہ صرف تین آدمیوں ہی کو قتل کیا جاسکتا ہے

۱۔ جو شخص بیوی کے ہوتے ہوئے زنا کرے۔

۲۔ مرتد ہو جائے۔

۱۔ استیعاب (القسم الرابع، ص ۱۳۳۳۔ نمبر ۴۲۷)۔

۲۔ البدایہ والنہایہ (ج ۷، ص ۲۱۰۔ حوادث، ۳۵۰)۔

۳۔ کسی شخص کو قتل کر دے۔

اس طرح تم لوگ مجھے قتل کر کے اپنی گردن پر بوجھ مت ڈالو۔ مجھے قتل نہ کرو۔ میرے بعد نہ تم لوگ باجماعت نماز پڑھ سکو گے نہ تم لوگوں میں مال غنیمت تقسیم ہو سکے گا۔ تم لوگ ہمیشہ اختلاف کا شکار رہو گے۔ لوگوں نے جواب دیا: جہاں تک عمر کے بعد بھلائی کی آرزو کی بات ہے تو اللہ نے تمہارے ذریعہ ہمیں آزمائش میں ڈالا کیونکہ تو سبقت اسلامی اور خوش کرداری کے بعد بدل گیا اور بدعتیں ایجاد کی۔ کیا ہم اگلے سال کی آفت کے خوف سے آج قانون اسلام کے نفاذ سے باز آجائیں؟ جہاں تک تین آدمیوں کے قتل کی بات ہے قرآن میں فساد یوں کا قتل بھی جائز کیا گیا ہے۔ اور یہ ثابت ہے کہ تم نے مصلحانہ فساد کا ماحول بنایا۔ اگر تو نے حکومت سے استعفیٰ نہیں دیا تو ہم تجھے قتل کر ڈالیں گے۔

بلاذری وغیرہ لکھتے ہیں کہ جب مصریوں کو معلوم ہوا کہ عثمان نے معاویہ اور عبد اللہ ابن عامر کو خط لکھ کر مدد مانگی ہے تو محاصرہ سخت کر لیا اور وہ بہت جلد قتل کر دینا چاہتے تھے۔ اس موقع پر طلحہ بہت زیادہ متحرک تھے۔ انھوں نے حکم دیا: نہ کسی کو عثمان کے پاس جانے دو نہ کوئی انھیں پانی دے سکے۔ ام حبیبہ بنت ابوسفیان نے چھوٹی سی مشک شدت محاصرہ میں بھیجی تو لوگوں نے روک دیا۔ جب کہا گیا کہ وہ ہمارے خاندان کی سرپرست ہیں اور ہم ان سے بات کرنا چاہتے ہیں تو وہ چھوٹی مشک اندر لے جانے کی اجازت دی گئی۔ جبیر بن مطعم کہتا ہے: عثمان پر محاصرہ اتنا سخت تھا کہ پانی کی قلت ہو گئی اس لیے میں علیؑ کے پاس گیا اور کہا: آپ کے خاندان کا آدمی اگر ایسے محاصرے میں ہو کہ ایک چھوٹے حوض کا پانی پی کر گذارا کرے کیا آپ اس سے راضی ہیں؟ حضرت علیؑ نے جواب دیا: خدا کی پناہ! کیا وہ اسی حال میں ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ یہ سن کر آپ نے پانی کی چند مشکیں بھیجوادیں اس طرح لوگ سیراب ہو گئے۔

جب جنگ شروع ہو گئی اور عمرو نے گھر کا دروازہ کھول دیا تو عثمان قتل ہو گئے۔

ابن سعد و طبری لکھتے ہیں کہ محمد بن ابی بکر دیوار پھاند کر عثمان کے گھر میں گھسے، ان کے ساتھ کنانہ ابن بشر ابن عتاب اور سودان ابن خمران اور عمرو ابن حنق تھے۔ ان لوگوں نے دیکھا کہ عثمان اپنی بیوی

نانکہ کے ساتھ قرآن پڑھ رہے ہیں۔ محمد نے آگے بڑھ کر عثمان کی ڈاڑھی پکڑی اور کہا: ابے نعل! خدا نے تجھ کو ذلیل اور رسوا کیا۔ عثمان نے کہا: میں نعل نہیں بندہ خدا اور امیر المومنین ہوں۔

محمد نے کہا: معاویہ وغیرہ نے تمہیں کچھ فائدہ نہ پہنچایا۔ عثمان نے کہا: بھائی میری ڈاڑھی تو چھوڑو۔ تمہارے باپ ایسا برتاؤ کبھی نہ کرتے۔ محمد نے کہا: میں ڈاڑھی سے زیادہ تمہیں غصے میں لانا نہیں چاہتا۔ عثمان نے کہا: مجھے اللہ ہی سے مدد و نجات کی امید ہے۔ اس وقت محمد نے عثمان کے ماتھے پر چھرا مارا۔

بلاذری یوں لکھتا ہے کہ عثمان نے قرآن آغوش میں بھیج کر کہا: اے لوگو! اس قرآن میں جتنے تمہارے حقوق ہیں سب تمہیں دے دوں گا۔ اب تمہاری مرضی کے خلاف نہ کروں گا۔ اے خدا! تو گواہ رہنا۔ محمد نے کہا: آج قبول کر رہے ہو۔ حالانکہ اس سے قبل تم نے نافرمانی و بدکاری کی۔ یہ کہہ کر پیٹھ میں چھرا بھونک دیا۔ عثمان نے کہا: لوگو! مجھے قتل نہ کرو ورنہ پچھتاؤ گے اور اختلاف کا شکار ہو جاؤ گے۔

ابن کثیر نے بھی محمد ابن ابی بکر کے ساتھ تیرہ افراد کے آنے اور عثمان کی ڈاڑھی پکڑ کر ہلانے کی روایت کی ہے اور محمد نے یہ کہا: معاویہ نے تمہیں فائدہ نہ پہنچایا، ابن عامر نے فائدہ نہ پہنچایا، تمہارے خنوں نے فائدہ نہ پہنچایا۔

ابن عساکر نے بھی محمد ابن ابی بکر کے ان حالات کو لکھا ہے لیکن ابن سعد و طبری لکھتے ہیں کہ کنانہ ابن بشر نے عثمان کو چھرے سے قتل کیا اور وہ جب لوٹنے لگے تو سودان ابن حمران نے تلوار ماری۔ اسی حالت میں عمرو ابن حق چھلانگ لگا کر عثمان کے سینے پر بیٹھ گئے اور کہا: اگرچہ اب تلوار مارنے کی ضرورت نہیں لیکن صرف تقرب خدا کے لیے تین ضربیں مارتا ہوں اور چھ ضربیں اس لیے کہ اس کے لیے میرے دل میں عرصے سے کینہ تھا۔ عیمر بن ضابی نے دانت توڑ دیئے۔ طبری وغیرہ کا بیان ہے کہ عثمان کو تین سر پر، تین سینے پر اور کھوپڑی پر تلواریں ماری گئیں کہ ہڈی چور ہو گئی۔ ابھی جان باقی تھی اور لوگ چاہتے تھے کہ سر قلم کریں کہ ان کی دو بیبیاں ان سے لپٹ گئیں۔ ابن عدیس نے دونوں عورتوں کو علیحدہ کیا۔ انھیں لاتوں اور گھوسوں سے الگ کیا گیا۔ ابن کثیر لکھتا ہے کہ محمد ابن ابی بکر کے بعد عافقی ابن حرب نے ایک لوہے کے ٹکڑے سے عثمان کا منہ کوچ ڈالا۔

بلاذری لکھتا ہے کہ دثاب کا بیان ہے کہ عثمان نے مجھے مالک اشتر کے پاس بھیج کر پوچھا: کیا چاہتے ہو۔ مالک اشتر نے کہا: استغنیٰ دو اور قصاص کے لیے آمادہ ہو جاؤ ورنہ ہم تمہیں قتل کر دیں گے۔ عثمان نے کہا: استغنیٰ تو دے نہیں سکتا جس خلعت کو خدا نے پہنایا ہے کیوں اتار دوں۔ جہاں تک قصاص کی بات ہے تو تم خود جانتے ہو کہ ابوبکر و عمر بھی لوگوں کو صحیح غلط سزائیں دیتے تھے پھر یہ کہ میرا جسم قصاص کی تاب نہیں لاسکتا۔ بخدا! مجھے قتل کرنے کے بعد ہمیشہ آپس میں لڑتے رہو گے۔

دثاب کہتا ہے کہ میں عثمان کی حمایت میں لڑتے ہوئے زخمی ہوا تھا۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا: وضو کے لیے پانی ہے؟ میں نے وضو کے لئے پانی دیا۔ وضو کر کے قرآن گو دو میں لے کر بیٹھ گئے اور بلوائیوں کے مقابل قرآن کو سپر بنا لیا۔ ایک شخص بھیڑیے کی طرح آیا اور ہم لوگوں کو دیکھتا ہوا چلا گیا۔ اس کے بعد محمد ابن ابی بکر نے آکر عثمان کی ڈاڑھی کو پکڑ کر اس طرح ہلایا کہ دانت بچنے لگے اور ان سے کہا: معاویہ و ابن عامر نے مدد نہیں کی۔ عثمان نے کہا: بھائی کے بیٹے! میری ڈاڑھی چھوڑو۔ پھر کچھ لوگوں کی مدد سے انھیں قتل کر دیا۔ ابن سیرین کا بیان ہے کہ ابن بدیل عثمان کے پاس آئے۔ ہاتھ میں تلوار اور دل میں کینہ تھا۔ وہ کہتے جا رہے تھے کہ میں واقعی اسے قتل کر دوں گا۔ عثمان کی کنیز نے کہا کہ تیری یہ مجال۔ پھر وہ عثمان پر پے در پے وار کرنے لگے۔ (۱)

- ۱۔ طبقات ابن سعد طبع لیدن، ج ۳، ص ۵۱۔ (ج ۳، ص ۷۳)۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۷۲۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۹۲۔ ۹۷۔ ۹۸۔ (ص ۱۸۹، ۲۰۲، ۲۱۳، ۲۲۰)۔ الامامۃ ولسیاء، ج ۱، ص ۳۰۔ (ج ۱، ص ۴۴)۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۲۵۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ (ج ۳، ص ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۹۵، ۳۹۷)۔ العهد الفرید، ج ۲، ص ۲۷۰۔ (ج ۴، ص ۱۱۳)۔ مروج الذهب، ج ۱، ص ۴۴۲۔ (ج ۲، ص ۳۶۲)۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ (القسم الثالث، ص ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۸)۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۴، ص ۳۷۲۔ (ج ۳، ص ۳۰۳)۔ (نمبر ۳۶۱۹)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۷۲۔ ۷۵۔ (ج ۲، ص ۲۹۳)۔ حوادث ۳۵ شرح ابن ابی اللہ یحییٰ، ج ۱، ص ۱۶۶، ۱۶۸۔ (ج ۲، ص ۱۵۵)۔ خطبہ ۳۰۔ تاریخ ابن خلدون، ج ۲، ص ۳۰۰۔ تاریخ ابوالفداء، ج ۱، ص ۷۰۔ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۱۸۳۔ ۱۸۵۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ (ج ۷، ص ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱)۔ حوادث، ۳۵۔ (ج ۲، ص ۵۳)۔ (ج ۱، ص ۷۸)۔ مجمع الرواۃ، ج ۷، ص ۲۳۲۔ تاریخ الخمیس، ج ۲، ص ۲۶۳۔ سیرۃ حلبیہ، ج ۲، ص ۸۵۔ (ج ۲، ص ۷۶)۔ الاصابہ، ج ۲، ص ۲۱۵۔ ازلیۃ النقاء، ج ۲، ص ۳۳۳۔ ۳۳۹۔

خلیفہ کا دفن و کفن

طبری کا بیان ہے کہ عثمان کی لاش تین دن تک پڑی رہی۔ کسی نے انھیں دفن نہیں کیا۔ پھر حکیم ابن حزام اور بنی اسد کا ایک شخص اور جبیر ابن مطعم نے حضرت علی ؓ سے عثمان کو دفن کرنے کی اجازت مانگی۔ آپ نے اجازت دے دی۔ جب لوگوں کو خبر معلوم ہوئی تو راستے میں پتھر لے کر بیٹھ گئے۔ عثمان کے گھر کے لوگ یہودیوں کے قبرستان ”حش کوکب“ کی طرف دفن کے لیے لے کے چلے۔ لاش کو جاتا دیکھ کر لوگوں نے تابوت پر پتھر برسائے۔ جب حضرت علی ؓ کو معلوم ہوا تو آپ نے لوگوں کو روکا اور انھیں ”حش کوکب“ میں دفن کر دیا گیا۔ جب معاویہ مطلق العنان حکمراں ہو گیا تو حش کوکب کو بقیع سے ملا دیا اور مسلمانوں کو آمادہ کیا کہ درمیان میں قبریں بنا کر اس سے ملحق کر دیں۔

طبری نے عثمان کے خزانچی ابو کرب کا بیان نقل کیا ہے کہ انھیں اوائل شب میں دفن کیا گیا۔ جنازے میں صرف مروان ابن حکم، پانچ بیٹیاں اور کچھ نوکر تھے۔ ان کی بیٹی نوحہ و فریاد کرتی ہوئی ساتھ چل رہی تھی۔ لوگوں نے نعل نعل چلا کر ڈھیلے مارے اور پھر مسلمانوں کے قبرستان سے باہر انھیں دفن کر دیا گیا۔ عبداللہ ابن ساعدہ کہتا ہے کہ جنازے کو حکیم، جبیر، نیار اور ابو جہم نے اٹھایا۔ جب نماز پڑھنے لگے تو چند اصحاب رسولؐ نے نماز جنازہ پڑھنے سے منع کیا اور بقیع میں دفن کرنے سے بھی روکا۔ ان میں اسلم بن اوس اور ابو حنیہ مازنی پیش پیش تھے۔ اتنے میں ابو جہم نے کہا کہ انھیں دفن کر دو خدا اور فرشتوں نے ان پر نماز پڑھی ہے۔ پھر حش کوکب میں دفن کیا گیا جسے بعد میں بنی امیہ نے مسلمانوں کے قبرستان میں شامل کر لیا۔

طبری نے نائکہ اور ام البنین کے فریاد کرنے اور کپڑے پھاڑنے کی نشاندہی بھی کی ہے۔ ابن سعد نے مالک ابن ابی عامر کو بھی جنازہ اٹھانے والوں میں شمار کیا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ انتہائی خوف کے عالم میں دفن کیا گیا۔

بلاذری لکھتا ہے کہ عثمان جمعہ کے دن قتل ہوئے۔ جبیر، عبدالرحمن، مسور، ابو جہم نے چاہا کہ نماز پڑھ کر انھیں دفن کر دیا جائے۔ اتنے میں کچھ اصحاب رسول ﷺ نے آکر نماز پڑھنے سے منع کیا۔ ابو جہم

نے کہا: ان پر فرشتوں نے نماز پڑھی ہے۔ حجاج ابن عثرہ نے کہا: اگر جھوٹ بولو گے تو اس کے ساتھ تمہارا بھی حشر ہوگا۔ ابو جہم نے کہا: خدا اسی کے ساتھ مجھے بھی اٹھائے۔ حجاج نے کہا: حقیقت میں خدا تجھ کو، عثمان کو اور شیطان کو ایک ساتھ اٹھائے گا۔ میں تجھے بھی قتل کر دوں گا۔ ابو جہم چپ ہو گیا۔ پھر یہ لوگ جنازہ عثمان سے غافل ہو کر دوسرے کاموں میں لگ گئے۔

اور ان چند لوگوں نے جبیر ابن معطم کی اقتداء میں نماز پڑھی، عثمان کی زوجہ ام المومنین کے ہاتھ میں چراغ تھا۔ جنازہ ایک چھوٹے تختے پر رکھا ہوا تھا اور پیر باہر نکلے ہوئے تھے۔

تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میت سے منع کیا استیعاب میں ہے کہ انھوں نے جنگ کر کے جنازے کو زمین پر ڈال دیا۔ عمیر ابن ضبابی نے پیٹ پر لاتیں بھی لگائیں۔ (۱) بلاذری لکھتا ہے کہ عثمان کے حش کو کب مین دفن ہونے کے بعد لوگ حضرت علیؑ کی بیعت کرنے کے لیے آئے۔ ابن کعب کہتا ہے کہ مسور نے نماز جنازہ پڑھائی۔ مدائنی کا بیان ہے کہ نماز جنازہ کے روکنے پر زوجہ رسول اکرم ﷺ ام حبیبہ مسجد میں آ کر فریاد کرنے لگیں کہ مجھے اس مرد کو دفن کرنے دو ورنہ میں ناموس رسول ﷺ عریاں کر دوں گی۔ یہ سنکر لوگوں نے راستہ چھوڑ دیا۔ ابو زناد کہتا ہے کہ عثمان کی بیوی نائلہ کے ہاتھ میں چراغ تھا اور وہ گریاں پھاڑ کر فریاد کر رہی تھی: ہائے عثمان! ہائے امیر المومنین، جبیر نے کہا چراغ بجھا دو، لوگ تاک میں ہیں۔ اس نے چراغ بجھا دیا اور بقیع پہنچے۔ جبیر نے نماز پڑھی اور حکیم، ابو جہم، نیار، نائلہ، ام البنین نے پیچھے نماز پڑھی، نیاز و ابو جہم قبر میں اترے اور دفن کر کے منتشر ہو گئے۔ ابو عمر لکھتا ہے کہ دفن کرنے کے بعد قبر کو چھپا دیا گیا۔ (۲)

ابن جوزی، محبت طبری اور یثربی نے ابن فروخ کا بیان نقل کیا ہے کہ میں دفن عثمان میں شریک تھا انھیں بغیر غسل و کفن کے دفن کیا گیا۔ بخاری، بغوی و ابن اثیر یہی لکھتے ہیں۔ ابن ابی الحدید کا بیان ہے کہ عثمان کو غسل نہیں دیا گیا اور ان ہی کے کپڑے میں دفن کیا گیا۔ (۳)

۱۔ اشعر و اشعر اوس ۱۲۸۔ (ص ۲۱۹)۔

۳۔ مجمع الزوائد، ج ۷، ص ۲۳۳۔

۲۔ دقاء الوفا، ص ۹۹۔ تاریخ المدینہ، (ج ۳، ص ۱۲۳۰)۔

استیعاب میں مالک کا قول نقل ہے کہ جب عثمان کو قتل کیا گیا تو تین دن تک لاش مزبلہ پر پڑی رہی، تیسری رات بارہ آدمیوں نے جنازہ اٹھا کر قبرستان لے جانا چاہا تو بنی مازن کے افراد نے روکا۔ ناچار جنازے کو وہاں سے لے چلے۔ لاش ایک تختے پر تھی جب سر تختے سے ٹکراتا تھا تو ٹک ٹک کی آواز آتی تھی۔ انھیں حش کو کب میں لے جا کر دفن کر دیا گیا۔ عثمان کی بیٹی، عائشہ وادیلہ چانے لگی تو ابن زبیر نے کہا بخدا! اگر چپ نہ رہے گی تو تیری آنکھ پھوڑ دوں گا۔ یہ سن کر چپ ہو گئی۔

صفدی (۱) نے بھی لکھا ہے کہ لاش تین روز تک مزبلہ پر پڑی رہی۔ یعقوبی بھی انھیں باتوں کو نقل کرتے ہیں۔

ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ عبدالرحمن ابن اظہر کہتا ہے کہ میں عثمان کے کسی معاملے میں شریک نہیں تھا۔ قتل کے تین دن بعد ایک رات دروازے پر بیٹھا ہوا تھا، میرے پاس منذر ابن زبیر آیا کہ میرے بھائی عبداللہ نے آپ کو بلایا ہے۔ میں پہنچا تو کہا کہ ہم لوگ عثمان کو دفن کرنا چاہتے ہیں کیا تم ساتھ دو گے؟ میں نے جواب دیا کہ میں کسی معاملے میں نہیں پڑوں گا اور چلا آیا۔ پھر ان کے ساتھ گیا اور پوری تفصیل نقل کی ہے۔

یا قوت حموی بھی عثمان کے حش کو کب میں دفن کی بات کرتے ہیں۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ صبح اور نچ نامی عثمان کے دو غلام جو عثمان کے گھر پر قتل ہوئے تھے ان کو بھی عثمان کے بغل میں دفن کیا گیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ خوارج نے ان کو دفن نہ ہونے دیا اور ٹانگ پکڑ کر گھسیٹے ہوئے شہر کے باہر لے گئے یہاں تک کے کتوں نے ٹانگ کھالی۔ معاویہ نے اپنے دور حکومت میں گورستان عثمان کی طرف بہت زیادہ توجہ کا مظاہرہ کیا۔ بقیع اور حش کو کب کے درمیان دیوار ختم کر دی اور مسلمانوں کو اپنے مردے دفن کرنے کا حکم دیا۔ سیرہ حلبی میں بھی لاش عثمان کے تین روز گھورے پر پڑے رہنے کی نشاندہی کی ہے اور یہ کہ تین روز تک گھر کا دروازہ دروازہ بند رہا کسی کو دفن کرنے کی مجال نہ تھی۔ دفن کے بعد لاش نکالنے کے خوف سے قبر کو مٹا دیا گیا۔ عثمان کے ساتھ جو دونوں غلام قتل ہوئے تھے ان کی لاش بھی گھسیٹ کر ٹیلے پر پھینک دی

گئی تھی جسے کتے کھا گئے۔ ابن ابی الحدید، ابن اثیر اور دیمیری بھی جسد عثمان کے تین روز بے غسل و کفن پڑے رہنے کی نشاندہی کرتے ہیں۔

سمودی و فاء الوفا میں ام حکمہ سے نقل کرتے ہیں کہ چار آدمیوں نے جنازہ تختے پر اٹھایا، تختے سے سر ٹکراتا تھا تو تک تک کی آواز آتی تھی۔ پھر اسے حش کو کب میں نماز پڑھ کے دفن کیا گیا۔ (۱)
احمد شوقی (۲) بھی جو اس عہد کا بالغ نظر، مشہور شاعر ہے اپنے شعروں میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

یہاں تاریخ کا مطالعہ ہمیں دو سنگین نتائج میں سے کسی ایک بات کو قبول کرنے پر مجبور کرتا ہے یا تو تمام صحابہ فاسق و بدکردار ہو گئے تھے انھوں نے محاصرہ، قتل، لاش، بے حرمتی مسلمانوں کے قبرستان میں دفن سے روکنا، جنازہ پر سنگباری، دانت توڑنا وغیرہ کا اقدام کیا یا پھر ماننا پڑے گا کہ حضرت عثمان بے دین ہو گئے تھے۔ کیونکہ صحابہ میں سے بعض تو عملاً شریک رہے اور بعض قطعی بے تعلق رہے۔ جو بے تعلق رہے وہ اپنی شرعی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے کیونکہ کسی مومن کی جان کی حرمت کے متعلق قرآنی آیات موجود ہیں، لاش کے احترام، دفن و کفن کے متعلق آیات و احادیث وارد ہیں۔ اس صورتحال میں تمام اصحاب رسول ﷺ نے عہد ان آیات و احادیث سے روگردانی کی اور اولوالامر کی اطاعت سے انحراف کر کے دین سے خارج ہو گئے۔ اگر اس بات کو تسلیم نہیں کیا جائے تو پھر ماننا پڑے گا کہ خود حضرت

۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۵۵، (ج ۳، ص ۷۸)۔ انساب الاشراف (ج ۶، ص ۲۰۳-۲۰۵-۲۲۲)۔ الامامۃ والسیاسة، ج ۱، ص ۳۰، (ج ۱، ص ۳۶)۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۳۳-۱۳۴۔ (ج ۴، ص ۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴)۔ حوادث، ج ۳۵، (ج ۳۵، ص ۱۵۳)۔ (ج ۲، ص ۱۷۶)۔ استیعاب، ج ۲، ص ۲۷۸-۲۷۹۔ (القسم الاول، ص ۱۰۳۹-۱۰۴۷-نمبر ۷۸)۔ ص ۱۷۶۔ (ج ۱، ص ۱۱۷)۔ (ج ۱، ص ۳۰۵)۔ (نمبر)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۷۶۔ (ج ۲، ص ۲۹۵)۔ حوادث، ج ۳۵۔ (ج ۳۵، ص ۱۷۶)۔ (ج ۱، ص ۱۳۲)۔ (ج ۳، ص ۶۶-۶۷)۔ (ج ۲، ص ۲۸۱)۔ (ج ۲، ص ۲۶۲)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۱۶۸۔ (ج ۲، ص ۱۵۸)۔ خطبہ، (۳۰)۔ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۱۹۰-۱۹۱۔ (ج ۷، ص ۲۱۳)۔ حوادث، ج ۳۵۔ (ج ۳۵، ص ۱۷۶)۔ (ج ۱، ص ۵۴)۔ (ج ۱، ص ۷۸)۔ (ج ۲، ص ۹۹)۔ (ج ۳، ص ۹۱۳)۔ (ج ۲، ص ۸۵)۔ (ج ۲، ص ۷۶)۔ تاریخ الخلفاء، ج ۲، ص ۲۶۵۔

عثمان دین سے خارج ہو گئے تھے اور تمام اصحاب متفقہ طور سے ان کے ارتداد کا فیصلہ کر چکے تھے۔ لیکن ان دونوں نظریوں کو آسانی سے قبول نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ اہل سنت کے نزدیک تمام صحابہ عادل ہیں، وہ ان کے گفتار و کردار سے حجت لاتے ہیں، ان پر مکمل ایمان ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ رسولؐ کی صحبت نے ان کے نفوس اور نظریات کو پاک و پاکیزہ بنادیا تھا۔ پھر ان عمومی صحابہ میں طلحہ و زبیر جیسے عشر مبشرہ بھی تھے۔ اور طلحہ تو خاص اس میں سرگرم تھے۔ دوسرے معزز اصحاب میں عمار یاسر، مالک اشتر، عبداللہ ابن بدیل تھے ان سب کے اوپر حضرت علیؓ تھے۔ جنگی اطاعت کا تمام امت نے اقرار کیا، کیا وہ ایسے حالات میں خاموش رہ سکتے تھے جب کہ شریعت کے سب زیادہ واقف کار اور ہدایت کرنے والے تھے؟ یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ تمام اہم صحابہ اس واقعے سے ناواقف تھے یا انھیں گمان نہیں تھا کہ حالات یہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ ناگہانی طور پر واقع نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ پورا واقعہ سیاسی طور سے دو ماہ کے عرصے میں پھیلا ہوا ہے۔ اس مدت میں بلوایوں کا صرف ایک مطالبہ تھا کہ اپنی بدعتوں سے باز آجائیں ورنہ خلافت سے استعفیٰ دیں۔ انھیں یہ بھی دھمکی دی گئی تھی کہ اگر ان دو میں ایک بات نہ مانی گئی تو واقعی قتل کر دیا جائے گا۔ یہ مطالبہ چاروں کھونٹے سنسار ہے تھے۔ سب نے دیکھا اور سنا کہ عثمان ایک بار توبہ کرتے ہیں پھر وہ دوبارہ اس سے اتر جاتے ہیں۔ کبھی بلوایوں کو دھمکی دیتے ہیں کہ اگر انھیں قتل کیا گیا تو برے نتائج ہونگے اصحاب انھیں پند و نصیحت سے منتشر کرنے اور قتل سے باز رکھنے سے معذور تھے۔ اس سلسلے میں کوئی بھی روایت پیش نہیں کی جاسکتی بلکہ اصحاب ان کی غلطی کو تسلیم کرتے ہیں۔ خود قاتل نے چلا چلا کر مدینے کی گلیوں میں اعلان کیا کہ میں یہودی عثمان کا قاتل ہوں اور کسی نے بھی اعتراض نہ کیا۔ (۱)

دوسرا احتمال بھی آسانی سے قبول نہیں کیا جاسکتا ہے کیونکہ عثمان سے بدظنی اس حد تک ممکن نہیں حالانکہ اصحاب رسول ﷺ نے ایسی رائے کا اظہار کیا۔ اصحاب رسول ﷺ جو عثمان کے کرتوت اپنی آنکھوں دیکھ رہے تھے انھوں نے اپنا اظہار کچھ اسی طرح کیا۔ زوجہ رسول ﷺ حضرت عائشہ نے کہا کہ نعل کو قتل کر ڈالو۔ خدا اسے قتل کرے یہ کافر ہو گیا ہے۔ ... ابن عباس سے کہا: دیکھو لوگ اگر اس

ڈکٹیز کو قتل کریں تو تم روکنا نہیں۔

عبدالرحمن ابن عوف نے حضرت علی سے کہا: عثمان کے خلاف میں بھی تلوار اٹھاتا ہوں آپ بھی اٹھائیے کیونکہ خلافت حاصل کرتے وقت جو عہد و بیان کئے تھے سب کو پیروں سے روند ڈالا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ میں نے قسم کھالی ہے کہ مرتے دم تک تم سے بات نہیں کروں گا۔

جب مجمع ابن جاریہ نے طلحہ سے کہا تم اسے قتل ہی کر ڈالو گے تو انھوں نے کہا: اگر قتل کیا جائے تو نہ وہ فرشتہ ہے نہ رسول ﷺ اور ہم نے یہ بھی دیکھا کہ وہ قتل عثمان کے وقت گھر کا محاصرہ بھی کئے تھے، ان پر پانی بھی بند کیا۔ پھر خون عثمان کے قصاص میں قتل بھی ہوئے۔

زبیر نے کہا: عثمان کو قتل کر دو، اس نے دین بدل دیا ہے۔ انھوں نے یہ بھی کہا عثمان کل قیامت میں پل صراط پر مردار کی طرح پڑا ہوگا۔

عمار یا سرنے کہا عثمان نے مسلمانوں پر ظلم کیا اور دین بدل دیا۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ مجھے افسوس ہے کہ میں نے عثمان کو تیرے نکال کر اس کی لاش آگ میں کیوں نہ جلا دی۔ یہ بھی کہا: کہ عثمان کو ان نیک لوگوں نے قتل کیا جو نیکی کا حکم دیتے تھے اور برائیوں سے روکتے تھے۔

حجرا بن عدی اور ان کے ساتھی کہتے ہیں کہ انھوں نے قانون اسلام سے انحراف کیا، ظالم تھے۔

عبدالرحمن غزوی نے کہا کہ وہ پہلے ظلم کی راہ کھولنے والے اور راہ اسلام بند کرنے والے تھے۔

ہاشم مرقال نے کہا: عثمان کو اصحاب رسول ﷺ اور قاریان قرآن نے اس وقت قتل کیا جب انھوں نے بدعتیں کیں، قرآن کی مخالفت کی۔ اصحاب رسول ﷺ مسلمانوں کے معاملات سے زیادہ واقفیت رکھتے تھے۔

عمرو عاص نے کہا کہ مجھے عمرو عاص کہتے ہیں، میں فتنہ اٹھاتا ہوں تو انجام تک پہنچا کے دم لیتا ہوں۔ اور عثمان سے کہا کہ تم نے امت میں ناپسندیدہ باتیں رائج کیں۔ یا راہ راست پر آؤ یا خلافت سے الگ ہو جاؤ۔ سعد ابن ابی وقاص نے کہا کہ عثمان اس تلوار سے قتل ہوئے جسے عائشہ نے نکالا، طلحہ نے صیقل کیا، علی ابن ابی طالب نے زہر آلود کیا، زبیر نے ہاتھ سے اشارہ کیا لیکن میں اس سے الگ رہا

حالانکہ ان کا دفاع کر سکتا تھا۔ حجاج غفاری کہتے ہیں ابے نعل! اٹھ، منبر سے نیچے اتر۔ تاکہ تجھے بوریے میں بھر کے کوہ دماوند پر پھینک آؤں۔

مالک اشتر نے کہا کہ خلیفہ اپنی خطا کاریوں اور سنت رسول ﷺ اور قرآن سے انحراف کی وجہ سے مصائب میں مبتلا ہوئے۔

عمر و ابن زرارہ نے کہا: عثمان نے حق کو جان بوجھ کر ترک کیا۔

حجاج ابن غزیہ انصاری نے کہا: بخدا! اگر عثمان کی آدھے دن بھی عمر باقی ہو تو بھی اسے قتل کر کے تقرب خدا حاصل کروں گا۔

قیس ابن سعد انصاری نے کہا میرا قبیلہ سب سے آگے اور لیڈری کر رہا تھا۔

جلہ ابن عمر نے کہا: اونعل! بخدا تجھے ضرور قتل کروں گا اور تیری لاش بوریے میں بھر کر کوہ دماوند پر پھینک آؤں گا۔

محمد بن ابی بکر نے عثمان سے پوچھا: اونعل! تیرا دین کیا ہے؟ تو نے قرآن بدل دیا ہے۔ اس سے بھی بڑی بات کہ تم نے اس سے قبل احکام الہی سے انحراف کیا اور بدکاریاں کیں۔

اصحاب رسول ﷺ نے عثمان کے جواب میں کہا: کہ ہم تمہیں ضرور قتل کریں گے۔ کیونکہ تم نے حق کو پائمال کیا اور دین کے خلاف مصلحانہ جدوجہد کی۔

ان اصحاب رسول کے مقابلے میں عثمان ہیں۔ دو باتوں میں ایک بات ماننی ہوگی کہ یا ایک شخص کی خطا اور غلطیوں کو ہم مان لیں۔ یا دوسری طرف یہ کہ ہزاروں افراد کو گمراہ سمجھا جائے حالانکہ ان میں سے علم و دانش کے سربرآوردہ، نیک، پاک نفس نیز فضائل و مکارم سے آراستہ افراد ہیں۔ عقیدہ اہل سنت کے مطابق سبھی عدول ہیں، ان کا کردار حجت ہے۔ جب بھی اجتہاد کی بات آئے گی تو دونوں ہی کو مجتہد ماننا پڑے گا۔ صرف عثمان ہی کو مجتہد نہیں مان سکتے۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ عثمان سے خطائے اجتہادی ہوئی یا یہ پوری جمیعت خطائے اجتہادی کی مرتکب ہوئی۔ اگر عثمان کو صحیح کہا جائے تو ساری جماعت کی غلطی ماننی پڑے گی۔ اگر ان سب کو صحیح کہا جائے تو عثمان کو غلط کہنا پڑے گا۔... ہمیں انصاف کی بات کہنی چاہیے۔

جعلی روایات

۱۔ طبری اپنی تاریخ میں بحوالہ سری، اس نے شعیب سے اور اس نے سیف سے اور اس نے عطیہ سے اور اس نے یزید نقعی کے طریقے سے لکھا کہ عبداللہ بن سبا یہودی صنعاء (یمن) کا باشندہ تھا، اس کی ماں سیاہ قام تھی، وہ عثمان کے زمانے میں مسلمان ہوا، پھر وہ گھوم گھوم کر اسلامی مملکت میں مسلمانوں کو گمراہ کرنے لگا، خجاز سے شروع کیا پھر بصرہ، کوفہ اور بعد میں شام گیا لیکن شام کے لوگوں کو گمراہ نہ کر سکا۔ وہاں سے نکال دیا گیا، پھر وہ مصر میں مقیم ہو گیا۔ وہ لوگوں سے کہتا تھا: ان لوگوں سے تعجب کرتا ہوں جو عیسیٰ کی واپسی کے قائل ہیں، محمدؐ کی رجعت کے قائل نہیں ہیں۔ حالانکہ قرآن نے واضح لفظوں میں کہا ہے جس نے تم پر قرآن نازل کیا ہے وہ تمہیں واپس بھی لائے گا۔ عیسیٰ سے زیادہ محمدؐ کی رجعت یقینی ہے۔ مصر والوں کو اس نے رجعت محمد ﷺ کا سبق پڑھا دیا، پھر ان سے کہا: محمد، خاتم الانبیاء ﷺ ہیں اور علیؑ خاتم الاولیاء اور جن لوگوں نے وصیت رسول ﷺ پر عمل نہیں کیا اور جانشین رسول ﷺ علیؑ کو نہ مانا وہ ظالم ہیں۔ یہاں تک کہ اس نے کہا: وصی خدا کے موجود ہوتے عثمان نے ناحق خلافت کو ہتھیالیا ہے، اس لیے تم حکومت کا تختہ الٹ دو اور افسروں کے خلاف بغاوت شروع کر دو۔ تم پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے۔ اس نے چاروں طرف اپنے مبلغ بھیجے اور خطوط لکھے۔ کچھ گورنروں کو جعلی خطوط بھی لکھے گئے۔ جن میں ان کے کرتوتوں کی مذمت تھی۔ یہاں تک بات مدینے تک پہنچ گئی کہ تمام مملکت بغاوت کی زد میں ہے۔ وہ ظاہر میں کچھ کہتے تھے اور باطن میں کچھ، عوام امن پسند تھے۔ ان باتوں کی خبر عثمان کو ہوئی اور لوگوں نے ان سے پوچھا: لوگوں کی شورش اور خطوط کی اطلاع ہے؟ جواب دیا: نہیں، ہمیں تو صرف اچھی ہی خبر ملتی ہے۔ پھر لوگوں نے انھیں تمام واقعات کی اطلاع دی۔ عثمان نے جواب دیا: تم لوگ میری حکومت میں شریک ہو لہذا مجھے رائے دو۔

لوگوں نے رائے دی کہ کچھ معتد لوگوں کو صوبوں کی خبر لینے کے لیے بھیجے۔ اس لیے محمد ابن مسلمہ کو کوفہ اور سامہ کو بصرہ، عمار یا سر مصر اور عبداللہ ابن عمر کو شام بھیجا۔ سب نے واپس آ کر حالات کے ٹھیک

ٹھاک ہونے کی رپورٹ دی۔ صرف عمار یا سر واپس نہیں آئے۔ لوگوں نے عمار کے واپس نہ ہونے پر سمجھا کہ وہاں شورش پیدا کر رہے ہیں۔ پھر عبداللہ ابن سعد کے خط سے معلوم ہوا کہ لوگ ان سے گھل مل گئے ہیں۔ اور عبداللہ ابن سبا، خالد ابن حنظلہ، سودان ابن عمران اور کنانہ ابن بشر سے ربط ضبط بڑھ گیا ہے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: اگر واقعی عبداللہ ابن سبا نے مسلمانوں کے درمیان اتنی زبردست فتنہ انگیزی پھیلائی کہ حکمرانوں اور گورنروں کو لرزادیا اور خلیفہ وقت کے خلاف تک ایسی شورش پیدا کر دی تو اس کا تعاقب کر کے اسے قید کیوں نہ کیا گیا؟ اور ایسے خطرناک پاپ کی سزا میں پھانسی کیوں نہ دی گئی تاکہ قوم اس کی فتنہ انگیزی سے محفوظ ہو جاتی؟ آخر عثمان نے نیک مرد اور پاک دامن، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والوں کو کیوں نہ سمجھایا کہ وہ شخص یہ سارے فتنے کر رہا ہے اور حکم قرآن ہے کہ جو خدا و رسول یا حکومت اسلامی سے برسر پیکار ہوں تو انھیں قتل کیا جائے، سولی پر چڑھایا جائے، ہاتھ پیر کاٹے جائیں یا ذلیل کر کے جلاوطن کیا جائے۔ پھر خلیفہ جی نے اس فتنے کو دبایا کیوں نہیں؟ کیا ان کی ساری سختیاں اور سزائیں صرف پاک دامن اصحاب رسول ﷺ ہی کے لیے تھیں؟

ہم نے فرض کیا کہ عبداللہ ابن سبا نے مختلف صوبوں میں عثمان کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا۔ کیا اس نے گورنروں یا حضرت عثمان کے خلاف جو واقعات بیان کئے وہ جھوٹے تھے؟ کہ اس کے اثر سے قوم کے اہم افراد، مہاجر و انصار ان کے خلاف ہو گئے۔ اس نے تو جو کچھ بھی حکومت کے جرائم اور پاپ بیان کئے وہ سب صحیح تھے۔ جس کی وجہ سے پوری قوم خالص دین کی حفاظت کے لیے اپنا اسلامی فریضہ سمجھتے ہوئے بغاوت پر آمادہ ہو گئی۔ اگرچہ وہ یہودی زادہ بھی خواص کا منظور نظر ہو گیا۔ ایسے انقلاب کے اکثر شواہد موجود ہیں جس میں اچھے عناصر کے ساتھ گندے عناصر بھی شامل ہو جاتے ہیں۔

پھر یہ کہ جو کچھ عبداللہ ابن سبا نے لوگوں کو سمجھایا وہ جھوٹ تھا۔ کیوں؟ جب صوبوں کے لوگ مدینے میں آکر مہاجرین و انصار سے گورنروں کے پاپ بیان کرنے لگے تو چونکہ یہ اصحاب رسول ﷺ خود عثمان کی غلط کاریوں کو دیکھ رہے تھے، وہ کہہ دیتے کہ عثمان ان الزامات سے پاک ہیں۔ جو کچھ پروپیگنڈا کیا گیا ہے جھوٹ ہے۔ آخر مہاجرین و انصار بھی ان لوگوں کے ساتھ کیوں ہو گئے بلکہ ان لوگوں

کے آنے سے پہلے ہی عثمان کی مخالفت پر کمر بستہ تھے۔ پھر اگرچہ عبداللہ بن سبائے جو کچھ انھیں سمجھایا وہ غلط تھا، تو آخر کیوں دوسرے شہروں کے وفود مدینہ آ کر مہاجرین و انصار سے جو عثمان کے رویے کو چشم خود دیکھ رہے تھے، انھیں جھٹلایا کیوں نہیں؟ انھیں کہنا چاہیے تھا کہ یہ سب جھوٹ ہے۔ آخر بلوایوں کے ساتھ مہاجرین و انصار بھی کیوں ہو گئے؟

ہم یہاں ذکر طحسین کی تائید کرتے ہیں جن کا قوی گمان ہے کہ اگر عبداللہ ابن سبا کی روایات کو صحیح مان لیا جائے تو جو کچھ اس نے تقریریں کیں اس کی وجہ سے شدید داخلی انتشار پیدا ہو گیا یا پہلے سے انتشار تھا۔ اس بناء پر اس نے فتنہ پیدا نہیں کیا بلکہ فتنے سے فائدہ اٹھایا۔ اسی طرح قوی گمان یہ ہے کہ اموی اور عباسی حکومت میں شیعوں کے دشمنوں نے عبداللہ ابن سبا کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا تا کہ عثمان کی بدعتوں پر پردہ ڈالا جاسکے۔ اور دوسری طرف شیعان علی کا جرم ثابت کیا جاسکے۔ اسی سبب سے شیعوں کے بعض کاموں کو اسی یہودی کی طرف منسوب کر کے مسلمانوں کے منہ پر طمانچہ لگاتے ہیں اور شیعوں پر تو ایسے مظالم ہوتے ہی رہے ہیں۔

لہذا ابن سبا کے متعلق تمام جھوٹی روایات کا احتیاط سے مطالعہ کرنا چاہیے۔ کیوں کہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صدر اول کے مسلمان سیاست و عقل سے اتنے عاری تھے کہ صنعاء کے ایک یہودی بچے نے آ کر مسلمانوں کو دھوکہ دیا اور اپنے ظاہری اسلام کی آڑ میں خلیفہ کے خلاف شورش پیدا کر دی اور انھیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس عقل و دانش پر تفت ہے۔

یہی وہ باتیں ہیں جو عقل میں نہیں آتیں، نہ کوئی سمجھدار انسان ماننے پر آمادہ ہوتا ہے۔ اصل میں اس وقت لوگ دیکھ رہے تھے کہ قرآن و سنت کی تعلیمات مٹائی جا رہی ہیں۔ انھوں نے ابو بکر و عمر کی روش کو دیکھا تھا۔ لہذا چاہتے تھے کہ عقائد و اعمال اسلامی سے انحراف نہ ہو۔ اور انھوں نے معاشرے کی بقا کے لیے کوشش بھی کی۔ اسلام کو خواہشات اور ذاتی اغراض کے سبب جاہلی عہد کی طرف پلٹتا ہوا دیکھ کر تازہ اور جوان خون میں جوش آیا اور وہ حکومت ہی سے نہیں بلکہ معاشرے کے تمام انحرافات سے ٹکرائے آخر مسلمانوں کی عمومی زمین اور دوسرے غنائم ایک ہی خاندان کی ملکیت کیوں ہو جائیں؟ اگر اس کی

مخالفت ہو تو تعجب کی کیا بات ہے، پھر یہ کہ امویوں کا غلط احساس برتری اور دولت کے متاع، انصار اور دوسرے قبائل کو رقابت پر آمادہ کر رہے تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ خلیفہ خود بھی ارباب ثروت کے ساتھ ہے۔ خود اس کا بھی ہاتھ استحصال میں ڈوبا ہوا ہے۔ اس لیے ان کا کینہ جوش مارنے لگا، یہ بات تو مسلم ہے کہ کوفہ سے سعد کو معزول کر کے ولید کو گورنر بنایا گیا، بصرے سے ابو موسیٰ کو معزول کر کے ابن عامر کو بنایا گیا، شام معاویہ کے ہاتھ میں تھا ہی، پھر اس کے تمام حصے امویوں کو دے دئے گئے، مصر، عرو عاص کو معزول کر کے ابن ابی سرح کو دے دیا گیا۔ یہ سبھی عثمان کے قریبی رشتہ دار تھے۔ ان باتوں کا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ اور ایسی کوئی اطلاع بھی نہیں ہے کہ عبداللہ ابن سبا نے عثمان کو دھوکہ دیا ہو کہ اپنے انہی قریبی رشتہ داروں کو گورنری دے دو۔ یہ بھی مسلم ہے کہ ہر عہد کے بادشاہ اور امراء اس بات کو عیب سمجھتے ہیں کہ حکومت کے اہم عہدوں پر اپنے قریبی رشتہ داروں کو معزول کیا جائے۔ مسلمان پہلی قوم نہیں تھے جنھوں نے عثمان کی اس حرکت کا برا مانا۔ وہ اس سلسلے میں تاریخ کے دھارے کے ساتھ ہیں۔ (۱)

اس کے علاوہ جھوٹی روایات میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ عمار یا سر عثمان کی طرف سے مصر بھیجے گئے تھے اور دوسرے صوبے میں دوسرے لوگ۔ یہ ایسی بات ہے کہ کسی طرح قبول نہیں کی جاسکتی۔ اس جعلی روایت کے راوی یا زندق ہیں یا جھوٹے اور جاہل۔ واقعہ عثمان کا پورا جائزہ لے لیجئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حکومت عثمان کے زمانے میں عمار یا سر کبھی مدینے سے باہر نہیں گئے۔ وہ شروع ہی سے حکومت کے مخالف اور صف اول کے انقلابی تھے۔ عثمان کو ان سے اتنی نفرت تھی کہ ابو ذر کی وفات کے بعد ربذہ جلا وطن کرنا چاہا۔ لیکن مہاجر و انصار آڑے آگئے۔ تاریخوں میں ہے کہ عثمان نے کئی بار ان کی توبین کی اور اذیت ناک سزائیں دیں۔ وہ ابتدا ہی سے عمار کو اپنا مخالف سمجھتے تھے۔ اس صورتحال میں کیسے ممکن ہے کہ عمار سے مشورہ لیتے ہوں اور شورش کو دبانے کے لیے ان سے مدد لی ہو۔ جھوٹی روایت میں تو یہاں تک ہے کہ عبداللہ ابن سبا نے مخالفت عثمان کے لیے عمار یا سر کو اپنا ہم خیال بنالیا تھا۔ یہ بڑی مضحکہ خیز بات ہے چنانچہ ڈاکٹر طحسین نے بھی لکھا ہے کہ مجھے یقین ہے کہ عمار ہرگز مصر نہیں بھیجے گئے اور ان

دونوں بہادروں (محمد ابن ابی بکر اور ابن ابی حذیفہ) کے شورش میں شرکت نہیں کی۔ یہ داستان عثمان کے حمایتیوں نے گڑھ لی ہے تاکہ عمار کے خلاف عثمان کی زیادتیوں پر وہ ڈالا جاسکے۔

۲۔ طبری (۱) نے ایک روایت لکھی ہے کہ سری نے شعب کا بیان نقل کیا، اس نے سیف سے اور اس نے محمد و طلحہ سے اور عطیہ سے کہ عثمان نے مختلف صوبوں کے لوگوں کو یہ خط لکھا کہ میں نے گورنر کو تاکید کی ہے کہ ہر سال موسم حج میں میرے پاس آئیں اور لوگوں کی شکایتوں کو سن کر اس کے ساتھ انصاف کیا جائے، جو کچھ بھی حق میرے یا میرے خاندان کے ذمے ہے وہ لوگ چار و ناچار ادا کریں۔ مدینے والوں نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ کچھ لوگوں کو گالیاں اور سزائیں دی گئیں ہیں۔ ان لوگوں کو میں نے اعلان کر دیا ہے کہ موسم حج میں میرے یا گورنروں کے خلاف شکایت کریں تاکہ وہ ہم سے قصاص لیں یا معاف کر دیں۔

جب صوبوں کے لوگوں نے اس کو پڑھا تو روتے ہوئے عثمان کے حق میں دعائیں دیں اور کہا: قوم سخت شورش میں مبتلا ہے۔ عثمان نے اپنے گورنروں کو بلا کر سرزنش کی کہ یہ میں لوگوں کی کیا شکایتیں سن رہا ہوں، کہیں تم لوگوں کی وجہ سے میرے خلاف شورش نہ پیدا ہو جائے اور میں پریشانی میں پڑ جاؤں۔ ابن عامر، معاویہ، عبداللہ ابن ابی سرح، سعید و عمرو عاص نے کہا کیا آپ نے صوبوں میں لوگوں کی شکایت سننے کے لیے لوگوں کو نہیں بھیجا؟ کیا ان لوگوں کی وجہ سے یہ نہیں کہا ہے کہ لوگوں کو کوئی شکایت نہیں ہے؟ یہ سب جھوٹی باتیں ہیں۔ عثمان نے ان سے کہا: ایسی صورتحال میں کیا کیا جائے؟ سعید ابن عاص نے کہا: یہ سب آپ کے خلاف شورش پیدا کرنے کے لیے مخفی سازش کی جا رہی ہے، اس لیے ان لوگوں کا پتہ لگا کر پھانسی دے دی جائے۔ ابن ابی سرح نے کہا: آپ نے اپنی ذمہ داریاں پوری کی ہیں اب ان کے فرائض کو سختی کے ساتھ بتائیے۔ معاویہ نے کہا: سب کے ساتھ حسن سلوک کیجئے۔ عمرو عاص نے کہا: آپ ابو بکر و عمرو کا رویہ اپنائیے یعنی سختی کی جگہ پہنچتی اور نرمی کی جگہ پہنچی۔ اس وقت عثمان نے کہا: میں نے تمہارے مشورے سن لیے، میں بہر حال حسن سلوک کا برتاؤ کروں گا تاکہ کسی کو میرے خلاف شکایت نہ

ہو سکے، خدا بہتر جانتا ہے کہ سب کے ساتھ خیر خواہی کی ہے۔ اگر ایسی شورش میں میں مارا جاؤں تو یہ میرے لیے فخر کی بات ہے۔ تم لوگ اپنی ذمہ داریوں کو اور حقوق الہی کو پورا کرتے رہو۔ جب گورنروں کی ٹولی واپس چلی گئی تو ایک شخص نے یہ اشعار پڑھے: سبھی جانتے ہیں کہ عثمان کے بعد علی امیر المومنین ہونگے اور طلحہ اور زبیر ان کے حمایتی ہوں گے۔ تھوڑی دیر کے بعد کعب نے معاویہ کی طرف اشارہ کر کے کہا: یہ نجر سوار شخص عثمان کے بعد حکمراں ہوگا۔

۳۔ طبری (۱) نے اسی سند کے ساتھ یعنی سری نے شعیب سے سیف کی زبانی نقل کیا ہے کہ معاویہ نے رخصت ہوتے ہوئے عثمان سے کہا: اے امیر المومنین! آپ ان بلوائیوں کا مقابلہ نہ کر سکیں گے، آپ میرے ساتھ شام چلیے۔ وہاں کے لوگ ابھی آپ کے فرمانبردار ہیں۔ عثمان نے کہا: میں جوار رسول اللہ ﷺ کبھی نہ چھوڑوں گا۔ چاہے قتل ہی کر دیا جاؤں۔ معاویہ نے کہا: تو پھر شام سے فوج بھیجنے کی اجازت دیجئے۔ عثمان نے کہا: کہ فوج کے آجانے سے مدینے والوں کی معیشت تنگ ہو جائیگی۔ یہ ہجرت رسول اللہ ﷺ کا شہر ہے۔ معاویہ نے کہا: کہ پھر تو آپ لازمی طور سے عوامی حملے کا شکار ہوں گے۔ عثمان نے کہا: خدا میرے لیے کافی ہے۔ معاویہ نے چیخ کر کہا: تو کہاں ہے اے جلاد! اے قصاب!

۴۔ طبری (۲) نے اسی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ شوال ۳۵ھ میں مصر والوں نے چار ستونوں کی رہبری میں مدینے کا رخ کیا۔ ہر ستون میں ایک ہزار افراد تھے۔ ان کی سرداری عبدالرحمن ابن عدیس، کناندہ ابن بشیر، سودان ابن حمران اور قتیرہ کے ہاتھ میں تھی۔ ان سب کا سردار غافقی ابن حرب تھا۔ ان کی ہمت نہ ہو سکی کہ مدینے والوں سے کہہ سکیں کہ ہم جنگ کے لیے آئے ہیں، لہذا حج کا بہانا کیا۔ ان کے ہمراہ ابن سودان تھا۔ کوفے والے بھی چار ٹکڑیوں میں نکلے، جس کے سردار زید ابن صوحان، مالک اشتر، زیادہ ابن نضرہ اور عبداللہ ابن اہم تھے۔ ان سب کے سردار عمرو ابن اہم تھے۔ اسی طرح بصرے والے حکیم ابن جبلة، ذریح ابن عباد، بشر ابن شریح، ابن المحرش اور ان سب کے سردار حرقوص تھے۔ اس کے

۱۔ تاریخ طبری، ص ۱۰۱، (ج ۴، ص ۳۴۵، حوادث، ۳۵ھ)۔

۲۔ تاریخ طبری، ص ۱۰۳۔ (ج ۴، ص ۳۴۸، ۳۵ھ)۔

علاوہ راستے میں بہت سے لوگ شامل ہوتے گئے۔ مصر والے دوستدار علی تھے۔ بصرے والے طلحہ کے ہوا خواہ اور کوفے والے زبیر کے طرفدار تھے، ہر فوجی ٹکڑی اس گھمنڈ میں تھی کہ کامیابی اسی کے حصے میں آئے گی اور اپنے سردار کو حکومت سونپ دیں گے۔ یہ لوگ مدینے سے تین منزل دور، بصرے والے ذو خشت، کوفے والے اعمش میں اور مصر والے ذومرۃ میں رک گئے۔ زیاد اور ابن امم نے مصر اور بصرہ والوں سے کہا کہ جلدی نہ کرو، ہم تم ہی لوگوں کے ساتھ مدینہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں کیونکہ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ ہمارے مقابلے کے لیے مدینے والوں کی عوامی فوج تیار ہوئی ہے۔ اگر وہ ہم لوگوں کے اداروں سے واقعہ ہوتے تو ڈر جاتے لیکن اب ہماری علیحدگی سے ناکامی کا سامنا ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد ان دونوں افراد نے مدینہ آکر ازواج رسول ﷺ اور علی و طلحہ و زبیر سے ملاقات کر کے کہا کہ ہماری آمد کا مقصد فقط حج ہے اور یہ کہ اپنے صوبوں کے گورنروں کو برطرف کرا دیں۔ ان حضرات نے شہر مدینہ میں ان فوجی ٹکڑیوں کی آمد کی اجازت مانگی لیکن سب نے انکار کیا اور کہا کہ تمہارا یہ اقدام بے فائدہ ہے۔ اس کے بعد کچھ مصر والے علی کے پاس آئے اور بصرے والے اور کوفے والے طلحہ و زبیر کے پاس آئے۔ آپس میں سب نے ایک دوسرے سے کہا: کہ ہمیں کسی ایک کی بیعت کر لینی چاہیے ورنہ ان لوگوں کی دشمنی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مصر والوں نے حضرت علی سے احجار الزیت میں ملاقات کی۔ اس وقت امام حسن عثمان کے پاس تھے، حضرت علی کو سلام کر کے ان کے سامنے اپنی باتیں رکھیں اور فریاد کی۔ لیکن حضرت علی نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: صالح حضرات جانتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ”ذو مروۃ اور ذو حشب“ میں قیام کرنے والی فوج پر لعنت کی ہے۔ تم سب لوٹ جاؤ۔ اللہ کی نصرت سے محروم رہو گے۔ وہ لوگ حضرت کا حکم مان کر واپس گئے۔ بصرے والے طلحہ کے پاس گئے، طلحہ نے اپنے دونوں بیٹوں کو عثمان کے پاس بھیجا ہوا تھا۔ ان لوگوں نے سلام کر کے اپنی بات کہی تو طلحہ نے دھکارتے ہوئے کہا: ہر مومن جانتا ہے کہ ذومروۃ، ذوحشب اور اعمش کی فوج پر رسول ﷺ نے لعنت کی ہے۔ یہی ماجرہ کوفیوں اور زبیر کے ساتھ پیش آیا۔



سہیل سکینہ

یہ لوگ مدینے سے باہر چلے گئے اور یہ ظاہر کیا کہ اپنے اپنے گھروں کو واپس جا رہے ہیں تاکہ

مدینے والے متفرق ہو جائیں تو شہر پر شب خون مارا جائے۔ مدینے والوں نے انھیں منتشر ہوتے ہوئے دیکھا تو متفرق ہو گئے، لیکن صوبوں کے یہ لوگ پھر واپس آ کر مدینے پر چڑھائی کر کے خانہ عثمان کا محاصرہ کرنے میں کامیاب ہو گئے اور اعلان کر دیا کہ جو بھی ہمارے مقابلے سے ہاتھ کھینچ لے گا وہ امان میں رہے گا۔ حضرت علیؓ بنے ان لوگوں کو آ کر سمجھایا کہ تم لوگوں نے واپس جا کر اپنا خیال کیوں بدل دیا۔ انھوں نے کہا: ہم نے راستے میں ایک قاصد کو پکڑا جس کے خط میں ہمارے قتل کا حکم دیا گیا تھا۔ طلحہ وزیر نے بھی کوئے اور بصرے والوں کو سمجھایا۔ انھیں بھی وہی جواب دیا گیا۔ حضرت علیؓ نے بصرے اور کوئے والوں سے کہا: مصر والوں کے خط کی تمہیں کیسے اطلاع ہو گئی؟ ان لوگوں نے جواب دیا: ہم ہر حال میں عثمان کو حکومت سے ہٹا کر دم لینگے۔

علامہ ابنی فرماتے ہیں: تاریخی روایتیں کہتی ہیں کہ ان سپاہیوں کو ان تینوں حضرات نے دھتکار کر کے بھاگنا چاہا۔ جب کہ ان سپاہیوں میں صحابائے کبار اور مجاہدین بدر بھی تھے۔ ان لوگوں کے لیے تینوں حضرات نے کہا کہ تم احجار الزبیت میں قیام کر کے لعنت رسول کے مستحق ہو گئے ہو۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ تمام مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ بلوایوں نے پہلی بار مدینے میں آ کر چالیس روز تک عثمان کے گھر کا محاصرہ کیا۔ اسی محاصرے کے زمانے میں عثمان نے مجبور ہو کر حضرت علیؓ کو بلوا کر بیچ میں ڈالا اور عثمان نے برسرِ منبر توبہ کی۔ وہ توبہ نامہ صوبوں کو بھیجا گیا۔ اسی کے بعد حضرت علیؓ اور محمد ابن مسلمہ نے بذاتِ خود ضامن ہو کر لوگوں کو اپنے اپنے صوبوں میں واپس جانے کے لیے کہا۔ بعد میں یہ نظر آتا ہے کہ عثمان نے اپنے تمام عہد و پیمان کو پاؤں تلے روند ڈالا، اس کے علاوہ مصر والوں کو قتل کرنے کا خط بھی برآمد ہو گیا۔ یہی وجہ تھی کہ دوسری بار محاصرہ ہوا اور عثمان کو قتل کر ڈالا گیا۔ ان روایات کی روشنی میں، نیز ایامِ محاصرہ میں طلحہ وزیر کی روش دیکھنے کے بعد کوئی شک نہیں رہ جاتا کہ ان لوگوں نے صوبے والوں کو دھتکار کے واپس کیا ہوگا۔ یا عثمان کی صفائی میں کچھ ہوگا۔ پھر یہ کہ تاریخی روایات کی بنا پر طلحہ تو عثمان کے سخت ترین مخالف تھے، انھوں نے عثمان پر پانی بھی بند کیا تھا۔ بقیع میں دفن ہونے سے بھی روکا تھا۔ قتل عثمان کے بعد اکثر انھوں نے اپنے کارناموں کا اقرار بھی کیا تھا۔ لیکن یہ جھوٹے راوی ہمیں یہ بتانا

چاہتے ہیں کہ طلحہ وزیر وغیرہ اصحاب نامدار، عثمان کے قطعی مخالف نہیں تھے، بلکہ ان کا دفاع کر رہے تھے۔

۵۔ طبری (۱) نے اسی سند کے ساتھ ایک روایت لکھی ہے کہ عثمان نے اپنی آخری تقریر میں کہا: خدا نے دنیا کو تمہارے حوالے صرف اس لیے کیا ہے کہ آخرت کے لیے ذخیرہ فراہم کرو۔ نہ اس لیے کہ اسی پر بھروسہ کر لو۔ دنیا ختم ہو جائے گی اور آخرت باقی رہے گی۔ بنا بریں دنیا کے غرور میں نہ رہو۔ آخرت کی ہمیشہ باقی رہنے والی چیز پر دنیا کو ترجیح مت دو۔ خدا سے ڈرو، تقویٰ اختیار کرو کہ یہی غضب خدا سے تمہیں محفوظ رکھ سکتا ہے، دین میں تغیر نہ پیدا کرو۔ اسلامی وحدت کی حفاظت کرو اور مختلف ٹکڑیوں میں نہ بٹ جاؤ۔ اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ جب تمہاری نفرت کو باہم الفت میں بدل دیا۔

لوگ کہتے ہیں کہ جب عثمان نے اپنی تقریر ختم کی تو لوگ عثمان کی مخالفت میں آئے۔ عثمان لوگوں سے مقاومت پر آمادہ ہو گئے۔ عثمان نے ان لوگوں سے کہا: میرے گھر کی حفاظت کرو۔ عثمان نے طلحہ، زبیر اور علیؓ کے پاس آدمی بھیج کر بلوایا۔ جب یہ لوگ جمع ہوئے تو اپنے باپ خانہ سے لوگوں کو خطاب کیا: اے مدینے والو! میں تمہیں خدا حافظ کہتا ہوں۔ خدا سے دعا ہے کہ میرے بعد تمہیں اچھی حکومت نصیب ہو۔ بخدا! آج کے بعد میں کسی سے ملاقات نہ کروں گا۔ جو لوگ میرے گھر کی حفاظت کر رہے ہیں ان میں کسی ایک کو بھی اجازت نہیں دوں گا کہ وہ دینی و دنیاوی امور میں تمہارے خلاف مداخلت کریں۔ اور قسم دے کر مدینے والوں کو واپس کر دیا۔ نتیجے میں امام حسنؓ اور محمد و عبداللہ ابن زبیر کے علاوہ سب لوگ واپس چلے گئے۔ یہ تینوں حضرات اپنے باپ کے حکم سے خانہ عثمان کی حفاظت پر مامور تھے۔ بلوائیوں نے ان پر ہجوم کیا اور عثمان خانہ نشین ہو گئے۔

۶۔ اسی سند کے ساتھ طبری (۲) کا بیان ہے:

کہتے ہیں کہ محاصرہ چالیس راتوں تک چلتا رہا اور جب سے مختلف صوبوں سے لوگ آئے اور عثمان

۱۔ تاریخ طبری، ص ۱۲۶۔ (ج ۳، ص ۳۸۳، حوادث، ۳۵)۔

۲۔ تاریخ طبری، ص ۱۲۶۔ (ج ۳، ص ۳۸۵، حوادث، ۳۵)۔

کی موت ہوئی۔ اس درمیان کا فاصلہ سترہ راتیں ہیں چونکہ ابتدائی محاصرہ اٹھارہ روز رہا۔ اس وقت چند اہم افراد نے خبر پھیلا دی کہ ملک کے اکثر حصوں سے عثمان کے دفاع میں فوجیں آرہی ہیں۔ حبیب شام سے، معاویہ مصر سے، قعقاع کوفہ اور مجاشع بصرے سے فوجیں لے کر آرہے ہیں۔ بلوایوں نے عثمان کا عوام سے رابطہ توڑ دیا۔ یہاں تک کے پانی بھی بند کر دیا۔ حضرت علی مختلف بہانوں سے ضرورت کا سامان بھیجتے رہتے تھے۔ ایک رات بلوایوں نے سنگ باری کر دی تو عثمان نے فریاد بلند کی کہ خدا سے ڈرو۔ یہاں ہمارے علاوہ دوسرے لوگ بھی ہیں۔ لوگوں نے کہا: پتھر ہم نے نہیں پھینکے بلکہ خدا نے پھینکے ہیں۔ عثمان نے کہا: تم جھوٹے ہو۔ اگر خدا پھینکتا تو پتھر خطانہ کرتے۔ پھر عثمان نے اپنے ہمسائے قبیلہ حزم کے عمرو کے ذریعہ علی کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر آپ سے ہو سکے تو تھوڑا سا پانی بھیجوا دیجئے۔ لوگوں نے ہم پر پانی بند کر دیا ہے۔ یہ پیغام طلحہ، زبیر، عائشہ اور دوسری ازواج رسول کو بھی دیا۔ لیکن صرف علی اور ام حبیبہ نے جواب دیا۔ رات کے وقت حضرت علی نے آکر بلوایوں سے کہا: تم لوگ غیر ایمانی کام کر رہے ہو۔ کافروں کے ساتھ بھی یہ سلوک روا نہیں۔ اس شخص پر دانا پانی نہ بند کرو۔ اگرچہ رومی اور ایرانی قیدیوں کو بھی دانا پانی دیا جاتا ہے پھر یہ کہ اس شخص نے تم پر حملہ بھی نہیں کیا۔ پھر کیوں اس کے محاصرہ و قتل پر آمادہ ہو۔ لیکن بلوایوں نے دانا پانی بھیجنے سے قطعی انکار کیا۔ علی نے اپنا عمامہ عثمان کے گھر میں بھجوا دیا۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ آپ جو حکم دیں میں اسے بجالاؤں۔ پھر اپنے گھر واپس چلے گئے۔ ام حبیبہ ایک خچر پر سوار ہو کر آئیں۔ ان کے ہمراہ ایک چھوٹی مشک تھی۔ بلوایوں نے خچر کے منہ پر چابک مار کر واپس کر دیا۔ ام حبیبہ نے کہا: عثمان بنی امیہ کے قیدیوں اور بیواؤں کے سر پرست ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ ان سے مل کر بیواؤں اور قیدیوں کے اموال کی حفاظت کروں۔ لیکن بلوایوں نے منظور نہیں کیا۔ عائشہ حج کے لیے آمادہ تھیں۔ انھوں نے اپنے بھائی محمد کو ساتھ لے جانا چاہا۔ لیکن وہ آمادہ نہ ہوئے۔ حضرت عائشہ کو اس پر غصہ بھی آیا۔ عائشہ مصریوں پر بہت خفا بھی تھیں۔ مردان نے عائشہ سے کہا: اگر آپ مدینے میں موجود رہیں تو عثمان کی حفاظت ہو سکے گی۔ عائشہ نے کہا: تم چاہتے ہو جو سلوک ام حبیبہ کے ساتھ ہو ادنیٰ میرے ساتھ بھی ہو۔ جب حضرت علی اور ام حبیبہ کی بات طلحہ و زبیر کو

معلوم ہوئی تو یہ دونوں بھی خانہ نشین ہو گئے اور بنی حزم کے لوگ بدستور پانی پہنچاتے رہے۔ عثمان نے بام خانہ سے عبداللہ ابن عباس کو آواز دے کر کہا: اس سال تم قافلہ حج کی سرپرستی کرو۔ ابن عباس نے جواب دیا: بخدا! اے امیر المومنین! مجھے حج سے زیادہ یہ بات پسند ہے کہ ان بلوائیوں کے خلاف آپ کی حمایت میں جنگ کروں۔ عثمان نے قسم دے کر انھیں امیر الحاج بنا ہی دیا۔ ایک سفارش نامہ عثمان نے زیر کو بھیجا اور وہ لے کر گئے۔ زیر کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ قتل عثمان کے وقت مدینے میں تھے یا نہیں۔ عثمان نے تقریر کی: مدینے والو! میری نفرت میں تم کہیں قوم نوح کی طرح تباہ نہ ہو جاؤ۔

علامہ امینی فرماتے ہیں: اس تاریخی روایت کو جھوٹے راویوں نے صرف اس لیے وضع کیا ہے کہ صحیح اور متواتر تاریخی حقائق پر پردہ ڈالا جاسکے یا اس میں شک اور تردید پیدا کیا جاسکے۔ متعدد تاریخی روایات میں عائشہ، طلحہ و زیر کی شدید نفرت اور قتل عثمان کے لیے بے انتہا کوشش کا تذکرہ موجود ہے۔ عائشہ نے کہا: اس نعل کو قتل کر دو۔ خدا اسے قتل کرے، یہ کافر ہو گیا ہے۔ طلحہ قتل کے لیے سخت کوشاں تھے۔ اور اپنا چہرہ چمپا کر تیر اندازی کر رہے تھے۔ انھوں نے ہی پانی بند کیا تھا، پھر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن بھی نہیں ہونے دیا۔ جنازے پر سنگ باری کی۔ اسی لیے مردان نے انھیں قتل کر کے ابان ابن عثمان سے کہا: کہ تمہارے باپ کے ایک قاتل سے بدلہ لے لیا۔ حضرت علیؑ نے طلحہ و زیر کے متعلق کہا تھا: کہ انھوں نے عثمان کے خلاف سخت اقدامات کئے اور ان کی ملائم ترین بات گالیاں تھیں۔ خود عثمان نے طلحہ کا شکوہ کیا اور زیر نے تو واضح لفظوں میں کہا: اسے قتل کر دو کیونکہ اس نے تمہارا دین بدل دیا ہے۔ یہ بھی کہا تھا: عثمان قیامت میں پل صراط کا مردار ہے۔ اس پر سعد کی گواہی بھی موجود ہے، خود ابن عباس نے جیسا کہ جھوٹے مورخین نے لکھا ہے اگر ایسے ہی ہوتے تو حج کے موقع پر عثمان کے خط کی مخالفت نہ کرتے۔

۷۔ طبری نے (۱) اسی سند سے لکھا ہے:

کہتے ہیں کہ حج کے بعد افواہ اڑی کہ حاجیوں کا گروہ مصر والوں کی سرکوبی کے لیے چل پڑا۔ جب یہ خبر بلوائیوں کو معلوم ہوئی تو شیطان نے ان کے دل میں دوسوہ ڈالا۔ وہ آپس میں کہنے لگے: اس

آفت سے نجات صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ عثمان کو جلد از جلد قتل کر دیا جائے۔ انھوں نے عثمان کے گھر پر حملہ کر دیا۔ لیکن امام حسن رضی اللہ عنہ، عبداللہ ابن زبیر اور محمد ابن طلحہ، مروان اور سعید ابن عامر اور دوسرے صحابی زادوں نے اس حملے کو روکا۔ عثمان نے فریاد بلند کی: خدا کے لیے میری نصرت سے دستبردار ہو جاؤ، میں اپنی مدد کی ذمہ داری تم پر سے اٹھاتا ہوں۔ لیکن وہ لوگ نہ مانے، پس عثمان نے ہاتھ میں شمشیر دھیرے کر دروازہ کھول دیا تاکہ باہر آ کر ان لوگوں کو ہٹا دیں۔

جب ان لوگوں پر عثمان کی نظر پڑی تو بھرے والوں نے منہ پھیر لیا اور ان کی جماعت نے بلوائیوں کو پیچھے ڈھکیل دیا۔ گھمسان کی جنگ ہونے لگی۔ عثمان نے اپنے ساتھیوں کو قسم دے دی کہ گھر میں آجائیں لیکن وہ لوگ نہ مانے، پھر کچھ دیر بعد گھر میں آ گئے اور مصریوں کے لیے دروازہ بند ہو گیا۔ اس سال مغیرہ ابن افصح جج کے لیے گیا ہوا تھا۔ بہت جلد آ کر اس دن عثمان کے گھر میں داخل ہو گیا اور عہد کیا کہ میں آپ کے قدموں پر اپنی جان بٹھا دوں گا۔ اگر دفاع نہ کروں تو خدا کو کیا جواب دوں گا۔ ان ایام میں عثمان صرف قرآن و نماز سے واسطہ رکھتے تھے۔ جب تھک جاتے تھے تو قرآن پڑھنے لگتے تھے۔ اسی موقع پر مصریوں نے دروازے میں آگ بھی لگا دی، تو مغیرہ بن افصح اور امام حسن، محمد ابن طلحہ اور سعید ابن عامر رجز پڑھتے ہوئے مقابلے کے لیے نکل آئے۔ سب سے آخر میں ابن زبیر نکلے۔ اور وہی آخری دم تک کے قتل عثمان کے گواہ ہیں۔

۸۔ طبری (۱) اسی سند سے روایت کرتے ہیں کہ جب دروازے میں آگ لگی تو عثمان نے نماز اور سورہ طہ تیز تیز پڑھنا شروع کر دیا۔ وہ ہنگامے سے ہراساں نہیں تھے، نہ قرأت میں لکنت ہو رہی تھی، بلوائیوں کے پہنچنے تک وہ نماز پڑھ چکے تھے۔ آخری آیت پڑھ رہے تھے کہ ﴿الذین قال لهم الناس قد جمعوا لكم فاخشوهم فزادهم ايمانا وقالوا حسبنا الله و نعم الوكيل﴾

مغیرہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ رجز پڑھ رہا تھا۔ ابو ہریرہ نے آ کر ان لوگوں کو جوش دلایا کہ آج جنگ اور مقابلے کا دن ہے اور بلوائیوں سے چلا کر کہا: میں تمہیں نجات کی طرف بلا رہا ہوں اور تم ہمیں

دوزخ کی دعوت دے رہے ہو۔ مردان سب سے زیادہ جنگ میں مصروف تھا۔ مغیرہ نے اپنا مقابل طلب کیا۔ اتنے میں مغیرہ کے قتل کی خبر اڑ گئی۔ اس کے قاتل نے کلمہ استرجاع پڑھا۔ عبدالرحمن نے وجہ پوچھی تو مغیرہ کے قاتل نے کہا: میں نے گزشتہ شب خواب دیکھا تھا کہ کہنے والا کہہ رہا ہے کہ مغیرہ کے قاتل کو دوزخ کی بشارت دے دو۔ اب تو میں نے ہی انھیں قتل کیا ہے۔ تھوڑی کھکھش کے بعد بلوایوں نے عثمان کے قتل کا ارادہ کر لیا۔ ایک شخص نے عثمان کے کمرے میں آکر کہا: خلافت سے دست بردار ہو جاؤ تو امان پا جاؤ گے۔ عثمان نے کہا: کہہ دو، خدا کی قسم! میں نے جاہلیت کے زمانے میں بھی نہ عورتوں کا لباس پہنا اور نہ اسلام لانے کے بعد گانا گایا۔ نہ دانے ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کوسح کیا۔ یہ جامہ مجھے خدا نے پہنایا ہے میں اسے کسی حال میں نہیں اتاروں گا۔ یہاں تک کہ خدا نیکوں کو عزت دے اور اہل شقاوت کو ذلت۔ جب وہ شخص باہر آیا تو لوگوں نے پوچھا: تو نے کیا کیا؟ اس نے جواب دیا: بخدا! سخت کھکھش میں ہوں۔ لوگوں کی وجہ سے قتل کئے بغیر چارہ نہ تھا اور دوسری طرف عثمان کا قتل جائز نہیں۔ اسی وقت بنی لیث کا ایک شخص عثمان کے کمرے میں گھسا، عثمان نے نے پوچھا: تو کس قبیلے سے ہے؟ جواب دیا: لیثی ہوں۔ عثمان نے کہا: تو میرا قاتل نہیں ہے۔ وجہ پوچھنے پر اس موقع کے لیے حدیث رسولؐ یاد دلائی اور وہ شخص بلوایوں سے کنارہ کش ہو کر چلا گیا۔ اس کے بعد قبیلہ قریش کے ایک آدمی نے قتل کا ارادہ ظاہر کیا اور عثمان نے حدیث یاد دلائی اور وہ استغفار پڑھتا ہوا واپس گیا۔ اتنے میں عبداللہ ابن سلام نے آکر بلوایوں کو قتل عثمان سے روکنا شروع کیا۔ کہتے ہیں کہ سب کے آخر میں محمد ابن ابی بکر آئے۔ عثمان نے ان سے کہا: تم پر افسوس ہے کیا تم اللہ پر غضبناک ہو؟ کیا میں نے تمہارا کوئی جرم کیا ہے یا حق چھین لیا ہے؟ یہ سن کر وہ شرمندہ واپس گئے۔ جب محمد واپس گئے تو قتیرہ اور سودان اور غافقی نے لوہے کے گھڑوں سے عثمان پر ضربات لگائیں اور قرآن کو ٹھوکر ماری۔ عثمان کا خون اس قرآن پر بہہ گیا۔ نائلہ نے یہ دیکھ کر اپنے کو عثمان پر ڈال دیا اور ہاتھوں کو سپر بنایا، جس کی وجہ سے ان کی انگلیاں کٹ گئیں۔ سودان نے نائلہ کی پیٹھ پر ایک لات مار کر کہا: ابو ذہبی! اور ایک دار سے عثمان کو قتل کر دیا۔ جب عثمان کے نوکروں نے یہ دیکھا تو سودان پر حملہ کر کے اسے تلوار سے موت گھاٹ اتار دیا۔ قاتل

سودان پر قترہ نے حملہ کر کے مار ڈالا اور گھر کو لوٹنے لگا۔ سامان جس میں تین لاشیں بھی تھیں باہر پھینک کر گھر کا دروازہ بند کر دیا۔ جب قترہ دوسرے محلے میں پہنچا تو عثمان کے ایک غلام نے حملہ کر کے اسے مار ڈالا۔ بلوایوں نے گھر کا سارا سامان لوٹ لیا۔ یہاں تک کے عورتوں کے زیور بھی۔ کٹھون نامی شخص نے نانکہ کا پا جامہ بھی اتار لیا۔ ان کی فریاد سن کر عثمان کے ایک نوکر نے کٹھون کو قتل کیا۔ پھر ایک محلے سے صدا اٹھی کہ تمام خزانے اور زیورات کے ڈھیر لوٹ لو۔ خزانے کے ملازموں نے یہ سن کر کہا: سب دنیا پرست ہیں اور وہاں سے بھاگ گئے۔ بلوایوں نے خزانہ لوٹ لیا۔ اس موقع پر تمام مدینے والے رو رہے تھے اور بلوایاں خوشی منا رہے تھے۔ پھر بلوایوں کو شرمندگی ہوئی۔ زیر پہلے ہی مدینے سے جا چکے تھے تاکہ قتل عثمان کے وقت موجود نہ رہیں۔ قتل کی خبر سن کر کلمہ استرجاع پڑھا اور کہا: خدا عثمان کو بخشے اور ان کا بدلہ لے۔ ان سے کہا گیا کہ اب بلوایوں کو پشیمانی ہے، تو جواب دیا کہ وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ جب طلحہ کو معلوم ہوا تو انھوں نے کہا: خدا عثمان پر رحم کرے اور ان کی مدد کرے۔ جب کہا گیا کہ بلوایوں کو شرمندگی ہے تو کہا کہ ان کا ستیاناس ہو۔ اور آیت پڑھی: ﴿فَلَا تَسْتَطْعُونَ تَوْجِیْہَ وَلَا اِنْسٰی اَہْلَہُمْ یَرْجِعُوْنَ﴾ جب حضرت علیؑ سے بیان کیا گیا تو آپؑ نے دعائے رحمت کے ساتھ آیت پڑھی: ﴿کَمَثَلِ الشَّیْطَانِ اِذَا قَالَ لِلْاِنْسَانِ اَکْفِرْ﴾ اور سعد نے یہ آیت پڑھی: ﴿الَّذِیْنَ ضَلَّ سَبِیْلُہُمْ فِی الْحَیْۃِ الدُّنْیَا وَہُمْ یَحْسِبُوْنَ اَنَّهُمْ یَحْسِنُوْنَ صَنْعًا﴾

۹۔ طبری (۱) کی اسی سند میں ہے کہ مغیرہ ابن شعبہ نے علیؑ سے کہا: یہ شخص (عثمان) قتل کیا جائے گا اگر آپ مدینہ میں رہے تو آپ ہی پر الزام آئے گا۔ لہذا آپ فلاں جگہ چلے جائیے۔ کیونکہ آپ نہیں گئے اور یہ قتل ہو گئے تو اگرچہ آپ یمن کے غاروں میں بھی چھپ جائیں گے تو لوگ ڈھونڈ لیں گے۔ لیکن حضرت علیؑ نے بات نہیں مانی اور عثمان بائیس روز محاصرے میں رہے۔ پھر دروازے میں آگ لگی تو ابن زبیر اور مردان نے جنگ کی اجازت مانگی، عثمان نے کہا: میں بہر حال رسول اللہ ﷺ کی وصیت پر عمل کروں گا۔ یہ آگ خطرناک منصوبے کے تحت لگائی گئی ہے لہذا میں جنگ سے تم لوگوں کو سختی سے منع کرتا ہوں اور عثمان

قرآن پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ امام حسن انھیں کے پاس تھے، ان سے کہا کہ تمہارے والد ایک عظیم کام میں مشغول ہیں اس لیے تمہیں قسم دیتا ہوں کہ باہر چلے جاؤ۔ تھوڑی دیر بعد ابن زبیر اور مردان نے آگ بجھادی۔ محمد ابن ابی بکر نے ابن زبیر و مردان کو دھمکایا۔ اس لیے جب محمد، عثمان کے کمرے میں گھسے تو یہ دونوں بھاگ گئے۔ محمد نے عثمان کی ڈاڑھی پکڑی، عثمان نے کہا: میری ڈاڑھی چھوڑ دو، تمہارے باپ میری ڈاڑھی کبھی نہ پکڑتے۔ محمد نے ڈاڑھی چھوڑ دی۔ اتنے میں دوسرے لوگ آ گئے۔ ایک نے تلوار کی نوک چھبائی اور دوسرا لائیں جمانے لگا۔ آخر ایک شخص نے عثمان کے کان میں تلوار پھونک دی اور خون قرآن پر بہنے لگے۔ عثمان بوڑھے تھے، بیہوش ہو گئے۔ اتنے میں دوسرے لوگ بھی آ گئے۔ بیہوش دیکھ کر پاؤں گھسیٹنے لگے۔ نائلہ اور بیٹیوں نے فریاد کرنا شروع کیا۔ پھر عثمان کے پیٹ میں تلوار بھونک دی گئی۔ نائلہ نے روکنا چاہا لیکن تلوار سینے میں اتاری جا چکی تھی۔ اس طرح عثمان غروب آفتاب سے پہلے قتل ہو گئے۔ ایک شخص نے چلا کر کہا: جس کا خون مباح ہو اس کا مال لینا بھی جائز ہے۔ پھر تو گھر کی تمام چیزیں لوٹ لی گئیں۔ اور لوگ خزانے کا سراغ لگانے لگے۔ دونوں خزانچی فرار ہو چکے تھے اور لوگ انھیں ڈھونڈ رہے تھے۔

۱۰۔ اسی سند سے تاریخ طبری (۱) میں ہے کہ جس وقت مدینے میں بدعتیں ظاہر ہونے لگیں تو کچھ لوگ جہاد کی غرض سے سرحدی علاقوں میں چلے گئے اور کچھ لوگ بصرہ، کوفہ اور شام کی طرف۔ پھر مہاجرین کے کچھ فرزند جو مختلف صوبوں میں چلے گئے تھے، وہ مدینے کی حفاظت کے لیے واپس آ گئے۔ جب ان کے حالات عثمان سے بیان کئے گئے تو تقریر کی: مدینے والو! تم لوگ اسلام کی اساس ہو، اگر تم بگڑے تو سماج بگڑے گا، تم صالح رہے تو سماج بھی بہتر رہے گا، خدا کے لیے، اگر کسی کی بدعت کی مجھے اطلاع ملی تو میں اسے جلاوطن کر دوں گا۔ خبردار اپنی زبانوں کو بند رکھو۔ تم سے پہلے لوگوں کو شکجہ دیا گیا۔ لیکن انھوں نے زبان بند رکھی۔ عثمان نے یہ سیاست اپنائی تھی کہ جو بھی شرارت کا مرتکب ہوتا اسے فوراً جلاوطن کر دیتے۔ نتیجے میں جہاجرین بھڑک اٹھے۔ عثمان تک بات پہنچائی کہ جلاوطنی بدعت ہے، رسول

خدا ﷻ نے فقط حکم کو جلاوطن کیا تھا۔ اسے کئے سے طائف جلاوطن کیا گیا تھا۔ پھر مکہ واپس آنے کی اجازت دے دی گئی تھی۔ اس بناء پر رسول خدا ﷺ نے جرم کی وجہ سے جلاوطن کیا اور پھر معاف کر کے شہر میں واپس آنے کی اجازت دے دی۔ اسی طرح پیغمبر ﷺ کے خلفاء نے بھی انھیں جلاوطن کیا، لیکن خدا کی قسم! میں نے تم لوگوں کے ساتھ غمو کا رویہ اپنایا ہے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں اس میں جھوٹ کا ایک سلسلہ ہے جسے طبری نے جھوٹی سند کے ساتھ اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ سند شعبی کی تفصیل کا کچا چٹا آٹھویں جلد میں بیان کیا جا چکا ہے۔ اب محبت طبری کی ایک روایت سعید ابن مسیب کی زبانی سن لیجئے۔ اس کے راوی بھی جھوٹے اور دجال ہیں:

جب علیؓ کو اطلاع ملی کہ لوگ عثمان کو قتل کرنا چاہتے ہیں تو آپؓ نے فرمایا: کہ ہم عثمان کو قتل کرنا نہیں چاہتے بلکہ مردان کو چاہتے ہیں۔ پھر حسن و حسین کو حکم دیا کہ تلوار کے ساتھ در عثمان کو حفاظت میں بیٹھو، کوئی شخص ان پر زیادتی نہ کر سکے۔ زبیر، طلحہ اور دوسرے اصحاب نے بھی اپنے بیٹوں کو حفاظت کے لیے بھیج دیا۔ اور صرف مردان کا مطالبہ کیا۔ بلوایوں نے یہ حالت دیکھی تو تیر بارانی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ امام حسنؓ زخمی ہو گئے۔ مردان کو بھی ایک تیر لگا۔ ابن طلحہ اور قنبر کا سر پھٹ گیا۔ پھر تو محاصرہ کرنے والوں کو خوف ہوا کہ حسن و حسین کی وجہ سے بنی ہاشم کو غصہ نہ آجائے اور جنگ طول پکڑ جائے، اس لیے آپس میں کہنے لگے کہ اگر بنی ہاشم نے یہ حالت دیکھ لی تو تم لوگ اپنے مقصد میں ناکام ہو جاؤ گے۔ مناسب ہے کہ عثمان کے گھر میں نقب لگا کر قتل کر دیں۔ پھر ایک انصاری کے گھر کے راستے گھس گئے، عثمان کے کمرے میں صرف ان کی زوجہ تھیں۔ اس طرح انھیں قتل کر کے اسی راستے سے بھاگ گئے۔ زوجہ نے فریاد کی لیکن ہنگامے میں گھر سے آواز باہر نہ جاسکی۔ تب کوٹھے پر جا کر لوگوں کو قتل عثمان کی خبر دی۔ حسن و حسین اور دوسرے لوگ عثمان کے کمرے میں آ کر رونے لگے۔ جب یہ خبر علیؓ، طلحہ، زبیر، سعد اور دوسرے مدینے والوں کو ہوئی تو سب کے ہوش اڑ گئے۔ آ کر عثمان کو مقتول حالت میں دیکھا اور واپس گئے۔ علیؓ نے دونوں بیٹوں کو ڈانٹا کہ تم دروازے پر موجود تھے امیر المومنین کیسے قتل ہو گئے۔ امام حسنؓ کے رخسار اور امام حسینؓ کے سینے پر گھوسا مارا۔ ابن طلحہ کو گالی دی اور ابن زبیر پر لعنت کی۔ آپؓ غصے میں واپس آ رہے تھے کہ

راستے میں طلحہ سے ملاقات ہوئی، انھوں نے پوچھا: آپ نے حسن و حسین کو کیوں مارا؟ حضرت علیؑ چونکہ طلحہ کو قتل عثمان کا ذمہ دار سمجھتے تھے اس لیے فرمایا: کہ یہاں بدری صحابہ موجود تھے، تمہارے پاس قتل عثمان کا کوئی شرعی جواز ان لوگوں کے سامنے نہیں ہو سکتا۔ طلحہ نے کہا: کہ اگر مروان ہمارے حوالے کر دیا جاتا تو عثمان قتل نہ ہوتے، علیؑ نے فرمایا: اگر مروان کو تمہارے حوالے کیا جاتا تو کیا عدالتی کارروائی کے بغیر اسے قتل کر دیتے۔ حضرت علیؑ اپنے گھر چلے گئے اور لوگ بیعت کے لیے آپ کی خدمت میں آنے لگے۔ حضرت نے ان سے فرمایا: یہ چیز تمہارے اختیار میں نہیں، بلکہ یہ کام بدری صحابیوں کا ہے، جس کو وہ پسند کریں گے وہی خلیفہ ہوگا۔ پھر تو تمام بدریوں نے بیک زبان کہا کہ ہم سب سے زیادہ مناسب آپ ہی کو سمجھتے ہیں۔ جب حضرت علیؑ نے یہ صورتحال دیکھی تو مسجد میں منبر پر تشریف لے گئے۔ سب سے پہلے طلحہ، زبیر، سعد اور دوسرے اصحاب محمدؐ نے بیعت کی۔ آپ نے مروان کو حاضر ہونے کا حکم دیا لیکن وہ بھاگ گیا۔ کچھ مروان کے بیٹے اور ابو معیط کے گھرانے کے لوگ حاضر ہوئے۔ لیکن باقی سب بھاگ گئے۔ (۱)

مسعودی (۲) نے اسی روایت کو تھوڑے سے فرق کے ساتھ لکھا ہے، اس میں عثمان کے رشتہ داروں اور غلاموں کی سرگرم جنگ کا تذکرہ ہے۔ محمد ابن ابی بکر نے عثمان کی ڈاڑھی پکڑی لیکن جب عثمان نے کہا کہ تمہارے باپ دیکھتے تو سخت ناراض ہوتے۔ تو محمد یہ سن کر گھر سے باہر چلے گئے۔ پھر دو آدمیوں نے آکر عثمان کو قتل کیا اور پھر تمام متذکرہ باتیں۔ ابن جوزی نے بھی اسی کی حکایت کی ہے۔ (۳) شداد ابن اوس (۴) اور کنانہ (۵) کی حکایت بھی اسی سے ملتی جلتی ہے۔ اس سند میں ایک کنانہ نام کا شخص محمد ثنین کے نزدیک ضعیف ہے۔ ترمذی اس کو ناقابل اعتبار اور مجہول سمجھتے ہیں۔ (۶)

- ۱۔ ریاض الصغریٰ، ج ۲، ص ۱۲۵، (ج ۳، ص ۵۷)، تاریخ الخلفاء، ص ۱۰۸، (ص ۱۳۹)۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۳، ص ۴۱۹)۔
- ۳۱۸۔ نمبر ۳۶۱۹)۔ تاریخ الخفیس، ج ۲، ص ۲۶۱-۲۶۲۔
- ۲۔ مروج الذهب، ج ۱، ص ۴۴۱ (ج ۲، ص ۳۶۲)۔ ۳۔ قرۃ العین المہرۃ الخفیس المہرۃ، ج ۱، ص ۱۸۰۔
- ۴۔ ریاض الصغریٰ، ج ۲، ص ۱۲۷۔ (ج ۳، ص ۶۰)۔ تاریخ الخفیس ج ۲، ص ۲۶۲۔
- ۵۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۷۸۔ (القسم الثانی، ص ۱۰۳۶-نمبر ۸۷۷)۔ محمد یب التحدیب، ج ۷، ص ۱۴۱ (ج ۷، ص ۱۲۹)۔ تاریخ الخفیس، ج ۲، ص ۲۶۲۔
- ۶۔ محمد یب التحدیب، ج ۸، ص ۴۵۰۔ (ج ۸، ص ۴۰۳)۔

بخاری (۱) نے کنانہ اور سعید مقبری (۲) سے ابو ہریرہ کی روایت نقل کی ہے جو محمد شین کے نزدیک غیر معتبر اور مجہول ہے۔ واقدی اور ابن جنا (۳) کے مطابق اپنی موت کے چار سال پہلے وہ پاگل ہو گیا تھا۔ اس روایت کا مفہوم بھی اختلاف حواس کا ثبوت فراہم کرتا ہے کیونکہ یہ طے شدہ بات ہے کہ سب سے پہلے عثمان والوں ہی کی طرف سے تیر اندازی ہوئی تھی، جس سے نثار بن عیاض اسلمی قتل ہوئے تھے۔ اسے تفصیل سے لکھا جا چکا ہے۔ پھر یہ کہ ابو ہریرہ کیسے راوی ہیں، ہر شخص جانتا ہے۔ ذہبی نے لکھا ہے کہ یہ روایت باطل ہے، اس کی کوئی بنیاد نہیں۔ کیونکہ اشعب کا صحابی ہونا ثابت نہیں۔ (۴)

تفصیلی صورت

ابو امامہ باہلی کا بیان نقل کیا جاتا ہے کہ محاصرہ کے وقت میں عثمان کے ساتھ تھا۔ عثمان نے کہا: آخر کس دلیل سے میرے قتل کے درپے ہیں؟ رسول خدا ﷺ کا ارشاد ہے کہ صرف تین ہی وجہ سے قتل کیا جاسکتا ہے یا مسلمان کے بعد کافر ہو جائے یا زنا کرے یا کسی کو ناحق قتل کرے۔ خدا کی قسم! میں نے ان میں سے کوئی جرم نہیں کیا ہے، پھر مجھے یہ لوگ کیوں قتل کر رہے ہیں؟ جب پیاس بہت زیادہ بھڑکنے لگی تو بام خانہ سے آواز دی: کیا تمہارے درمیان علیؑ آیا سعد ہیں؟ کہا گیا: نہیں پھر تھوڑی دیر بعد کہا: کیا تم لوگ علیؑ کو اطلاع دے سکتے ہو کہ میرے پاس پانی پہونچا دیں۔ جب علیؑ کو معلوم ہوا تو تین بھری مشکین پہونچا دیں۔ اس سلسلے میں چند بنی ہاشم و بنی امیہ زخمی بھی ہو گئے۔ جب علیؑ کو معلوم ہوا کہ عثمان کا محاصرہ کیا گیا ہے اور انھیں قتل کرنے کی پلاننگ ہے تو عمامہ رسول ﷺ سر پر رکھے، کمر میں تلوار حائل کئے گھر سے نکلے۔ اپنے ساتھ امام حسنؑ اور عبداللہ بن عمرؓ کو بھی لے چلے۔ ساتھ میں متعدد اصحاب و

۱۔ تاریخ الکبیر، ج ۴، قسم ۱، ص ۲۳۷۔

۲۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۷۸ (القسم الثالث، ص ۱۰۳۶۔ نمبر ۱۷۷۸)۔ محمد یب التحدیب، ج ۷، ص ۱۳۲ (ج ۷، ص ۱۲۹)۔

تاریخ الخلفاء، ج ۲، ص ۲۶۳۔

۳۔ الثقات (ج ۴، ص ۲۸۳)۔ محمد یب التحدیب، ج ۴، ص ۳۸ (ج ۴، ص ۳۳)۔

۴۔ لسان المیزان، ج ۴، ص ۱۲۶۔ (ج ۴، ص ۱۳۶، نمبر ۵۳۸)۔

مہاجرین و انصار عثمان کے گھر کی طرف چلے۔ حضرت علیؑ نے عثمان سے کہا: اے امیر المومنین! تم پر سلام، آپ مسلمانوں کے امیر ہیں اور آپ پر یہ افتاد پڑی ہے، میری تین رائے ہے کسی ایک کو قبول کریں: میرے ساتھ گھر سے باہر نکلے میں ان سے جنگ کروں اس صورت میں آپ حق پر ہوں گے اور وہ باطل پر۔ دوسرے یہ کہ گھر میں کسی راستے سے مکہ نکل جائیے وہاں آپ کا خون نہ بہایا جائے گا۔ تیسرے یہ کہ آپ شام چلے جائیے وہاں معاویہ آپ کے مددگار موجود ہیں۔ جواب دیا: مکہ کے متعلق تو میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے کہ مکہ میں ایک کافر قتل ہوگا جس پر دنیا والوں کا نصف عذاب انڈیلا جائے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ میں بنوں۔ شام اس لیے نہیں جاؤں گا کہ جوار رسول ﷺ نہیں چھوڑنا چاہتا۔ علیؑ نے فرمایا: تو پھر نکلو میں تمہارے ساتھ جہاد کروں۔ کہا: میں پہلا شخص نہیں بننا چاہتا جو امت محمد ﷺ سے جنگ کرے۔

اس درمیان حضرت علیؑ گھر واپس آ گئے اور امام حسن و حسین کو تلوار لے کر خانہ عثمان کی حفاظت کا حکم دیا۔ زبیر، طلحہ اور دوسرے صحابہ نے بھی اپنے فرزندوں کو بلوائیوں سے حفاظت کا حکم دے دیا۔ محمد بن ابی بکر نے جب دیکھا کہ بلوائیوں کی تیر اندازی سے امام حسن زخمی ہو گئے ہیں اور بنی ہاشم کے بھرنے کا اندیشہ ہے تو دو مصریوں کو لے کر عثمان کے پڑوسی کے گھر کے راستے، عثمان کے گھر میں گھس گئے کیونکہ سبھی لوگ باہر تھے۔ عثمان کے کمرے میں ان کی زوجہ کے سوا کوئی نہ تھا۔ محمد گھسے تو عثمان کو قرآن پڑھتے دیکھا، ان کی ڈاڑھی پکڑ لی۔ عثمان نے کہا: چھوڑ دو ڈاڑھی، اگر تمہارے باپ دیکھتے تو ناخوش ہو جاتے محمد نے ڈاڑھی چھوڑ دی۔ دونوں مصریوں نے عثمان کو قتل کیا اور پچھواڑے ہی سے نکل بھاگے۔ بعض کہتے ہیں کہ عمرو بن حنظل اور عمر بن صلابی نے سینے پر مارا اور لالتوں گھونسوں سے پسلیاں توڑ دیں۔ زوجہ نے فریاد بلند کی لیکن ہنگامے میں کسی کو آواز سنائی نہیں دی تو بام خانہ پر آ کر خبر دی کہ امیر المومنین قتل ہو گئے۔ جب لوگ آئے تو انھیں مقتول حالت میں پایا۔ ان کا خون قرآن پر بکھرا ہوا تھا۔ جس آیت پر خون بکھرا تھا وہ تھی ﴿فَسَيَكْفِيهِمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ یہ خبر حضرت علیؑ، سعد، طلحہ، زبیر اور دوسرے مدینے والوں کو ہوئی تو سب کے ہوش اڑ گئے۔ عثمان کے کمرے میں آئے اور باہر نکل کر حضرت علیؑ نے اپنے

دونوں فرزندوں کو سینہ و صورت پر طمانچہ مارتے ہوئے فرمایا: تمہاری موجودگی میں عثمان کیسے قتل ہو گئے؟ محمد بن طلحہ اور عبد اللہ بن زبیر کو گالیاں دیں اور غصے میں بھرے ہوئے گھر چلے گئے۔ لوگ تیزی سے آپ کے دروازے پر بیعت کرنے کے لیے دوڑے کہ ہاتھ بڑھائیے کہ ہمارا اب آپ کے سوا کوئی امیر نہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: مجھے شرم آتی ہے کہ جس قوم نے عثمان کو قتل کیا ان سے بیعت لوں یا دفن عثمان سے پہلے میری بیعت کی جائے۔ نتیجہ میں ان سے کنارہ کش ہو گئے۔ پھر ان لوگوں نے واپس آ کر تقاضہ کیا تو فرمایا: خدا کے لیے مجھے اس کام سے سخت تاسف ہے، مزید فرمایا: یہ کام فقط بدری صحابیوں کا ہے۔ اس وقت تمام بدری صحابی خدمت علیؓ میں آ کر عرض پر داز ہوئے کہ خلافت کے سزاوار صرف آپ ہی ہیں، ہاتھ بڑھائیے تاکہ آپ کی بیعت کریں۔ پھر سب نے آپ کی بیعت کی۔ یہ دیکھ کر مروان اور اس کے لڑکے بھاگ گئے۔ حضرت علیؓ نے زوجہ عثمان سے پوچھا: کس نے عثمان کو قتل کیا ہے؟ جواب دیا: میں نہیں جانتی، محمد بن ابی بکر، دو آدمیوں کے ساتھ کمرے میں تھے۔ پھر حضرت نے محمد کو بلا کر تفتیش کی۔ محمد نے کہا: بخدا! زوجہ عثمان نے غلط نہیں کہا۔ میں قتل کی غرض سے گیا تھا لیکن باپ کا نام درمیان میں آیا تو واپس چلا آیا اور بارگاہ خدا میں توبہ کی۔ بخدا! میں نے انھیں نہ قتل کیا نہ انھیں پکڑا۔ زوجہ عثمان نے کہا: یہ صحیح کہتے ہیں لیکن انھوں نے ہی دو آدمیوں کو کمرے میں گھسایا تھا۔ (۱)

اس وضعی روایت کا تجزیہ

اس جھوٹ کے پلندے اور بے پرکی روایت کو ان تسلیم شدہ صحیح روایات کی ضد میں گڑھا گیا ہے جن کے متن میں کوئی جھول نہیں اور جو متواتر اور تناقض سے عاری ہیں۔ بزرگ اصحاب رسول ﷺ کی تقاریر اور نظریات سے بھی یہ روایت قطعی متصادم ہے۔ عشرہ مبشرہ یا اصحاب شوری جن کی تعداد ایک سو پچاس تک پہنچتی ہے، میں نے اس کتاب کے پچھلے صفحات میں نقل کیا ہے، ان سے یہ روایت کہیں سے میل نہیں کھاتی۔ یہ جھوٹی روایت متعدد صحیح روایات کی تکذیب بھی کرتی ہے۔ جو لوگ قاتل عثمان ہیں اور

جنہوں نے ہانگ ذیل اعلان کیا کہ عثمان نے دین محمد کو تباہ کر دیا ہے۔ بعض اصحاب نے عثمان کو بلوا کر ان سے توبہ کرائی۔ انھیں کو اس روایت میں ہمدرد بتایا گیا ہے۔ مہاجرین صحابہ کا خط مصر والوں کو، جس میں کہا کہ اگر خلافت اور قرآن کی حفاظت کرو۔ مصریوں کا خط عثمان کو کہ جب تک توبہ نہ کر دو گے ہم دوش سے تلواریں اتاریں گے۔ عثمان کا عہد کہ اب وہ قرآن و سنت رسول ﷺ کے مطابق عمل کریں گے۔

عثمان کے پنے در پنے توبہ کے تماشے، عثمان کا خط معاویہ کو کہ تمام مدینہ والے کافر ہو گئے ہیں، عثمان کا خط شام والوں کو کہ تمام مدینے والے میرے قتل کے در پنے ہیں، بصرہ والوں کو خط کہ مدینہ والوں کے خلاف اگر جہاد کرو، مکہ والوں کو خط کہ دیکھتے ہی مدد کے لیے چلے آنا یا وہ روایات جن میں ان کو یہودیوں کے قبرستان حش کو کب میں دفن کیا گیا یا جنازے پر ڈھیلے برسائے گئے۔ ... یہ وہ مسلمہ روایات ہیں جن کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کیا یہ مہاجرین و انصار اپنے فرزندوں کو عثمان کی حفاظت کے لیے ان کے گھر پر متعین کریں گے؟ یہ دراصل اموی مفادات کے لیے روایت گڑھی گئی ہے۔ تمام مسلمہ روایات سے ثابت ہے کہ مہاجرین و انصار نے نہ تو عثمان کی مدد کی نہ اپنے فرزندوں کو بھیجا بلکہ بلوایوں کے ساتھ قتل عثمان میں برابر کے شریک رہے۔ اس جھوٹی روایت میں یہ بھی بتایا گیا کہ حضرت علیؑ نے آکر عثمان کو ابھارا کہ ہم آپ کے ساتھ جنگ کریں گے۔ حالانکہ صحیح روایات بتاتی ہیں کہ حضرت علیؑ قتل عثمان کے دن مدینہ میں موجود ہی نہیں تھے۔

عثمان سے ملاقات یا دفاع کی بات یا روناد اور امام حسن و حسین کو طمانچہ مارنے کا سوال ہی کہاں اٹھتا ہے؟ اسی لیے پیشی نے اس روایت پر تبصرہ کیا ہے کہ ظاہر یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ قتل عثمان کے موقع پر حضرت علیؑ مدینہ میں موجود ہی نہ تھے۔ (۱)

یہ بھی مسلم ہے کہ عثمان نے حضرت علیؑ سے کہا تھا کہ آپ بیچ چلے جائیے، تاکہ ان کی غیبت میں شورش مدہم پڑ جائے۔ یہ جلا وطنی کئی بار ہوئی۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ عثمان نے کہا کہ علیؑ سے کہہ دو بیچ چلے جائیں تاکہ مجھے ان کی تشویش نہ رہے نہ وہ میری فکر میں رہیں۔ ابن عباس نے حضرت تک یہ پیغام

یہو نچایا تو آپ نے جواب دیا: ابن عباس! عثمان مجھے پانی ڈھونے والا اونٹ سمجھتے ہیں، مجھ سے کہا چلے جاؤ، پھر کہا چلے آؤ، پھر کہا چلے جاؤ۔

حضرت علیؓ کا نظریہ عثمان کے بارے میں تمام صحیح روایات نے بیان کیا ہے۔

ان سے قطعی واضح ہو جاتا ہے کہ قتل عثمان کے بعد حضرت علیؓ ہرگز غمگین یا سراسیمہ نہ ہوئے ہوں گے۔ یہ تہمت وہی لگا سکتا ہے جو عقل سے عاری اور غرور گناہ میں مبتلا ہے یا پھر اموی خیر خواہی میں اپنا دین و ضمیر بیچ چکا ہے۔

جھوٹی روایت میں جو کچھ طلحہ کی مدد کو واضح کیا گیا ہے تو روایت صحیح کی روشنی میں سب سے زیادہ عثمان کی مخالفت میں آگے آگے تھے۔ محاصرہ، قتل اور دفن کے واقعات میں ان کی محاصمانہ روش انتہائی بھیاں تک تھی۔ حضرت علیؓ نے ان کے متعلق فرمایا تھا: بخدا! وہ اس لیے عثمان کے قصاص میں علم بغاوت بلند کئے ہوئے ہیں کہ کہیں انھیں پر قصاص نہ نافذ کر دیا جائے۔ دوسروں کو شک و تردد میں مبتلا کرنے کے لیے آتش زیر پا ہیں۔ خود عثمان سے پوچھئے۔ اور پھر مروان سے پوچھئے کہ کیوں انھیں قتل کیا؟ پھر ابان سے کہا: میں نے تمہارے باپ کے قتل کا بدلہ ایک سے لے لیا۔ زبیر کے متعلق بھی حضرت علیؓ نے بڑی لگتی بات کہی کہ تم نے خود عثمان کو قتل کیا اور مجھ سے بدلہ لینا چاہتے ہو۔ خدا، ہم میں تم میں جو بھی عثمان کے قتل میں زیادہ فعال رہا ہو اس پر اندوہ نازل کرے۔ سعد بھی خود کہتے ہیں: ہم نے عثمان کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیا، اگر چاہتے تو انھیں نجات دے سکتے تھے لیکن عثمان سے بدعتیں اور اچھی بری باتیں صادر ہوئیں بنا بریں اگر صحیح کیا تو ٹھیک اور غلط کیا تو خدا سے استغفار کے طالب ہیں۔ ان کے علاوہ تمام صحابہ جن کا جھوٹی حدیث میں تذکرہ کیا گیا ہے کہ اپنے فرزندوں کو مدد کے لیے بھیجا، کیا سمجھ میں آ سکتا ہے کہ خود عثمان سے جنگ کریں اور فرزندوں کو عثمان کی مدد کے لیے بھیج دیں؟ پھر یہ کہ کیا ممکن تھا کہ تمام صحابہ عثمان کی مدد میں ہوں اور محض دو تین افراد عثمان کو قتل کر دیں اور بی بی نائلہ لوگوں کو مطلع کریں؟ روایت گڑھنے والے بے سمجھے بوجھے جھوٹ اور تافض کا شکار ہو گئے۔ کیا انھوں نے سوچا کہ اگر تمام صحابہ مددگار ہوتے تو لاش مزبلہ پر نہ پڑی رہتی، محض چار آدمی دفن نہ کرتے، لاش پر ڈھیلے نہ پھینکے جاتے۔ سفید جھوٹ یہ بھی ہے کہ

بیعت کرنے والے اولین شخص سعد تھے، جب کہ وہ آخر تک علی کی بیعت سے کنارہ کش رہے۔ (۱) کچھ معصک روایات بھی ہیں جو ابن سیرین (۲) اور حسن بصری (۳) کے اقوال پر مشتمل ہیں۔ خدا ان جھوٹوں سے سمجھے۔

چند تالیفات پر ایک نظر

بے پرکی روایات جو نقل کی گئیں، ان پر عثمان کے فضل و کمال کی بنیاد تعمیر کی گئی ہے۔ اور جو کچھ انھوں نے گناہ اور بدعتیں کیں ہیں ان کی پردہ پوشی اور تاویل کے راستے پیدا کئے گئے ہیں۔ ہم نے صحیح روایات پیش کر کے انھیں کے ساتھ جھوٹی روایات بھی نقل کر دی ہیں۔ اکثر مورخین نے ان جھوٹی روایات کو نشر کر کے اپنے اوپر گناہوں کا بوجھ لا دیا ہے۔ ہر عثمانی اور اموی مسلک نے لجر تاریخ لکھ کر اپنی بد باطنی کاشوت دیا اور اپنا ماخذ تاریخ طبری، تمہید باقلانی، کامل ابن اثیر، ریاض النضرۃ، ابوالفداء، ابن خلدون، البدایہ والنہایہ، صواعق محرقة، تاریخ الخلفاء، روضۃ المناظر، اخبار الدول، تاریخ الخمیس، نزہت المجالس اور نور الابصار کو بنایا۔ ان کتابوں میں جعلی اور گڑھی ہوئی روایات کی بھر مار ہے، جن کے ذریعے حقائق کا چہرہ مسخ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد مورخوں اور محدثوں کی ٹولی آئی اور اس نے بغیر تحقیق ان روایات کو صحیح سمجھ کر نقل کر دیا۔ ان کی غرض اور جانبداری اسی کی متقاضی تھی۔ وہ شاید یہ نہیں سمجھتے تھے کہ محققین کی کاوش ان مہمل یا داسرائیوں کے تار و پود بکھیر دے گی۔

انھیں میں ایک کتاب فتوحات اسلامیہ ہے، جسے مفتی مکہ احمد زینی دحلان نے چاروں خلفاء کے حالات پر لکھی ہے۔ وہ عثمان کے حالات زندگی میں لکھتے ہیں (۴) کہ زاہد و پارسا اور شیفۃ آخرت تھے، خزانے کی تقسیم میں انصاف پیشہ تھے، وہ خود مالدار ہونے کی وجہ سے اس میں سے کچھ نہیں لیتے تھے

۱۔ المسد رک علی النعمین، ج ۳، ص ۱۱۶ (ج ۳، ص ۱۲۶، حدیث ۴۶۰۱)۔

۲۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۹۳ (ج ۶، ص ۲۱۵)۔

۳۔ ازالۃ الخفاء، ج ۲، ص ۲۴۲۔

۴۔ الفتوحات الاسلامیہ، ص ۳۹۲ (ج ۲، ص ۳۲۵-۳۲۳)۔

بہت نئی اور کشادہ روتھے، اپنے پرانے اور رشتہ دار میں کوئی فرق نہیں رکھتے تھے، خدا نے ان کے حق میں اکثر آیات نازل کیں، معمولی کپڑا پہنتے تھے، دوسروں کو اچھا کھانا کھلاتے اور خود معمولی کھانا کھاتے۔ اسی طرح ان کی سادگی کے بہت سے جھوٹے واقعات لکھے گئے ہیں۔ جن کا صحیح روایات میں کہیں اتنے پتہ نہیں ہے۔ یہ فضائل گڑھنے والے ملت کی گمراہی اور حقائق علمی کی پردہ پوشی کا تہیہ کیے ہوئے تھے۔ مفتی مکہ نے ان صحیح روایات کو چھوڑ کر جعلی اور بے سند روایات سے اپنی تالیف کو بھر کر اپنے مبلغ علمی کا ثبوت دیا ہے۔ دوسری کتاب الفقہ الکبریٰ ہے، جس کے مولف ڈاکٹر طحسین ہیں۔ موصوف نے اس کتاب میں (۱) دعویٰ کیا ہے کہ میں نے اپنے امکان بھر حقائق پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور کسی بھی فرقے کی جانب داری سے پرہیز کیا ہے۔ میں نہ تو عثمانی ہوں نہ توشیعہ۔ اور پھر اس کے بعد واقعہ قتل عثمان پر تبصرہ کرتے ہوئے ہر جگہ جانب داری کا مظاہرہ کیا ہے۔ بار بار اپنی فکری آزادی کا اعلان کیا ہے لیکن انھیں روایات پر اعتماد کیا ہے جو جھوٹی اور بے سند ہیں، اس کتاب اور دوسری عثمانی کتابوں میں کوئی فرق نہیں ہے، اس لحاظ سے اسے عظیم فتنہ ہی کہا جاسکتا ہے۔

تیسری کتاب صادق عربوں کی ہے۔ یہ صاحب، مصر کے ایک کالج کے استاد ہیں۔ اپنی کتاب ”عثمان ابن عفان“ میں لکھتے ہیں کہ میں نے خلیفہ سوم عثمان کے حالات زندگی جمع کرنے میں تحقیق کے ذریعے حقائق آشکار کرنے کی سعی کی۔ فضائل عثمان جو بیہودہ افسانوں میں گم ہو گئے ہیں اور محاسن و مکارم جو غلط روایات میں اوجھل ہو گئے ہیں، انھیں واضح کاف کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن جب اس کتاب کے موضوعات پر نظر جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ مقدمہ سے کوئی بات میل نہیں کھاتی۔ گڑھے ہوئے فضائل جنھیں ازراہ غلو گذشتہ افراد نے جمع کر دیا ہے، مصنوعی روایات اور غلط واقعات کو سجا بنا کر درج کتاب کیا گیا ہے۔ انھوں نے اسناد اور متن روایت کی ذرہ برابر پرواہ نہیں کی ہے۔ دینی بصیرت پر بحث کرتے ہوئے بدعات عثمان کو نظر انداز کیا ہے یا اس کی لچر توجیہ کی ہے۔ انھوں نے اپنی کتاب کا سرچشمہ احمد امین کی فخر الاسلام کو بنایا ہے، جس نے اموی مسلک کتاب خضریٰ کے یا وہ گوئی کا چر بہ اڑایا ہے۔ حیرت

ناک بات یہ ہے کہ اس شخص نے صدر اول کی حدیث سازی پر بحث کر کے لکھا ہے کہ یہ دراصل خلفاء راشدین کے خلاف ایک محاذ آرائی کے طور پر کام کیا گیا تھا۔

چہ دلا درست دزدی کہ بکف چراغ دارد

استاذ محمد جاد المولیٰ نے ایک کتاب لکھی ہے ”عثمان کے حق میں انصاف“ یہ کتاب سراسر فریب، سفسطہ اور وضعی روایات کا پلندہ ہے۔ انھوں نے عثمان کے خلاف شورش کا تجزیہ کیا ہے لیکن تعصب کی عینک لگا کر۔ ان کی لفاظی اور عبارت آرائی نے حقائق کی اچھی طرح ریڑھ ماری ہے۔ تمام شورش کا سرغنہ عبداللہ بن سبا کو بتایا ہے۔ عمار یا سر کے مصر جانے اور سبائیوں کی بات پر مغلوب ہو جانے کا تذکرہ ہے۔ ابوذر کے نظریہ انفاق پر بھی بچکانہ بحث کی ہے۔ پھر مہاجرین و انصار کے رویہ پر صریح جھوٹ کے طومار کھڑے کئے ہیں۔ اندھی عقیدت نے عثمان کے عیوب پر ایسے پردے ڈالے ہیں کہ بعض جھوٹ دوپہر کے سوہج کی طرح محسوس ہو جاتے ہیں اور سیف (۱) ابن عمر جیسے ضعیف راویوں (۲) کا سہارا لیا ہے۔ تمام باتوں کی نظر انداز کر کے اگر صرف مندوجہ ذیل دس باتوں پر بھی سنجیدگی سے غور کر لیا جائے تو نام نہاد محققین اچھی طرح عریاں ہو جائیں گے:

۱۔ حکومت پاکر عبید اللہ ابن عمر کو ہرمزان و خفیہ کے قتل کے بدلے قتل نہیں کیا۔ قرآن و سنت کے برخلاف ایک عہد معطل کی۔

۲۔ خلیفہ ہوتے ہی منبر پر رسول ﷺ کی جگہ جا کے بیٹھ گئے۔ حالانکہ ابوبکر و عمر ایک زینہ نیچے بیٹھے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ آج سے شر ظاہر ہو گیا۔ (۳)

۱۔ تاریخ طبری، ج ۷، ص ۳۷ (ج ۴، ص ۲۵۱، حوادث ۲۶، ۲۷)۔ تاریخ کامل (ج ۲، ص ۲۳۰، حوادث ۲۶، ۲۷)۔
 ۲۔ کتاب الجرح و من (ج ۱، ص ۳۳۵)۔ الکامل فی صفاء الرجال (ج ۳، ص ۳۳۵)۔ (نمبر ۸۵)۔ الضعفاء و الخوارج و کون (ص ۲۳۳)۔
 ۳۔ تاریخ (ج ۳، ص ۳۶۰)۔ الجرح و التعديل (ج ۳، ص ۲۷۸)۔ (نمبر ۱۱۹۸)۔ کتاب الضعفاء و الخوارج و کون (ص ۲۸۳)۔
 ۴۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۳۳۸ (ج ۲، ص ۲۵۵)۔ (نمبر ۳۶۳)۔ تہذیب التہذیب، ج ۳، ص ۲۹۵ (ج ۳، ص ۲۵۹)۔ الآلی المصنوعہ، ج ۱، ص ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱،

- ۳۔ حکم ابن عاص جسے رسول ﷺ نے جلاوطن کیا تھا، اسے مدینہ واپس (۱) بلا کر داماد بھی بنا لیا۔
 ۴۔ عشرہ مبشرۃ کی فرد سعد کو گورنری سے ہٹا کر ولید جیسے فاسق کو گورنر بنا دیا۔ (۲)
 ۵۔ ولید نے عبداللہ ابن مسعود کو خزانے سے برطرف کر دیا، ولید کی شراب خواری پر حد بھی جاری نہیں کی۔

- ۶۔ اپنی حکومت میں نماز جمعہ میں تیسری اذان کی بدعت جاری کی۔ (۳)
 ۷۔ مسجد الحرام کی توسیع میں غاصبانہ طریقے سے گھروں کو لے لیا اور احتجاج پر ظلم و ستم ڈھائے۔ (۴)
 ۸۔ افریقہ کا فتنہ خاتم اپنے داماد مروان ابن حکم کو بخش دیا۔ (۵)

- ۱۔ المعارف ابن قتیبہ، ص ۸۳۔ (مس ۱۹۳)۔ العهد الفرید، ج ۲، ص ۲۶۱ (ج ۴، ص ۱۰۳)۔ محاضرات راغب، ج ۲، ص ۲۱۲ (مجلد ۲، ج ۴، ص ۴۶)۔ مرآۃ الجنان، ج ۱، ص ۸۵۔ تاریخ اسلام ذہبی (ص ۳۶۶-۳۶۵)۔ حوادث (ص ۳۱)۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۷۷۔ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۳۳۔ (ج ۳، ص ۸۰)۔ اسد الغابۃ، ج ۲، ص ۳۵ (ج ۲، ص ۳۸، نمبر ۱۲۱۷)۔ سیرۃ حلبیہ، ج ۱، ص ۳۳۷، ج ۲، ص ۸۵۔ (ج ۱، ص ۳۱۷، ج ۲، ص ۷۷-۷۶)۔ الاصابۃ، ج ۱، ص ۳۳۵۔
 ۲۔ دول الاسلام، ج ۱، ص ۹ (مس ۱۳)۔ البدایہ والنہایہ، ج ۲، ص ۱۵۱۔ (ج ۷، ص ۱۶۹)۔ حوادث (ص ۲۵)۔ آغانی، ج ۴، ص ۱۷۸۔ (ج ۵، ص ۱۳۹)۔ استیعاب (القسم الرابع، ص ۱۵۵۵، نمبر ۲۷۲)۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۱۴۳ (ج ۱، ص ۲۳۳، حدیث ۱۲۳۳)۔ سنن، بیہقی، ج ۸، ص ۳۱۸۔ تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۱۴۲ (ج ۲، ص ۱۶۵)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۴۲۔ (ج ۲، ص ۲۳۶)۔ حوادث (ص ۳۰)۔ اسد الغابۃ، ج ۲، ص ۹۱-۹۲۔ (ج ۵، ص ۳۵۲، نمبر ۵۳۶۸)۔
 ۳۔ صحیح بخاری، ج ۲، ص ۹۵-۹۶۔ (ج ۱، ص ۳۰۹، حدیث ۸۷۰-۸۷۳)۔ سنن ترمذی، ج ۱، ص ۶۸۔ (ج ۲، ص ۳۹۲)۔ حدیث (۵۱۶)۔ سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۱۷۱۔ (ج ۱، ص ۲۸۵)۔ حدیث (۱۰۸)۔ سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۳۳۸ (ج ۱، ص ۳۵۹، حدیث ۱۱۳۵)۔ سنن نسائی، ج ۳، ص ۱۰۰ (ج ۱، ص ۵۴۷)۔ حدیث (۱۷۰۰)۔ سنن بیہقی، ج ۱، ص ۴۲۹، ج ۳، ص ۱۹۲-۲۰۵۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۶۸۔ (ج ۴، ص ۲۸۷، حوادث ۳۰)۔
 ۴۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۴۷، حوادث ۲۶ (ج ۴، ص ۲۵۱)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۳۹، (ج ۲، ص ۲۳۳، حوادث ۲۶)۔ تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۱۴۲، ج ۲، ص ۱۶۳۔
 ۵۔ المعارف ابن قتیبہ، ص ۸۳۔ (مس ۱۹۵)۔ تاریخ ابوالفدا، ج ۱، ص ۱۶۸۔ العهد الفرید (ج ۲، ص ۲۶۱)۔ (ج ۴، ص ۱۰۳)۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۵۰۔ (ج ۴، ص ۲۵۶)۔ حوادث (ص ۲۷)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۳۸۔ (ج ۲، ص ۲۳۷، حوادث ۲۷)۔

۹۔ حج میں جہاں نماز قصر پڑھنی چاہیئے، وہاں پوری پڑھی۔ (۱)

۱۰۔ افریقہ کے قس غنائم کو عبداللہ ابن سعد ابن ابی سرح کو بخش دیا۔ (۲)

اس قسم کی بے شمار خطاؤں اور بدعتوں کی پردہ پوشی اس کتاب میں کی گئی ہے۔ ان کے علاوہ بھی کچھ اسی قماش کی کتابیں ہیں، جن میں جھوٹ اور اندھی عقیدت کے طومار باندھے گئے ہیں۔ جعلی اور غلط روایات کے ذریعہ بغیر تجزیہ کئے عثمان کی تعریف کے پل باندھے گئے ہیں، ان کتابوں میں عبدالوہاب نجار کی ”تاریخ خلفاء“، عربونصر کی کتاب ”عثمان“، سید علی فکری کی ”خلفائے راشدین“۔ یہ سب کتابیں منات اور حسن نیت سے بہت دور ہیں۔

مصر کے ارباب تحقیق عقیدت میں اتنے پست ہو سکتے ہیں یہ سوچا بھی نہیں جاسکتا۔ بے سرو پا کتابوں کے علاوہ کافر نصوص کے ذریعہ بھی خلفاء کی ستائش کے ذریعے حقائق پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے، ان میں مصریونورثی کے وائس چانسلر شیخ محمد خضریٰ بہت آگے آگے ہیں۔

وصیت رسول ﷺ عثمان سے

مسند احمد ابن حنبل (۳) میں ابو مغیرہ، ولید ابن سلیمان، ربیعہ ابن یزید، عبداللہ ابن عامر، نعمان بن بشیر (یہ سبھی راوی دمشق ہیں) عاصمہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے آدمی بھیج کر عثمان کو بلوایا۔ پھر ان کی طرف رخ کر کے کچھ فرمانے لگے۔ میں بھی پہنچ گئی کہ دیکھوں کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے شانے پر ہاتھ مار کر کے آخری بات کہی: اے عثمان! ممکن ہے خدا تمہارے جسم پر پیرا بن آراستہ کرے، اگر منافق شورش کریں تو اسے اتارنا نہیں چاہے قتل ہی ہو جانا۔ آپ نے اسے تین بار فرمایا۔

۱۔ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۱۵۳۔ (ج ۷، ص ۱۷۳، حوادث ۲۹ھ)۔ صحیح بخاری، ج ۲، ص ۱۵۳۔ (ج ۲، ص ۵۹۶۔ حدیث ۱۵۷۲)۔ صحیح مسلم، ج ۲، ص ۲۶۰۔ (ج ۲، ص ۱۳۲، حدیث ۱۷، کتاب صلاۃ المسافر)۔

۲۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۵۰۔ (ج ۳، ص ۲۵۶، حوادث ۲۷ھ)۔ اسد الغابہ، ج ۳، ص ۱۷۳۔ (ج ۳، ص ۲۶۰۔ نمبر ۲۹۷۳)۔ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۱۵۲۔ (ج ۷، ص ۱۷۰، حوادث ۲۷ھ)۔

۳۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۸۶، ۱۳۹۔ (ج ۷، ص ۱۲۶، حدیث ۲۳۰۳۵، ۲۱۳۔ حدیث ۲۳۶۳۶)۔

نعمان نے عائشہ سے پوچھا: اب تک آپ نے یہ حدیث کیوں نہ فرمائی؟ جواب دیا: میں بھول گئی تھی۔ جب یہ حدیث معاویہ نے سنی تو خط لکھ کر اس حدیث کی تصدیق کی۔

اس روایت کے تمام راوی عثمان کے عقیدت مند اور شامی ہیں۔ نعمان تو باغی گروہ میں بھی شامل تھا، جسے قیس ابن سعد انصاری نے گمراہ اور گمراہ کرنے والا کہا ہے۔

۲۔ مسند ضیل (۱) میں محمد ابن کناسہ اسحاق ابن سعید، عائشہ سے روایت کی ہے کہ میں نے صرف ایک بار رسول خدا ﷺ کی بات کو کان لگا کر سنا۔ جب ظہر کے وقت عثمان ان سے ملنے آئے۔ میں سمجھی کہ ہم عورتوں کے بارے میں بات کرنے آئے ہیں۔ لیکن رسول ﷺ نے وہی پیراہن نہ اتارنے کی بات کہی۔ جب بغاوت کے بعد بھی عثمان نے خلافت نہیں چھوڑی تو میں سمجھی کہ وصیت رسول پر عمل کیا ہے۔

اس روایت کے سبھی راوی اموی اور عثمان خاندان کے ہیں۔ پھر یہ کہ روایت مرسل ہے۔

۳۔ طبرانی (۲) نے مطلب، عبد اللہ، لیث، خالد، سعید، ربیعہ نے عبد اللہ ابن عمر سے روایت کی کہ رسول خدا ﷺ نے عثمان سے کہا: پیراہن خلافت نہ اتارنا۔

ان راویوں میں عبد اللہ ضعیف ہے اور اس کا دماغ خراب ہو گیا تھا۔ (۳) سعید غیر معتبر ہے، (۴) ربیعہ (۵) کی روایتیں لچر ہوتی ہیں، ضعیف دست ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ روایت بھی ان راویوں کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۱۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۱۱۳ (ج ۷، ص ۱۶۵۔ حدیث ۲۳۳۱۶)۔

۲۔ المعجم الاوسط، (ج ۳، ص ۳۹۸، حدیث ۲۸۵۴)۔

۳۔ العلل ومعرفۃ الرجال (ج ۳، ص ۲۱۳، نمبر ۴۹۱۹)۔ کتاب الفقہاء والخر وکین (ص ۱۳۹ نمبر ۳۵۱)۔ البحر والنعویل (ج ۵، ص ۸۷، نمبر ۳۹۸)۔ کتاب البحر وکین (ج ۲، ص ۴۰)۔ تحذیب التہذیب، ج ۵، ص ۲۶۰-۲۵۶ (ج ۵، ص ۲۲۵)۔

۴۔ تحذیب التہذیب، ج ۴، ص ۹۵ (ج ۳، ص ۸۳)۔

۵۔ اشکات (ج ۶، ص ۳۰۱)۔ التاریخ الکبیر (ج ۳، ص ۲۹۰-۲۹۸)۔ تحذیب التہذیب، ج ۳، ص ۲۵۶ (ج ۳، ص ۲۲۱)۔

۴۔ احمد حنبل (۱) نے سان ابن ہارون، کلیب ابن وائل، ابن عمر کی روایت نقل کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے کہا: یہ شخص مظلوم قتل ہوگا۔ میں نے دیکھا کہ وہ عثمان تھے۔ اس روایت کے بھی راوی ضعیف دست ہیں۔ جیسے سان ابن ہارون (۲) کلیب بن وائل۔ (۳)

۵۔ مسند حنبل (۴) میں موسیٰ ابن عقبی کی روایت نقل کی گئی ہے کہ محاصرہ کے وقت میں عثمان کے گھر میں تھا۔ اتنے میں ابو ہریرہ ملاقات کے لیے آئے۔ واپس جاتے ہوئے حدیث سنائی کہ تم لوگ میرے بعد فتنہ دیکھو گے۔ ایک شخص سے پوچھا: اسے کون نجات دے گا؟ فرمایا: عثمان۔

اس روایت میں موسیٰ گناہ ہے اور اس کی باتیں بے سرو پا ہوتی تھیں۔ پھر یہ کہ وہ اموی بھی تھا۔ ۶۔ ترمذی (۵) نے سعید جریری، عبد اللہ بن شقیق سے روایت کی ہے عبد اللہ بن حوالہ نے کہا: پیغمبرؐ نے مجھ سے پوچھا: جب فتنہ تمام عالم گھیر لے گا تو کیا کروے گا؟ میں نے عرض کی: جو خدا اور رسول کا حکم ہو۔ رسول ﷺ نے فرمایا: عثمان کی پیروی کرنا۔

یہ سعید جریری اختلال حواس کا شکار تھا، اس لیے اس کی روایات معتبر نہیں ہیں۔ عبد اللہ بن شقیق کو ابن سعد نے ہوا خواہ عثمان بتایا ہے (۶) اور علیؑ سے سخت کینہ رکھتا تھا، (۷) احادیث رسول ﷺ کی روشنی میں دشمن علیؑ منافق و جہنی ہے (۸) اس کی عبادت بیکار ہے اور وہ دشمن خدا اور رسول ﷺ ہے۔ ایسے کو تو معتبر کہا جاتا ہے اور جن اصحاب علیؑ نے ارشاد رسول ﷺ پر عمل کیا انھیں غیر معتبر سمجھا جاتا ہے۔

۱۔ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۲۰۸ (ج ۷، ص ۲۳۳۔ حوادث ۳۵۰)۔ مسند احمد (ج ۲، ص ۲۶۱، حدیث ۵۹۱۷)۔

۲۔ کتاب البحر وجہن (ج ۱، ص ۳۵۲)۔ تہذیب التہذیب، ج ۴، ص ۲۳۳۔ (ج ۴، ص ۲۱۳)

۳۔ تہذیب التہذیب (ج ۸، ص ۴۰۱)۔

۴۔ مسند احمد، ج ۲، ص ۳۴۵ (ج ۳، ص ۱۸)۔ حدیث ۸۳۳۶)۔

۵۔ سنن ترمذی (ج ۵، ص ۵۸۶)۔ حدیث ۳۷۰۴)۔

۶۔ طبقات ابن سعد (ج ۷، ص ۱۲۶)۔

۷۔ تہذیب التہذیب، ج ۵، ص ۲۵۴ (ج ۵، ص ۲۲۳)۔ تہذیب الکمال (ج ۵، ص ۸۹)۔ نمبر ۳۳۳۳)۔

۸۔ المسند رک الصغیر، ج ۳، ص ۱۴۹ (ج ۳، ص ۱۶۱)۔ حدیث ۱۲-۴۷)۔

۷۔ مسند احمد (۱) میں ہرم بن حارث اور اسامہ بن خزیم سے بھی فتنہ کے زمانے میں عثمان سے وابستہ ہونے کا تذکرہ ہے۔ اس روایت میں عبداللہ بن شقیق ہے جس کی باتیں لچر اور ناقابل ہوتی ہیں۔

۸۔ احمد بن حنبل کی مسند میں فرج بن فضالہ سے روایت عائشہ ہے کہ رسول خدا ﷺ نے کہا: کاش! اس وقت کوئی ہوتا تو میں اس سے گفتگو کرتا۔ میں نے عرض کی: ابو بکر کو یا عمر کو بلا دوں؟ آپ خاموش رہے، پھر ایک غلام سے کان میں کہا تو وہ عثمان کو بلا لایا۔ رسولؐ نے کافی دیر تک سرگوشی کی، آخر میں پیراہن خلافت نہ اتارنے کی تین بارتا کید کی۔

مستدرک (۲) حاکم میں اس سند کو عالی کہا گیا ہے لیکن بخاری و مسلم نے نقل نہیں کیا ہے۔ ذہبی نے فرج بن فضالہ کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ تمام محدثین نے فرج کو ضعیف قرار دیا۔ (۳) یہی روایت مسند احمد (۴) میں قیس بن ابی حازم کی سند سے ہے جسے مستدرک، (۵) حلیہ، (۶) استیعاب (۷) و تاریخ بن کثیر (۸) میں نقل کیا گیا ہے۔ قیس نے حضرت علیؑ پر حملہ کیا تھا۔ لمبی عمر پانے کی وجہ سے پاگل ہو گیا تھا۔ کوئی اس کی روایت سے پرہیز کرتے تھے۔ (۹) اس لیے ہمیں کوفیوں کا اتباع کرنا چاہیے۔ کسی منافق و پاگل کی بات کا اعتبار ہی کیا؟

۱۔ مسند احمد، ج ۵، ص ۳۳، ۳۵۔ (ج ۶، ص ۱۰۔ حدیث ۱۹۸۴۰، ص ۱۳، حدیث ۱۹۸۵۹)۔

۲۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۷۵۔ (ج ۷، ص ۱۱۱، حدیث ۲۳۹۴۵)۔

۳۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۰۰، (ج ۳، ص ۱۰۶، حدیث ۴۵۴۴)۔

۴۔ تاریخ بغداد (ج ۱۲، ص ۳۹۵، التاريخ) الکبیر (جلد ۷، ص ۱۳۳، نمبر ۶۰۸) کتاب الفقهاء والحر وکین، (ص ۱۹۸، نمبر ۵۱۵)۔ البحر والتحدیل، (ج ۷، ص ۷۵)۔ (نمبر ۴۸۳)۔ کتاب البحر وچین، (ج ۲، ص ۲۰۶)۔ تھذیب التھذیب، ج ۸، ص ۲۶۲-۲۶۰۔

۵۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۵۲۔ (ج ۷، ص ۷۸، حدیث ۲۳۷۳۲)۔

۶۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۹۹، (ج ۳، ص ۱۰۶، حدیث ۴۵۴۴)۔

۷۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۵۸۔

۸۔ استیعاب، ج ۲، ص ۷۷۔ (القسم الثالث، ص ۱۰۴۳، نمبر ۱۷۷۸)۔

۹۔ البدایہ والنہایہ، ج ۶، ص ۲۰۵۔ (ج ۷، ص ۲۰۲، حوادث، ۳۵)۔

۹۔ ابن عدی (۱) نے عثمان کی روایت نقل کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے آہستہ سے مجھ سے کہا: کہ تم ناحق اور مظلوم قتل ہو گے۔

۱۰۔ ذہبی نے میزان (۲) میں انس کے طریق سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: عثمان! تم میرے بعد خلیفہ ہو گے، منافق تمہیں معزول کرنا چاہیں گے۔ خلافت نہ چھوڑنا، اس دن روزہ رکھ لینا، میرے ساتھ افطار کرنا۔ ذہبی کہتے ہیں کہ اس سند میں خالد ہے جس کی روایات عجیب ہوتی ہیں۔ ابن حبان (۳) کہتے ہیں کہ ناقابل استناد ہیں۔ ابو حاتم اسے قوی نہیں سمجھتے۔ (۴)

ان روایات پر ایک نظر

یہ روایات جھوٹ اور فریب کا ایک تسلسل ہیں۔ اگرچہ سبھی ضعیف ہیں کیونکہ ان کے راوی کذاب، متروک، بے اعتبار اور مطرود ہیں۔ پھر یہ کہ متن بھی معیوب ہے کیونکہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام مہاجرین و انصار اور صحابائے کرام منافق ہیں جو عثمان کو معزول کرنا چاہتے تھے۔ صرف چار پانچ اصحاب رسول ﷺ عثمان کے ساتھ تھے مثلاً زید بن ثابت، حسان، اسید الساعدی، کعب بن مالک اور ان کے علاوہ کچھ اموی اوباش۔ حالانکہ ہم سب کا عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ نیک اور پاکدل ہیں، قرآن و حدیث میں ان کی ستائش وارد ہوئی ہے۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول ﷺ نے جنگ نہ کرنے کی عثمان کو وصیت کی تھی لیکن عثمان نے مختلف صوبوں میں خطوط لکھ کر عوام اور فوج کی کمک طلب کی۔ مدینہ والوں کو مشرک اور کافر کہا۔ اس بیکسی کے ساتھ قتل ہوئے کہ تمام امویوں نے ام حبیبہ کے گھر پناہ لی پھر وہاں سے بھاگ نکلے۔ عائشہ

۱۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۷۵۔ (ج ۷، ص ۷۸، حدیث ۲۳۹۴۵)۔

۲۔ المسند رک علی النعمین، ج ۳، ص ۱۰۰، (ج ۳، ص ۱۰۶، حدیث ۳۵۴۴)۔

۳۔ تاریخ بغداد (ج ۱۲، ص ۳۹۵، تاریخ) الکبیر (جلد ۷، ص ۱۳۳، نمبر ۶۰۸) کتاب الفقہاء والمترکین، (ص ۱۹۸، نمبر ۵۱۵)۔

الجرح والتعديل، (ج ۷، ص ۷۵، نمبر ۴۸۳) کتاب البحر و صین، (ج ۲، ص ۲۰۶) محمد یب التحدیب، ج ۸، ص ۲۶۲-۲۶۰۔

۴۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۵۲۔ (ج ۷، ص ۷۸، حدیث ۲۳۷۳۲)۔

کو چاہئے تھا کہ رسول خدا ﷺ کا یہ فرمان کہ عثمان امین ہیں ان کی پیروی کرو، تمام صحابہ کے گوش گزار کرتیں تاکہ فتنہ کے وقت صحابہ صحیح فیصلہ کر سکیں۔ لیکن ہم تو دیکھتے ہیں کہ کسی صحابی کو اطلاع نہیں دی گئی۔ اس لیے عثمان بے بسی سے قتل ہو گئے اور کوئی پوچھنے تک نہ آیا۔

مناقب عثمان پر ایک نظر

یہاں تک عثمان کے حالات زندگی بیان کئے گئے۔ چہ نہیں ان کی زندگی کے یہ سیاہ اوراق ہیں یا سفید، بہر حال ہر صاحب نظر انھیں دقت نظر سے مطالعہ کر کے نتیجہ نکال ہی لے گا۔ اب ذرا ان کی ستائش و تعریف پر مشتمل روایات کو انصاف کی میزان پر جانچ لیں تاکہ اندازہ ہو سکے کہ روایات گڑھنے والوں نے کس قدر غلو سے کام لیا ہے۔ اب تک جو کچھ پیش کیا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زشت خو، بدمرث اور خواہشات کے چکر میں پھنس کے احکام خدا کی خلاف ورزی کرنے والے تھے بلکہ ہوا و ہوس میں اس قدر بے قابو ہو گئے تھے کہ بدزبانی کر کے آخرت کے بھوگ میں پھنسے۔ کسی محقق کی مجال نہیں کہ ان واقعات کی روشنی میں ان کی شان فضیلت میں کوئی روایت نقل کرے۔ چاہے وہ ضعیف ہو یا محکم۔ کیونکہ ان کے خلاف اصحاب رسول ﷺ کی آراء کو گزشتہ صفحات میں پیش کیا جا چکا ہے۔ چہ جائیکہ ان کی شان میں ایسی روایات کی بھرمار کر دی جائے کہ ان میں سبھی ست، ضعیف، لچر اور مرسل ہوں۔ ان کے مطالعہ سے گڑھنے والے کی اندھی عقیدت، خود غرضی اور بے بصیرتی صاف محسوس ہو جاتی ہے۔ ان میں زیادہ تر شامی اور اموی خاندان کی فرد یا چچے یا ان کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ کے حکم سے ان کی خوشامد میں یہ کارستانیاں کی گئی ہیں۔ معاویہ نے سہرے سکوں کی تھیلیاں کھول دی تھیں کہ شجرہ ملعونہ اور خانوادہ عاص کی فضیلت میں حدیثوں کے انبار لگا دو۔ ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ زیادہ تر روایات لچر اور پوچ بھی ہیں۔ خود ان کے متن سے جھوٹ کا پول کھل جاتا ہے۔ کچھ نمونے ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ مسلم اور احمد نے بطریق عقیل (اموی) اور اس نے لیث (عثمانی) سے اور اس نے یحییٰ بن سعید

(اموی) اور اس نے عثمان کے چچیرے بھائی سعید بن عاص سے روایت کی ہے کہ مجھ سے عائشہ اور عثمان نے بیان کیا کہ ابوبکر نے رسول خدا ﷺ سے ملاقات کی اجازت طلب کی۔ حالانکہ آپ عائشہ کے ساتھ ران کھولے ہوئے عائشہ کی ران پر سر رکھے آرام فرما رہے تھے۔ رسول خدا ﷺ نے اسی حالت میں اندر آنے کی اجازت دے دی۔ ابوبکر نے مطلب بیان کیا اور واپس گئے۔ اتنے میں عمر آئے اور اجازت مانگی، رسول خدا ﷺ نے اسی حالت میں اجازت دی اور عمر نے ضرورت بیان کی اور واپس گئے۔ عثمان کا بیان ہے کہ پھر میں نے اجازت طلب کی تو رسول خدا ﷺ اٹھ کر بیٹھ گئے اور عائشہ سے فرمایا اپنے کپڑے سمیٹ لو، تو میں نے ان سے اپنی ضرورت بیان کی اور پلٹ آیا۔ عائشہ نے رسول خدا ﷺ سے پوچھا: خدا کے رسول! عجیب حال ہے، آپ نے ابوبکر و عمر کے وقت یہ اہتمام نہیں کیا جو عثمان کے موقع پر کیا؟ آپ نے فرمایا: بلاشبہ عثمان بڑے شرمیلے ہیں، بڑے حیادار ہیں۔ میں ڈرا کہ اس حال میں دیکھ کر عثمان بغیر اپنی ضرورت بیان کئے واپس چلے جائیں گے۔ (۱)

صحیح مسلم میں بطریق عائشہ یہی روایت منقول ہے، جس میں رسول خدا ﷺ نے عائشہ کو جواب دیا: کہ کیا میں ایسے شرمیلے انسان سے حیاء نہ کروں جس سے فرشتے بھی شرماتے ہیں (۲) صحیح بخاری (۳) میں ہے کہ رسول خدا ﷺ کھڑے ہو گئے اور عثمان کے آنے پر ڈھانک توپ کیا۔ ان روایات کے متعلق ابن حجر کہتے ہیں کہ ابن تین کا بیان ہے کہ وہ داؤدی نے اس روایت کو نامعلوم و نادرست جانا ہے اور کہا ہے کہ یہ روایت دوسری حدیث سے مربوط ہے۔

علامہ ابنی فرماتے ہیں: حیاء نام ہے اپنے نفس کو ان باتوں سے روکنا جو دینی اور انسانی نقطہ نظر سے نامناسب ہیں۔ یہ چیز انسان کی فطرت میں ودیعت کی گئی ہے۔ اس میں زیادتی پیدا کر کے انسان

۱۔ صحیح مسلم، ج ۷، ص ۱۱۷۔ (ج ۵، ص ۱۸۔ حدیث ۲۷، کتاب فضائل الصحابة)۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۷۱۔ ج ۶، ص ۱۵۵۔

۱۶۷۔ ج ۱، ص ۱۱۳۔ حدیث ۵۱۶۔ ج ۷، ص ۲۲۲۔ حدیث ۲۳۶۹۰۔ ص ۲۳۹، حدیث ۲۳۸۱۱۔

۲۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۶۲۔ (ج ۷، ص ۹۲۔ حدیث ۲۳۸۰۹)۔ صحیح مسلم، ج ۷، ص ۱۱۶۔ (ج ۵، ص ۱۸، حدیث ۲۷، کتاب

فضائل الصحابة)۔ مصابح السنۃ۔

۳۔ صحیح بخاری، (ج ۳، ص ۱۳۵۱۔ حدیث ۳۳۹۲)۔

اپنا ایمان بڑھاتا ہے۔ پھر بتدریج ترقی کر کے معرفت کے انتہائی مدارج پر فائز ہو جاتا ہے، پھر یہ ملکہ و صلاحیت حیا دار میں راسخ ہو جاتی ہے تو خود کو شعوری یا غیر شعوری طور پر غلطیوں اور برائیوں سے محفوظ کرنے لگتا ہے۔ پھر انسان کے اعضاء و جوارح اور نفس و عقل کے تمام مظاہرات، افعال و ترک، میلانات و خواہشات اسی حیا کے زیر اثر آ جاتے ہیں اور شرم و حیا کے حدود میں واقع ہوتے ہیں۔ پھر وہ شعوری طور پر غلطیوں کے قریب بھی نہیں پھٹکتا۔ رسول خدا ﷺ کا ارشاد ہے: خدا سے واقعی حیا کرنا یہ ہے کہ دماغ، بطن و شرمگاہ وغیرہ کی حفاظت کرے، بلاء و موت کو یاد کرے۔ اس بنیاد پر ہر وہ کام جو دین و انسانیت کے حدود سے باہر ہو وہ حیا کے منافی ہے۔ پھر تو وہ بے حیائی اور بدکاری کی طرف کھنچ جائے گا اور عفت و انسانیت کو دور پھینک دے گا۔ جسے شرم و حیا نہیں وہ پھر جو جی چاہے کرے۔ اسی مفہوم کو حدیث رسول ﷺ میں بیان کیا گیا ہے۔ (۱)

لہذا ہر وہ کام جو بدکاری، دریدہ دہنی، خیانت، دھوکہ، وعدہ خلافی، ہرزہ سرائی، شہوت رانی وغیرہ پر مشتمل ہو، وہ حیا و شرم کی ضد ہیں۔ اسی تضاد کو حدیث رسول ﷺ میں بیان کیا گیا ہے کہ ”الحیاء والعمی من الایمان و هما یقربان من الجنة و یباعدان من النار و الفحش و البذاء من الشیطان و هما یقربان من النار و یباعدان من الجنة“ (۲)

”الحیاء من الایمان و الایمان فی الجنة و البذاء من الجفاء و الجفاء فی النار“ (۳)
حضرتؑ نے فرمایا: اے عائشہ! اگر حیا کسی انسان میں پیدا ہو جائے تو خواہ کتنا ہی بدکار ہو، بہترین اور نیک شخص ہو جائے گا۔ (۴)

بدکاری و بدزبانی جس میں بھی ہو خرابی کا باعث ہے، حیا و شرم جس میں بھی ہو آرائشی کا وسیلہ

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الادب (ج ۵، ص ۲۲۶۸، حدیث ۵۷۶۹)۔

۲۔ المعجم الکبیر، (ج ۱۸، ص ۱۷۸، حدیث ۴۰۹)۔ الترغیب والترہیب، ج ۳، ص ۱۶۵۔ (ج ۳، ص ۳۹۸، حدیث ۶۰)۔

۳۔ الترغیب والترہیب، ج ۳، ص ۱۶۵۔ (ج ۳، ص ۳۹۸، حدیث ۵۰)۔ مسند احمد، (ج ۳، ص ۲۹۳، حدیث ۱۰۱۳۳)۔ سنن

ترمذی، (ج ۵، ص ۱۲، حدیث ۲۶۱۵)۔ صحیح ابن حبان، (ج ۲، ص ۳۷۳، حدیث ۶۰۸)۔

۴۔ المعجم الصغیر، (ج ۱، ص ۲۳۰)۔ الترغیب والترہیب، ج ۳، ص ۱۶۶، (ج ۳، ص ۳۹۹، حدیث ۸۰)۔

ہے۔ (۱)

خدا جب کسی بندے کو گمراہ کرنا چاہتا ہے اس سے حیا و شرم اٹھا لیتا ہے، حیا ختم ہونے سے آدمی کینہ توڑ ہو جاتا ہے، پھر تو امانت بھی ختم ہو جاتی ہے اور خائن ہو جاتا ہے، اس طرح اس میں سے احساسِ رحم رخصت ہو جاتا ہے اور وہ ملعون ہو کر دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ (۲)

شرم و حیا کا شرہ صرف خیر و نیکی ہے۔ (۳)

اب ذرا عثمان کے حالات زندگی میں دیکھئے شاید کچھ شرم و حیا کی رفق نظر آجائے، ان کے نظریات و خیالات، ان کی باتیں، ذمہ داریوں سے عہدہ برآمد ہونا وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں شرم و حیا نام کو بھی نہ تھی۔ اگر ذرہ برابر بھی شرم ہوتی تو ایسی گندی باتیں نہ کرتے، نہ ذمہ داریوں میں کوتاہی کرتے۔ ان میں حیا ہی نہ تھی چہ جائیکہ سب سے زیادہ حیا دار ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے:

مولانا علیؒ سے فرماتے ہیں: تم میرے نزدیک مروان سے افضل نہیں ہو۔ کیا جب وہ یہ فقرہ کہہ رہے تھے تو یاد نہیں تھا کہ قرآن نے انھیں نفسِ رسول ﷺ کہا ہے، طہارت کا اعلان کیا ہے۔ مروان کو رسول ﷺ نے چھپکلی بچہ کہہ کے جلا وطن کیا تھا۔

قتل محمد بن ابی بکر کا خط پکڑا گیا تو بے حیائی کے ساتھ اس کا الزام علیؓ پر عائد کر دیا۔
عمار یاسر کو جلا وطن کر کے کہتے ہیں: تم اس سے زیادہ کے مستحق ہو۔ ابو ذر کے لیے کہا: اس جھوٹے، مکار بڈھے کے متعلق رائے دو؟ پھانسی دوں یا قید کروں۔

عبدالرحمن بن عوف، جنھیں عشرہ مشرہ کی فرد کہا جاتا ہے، ان کو منافق کہا۔ (۴)
ممتاز خطیب معصومہ کو ہیکل مغرور و متکبر کہا۔ مغیرہ نے عمار یاسر کی سزا پر اعتراض کیا تو گالی دینے

۱۔ سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۵۴۶، (ج ۲، ص ۱۴۰۰، حدیث ۳۱۸۵)۔ سنن ترمذی، (ج ۴، ص ۳۰۷، حدیث ۱۹۷۴)۔

۲۔ سنن ابن ماجہ، (ج ۲، ص ۱۳۳۷، حدیث ۴۰۵۴)۔ الترغیب والترہیب، (ج ۲، ص ۱۶۷، ج ۲، ص ۴۰۰، حدیث ۱۳)۔

۳۔ صحیح بخاری، (ج ۵، ص ۲۲۶۷، حدیث ۵۷۶۶)۔ صحیح مسلم، (ج ۱، ص ۹۳، حدیث ۶۰، کتاب الایمان)، الترغیب

والترہیب، (ج ۳، ص ۳۹۷، حدیث ۲)۔

۴۔ السیرۃ الخلیفہ، ج ۲، ص ۸۷، (ج ۳، ص ۷۸)۔ الصواعق المحرقة، ج ۶۸، (ص ۱۱۴)۔

لگے۔ معاویہ کو خط میں لکھا کہ مدینہ والے کافر ہو گئے ہیں۔ تمام انصار و مہاجرین و دیگر اصحاب کو مشرک کہا۔ مالک اشتر اور ان کے ساتھیوں کو لکھتے ہیں کہ تم لوگ مسلمان نہیں ہو۔

منبر سے جھوٹ کی حد کر دی۔ فرمایا: اس جماعت اہل مصر کو کچھ باتیں معلوم ہوئی تھیں، جب انھیں یقین ہو گیا کہ سب غلط تھیں تو واپس چلے گئے۔ اس سفید جھوٹ پر بعد میں اظہارِ ندامت کیا۔ اپنا عہد توڑنے کی معافی مانگی۔ ان کی زوجہ بسترِ مرگ پر رات بھر تڑپتی رہی اور یہ دوسری زوجہ کے ساتھ دادِ عیش دیتے رہے۔ ان کی قرآن و سنت سے انحراف کی سیکڑوں مثالیں ہیں۔ صحابہ کو سزائیں دینا، جلا وطن کرنا وغیرہ ایسی باتیں ہیں جن سے ایک عام آدمی کو بھی ان کے شرم و حیا کا اندازہ ہو جائے گا۔

توجہ طلب نکتہ یہ ہے کہ اس روایت میں عثمان کو ابو بکر سے زیادہ حیا دار بتایا گیا ہے۔ ایک روایت ہے کہ خدا نے ابو بکر سے حیا کی اور پیغمبر اسلام ﷺ کو جھوٹا کہا۔ اور اس روایت میں بتایا گیا کہ فرشتے عثمان سے شرم کرتے ہیں۔ بھلا ابو بکر کے داخل ہوتے ہوئے رسولؐ نے کپڑے کیوں نہ ٹھیک کئے، جن سے خدا بھی حیا کرتا ہے؟

اس روایت میں صرف عثمان کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ چاہے اس سے رسول خدا ﷺ کی توہین ہی ہوتی ہو۔ ران کا کھولنا خود احادیث رسول ﷺ میں مذموم کہا گیا ہے۔ پھر یہ کہ ایسا کام مردانگی سے قطعی بعید ہے۔ وہ رسول ﷺ جو دو شیرہ سے بھی زیادہ شرمیلے تھے (ابوسعید خدری) انھوں نے ایسی بے حیائی کیوں کی؟ دوسرے یہ کہ شریعت میں ران کو بھی شرمگاہ میں شامل کیا گیا ہے اور خود رسول ﷺ نے اس کے چھپانے کا حکم دیا ہے۔ (۱)

چاروں مذاہب کے آئمہ و محدثین ران کھولنے کو مذموم اور شرمگاہ کا جزء سمجھتے ہیں۔ (۲)

۱۔ صحیح بخاری، باب بایز کرنی اللحد، (ج ۱، ص ۱۳۸، ج ۱، ص ۱۳۵، باب ۱۱)۔ فتح الباری، ج ۱، ص ۳۸۰، (ج ۱، ص ۴۷۹، ۴۷۸)۔ سنن دارقطنی، ص ۸۵، (ج ۱، ص ۲۳۰)۔ حدیث ۵۰، سنن ترمذی، (ج ۵، ص ۱۰۳)۔ حدیث ۴۷۹۸، مسند احمد، ج ۲، ص ۱۸۷۔ (ج ۲، ص ۳۸۷، حدیث ۶۷۱)۔ سنن بیہقی، ج ۲، ص ۲۲۸-۲۲۹۔ تصب الریۃ، ج ۱، ص ۲۹۹-۲۹۷۔ نیل الاوطار، ج ۲، ص ۴۸، (ج ۲، ص ۶۹)۔ ۲۔ فتح الباری، ج ۱، ص ۳۸۲، (ج ۱، ص ۳۸۱)۔ نیل الاوطار، ج ۲، ص ۴۹، (ج ۲، ص ۷۰)۔ شرح مسلم نووی، (ج ۹، ص ۲۱۹) ارشاد الساری، ج ۱، ص ۳۸۹۔ (ج ۲، ص ۳۳)۔ بدایۃ المجتہد، ج ۱، ص ۱۱۱۔ (ج ۱، ص ۱۱۷)۔

بہر حال کوئی بھی صورت ہو رسول خدا ﷺ جو دو شیزہ سے بھی زیادہ شرمیلے تھے ان سے ناممکن ہے کہ چند افراد کے سامنے اپنی ران کھولیں۔ آپ تعجب نہ کریں کہ اس قسم کی روایات صحیحین میں آئی ہیں یہ دونوں کتابیں تو لچر اور مہمل روایات کا صندوق ہیں۔ انہیں ضعیف اور شرمناک باتوں کے ڈھیر ہیں۔ اسی پر اکتفا نہیں کی ہے بلکہ تعمیر کعبہ کے وقت بھی رسول خدا ﷺ کو برہنہ دکھایا گیا ہے۔ جب کعبہ بن رہا تھا تو عباس نے رسول خدا ﷺ سے کہا کہ اپنا جامہ اتار کر دوش پر رکھ لیں تاکہ پتھر اٹھانے کی اذیت نہ ہو۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ اچانک آپ زمین پر لوٹنے لگے اور آسمان تاریک ہو گیا۔ پھر انھے کفر فرمانے لگے: میرا کپڑا میرا کپڑا۔ آپ کا کپڑا، آپ کو پٹھا دیا گیا۔ (۱)

روایت میں ہے کہ جیسے ہی کپڑا اتار ایک لاسٹ آپ پر پڑی اور کہا گیا اپنا کپڑا پہنو۔ (۲) ذرا کوئی بخاری و مسلم سے پوچھے کہ رسول خدا ﷺ نے ہدایت کی جو زنجیتیں اٹھائیں کیا یہی اس کا اجر ہے کہ انھیں اخلاقی و اصلاحی اتہام لگا کر شکر یہ ادا کیا جائے؟ ابن اسحاق (۳) نے بھی رسول خدا کے لیے ننگے ہو کر مزدوری کرنے کی روایت لکھی ہے۔ مسلم و صحیح بخاری میں تو حسن بصری کی روایت ہے کہ عثمان اگر بند کرے میں بھی ہوتے تھے تو ننگے نہیں ہوتے تھے۔ (۴) کہاں وہ شجر طہارت کی عریانی اور کہاں یہ شجرہ ملعونہ کی حیاداری...! جب معاویہ بن حیدہ نے بدن کے ستر کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: تمام بدن کو چھپانا چاہیے بیوی اور کنیز کے سوا تمام لوگوں سے... پوچھا: اگر انسان تنہا ہو تو؟

۱۔ صحیح بخاری باب بنیان الکعبۃ، ج ۶، ص ۱۳۔ (ج ۲، ص ۵۷۳۔ حدیث ۱۵۰۵)۔ صحیح مسلم ج ۱، ص ۱۸۴۔ (ج ۱، ص ۳۴۰)۔ حدیث ۶۰، کتاب النجس)۔

۲۔ سیرۃ ابن ہشام، ج ۱، ص ۱۹، (ج ۱، ص ۱۹۴)۔

۳۔ سیرۃ ابن ہشام، ج ۱، ص ۲۰۹۔ (ج ۱، ص ۲۰۴)۔ الروض الانف، ج ۱، ص ۱۲۷۔ (ج ۲، ص ۲۲۸)۔ عیون الاثر، ج ۱، ص ۵۱۔ (ج ۱، ص ۷۵)۔ فتح الباری، ج ۷، ص ۵، (ج ۷، ص ۱۴۵)۔

۴۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۷۴۔ (ج ۱، ص ۱۱۸)۔ حدیث ۵۴۳۔ صفۃ الصفوة، ج ۱، ص ۱۱۷۔ (ج ۱، ص ۳۰۴)۔ نمبر ۴، ریاض النضرۃ

ج ۲، ص ۸۸۔ (ج ۳، ص ۱۲)۔

جواب دیا: خدائے تعالیٰ سے حیا کرنا شائستہ تر ہے۔ (۱) فقہاء نے اسی روایت سے استنباط کیا ہے کہ کسی حال میں عریاں ہونا جائز نہیں کیونکہ اگر لوگ نہیں دیکھ رہے ہیں تو خدا دیکھ رہا ہے۔ (۲) آخر رسول خدا خود اس حکم پر عمل کرتے تھے یا نہیں؟ وہ دو شیزہ والی حیا کہاں گئی؟ کیا بخاری و مسلم سمجھتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ میں اچانک شرم و حیا، متذکرہ واقعات برہنگی کے بعد آگئی تھی۔ یہ ان کا خیال خام ہے کیونکہ رسول ﷺ تو اس وقت بھی نبی تھے جب آدم آب و گل کے درمیان تھے۔ (۳) خود صحیح مسلم میں مسعود بن حرمہ کی روایت ہے کہ میں اینٹ ڈھوتے ہوئے عریاں ہوا تو رسول خدا ﷺ نے فرمایا: کہ جا کر کپڑے پہن لو، ننگے مت ہو۔ (۴)

رسول خدا ﷺ تو بچوں کو بھی عریاں حالت میں دیکھنا جائز نہیں سمجھتے۔ (۵) اگر ابن ہشام (۶) کی روایت صحیح مان لی جائے تو قاضی عیاض (۷) کی شفاء والی کیسے مطابق ہوگی کہ رسول ﷺ کو درو دیوار نے بھی برہنہ نہیں دیکھا۔ خود حضرت عائشہ فرماتی ہیں: کہ میں نے رسول خدا ﷺ کو بھی کبھی عریاں نہیں دیکھا۔ اب ان جھوٹے راویوں کے درمیان خود عائشہ ہی فیصلہ کریں۔ ان دروغ بافوں نے

۱۔ صحیح بخاری، (ج ۱، ص ۱۰۷، باب ۲۰)۔ سنن ابن ماجہ، (ج ۱، ص ۶۱۸۔ حدیث ۱۹۲۰)۔ سنن ترمذی، (ج ۵، ص ۹۰۔ حدیث ۲۷۹)۔ سنن ابی داؤد، (ج ۴، ص ۳۱۔ حدیث ۳۰۱۷)۔ نیل الاوطار، ج ۲، ص ۴۷۔ (ج ۲، ص ۶۸)۔
۲۔ نیل الاوطار، ج ۲، ص ۴۷۔ (ج ۲، ص ۶۹)۔

۳۔ طبقات ابن سعد، (ج ۱، ص ۱۲۸)۔ مسند احمد، (ج ۵، ص ۱۱۰۔ حدیث ۱۶۷۰۰)۔ تاریخ الکبیر بخاری، (جلد ۶، ص ۶۸، نمبر ۱۷۳۶)۔ تفسیر بغوی، (ج ۳، ص ۵۰۸)۔ المعجم الکبیر طبرانی، (ج ۱۲، ص ۷۳، حدیث ۱۲۵۷۱)۔ حلیۃ الاولیاء، (ج ۷، ص ۱۲۲، نمبر ۳۹۵)۔ المسند رک علی النعمین، (ج ۲، ص ۳۵۳، حدیث ۳۵۶۶)۔ سنن ترمذی، (ج ۵، ص ۵۴۵، حدیث ۳۶۰۹)۔ صحیح ابن حبان، (ج ۱۳، ص ۳۱۲، حدیث ۶۳۰۳)۔ کشف الخفاء عجلونی، (ج ۲، ص ۱۲۹)۔ کنز العمال، (ج ۱۱، ص ۳۵۰، ۳۳۹، حدیث ۳۲۱۱۸-۳۲۱۱۳)۔

۴۔ صحیح مسلم، (ج ۱، ص ۱۰۵)۔ (ج ۱، ص ۳۳۱، حدیث ۷۸، کتاب النبی،)۔

۵۔ المسند رک علی النعمین، (ج ۳، ص ۲۵۷)۔ (ج ۳، ص ۲۸۸، حدیث ۵۱۱۹)۔

۶۔ سیرۃ ابن ہشام، ص ۲۸۶۔

۷۔ الشفاء یعقوب المصطفیٰ، (ج ۱، ص ۹۱)۔ (ج ۱، ص ۱۵۹)۔ المعجم الکبیر، (ج ۱۲، ص ۲۵۲، حدیث ۱۳۳۵۳)۔

ایروں غیروں کی فضیلت تراشی میں رسول اسلام ﷺ اور دین اسلام کی آبروریزی کا جو شرمناک جرم کیا ہے ان سے خدا ہی سمجھے۔ اگر حضرت عائشہؓ سمجھتی ہوتیں کہ عثمان حیا دار ہیں تو ان کے خلاف تقریریں کر کے طوفان نہ کھڑا کرتیں۔ یہودی سے تشبیہ دیتے ہوئے نعتیں نہ کہتیں۔ کیا عثمان نے آخر عمر میں شرم و حیا بالائے طاق رکھ دی تھی؟؟؟

۳۔ طبرانی (۱) نے ابن معشر، براء بصری، ابراہیم بن عمر بن ابان بن عثمان، عمر بن ابان، ابان بن عثمان سے روایت کی ہے کہ عبد اللہ ابن عمر کہتے تھے کہ عائشہؓ نے کہا کہ میں رسول خدا ﷺ کے پاس بیٹھی تھی اتنے میں ابو بکر، عمر اور سعد بن مالک نے اجازت مانگی اور پھر بات کر کے چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد عثمان آئے تو رسول خدا ﷺ میں محو تھے اور آپ کا زانو کھلا ہوا تھا۔ اس کو ڈھا تک مجھ سے کہا کہ ذرا ادھر چلی جاؤ۔ عثمان آئے اور بات کر کے چلے گئے تو میں نے پوچھا: میرے والد اور آپ کے صحابی آئے لیکن آپ نے لباس درست نہیں کیا نہ مجھے اندر بھیجا؟ فرمایا: میں اس سے شرم کیوں نہ کروں جس سے فرشتے شرم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! جب سے تم کمرے میں گئی ہو عثمان نے سراٹھا کر بات نہیں کی۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: ذہبی نے سند کو ضعیف کہا ہے کیونکہ مسلم و احمد ضعیل نے لجر اور بے بنیاد کہا ہے۔ ابو معشر، براء وغیرہ بھی ضعیف اور ناقابل اعتبار ہیں۔ ابن معین، ابو داؤد، ابو حاتم، ابو ذر عہ جیسے محدثین نے ضعیف و مہمل اور نادرست کہا ہے۔ (۲)

۴۔ طبرانی نے ابو مروان، محمد بن عثمان اموی، عثمان بن خالد... ابو ہریرہ سے حدیث رسول ﷺ نقل کی ہے: عثمان حیا کا پتلہ ہیں، جن سے ملائکہ بھی شرم کرتے ہیں۔ (۳)

۱۔ البدایہ والنہایہ، (ج ۷، ص ۲۲۸۔ حوادث، ۳۵ھ)۔ میزان الاعتدال، (ج ۳، ص ۱۸۱، نمبر ۶۰۴)۔ تاریخ الکبیر بخاری، (ج ۶، ص ۱۳۲۔ نمبر ۱۹۶۲)۔

۲۔ تہذیب التہذیب، (ج ۱۱، ص ۴۳۰)۔ (ج ۱۱، ص ۳۷۸)۔ الجرح والتعديل، (ج ۲، ص ۱۱۳، نمبر ۳۳۲)۔ کتاب البحر و زمین، (ج ۱، ص ۱۱۰)۔ میزان الاعتدال، (ج ۱، ص ۲۳)۔ (ج ۱، ص ۵۰، نمبر ۱۶۰)۔ لسان المیزان، (ج ۱، ص ۸۶)۔ (ج ۱، ص ۸۲)۔ نمبر ۲۳۵)۔ الکامل فی صفۃ الرجال، (ج ۵، ص ۵۷)۔ (ج ۱۲۳، ص ۱۲۳)۔ لسان المیزان، (ج ۳، ص ۲۸۲)۔ (ج ۳، ص ۲۳۵)۔ نمبر ۱۶۶۲)۔

۳۔ البدایہ والنہایہ، (ج ۷، ص ۲۰۳)۔ (ج ۷، ص ۲۲۸، ۳۵ھ)۔

اس روایت میں ابو مروان، محمد (۱) اور عثمان ابن خالد (۲) متفقہ طور سے ضعیف اور مہمل ہیں۔
۵۔ ابو نعیم (۳) نے حدیث رسول ﷺ لکھی ہے کہ میری امت میں سب سے زیادہ حیا دار عثمان ہیں۔

ذرا امت کے میزان حیا کا اندازہ کیجئے اور عثمان کو دیکھئے۔ یہ روایت ضعیف و بے اعتبار ہے کیونکہ سلسلہ سند میں کوثر بن حکیم ہے جس کی بزرگ محدثین نے تضعیف کی ہے۔ (۴)
۶۔ ابو نعیم ہی نے زکریا بن یحییٰ مرقی، ابن عمر سے یہی روایت نقل کی ہے۔ (۵)
جو شخص ہدایت یافتہ صحابہ کے ہاتھوں اپنی بے حیائی کی وجہ سے قتل کیا جائے اس کو حیا دار لکھنے والا نہ کان رکھتا ہے نہ آنکھ نہ عقل و دماغ۔

۷۔ ابن عساکر (۶) نے عثمان کے حالات میں ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ حیا ایمان کا جز ہے اور میری امت میں سب سے زیادہ حیا دار عثمان ہیں۔ سیوطی نے جامع صغیر میں اور منادی نے فیض القدر میں اس کی تضعیف کی ہے۔ (۷)

- ۱۔ الثقات، (ج ۹، ص ۹۳)۔ تہذیب التہذیب، (ج ۹، ص ۳۳۶)، (ج ۹، ص ۲۹۹)۔
- ۲۔ تاریخ الکبیر، (جلد ۶، ص ۲۲۰)۔ نبر ۲۲۱)۔ الضعفاء الکبیر، (ج ۳، ص ۱۹۸، نبر ۱۱۹۸)۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۵، ص ۱۷۵، نبر ۱۳۳۵)۔ کتاب البحر و الجن، (ج ۲، ص ۱۰۲)۔ تہذیب التہذیب، (ج ۷، ص ۱۱۳)، (ج ۷، ص ۱۰۵)۔ تہذیب الکمال، (ج ۱۹، ص ۳۶۴)۔ شرح سنن ابن ماجہ سنہ ۵۳۔
- ۳۔ حلیۃ الاولیاء، (ج ۱، ص ۵۶)۔
- ۴۔ العلل و معرفة الرجال احمد، (ج ۱، ص ۳۳۶)۔ نبر ۹۷۲۔ ج ۲، ص ۴۶، نبر ۱۵۰۵)۔ الضعفاء و الخیر و کون، (ص ۳۳۲۰)۔ نبر ۳۳۷)۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۶، ص ۷۸، نبر ۱۶۱۰)۔ البحر و التحدیل، (ج ۷، ص ۱۷۶، نبر ۱۰۰۵)۔ الضعفاء الکبیر، (ج ۳، ص ۱۱، نبر ۱۵۶۶)۔ میزان الاعتدال، (ج ۲، ص ۳۵۹)۔ (ج ۳، ص ۳۱۶، نبر ۶۹۸۳)۔ لسان المیزان، (ج ۴، ص ۴۹۱)۔ (ج ۴، ص ۵۷۹، نبر ۶۷۸)۔
- ۵۔ حلیۃ الاولیاء، (ج ۱، ص ۵۶)۔
- ۶۔ تاریخ ابن عساکر، (ج ۳، ص ۹۲)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج ۱، ص ۱۳۱)۔
- ۷۔ (الف) الجامع الصغیر، (ج ۱، ص ۵۹۶)۔ فیض القدر، (ج ۳، ص ۴۲۹)۔

فضائل کی حدیث گڑھنے میں ایک بات کا خاص طور سے خیال رکھا گیا ہے کہ مددوح کو اس صفت سے آراستہ کیا جائے کہ جس صفت کا اس سے دور کا بھی واسطہ نہ ہو، تاکہ اس کی پست صفات کو ڈھانپا جاسکے۔ اس کی شرمناک حرکات پر دوسروں کی تنقید کو روکا جاسکے۔ مثلاً ابو بکر کی شجاعت کا مبالغہ کہ وہ تمام صحابہ میں سب سے بہادر تھے۔ حالانکہ وہ تمام جنگوں میں نہ کسی سے مقابلہ کر سکے نہ تلوار ہی کھینچی، بلکہ مہالک میں ان کی بزدلی ہی کے متاشے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اسی طرح ان کی عبادت و خدا ترسی کا قصیدہ پڑھا جاتا ہے۔ جب کہ کوئی ایک روایت بھی نماز و روزہ کی پیش رفتی کی نشاندہی نہیں کرتی۔ (۱) علم عمر کے قصیدے بھی پڑھے جاتے ہیں۔ انھیں فقہاء کا سردار کہا جاتا ہے۔ اعلم صحابہ اور تمام انسانوں اور عربوں سے بڑھا ہوا علم وغیرہ کہا جاتا ہے، حالانکہ وہ ہمیشہ بازاری کاموں میں پھنسنے رہے اور تفقہ کے مواقع ضائع کر دیے۔ ان کی خمی از منکر کی ستائش بھی کی جاتی ہے۔ گھر میں گھس کے گانا روکتے تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑے ہوس باز تھے۔ (۲) یہی طریقہ عثمان کے لیے بھی اختیار کر کے انھیں شرم و حیا کا پتلہ بنایا گیا۔ معاویہ کی امانت داری بھی اس قماش کی ہے۔

۸۔ مستدرک حاکم (۳) میں بطریق داری، سعید جرجسی، محمد بن حرب، زبیدی، زہری، عمر بن ابان، جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: آج رات ایک مرد صالح نے خواب دیکھا کہ ابو بکر رسول ﷺ کے ساتھ وابستہ ہیں اور عمر و عثمان بھی۔ جب ہم خدمت رسول ﷺ سے چلے آئے تو ہم نے کہا کہ مرد صالح سے مراد رسول ﷺ ہیں اور وابستگی کا مطلب خلافت و جانشینی ہے۔ اس روایت کو حاکم، داری اور دیگر محدثین نے زہری کی وجہ سے مرسل کہا ہے۔ تعجب ہے کہ یہ روایت صرف جابر نے سنی اور دوسرے صحابہ کے کانوں سے نہیں سنا۔

۹۔ ابن ماجہ میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کا بہشت میں

۱۔ اللہ کی ساتویں جلد میں خلیفہ اور ان کی شجاعت، نیز خلیفہ اور ان کی عبادت کے عنوان میں ان کی شجاعت و عبادت کے کرشمے کو بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

۲۔ اللہ کی چھٹی جلد میں اس پر بڑے شرح و بسط کے ساتھ بحث ہوئی ہے۔

۳۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۰۲۔ (ج ۳، ص ۱۰۹، حدیث ۲۵۵۱)۔

رفیق ہوتا ہے اور میرے رفیق عثمان ہیں۔ (۱)

اس روایت میں ابو مروان، (۲) عثمان بن خالد (۳) ابن ابی زناد (۴) وغیرہ سبھی جھوٹے اور فریب کار ہیں۔ اس لیے روایت، روایت ضعیف ہے، پھر یہ کہ آخر اس دعائے رسول ﷺ کا کیا ہوگا، جس میں آپ نے فرمایا: (۵) بار الہا! تو نے ابوبکر کو غار میں میرا رفیق بنایا، جنت میں بھی میرا رفیق انھیں کو بنا۔ (۶) ابن ماجہ کی روایت کی طرح یہ روایت بھی پوچ ہے کیونکہ اس کے سلسلہ سند میں محمد بن ولید قلائی (۷) مصعب بن سعید (۸) اور عیسیٰ بن یونس (۹) ہیں جن کی تضعیف ہوئی ہے۔

۱۰۔ مستدرک حاکم (۱۰) میں بطریق عبید اللہ بن عمرو قواریری، قاسم بن حکم، ابو عبادہ زرقی، زید بن اسلم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ایام حصار میں عثمان کے ساتھ تھا۔ عثمان نے طلحہ کو قسم دی کہ کیا تمہیں وہ موقع یاد ہے جب رسول اللہ ﷺ نے میرے لیے فرمایا: ہر نبی کا رفیق جنت میں ہوگا اور میرا رفیق عثمان ہے تو طلحہ نے کہا: خدا گواہ ہے! تم نے صحیح کہا۔ پھر وہ واپس چلے گئے۔

مسند احمد (۱۱) میں یہ روایت ہے کہ عثمان نے روشن دان سے سر نکال کر لوگوں سے پوچھا: تم میں طلحہ

۱۔ سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۵۳۔ (ج ۱، ص ۴۰، حدیث ۱۰۹)۔

۲۔ اشقات، (ج ۹، ص ۹۳)۔ تہذیب التہذیب، ج ۹، ص ۳۳۶، (ج ۹، ص ۲۹۹)۔

۳۔ تاریخ الکبیر، (جلد ۶، ص ۲۲۰، نمبر ۲۲۲۱)۔ الضعفاء الکبیر، (ج ۳، ص ۱۹۸، نمبر ۱۱۹۸)۔ الکامل فی ضعفاء الرجال،

ج ۵، ص ۱۷۵، نمبر ۱۳۳۵)۔ کتاب الحجر و صین، (ج ۲، ص ۱۰۲)۔

۴۔ تاریخ، (ج ۳، ص ۲۵۸، نمبر ۱۲۱۱)۔ کتاب الضعفاء والمتردین، (ص ۱۶۰، نمبر ۳۸)۔

۵۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۶، ص ۲۸۶، نمبر ۱۷۷۱)۔

۶۔ لسان المیزان، ج ۵، ص ۳۱۸۔ (ج ۵، ص ۳۷۳، نمبر ۸۱۶۰)۔

۷۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۳۵، (ج ۳، ص ۵۹، نمبر ۸۲۹۳)۔

۸۔ لسان المیزان، (ج ۶، ص ۵۱، نمبر ۸۳۰۴)۔

۹۔ لسان المیزان، (ج ۳، ص ۳۷۳، نمبر ۶۳۰۶)۔

۱۰۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۹۷۔ (ج ۳، ص ۱۰۴، حدیث ۳۵۳۷)۔

۱۱۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۷۴۔ (ج ۱، ص ۱۱۹، حدیث ۵۵۳)۔

ہیں اور پھر یہ بات کہی۔ حاکم (۱) و ذہبی نے کہا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے لیکن بخاری (۲) کہتے ہیں کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ ابوحاتم (۳) اسے مجہول کہتے ہیں۔ اس میں ابو عبادہ زرقی مکر الحدیث ہے۔ (۴) عقیلی (۵) مضطرب الحدیث کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس حدیث کو سننے کے بعد بھی طلحہ کی شدت مخالفت میں کوئی کمی نہیں آئی۔ وہ دفن کرنے میں بھی مزاحم ہوئے، (۶) جنازے پر ڈھیلے پھینکے اور نعل نعل کہہ کے ہنگامہ کیا۔ (۷) اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ بھرے مجمع میں یہ حدیث رسول سنائی، جس کی تائید خود طلحہ نے کی اور کسی نے بھی مخالفت میں کوئی کمی نہیں کی۔ پھر صحابہ کی عدالت کا کیا بنے گا؟ یہ حدیث اصل میں اس حدیث کے مقابل گڑھی گئی ہے، جس میں علی سے فرمایا گیا ہے کہ ”یا علی انت اخي و صاحبی و رفيقي في الجنة“ (۸)

۱۱۔ ابویعلیٰ، ابونعیم، ابن عساکر، مستدرک حاکم (۹) میں بطریق شیبان، طلحہ بن زید دمشقی، عبیدہ، جابر سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ ابن حنفہ کے گھر میں چند مہاجرین ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، ابن عوف، سعد بن ابی وقاص کے ساتھ بیٹھے تھے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: ہر شخص اپنے کفو کے پہلو میں بیٹھ جائے اور خود اٹھ کر عثمان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ اور فرمایا: ”انت ولسی فی الدنیا و الآخرة“۔ حاکم کہتے ہیں کہ یہ صحیح روایت ہے لیکن ذہبی کہتے ہیں کہ اس میں طلحہ بن زید ہے جو ضعیف اور دواہیات ہے۔

۱۔ المستدرک علی الصحیحین، (ج ۳، ص ۱۰۴، حدیث ۲۵۳۷)۔ بخاری ذہبی کا بھی یہی حوالہ ہے۔

۲۔ تہذیب التہذیب، ج ۸، ص ۳۱۲۔ (ج ۸، ص ۲۸۰)۔

۳۔ الجرح والتعديل، (ج ۷، ص ۱۰۹، نمبر ۶۲۸)۔

۴۔ الجرح والتعديل، (ج ۶، ص ۲۸۱، نمبر ۱۵۵۹)۔ التاريخ الكبير، (ج ۶، ص ۳۹۱، نمبر ۲۷۴۱)۔ کتاب الضعفاء والمرتدین، ص ۱۷۶، نمبر ۴۳۳)۔

۵۔ الضعفاء الكبير، (ج ۳، ص ۳۸۱، نمبر ۱۳۱۸)۔

۶۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۳۳۔ (ج ۳، ص ۴۱۳، حوادث ۳۵)۔

۷۔ شرح ابن ابی الحدید، (ج ۱۰، ص ۶۷، خطبہ ۱۷۵)۔ ۸۔ تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۲۶۸۔ (نمبر ۶۷۱۲)۔

۹۔ مستدرک ابی یعلیٰ، (ج ۳، ص ۴۴، حدیث ۲۰۵۱)۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۷، ص ۶۵۔ (ج ۲۵، ص ۲۵)۔ مختصر تاریخ

ابن عساکر، (ج ۱۱، ص ۱۸۳)۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۹۷۔ (ج ۳، ص ۱۰۴، حدیث ۲۵۳۶)۔

سیوطی (۱) نے موضوع کہا ہے۔ دوسرے محدثین نے بھی راویوں کو منکر الحدیث، ناقابل اعتبار و ضعیف بتایا ہے: طلحہ بن زید (۲) عبیدہ بن حسان (۳)۔

عثمان کو رسول خدا کا کفو بتانے والے کم سے کم دونوں کے خاندان کا جائزہ لیتے، پھر اخلاق و سیرت پر نظر ڈالتے۔ یہ روایت اصل میں رسول کے فرمان: ”بأعلى أنت ولي في الدنيا والآخرة“ کے مقابل میں گڑھی گئی ہے، جسے عظیم محدثین نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ علامہ امینی نے بیس محدثین کے اسماء اور کتابوں کے نام لکھے ہیں۔ (۴)

۱۲۔ بزار (۵) نے خارجہ بن مصعب سے عبیدہ میری کی روایت لکھی ہے کہ میں محاصرے میں عثمان کے ساتھ تھا۔ عثمان نے لوگوں سے پوچھا: کیا یہاں طلحہ ہیں؟ طلحہ نے جواب دیا تو عثمان نے کہا: میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں ہم لوگ رسول کے ساتھ تھے تو آپ نے فرمایا: ہر شخص اپنے رفیق کا ہاتھ تھام لے، سب نے اپنے رفیق کا ہاتھ تھاما اور پیغمبر نے میرا ہاتھ تھام کر فرمایا: ”هذا جليسي في الدنيا وولي في الآخرة“ یہ دنیا میں میرا رفیق اور آخرت میں میرا ولی ہے۔ طلحہ نے کہا: خدا گواہ ہے! ہاں۔

۱۔ الملأی المصنوع، ج ۱، ص ۳۱۷۔

۲۔ تاریخ الکبیر، (ج ۳، ص ۳۵۱، نمبر ۳۱۰۵)۔ کتاب الضعفاء والمحرر وکین، (ص ۱۳۳۔ نمبر ۳۳۲)۔ کتاب البحر وکین، (ج ۱، ص ۳۸۳)۔ الضعفاء والمحرر وکون، (ص ۲۲۵۔ نمبر ۳۰۴)۔ تہذیب التہذیب، ج ۳، ص ۱۶، (ج ۵، ص ۱۵)۔

۳۔ البحر و التعلیل، (ج ۶، ص ۹۲، نمبر ۴۷۵)۔ کتاب البحر وکین، (ج ۲، ص ۱۸۹)۔ لسان المیزان، ج ۳، ص ۱۲۵۔ (ج ۴، ص ۱۴۵۔ نمبر ۵۳۸۵)۔

۴۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۳۳۱۔ (ج ۱، ص ۵۴۳۔ حدیث ۳۰۵۲)۔ خصائص نسائی، ص ۷، (ص ۴۵۔ حدیث ۲۳)۔ المعجم الکبیر، (ج ۱۲، ص ۷۷، حدیث ۱۲۵۹۲)۔ المسند رک علی الحسنین، (ج ۳، ص ۱۳۲۔ ج ۳، ص ۱۴۵۔ حدیث ۳۶۵۵)۔ مناقب خوارزمی، (ص ۷۵)۔ (ص ۱۲۵۔ حدیث ۱۴۰)۔ حالات حضرت علیؑ از تاریخ ابن عساکر، (نمبر ۲۵۱۔ ۲۴۹)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج ۱، ص ۳۲۹)۔ کفایۃ الطالب، ص ۱۱۵۔ (ص ۳۳۲۔ باب ۶۲)۔ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۳۰۳۔ (ج ۳، ص ۱۵۳)۔ ذخائر العقبیٰ، ص ۸۷۔ فرائد السمطين، (ج ۱، ص ۳۲۷۔ حدیث ۲۵۵۰۔ باب ۵۹)۔ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۳۳۷۔ (ج ۷، ص ۳۷۴۔ حوادث ۴۰۰ھ)۔ البحر الزخار، (ج ۳، ص ۱۷۱۔ حدیث ۹۵۹)۔

ابن حجر (۱) نے اس روایت کو بغیر کسی تبصرے کے نقل کیا ہے لیکن تہذیب میں خارجہ کے متعلق محدثین کا قول نقل کیا ہے کہ کذاب، ضعیف، مبہمل و متروک الحدیث ہے۔ (۲)
اگر طلحہ نے اس مبہمل حدیث کو سنا ہوتا تو قتل و دفن عثمان میں اس قدر شدید مخالفت نہ کرتے۔ وہ تو عادل صحابی اور عشرہ مبشرہ کی فرد تھے۔

۱۳۔ ابن ماجہ (۳) نے محمد بن عثمان اموی اور ابن ابی لڑنا کی سند سے ابو ہریرہ کی روایت لکھی ہے کہ رسول خداؐ نے عثمان سے باب مسجد کے پاس ملاقات کر کے فرمایا: میرے پاس جبریل نے آ کر خبر دی ہے کہ خدا نے تمہارا عقد کلثوم سے رقیہ کے برابر مہر پر کر دیا۔ (۴)
اس روایت میں محمد (۵) بن عثمان اور عبدالرحمن ابن الزناد (۶) خطا کار، منکر الحدیث، غیر موثق، ضعیف اور مضطرب الحدیث ہیں۔

۱۴۔ ابن عدی (۷) نے انس سے حدیث مرفوع نقل کی ہے: خدائی تلوار ابھی نیام میں ہے، جب عثمان قتل ہو جائیں گے تو پھر قیامت تک نیام میں نہ جائے گی۔

۱۔ فتح الباری، ج ۵، ص ۳۱۵۔ (ج ۵، ص ۴۰۸)۔

۲۔ تہذیب التہذیب، ج ۳، ص ۷۸ (ج ۳، ص ۶۷) معرفۃ الرجال (ج ۱، ص ۶۸، نمبر ۱۳۳)۔ التاريخ، (ج ۳، ص ۲۵۳، نمبر ۱۱۸۸) کتاب الضعفاء والمترکین (ص ۹۷، نمبر ۱۸۲)۔ طبقات ابن سعد (ج ۱، ص ۳۷۱)۔ الضعفاء والمترکون (ص ۲۰۱، نمبر ۲۰۴) کتاب البحر وجین (ج ۱، ص ۲۸۸)۔ الضعفاء الکبیر (ج ۲، ص ۲۵، نمبر ۴۴۶) المللی المصنوع، ج ۱، ص ۳۱۷۔

۳۔ سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۵۳۔ (ج ۱، ص ۴۰۰ حدیث ۱۱۰)۔

۴۔ تاریخ ابن عساکر، (ج ۳، ص ۴۰، نمبر ۴۶۱۹)۔ ۳۹۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج ۱، ص ۱۶۰)۔ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۲۱۱۔ (ج ۷، ص ۲۳۸)۔ حوادث ۳۵ھ۔

۵۔ اشاعت، (ج ۹، ص ۹۴)۔ محمد یب التہذیب، ج ۹، ص ۳۳۶۔ (ج ۹، ص ۲۹۹)۔

۶۔ التاريخ، (ج ۳، ص ۲۵۸، نمبر ۱۲۱۱)۔ کتاب الضعفاء والمترکین، (ص ۱۶۰، نمبر ۳۸۷)۔ طبقات ابن سعد، (ج ۵، ص ۴۱۶)۔

۷۔ محمد یب التہذیب، ج ۶، ص ۱۷۱۔ (ج ۶، ص ۱۵۵)۔

۸۔ اکمل فی حقیقۃ الرجال، (ج ۵، ص ۱۳۸، نمبر ۱۳۱۲)۔

سیوطی اس حدیث کو موضوع کہہ کے لکھتے ہیں کہ یہ آفت عمرو بن فائد کی لائی ہوئی ہے۔ (۱) نیز سلسلہ سند میں موسیٰ بن سیار (۲) اور محمد بن داؤد (۳) ہیں، جن کی تضعیف ہوئی ہے۔

لیکن تعجب کی بات ہے کہ اس راوی کی مہمل احادیث تاریخ الخلفاء میں نقل کرتے ذرا شرم نہ آئی سیوطی، قرمائی (۴) اور زینی، دحلان (۵) جیسے فضائل کے غلو میں بڑے بڑے تماشے دکھاتے ہیں۔

۱۵۔ مستدرک حاکم (۶) میں ابن عباس کی روایت ہے کہ رسول خداؐ نے عثمان سے فرمایا: ”تم قتل کئے جاؤ گے اور سورہ بقرہ کی آیت ”فسیکفیکم اللہ“ پڑھ رہے ہو گے، تمہارا خون اس آیت پر بہے گا۔ تم قیامت میں اس طرح مبعوث ہو گے کہ مشرق و مغرب والے تم پر رشک کریں گے۔ تم بے شمار لوگوں کی شفاعت کرو گے۔

حاکم تو خاموش رہے لیکن ذہبی نے تلخیص میں اس حدیث کو جھوٹی کہا ہے۔ اس میں احمد بن محمد بھی متہم ہے۔ (۷)

تعجب ہے کہ کسی صحابی نے یہ حدیث نہیں سنی، صرف ابن عباس کے کان میں پڑی جو کسن تھے۔ (۸)

۱۔ الملای المصنوعہ، ج ۱، ص ۳۱۶۔ نیز ملاحظہ کیجئے۔ لسان المیزان، ج ۴، ص ۳۷۲۔ (ج ۴، ص ۴۲۹، نمبر ۶۳۰۷)۔ الضعفاء والمترکون، (ص ۳۰۷، نمبر ۳۹۹)۔ الضعفاء الکبیر، (ج ۳، ص ۲۹۰، نمبر ۱۲۹۲)۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۵، ص ۱۸۳، نمبر ۱۳۱۲)۔ میزان الاعتدال، (ج ۳، ص ۲۸۳، نمبر ۶۴۲۱)۔

۲۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۲۱۱۔ (ج ۴، ص ۲۰۶، نمبر ۸۸۷۳)۔ لسان المیزان، ج ۶، ص ۱۲۰۔ (ج ۶، ص ۱۳۰، نمبر ۸۶۵۲)۔ البحر والحدیث، (ج ۸، ص ۱۳۶، نمبر ۶۵۹)۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۶، ص ۳۳۵، نمبر ۱۸۲۵)۔

۳۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۵۳۔ (ج ۳، ص ۵۳۰، نمبر ۷۳۹۹)۔ لسان المیزان، ج ۵، ص ۱۶۱۔ (ج ۵، ص ۱۸۲، نمبر ۷۳۳۰)۔ اخبار الدول، مطبوعہ حاشیہ تاریخ کامل، ج ۱، ص ۲۱۳۔ (ج ۱، ص ۳۰۱)۔

۵۔ الفتوحات الاسلامیہ، ج ۲، ص ۴۹۸، (ج ۲، ص ۳۲۸)۔

۶۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۰۳، (ج ۳، ص ۱۱۰، حدیث ۴۵۵۵)۔

۷۔ الضعفاء الکبیر، (ج ۳، ص ۴۴۴، نمبر ۱۲۹۲)۔ میزان الاعتدال، (ج ۳، ص ۳۵۰، نمبر ۷۳۱۶)۔ لسان المیزان، ج ۳، ص ۴۳۸۔ (ج ۳، ص ۵۱۲، نمبر ۶۵۴۶)۔

۸۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۲۵۳، (ج ۱، ص ۴۱۹، حدیث ۲۲۸۳)۔ استیعاب، ج ۱، ص ۳۷۲۔ (القسم الثانی، ص ۹۳۳، نمبر ۱۵۸۸)۔

مزید یہ کہ ابن عباس امیر الحاج بن کے گئے اور عائشہ نے کہا: دیکھو یہاں عثمان کی حمایت میں تقریر نہ کرنا۔ اس وقت بھی ابن عباس نے یہ حدیث یاد نہیں دلائی، بالفرض اگر عثمان کو حق شفاعت مل گیا تو پھر شجرہ طلعونہ کی ایک بھی فرد جہنم میں نہ جائے گی۔ خود عثمان کا قول ہے۔

۱۶۔ متدرک حاکم (۱) میں ہے عبد اللہ عدل، یحییٰ ابن ابی طالب، بشار، حاطبی عبد الرحمن بن محمد اپنے باپ اور دادا سے روایت کرتے ہیں: جنگ جمل کے موقع پر ہم لوگ مقتولین کو دیکھنے نکلے، حضرت علی امام حسن، عمار یا سر اور محمد بن ابی بکر وزید بن صوحان بھی ساتھ تھے۔

امام حسن کی نظر محمد بن طلحہ کی لاش پر پڑی اور ﴿انا لله و انا الیہ راجعون﴾ پڑھا۔ حضرت علی نے پوچھا: بیٹا کون ہے؟ کہا: قریش کا جوان۔ حضرت علی نے فرمایا: ہاں واقعی نیک لڑکا تھا اور پھر تمہارے انداز میں سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ امام حسن نے فرمایا: بابا جان! میں آپ کو اس جنگی سفر سے منع کر رہا تھا لیکن ان دونوں نے آپ کا ارادہ بدل دیا۔ علی نے کہا: بیٹا! تم نے ٹھیک، کہا کاش، آج سے بیس سال پہلے میری موت ہو گئی ہوتی۔ محمد بن حاطب نے عرض کی: میں مدینہ جا رہا ہوں، وہاں لوگ مجھ سے عثمان کے بارے میں سوال کریں گے تو میں کیا جواب دوں گا؟ عمار یا سر اور محمد بن ابی بکر بیچ میں بولنا چاہتے تھے کہ حضرت علی نے فرمایا: اے عمار و محمد! تم چپ رہو۔ پھر فرمایا: کہنا کہ عثمان نے کچھ قومی سرمایہ اپنی ملکیت بنالیا تھا لیکن کچھ اچھے کام بھی کئے۔ انھیں بڑا برابر دلہ ملا۔ بہت جلد ہم لوگ خدا کی عدالت میں پیش ہوں گے۔ پھر فرمایا: اے ابن حاطب! وہاں لوگ تم سے عثمان کے متعلق پوچھیں تو کہنا کہ وہ اس آیت کا مصداق تھے ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا آمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا واحسنوا والله یحب المحسنین و علی اللہ فلیتوکل المؤمنین﴾

حاکم نے اس جھوٹی روایت پر خاموشی اختیار کر لی۔ لیکن ذہبی نے کہا کہ اس میں بشار ابن موسیٰ

واہیات ہے۔

علامہ ابی نعیم فرماتے ہیں:

اس میں عبد اللہ (۱)، یحییٰ (۲)، بشار (۳) اور عبد الرحمن (۴) سبھی جھوٹے اور منکر الحدیث ہیں۔ ان دجالوں نے حضرت علیؑ کو کس قدر مضطرب خیال کا شخص بنا کر پیش کیا ہے۔ (۵) آخر وہ کس جنگ میں اضطراب کا شکار ہوئے کہ جنگ جمل میں مضطرب ہوتے۔ رسولؐ نے علیؑ کی حمایت کے لیے تاکید بھی فرمائی، خود عاتشہ کو گھر سے نکلنے اور جاہلی تہزوح سے منع کیا تھا۔ (۶) پھر محمد بن طلحہ تو حضرت علیؑ کے خلاف تلوار سے جنگ کر رہا تھا، اس کے قتل پر افسوس کیوں؟ جس آیت کو حضرت علیؑ نے عثمان کے لیے پیش کیا، عثمان کی پوری زندگی دیکھی جائے اور عثمان کے متعلق حضرت علیؑ کی آراء کا تجزیہ کیجئے تو جھوٹ واضح ہو جائے گا۔

۱۷۔ ابن ابی الدینا نے عبد اللہ بن سلام کی روایت نقل کی ہے کہ ایام محاصرہ میں عثمان کو سلام کرنے گیا، انھوں نے فرمایا: خوش آمدید میرے بھائی، میں نے آج رسول خداؐ کو خواب میں دیکھا، فرمایا: عثمان! تمہارا محاصرہ کیا گیا ہے اور تم پر پانی بند کر دیا گیا ہے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں۔ فرمایا: اگر چاہو تو تمہاری مدد کی جائے اور چاہو تو میرے ساتھ آ کر افطار کرو۔ میں نے افطار کو ترجیح دی۔ اسی دن انھیں قتل کر دیا گیا۔ (۷)

۱۔ تاریخ بغداد، ج ۹، ص ۴۱۳۔

۲۔ لسان المیزان، ج ۶، ص ۲۶۲۔ (ج ۶، ص ۳۳۲۔ نمبر ۹۱۵۹)۔

۳۔ معرقۃ الرجال، (ج ۱، ص ۶۵، نمبر ۱۲۳)۔ تاریخ الکبیر، (ج ۲، ص ۱۳۰، نمبر ۱۹۳۵)۔ کتاب الفضلاء والمعر وکین، (ص ۶۳، نمبر ۸۲)۔ تاریخ بغداد، (ج ۷، ص ۱۱۹، نمبر ۳۵۶۰)۔ تحذیب التہذیب، ج ۱، ص ۱۳۳۔ (ج ۱، ص ۳۸۶)۔

۴۔ البحر والحدیث، (ج ۵، ص ۲۶۳، نمبر ۱۴۳۹)۔ میزان الاعتدال، (ج ۲، ص ۵۷۸، نمبر ۴۹۱۷)۔

۵۔ تاریخ بغداد، (ج ۱۳، ص ۱۸۷، نمبر ۱۶۱۷)۔ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۳۰۶، (حوادث ۳۷)۔ مجمع الزوائد، ج ۷، ص ۲۳۸۔ (ج ۹، ص ۱۳۳)۔ تاریخ ابن عساکر، (ج ۱۲، ص ۳۷۰)۔ کنز العمال، (ج ۱۱، ص ۶۱۳)۔ حدیث ۳۲۹۷۰۔ شرح

المواہب، ج ۳، ص ۳۱۷، (المجم الکبیر، ج ۱، ص ۳۲۱، حدیث ۹۵۵)۔

۶۔ التہذیب الفریہ، ج ۲، ص ۲۸۳۔ (ج ۳، ص ۱۳۵)۔

۷۔ انساب بلاذری، ج ۵، ص ۸۲۔ (ج ۶، ص ۲۰۱)۔ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۱۸۲، (ج ۷، ص ۲۰۴، حوادث ۳۵)۔ ریاض النضر، ج ۲، ص ۱۲۷۔ (ج ۳، ص ۶۰)۔

علامہ امینی فرماتے ہیں: یہ آفت و سفسطہ فرج بن فضالہ کی لابی ہوئی ہے، جس کو احمد، ابن معین، ابن مدینی، بخاری، مسلم، نسائی، ابوحاتم، ابواحمد اور دارقطنی جیسے محدثین نے ضعیف، منکر اور معتبر لوگوں کے نام سے حدیثیں گڑھنے والا بتایا ہے۔ کسی نے کذاب اور کسی نے دجال کہہ کے اس کی نشاندہی کی ہے۔ (۱)

اکثر سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ عثمان روزے سے تھے (۲) جب کہ ابو حنیفہ اور امام شافعی وغیرہ کے نزدیک ایام تشریق میں روزہ رکھنا حرام ہے۔ (۳) اس سلسلے میں لچر تا ویلیس بھی کی گئی ہیں۔ (۴)

۱۸۔ حاکم و ابن عساکر نے قیس بن عباد بصری کا بیان نقل کیا ہے کہ میں جنگ جمل میں حاضر تھا، حضرت علیؑ نے فرمایا: خدا یا! میں خون عثمان سے بری ہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ قتل عثمان کے موقع پر میری عقل ضبط ہو گئی تھی۔ لوگوں نے میری بیعت کرنی چاہی تو میں نے کہا: واللہ! مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ میں اس قوم سے بیعت لوں جس نے عثمان جیسے شرمیلے انسان کو قتل کیا ہے۔ عثمان کی لاش ابھی پڑی ہے۔ جب وہ دفن ہو گئے تو لوگ آئے اور بیعت کی۔ لوگوں نے پوچھا: امیر المومنین! اب اطمینان ہوا؟ میں نے کہا: خدا یا! مجھ سے عثمان کے لیے ایسا کام لے کہ تو راضی ہو جائے۔ (۵)

۱۔ تاریخ بغداد، (ج ۱۲، ص ۳۹۵)۔ تاریخ الکبیر، (مجلد ۷، ص ۱۳۳، نمبر ۶۰۹)۔ کتاب الفقہاء والخر وکین، (ص ۱۹۸، نمبر ۵۱۵)۔ البحر والتحدیل، (ج ۷، ص ۸۵، نمبر ۳۸۳)۔ کتاب البحر وجین، (ج ۲، ص ۲۰۶)۔ حمزید التحدیب ج ۸، ص ۲۶۲۔ ۲۶۰۔ (ج ۸، ص ۲۳۶-۲۳۳)۔ حمزید الکمال، (ج ۲۳، ص ۱۵۶-۱۵۷، نمبر ۳۷۱۳)۔

۲۔ انساب بلاذری، (ج ۵، ص ۸۶)۔ کامل میرد ج ۲، ص ۲۴۱۔ (ج ۲، ص ۳۶)۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۷۷۔ (القسم الثالث، ص ۱۰۳۳، نمبر ۱۷۷۸)۔ صفۃ الصفوة، ج ۱، ص ۱۱۷۔ (ج ۱، ص ۳۰۳، نمبر ۴)۔ الصواعق المخرقة، (ص ۶۶، ص ۱۱۱)۔ حمزید التحدیب، ج ۷، ص ۱۳۱۔ (ج ۷، ص ۱۲۸)۔ تاریخ الخلفاء، ص ۱۰۹۔ (ص ۱۵۱)۔ تاریخ الخفیس، (ج ۲، ص ۲۵۸-۲۶۳)۔

۳۔ الکلی ابن حزم، (ج ۷، ص ۲۸)۔ نیل الاوطار، ج ۳، ص ۳۵۳۔ (ج ۴، ص ۲۹۳)۔ شذرات الذهب، ج ۱، ص ۴۱۔ (ج ۱، ص ۲۰۳، حوادث ۳۵)۔

۴۔ احسن القصص، (ج ۳، ص ۱۶۳)۔ البدایہ والنہایہ، (ج ۷، ص ۱۸۲)۔

۵۔ المسند رک علیٰ الحسنین، ج ۳، ص ۱۰۳۔ (ج ۳، ص ۱۱۱)۔ حدیث ۳۵۵۶۔ تاریخ ابن عساکر، (ج ۳، ص ۳۹۰)۔ نمبر ۳۶۱۹۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج ۱، ص ۲۵۲)۔ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۱۹۳۔ (ج ۷، ص ۲۱۶، حوادث ۳۵)۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ: یہ روایت محمد بن یونس کدیجی جیسے کذاب اور وضاع کی آفت ہے۔ (۱)
 ۱۹۔ طبقات ابن سعد (۲) میں محمد بن عمر، عمرو بن عبد اللہ، محمد بن عبد اللہ وابن لہیہ کی روایت ہے کہ
 محاصرہ کے درمیان عثمان نے حجرے کے جنگلے سے سر نکال کر پوچھا: تم میں طلحہ ہیں؟ وہ سامنے آئے تو کہا:
 تمہیں خدا کی قسم ہے، بتاؤ کیا جانتے ہو کہ جب رسول خدا ﷺ نے مواخاۃ قائم کی درمیان مہاجرین و
 انصار تو مجھے خود اپنا بھائی بنایا۔ طلحہ نے کہا: خدا گواہ ہے ہاں۔ طلحہ سے لوگوں نے اس بارے میں پوچھا تو
 کہا: کہ مجھے قسم دے کر پوچھا تو میں نے گواہی دے دی۔

اس روایت کے رجال سند عمرو تدلیس کرتا تھا۔ محمد بن عبد اللہ اموی (۳) کے متعلق بخاری کہتے
 ہیں عجیب حدیثیں بیان کرتا ہے۔ انتہیہ کو محمد ثین ضعیف اور بے وقعت کہتے ہیں۔ (۴)

اس معنیٰ خیز حدیث کو گڑھنے والا شاید جانتا ہی نہیں تھا کہ تمام محدثین متفق ہیں کہ مواخاہ میں
 رسول خدا ﷺ نے علیؑ کو اپنا بھائی بنایا تھا اور یہ بات قرآن کی آیہ تطہیر (۵) اور آیہ ولایت (۶) سے
 میل کھاتی ہے۔ وہ صنوبی (۷) تھے، ایک شجرہ تھا، رسولؐ نے فرمایا تھا: کہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے

۱۔ اضعفاء و البخر و کون، (ص ۳۵۱، نمبر ۲۸۶)۔ کتاب البحر و چین، (ج ۲ ص ۳۲)۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۶ ص ۲۹۲، نمبر ۱۷۸۰)۔
 ۲۔ محمد یب التحدیب، ج ۹ ص ۵۳۹، (ج ۹ ص ۴۷۵)۔ الملای المصنوعہ، (ج ۳ ص ۳۶۳-۳۰۲)۔ تاریخ الخلفاء، ص ۱۱۰، (ص ۱۵۲)۔
 ۳۔ طبقات ابن سعد، ج ۳ ص ۴۷، (ج ۳ ص ۶۸)۔

۳۔ تاریخ الکبیر، (جلد ۱، ص ۱۳۹، نمبر ۴۱)۔ محمد یب التحدیب، ج ۹ ص ۲۶۸، (ج ۹ ص ۲۳۹)۔
 ۴۔ تاریخ، (ج ۳ ص ۱۸۹، نمبر ۸۳۵)۔ میزان الاعتدال، ج ۳ ص ۸۹، (ج ۳ ص ۶۱۸، نمبر ۷۸۲)۔ محمد یب التحدیب،
 ج ۹ ص ۳۰۱، (ج ۹ ص ۲۶۸)۔

۵۔ سنن ترمذی، ج ۲ ص ۲۱۳، (ج ۵ ص ۵۹۵، حدیث ۳۷۴)۔ مصابیح السنۃ، (ج ۳ ص ۱۷۲، حدیث ۳۷۶۹)۔ المسند رک علیٰ الحسین،
 ج ۳ ص ۱۱۲، (ج ۳ ص ۱۶، حدیث ۳۸۸۹)۔ تنقیح، ج ۲ ص ۳۶۰، (القسم الثالث، ص ۱۰۹۸، نمبر ۱۸۵۵)۔ ریاض النضرۃ، ج ۲ ص ۱۶،
 (ج ۳ ص ۱۱۱)۔ کفایۃ الطالب، ص ۸۲-۸۳، (۱۹۳، باب ۴۷)۔ البدایۃ والنہایۃ، ج ۳ ص ۲۳۶، (ج ۳ ص ۲۷۷، حواشی، اھ)۔
 ۶۔ ذخائر العقبیٰ، ص ۱۰۲۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۲ ص ۷۱۔ در المنثور، (ج ۳ ص ۱۰۵)۔ تفسیر طبری، (ج ۶ ص ۱۸۶، جلد ۴، ج ۶ ص ۲۸۸)،
 احکام القرآن ج ۵ ص ۵۴۲، (ج ۲ ص ۳۳۶)۔ تفسیر قرطبی، (ج ۶ ص ۱۳۳)، معالم التنزیل، مطبوعہ بر حاشیہ خازن،
 ج ۲ ص ۵۵، (ج ۶ ص ۱۳۳)۔ ریاض النضرۃ، ج ۲ ص ۲۲۷، (ج ۳ ص ۱۸۲)۔

۷۔ ریاض النضرۃ، ج ۲ ص ۱۶۳، (ج ۳ ص ۱۰۷)۔

ہوں۔ (۱) اس کے مقابلہ دجالوں نے گڑھ لیا ہے کہ ابوبکر رسولؐ کے (۲) بھائی اور عثمان رسولؐ کے بھائی تھے۔ (۳) کسی نے کہا کہ رسولؐ نے علیؓ و عثمان کے درمیان برادری قائم کی تھی۔ (۴) حالانکہ سیرت نگار جانتے ہیں کہ ابوبکر و عمر اور عثمان کو عبد الرحمن بن عوف کا مکہ میں بھائی بنایا تھا۔ (۵) اور مدینے کے مواخاۃ میں عثمان اور اوس بن ثابت کے درمیان برادری قائم کی تھی۔ (۶) اگر عثمان و طلحہ عشرہ مبشرہ کی فردا و عادل صحابی ہوتے تو یہ جھوٹا ڈرامہ ہرگز نہ ہوتا۔ سب سے پہلے رسول ﷺ کا بھائی ہونے کا انکار عمر بن خطابؓ نے کیا تھا۔ جب علیؓ کو بیعت کے لیے کشاکش لایا گیا، علیؓ نے فرمایا: اگر بیعت نہ کروں تو کیا کرو گے؟ کہا: قتل کر دوں گا۔ علیؓ نے فرمایا: میں بندہ خدا اور برادر رسولؐ ہوں۔ عمر نے کہا: تمہیں بندہ خدا تو مانتا ہوں لیکن برادر رسول ﷺ نہیں مانتا۔ (۷)

۲۰۔ ابن عدی نے بطریق مصعب، عیسیٰ، وائل، یہی اور وہ زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: کسی قمریؓ کو آج کے بعد فتنہ دے کر قتل نہ کیا جائے سوائے قاتل عثمان کے۔ (۸)

۱۔ صحیح بخاری کتاب المناقب، ج ۵، ص ۲۱۹۔ (ج ۳، ص ۱۳۵۷، باب ۹)۔ مسند احمد، ج ۵، ص ۲۰۴، ۲۵۶۔ (ج ۶، ص ۲۶۵، حدیث ۲۱۲۷۰، ص ۲۸۹، حدیث ۲۲۵۰۳)۔ سنن ترمذی باب المناقب، ج ۲، ص ۲۱۳، (ج ۵، ص ۵۹۳، حدیث ۳۷۱۶)۔ تاریخ بغداد، (ج ۳، ص ۱۴۰، نمبر ۱۸۲۲)۔

۲۔ الفصل، (ج ۴، ص ۱۳۷)۔

۳۔ ریاض الصغرة، ج ۱، ص ۷۱، (ج ۱، ص ۴۳)۔

۴۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۶، ص ۹۰، (ج ۳۰، ص ۹۴، نمبر ۳۳۹۸)، مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج ۱۳، ص ۵۷)۔ اسد الغابۃ، ج ۲، ص ۲۲۱۔ (ج ۲، ص ۲۷۷، نمبر ۱۸۲۲)۔ عیون الاثر، ج ۱، ص ۱۹۹۔ (ج ۱، ص ۲۶۴)۔ ریاض الصغرة، ج ۱، ص ۱۵-۱۷۔ (ج ۱، ص ۲۳-۲۴)۔ فتح الباری، ج ۷، ص ۴۱۷۔ (ج ۷، ص ۲۷۱)۔

۵۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۶، ص ۹۰، (ج ۳۵، ص ۲۵۴، نمبر ۳۹۱۱)۔ ریاض الصغرة، ج ۱، ص ۱۵-۱۷۔ (ج ۱، ص ۲۳-۲۴)۔ فتح الباری، ج ۷، ص ۱۲۸۔ (ج ۷، ص ۲۷۱)۔

۶۔ سیرۃ ابن ہشام، ج ۵، ص ۱۲۵۔ (ج ۲، ص ۱۵۱)۔ البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص ۲۲۷۔ (ج ۳، ص ۲۷۸، حوادث ۱۷)۔ عیون الاثر، ج ۱، ص ۲۰۱۔ (ج ۱، ص ۲۶۶)۔ ریاض الصغرة، ج ۱، ص ۱۶۔ (ج ۱، ص ۲۳)۔

۷۔ الامتۃ والسیاسة، ج ۱، ص ۱۳، (ج ۱، ص ۲۰)۔ کیف کانیت بیعة علی ابن ابی طالب۔

۸۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۶، ص ۳۶۵-۳۶۶، نمبر ۱۸۴۶)۔

اگر کسی کو قتل کرنا ہی ہے تو یوں ذبح کرو جیسے بکری ذبح کرتے ہو۔ اس روایت میں مصعب (۱) منکر الحدیث ہے، دوسرے محدثین نے اسے مدلس اور داعی کہا ہے اور عیسیٰ اور یہی مجہول اور مضطرب الحدیث ہیں۔

۲۱۔ حلیہ ابو نعیم (۲) میں ہے کہ ابو موسیٰ اشعری نے بیان کیا کہ میں رسول خدا ﷺ کے ساتھ مرزہ میں تھا، اتنے میں ایک شخص نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: اس کے لیے دروازہ کھول دو، اس پر جو مصیبت آنے والی ہے اس سلسلہ میں جنت کی بشارت دے دو۔ ناگاہ میں نے دیکھا تو وہ عثمان تھے۔ میں نے بشارت رسول کی خبر دی تو کہا: خدا مددگار ہے۔

ابو نعیم نے اس جعلی روایت کو لکھ تو دیا لیکن حامد بن آدم پر نظر نہ کی۔ جو ہر جھوٹ اور جعل کو مہارت سے پیش کرتا ہے۔ (۳) ابن معین کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد سے کہا: میرے پاس حامد بن آدم کی حدیث ہے تو انھوں نے فرمایا: وہ پکا جھوٹا ہے خدا اس پر لعنت کرے۔ (۴) پھر یہ کہ اگر عثمان مژدہ بہشت سے سرفراز تھے تو مکے میں دفن ہونے سے ملحد ہونے کا خطرہ ظاہر نہ کرتے۔

۲۲۔ ایک معتمد خیز روایت خطیب (۵) بغدادی نے جابر سے نقل کی ہے کہ جب بھی رسول خداؐ منبر پر جاتے تو فرماتے تھے: عثمان کا ٹھکانا جنت ہے۔

ذہبی (۶) کہتے ہیں کہ یہ روایت نادرست ہے، حیرت ہے کہ خطیب بغدادی ایسی لچر روایت نقل کر کے کوئی تبصرہ نہیں کرتے۔ یہ لوگ جیسے دین و دل دے بیٹھے ہیں، اس کی طرف سے پاگل ہو گئے

۱۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۷۲، (ج ۳، ص ۱۱۹، نمبر ۸۵۶۱)۔ کتاب القات، (ج ۹، ص ۱۷۵)۔ لسان المیزان، ج ۶، ص ۳۳۔ (ج ۶، ص ۵۱، نمبر ۸۴۰۴)۔

۲۔ حلیہ الاولیاء، (ج ۱، ص ۵۷)۔

۳۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۲، ص ۳۶۱، نمبر ۱۶۹)۔

۴۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۲۰۸، (ج ۱، ص ۳۴۷، نمبر ۱۶۷۱)۔ لسان المیزان، ج ۲، ص ۱۶۳۔ (ج ۲، ص ۲۰۶، نمبر ۲۲۳۳)۔

۵۔ خطیب بغدادی، (ج ۸، ص ۱۵۷)۔

۶۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۲۸۱، (ج ۱، ص ۵۹۹، نمبر ۲۲۶۸)۔ لسان المیزان، ج ۲، ص ۳۵۳۔ (ج ۲، ص ۳۲۹، نمبر ۲۹۵۰)۔

ہیں۔ اگر یہ روایت صحیح ہو تو ماننا پڑے گا کہ عثمان کا بہشتی ہونا اہم ترین شرعی مطلب ہے۔ کیونکہ رسول خداؐ نے اصول و عقیدہ نیز اہم ترین احکام شرعی کے لیے بھی اس قدر تکرار کا التزام نہیں فرمایا۔ حتیٰ کہ نماز کے متعلق بھی جو ستون دین ہے۔ کاش! ہمیں معلوم ہو سکتا کہ عثمان کا جنتی ہونا اصول دین میں ہے یا بنیاد شرعی میں کہ رسولؐ اس قدر تکرار میں مبالغہ فرما رہے ہیں۔ پھر یہ کہ اگر رسول خدا ﷺ نے تکرار فرمایا تو لازم تھا کہ تمام صحابہ نے اس بات کو سنا اور یاد رکھا ہوگا، اس طرح یہ روایت متواتر ہوتی۔ پھر جابر یا کسی صحابی کی طرف نسبت دینے کی بھی احتجاج نہ ہوتی، صحابائے کرام ہجوم کر کے انھیں قتل نہ کرتے۔

۲۳۔ تاریخ ابن کثیر (۱) میں اسماعیل بن عبد الملک، عبد اللہ بن ابی ملیکہ، عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا ﷺ کو کبھی ہاتھ اٹھاتے اس طرح نہیں دیکھا کہ زیر بغل نمایاں ہو جائے سوائے ان موقعوں کے جب عثمان کے لیے دعا کرتے تھے۔

ابن کثیر نے دوسرے مہمل راویوں کو حذف کر دیا ہے، صرف اسماعیل بن عبد الملک کا نام لیا ہے، جس کے متعلق ابن عمار و ابوداؤد کہتے ہیں کہ وہ ضعیف تھا۔ دوسرے محدثین کہتے ہیں کہ وہ قوی نہیں تھا، روایتیں غلط ملط کر دیتا تھا۔ (۲)

سمجھ میں نہیں آتا کہ عائشہ نے یہ روایت تکفیر عثمان سے پہلے کی تھی یا بعد میں۔ ممکن ہے پہلے روایت کی ہو پھر بھول گئی ہوں، جس طرح دوسرے اقوال رسول ﷺ بھول گئیں تھیں۔ مثلاً حوآب کے کتوں کی بات۔ کچھ بھی ہو عدول صحابہ پر اس روایت کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ البتہ عائشہ نے رسولؐ کی وصیتیں خاص طور سے جو علیؑ کے متعلق تھیں قطعی فراموش کر دی تھیں۔ علیؑ سے اس قدر نفرت تھی کہ حدیث معمر میں ہے کہ علیؑ کا ذکر خیر عائشہ کو بھلا نہیں معلوم ہوتا تھا بلکہ وہ ذکر خیر کر ہی نہیں سکتی تھیں (۳) مسند احمد (۴)

۱۔ البدایہ والنہایہ، (ج ۷، ص ۲۲۸۔ حوادث ۳۵)۔

۲۔ تاریخ، (ج ۳، ص ۳۰۳۔ نمبر ۱۴۳)۔ کتاب الضعفاء والخر دین، (ص ۴۹، نمبر ۳۵)۔ البحر والتحدیل، (ج ۲، ص

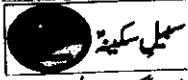
۱۸۶۔ نمبر ۶۲۹)۔ کتاب البحر و چین، (ج ۱، ص ۱۲۱)۔ محمد یب التحدیب، ج ۱، ص ۳۱۶۔ (ج ۱، ص ۲۷۶)۔

۳۔ فتح الباری، ج ۲، ص ۱۲۳۔ (ج ۲، ص ۱۵۶)۔

۴۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۲۲۸۔ (ج ۷، ص ۳۲۶۔ حدیث ۲۵۳۸۶)۔

میں حدیث صحیح ہے کہ عائشہ نے وفات رسول ﷺ کے وقت بیت میمونہ سے رسول ﷺ کے نکلنے کی کیفیت بیان کی کہ ایک ہاتھ فضل بن عباس کے کاندھے پر تھا اور دوسرا ایک شخص کے اوپر فضل نے ابن عباس سے یہ روایت بیان کی تو ابن عباس نے کہا کہ جانتے ہو وہ علیؑ تھے، جن کا عائشہ کو نام لینا بھی گوارہ نہیں۔ صحیح بخاری (۱) میں بھی یہ روایت ہے لیکن ابن عباس کی بات انھوں نے اڑادی ہے۔

عائشہ کو یہ بھی بڑا اچھا معلوم ہوتا تھا کہ علیؑ کی مذمت کی جائے۔ مسند احمد میں صحیح وثقہ روایت ہے کہ ایک شخص نے عائشہ کے پاس علیؑ و عمار کے مذمت کرنی شروع کر دی۔ عائشہ نے کہا: میں علیؑ کے لیے تو تمہیں کچھ نہ کہوں گی لیکن عمار کے متعلق حدیث رسول ﷺ ہے کہ عمار دو چیزوں میں سے اسی کو اختیار کرتے ہیں جو زیادہ دین سے نزدیک تر ہو۔ ام المومنین کو علیؑ کے متعلق ایک بھی حدیث رسولؐ یاد نہیں آئی نہ آیات قرآنی۔ جب کہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ علیؑ کو عمار پر برتری حاصل ہے۔ حذیفہ کہتے تھے کہ بخدا! علیؑ کو عمار پر وہی برتری حاصل ہے جو آسمان کو زمین پر۔ (۲) وہ تو حسان کی بدگوئی پر بھی چراغ پا ہو جاتی تھیں کہ حسان نے اشعار سے رسول ﷺ کی حمایت کی ہے۔ (۳) لیکن کیا علیؑ نے تکوار سے حمایت رسول ﷺ نہیں کی ہے؟



یہ عائشہ وہی ہیں کہ جیسے ہی سنا کہ بیعت علیؑ ہو گئی تو بولیں ”کاش آسمان پھٹ پڑتا۔“ عائشہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ قتل عثمان آسان تر ہے بہ نسبت ان کے گھر سے نکلنے کے۔ جا رہی بن قدامہ صحابی نے ان سے کہا تھا: ام المومنین! قتل عثمان اس سے کہیں آسان تر ہے کہ آپ گھر سے نکل پڑی ہیں، آپ نے پردہ عصمت دریدہ کیا، آپ گھر میں واپس جائیے۔ (۴) اگر عثمان کے لیے ثبات حق اور اتباع کتاب و سنت کی رسول ﷺ نے دعا کی تھی تو آخر رسولؐ

۱۔ صحیح بخاری، (ج ۱، ص ۲۳۷، حدیث ۶۳۳)۔

۲۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۱۱۳۔ (ج ۷، ص ۱۶۳، حدیث ۲۳۲۹۹)۔

۳۔ کنز العمال، ج ۷، ص ۷۳، (ج ۱۳، ص ۵۳۲، حدیث ۳۷۳۸۵)۔

۴۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۷۶، (ج ۴، ص ۳۵۶، حوادث ۳۶)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۹۰۔ (ج ۲، ص ۳۱۸، حوادث، ۳۶)۔

کی دعا مستجاب کیوں نہ ہوئی انھوں نے اس قدر شریعت کی چھٹاڑ چائی کہ صحابائے کرام متفقہ طور سے مخالفت پر آمادہ ہو گئے اور قتل کر ڈالا۔ کیا توبہ کی دعا کی تھی۔ پھر توبہ کی توفیق کیوں نہ ہوئی؟ ان احتمالات سے قطع نظر اب ذرا دعا کے مفروض پر غور کیجئے۔ یہاں دو سوال اٹھتے ہیں۔ ایک موجب دعا، دوسرے شرائط، جو اس میں انجام پذیر ہوئے۔ اول کے لیے سوچئے کہ آخر کس وجہ سے رسولؐ نے عثمان کے حق میں دعا کی؟ کیا گذشتہ عمل کے لیے یا آئندہ عمل کے لیے؟ آئندہ میں تو دیکھا کہ ان کی وجہ سے اسلام ایک عظیم مصیبت سے دو چار ہوا، گذشتہ کے لیے، اس میں بھی اچھا منظر دیکھنے کو نہیں ملتا، جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے۔ ابن عوف نے انھیں طعنہ دیا کہ جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے، جس کی صفائی میں ولیدؓ شرا بخوار نے کہا کہ اپنی زوجہ رقیہ کی تیمارداری کی وجہ سے شرکت نہیں کی۔ (۱) جنگ احد سے فراری نظر آرہے ہیں کہ قرآن نے فراریوں کی مذمت کی۔ (۲) ام کلثوم کی شب وفات وہ پاپ کیا کہ رسول ﷺ نے دفن کے وقت ان کی تحفیر تو وہیں کی۔ (۳) عبداللہ بن ابی سرح طرید رسول ﷺ کو پناہ دی۔ (۴) طرید رسولؐ حکم و مردان کو بلا کر داماد بنا لیا۔ انھوں نے کہیں سے کوئی پسندیدہ عمل نہیں دکھایا۔ نہ محبت رسول ﷺ

۱۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۶۸، ۷۵۔ (ج ۱، ص ۱۰۹، حدیث ۳۹۲، ص ۱۲۰، حدیث ۵۵۷)۔ ریاض الضرفۃ، ج ۲، ص ۹۷۔ (ج ۳، ص ۲۲) البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۲۰۶، (ج ۷، ص ۲۳۱، حوادث، ۳۵)۔

۲۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۵۸، (ج ۱، ص ۱۰۹، حدیث ۳۹۲)۔ تفسیر قرطبی، ج ۳، ص ۳۳۵، (ج ۳، ص ۱۵۷)۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۳۱۹۔ ریاض الضرفۃ، ج ۲، ص ۹۷۔ (ج ۳، ص ۲۳)۔ تفسیر خازن، (ج ۱، ص ۳۰۷، ج ۱، ص ۲۹۵)۔ انجم الکبیر، (ج ۱، ص ۸۸، حدیث ۱۳۵)۔

۳۔ صحیح بخاری باب یغذب اللہ علیہ، ج ۲، ص ۲۲۵-۲۲۳۔ (ج ۱، ص ۳۳۲، حدیث ۱۲۲۵-۳۵۰، حدیث ۱۲۷۷)۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۱۔ (ج ۸، ص ۳۸)۔ مسند احمد، ج ۳، ص ۱۲۶، ۲۲۸-۲۲۹، ۲۷۰۔ (ج ۳، ص ۵۷۹، حدیث ۱۱۸۶۶-۱۱۸۶۷، ج ۳، ص ۱۰۳، حدیث ۱۲۹۷-۱۰۶، حدیث ۱۲۹۸-۱۷۵، حدیث ۱۳۳۱)۔ المسند رک علیٰ الحسنین، ج ۳، ص ۴۷، (ج ۳، ص ۵۲، حدیث ۶۸۵۳)۔ الروض الاناف، ج ۲، ص ۱۰۷۔ (ج ۵، ص ۳۶۲)۔ تاریخ طبری، (ج ۱۱، ص ۴۹۸، حوادث، ۹)۔

۴۔ سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۲۲۰۔ (ج ۳، ص ۱۲۸، حدیث ۳۳۵۹)۔ انساب بلاذری، ج ۵، ص ۳۹، المسند رک علیٰ الحسنین، ج ۳، ص ۱۰۰، (ج ۳، ص ۱۰۷)، استیعاب، ج ۱، ص ۳۸۱۔ (القسم الثالث، ص ۹۱۸، نمبر ۱۵۵۳)۔ تفسیر قرطبی، ج ۷، ص ۴۰، (ج ۷، ص ۲۸)۔ اسد الغابہ، ج ۳، ص ۱۷۳، (ج ۳، ص ۲۵۹، نمبر ۹۷۷)۔ الاصابہ، (ج ۲، ص ۳۱، نمبر ۱۱۷)۔ تفسیر القدر، ج ۲، ص ۱۳۳، (ج ۲، ص ۱۳۱)۔

میں عمل کیا کہ رسول ﷺ دعائے خیر کرتے۔ کچھ لوگ حبشہ العسرہ میں عثمان کے اتفاق کا ڈھول پٹیتے ہیں لیکن وہ بھی لچر اور ضعیف روایات کا پلندہ ہے۔ اور کتب سیر کی تفصیل میں اختلاف بھی ہے۔ دوسروں نے بھی دل کھول کر خرچ کیا تھا پھر عثمان ہی کے لیے دعائے رسول ﷺ کیوں؟

۲۴۔ حلیہ ابو نعیم (۱) میں ہے کہ:

حبیب کا تب مالک، نافع، ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حبشہ العسرہ کی تیاری کا حکم دیا تو عثمان نے ایک ہزار دینار آغوش رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اوٹھیل دئے۔ آپ نے دعا کی: خدایا! عثمان کو فراموش نہ کرنا، اب آج کے بعد عثمان جو بھی عمل کریں کوئی گناہ نہیں۔

کیا ابو نعیم جیسے حافظ سے یہ بات پوشیدہ تھی کہ حبیب کا تب مالک کو محدثین دائرہ نے پکا جھوٹا، ضعیف اور حدیثیں گڑھنے والا کہا ہے۔ (۲) احمد (۳) نے ضمیر بن ربیعہ کے توسط سے اس کی روایت کی ہے مگر ضمیر بن ربیعہ کی تصنیف ہوئی ہے۔ (۴)

۲۵۔ مسند احمد (۵) میں ہے کہ محمد بن ابی بکر مقدی، محمد بن عبد اللہ انصاری، ہلال بن حق، سعید جریری، (سبھی بصری) کہ تمامہ قشیری نے کہا کہ حصار کے دن میں عثمان گھر میں تھا۔ وہ کوٹھے سے چلائے! طلحہ وزیر کو بلاؤ جو بغاوت پر کمر بستہ ہیں۔ وہ آئے تو قسم دے کر پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ جب رسول

۱۔ حلیۃ الاولیاء ج ۱، ص ۵۹۔

۲۔ اعلل و معرۃ الرجال، (ج ۲، ص ۵۲، نمبر ۱۵۲۸)۔ البحر والتحدیل، (ج ۳، ص ۱۰۰، نمبر ۳۶۶)۔ کتاب المغطاء والعتز وکین، (ص ۹۰، نمبر ۱۶۳)۔ کتاب البحر وکین، (ج ۱، ص ۲۶۵)۔ میزان الاعتدال، (ج ۱، ص ۲۱۰، ج ۱، ص ۳۵۲، نمبر ۱۶۹۳)۔ تذکرۃ الموضوعات مقدی، ص ۹۰۔ (ص ۶۳)۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۷۴، تصحیف احمد یب، ج ۲، ص ۱۸۱، (ج ۲، ص ۱۵۸)، اللالی المصنوعہ، ج ۱، ص ۸، ص ۲۳۰۔ (ج ۱، ص ۲۳۳، ج ۲، ص ۳۹۰)۔ خلاصۃ الکمال، ص ۶۰، (ج ۱، ص ۱۹۲، نمبر ۱۲۰۰)۔ اسحاق الطالب، ص ۲۱۶۔

۳۔ مسند احمد، (ج ۶، ص ۵۵، حدیث ۲۰۱۰۷)۔

۴۔ سنن ترمذی، (ج ۵، ص ۵۸۵، حدیث ۳۷۰۱)، تصحیف احمد یب، (ج ۳، ص ۳۶۱، ج ۴، ص ۳۰۳-۳۰۴)۔

۵۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۷۴، (ج ۱، ص ۱۲۰، حدیث ۵۵۶)۔

مدینے آئے تو مسجد کے لیے فرمایا کہ کون اپنے مال خاص سے خرید کر دے گا اور جنت میں گھر بنائے گا۔ میں نے خرید کر اسے مسلمانوں کو وقف کیا۔ کیا اب تم وہاں مجھے دو رکعت نماز بھی ادا کرنے کی اجازت نہ دو گے؟ رسول ﷺ مدینہ آئے تو صرف چاہ ”رومہ“ ہی تھا۔ رسول ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو اپنے مال خاص سے یہ کنواں خرید کر مسلمانوں کو وقف کرے اور صلے میں جنت پائے؟ میں نے اسے خریدا، کیا وہاں سے بھی پانی پینے نہ دو گے؟ پھر کہا: میں نے حبش العسرہ کا انتظام کیا تھا۔ دونوں نے کہا: خدا گواہ ہے ہاں۔

اس روایت کو انسب بلاذری (۱) اور سنن بیہقی (۲) میں بھی اختلاف الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا

ہے۔

سند روایت میں محمد بن عبد اللہ انصاری کو عقلی وغیرہ منکر الحدیث اور ابن طاہر کذاب کہتے ہیں۔ (۳) سعید اگرچہ ثقہ ہیں لیکن اختلاط حواس کا شکار وہو گئے تھے۔ (۴) یحییٰ کونساکی وابن معین وغیرہ مہمل سمجھتے ہیں۔ (۵)

اگر نور کیجئے تو اس سے عثمانیوں کو شرمندگی ہی ہوگی۔ دونوں عشرہ مبشرہ کی فرد کو قسم دی گئی۔ لیکن مخالفت سے باز نہ آئے۔ کیا اس کے بعد یہ دونوں عادل رہ جاتے ہیں؟ لیکن یہ دونوں سمجھتے تھے کہ انھوں نے احکام خدا کو بدل دیا ہے، اس لیے بہر حال واجب القتل ہیں۔

۲۶۔ سیف بن عمر سے مروی ہے کہ عثمان نے علیؓ، طلحہ و زبیر کو بلا کر قسم دی اور چاہ رومہ کی تصدیق

۱۔ انسب بلاذری، ج ۵، ص ۶۵۔ (ج ۶، ص ۱۰۶)۔

۲۔ سنن بیہقی، ج ۶، ص ۱۶۸۔

۳۔ الضعفاء الکبیر، (ج ۴، ص ۱۰۳، نمبر ۱۶۶۰)۔ کتاب المحر وجین، (ج ۲، ص ۲۶۶)، تہذیب التہذیب، (ج ۹، ص ۲۵۶)، (ج ۹، ص ۲۲۸)۔

۴۔ البحر والاعتدیل، (ج ۴، ص ۱، نمبر ۱)۔ التاريخ، (ج ۴، ص ۱۳۶، نمبر ۲۶۲۳)، الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۳، ص ۳۹۲)۔

نمبر ۸۲۱)، الثقات، (ج ۶، ص ۳۵۱، طبقات ابن سعد، (ج ۷، ص ۲۶۱)، تہذیب التہذیب، (ج ۴، ص ۶)۔

۵۔ البحر والاعتدیل، (ج ۹، ص ۱۳۹، نمبر ۵۸۸)۔

چاہی تو تینوں نے تصدیق کی۔ (۱) لیکن محدثین نے کہا ہے کہ سیف بن عمر ضعیف، متروک، ساقط، وضاع اور منکر الحدیث ہے۔ (۲)

۲۷۔ اسد بن موسیٰ نے قتادہ بصری سے روایت کی ہے کہ عثمان نے عیش العصرہ میں ہزار اونٹ اور ستر گھوڑے دئے تھے۔ (۳) اول تو یہ روایت مرسل ہے، پھر اس میں اسد بن موسیٰ کو ابن حزم وغیرہ ضعیف کہتے ہیں۔ (۴)

۲۸۔ ابولیلی نے لکھا ہے کہ عثمان نے عیش العصرہ میں سات سو طلائئ اوقیہ دیا تھا۔ ابن حجر اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔ (۵)

۲۹۔ ابن عدی (۶) نے حذیفہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے عثمان کے پاس کسی جنگ میں مدد کے لیے آدمی بھیجا تو عثمان نے دس ہزار دینار دئے۔ رسول خدا ﷺ اس کو ہاتھ میں لے کر اچھالنے لگے اور دعا کی: اے عثمان! خدا تمہارے گناہوں کو بخشے خواہ علانیہ کرو یا چھپا کر قیامت تک، عثمان کو اب اس کے بعد کسی عمل کی پرواہ نہ کرنا چاہئے۔

ابن حجر (۷) اس کی سند کو ضعیف ترین قرار دیتے ہیں۔ ابن کثیر (۸) کی روایت میں محمد بن قاسم

۱۔ فتح الباری، ج ۵، ص ۳۱۳، (ج ۵، ص ۴۰۸)۔

۲۔ کتاب الحج و حین، (ج ۱، ص ۳۳۵)، الکامل فی ضعیفاء الرجال، (ج ۳، ص ۴۳۵، نمبر ۸۵۱)۔ الضعیفاء والمرتدون، (ص ۲۳۳، نمبر ۲۸۳)۔ التاریخ، (ج ۳، ص ۴۶۰، نمبر ۲۲۶۲)۔ الجرح والتعديل، (ج ۳، ص ۲۷۸، نمبر ۱۱۹۸)۔ کتاب الضعیفاء والمرتدون، (ص ۱۲۳، نمبر ۲۷۱)۔ میزان الاعتدال، (ج ۱، ص ۴۳۸، (ج ۲، ص ۲۵۵، نمبر ۳۶۳)۔ تحذیب التہذیب، ج ۳، ص ۲۹۵، (ج ۴، ص ۲۵۹)، الملک فی المصنوع، (ج ۱، ص ۱۵۷، ۱۹۹۰، ۲۲۹)۔

۳۔ فتح الباری، ج ۵، ص ۳۱۵، (ج ۵، ص ۴۰۸)۔

۴۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۹۷، (ج ۱، ص ۲۰۷، نمبر ۸۱۵)۔ تحذیب التہذیب، ج ۱، ص ۲۶۰، (ج ۱، ص ۲۲۸)۔

۵۔ فتح الباری، ج ۵، ص ۳۱۵، (ج ۵، ص ۴۰۸)۔

۶۔ الکامل فی ضعیفاء الرجال، (ج ۱، ص ۳۴۰، نمبر ۱۶۹)۔

۷۔ فتح الباری، ج ۵، ص ۳۱۵، (ج ۷، ص ۴۳)۔ شرح المواہب زرقانی، (ج ۳، ص ۶۵)۔

۸۔ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۲۱۲۔

عثمانی ہے۔ نسائی و احمد نے اس کی تکذیب کی ہے۔ ترمذی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ دوسرے جلیل القدر محدثین بھی مذمت کرتے ہیں۔ (۱)

اس روایت سے گناہوں پر جسارت کا ذوق بڑھتا ہے۔ اگرچہ صحیح ہے کہ نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں لیکن حقوق الناس و گناہان کبیرہ کو ختم نہیں کرتیں۔ بعض عمل تو انسان کو کافر بنا دیتے ہیں، بھلا قیامت تک کی چھوٹ کیسے مل سکتی ہے۔ بعض صحابہ کی مغفرت کا اعلان ہوا پھر وہ مرتد ہو گئے۔

صحابہ نے عثمان کی مغفرت کا اعلان سنا لیکن انھیں قتل کرنے سے باز نہ آئے۔ ظاہر ہے کہ یہ روایت قتل عثمان کے دن تک وجود پذیر نہیں ہوئی تھی۔ بعد میں پیدا ہوئی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ عثمان کے کردار کو دیکھتے ہوئے یہ روایت صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ انھوں نے اپنی زندگی میں کبھی نتائج کی پرواہ نہیں کی اور چھوٹ کے گناہ کئے۔

۳۰۔ مسند احمد (۲) میں قیس بصری کا بیان ہے کہ حج کے ارادے سے راہ میں معلوم ہوا کہ مدینے والے مسجد میں جمع ہیں۔ میں اپنے ساتھی کے ساتھ گیا تو دیکھا کہ کچھ لوگوں کو تمام عوام گھیرے ہوئے ہیں وہاں علیؓ، طلحہؓ، زبیر اور سعد تھے۔ اتنے میں عثمان نے آکر ان لوگوں کو قسم دے کر چاہہ رومہ، تعمیر مسجد اور حبش عسرة کی تیاری کے فضائل کا اقرار کرایا، جب یہ لوگ اقرار کر چکے تو عثمان نے تین بار کہا: خدا یا! گواہ رہنا۔ (۳)

یہ بصرہ والے، عورت کے فوجی سمجھتے ہیں کہ بصرہ کے صلحاء جو عثمان کے خلاف صف آرا تھے ان گڑھے ہوئے افسانوں کے ذریعے انھیں ہم خیال بنا کے عثمان کے داغدار دامن کو دھو دیں گے۔ لیکن

۱۔ کتاب الفضلاء، وألحقہ وکین، (ص ۲۲۱، نمبر ۵۷۲)۔ البحر والتحدیل، (ج ۸، ص ۶۵، نمبر ۲۹۵)۔ الکامل فی شفاء الرجال، (ج ۶، ص ۲۵۰، نمبر ۱۷۷)۔ الفضلاء والحق وکون، (ص ۳۳۸، نمبر ۸۷)۔ التاریخ الکبیر، (جلد ۱، ص ۲۱۳، نمبر ۶۷۷)۔ العلل و معرفۃ الرجال، (ج ۲، ص ۱۷۰، نمبر ۱۸۹۹)۔ کتاب البحر وکین، (ج ۲، ص ۲۸۷)۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۲۲، (ج ۳، ص ۱۱، نمبر ۸۰۶۶)۔ محمد یب التحدیب، ج ۹، ص ۴۰۷، (ج ۹، ص ۳۶۱)۔

۲۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۷۰۔ (ج ۱، ص ۱۱۳، حدیث ۵۱۳)۔

۳۔ سنن بیہقی، ج ۶، ص ۱۶۷۔

عجیب بات ہے کہ ان فضائل کو سن کر بھی وہ حضرات مخالفت پر آخر دم تک ڈٹے رہے، ان کی تحقیر و تذلیل کر کے قتل کیا پھر لاش کے ساتھ توہین کے بعد یہودیوں کے قبرستان میں دفن کرا دیا۔ متذکرہ فضائل اگر صحیح ہیں تو عثمان کے لیے اس وقت مفید ہوتے جب وہ قرآن و سنت کی خلاف ورزی نہ کرتے، حکومت اسلامی میں بدعتوں کا رواج نہ دیتے۔ فضائل کسی کے حقوق ذاتی نہیں ہوتے، جب تک کردار اچھا ہے فضائل اس کے ساتھ ہیں۔ اسی لیے صحابہ نے عثمان کی باتوں پر کوئی دھیان نہ دیا۔

۳۱۔ سنن بیہقی (۱) میں ابو اسحاق سمیعی سے مروی ہے کہ محاصرہ کے دنوں میں عثمان نے لوگوں سے قسم دے کر پوچھا: کیا رسول خدا ﷺ نے کوہ حرا سے نہیں کہا تھا کہ ٹھہر جا تجھ پر ایک نبی، صدیق اور شہید ہے، پھر غزوہ عسرة کی تیاری، چاہہا رو مدہ کی خرید اور دوسرے فضائل کا مناشرہ کیا۔

اس میں ابو اسحاق بیہقی جیسا کذاب اور مدلس روایت (۲) کو ضعیف بتانے کے لیے کافی ہے۔
۳۲۔ بلاذری (۳) نے مدائنی سے عباد بن راشد بصری، حسن بصری سے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے پوچھا: کون جمیش العسرة کی شفاعت کے بدلے تیاری کرائے گا؟ عثمان آمادہ ہوئے اور ستر ہزار دینار سے فوج کی تیاری کرا دی۔

اس فوج کی تیاری حسن بصری نے وفات رسول کے کئی سال بعد کرائی تھی۔ کیونکہ وہ عمر کی خلافت کے آخری دو سالوں میں پیدا ہوئے تھے۔ رسول و عثمان کا مکالمہ انھوں نے ماں کے پیٹ میں سنا تھا۔ اس لیے راویوں کا نام درمیان میں نہیں لائے ہیں۔ عباد بن راشد کو ابن معین ضعیف کہتے ہیں۔ (۴)
۳۳۔ حلیہ ابو نعیم (۵) میں ہے ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ عثمان نے دوبار جنت خریدی چاہہا رو مدہ

۱۔ سنن بیہقی، ج ۶، ص ۱۶۷۔

۲۔ اشعرات، (ج ۵، ص ۱۷۷)۔ محمد بن ابی العزیز، ج ۸، ص ۶۶۔ (ج ۸، ص ۵۹)۔ میزان الاعتدال، (ج ۲، ص ۲۷۰، نمبر ۶۳۹۳)۔

۳۔ انساب بلاذری، (ج ۵، ص ۱۰)۔ ج ۶، ص ۱۱۲۔

۴۔ تاریخ، (ج ۴، ص ۳۳۶)، تاریخ الکبیر، (جلد ۶، ص ۳۶)۔ نمبر ۱۶۰۸۔ کتاب الفضلاء والمہر وکین، (ص ۱۷۲)۔ نمبر ۴۳

کتاب البحر وکین، (ج ۲، ص ۱۶۳)۔ محمد بن ابی العزیز، ج ۵، ص ۹۲۔ (ج ۵، ص ۸۰)۔

۵۔ حلیہ الاولیاء، ج ۱، ص ۵۸۔

کے وقت اور حبش عسرة کی تیاری کے وقت۔ اس روایت کے دونوں راوی بکر (۱) اور عیسیٰ (۲) ضعیف اور مہمل ہیں، بالفرض اگر انھوں نے جنت خریدی ہوتی تو مہاجرین و انصار ان کا خون نہ بہاتے۔ خود انھیں طحکہ ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا۔

۳۲۔ مسند احمد (۳) اور حلیہ ابو نعیم (۴) میں فاروق ابن خطاب نے عبدالرحمن بن خطاب سلمیٰ بصری سے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے حبش العسرة میں مدد کی اپیل کی تو عثمان نے ایک سواونٹ دئے دوبارہ اپیل کی تو ایک سواونٹ پالان کے ساتھ دئے۔ رسول ﷺ نے فرمایا: عثمان آج کے بعد جو کریں نامہ اعمال میں لکھا نہ جائے گا۔

یہ بصری صحابی گمنام ہیں، راویوں نے ان کی کوئی روایت نقل نہیں کی ہے صرف یہی ایک حدیث ہے۔ (۵) پھر فرقہ بن ابی طلحہ گمنام ہے۔ (۶) حجاج بن نصیر کو ابن معین و نسائی ضعیف کہتے ہیں۔ دوسرے محدثین نے بھی مذمت کی ہے۔ (۷)

۱۔ البحر والتدیل، (ج ۳، ص ۷۰، نمبر ۳۱۸)۔ التاريخ، (ج ۳، ص ۴۰۹، نمبر ۳۹۹)۔ کتاب الضعفاء والمترکین، (ص ۶۵، نمبر ۸۹)۔ البحر والتدیل، (ج ۲، ص ۳۸۳، نمبر ۱۳۹۲)۔ الضعفاء الکبیر، (ج ۱، ص ۱۵۲، نمبر ۱۹۰)۔ میزان الاعتدال، (ج ۱، ص ۱۶۰، (ج ۱، ص ۳۳۳، نمبر ۱۲۷)۔ تحذیب التہذیب، (ج ۱، ص ۴۸، (ج ۱، ص ۴۲۰)۔

۲۔ التاريخ، (ج ۳، ص ۳۳۲، نمبر ۱۶۵)۔ کتاب الضعفاء والمترکین، (ص ۱۷۶، نمبر ۳۳۵)۔ الضعفاء والمترکون، (ص ۳۱۷، نمبر ۳۱۷)۔ البحر والتدیل، (ج ۲، ص ۲۸۸، نمبر ۱۶۰۰)۔ التاريخ، (ج ۳، ص ۳۵۵، نمبر ۱۷۲۰)۔ کتاب البحر و زمین، (ج ۲، ص ۱۱۹)۔ لسان المیزان، (ج ۳، ص ۴۰۵)۔ (ج ۳، ص ۴۶۸، نمبر ۶۳۳۵)۔

۳۔ مسند احمد، (ج ۴، ص ۷۵)۔ (ج ۵، ص ۲۸، حدیث ۱۶۲۵۵)۔

۴۔ حلیۃ الاولیاء، (ج ۱، ص ۵۸)۔

۵۔ استیعاب، (القسم الثانی، ص ۸۳۰، نمبر ۱۴۰۳)۔ الاصلیۃ، (ج ۲، ص ۳۹۶، نمبر ۵۱۱)۔

۶۔ تحذیب التہذیب، (ج ۷، ص ۲۶۳، (ج ۸، ص ۲۳۷)۔

۷۔ التاريخ، (ج ۳، ص ۴۰۶، نمبر ۳۹۷)۔ کتاب الضعفاء والمترکین، (ص ۹۲، نمبر ۱۷۰)۔ الثقات، (ج ۸، ص ۴۰۲)۔ تاریخ الثقات، (ص ۱۰۹، نمبر ۲۵)۔ طبقات ابن سعد، (ج ۷، ص ۳۰۵)۔ الضعفاء والمترکون، (ص ۱۸۶، نمبر ۱۷۴)۔ تحذیب التہذیب، (ج ۲، ص ۴۰۹)۔ (ج ۲، ص ۱۸۳)۔

میرے خیال میں یہ آفت سکن بن مغیرہ کی ہوگی، جو خانوادہ عثمان کا آزاد کردہ تھا، اسی نے حق نمک ادا کیا ہوگا۔ اگرچہ وہ امام جمعہ تھا اور صالح کے نام سے مشہور تھا۔

۳۵۔ حلیہ ابو نعیم (۱) میں ہے کہ سرہ کہتے ہیں: میں حبش العسرہ میں رسولؐ کے ہمراہ تھا، عثمان نے ہزار دینار دئے تھے تو رسول خدا ﷺ نے متذکرہ دعا کی۔ (۲)

اس کی سند ناقص ہے۔ پھر عمر بن ہارون دروغ ساز اور ست راوی ہے۔ محدثین نے اس کی بڑی مذمت کی ہے۔ (۳) سلسلہ سند میں کثیر بن ابی کثیر بھی ہے جس کی تضعیف ہوئی ہے۔ (۴)

۳۶۔ مسر نے عطیہ، ابوسعید سے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ اول شب سے صبح تک ہاتھ اٹھا کر عثمان کے لیے دعا کرتے رہے: خدایا! میں عثمان سے راضی ہوں تو بھی راضی ہو جا۔

اس روایت کو ابن جوزی نے تمہرہ میں بطور مرسل نقل کیا ہے۔ (۵) واقدی نے اسباب النزول (۶) میں بطور مرسل لکھا ہے جس کے بعد آیت اتری ﴿الذین ینفقون اموالہم﴾ (۷)

اس میں رسول ﷺ کی طرف عجیب نسبت دی گئی ہے، رسول ﷺ رات بھر عثمان کے لیے دعائے خیر کرتے رہے اور اپنے فرائض سے قطعی غافل رہے حالانکہ نماز شب اور نماز وتر رسول ﷺ پر واجب تھی (۸) جسے فراموش کر دیا۔ کیا تازہ وحی آئی تھی کہ عثمان کی وجہ سے میرے احکام معطل کر دو؟

۱۔ حلیہ الاولیاء، ج ۱، ص ۵۹۔

۲۔ مسند احمد، ج ۵، ص ۶۳۔ (ج ۶، ص ۵۵، حدیث ۲۰۱۰۷)۔ قرۃ العین المہرۃ تخفیف التعمیر، ج ۱، ص ۱۷۹۔

۳۔ تاریخ الکبیر، (ج ۶، ص ۲۰۳، نمبر ۲۱۷۷)۔ تاریخ، (ج ۳، ص ۳۵۶، نمبر ۴۷۷)۔ البحر والتحدیل، (ج ۶، ص ۱۳۱، نمبر ۷۶۵)۔ الضعفاء الکبیر، (ج ۳، ص ۱۹۳، نمبر ۱۱۲۹)۔ کتاب الضعفاء والمتردین، (ص ۱۹۱، نمبر ۳۹۹)۔ الضعفاء والمتردین، (ص ۲۹۳، نمبر ۳۶۸)۔ تاریخ الثقات، (ص ۳۶۱، نمبر ۱۲۳۷)۔ کتاب البحر وجین، (ج ۲، ص ۹۰)۔ حمزہ بن عبد المطلب، (ج ۷، ص ۵۰۵)۔ (ج ۷، ص ۳۳۱)۔

۴۔ الضعفاء الکبیر، (ج ۳، ص ۳، نمبر ۱۵۵۳)۔

۵۔ قرۃ العین المہرۃ تخفیف التعمیر، (ج ۱، ص ۱۷۹)۔

۶۔ اسباب النزول، (ص ۶۱، ص ۵۵)۔

۷۔ البقرہ آیت ۲۶۲۔ ۸۔ الخصائص الکبریٰ سیوطی، ج ۲، ص ۲۲۹۔ (ج ۲، ص ۳۹۷)۔

خصائص کبریٰ میں سیوطی نے ان لوگوں کے نام لکھے ہیں جن کے حق میں رسول ﷺ نے دعائے خیر کی، اس میں عثمان کا کہیں نام نہیں، لہذا رسولؐ نے عثمان کے حق میں کبھی دعا نہ کی۔ (۱)

۳۷۔ تاریخ ابن کثیر (۲) میں ہے کہ لیث بن ابی سلیم نے بیان کیا: پہلا شخص جس نے خرمادروغن سے غذا تیار کی عثمان تھے، وہ ہمد میں گھول کرام سلمہ کے گھر رسول خدا ﷺ کے لیے لے گئے۔ رسول خدا ﷺ گھر پر نہ تھے۔ واپس آ کر پوچھا تو دعا کی: خدایا! عثمان سے راضی ہو جا۔ (سیوطی نے نقل بھیقی مسامرة الذواہل میں اور ابن عساکر نے لیث کے طریق سے لکھا ہے)۔ (۳)

لیث بن ابی سلیم نے یہ داستان وفات رسول ﷺ کے بعد گڑھی ہوگی کیونکہ وہ ۱۴۰ھ میں بغیر رسولؐ کی زیارت کئے دنیا سے گذر گیا۔ معلوم نہیں یہ داستان اس نے کس سے سنی۔ دوسری روایتوں کی طرح یہ بھی مرسل ہے۔ لیث کے لیے محدثین کہتے ہیں کہ ست روایت، ناقابل استدلال، مختل الحواس اور محدثین کے یہاں گم نام ہے۔ (۴)

ابن کثیر کو اس لچر روایت پر شرم کرنی چاہیے۔ وہ آیہ ولایت کے متعلق لکھتے ہیں کہ چونکہ یہ روایت ست ہے اس لیے کسی طرح بھی درست نہیں۔ علی کے بارے میں ایک آیت بھی نازل نہیں ہوئی۔ (۵)

(اندھی عقیدت و تعصب پر لعنت)۔

۳۸۔ ابو ہریرہ کی روایت ہے: ہر نبی کا اس کی امت میں خلیل ہوتا ہے اور میرے خلیل عثمان ہیں۔ (۶)

۱۔ الخصائص الکبریٰ، ج ۲، ص ۱۷۰-۱۶۳۔ (ج ۲، ص ۲۹۶-۲۷۹)۔

۲۔ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۲۱۲، (ج ۷، ص ۲۳۸، حوادث، ۳۵ھ)۔

۳۔ مسامرة الاولیٰ، ص ۸۷، شعب الایمان بتبعی، (ج ۵، ص ۹۸، حدیث ۵۹۳۲)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج ۱۶، ص ۱۲۳)۔

۴۔ الجرح والتعديل، (ج ۷، ص ۱۷۷، نمبر ۱۰۱۳)۔ طبقات ابن سعد، (ج ۶، ص ۳۳۹)۔ العلل ومعرفة الرجال، (ج ۲، ص ۳۷۹، نمبر ۲۶۹۱)۔ کتاب الحجر وحمین، (ج ۲، ص ۲۳۱)۔ محمد بن الحنفیہ، ج ۸، ص ۶۸، (ج ۸، ص ۳۱۷)۔

۵۔ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۳۵۷، (ج ۷، ص ۳۹۵، حوادث ۳۵ھ)۔ لحدیر کی تیسری جلد میں حضرت علیؑ سے متعلق نازل

ہونے والی آیتوں کو اہلسنت کے متکلمین و محدثین کی معتبر کتابوں سے بڑی تفصیل سے پیش کیا گیا ہے۔

اس روایت میں خلال ایک نمبر کا دجال ہے۔ (۱) ملطی سب سے بڑا جھوٹا، دشمن خدا اور خبیث ہے۔ (۲) تعجب ہے کہ خطیب نے یہ روایت لکھ کر سکوت اختیار کیا ہے۔ جھوٹی روایتیں نقل کرنے میں ان کا یہی انداز ہے۔ پھر یہ کہ رسول ﷺ کا خلیل کون کون ہوگا؟ ایک حدیث میں سعد بن معاذ (۳) کو خلیل کہا گیا ہے اور صحیح بخاری (۴) کی ایک حدیث میں ابو بکر کو۔

۳۹۔ ابن ابی الدینا نے فاطمہ بنت عبد الملک سے روایت نقل کی ہے کہ ایک رات عمر بن عبد العزیز نے عجیب خواب دیکھا۔ جیسے ایک وسیع و سرسبز زمین پر پہنچ گئے۔ جس کا فرش زمردی اور عمارت طلائی تھی۔ اس میں سے ایک منادی نے آواز دی: محمد بن عبد اللہ کہاں ہیں؟ رسول خدا ﷺ کہاں ہیں؟ ناگہاں رسول نکل کر اس عمارت میں داخل ہو گئے۔ پھر ندا آئی کہ ابو بکر صدیق کہاں ہیں؟ وہ بھی قصر میں داخل ہو گئے۔ اس طرح عمر بن خطاب، عثمان اور حضرت علیؓ کے لیے آواز دی گئی۔ اور وہ لوگ قصر میں داخل ہو گئے۔ اتنے میں عمر بن عبد العزیز کو بلایا گیا اور وہ اپنے نانا (عمر بن خطاب) کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ جو رسول ﷺ کے بائیں طرف بیٹھے تھے۔ دائیں طرف ابو بکر تھے۔ میں نے نانا سے پوچھا: یہ کون ہے؟ جواب دیا: یہ عیسیٰ بن مریم ہیں۔ پھر ہاتھ نے آواز دی: اے عمر بن عبد العزیز! اپنے عقیدے پر مضبوطی سے جے رہو۔ جب ہم لوگ قصر سے نکلے لگے تو عثمان نے کہا: ”الحمد لله الذی نصرنی ربی“ اور حضرت علیؓ نے فرمایا: ”الحمد لله الذی غفر لی ربی“ (اس روایت کو ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے)۔ (۵)

- ۱۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۳۱۸۔ (ج ۴، ص ۴۳۹، نمبر ۹۷۵۰)۔ لسان المیزان، ج ۶، ص ۲۹۳۔ (ج ۶، ص ۳۵۹، نمبر ۹۶۸۶)۔
- ۲۔ العلل و معارف الرجال، (ج ۲، ص ۳۰، نمبر ۱۳۵۴)۔ معرفۃ الرجال، (ج ۱، ص ۵۱، نمبر ۷)۔ الکافی فی صفاء الرجال، (ج ۱، ص ۳۲۹، نمبر ۱۶۶)۔ کتاب الفضلاء و المحرر و کین، (ص ۵۳، نمبر ۵۰)۔ کتاب البحر و چین، (ج ۱، ص ۱۳۴)۔ تاریخ بغداد، (ج ۶، ص ۳۲۲، ۳۲۱، نمبر ۳۳۶۶)۔ محمد بن احمد بن محمد بن یحییٰ، (ج ۱، ص ۲۵۲)۔ (ج ۱، ص ۲۲۱)۔
- ۳۔ کنز العمال، (ج ۶، ص ۱۸۳، ج ۱۱، ص ۷۰۲، حدیث ۳۳۵۱۶)۔ منتخب کنز العمال مطبوعہ حاشیہ مسند احمد، (ج ۵، ص ۳۶۱)۔ (ج ۵، ص ۳۶۱)۔
- ۴۔ صحیح بخاری، ج ۹، ص ۲۴۳۔ (ج ۳، ص ۱۳۳۸)۔ حدیث (۳۳۵۷)۔
- ۵۔ البدایہ و النہایہ، ج ۹، ص ۲۰۶، (ج ۹، ص ۲۳۲، حوادث، ۱۰۱ھ)۔

ہمارے حریفوں کی حالت یہ ہے کہ وہ حق کو خوابوں اور خیالی پلاؤ کے ذریعہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اس خواب سے عثمان کو ایسا صاف سہرا بنا دیا ہے کہ جیسے انھوں نے کوئی پاپ کیا ہی نہیں اور عدول صحابہ نے ان پر کوئی تنقید ہی نہیں کی۔ بھولے بھالے عوام انھیں خوابوں میں الجھ کے عثمان کو بے گناہ اور حضرت علیؑ کو جو بعد رسول ﷺ افضل امت تھے، بے وقعت سمجھنے لگے ہیں۔ اس روایت میں تو انھیں حضرت علیؑ کو طلبگار مغفرت بتایا گیا ہے۔ کوئی بتائے تو حضرت علیؑ سے کیا گناہ سرزد ہوا اور کب؟ کیا جب قرآن نے انھیں نفس رسول ﷺ کہا اور رسول خدا ﷺ نے انھیں امت کا ولی بنایا؟ یا جب آیہ ولایت اتری یا جب رسول ﷺ نے ان کے لیے حدیث ثقلین فرمائی۔ حضرت علیؑ نے تو محاصرہ عثمان کے وقت خانہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ موقع بہ موقع عثمان کو نصیحت کرتے رہے۔ شاید حضرت کی یہی غلطی تھی، حالانکہ اگر حضرت علیؑ کی بات عثمان بان لیتے تو اس بھیا تک انجام سے دو چار نہ ہوتے۔

اس جعلی روایت کو فارسی داں یا کرد یا عربی سے ناواقف شخص نے گڑھا ہے، ورنہ وہ ”الحمد للہ الذی نصرنی ربی یا غفر لی ربی“ نہ گڑھتا۔ ابن ابی الدینا نے عمر بن عبدالعزیز ہی کا اس سے بدتر خواب معاویہ کے لیے گڑھا ہے میں خدمت رسول ﷺ میں تھا۔ عمرو ابوبکر بھی تھے۔ اتنے میں علیؑ و معاویہ کو لایا گیا اور ایک کمرے میں بند کر دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد علیؑ نکلے اور فرمایا: رب کعبہ کی قسم! میرے متعلق مفید ترین فیصلہ کیا گیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد معاویہ نکلے اور کہا: رب کعبہ کی قسم! میں بخش دیا گیا۔ (۱) ان دونوں خوابوں کو جمع کرنے سے ایسا سمجھ میں آتا ہے کہ گناہ کی کوئی باز پرس نہیں اور امام وقت کے خلاف خروج بھی کوئی ایسا اہم پاپ نہیں۔ عثمان، معاویہ اور علیؑ سبھی ایک صف میں ہیں۔... اس کو کہتے ہیں ہوائی اور بے پرکی۔

۴۰۔ بلاذری (۲) نے سعید بن خالد، صالح بن کیسان (اموی مسلک اور معلم پر عمر بن عبدالعزیز تھا) سعید بن مسیب سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے عثمان کو دیکھ کر کہا: یہ مومن، متقی اور شہید شبیہ ابراہیم ہے۔

۱۔ البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۱۳۰۔ (ج ۸، ص ۱۳۹، حواشی ۶۰)۔

۲۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۳، (ج ۶، ص ۱۰۱)۔

متذکرہ تینوں جموں نے راویوں نے مرسل روایت نقل کی ہے۔ کسی نے بھی صحابی رسول ﷺ کو نہیں دیکھا اسی لیے اس کی سند منقطع ہے۔ سعید بن مسیب عمر کی خلافت کے دو سال بعد پیدا ہوئے تھے۔ عثمان کی تمام زندگی میں تقویٰ اور ایمان کا کہیں نشان نہیں ملتا۔ علاوہ اس کے اگر شبیہ ابراہیم تھے تو کوئی وجہ شبہ بھی ہونا چاہئے۔ وہ معصوم، نبی، خلیل الرحمن تھے اور یہ حضرت ہمیشہ غرق عصیان رہے۔ پتہ نہیں جس آواز کو سعید نے بعد رسول ﷺ سنا اسے عائشہ نے اپنی زندگی میں سنا تھا کہ نہیں۔ ورنہ وہ عثمان کو فحش نہ کہتیں، کافر کا خطاب نہ دیتیں۔ ابن عباس کو طاغی عثمان کی حمایت سے منع نہ کرتیں۔ رسول کی تیر بادی کا ماتم نہ کرتیں۔ انھیں عائشہ کی طرف ایک روایت منسوب کی گئی ہے کہ اپنی بیٹی ام کلثوم کی شادی عثمان سے کر کے انھیں شبیہ ابراہیم بنایا ہے۔ (۱) اس روایت کے راوی مسیب بن واضح (۲) کو تمام محدثین کذاب کہتے ہیں۔ خالد بن عمرو (۳) اور عمرو بن ازھر عسکی (۴) کی بھی تضعیف ہوئی ہے۔

۴۱۔ انساب بلاذری (۵) میں عبد الرحمن کا بیان ہے کہ میں حجر اسود کے پاس یہ تہیہ کر کے کھڑا ہوا کہ اس رات کسی کو جگہ نہیں دوں گا۔ اتنے میں کسی نے پیچھے سے میرے شانے پر ہاتھ رکھا۔ تین بار توجہ نہ دی آخر مڑ کر دیکھا تو عثمان تھے تو میں حجر اسود کے پاس سے ہٹ گیا۔ انھوں نے ایک ہی رکعت میں پورا قرآن پڑھا اور واپس چلے گئے۔ (حافظ ابو نعیم (۶) نے بھی باختلاف الفاظ یہ روایت لکھی ہے۔)

اس میں راوی حسین سے متعلق ابن عدی کہتے ہیں کہ وہ حدیث کا چور تھا۔ از دی اسے انتہائی

- ۱۔ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۲۸۱۔ (ج ۳، ص ۲۳۵۔ نمبر ۶۳۲۸)۔ لسان المیزان، ج ۳، ص ۳۵۲۔ (ج ۴، ص ۴۰۷، نمبر ۶۲۳۵)۔
- ۲۔ البحر والتحدیل، (ج ۸، ص ۲۹۴ نمبر ۱۳۵۵)۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۷۱۔ (ج ۴، ص ۱۱۶، نمبر ۸۵۴۸)۔ لسان المیزان، ج ۶، ص ۴۱، (ج ۶، ص ۴۷، نمبر ۸۳۹۴)۔
- ۳۔ اکمال فی شفاء الرجال، (ج ۳، ص ۳۳، نمبر ۵۹۴)۔ الضعفاء والحکم وکون، (ص ۱۹۹، نمبر ۲۰۱)۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۲۹۹، (ج ۱، ص ۶۳۶، نمبر ۲۳۳۸)۔ تحذیب التحدیب، ج ۳، ص ۱۱۰۔ (ج ۳، ص ۹۵)۔
- ۴۔ تاریخ، (ج ۳، ص ۳۸۰، نمبر ۶۷۸)۔ تاریخ الکبیر، (ج ۶، ص ۳۱۶، نمبر ۲۵۰۷)۔ کتاب الضعفاء، والحکم وکون، (ص ۱۸۶، نمبر ۴۷۸)۔ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۲۸۱، (ج ۳، ص ۲۳۵، نمبر ۶۳۲۸)۔ لسان المیزان، ج ۴، ص ۳۵۲، (ج ۴، ص ۴۰۶، نمبر ۶۲۳۵)۔

ضعیف کہتے ہیں۔ امام احمد گناہ کہتے ہیں۔ (۱)

اب ذرا عبدالرحمن سے پوچھئے کہ تم نے طلحہ کو کیوں نہ سمجھایا کہ جس عثمان کی یہ فضیلت ہے کہ اپنی جگہ چھوڑ دی، اس کے خلاف شمشیر برہنہ کیوں ہو؟ اس کا خون بہاتے ذرا شرم نہ کی اس کے علاوہ عثمان کے لیے جائز کہاں تھا کہ ایک شخص جو نماز کے لیے کھڑا ہے اسے ہٹائیں وہ جگہ اس سے مخصوص ہوگئی۔ ہٹا کر خود نماز پڑھنا حرام ہے۔ (۲)

عثمان ایک رات میں پورا قرآن پڑھ لیتے تھے۔ کاش! اس پر عمل بھی کرتے تو بدعتیں نہ پھیلاتے، اصحاب رسول کو اذیتیں نہ دیتے۔ جس قرآن میں علیؑ کو نفس رسولؐ اور مصداق طہارت کہا گیا ہے اس کے مقابل مردان کو ترجیح نہ دیتے۔ ایک سانس میں قرآن ختم کرنے سے کہیں بہتر ہے کہ ٹھہر ٹھہر کے اور عمل کی نیت سے قرآن پڑھا جائے۔

۴۲۔ بلاذری (۳) نے مطرف بصری سے روایت کی ہے کہ جنگ جمل میں علیؑ مجھ کو دیکھ کر میرے پاس آئے۔ میں نے کہا: مجھے آپ کی خدمت میں آنا چاہئے تھا۔ فرمایا: نہیں، میں سمجھا کہ تم عثمان کی وجہ سے مجھ سے کترار ہے ہو۔ میں نے معذرت کی تو فرمایا: تم ان سے محبت کرتے ہو تو سچی بات یہ ہے کہ عثمان نے ہم لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کیا اور سب سے زیادہ صلہ رحم برتا۔

اس کے تمام راوی جیسے خلف بزار، (۴) عبد الوہاب بن عطاء (۵) اور سعید بن ابی عروہ (۶) کی

۱۔ الکامل فی ضعف الرجال، (ج ۲، ص ۳۶۸، نمبر ۴۹۹)۔ تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۲۴۳، (ج ۲، ص ۲۹۷)۔

۲۔ صحیح مسلم، ج ۷، ص ۱۰، (ج ۴، ص ۳۸۱)۔ حدیث ۳۰، کتاب السلام)۔ مسند احمد ج ۲، ص ۲۲، (ج ۲، ص ۹۶)۔ حدیث ۴۷۱۱)۔

صحیح بخاری، ج ۲، ص ۹۴)۔ (ج ۵، ص ۲۳۱۳)۔ حدیث ۵۹۱۵)۔ شرح مسلم، نووی مطبوعہ بر حاشیہ ارشاد الساری، ج ۸، ص

۴۷۹، (ج ۱۳، ص ۱۶۰)۔ نیل الاوطار، ج ۳، ص ۳۰۶، (ج ۳، ص ۲۸۳)۔

۳۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۷، (ج ۶، ص ۱۰۸)۔ ۴۔ تاریخ بغداد، ج ۸، ص ۳۲۶)۔

۵۔ العلل و معرّفۃ الرجال، (ج ۲، ص ۳۵۲، نمبر ۲۵۵۸)۔ کتاب الضعفاء والحر و کین، (ص ۱۶۳، نمبر ۳۹۵)۔ البحر و التحدیل

، (ج ۶، ص ۷۲، نمبر ۳۷۲)۔ تہذیب التہذیب، ج ۶، ص ۳۵۱، (ج ۶، ص ۳۹۸)۔

۶۔ البحر و التحدیل، (ج ۴، ص ۶۵، نمبر ۲۷)۔ طبقات ابن سعد، (ج ۷، ص ۲۷۳)۔ کتاب الثقات، (ج ۶، ص ۳۶۰)۔

الکامل فی ضعف الرجال، (ج ۳، ص ۳۹۳، نمبر ۸۲۲)۔ تہذیب التہذیب، ج ۴، ص ۶۶، ۶۳)۔ (ج ۴، ص ۵۶)۔

تضعیف ہوئی ہے۔

اب ذرا متن روایت کو دیکھئے: کیا آپ حضرت علی سے پوچھیں گے کہ اگر یہ صلہ رحم اور نیکی کرتے تھے تو آپ نے ان کی خلافت کو پیٹ پھلانے اور فصل بہار کی گھاس چرنے سے کیوں تشبیہ دی ہے؟

۳۳۔ ابن عساکر (۱)، سیوطی (۲) اور قرمانی (۳) نے یزید بن ابی حبیب سے روایت کی ہے کہ جتنے بلوائی عثمان کے خلاف برسر پیکار ہوئے یا جنہوں نے قتل عثمان کا حکم دیا وہ سب دیوانے ہو گئے۔

یہ روایت بجائے خود دیوانگی ہے۔ اس میں یزید بن ابی حبیب، احمق اور سادہ لوح تھے۔ ذرا سوچئے تو تمام صوبوں سے آئے ہوئے صحابائے کرام اور پاکباز اہل ایمان سے متعلق کسی سیرت میں ہے کہ وہ بعد میں پاگل ہو گئے تھے۔ سبھی صحابائے کرام ستاروں کے مانند تھے، اگر پاگل ہو گئے تھے تو صحاح و مسانید میں ان کی روایات کیوں نقل ہیں۔ عمایا سر، مالک اشتر، کعب، زید، صعصعہ... قتل عثمان کا حکم دینے والوں میں تو عائشہ، طلحہ، زبیر، عمرو عاص سبھی تھے۔ کیا یہ سب پاگل ہو کر مرے؟

۳۴۔ واحدی (۴) نے اسباب النزول میں عکرمہ و ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ آیت ﴿حُضِرَ اللّٰهُ﴾ مثلاً عبد المملوک کا ﴿(۵) ہشام بن عمرو کے بارے میں نازل ہوئی جو چھپا کر اور علانیہ انفاق کرتا تھا اور اس کا آزاد کردہ غلام ابوالخوراء کے متعلق ﴿حُضِرَ اللّٰهُ﴾ مثلاً رجلسین ﴿(۶) نازل ہوئی۔ اس میں ”ابکم“ اسد بن ابی العیسٰی کو کہا گیا ہے، اور اس آیت میں عدل کا حکم دینے والا اور صراط مستقیم پر قائم رہنے والا شخص عثمان بن عفان ہے ﴿(۷) اور طبقات بن سعد (۸) میں آیت ﴿وَمَنْ يَأْمُرْ بِالْعَدْلِ﴾ کے متعلق لکھا ہے کہ عثمان کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہی بات ریاض طبری (۹) میں بھی ہے۔

۱۔ تاریخ ابن عساکر، (ج ۳، ص ۳۹۶، نمبر ۳۶۱۹)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج ۱، ص ۲۵۰)۔

۲۔ تاریخ الخلفاء، ص ۱۱۰، (ص ۱۵۳)۔

۳۔ اخبار الدول، مطبوعہ حاشیہ تاریخ کامل، ج ۱، ص ۲۱۳۔ (ج ۱، ص ۳۰۱)۔

۴۔ اسباب النزول، ص ۲۱۰، (ص ۱۸۸)۔

۵۔ نخل ۵

۶۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۴۱، (ج ۶، ص ۱۰۲)

۷۔ نخل ۶

۸۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۳۱، (ج ۳، ص ۶۰)

۹۔ ریاض الصغرة، ج ۲، ص ۱۰۳، (ج ۳، ص ۳۰)

اس بے پرکی روایت کا تجزیہ کرنے کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ سعید نے اپنے غلام برد سے کہا تھا کہ جس طرح عکرمہ نے ابن عباس کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کی ہیں، تم میری طرف منسوب نہ کرنا۔ (۱)

اب ذرا عثمان کی زندگی پر نظر ڈالئے، کب انھوں نے عدالت کا حکم دیا۔ ان کی پوری زندگی تو ظلم و بدعت سے بھری ہوئی ہے۔ طرید رسول کو بلا کر داماد بنالیا، نالائقوں کو گورنری دے دی، مال خدا کو امویوں کی چراگاہ بنادیا، بزرگ صحابہ کو اذیت دی، انھیں گالیاں دیں، صرف اس لیے کہ وہ امر بالمعروف کے ذریعے بیت المال کا تحفظ کرنا چاہتے تھے، حدود خدا کے تعطل پر احتجاج کرتے تھے۔ دین خدا کی تبدیلی کے متعلق صحابائے کرام کی گواہیاں موجود ہیں۔ کیا ایسا شخص اس آیت کا مصداق ہو سکتا ہے؟

۴۵۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ اگر لوگوں نے خون عثمان کا بدلہ نہ لیا ہوتا تو آسمان سے پتھر برستے۔ (۲)
حبر امت ابن عباس کی طرف یہ بات منسوب کر کے سمجھایا جا رہا ہے کہ قصاص عثمان گویا شرعی چیز تھی۔ اگر ایسا تھا تو پھر رسول خدا ﷺ نے حضرت علی کو کیوں وصیت فرمائی تھی کہ قاسطین و مارقین و ناکثین سے جنگ کرنا۔ (۳) اصحاب رسول ﷺ کی تعداد سیکڑوں تک پہنچتی ہے جنھوں نے قصاص عثمان کے سلسلے میں شرکت نہیں کی، بلکہ ان کے خلاف جنگ کی۔ کیونکہ خود وہی عثمان کی بدعتوں کی وجہ سے مخالف ہوئے اور انھیں قتل کیا۔ (علامہ امینی نے (۱۴۵) اصحاب رسول ﷺ کے نام اس جلد میں

۱۔ المعارف، ص ۱۹۴، (ص ۴۳۸)۔

۲۔ تاریخ ابن عساکر، (ج ۳۹، ص ۳۳۷) نمبر ۴۶۱۹)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج ۱۶، ص ۲۵۰)۔ تاریخ الخلفاء، ص ۱۱۰۔ (ص ۱۵۲)۔ اخبار الدول مطبوعہ راحیہ، تاریخ کامل، ج ۱، ص ۲۱۴۔ (ج ۱، ص ۲۱۴)۔

۳۔ تاریخ بغداد، (ج ۱۳، ص ۱۸۷، نمبر ۷۱۶۵)۔ کفایۃ الطالب، ص ۷۰، (ص ۱۶۹، باب ۳۷)۔ البدایہ والنہایہ، (ج ۷، ص ۳۰۶)۔ استیعاب، ج ۳، ص ۵۳، (القسم الاثلاث، ص ۱۱۱، نمبر ۱۸۵۵)۔ مجمع الزوائد، (ج ۷، ص ۲۳۸)۔ تاریخ ابن عساکر، (ج ۱۲، ص ۳۷۰)۔ کنز العمال، (ج ۱۱، ص ۶۱۳، حدیث ۳۲۹۷)۔ شرح المواہب زرقانی، (ج ۳، ص ۳۱۷)۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۳۹، (ج ۳، ص ۱۵۰، حدیث ۴۶۷۴)۔ الخصائص الکبریٰ، ج ۲، ص ۳۸، (ج ۲، ص ۲۳۵)۔

لکھے ہیں جنہوں نے علیؑ کے ساتھ مخالفوں سے جنگ کی۔ حضرت علیؑ نے جنگ جمل کے قبل طلحہ (۱) و زبیر (۲) کے سامنے اتمام حجت کی تاکہ ان لوگوں کو امام وقت کے خلاف خروج کا بہانہ نہ رہ جائے۔ ان دونوں اور عائشہؓ پر ہی چھ ہزار مومنوں کے قتل کا وبال ہے (۳) پھر حکیم بن جبلة کے ساتھ ستر بے گناہوں کو بھی قتل کیا۔ (۴) معاویہ نے بھی خون عثمان کا مطالبہ کیا، اسے شرعی نہیں کہا جاسکتا کیونکہ معاویہ کے خلاف بھی علیؑ کی فوج میں اصحاب رسولؐ تھے۔ معاویہ کی وجہ سے دونوں طرف کے ۴۵ ہزار افراد قتل ہوئے۔ (۵) پھر بھی معاویہ نے خون عثمان کا مطالبہ ترک نہیں کیا۔ اس کے بعد بھی اتنے خون بہائے کہ ان کی حکومت مستحکم ہوگئی۔ جب حکومت مستحکم ہوگئی تو نہ خون عثمان کا بہانہ تھا نہ قاتلان عثمان کو حوالے کرنے کی بات۔

۳۶۔ خطیب بغدادی (۶) نے احمد بن محمد حمانی، ابوسعفل فضل بن ابی طالب، عبدالکریم بن روح، ام عیاش جو رقیہ بنت رسولؐ کی کنیز تھی... سے روایت کی ہے کہ مجھ سے رسول خدا ﷺ سے فرمایا: میں نے ام کلثوم کا نکاح وحی آسمانی کی بناء پر کیا۔

-
- ۱۔ المسد رک علیؑ الحسنین ج ۳، ص ۳۷۱، (ج ۳، ص ۴۱۹، حدیث ۵۵۹۳)، مردج الذهب، ج ۲، ص ۱۱۔ (ج ۲، ص ۳۸۲)۔
 - تاریخ ابن عساکر، ج ۷، ص ۸۳، (ج ۸، ص ۵۶۸)۔ مختصر ابن عساکر، (ج ۱۱، ص ۲۰۴)۔ تذکرۃ الخواص، ص ۴۲۔ (ص ۷۲)۔
 - کنز العمال، ج ۶، ص ۸۳۔ (ج ۱۱، ص ۳۳۲)۔ حدیث ۳۱۶۶۲۔
 - ۲۔ المسد رک علیؑ الحسنین، ج ۳، ص ۳۶۶، (ج ۳، ص ۴۱۳، حدیث ۵۵۷۴-۵۵۷۵)۔ الآغانی، ج ۱۶، ص ۱۳۱-۱۳۲۔
 - (ج ۱۸، ص ۶۰-۶۲)۔ العهد الفرید، ج ۲، ص ۲۷۹۔ (ج ۳، ص ۱۲۹)۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۲۰۰، ۲۰۴، (ج ۳، ص ۵۰۲)۔
 - ۵۰۹۔ المواہب الدنیہ، ج ۲، ص ۱۹۵۔ (ج ۳، ص ۵۶۷)۔
 - ۳۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۳۹۳۔ (ج ۷، ص ۵۳۹، حدیث ۳۶۶۵۷)۔ مجمع الزوائد، (ج ۷، ص ۲۳۳)۔ المعجم الکبیر، (ج ۱، ص ۳۳۲)۔ حدیث ۹۹۵)۔ کنز العمال، ج ۶، ص ۳۷۱۔ (ج ۱۱، ص ۱۹۶)۔ حدیث ۳۱۴۰۵)۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۷۶، (ج ۵، ص ۳۶۵)۔
 - ۳۶۵۔ النصاب الکبریٰ، ج ۲، ص ۱۳۷، (ج ۲، ص ۲۳۳)۔
 - ۴۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۸۰-۱۸۲-۱۸۳۔ (ج ۴، ص ۴۷۰-۴۷۲-۴۷۵)۔ حوادث، ج ۳۶۔
 - ۵۔ کتاب صفین ص ۵۴۳۔ (ص ۴۷۵)۔ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۴۷۴-۴۷۵-۴۷۶-۴۷۷۔ (ج ۷، ص ۳۰۳)۔ حوادث ج ۳۶، ص ۳۳۶،
 - حوادث ج ۳۶۔ (فتح الباری، ج ۱۳، ص ۷۴)۔ (ج ۱۳، ص ۸۴)۔
 - ۶۔ تاریخ بغداد ج ۱۲، ص ۳۶۴۔

خطیب نے اس لچر روایت کے ضعف کو محض بنی امیہ کی محبت میں بیان نہیں کیا ہے، احمد بن محمد کے سلسلے میں محدثین کہتے ہیں کذاب راویوں میں یہ شخص سب سے بڑا بے حیا تھا۔ ناقابل اعتماد تھا کیونکہ جعلی حدیثیں بیان کرتا تھا۔ (۱) عبد الکریم گنڈم اور متروک الحدیث ہے۔ (۲) ابن عدی نے اسی روایت کو عمیر بن عمران خنی کے طریق سے نقل کر کے اس کی تضعیف کی ہے۔ دوسرے بھی اس کے ہم خیال ہیں۔ (۳)

اس میں شک نہیں کہ رسول کا ہر کام وحی آسمانی کی بناء پر ہوتا تھا لیکن ہر احسان و بخشش طرف مقابل کے لیے وجہ فضیلت نہیں بن سکتی۔ اختلاف موارد کی وجہ سے مصلحت بدلتی رہتی تھی۔ کبھی آپ اتمام حجت کے لیے اور کبھی دینداروں کی آگاہی کے لیے اقدام فرماتے تھے۔ بنی امیہ کے دل میں جو ہاشمیوں کے لیے کینہ جوش مارتا تھا اس کی وجہ سے کسی احسان کو اموالوں نے سراہا نہیں، چنانچہ عثمان نے رقیہ کے انتقال کی شب میں دوسری عورت سے شب باشی کی، رقیہ کو پوچھا تک نہیں۔ (۴) چنانچہ رسول اکرم

۱۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۱، ص ۱۹۹، نمبر ۴۴)۔ کتاب الحجر و حین، (ج ۱، ص ۱۵۳)۔ الضعفاء والحر و کون، (ص ۱۲۳، نمبر ۵۹)۔ تاریخ بغداد، ج ۴، ص ۲۰۷، ج ۵، ص ۳۳۔ المستملہ، ج ۶، ص ۱۵۷۔ (ج ۱۳، ص ۱۹۵، نمبر ۲۱۶۷)۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۶۶۔ (ج ۱، ص ۱۳۰، نمبر ۵۵۵)۔ البدلیہ و النہایہ، ج ۱۱، ص ۱۳۱، (ج ۱۱، ص ۱۵۱، حوادث، ص ۳۸)۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۲، ص ۵۶۔ (ج ۵، ص ۳۷۳، نمبر ۱۵۸)۔ لسان المیزان، ج ۱، ص ۲۶۹۔ (ج ۱، ص ۲۹۳، نمبر ۸۳۰)۔ الملأی المصنوعہ، ج ۲، ص ۳۲، ۱۳۲۔ (ج ۲، ص ۳۰۱، ۸۰)۔

۲۔ الجرح والتعديل، (ج ۶، ص ۶۱، نمبر ۳۲۵)۔ الثقات، (ج ۸، ص ۳۲۳)۔ تهذيب التهذيب، ج ۶، ص ۳۷۲، (ج ۶، ص ۳۳۲)۔ میزان الاعتدال، (ج ۲، ص ۶۴۳، نمبر ۵۱۶۱)۔

۳۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۵، ص ۷۰، نمبر ۱۲۳۹)۔ میزان الاعتدال، (ج ۳، ص ۲۹۶، نمبر ۶۳۸۹)۔ الضعفاء الکبیر، (ج ۳، ص ۳۱۸، نمبر ۱۳۳۶)۔ لسان المیزان، ج ۴، ص ۳۸۰، (ج ۴، ص ۳۳۹، نمبر ۶۳۳۵)۔

۴۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۱۔ (ج ۸، ص ۳۸)۔ المسند رک علی النخسین، ج ۳، ص ۴۷، (ج ۴، ص ۵۲، حدیث ۶۸۵۳)۔ سنن بیہقی، (ج ۴، ص ۵۳)۔ الروض الاف، ج ۲، ص ۱۰۷، (ج ۵، ص ۳۶۲)۔ تاریخ طبری، (ج ۱۱، ص ۳۹۸، حوادث، ص ۹)۔ نہایہ ابن اثیر، ج ۳، ص ۲۷۶، (ج ۴، ص ۳۶)۔ لسان العرب، ج ۱۱، ص ۱۸۹، (ج ۱۱، ص ۱۴۷)۔ الاصابہ، (ج ۴، ص ۳۸۹)۔ تاج العروس، (ج ۶، ص ۲۲۰)۔

نے رقیہ کے دفن کے وقت عثمان کی توہین کی اور قبر میں اترنے نہیں دیا۔ ممکن ہے کہ رسول خدا ﷺ نے اسی وجہ سے رشتہ دامادی کیا ہو کہ کینہ تھے لیکن مساعی جلیلہ کامیاب نہیں ہوئیں۔ اب ذرا حضرت علی و عثمان کے برتاؤ کا تقابل کیجئے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے راضی ہو کر گئیں اور رقیہ عثمان سے ناراض گئیں اور عثمان نے انتقال رقیہ پر غم کا مظاہرہ نہ کیا، دوسری عورت سے کھیلتے رہے۔

۴۷۔ ازدی نے عبد الواحد... ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان سے فرمایا: تم میرے داماد مددگار ہو اور خداوند نے مجھ سے عہد فرمایا ہے کہ میرے ساتھ جنت میں رہو گے۔



ذہبی (۱) کہتے ہیں کہ عبد الواحد کی روایتیں مہمل اور باطل ہوتی ہیں۔

۴۸۔ طبرانی نے سالم اور ان کے باپ سے روایت کی ہے کہ عمر زخمی ہوئے اور شوری تشکیل دی تو ان کی بیٹی حصہ نے کہا: بابا جان! لوگ کہتے ہیں کہ جن لوگوں کو آپ نے نافر کیا ہے وہ پسندیدہ نہیں ہیں۔ عمر نے کہا: مجھے سہارا دو۔ جب بیٹھ گئے تو فرمایا: ممکن ہے تم لوگ عثمان کے لیے کہو لیکن میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے کہ جب عثمان مریں گے تو ان پر فرشتے نماز پڑھیں گے۔ میں نے پوچھا: صرف عثمان یا تمام مومنین پر فرشتے نماز پڑھتے ہیں۔ فرمایا: صرف عثمان پر۔ (۲) (پوری حدیث میں تمام ارکان شوریٰ کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔)

اس روایت کے متعلق ذہبی (۳) کہتے ہیں کہ جعل ہے۔ ابن حجر لسان المیزان میں کہتے ہیں کہ خود اس کے متن سے روایت کا جعلی ہونا واضح ہے۔

علامہ ابنی فرماتے ہیں: راویوں میں بکر بن سہل و میاطی ضعیف اور جعلیات میں ماہر ہے۔ (۴)

۱۔ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۱۵۸۔ (ج ۲، ص ۶۷۵، نمبر ۵۲۹۶)۔

۲۔ لسان المیزان، ج ۵، ص ۲۲۶۔ (ج ۵، ص ۲۵۶، نمبر ۷۵۸۳)۔

۳۔ میزان الاعتدال، (ج ۳، ص ۶۰۵، نمبر ۷۹۲)۔

۴۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۸۴، (ج ۱، ص ۳۳۵، نمبر ۱۲۸۴)۔ لسان المیزان، ج ۲، ص ۵۲، ج ۵، ص ۲۲۶۔ (ج ۲، ص ۶۳،

نمبر ۷۵۸۳، ج ۵، ص ۲۵۶، نمبر ۷۵۸۳)۔

۴۹۔ خطیب (۱) نے عیسیٰ بن محمد اسکانی، شعیب بن حرب، حمدانی سے روایت کی ہے کہ مجھ سے مسجد کوفہ کے شیخ نے بیان کیا کہ نعمان بن بشیر نے کہا: میں علی ابن ابی طالب ؓ کی خدمت میں حاضر تھا، آپ نے فرمایا: ”ان الذین سبقت لهم منا الحسنی“ کی آیت عثمان اور ان کے اصحاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور میں بھی اصحاب عثمان میں ہوں۔

کوئی ذرا خطیب سے پوچھے کہ عیسیٰ بن محمد کون ہے، کیا بیچتا ہے؟ پھر ذرا حمدانی سے پوچھے کہ اس شیخ کا نام کیوں نہ لیا؟ شاید وہ خیالی شخص ہو یا ابھی پیدا ہی نہیں ہوا۔ نعمان بن بشیر تو امام وقت کے باغی تھے جن کے متعلق قیس بن سعد نے فرمایا تھا کہ بخدا! تم مکار، گمراہ اور گمراہ کرنے والے ہو۔ پھر یہ کہ کیا یہ وہی علی بن ابی طالب ؓ ہیں، جنہیں عثمان نے بیع جلاوطن کیا تھا، علی نے تو نہ قتل عثمان کو رد کا نہ جنازہ کی سنگ باری روکی۔ آخر وہ کیسے صحابی عثمان تھے؟

۵۰۔ روایت ہے کہ جس رات علی کا فاطمہ ؓ سے عقد ہوا، عثمان نے دیکھا کہ علی اپنی زرہ چار سو درہم میں بیچنا چاہتے ہیں۔ تو عثمان نے کہا کہ یہ علی کی زرہ ہے جو فارس اسلام ہے، بخدا! کبھی اسے بکنے نہ دوں گا۔ پھر غلام کو چار سو درہم دے کر بھیجا کہ میرا نام نہ بتانا۔ صبح کو عثمان نے اپنے گھر میں چار سو درہم کی تھیلی پائی جس میں لکھا تھا کہ خدائے رحمان کی طرف سے برائے عثمان۔ جبرئیل نے اس کی خبر رسول کو دی تو رسول خدا ﷺ نے عثمان سے فرمایا: بہت خوب اے عثمان!

جعلی (۲) نے بحوالہ سیوطی لکھ کر کہا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ ابن اور یس حوت (۳) بھی اس جعلی روایت کو پاپ کا ڈھیر کہتے ہیں۔

جردانی نے مصباح الظلام (۴) میں لکھا ہے کہ جو شخص عثمان بن عفان، معاذ بن جبل، عبدالرحمن بن عوف، زید بن ثابت، ابی بن کعب، طلحہ بن عبدالرحمن اور حمیم الداری کا نام لکھ کر دھوئے اور اس پانی

۱۔ تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۱۶۹۔

۲۔ سیرۃ حلبیہ، ج ۲، ص ۲۳۸، (ج ۲، ص ۲۰۶)۔ الحادی للفتاویٰ، (ج ۲، ص ۱۸۴)۔

۳۔ اسنی الطالب، ص ۲۸۷، (ص ۶۰۱)۔

۴۔ مصباح الظلام، ج ۲، ص ۲۹۔ (ج ۲، ص ۷۱)۔ حدیث (۳۶۲)۔

سے منہ دھوئے تو کبھی اندھانہ ہوگا۔ صبح کے وقت وہ پانی پئے تو نسیان کا عارضہ نہ ہوگا۔ جو لکھ کر پئے تو عورتوں سے عاجز نہ ہوگا، شہوت تیز ہوگی۔

علامہ امینی فرماتے ہیں: اندھوں، بھلکندوں اور ہجڑوں کو یہ نسخہ ضرور آزمانا چاہئے۔

یہ مہمل اور شرمناک روایات کا کچھ نمونہ تھا، جسے امویوں اور بصریوں نے دولت کی طمع میں گڑھ لیا، بعد کے محدثین نے عقیدت میں بغیر سند کو پرکھے درج کر لیا۔ ان جعلی روایات کی اشاعت میں تعصب نے بھی بڑی مدد کی۔ شیطان نے اس عمل کو خوشنما کر کے ان کے سامنے پیش کیا اور وہ اس جھوٹ کے پلندے کو اچھی چیز سمجھے بیٹھے ہیں۔

خلفاء ثلاثہ کی فضیلت میں غلو

فضائل خلفاء ثلاثہ کے غلو کا تھوڑا سا نمونہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جس میں ہوس پرستوں کی دنیا طلبی اور اندھی عقیدت کے شرمناک مظاہرے، جعلی روایات کی شکل میں نظر آئے۔ یہ روایات نہ تو تاریخ سے میل کھاتی ہیں نہ خلفاء کے اخلاقی خصوصیات یا اعتقادات و اعمال مطابقت دکھاتے ہیں۔ اب آپ کے سامنے کچھ ایسی روایات پیش کی جاتی ہیں جو ان تینوں پر حاوی ہیں، کیونکہ خواہشوں کی زبان بڑی لمبی چوڑی ہوتی ہے، ان باتوں کا احاطہ مشکل ہے۔

تفتازانی شرح مقاصد (۱) میں لکھتے ہیں کہ ابو بکر و عمر و عثمان کی امامت پر ہمارے اصحاب کا استدلال ہے کہ وہ معصوم نہیں ہیں۔ حالانکہ یہ بھی اجماعی بات ہے کہ ان کا معصوم ہونا لازمی نہیں، اگرچہ معصوم بھی امام ہو سکتا ہے، ان معنوں میں کہ جب سے ایمان لائے انھوں نے گناہوں سے اجتناب کیا۔

مشہور مناظر محمود اصہبانی مطالع الانظار (۲) میں لکھتے ہیں کہ خلافت کے لیے عصمت شرط نہیں۔ برخلاف اسماعیلیوں اور اثنا عشریوں کے۔ اور امت کا اجماعی فیصلہ ہے کہ خلیفہ غیر معصوم ہوتا ہے، البتہ ہم یہ

نہیں کہتے کہ وہ معصوم نہیں تھے۔ اسی گہار میں حافظ نور محمد افغانی ہائب لگاتے ہیں کہ عثمان معصوم تھے۔ (۱) اور ہم نے ان معصوموں کے کردار کا کچا چٹھا پیش کیا ہے، جس میں ان کی جاہلی عادتیں نمایاں ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام لانے کے بعد بھی وہ عادل نہیں رہ گئے تھے، معصوم ہونے کی بات تو دور کی ہے۔ تفتازانی نے جو دو اجماع بیان کئے ہیں وہ ان کی فاحش ترین غلطی ہے۔ مثلاً ابوبکر کے اجماع کو دیکھئے جو اجماع کے مفہوم پر سیاہ دھبہ اور شرمناک امر ہے۔ ابوبکر کی بیعت کو اجماعی کہا جا رہا ہے، جبکہ صرف ایک یا دو یا پانچ آدمیوں نے بیعت کی تھی۔ (۲) اسی لیے پانچ آدمیوں کے اتفاق پر اجماع کا نام دے دیا جاتا ہے۔ ابوبکر کی بیعت سے اکثر صحابہ نے روگردانی اختیار کی، پھر کچھ لوگوں کی مدد سے دعویٰ دھمکی کے ذریعے سب سے منوایا گیا۔ یہاں تک کہ رئیس خزر ج سعد بن عبادہ کو جتنا توں نے قتل کر ڈالا۔ عمر کی خلافت میں بھی اجماع نام کو نہیں بلکہ ابوبکر کی نص کے ذریعے خلیفہ ہوئے۔ صحابہ نے ابوبکر پر اعتراض بھی کیا کہ ایک فظ غلیظ کو ہم پر مسلط کر کے خدا کو کیا جواب دو گے؟ (۳) عثمان کو شوریٰ کے چھ آدمیوں نے متعین کیا اور پھر عبدالرحمن نے اکیلے انھیں خلافت دے کر علی سے زبردستی منوایا۔ (۴)

دوسرے یہ کہ بالفرض بقول تفتازانی اگر ان تینوں پر اجماع کو مان بھی لیں تو دوسروں کے متعلق جو دعویٰ کیا جاتا ہے اس کی کیا دلیل ہے؟ جو لوگ بعد رسول ﷺ سے لے کر شوریٰ کے حالات تک کا مطالعہ کرتے ہیں وہ دیکھتے ہیں کہ کہیں بھی عصمت کی بات آتی ہی نہیں۔ وہاں تو صرف حوزہ اسلامی کی

۱۔ تاریخ طراز شریف، ص ۴۔

۲۔ المواقف، (ص ۳۹۹)۔ شرح المواقف جرجانی، ج ۳، ص ۲۶۷-۲۶۵۔ (ج ۸، ص ۳۵۲)۔ الاحکام السلطانیہ یادودی۔ ص ۴۲، (ص ۶-۷)۔ الارشاد جوبلی، ص ۳۲۳۔ (ص ۳۵۷)۔ شرح سنن ترمذی ابن عربی مالکی، (ج ۱۳، ص ۲۲۹)۔، تفسیر قرطبی، ج ۱، ص ۲۳۰۔ (ج ۱، ص ۱۸۶)۔

۳۔ روضۃ الناظرین وتری بغدادی، ص ۲، ریاض الصغرة، ج ۱، ص ۱۸۱۔ (ج ۱، ص ۲۲۳)۔ کنز العمال، ج ۶، ص ۳۲۳۔ (ج ۵، ص ۶۷۸)۔ حدیث ۱۳۱۷۸-۱۳۱۷۹۔

۴۔ المواقف، (ص ۳۹۹)۔ انساب الاشراف بلاذری، ج ۵، ص ۲۲۔ (ج ۶، ص ۱۲۸)۔

داخلی و خارجی حفاظت اور اجراء حدود تک بات محدود ہے۔ چنانچہ مشکلمین اہلسنت خلافت کو صرف انھیں خیالات تک محدود سمجھتے ہیں۔

تیسرے یہ کہ اجماع کو ابو بکر کے وقت دلیل و حجت اس وقت سمجھا جائے جب قتل عثمان کے وقت بھی حجت سمجھا جائے۔ اگر عثمان کے وقت کہا جائے کہ چند انصاری و بائیں اور ان کے ہوا خواہ اس اجماع میں شامل نہیں تھے تو ہم کہیں گے کہ ابو بکر کے وقت بھی تو بہت سے لوگ ان میں شامل نہیں تھے۔ اہلبیت کے ساتھ بہت سے ہاشمی اور مہاجرین و انصار قطعی مخالف تھے، بعد میں ہم خیال بھی ہوئے تو دھونس دھمکی سے ہم خیال ہوئے۔ تاکہ امت تفرقہ کا شکار نہ ہو۔ حضرت علی کا خطبہ شمشیر اور معاویہ کو خطوط اس کے شاہد عادل ہیں۔ ان سے خلفاء ثلاثہ کی خلافت کی پوری طرح قلعی کھل جاتی ہے۔ اس صورتحال میں تینوں کے معصوم ہونے کا دعویٰ کہاں گیا؟ اگر ہم اس بات کو طول دیں تو اپنے مطلب سے بہت دور ہٹ جائیں گے۔ اب یہاں تجلیل و فضیلت خلفاء ثلاثہ پر مشتمل چند روایات پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ امام، فقیہ محدث ثقہ، ابوالحسن محمد بن احمد ملتوی شافعی اپنی کتاب البیت النبویہ والرد علی اهل الاحواء والبدع (۱) میں محمد بن عکاشہ، معاویہ بن حماد، زہری سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص شب جمعہ غسل کرے اور دو رکعت نماز پڑھے جس میں ایک ہزار مرتبہ قتل حوالہ پڑھے تو وہ خواب میں رسول خدا ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوگا۔ ابن عکاشہ کہتے ہیں کہ چنانچہ میں نے ہر شب جمعہ مداومت شروع کر دی، اس لالچ میں کہ خواب میں رسول خدا ﷺ کی زیارت کر سکوں۔ ایسے ہی ایک جاڑے کی رات آئی، میں نے غسل کر کے نماز پڑھی، پھر نیند آگئی تو احتلام ہو گیا۔ میں نے غسل کر کے دوبارہ دو رکعت نماز پڑھی۔ قریب فجر قبلہ رو تھا کہ رسول خدا ﷺ چوہویں رات کے چاند کی طرح نمودار ہوئے، آپ بردیمانی اوڑھے ہوئے تھے، سلام کیا تو آپ نے جواب سلام فرمایا۔ دل میں نیت کر لی کہ حضور کے آگے کے چاروں ٹوٹے دانت دیکھ لوں۔ آپ نے تبسم فرمایا تو میں نے چاروں دانت دیکھ لیے۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! علماء و فقہاء مجھ سے اصول و عقائد اہلسنت کے متعلق اختلاف کرتے ہیں، اب میں

اصلاح کے لیے آپ کو سنار ہا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ہاں۔

میں نے عرض کی: قضائے الہی پر راضی ہونا، حکم خدا کو مان لینا، حکم خدا پر صبر، ایمان قضاء و قدر پر اور یہ کہ خیر و شر خدا کی طرف سے ہیں.... بادشاہ چاہے ظالم ہو یا عادل اس کی حکمرانی پر صبر، کسی مسلمان کو کافر نہ کہا جائے چاہے وہ گناہ کبیرہ ہی کرے اور اصحاب محمدؐ سے باز رہنا۔ جب یہ کہا تو رسول خدا ﷺ بلند آواز سے روئے۔ بعد رسول تمام لوگوں میں افضل ابو بکر پھر عمر، پھر عثمان، پھر علیؓ۔ عکاشہ کا بیان ہے کہ علیؓ کا نام لے کر دل میں خیال کیا کہ وہی جو رسول ﷺ کے ابن اعم اور داماد تھے۔ رسولؐ نے قسم فرمایا، گویا وہ میرے دل کی حالت جانتے تھے۔ میں نے تین رات متواتر یہ خواب دیکھا اور عقائد کی تصحیح کی۔ جب بھی عثمان و علیؓ پر پہنچتا تو آپؐ فرماتے: عثمان پھر علیؓ، عثمان پھر علیؓ تین بار۔ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے تھے۔ میرے دل میں ایسی حلاوت بھر گئی کہ آٹھ دن تک کچھ کھایا پینا نہیں۔ یہاں تک کہ نماز واجب بھی پڑھنے کی طاقت نہ رہی۔ جب کھانے لگا تو وہ حلاوت ختم ہو گئی۔ خدا گواہ ہے اور وہی گواہی کے لیے کافی ہے۔

امیر المومنین متوکل نے احمد بن حنبل سے کہا کہ مجھے عقائد اہلسنت تعلیم کیجئے تو آپؐ نے اسی

حدیث کو بیان کر دیا۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

اس حدیث پر تو ماتمداً بڑھایا بھی ہنس دے۔ پھر سند کو دیکھیئے تو ابو ذرؓ کہتے ہیں کہ ابن عکاشہ کذاب ہے۔ (۱) حاکم اسے ضعیف کہتے ہیں۔ دس ہزار سے زیادہ جھوٹی حدیثیں آل رسولؐ کے خلاف گڑھی ہیں۔ ایسی روایت کو محدث ثقہ نے آنکھ بند کر کے لکھ مارا۔ خدا ایسی داندھی بہری عقیدت کا ناس مارے۔ ۲۔ بلاذری (۲) انساب میں خلف بزار، ابو شہاب حنظل، خالد حذاء بصری، ابو قلابہ بصری، انس

۱۔ لسان المیزان، ج ۵، ص ۲۸۷۔ (۵ ج، ص ۳۲۳، نمبر ۶۸۷)۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۰۴۔ (ج ۳، ص ۶۵۰)۔ نمبر

۶۹۵۶۔ (۷ ج، ص ۱۳۳، ۱۳۴، ۲۰۹)۔ (ج ۲، ص ۶۵، ۲۳۸، ۳۹۱)۔ التذکار قرطبی۔ (۱۵۵)۔

۲۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۵، (ج ۶، ص ۱۰۵)۔

سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: تم میں مہربان ترین ابو بکر ہیں۔ دین کے بارے میں سخت ترین عمر ہیں، بہترین قاری ابی ہیں، صادق ترین شریعہ عثمان ہیں، حلال و حرام کے واقف کار ترین معاذ اور فرائض کے ماہر زید بن ثابت ہیں اور ہر امت کا امین ہوتا ہے۔ اس امت کے ابو عبیدہ ہیں۔ ابن عساکر (۱) بھی اس روایت کو لکھتے ہیں، جلد ششم میں (۲) بسند ابو سعید خدری لکھا ہے اور کہا ہے کہ عقلی کہتے ہیں کہ اس کے اسناد غیر محفوظ ہیں لیکن متن معروف ہے۔

اس بے پر کی روایت میں بزار جیسا ثقہ و امین پکا شرابی تھا۔ امام احمد بن حنبل نے بھی کہا کہ چاہے وہ شراب ہی کیوں نہ پیتا ہو لیکن میرے نزدیک معتبر ہے۔ روایت کا متن شراب کی مدہوشی کی طرف پوری طرح اشارہ کرتا ہے۔ (۳)



اب ذرا ابو بکر کی امت پر مہربانی دیکھئے: فجاء (۴) کو جلا کر مار ڈالا، بنو حنیفہ پر خالد بن ولید کے ظلم و ستم کو سراہا، (۵) صدیقہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا دعویٰ فدک لچر دلیل سے ٹھکرا دیا۔ اگر مہربان تھے تو صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی قبر سے فریاد کیوں کر رہی ہیں: خطاب کے بیٹے اور قحافہ کے بیٹے نے آپ کے بعد مجھ پر بڑے ظلم ڈھائے۔ (۶) آپ ہر نماز کے بعد ابو بکر کو بدعا کرتی تھیں۔ جب کہ رسول کا ارشاد ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میرا پارہ جگر ہے، خدا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے غضب سے غضبناک اور خوشنودی سے راضی ہوتا ہے۔ ان کی مہربانی علی رضی اللہ عنہ سے پوچھئے، جب کہ آپ کو بیعت کے لیے کھینچ کر لایا جا رہا ہے اور آپ قبر رسول سے

۱۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۲، ص ۳۲۵، (ج ۷، ص ۳۲۷۔ نمبر ۵۵۸)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج ۴، ص ۱۹۹)۔

۲۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۲، ص ۱۹۹، (ج ۴، ص ۲۱۳۔ نمبر ۲۵۹۹)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج ۱۰، ص ۴۱)۔

۳۔ الضعفاء الکبیر، (ج ۲، ص ۱۵۹، نمبر ۶۶۲)۔

۴۔ تاریخ طبری، ج ۳، ص ۲۳۳۔ (ج ۳، ص ۲۶۴۔ حوادث ۱۱ھ)۔ البدایہ و النہایہ، ج ۶، ص ۳۱۹۔ (ج ۶، ص ۳۵۱، حوادث،

۱۱ھ)۔ تاریخ کامل، ج ۲، ص ۱۳۶، (ج ۲، ص ۲۷۷، حوادث، ۱۱ھ)۔ الاصابہ، (ج ۲، ص ۲۲۳۔ نمبر ۴۲۴۳)۔

۵۔ ریاض البصرۃ، ج ۱، ص ۱۰۰۔ (ج ۱، ص ۱۲۹)۔

۶۔ الامامۃ والسیاسة، ج ۱، ص ۱۳۔ (ج ۱، ص ۲۰)۔ الاعلام النساء، ج ۳، ص ۱۳۰۶۔ (ج ۳، ص ۱۱۵)۔ الامام علی عبدالمقصور،

ج ۱، ص ۲۲۵۔ (مجلد، ج ۱، ص ۱۹۱)۔

فریاد کر رہے ہیں۔ مانجائے! اس قوم نے مجھ کو کمزور کر دیا ہے اب قتل پر آمادہ ہیں۔ (۱)

اب رہے عمر، دین کے یارے میں سخت ترین... تو دین کے بارے میں سختی کا مطلب یہ ہے کہ قرآن و سنت کے نفاذ میں سختی دکھائی جائے نہ کہ ہر کس و نا کس پر غلط غلط بن جایا جائے۔ اس شخص نے قرآن و حدیث کے کتنے احکام اپنی جہالت اور خواہش نفس سے پامال کئے، اسے چھٹی جلد میں لکھا جا چکا ہے۔ عثمان کی حیا پر گزشتہ صفحات میں لکھا ہی ہے مزید کچھ آٹھویں جلد میں بھی اشارہ کیا ہے، یہاں دہرانے کا موقع نہیں۔ دوسروں کا کچا چٹھا کیا بیان کیا جائے۔ ان تین کی اوقات معلوم ہو جانے کے بعد دوسروں کی طرف توجہ دینے کی ضرورت بھی نہیں!

۳۔ صحیح بخاری (۲) میں محمد بن حنفیہ سے روایت ہے کہ میں نے پدھر رگوار سے پوچھا: بعد رسولؐ سب سے بہتر کون ہے؟ فرمایا: ابوبکر۔ میں نے پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: عمر۔ میں ڈرا کہ کہیں تیسرے نمبر پر عثمان کا نام نہ لیں اس لیے عرض کی: پھر آپ؟ فرمایا: میں تو صرف مسلمانوں کی ایک فرد ہوں۔

تاریخ خطیب (۳) میں اضافہ ہے کہ حضرت علیؑ نے سوال پر پوچھا: کیا تم جانتے نہیں؟ پھر دونوں نام لیے۔ بعد میں فرمایا: تیرا باپ بھی عام مسلمانوں کی طرح ہے جو ان دونوں کی ذمہ داریاں تمہیں دی اس کے لیے بھی ہیں۔

صحیح بخاری میں اس قسم کے بہتان عظیم بہت ہیں۔ محمد حنفیہ ایسے نادان نہیں تھے کہ عمرو ابوبکر کو نہ پہچانتے ہوں اور اپنے باپ کے مرتبے کی واقفیت نہ رکھتے ہوں۔ کیا وہ عثمان کی بدعتوں سے بھی ناواقف تھے؟

اگر حضرت علیؑ کا یہی خیال تھا تو عثمان کے قتل کے دن اسے چھپایا کیوں؟ (۴) اگر ابوبکر خیر امت تھے تو حضرت علیؑ نے بیعت سے کنارہ کشی کیوں کی؟ صدیقہ طاہرہؑ کو مہاجرین و انصار کے گھروں پر

۱۔ الاملۃ ولسامۃ، ج ۱، ص ۱۴۔ (ج ۱، ص ۲۰)۔

۲۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، ج ۲، ص ۲۴۹، (ج ۳، ص ۱۳۴۲)، حدیث (۳۳۶۸)۔

۳۔ تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۴۳۲۔

۴۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۹۴۔ (ج ۶، ص ۲۱۶)۔

احجاج کے لیے کیوں بھیجا؟ (۱)

حضرت علیؓ اس قسم کی بات کیسے کہتے جبکہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ علیؓ خیر من اترکہ بعدی، (۲) خیر رجالکم علی بن ابی طالب۔ (۳) علیؓ خیر البشر فمن ابی فقد کفر، (۴) من لم یقل علیؓ خیر الناس فقد کفر (۵) اپنی پارہ جگر سے فرمایا: اے فاطمہؓ! خدا نے اہل ارض پر اول نظر کی تو تیرے باپ کا انتخاب کیا، پھر دوبارہ نظر ڈالی تو تیرے شوہر کا انتخاب کیا۔ (۶) کیا حضرت علیؓ اپنے متعلق ان آیات سے بھی نادانف تھے جس میں انھیں نفس رسول ﷺ کہا گیا ہے، طہارت کا اعلان کیا گیا ہے، رسول خدا ﷺ نے حدیث منزلت فرمائی، یوم مواخاة اپنا بھائی بنایا۔ ان کے محاسن و اخلاق کا ہم پلہ کوئی کیا ہو سکتا ہے، وہ سب سے اولی تھے اور سب کے مولا تھے۔ حدیث طبر کی روشنی میں محبوب خدا اور رسول ﷺ تھے۔ پھر رسول ﷺ خدا نے فرمایا: لوگوں میں مجھے محبوب ترین علیؓ ہیں۔ خود عائشہؓ بھی محبوبیت خدا اور رسول ﷺ کا اقرار کرتی ہیں۔ (۷)

۱۔ الامامة والسياسة، ج ۱، ص ۱۲، (ج ۱، ص ۱۹)۔

۲۔ مواقف الجلی، ج ۳، ص ۲۷، (ص ۴۰۹)۔ مجمع الزوائد، (ج ۹، ص ۱۱۳)۔

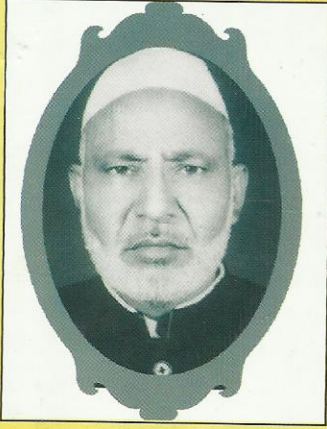
۳۔ تاریخ بغداد، (ج ۳، ص ۳۹۲)۔ نمبر ۲۲۸۰۔

۴۔ تاریخ بغداد، (ج ۷، ص ۴۲۱)۔ نمبر ۳۹۸۴۔ کوز الحقائق مطبوع بر حاشیہ، جامع الصغیر، (ج ۲، ص ۱۶)۔ کنز العمال، ج ۶، ص ۱۵۹۔ (ج ۱۱، ص ۶۲۵)۔ حدیث ۳۳۰۳۵۔

۵۔ تاریخ بغداد، (ج ۳، ص ۱۹۲)۔ نمبر ۱۲۳۴۔ کنز العمال، ج ۶، ص ۱۵۹، (ج ۱۱، ص ۶۲۵)۔ حدیث ۳۳۰۳۶۔

۶۔ المواقف، الجلی، (ص ۸، ص ۴۱۰)۔ تاریخ بغداد، (ج ۴، ص ۱۹۵)۔ المسد رک علیؓ، ج ۳، ص ۱۲۹۔ (ج ۳، ص ۱۳۰)۔ حدیث ۳۶۳۵۔ مجمع الزوائد، (ج ۹، ص ۱۱۲)۔ کنز العمال، ج ۶، ص ۳۹۱۔ (ج ۱۳، ص ۱۰۸)۔ حدیث ۳۶۵۵۔ نزہۃ المجالس، (ج ۲، ص ۲۲۶)۔

۷۔ المسد رک علیؓ، ج ۳، ص ۱۵۴۔ (ج ۳، ص ۱۶۷)۔ حدیث ۴۷۳۱۔ العهد الفرید، ج ۲، ص ۲۷۵۔ (ج ۳، ص ۱۲۳)۔ خصائص نسائی، ج ۲، ص ۲۹، (ص ۱۲۷)۔ حدیث ۱۱۱۔ سنن نسائی، (ج ۵، ص ۱۳۹)۔ حدیث ۸۴۹۶۔ ریاض الطہرۃ، ج ۲، ص ۱۶۱۔ (ج ۳، ص ۱۰۴)۔



ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گو پال پوری مرحوم

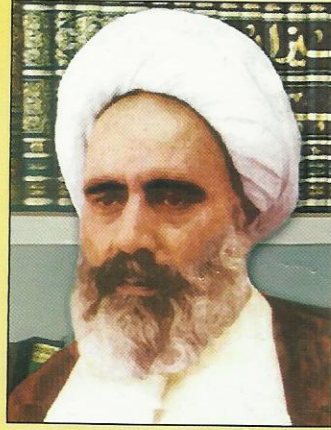
ولادت: ۱۹۴۷ھ

وفات: ۲۶ ذیقعدہ ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۰ فروری ۲۰۰۲ء

کتاب ”الغدير“ زمانہ طالب علمی ہی سے مولانا مرحوم کی توجہات کا مرکز رہی ہے، آپ کے دل میں اسی وقت یہ جذبہ مدو جزر پیدا کرنے لگا تھا کہ اس علمی اور تحقیقی کتاب کو اردو جیسی ترقی یافتہ زبان میں ضرورتاً متعارف ہونا چاہئے لیکن ہندوستان کے حالات اور طباعت کی سنگینی کے پیش نظر خاموش بیٹھ رہے۔

۱۹۹۰ء میں جب مولانا مرحوم، مولانا سید ناز علی رضوی بھیک پوری کی زحمت و مشقت اور کوششوں کے ذریعے مرجع عالی قدر آیۃ اللہ العظمیٰ ناصر مکارم شیرازی دامت برکاتہ کی دعوت پر ایران آئے تو معظم لہ نے برصغیر کے حساس موضوع کو مد نظر رکھتے ہوئے تھوڑی تلیف کے ساتھ ”الغدير“ کا ترجمہ کرنے کو کہا، اہم کتاب اور حساس موضوع کے دیکھتے ہوئے ”نہیں“ کہنے کی گنجائش نہیں تھی۔ چنانچہ فوراً مثبت جواب دے دیا اور ترجمہ میں مشغول ہو گئے۔

یہ بات یقیناً حیرت انگیز ہے کہ مولانا مرحوم نے آج سے تقریباً پندرہ سال قبل، دیہات کی زندگی میں وسائل و آسائش حیات کی کمی کے باوجود الغدير کی تمام جلدوں کا ترجمہ کر ڈالا تھا جس کی ایک جلد ۱۹۹۳ء میں منظر عام پر آچکی ہے، لیکن پھر حالات کا مساعدا ہوتے چلے گئے اور دوسری جلدوں کی طباعت کی نوبت نہ آسکی نیز دوسری جلدیں (چھٹی اور گیارہویں) حالات کی ستم ظریفی کی نذر ہو گئیں، جن کی تکمیل کا فریضہ ان کے فرزند ”مولانا سید شاہد جمال رضوی“ نے بحسن و خوبی انجام دیا ہے۔ (ناشر)



حضرت علامہ عبدالحسین الایمنی النجفی (طاب ثراہ)

ولادت: ۲۵ صفر ۱۳۲۰ھ

وفات: ۲۸ ربیع الثانی بروز جمعہ ۱۳۹۰ھ

”الغدير“ گیارہ جلدوں پر مشتمل یہ کتاب لگ بھگ ۴۵۱۳ صفحات پر پھیلی ہوئی تحقیق و تتبع کی داد دیتی ہے، بقول شہید مرتضیٰ مطہری: ”یہ کتاب تمام زہرا گیس پر و پیکنڈے کے برخلاف، یہ ثابت کرتی ہے کہ شیعیت قرآن و سنت کی منطق پر استوار ہے، تشبیح پر لگائے گئے تمام اتہامات لچر اور بے بنیاد ہیں، اس کتاب نے حضرت علیٰ اور تمام آئمہ طاہر (علیہم السلام) کی مظلومیت کو حساس ترین انداز میں نمایاں کیا ہے۔ جسے پڑھنے کے بعد ہر شخص اعتراف حق پر مجبور ہو جاتا ہے۔“

اسی لئے کتاب کی اشاعت کے بعد عالم اسلام کے نامور علماء و محققین نے اس کتاب سے متعلق احساس قدر وانی انگیز کر کے اپنے بہترین خیالات کا اظہار کیا ہے۔

ڈاکٹر عبدالرحمن یکالی حلبی کہتے ہیں: ہر مسلمان کے پاس یہ کتاب رہنا چاہئے۔

ڈاکٹر محمد غلاب مصری کہتے ہیں: یہ کتاب صاحبان تحقیق کی آرزو ہے۔

یہ عظیم کتاب اتنی قدر وانی کی مستحق کیوں نہ ہو جب کہ علامہ امینیؒ نے اس کی تالیف و تحقیق میں برسوں زحمات برداشت کی ہیں اور صرف تحقیقی مواد فراہم کرنے کے لئے ہندوستان، مصر، شام، علاوہ کئی ملکوں کا چکر لگایا ہے۔ ان پر خلوص کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ آج شیعہ دائرۃ المعارف کی حیثیت سے ”کتاب الغدير“ افق تشبیح پر چھائی ہوئی ہے۔ (ناشر)

کَلِمَاتُہٗ اَہْلُہٗ اِیَّہٗ یُطَلِّکُمُشْنِہٗ، لاہور